U11472 P - 20

Title - FATAWI HINDIYA TARJUMA FATAWI ALAMGEERIYA

Creator - Mutarjuma Sayyed Ameer Ali Marhoom

Publisher - Matba Nawal Kishore (Lucknow).

Date - 1932

Pages - 576

Subjects -

جلد نہم

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

الحمد للہ والمنۃ کہ

فتاوائے ہندیہ

ترجمہ

فتاوائے عالمگیریہ

مترجمہ

علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم اعلی اللہ مقامہ

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمن و عین الہدایہ وغیرہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۳۲ء

مطبع
نولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

فہرست ابواب و فصول فتاوے ہندیہ ترجمہ فتاوے عالمگیریہ

جلد نہم

مضمون	صفحہ
کتاب الکراہیۃ	۲
پہلا باب۔ خبر واحد پر عمل کرنے کے بیانمین	۳
دوسرا باب۔ غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان مین۔	۱۳
تیسرا باب۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اس کے باپ کو قتل کرتا ہے تو اسکے واسطے جو احکام ہین اور اس کے متصلات کے بیان مین۔	۱۴
چوتھا باب۔ صلوٰۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن وغیرہ کے بیان مین۔	۱۶
پانچوان باب۔ مسجد و قبلہ وغیرہ کے آداب کے بیان مین۔	۲۵
چھٹا باب۔ مسابقت کے بیان مین	۳۴
ساتوان باب۔ سلام و چھینک کے جواب کے بیان مین۔	۳۵
آٹھوان باب۔ آدمی کا جس کو دیکھنا اور چھونا حلال ہے اور جس کا حلال نہین ہے اُسکے بیانمین۔	۴۰
نوان باب۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہے اور جنکا مکروہ نہین۔	۴۸
دسوان باب۔ سونے و چاندی کے استعمال کے بیان مین۔	۵۳
گیارھوان باب۔ کھانا کھانے مین کراہت اور اسکے متصلات کے بیانمین۔	۵۷
بارھوان باب۔ ہدایا و ضیافات کے بیان مین۔	۶۶
تیرھوان باب۔ درم و شکر وغیرہ کے لوٹنے اور لٹانے کے بیان مین	۷۳
چودھوان باب۔ ذمیون اور اُن احکام کے بیان مین جو ذمیون کی طرف عود کرتے ہین۔	۷۴
پندرھوان باب۔ کسب کے بیانمین۔	۷۸
سولھوان باب۔ زیارت قبور اور اس کے متصلات کے بیان مین	۸۰
سترھوان باب۔ غنا و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیانمین۔	۸۳
اٹھارھوان باب۔ تداوی و معالجات کے بیانمین	۸۸
انیسوان باب۔ ختنہ کرنے و خصی کرنے وغیرہ کے بیان مین۔	۹۲

مضمون	صفحہ
بیسوان باب۔ زینت وخدمت کیواسطے خادم رکھنے کے بیان مین۔	۹۶
اکیسوان باب۔ اس بیان مین کہ بنی آدم مین اور حیوانات مین کن کن جراحات کی گنجائش ہے۔	۹۸
بائیسوان باب۔ اولاد کا نام وکنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان مین۔	۱۰۱
تیئیسوان باب۔ غیبت اور حسد اور نمیمہ ومدح کے بیان مین۔	۱۰۲
چوبیسوان باب۔ کام مین داخل ہونے کے بیان مین۔	۱۰۳
پچیسوان باب۔ بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان مین۔	۱۰۴
چھبیسوان باب۔ اس بیان مین کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے اور اسکے والدین منع کرین اسکے بیانمین۔	۱۰۷
ستائیسوان باب۔ قرض ودین کے بیان مین۔	۱۰۹
اٹھائیسوان باب۔ ملوک سے ملاقات کرنے اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آنیکے بیانمین۔	۱۱۲
انتیسوان باب۔ اشیاء مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین۔	۱۱۴
تیسوان باب۔ متفرقات کے بیان مین۔	۱۱۹
کتاب التحری	۱۳۴
پہلا باب۔ تحری کی تفسیر ورکن وشرط وحکم کے بیان مین۔	〃
دوسرا باب۔ زکوٰۃ مین تحری کرنے کے بیان مین۔	۱۳۶
تیسرا باب۔ کپڑون وظروف وغیرہ مین تحری کرنے کے بیان مین۔	۱۳۷
چوتھا باب۔ متفرقات مین۔	۱۴۰
کتاب احیاء الموات	۱۴۱
پہلا باب۔ موات کی تفسیر وغیرہ کے بیان مین۔	〃
دوسرا باب نہرون کے اکھاڑنے اور انکی اصلاح کے بیان مین۔	۱۴۷
کتاب الشرب	۱۴۹
پہلا باب شرب کی تفسیر ورکن وشرط وحکم کے بیان مین۔	〃
دوسرا باب شرب کی بیع واسکے متصلات کے بیان مین۔	۱۵۵
تیسرا باب۔ ان چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بنائے۔	۱۵۸
چوتھا باب۔ شرب کے مقدمہ مین دعوے واسکے متصلات وگواہی کی سماعت کے بیانمین	۱۶۹

مضمون	صفحہ
پانچوان باب۔ متفرقات کے بیان مین۔	۱۷۴
کتاب الاشربہ	۱۸۱
پہلا باب۔ اشربہ کی تفسیر و احکام کے بیان مین۔	،،
دوسرا باب۔ متفرقات مین۔	۱۸۶
کتاب الصید	۱۹۱
پہلا باب۔ صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین	،،
دوسرا باب۔ ان صورتون کے بیان مین جنسے صید کا مالک ہوجاتا ہے۔	۱۹۴
تیسرا باب۔ شرائط اصطیاد کے بیانمین۔	۱۹۷
چوتھا باب۔ شرائط صیاد کے بیانمین۔	۱۹۹
پانچوان باب۔ جو حیوان ذکوۃ قبول کرسکتے ہین۔	۲۰۶
چھٹا باب۔ مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان مین۔	۲۰۸
ساتوان باب۔ متفرقات کے بیانمین۔	۲۱۰
کتاب الرہن	۲۱۲
پہلا باب۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم وغیرہ کے بیان مین۔	،،
پہلی فصل۔ رہن کی تفسیر وغیرہ کے بیان مین۔	،،

مضمون	صفحہ
فصل دوسری۔ ان صورتون کے بیان مین جنسے رہن واقع ہوجاتا ہے۔	۲۱۶
فصل تیسری جس کے عوض رہن جائز ہوتا ہے اور جسکے عوض نہین جائز ہوتا ہے۔	،،
فصل چوتھی جس کا رہن جائز ہے اور جسکا نہین۔	۲۱۸
فصل پانچوین۔ باپ اور وصی کے رہن کرنیکے بیان مین۔	۲۲۲
دوسرا باب۔ ایسے رہن کے بیان مین جس مین کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو۔	۲۲۶
تیسرا باب۔ مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہوجانے کے بیان مین۔	۲۳۶
چوتھا باب۔ مرہون کے نفقہ اور جو اُس کے نفقہ کے مشابہ ہے اُسکے بیانمین۔	۲۴۷
پانچوان باب۔ اس حق کے بیان مین جو مرتہن کا مرہون مین واجب ہوتا ہے۔	۲۴۸
چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون مین زیادہ کردینے کے بیانمین۔	۲۴۹
ساتوان باب۔ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیانمین۔	۲۵۵
آٹھوان باب۔ مال مرہون مین راہن یا مرتہن کے تصرف کرنیکے بیانمین۔	۲۵۷
نوان باب۔ رہن مین راہن اور مرتہن کے اختلاف کرنے اور انکے گواہی دینے کے بیانمین	۲۶۶

مضمون	صفحہ
دسوان باب۔ چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے نے رہن کرنیکے بیان مین۔	۲۷۰
گیارھوان باب۔ متفرقات کے بیانمین۔	۲۷۳
بارھوان باب۔ رہن مین دعوے اور خصومات واقع ہونیکے بیانمین۔	۲۸۹
کتاب الجنایات	۲۹۳
پہلا باب۔ جنایت کی تعریف واسکے انواع واحکام کے بیان مین۔	″
باب دوسرا۔ کون شخص قصاص مین قتل ہوسکتا ہے اور کون نہین۔	۲۹۵
فصل۔	۳۰۰
تیسرا باب۔ قصاص حاصل کرنے والون کے بیان مین۔	۳۰۳
چوتھا باب۔ جان تلف کرنے سے کم مین قصاص لینے کے بیان مین۔	۳۰۵
پانچوان باب۔ واقعہ قتل مین گواہی اور اقرار قتل وغیرہ کے بیان مین	۳۱۷
چھٹا باب۔ صلح وعفو واس مین ادائے شہادت کے بیانمین۔	۳۲۵
ساتوان باب۔ حالت قتل کے اعتبار مین	۳۳۲
آٹھوان باب۔ دیتون کے بیان مین	″
فصل شجاج کے بیان مین۔	۳۴۰
نوان باب۔ جنایت کیواسطے حکم کرنے اور	

مضمون	صفحہ
اسکے مناسبات کے بیان مین۔	۳۴۳
دسوان باب۔ جنین کے بیان مین۔	۳۵۲
گیارھوان باب۔ دیوار وجناح وپاخانہ کی جنایت اور اُس کے مناسبات کے بیان مین۔	۳۵۵
بارھوان باب۔ بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنیکے بیان مین۔	۳۸۰
تیرھوان باب۔ مملوکون کی جنایت کے بیان مین۔	۳۸۹
پہلی فصل۔ رقیق کی جنایت کے بیانمین۔	″
دوسری فصل۔ ام الولد اور مدبر کی جنایت کے بیان مین	۴۱۰
تیسری فصل۔ مکاتب کی جنایت وجنایت کا اقرار کرنیکے بیانمین۔	۴۱۹
چودھوان باب۔ ممالیک غیر پر جنایت کرنیکے بیانمین	۴۲۸
پندرھوان باب قسامت کے بیانمین	۴۳۳
سولھوان باب۔ معاقل کے بیان مین	۴۴۲
فصل۔	۴۵۰
سترھوان باب متفرقات کے بیانمین۔	۴۵۱
کتاب الوصایا	۴۵۶
پہلا باب۔ وصیت کی تفسیر وشرط وجواز وحکم کے بیانمین۔	″
دوسرا باب۔ اُن الفاظ کے بیان مین جو وصیت ہوتے ہین۔	۴۶۴

مضمون	صفحہ
تیسرا باب۔ تہائی مال یا اس کے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنیکے بیانمین۔	۴۶۹
چوتھا باب۔ بیٹے کا اپنے مرض مین اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے کے بیان مین۔	۴۸۸
فصل حالۃ الوصیت کے اعتبار سے بیان مین۔	۴۹۰
پانچوان باب۔ مرض الموت مین عتق وہبہ وغیرہ کے بیانمین۔	۴۹۱
چھٹا باب۔ اقارب واہل بیت وغیرہ کے حق مین وصیت کرنیکے بیانمین۔	۵۰۳
ساتوان باب سکنیٰ وخدمت وثمر وغیرہ کی وصیت کے بیان مین۔	۵۱۳
آٹھوان باب۔ ذمی وحربی کی وصیت کے بیان مین۔	۵۳۱
نوان باب۔ وصی اور اسکے اختیارات کے بیان مین۔	۵۳۹
دسوان باب۔ وصیت پر گواہی دینے کے بیان مین۔	۵۷۴

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یفقہہ فی الدین

الحمد للہ سبحانہ و تعالیٰ کہ فتاوائے جلیل عدیم المثیل منبع مسائل و احکام مشرع افتاء و قضاء نافع انام مدار و معتمد دین اسلام حاوی احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاویٰ در فقہ حنفیہ

اعنی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد نہم

مترجمہ جامع صناعات ریاضیہ و عقلیہ حاوی اصناف فنون نقلیہ واقف اشارات صوفیہ مولف تفسیر جامع تاویل القرآن دانائے اسرار الفرقان المحبر العلامہ مولانا السید امیر علی رحمہ اللہ العلی بصرف زر خطیر مالک مطبع و ریاضت معلمائے عالی قدر ترجمہ ہوکر

بمطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخ نے مکروہ کے معنی میں گفتگو کی ہے اور امام محمدؒ سے صریح یوں مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے لیکن چونکہ اُنھوں نے اسمین کوئی نص قاطع نہیں پائی اسواسطے اُسپر حرام کا لفظ اطلاق نہیں کیا اور امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسف رح سے مروی ہے کہ مکروہ قریب بحرام ہوتا ہے کذا فی الہدایۃ اور یہی مختار ہے یہ شرح ابوالمکارم میں ہے یہ وہ مکروہ ہے جو مکروہ تحریمی ہوتا ہے رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہے یہ شرح وقایہ میں ہے۔ اور در اصل فاصل دونوں میں یہ ہے کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جاوے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہے تو عارض کو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا عارض جس میں عام بلوی ہو اور ضرورت سب کے حق میں ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اور اگر ضرورت اس وجہ تک نہ پہونچی ہو تو کراہت تحریمی ہوگی پس اپنی اصل کی طرف راجع ہوگی اور درصورت اوّلے اسکے برعکس ہے۔ اور اگر اصل کو استحقاق اباحت ہو مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہے تو کراہت تحریمی ہوگی اور اگر گمان غالب نہو تو کراہت تنزیہی ہوگی اول کی مثال جیسے بلی[ل] کا جھوٹا۔ اور دوم کی مثال جیسے مادہ خر کا دودھ و گوشت اور سوم کی مثال جیسے گائے جلالہ و شکاری پرندوں کا جھوٹا ہے۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اس کتاب میں تیس باب ہیں

ل قولہ بلی کا جھوٹا یہ برائے امام اعظم ہے کہ بلی درندہ جانوروں میں سے ہے اور صاحبین میں سے ایک کے نزدیک و باقی ائمہ مجتہدین کے نزدیک مکروہ نہیں ہے معنے کلام یہ ہیں کہ بلی کے جھوٹے کو استحقاق اثبات حرمت ہے کہ درندہ کا جھوٹا ہے مگر چونکہ اس سے احتراز دشوار ہے عام بلوی ہے پس مکروہ تنزیہی رہا اور گدھی کے دودھ و گوشت میں عام بلوی نہیں ہے اور گائے نجاست خوار کے جھوٹے میں اگر کثرت نجاست خوری موجود ہو تو یہی بات ہے ورنہ نہیں ۱۲

باب اول - خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں - اور اس باب میں دو فصلیں ہیں -

فصل اول - امر دینی سے خبر دینے کے بیان میں مثلاً کسی پانی کی طہارت و نجاست کی خبر دینا یا کسی

چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اُسکے متصلات یعنے مثلاً پانی کی طہارت و نجاست میں دو خبریں متعارض واقع ہونے کے بیان میں یا کسی چیز کی حرمت و اباحت کی دو خبریں متعارض ہونے کے بیان میں دینی امور مثل حلت و حرمت و طہارت و نجاست میں خبر واحد مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ یہ شخص واحد مسلمان ہو عادل ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے میں محدود ہوا ہو یا ایسا ہو اور شہادت کا لفظ و عدد شرط نہیں ہے یہ و جیز کردری میں ہے اور یہی محیط سرخسی و ہدایہ میں ہے - دینی باتوں میں کافر کا قول قبول نہیں ہوتا ہے لیکن معاملات میں کافر کا قول قبول ہوتا ہے سو معاملات میں قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن نہ ہو کہ دینی بات میں قبول ہووے تو بضرورت دینی بات میں بھی قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے - اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اُسنے گوشت خریدا اور کہا کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس شخص کو اسکے کھانے کی گنجایش ہے اور اگر اسکے سوا کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجایش نہو گی اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اگر سوائے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو تو نہیں کھا سکتا ہے اسواسطے کہ جب حلت میں اسکا قول قبول ہوا تو حرمت میں بدرجہ اولے قبول ہوگا یہ ہدایہ میں ہے - اور مستور کا قول دیانات میں موافق ظاہر الروایات کے قبول نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آگیا مگر اُسنے پانی نہ پایا سوائے ایک برتن کے کہ جسمیں پانی تھا اور ایک شخص نے جو اُسکے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہے یعنے عادل نے اُسکو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہے تو مسافر مذکور اُس سے وضو نہ کرے اسی طرح اگر اس مخبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سُننا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مخبر مذکور غلام یا باندی یا آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب اُسوقت ہے کہ خبر دینے والا عادل ہے اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر میں نظر کرے پس اگر اُسکی غالب رائے یہ ہو کہ یہ سچا ہے تو تیمم کرے اس سے وضو نکرے اور اگر پہلے اس پانی کو بہا دے پھر تیمم کرے تو ہمیں زیادہ احتیاط ہے اور اگر اُسکی رائے غالب میں یہ شخص جھوٹا ہو تو اُس سے وضو کر لے اور اسکے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اسکے حق میں کافی ہوگا اور اُسپر تیمم کرنا ضرور نہیں ہے اور یہ جواب حکمی ہے مگر احتیاطی یوں ہے کہ اسکے حق میں افضل یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمم کر لے یہ محیط میں ہے اور اگر پانی کے نجس ہونیکی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اسکے دل میں ایسی صورت میں یہ آیا کہ اس خبر میں یہ ذمی سچا ہے تو کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ پہلے پانی کو بہا کر پھر تیمم کرے اور اگر اُس سے وضو کر کے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائیگی اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی نابالغ یا معتوہ ہو مگر دونوں میں جو کہتے ہیں اُسکو سمجھتے ہیں تو اصح یہ ہے کہ ان دونوں کی خبر اس باب میں مثل خبر ذمی کے ہے کیونکہ ان

دونوں کو ولایت الزامی حاصل نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے گوشت خریدا پھر جب اُسپر قبضہ کر لیا تو اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ اسمیں سور کا گوشت مخلوط ہو گیا تو مشتری کو اُسمیں سے کھانا روا نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مسلمان نے گوشت خریدکر قبضہ کر لیا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے تو مشتری کو اسمیں سے کھانا نہیں چاہیے اور نہ دوسرے کو کھلانا چاہیے کیونکہ مخبر نے اُسکو حرمۃ العین[1] و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمۃ العین حق اللہ تعالے ہے پس ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حرام ہے اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتا ہے اور حرمت ثابت ہونے کے واسطے بطلان ملک[2] ضرور نہیں ہے اور جب اس مقام پر حرمت باوجود اس کے کہ عین شے مشتری کی ملک میں باقی رہی ثابت ہو گی تو اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ بائع کو ثمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہیں ہوئی اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہو لیکن جسکے ہاتھ میں گوشت تھا اُسکو اُسنے تناول کرنے کی اجازت دی پس اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ ذبیحہ مجوسی ہے تو اُسکو کھانا حلال نہیں ہے - اور اگر اُس نے تناول کی اجازت دی پھر اُسکے ہاتھ یہ گوشت فروخت کر دیا یا خریدنیوالا کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ حرام العین ہے تو اُسکا کھانا حلال نہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے طعام یا باندی خریدی یا بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت کے اسکا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے آکر گواہی دی کہ یہ چیز زید مغصوبی کی ہے کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کر لی تھی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اُسمیں گنجائش ہے اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ میں ہو اُسنے ایک شخص کو اسمیں سے تناول کرنے کی اجازت دی پس ایک ثقہ مسلمان نے اُس سے کہا کہ یہ چیز اسکے پاس فلاں شخص سے مغصوبہ ہے اور جسکے قبضہ میں ہے وہ اس بات سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میری ہے حالانکہ یہ شخص متہم ہے ثقہ نہیں ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اسکے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اُسکو کھا لیا یا پی لیا یا اُس سے وضو کر لیا تو گنجائش ہے اور اسکے سوائے پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر میں ہے تو وضو کرے تیمم نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے - اور امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جسکے ہاتھ میں کھانا یا پانی ہے کہ جس نے دوسرے کو تناول کرنے کی اجازت دی ہے اگر وہ ثقہ عادل ہو اور یہ بھی خبر دی ہو کہ میں نے اسکو کسی سے غصب نہیں کیا ہے تو کیا حکم ہے اور مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے پس شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ یہ پرہیز نہ کرے گا کیونکہ خبریں ساقط ہو گئیں

---

[1] حرام العین ذات حرام ہے اور قولہ اسمیں گنجائش ہے یعنے جواز ہے اگرچہ بہتر نہیں ہے ۱۲ منہ [2] یعنے لازم کر دیں ۱۲ منہ [3] یعنے یہ شے مردار ہے و حرام ہے اور مشتری کی ملک بھی باطل ہے ۱۲ منہ [4] حالانکہ جب یہ گوشت مردار ہوا تو مشتری کی ملک باطل ہوئی جاتی ہے ۱۲

بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت[۱] اصلی معتبر ہوگی بخلاف اسکے جبکہ قابض فاسق ہو تو ایسا نہیں ہے اور انکے سواے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہے۔ اور علے ہذا اگر ایک شخص نے گوشت خریدنا چاہا اور اُس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اسکو نہ خرید کہ یہ ذبیحہ مجوسی کا ہے اور قصاب نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہے تو بنا بر قول شیخ ابو جعفر رح کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہے گی اور انکے سواے دوسرے مشائخ کے قول پر کراہت نہ جائیگی یہ محیط میں ہے۔ کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہاں ایک مسلمان گیا ان لوگون نے اسکو کھانے پینے کیواسطے بلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جسکو یہ پہچانتا تھا یون کہا کہ یہ گوشت مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور اس پانی مین شراب ملگئی ہے اور جن لوگون نے اسکو کھانے کے واسطے بلایا تھا انھون نے کہا جیسا یہ کہتا ہے یہ بات نہین ہے بلکہ یہ حلال ہے تو ان لوگون کی حالت دیکھے پس اگر یہ لوگ عدول وثقات ہون تو اس ایک شخص کے قول پر التفات نہ کرے اور اگر یہ لوگ متہم ہون تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اسکو یہ روا نہوگا کہ اس کھانے پانی کے قریب جاوے اور فرمایا کہ اسمین کچھ فرق نہین ہے کہ یہ مخبر جسنے حرمت کی خبر دی ہے مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو۔ اور اگر قوم مین دو آدمی ثقہ ہون تو انکا قول اختیار کرے گا اور اگر ایک ثقہ ہوگا تو اس مین اپنی راے غالب پر عمل کرے گا اور اگر کسی طرف اسکی راے غالب نہو بلکہ دونون باتین یکسان ہون تو اسکے کھانے پینے مین کچھ ڈر نہین ہے اسی طرح اُس سے وضو کرنے مین بھی کچھ ڈر نہین ہے کہ جب کسی طرف اسکی راے غالب نہو تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہے اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہون اور حرام کہنے والا ایک آزاد ثقہ ہو تو کھا لینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر وہ شخص جسکے قول مین وہ حرام ہے دو ثقہ مملوک ہون اور جو حلال کہتا ہے وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اسکو نہ کھانا چاہیے اسی طرح اگر حلت وحرمت مین سے ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب راے پر عمل کرے اور اگر دونون باتون مین سے ایک بات کی دو ثقہ غلامون نے اور دوسری بات کی دو آزاد ثقہ نے خبر دی تو دونون آزاد کے قول کو اختیار کرے[۲] یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک طرف دو آزاد عادل ہون اور دوسری جانب تین غلام ہون تو غلامون کا قول لیا جائے گا۔ اور اگر ایک جانب دو آزاد عادل ہون اور دوسری جانب چار غلام ثقہ ہون تو چارون غلامون کی خبر کو ترجیح دیجائے گی اور حاصل یہ ہے کہ اگر غلام و آزاد دونون ثقاہت مین یکسان ہون تو امر دینی کے خبر دینے مین دونون یکسان ہین پس ترجیح[۳] پہلے تو

[۱] قولہ اباحت اصلی اقول مسئلہ اصول یہ ہے کہ جو چیزین اللہ تعالے نے پیدا کین کیا ہم سبکو مباح ہین سواے ممنوع کے یا سب ممنوع ہین سواے مباح کے اور مختار قول اول ہے بقولہ تعالے خلق لکم ما فی الارض جمیعا الآیہ ونحو ہا پس اصل مین یہ چیزین سب مباح ہین سواے بعض کے جسکو دلیل سے منع فرمایا ہے ۱۲ [۲] کیونکہ دوسرون کے قول کو قطعاً نہین لے سکتا ہے کیونکہ زیادہ ایسا ہے کہ حرمت وحلت کا اجتماع ہوا جاتا ہے ۱۲ [۳] قولہ ترجیح اقول ضرور نہ ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ دونون قول نہین لے سکتے ہین اور یہی حال مجتہد وفقیہ کے بیان مین ہے کیونکہ حلت وحرمت دونون جمع کرنا غیر ممکن ہے اسواسطے مقلد لا محالہ کسی ایک قول کو اختیار کریگا لیکن دوسرون کی نسبت حرام ۱۲

باعتبار عدد کے رکھی جائیگی پس اگر عدد میں برابر ہوں تو احکام میں فی الجملہ حجت ہونے کے ساتھ ترجیح دیجائیگی اور اگر اسمیں بھی یکسان ہوں تو ترجیح بوجہ تحری یعنے غالب راے سے رکھی جائیگی اسی طرح اگر دونوں میں کسی امر کی خبر ایک مرد و دو عورتوں نے دی اور دوسرے کی خبر دو مردوں نے دی تو ایک مرد و دو عورتوں کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسمیں تعداد کی زیادتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک مسلمان نے ایک مشتری کے سامنے گواہی دی کہ یہ باندی جو اس بائع کے پاس ہے فلان شخص کی باندی ہے اس سے بائع نے غصب کر لی ہے حالانکہ باندی مذکور بائع کی مملوکہ ہونے کا اقرار کرتی ہے اور جس شخص کے پاس ہے وہ غصب سے انکار کرتا ہے مگر وہ غیر مامون[1] ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اسکو نہ خریدے اور اگر اسکو خریدا اور اس سے وطی کی تو اسکو اسکی گنجایش ہے اور اگر مشتری کو یہ خبر دی کہ یہ باندی اصلی حرہ ہے یا اسی قابض کی باندی تھی مگر اسنے آزاد کر دیا ہے اور مخبر مسلمان ثقہ ہے تو یہ صورت اور صورت اولی دونوں یکسان ہیں یہ مبسوط میں ہے۔

دوسری فصل معاملات میں خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان میں۔ معاملات میں ایک شخص کا قول مقبول ہوتا ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو مذکر ہو یا مونث ہو مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج و ضرورت دفع ہو اور منجملہ معاملات کے وکالات و مضاربات اور ہدیہ کے رسالات و اذن فی التجارات ہے یہ کافی میں ہے اور جب معاملات میں خبر واحد صحیح ہوئی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو اسمیں یہ ضرور ہے کہ اسکی غالب راے میں یہ ہو کہ یہ شخص اپنی خبر میں سچا ہے پس اگر اسکی راے میں یہ امر غالب ہو تو اسکی خبر پر عمل کرے ورنہ عمل نہ کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک باندی کسی شخص کی ہو اور اسکو دوسرے شخص نے لیا اور چاہا کہ اسکو فروخت کرے تو جو شخص اسکو پہلے شخص کی مملوکہ پہچانتا ہو اُسکے واسطے اس باندی کا خریدنا مکروہ ہے جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ اسنے پہلے مالک کی طرف سے کسی سبب سے باندی کی ملک حاصل کی ہے خواہ کوئی سبب ہو یا مالک نے اسکو اس باندی کے فروخت کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اسنے خرید لی تو جائز ہوگی مگر مکروہ ہے۔ اور اگر اسکو معلوم ہے کہ مالک سے اسنے کسی سبب سے اپنی ملک میں لی ہے یا مالک نے اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے تو اس سے خرید لینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ خرید بدون کراہت کے جائز ہوگی اور اگر اس شخص نے کہ بالفعل جس کے قبضہ میں ہے یہ کہا کہ میں نے مالک سے اسکو خریدا ہے یا اسنے مجھے ہبہ کی ہے یا مجھے صدقہ دی ہے یا مجھے اسکے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس شخص کو اس قابض سے خرید لینا حلال ہے بشرطیکہ بائع خبر دینے والا مسلمان عادل ہو اور واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ میں یون شرط لگائی کہ جو شخص بالفعل قابض ہے وہ عادل مسلمان ہو حالانکہ عادل ہونا تو شرط ہے مگر اسلام شرط نہیں ہے اور حاکم شہید رح نے اپنی مختصر میں فقط عدالت کا ذکر کیا اور اسلام کا ذکر نہیں کیا اور جو حاکم شہید رح نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو امام محمد رح نے اسلام کا لفظ ذکر کیا ہے

---

[1] یعنے ایسے الفاظ غیر ثقہ کے واسطے استعمال کرتے ہیں اور قولہ معاملات یعنی سوائے امور دین کے جو اعمال فقط دنیا بسر کرنے کے لیے ہیں ۱۲ع

یعنے پس آزادی کی خبر بہ نسبت غلام کے مرجح ہوگی ۱۲ منہ [2] بشرطیکہ ثقہ ہوں ۱۲ منہ [3] یعنے چندان ثقہ نہیں ہے ۱۲ منہ

یہ اتفاقی ہی شرط نہین ہی اور اگر باندی کا قابض ایک مرد فاسق ہو تو فقط اُسکی خبر پر اُس کے ساتھ معاملہ مباح ہونا ثابت نہوگا بلکہ اُسکے ساتھ اپنے دل سے تحری کرے گا پس اگر اُسکے دل مین یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہی تو اُس سے خرید لینا حلال ہی اور اگر اُسکے دل مین یہ آیا کہ یہ اپنے قول مین کاذب ہی تو اُس سے خریدنا حلال نہین ہی اور اگر اس باب مین اُسکی رائے کسی طرف نہو تو جو چیز جس حال پر تھی اُس حال پر رہیگی جیسا دیانات مین حکم ہی۔ اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اس قابض کے سواے دوسرے شخص کی ہی حتے کہ اُسکو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے مجھے اُسکے فروخت کیواسطے وکیل کیا ہی تو مشتری کو اُس سے خرید لینا حلال نہین ہی تا وقتیکہ اُسکو یہ معلوم نہو کہ فلان شخص یعنے مالک نے اُسکی ملک مین دی ہی یا اُسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہی۔ اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی غیر کی ملک ہی اور نہ قابض نے اس بات کی اُسکو خبر دی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ مشتری اُس سے خرید لے اگرچہ بائع کوئی فاسق ہو لیکن درصورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالبًا ایسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہی مثلًا نفیس موتی ایک ایسے فقیر کے قبضہ مین ہو جسکے پاس ایک دن کا روزینہ نہین ہی یا مثلًا کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب ہو جسکے باپ دادا مین کوئی ایسی لیاقت کا نہین گذرا ہی تو ایسی صورتون مین مستحب[1] ہی کہ پرہیز کرے اور نہ اُس سے خریدے اور نہ بطور ہبہ و صدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اُسکا حکم مثل مرد کے ہی اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اسکا حال استفسار نہ کرے تب تک اُسکو باندی یا غلام سے خریدنا نہین چاہیے اور بطور ہبہ و صدقہ کے بھی لینا نہین چاہیے۔ پس اگر غلام سے یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولے نے مجھے اسکے فروخت کرنے کی اجازت دی ہی یا اسکے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہی پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اُس سے یہ چیز خرید لینے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر فاسق ہو تو اپنے دل مین تحری کرے پس اگر تحری مین اُسکی رائے کسی طرف جمی تو خیر اور نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی ہی رہیگی جیسا کہ آزاد کی صورت مین حکم ہی اور اگر اُسکے پاس کوئی لڑکا صغیر یا لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزاد تھی یا مملوک تھی تو بدون اسکے دریافت کرنے کے خریدنے کی گنجائش نہین ہی پس اگر صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہی تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہی تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو پس اگر اُسکی تحری مین کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی ہی باقی رہیگی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہیے کہ جب تک اُس سے دریافت نہ کرے تب تک اُسکا ہبہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہی تو قابض اسمین تحری کرے اور جس طرف اُسکی تحری ہو اسی پر حکم کی بنیاد رکھے۔ اور اگر اُسکے دل مین کسی طرف گمان غالب نہوا تو

[1] قولہ مستحب اقول یہ دلیل ہی کہ جب شبہہ پر خرید چھوڑنا چاہیے تو جب غالب گمان ہو کہ یہ مال مسروقہ ہی تو خریدنا جائز نہین ہی ۱۲ [2] گمان غالب ۱۲

جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہیگا۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُس شخص نے تحری کی اور تحری مین آیا کہ
یہ صغیر اپنے قول مین صادق ہو تو بھی صغیر کے قول کی جبھی تصدیق کی جائیگی کہ جب اُسنے یہ کہا کہ مال میرے
باپ کا یا فلان اجنبی کا یا میرے مولی کا ہو اُسنے مجھے اسکے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ دے کر
بھیجا ہو۔ اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہو ہمارے باپ نے ہمین اجازت دے دی ہو کہ ہم تجھے اسکو صدقہ
دین یا ہبہ دین تو اُسکو نہ چاہیے کہ اسکو قبول کرے۔ یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام
اپنے مولی کی طرف سے صدقہ لیکر آیا تو فقیر کو چاہیے کہ تحری کرے یہ محیط مین ہو اگر کسی شخص کے غلام یا اُس کے
صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر مین آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہو کہ تحری کرے لیکن لوگون مین یہ عادت
جاری ہو گئی ہو کہ اس سے انکار نہین کرتے ہین اسوجہ سے جائز ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر عاقل لڑکا کسی
بقال وغیرہ دوکاندار کے پاس آیا تاکہ اُس سے کوئی چیز خریدے اور اُسکو خبر دی کہ میری مان نے مجھے اس کے
خریدنے کا حکم دیا ہو تو شیخ امام حلوائی رح نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اُس کے
ہاتھ بیچنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور کشمش و باقلا و قبیطا وغیرہ کی قسم سے جسکے کھانے کی اکثر لڑکون کو عادت ہوتی
ہو طلب کیا تو بقال کو چاہیے کہ اُسکے ہاتھ نہ فروخت کرے[قسم حلوا ۱۲] یہ سراجیہ مین ہو۔ ایک باندی ایک شخص کے
پاس آئی اور کہا کہ میرے مولے نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دیکر بھیجا ہو۔ تو اس شخص کو گنجایش ہو کہ اُس سے
لے اسواسطے کہ خبر واحد معاملات مین مقبول ہوتی ہو خواہ کیسا ہی ہو یعنے عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل
ہونا ضرور ہو اور اسپر اجماع ہو یہ جامع صغیر و سراج الوہاج و عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کو
دیکھا کہ وہ ایک باندی کا دعوی کرتا ہو کہ یہ باندی میری ہو اور باندی اُسکے قول کی تصدیق کرتی ہو کہ مین اسی شخص
کی ہون پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ باندی فلان
شخص کی ہو اور فلان شخص دعوی کرتا تھا کہ یہ میری ہو اور یہ باندی بھی اُسکے قول کی تصدیق کرتی تھی کہ مین
اسی کی ہون حالانکہ یہ سبب اسوجہ سے تھا کہ مین نے ایک بھید پوشیدہ کی وجہ سے فلان شخص کو ایسا حکم کر دیا
تھا اور باندی مذکور نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہو تو سامع کو روا ہو کہ
باندی کو اُس سے خریدلے اور اگر سامع کی غالب راے مین آوے کہ یہ شخص جھوٹا ہو تو سامع کو اُس سے
خریدنا نچاہیے اور اُسکا ہبہ[ع ۵] و صدقہ بھی قبول کرنا نچاہیے اور اگر قابض حال نے ایسا نہ کہا بلکہ یہ دعوی کیا
کہ فلان شخص نے مجھ سے براہ ظلم غصب کر لی تھی پھر مین نے اُس سے چھین لی تو سامع کو نہین چاہیے کہ اُس
سے خریدے اور نہ اُس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا غیر ثقہ ہو
بخلاف اسکے اگر اُسنے غصب کرنے کا دعوی نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہین ہو کیونکہ غصب ایک امر
مستنکر ہو پس اسمین اُسکا قول قبول نہوگا اور تلجیہ کی صورت مین اُسنے امر مستنکر کی خبر نہین دی پس اُسکا قول قبول

ع ۵ یعنے بدون تحری ۱۲ ف ۵ یعنے باندی کو بطور ہبہ الخ ۱۲

ہوگا۔ اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلان شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب کر لی پھر اُسنے اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہی اور مجھے واپس دی پس اگر قابض حال ثقہ ہو تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکا قول قبول کر کے باندی اس سے خرید لے۔ اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص نے مجھ سے غصب کر لی تھی پس مین نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جسکو مین نے اپنے دعوی پر پیش کیا تھا یا غاصب مذکور کے قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہی تو سامع کو جائز ہی کہ اگر یہ شخص ثقہ ہو تو اسکا قول قبول کرلے اور اگر ان سب صورتون مین سامع کی غالب راے مین یہ قائل یعنی قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتون مین اُس سے خریدنا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرے۔ اور اگر کہا کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اُس سے لے کر مجھے دیدی یا کہا کہ قاضی نے میرے نام باندی کی ڈگری کر دی پھر مین نے غاصب کے گھر سے باجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا جائز ہی۔ اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضا سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا نچاہیے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ مین نے فلان شخص سے یہ باندی خریدی ہی اور اُسکو ثمن دے دیا تھا پھر اُسنے بیع سے انکار کیا پس مین نے اس سے لے لی تو ایسی صورت مین اُسکا قول قبول کرنا نہین چاہیے ہی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ باندی فلان شخص سے خریدی ہی اور اُسکو ثمن نقد دے دیا اور اُسکی اجازت سے اُسپر قبضہ کر لیا ہی اور یہ قائل سُننے والے کے نزدیک مامون ثقہ ہی اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلان شخص اس بیع سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہین بیچا ہی اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہی تو سامع کو اُسکا قول قبول نہ کرنا چاہیے اور اُس سے باندی نہ خریدنی چاہیے اور اگر دوسرا مخبر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی راے غالب مین یہ دوسرا مخبر سچا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسکی راے غالب مین دوسرا مخبر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر دونون غیر ثقہ ہون اور سامع کی راے غالب مین دوسرا مخبر سچا ہو تو سامع کو قابض سے خریدنا نچاہیے اور نہ اسکا قول قبول کرنا چاہیے یعنی یہ صورت بمنزلہ اس صورت کے ہی کہ دوسرا مخبر ثقہ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہی جسکو وہ خالد کی باندی پہچانتا ہی پس زید کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ باندی کے مولے نے عمرو کو اُس کے فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی پس زید نے خرید کر عمرو کو اُسکا ثمن دے دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولی آیا اور اُس نے وکالت وحکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجایش ہی کہ اُسکو نہ دے یہانتک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری یعنی زید کو اُسکے رد کرنے کا اختیار نہو گا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہ اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم

دے دے تو زید کو اختیار ہوگا کہ اپنے ثمن کے واسطے روکے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص زید نے کہا کہ مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اسکی حویلی مین ہے فروخت کرنے اور مشتری کو دیدینے کا حکم دیا ہے تو ہمین کچھ ڈر نہین ہے کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خرید لے اور عمرو کی حویلی مین سے اسکو لے کر خواہ زید کی اجازت سے یا بلا اجازت لیکر اسپر قبضہ کرے جبکہ باندی کا ثمن اسکو ادا کر چکا بشرطیکہ زید ثقہ ہووے یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد کی رائے غالب مین وہ سچا ہووے۔ اور اگر خالد کی رائے غالب مین بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے کے پہلے اسکے دل مین اسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہوا ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہوا ہو مگر ہنوز قبضہ نہین ہوا ہے تو خالد کو اُس سے تعرض کرنا روا نہین ہے جبتک کہ عمرو یعنے باندی کے مولے سے اُس کے حکم دینے کو دریافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کر کے اُس سے وطی کر لی ہو پھر اُسکے دل مین ایسا گمان غالب ہوا کہ بائع کاذب ہے تو خالد اسکی وطی سے الگ رہے یہانتک کہ اسکی خبر کے راست و دروغ ہونے کو پہچانے اور یہی لوگون کا دستور ہے تاوقتیکہ ایسے شخص کی طرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنے عمرو کی طرف سے وکالت کا انکار ظاہر ہو اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اُسوقت سے باندی کی وطی کرنے سے دور رہے اُسکے قریب نہ جاوے اور باندی اُسکو واپس کر دے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہیے کہ باندی کے مولے کو باندی کا عقر بھی دے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید نے کہا کہ مین عمرو کا وکیل ہون اور مین نے عمرو کی بیٹی گواہون کے سامنے تیرے نکاح مین دی ہے حالانکہ وہ لڑکی صغیرہ یا مجنونہ ہے تو جس سے خطاب کرتا ہے اُسکو اس لڑکی سے وطی کرنا جائز ہے اور اگر باپ مرگیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کی پرورش مین ہو تو جبتک اُسکا بھائی ایسا اقرار نہ کرے تب تک اُس سے وطی کرنا جائز نہین ہے یہ فتاوے غنابیہ مین ہے اگر زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہین غائب ہوگیا پھر اُسکو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد ہوگئی ہے پس اگر مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اُسکی تصدیق کر سکتا ہے اور اُس عورت کے سواے اور چار عورتون سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مخبر ثقہ نہو مگر زید کی رائے غالب مین وہ سچا معلوم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی رائے غالب مین وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتون سے نکاح نہین کر سکتا ہے اور اگر کسی مخبر نے عورت مذکورہ کو ایسی خبر دی کہ اسکا شوہر مرتد ہوگیا تو اصل کے استحسان مین ہے کہ عورت مذکورہ اس شوہر کے سواے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور فرمایا کہ مرد و عورت دونون یکسان ہین۔ اور سیر مین مذکور ہے کہ جبتک اُسکے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی نہ دین تب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہین کر سکتی ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اسواسطے کہ اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ جورو خصم مین جدائی ہوگئی اور جدائی ہو جانا دونون کے مرتد ہونے

---

[1] فان قلت اقول جب قاضی نے وکالت کا حکم دیا تو انکار موکل باطل ہوگیا۔ جواب یہ کہ ثبوت مذکور صرف مشتری کے حق مین ہے اور مدعی وکالت از موکل مشتری نہین ہے پس اسکے حق مین صرف اسیقدر ثبوت ہوا کہ موکل کا ہاتھ رو کے جبتک ثمن نہ پہونچے پھر جب وکیل دعوی کرے تو گواہون سے یا موکل کے نکول سے وکالت ثبوت ہو کر موکل کا انکار باطل ہوگا فافہم منہ

سے یکسان ہوتا ہی خواہ عورت مرتد ہو جاوے یا خاوند مرتد ہو جاوے۔ اسی طرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے خبر دی کہ اُسنے تیری ماں یا بہن کا دودھ پی لیا تو یہ خبر صحیح ہی اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جسدن تونے اپنی عورت سے نکاح کیا ہی اُس زمانہ مین وہ عورت مرتد تھی یعنے تونے اُس سے ایام ارتداد مین نکاح کیا ہی یا یہ خبر دی کہ وہ تیری رضاعی بہن ہی اور مخبر ثقہ آدمی ہی تو اس شخص کو یہ نہ چاہیے کہ اُسکے سوا سے چار عورتون کو نکاح مین لاوے جب تک کہ دو عادل گواہ اُسکے سامنے ایسی گواہی نہ دین کیونکہ اُس نے ایسے عقد کے فاسد ہونے کی خبر دی جسپر ظاہر اصحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہوگا بخلاف اول صورت کے کہ اُسمین عقد ایسا نہین ہی[یعنی باطل ہو سکتا ہے ۱۲]۔ پس اگر اُسکے سامنے دو عادل گواہون نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہی کہ اس جورو کے سوا سے چار عورتون سے نکاح کرے۔ اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آکر اُسکو خبر دی کہ تیرا اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہی یا وقت نکاح کے مرتد تھا تو عورت مذکور کو یہ گنجایش نہین ہی کہ اُسکی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر کسی شخص کی جورو مشتہات[۱] ہو اور اُسکو کسی نے خبر دی کہ تیری جورو کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے نے شہوت سے بوسہ لے لیا اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ سچا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ عورت مذکور کی بہن سے نکاح کرے یا اس عورت کے سوا سے چار عورتون سے عقد کرے بخلاف اسکے اگر اس شخص کو نکاح سے سابق رشتہ رضاعت[۲] یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہین ہی اسواسطے کہ اس صورت مین شوہر خود اُس کا منازع ہی اور باپ یا بیٹے کا چومنا عارض ہو جانے مین منازع نہین ہی اس وجہ سے کہ شوہر کو اسکا علم نہین ہی۔ پس جب اُسکے دل مین یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہی تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب[عہ] ہوا یہ ذخیرہ مین ہی ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر اُس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اُسکے شوہر کی طرف سے اُس عورت کے نام تھا جسمین اُسنے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اُس عورت کو یہ یقین نہین ہی کہ یہ خط اسی کا ہی یا نہین ہی مگر ہان غالب گمان اُسکا یہی ہی کہ یہ خط اُسی کا ہی تو کچھ ڈر نہین ہی کہ عورت مذکور عدت مین بیٹھکر عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کر لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر ایک مسلمان عادل نے آکر اُس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دین یا وہ مر گیا ہی تو عورت مذکور کو اختیار ہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحری کرے پھر واضح ہو کہ اگر عادل مسلمان نے اُسکو خبر دی کہ تیرا شوہر مر گیا ہی تو جبھی اُسکی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اُسنے یون خبر دی کہ مین نے اُسکو مردہ معائنہ کیا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون اور اگر اُس نے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہی تو اُسکی خبر پر اعتماد نہ کرے اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیون نے اُسکے زندہ ہونیکی خبر دی

---

[۱] وہ عورت کہ جسکی طرف مردون کو خواہش ہوتی ہی ۱۲ منہ [۲] قولہ رضاعت یعنے تیری جورو بسبب دودھ پلائی کے رشتہ کے مثلاً تیری بہن ہوتی ہی یا بسبب رشتہ مصاہرت یعنے دامادی کے مثلاً تیری اغلاً جورو کی ماں ہی یا خالہ ہی تو اسکو قبول نکرے کیونکہ شوہر جانتا ہی کہ مین نے ظاہر صحیح نکاح کیا پس خود منازع ہی بخلاف مسئلہ عارض بوسہ کے فافہم ۱۲ منہ

[illegible]

پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ میں نے اُسکو مردہ دیکھا یا میں اُسکے جنازہ میں شریک ہوا ہوں تو عورت مذکور کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہے اور جن دونوں نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اگر اُنھوں نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہے تو اُن دونوں کا قول مقدم ہے اور اگر دو شخصوں نے اُسکے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصوں نے اُسکے زندہ ہونیکی خبر دی تو موت کی گواہی اولے ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دو عادل گواہوں نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھکو تین طلاق دی ہیں حالانکہ شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے پہلے دونوں غائب ہو گئے یا مر گئے تو عورت کو گنجایش نہیں ہے کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اُسکو قربت کے واسطے بلاتا ہو اور یہ گنجایش بھی نہیں ہے کہ نکاح کرلے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے عورت کے سامنے طلاق کی گواہی دی پس اگر اُسکا شوہر غائب ہو تو اُسکو گنجایش ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور اگر حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے ولیکن اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا قابو دے اسی طرح اگر عورت نے خود سنا ہو کہ شوہر نے اُسکو تین طلاق دیدی ہیں مگر شوہر نے اس سے انکار کیا اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکور کو شوہر کے پاس واپس کر دیا تو بھی عورت مذکور کو اُسکے ساتھ رہنے کی گنجایش نہیں ہے اور چاہیے کہ اپنا مال دیکر اپنے تئیں اُس سے چھڑا دے یا اُسکے پاس سے بھاگ جاوے اور اگر اُسپر قابو نہ پایا تو اُسکو قتل کرے[ف۱]۔ اور اگر بھاگ گئی تو اُسکو عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اُسکو پوری عدت کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجایش نہیں ہے یہ جواب قضاءً ہے اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسکو اختیار ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تحقیق پس میری عدت گذر گئی تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اگر یہ عورت عادلہ ہو تو اُس سے نکاح کرلے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جس طرف اُسکا دل غالباً جمے اُسپر عمل کرے یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت کو اُسکے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اُس سے نکاح کرنا چاہا پس عورت مذکور نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گذر جانے کے بعد میں نے دوسرے شخص سے نکاح کیا اور اُس نے میرے ساتھ دخول کیا پھر اُس نے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی ہے تو اُسکے پہلے شوہر کو اختیار ہے کہ اُسکے ساتھ نکاح کرلے بشرطیکہ یہ عورت اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل میں یہ گمان غالب ہو کہ یہ عورت اس خبر میں سچی ہے۔ اور واضح ہو کہ ایسی نقل میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر سے یوں کہا کہ میں تیرے واسطے حلال ہو گئی ہوں تو اُس شخص کو یہ حلال نہ ہوگا کہ اتنے کہنے پر اُس کے ساتھ

ف۱ قتل کرے اور چاہیے کہ زہر وغیرہ سے مارے چنانچہ سید ابو شجاع کے فتوی پر مصنف نے بیان کیا ہے اور قولہ جواب قضاء ہے یعنے قاضی بوجہ ثبوت نہونے کے اسکا نکاح صحیح نہ رکھیگا ۱۲

نکاح کرے جب تک کہ اُس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہی اسوجہ سے کہ حلالہ مین لوگون مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہی تو اُسکو چاہیے کہ بدون مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون اعتماد کر لے اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتی ہی ایک شخص کے ہاتھ مین ہو اور وہ دعوے کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہی پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے شہر مین اُسے ایک شخص ملا پس اس باندی نے اُسسے کہا کہ مین اصلی آزاد ہون تو اس شخص کو اختیار نہین ہی کہ اس باندی سے نکاح کرے اور اگر باندی مذکور نے یون کہا کہ مین باندی تھی پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہی یا اس کے دل مین غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہی تو میرے نزدیک مین کچھ خوف نہین ہی کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کر لے یہ مبسوط مین ہی۔ عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا۔ یا میرا شوہر دین اسلام کے سوا کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو روا نہین ہی کہ اُسکا قول قبول کرے اور اُس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکور نے امر مستنکر کی خبر دی ہی۔ اور اگر یون کہا کہ اُسنے بعد نکاح کے مجھے طلاق دیدی یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اُسکی خبر پر اعتماد کر لینے اور اس سے نکاح کرنے کی گنجایش ہی کہ واسطے کہ اسنے امر محتمل کی خبر دی ہی اگر عورت بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر نکاح ہونے کے بعد رضاعت واقع ہو جانے وغیرہ کسی امر عارضی سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکور ثقہ ہو یا ثقہ نہوگر مخاطب کے دل مین اُسکے صادقہ ہونے کی راے غالب ہو تو اُس سے نکاح کر لینے مین کچھ ڈر نہین ہی - کذا فی فتاوی قاضی خان

دوسرا باب۔ غالب راے پر عمل کرنے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ باب دیانات و باب معاملات مین غالب راے کے موافق عمل کرنا جائز ہی اسی طرح حقوق خون مین موافق راے غالب کے عمل کرنا جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر رات مین ایک شخص دوسرے کے گھر مین داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوے یا نیزہ تانے ہوے ہی تاکہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو یہ معلوم نہین کہ یہ چور ہی یا چورون سے بھاگا ہی تو اُسکو چاہیے کہ اپنی راے سے حکم لے پس اگر غالب راے مین یہ آیا کہ یہ چور ہی اُسنے یہ قصد کیا ہی کہ میرا مال لے لے اور اگر مین اُسکو منع کرون تو مجھے قتل کر دے اور اگر مین نے اسکو دھمکایا یا پڑوسیون کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکلے اُس سے پہلے ہی یہ مجھے قتل کر ڈالے گا تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہی کہ مالک حویلی تلوار نکال کر اسپر قتل کیواسطے حملہ کرے اور اگر اُسکی غالب راے مین یہ آوے کہ یہ شخص چورون سے بھاگا ہوا آیا ہی تو مالک حویلی کو اُسکے حق مین جلدی کرنے اور اُسکو قتل کر ڈالنے کی گنجایش نہین ہی اور روا ضح ہو کہ اس داخل ہو جانے والے کے حق مین غالب راے حاصل

ع۵ کیونکہ یہ معلوم نہین کہ اُسکا مذہب کیا ہی اور وہ کیا اعتقاد رکھتی ہی ۱۲ منہ ع۵ یعنی جس نے اُسکو شہر اول مین قابض کے پاس جو اُسکی ملک کا حالت صغر مین دعوی کرتا تھا دیکھا تھا اور جانتا تھا ۱۲ منہ

ہونے کی صورت یہ ہی کہ اس شخص کے لباس و ہیئت کو دیکھے پس اگر نیکون کے مانند ہو یا اس حرکت سے پہلے
اسکو پہچانتا ہو اور نیک لوگون کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ یہ شخص چورون کے خوف سے
بھاگا ہی اور اگر اسکو چورون کے ساتھ ہمنشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ چور ہی یہ مبسوط مین ہی - اور
مشایخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانون کے سامنے دار الحرب مین ایک گروہ آوے اور مسلمانون پر انکا حال مشتبہ ہو جاوے
کہ یہ مسلمان لوگ ہین یا کافرون مین سے ہین تو مسلمانون کو اپنی راے غالب پر عمل کرنا چاہیے یہ محیط مین ہی -
اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت (یعنی جائز ہی) کے ساتھ پایا پس آیا اسکو
قتل کر سکتا ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہی کہ یہ مرد اجنبی دھمکانے یا چیخنے سے زنا سے باز رہیگا
یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے (بازرہنے سے ۱۲) باز رہیگا تو اسکو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اس سے مقابلہ نہ کرے اور اگر
جانتا ہی کہ بدون قتل ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہیگا تو اسکا قتل کرنا حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر کسی نے اپنی
جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جو یہ بات چاہتا ہی کہ اس عورت کے اوپر غالب ہو کر اس سے زنا
کرے تو فرمایا کہ اسکو اختیار ہی کہ اس مرد فاجر کو قتل کر ڈالے اور اگر اس نے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی عورت
محرمہ کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اسکی فرمانبرداری مین تھی تو اس مرد فاجر و عورت دونون کو قتل کر ڈالے اسیطرح
اگر جنگل مین کسی شخص نے اسکو روکا اور اسکا مال لینا چاہا پس اگر اسکا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو روکنے
والے کو قتل کر سکتا ہی اور اگر دس سے کم ہو تو اس سے لڑائی کرے مگر اسکو قتل نہ کرے - اگر کسی شخص نے کسی
آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اسکی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہی حالانکہ وہ محصن ہی پس یہ شخص چلایا مگر زنا کرنیوالا
نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اسکو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کر ڈالے اور اسپر قصاص نہین ہی اور اسیطرح اگر ایک چور کو
دیکھا کہ اسکا مال چراتا ہی پس چور چور چلایا مگر وہ نہ گیا یا کسی شخص کو دیکھا کہ اسکی دیوار یا غیر کی دیوار مین نقب لگاتا ہی
حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہی پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اسکا قتل کرنا حلال ہی اور قاتل مذکور پر قصاص نہ آویگا -
اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو ان دونون پر واجب ہی کہ زبردستی کرنے والے
سے قتال کرین - پس اگر انھون نے اسکو قتل کر ڈالا تو اسکا خون ہدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون اسکے قتل کرنیکے
منع نہ کر سکے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی - اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جسکو اسنے کبھی نہین دیکھا ہی
پھر ایک شخص اس عورت کو رات مین لایا اور اسکے پاس داخل کر گیا کہ یہ تیری جورو ہی تو اسکو گنجایش ہی کہ مخبر کا
قول قبول کرے (عہ) بشرطیکہ مخبر اسکے نزدیک ثقہ ہو یا اسکی راے غالب مین مخبر سچا ہو کذا فے
فتاوے قاضی خان

تیسرا باب - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اسکے باپ کو قتل کرتا ہی تو اسکے واسطے جو احکام ہین اور
اسکے متعلقات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عمداً اسکے باپ کو قتل کرتا ہی مگر قاتل نے

عـــہ یعنی زبردستی ۱۲ ؛ عـــہ اور اس سے وطی کرے ۱۲ ؛　؛　؛　؛

اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اُسکو نہیں قتل کیا ہے یا فرزند سے خفیہ اس امر کو کہدیا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہے اسوجہ سے کہ اُس نے میرے باپ فلان شخص کو عمداً قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہوگیا تھا حالانکہ یہ فرزند ان باتون مین سے جو قاتل کہتا ہے کچھ نہیں جانتا ہے اور مقتول کا سوائے اس فرزند کے کوئی وارث نہیں ہے تو فرزند کو گنجایش ہے کہ قاتل کو عمداً قتل کرڈالے اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو قتل کرڈالا ہے اور قاضی نے قصاص کا حکم دے دیا تو زید کو اُسکے قتل کرڈالنے کا اختیار ہے اور اگر زید کے پاس دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے تو زید کو فقط اس گواہی پر اُس قاتل کے قتل کرنے کی گنجایش نہیں ہے تاوقتیکہ حکم قاضی نہو اسواسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب نہیں کرتی ہے جب تک کہ اُسکے ساتھ حکم قاضی متصل نہو اور جو حکم جواز ہمنے مقتول کے فرزند کے حق مین بیان کیا ہے ویسا ہی غیر فرزند کے حق مین ہے کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار سُنا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہے یا دیکھا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دے دیا ہے تو اس غیر کو بھی روا ہے کہ فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے فلان شخص کے باپ کو قتل کیا ہے تو اس غیر کو روا نہیں ہے کہ قاتل کے قتل کرنے پر فرزند مقتول کی مدد کرے جتنے کہ جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کرسکتا ہے اور اگر قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کیے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا تھا اسوجہ سے مین نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے تو فرزند مقتول کو چاہیے کہ قاتل کے قتل کرنے مین جلدی نہ کرے یہان تک کہ اس بات کو خوب دریافت کرے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہیے کہ مقتول کے فرزند کے قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے درصورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیوین جیسی ہم نے بیان کی ہے یا اگر قاتل نے جسکو قتل کیا ہے اُسکے مرتد ہونے کے دو گواہ عادل پیش کیے تو بھی جب تک اس بات مین خوب چھان پھٹک نہ کرلے تب تک قاتل کے قتل مین جلدی نہیں چاہیے اور اگر ایسی گواہی ایسے دو گواہون نے ادا کی جو محدود القذف ہین یا دو غلام ہین یا فقط عورتین ہین اُنکے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے مگر سب عورتین عادل ہین یا دو فاسق گواہ ہین تو ایسی صورت مین مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہے یا غیر کو اُسکی مدد کرنا روا ہے لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اُسکے حق مین بہتر ہے۔ اور اگر ایک ہی عادل گواہ نے جسکی گواہی جائز ہے ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا گواہ بھی ہے تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اُسکے قتل مین جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کر دیکھے کہ آیا دوسرا ایسا گواہ لاتا ہے یا نہیں لاتا ہے یہ مبسوط مین ہے اگر فرزند کے پاس دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ اس قاتل نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو فرزند اُسکو قتل نہیں کرسکتا ہے اور نہ غیر شخص اس فرزند کی مدد کرسکتا ہے جبتک

لے یعنی گواہ نہیں ہین فقط فرزند نے قاتل کو قتل کرتے دیکھا ۱۲ منہ

کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو۔ اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیا پھر دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے ولی کو عمداً قتل کیا ہی یا مقتول مرتد تھا تو از راہ دیانت صاحب قصاص کو نہ چاہیے کہ قاتل کے قتل مین جلدی کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ زید کے پاس کچھ مال ہی اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ یہ مال تیرے باپ کا ہی اس سے زید نے غصب کر لیا ہی اور عمرو کے سواے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہین ہی تو عمرو ایسی گواہی سے زید پر مال کا دعوی کر سکتا ہی مگر جبتک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہین لے سکتا ہی اسی طرح جب تک سیطرح حکم قاضی اس گواہی کیساتھ نہ پایا جاوے تب تک غیر شخص کو بھی نہین جائز ہی کہ فقط ایسے گواہون پر عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لے لیا ہی تو ایسی صورت مین عمرو کو اس سے لے لینے کا اختیار ہی سیطرح اگر زید نے اُسکے سامنے قرار کیا ہو کہ مین نے تیرے باپ سے غصب کر لیا ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ سیطرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کا لینا مشاہدہ کیا ہو تو اُسکو بھی وارث کی مدد کرنے کا اختیار ہی حاصل آنکہ گواہی مین حکم قاضی کی ضرورت ہی معائنہ مین نہین اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہان ایسا کوئی حاکم نہین پاتا ہی جو غاصب سے اُسکو مال دلاوے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہی تو اُسکو اختیار ہی کہ اُس سے اپنا مال لے لے یہ مبسوط مین ہی۔ اگر زید کے پاس دو گواہون نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہی تو زید کو اُس سے مال لے لینے کا اختیار نہین ہی جبتک کہ قاضی کے سامنے اسکو ثابت نہ کرادے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب کرنے کا اقرار سنا پھر سننے والے کو دو عادل گواہون نے خبر دی کہ جس مال کا اُس نے اقرار کیا تھا وہ اُسکے حق مین ہبہ ہو گیا ہی تو سننے والے کو اختیار ہی چاہے اقرار کرنے والے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے۔ اور اگر نکاح یا رقیت کا گواہ ہو پھر اسکو دو عادل شخصون نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیت کے گواہی نہ دے اور قصاص سے عفو کرنے کا بھی یہی حکم ہی اور حسن ابن زیاد سے روایت ہی کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرضہ معلوم کیا ہی پھر اُسکو دو عادل آدمیون نے خبر دی کہ اس نے ادا کر دیا ہی تو وارث مذکور کو روا نہین ہی کہ قاضی کے سامنے اس طرح قسم کھا جاوے کہ مجھے معلوم ہی کہ میرے مورث نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا ہی۔ اسی طرح اگر میت نے اُسکو خبر دی کہ مین نے ادا کر دیا ہی یا میت نے کسی عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہی کہ اپنے علم پر قسم نہ کھاوے کذا فی الغیاثیہ

چوتھا باب۔ صلوۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن و ذکر و دعاء اور قرآن پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کے بیان مین۔

اگر کسی نے کمر باندھے ہوے نماز پڑھی تو مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان سے ایک کپڑا یا فرش خرید اتو

۵۱ قولہ عمداً اقول لیکن اگر قاضی کے سامنے ثبوت نہوا تو وہ قصاص مین مارا جاے گا پس اصل یہ کہ وہ عند اللہ قاتل عمدی نہوگا ۱۲

۵۲ قال المترجم مال لے لینا جبھی ہی کہ جب اس مال مین ایسا تغیر نہ آیا ہو کہ جس سے حق مالک منقطع ہو جاتا ہی ورنہ تاوان لے سکتا ہے اصل مال نہین لے سکتا ہی ۱۲ منہ ۵۳ یعنے دو عادلون نے خبر دی کہ اُس قاتل کو کسی ولی جائز نے قصاص سے عفو کیا ہی تو گواہی نہ دے ۱۲ منہ

اُسپر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہو اسواسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہے کہ وہ نجاست سے اجتناب کرتا ہے اور اگر مجوسی کے نہ بند سے نماز پڑھی تو جائز ہے مگر مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگرچہ بچہ کے سامنے نماز پڑھی تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اُسکے قریب نہو اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ جس بیت میں بالوعہ ہو اُس میں نماز مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ مشائخ نے تصویر کے سر میں بلا جثہ کے اختلاف کیا ہے کہ اسکا اتخاذ اور اُس کے پاس نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اور کپڑے اور بیت میں تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہے۔ ایک وہ کہ جسکا مرجع اُس تصویر کی تعظیم ہو یعنے بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہے اور دوم وہ کہ اسکا مرجع اس تصویر کی تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہیں ہے اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر تصویر دار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر لٹکا ہوا ہو تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ کلام میں سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہے جیسے تسبیح و تحمید و قرات قرآن و احادیث نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہے جب کہ اُسکو جان بوجھ کر مجلس فسق میں بولا کیونکہ اس میں استہزاء و مخالفت ہے لیکن اگر اُس نے مجلس فسق میں اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پکڑیں یا اُس مجلس کو بُرا جانا نکیر کیا یا اس غرض سے کہ جس بد حالت فسق میں وہ لوگ ہیں اُس سے منہ موڑ کر اس طرف مشغول ہوں تو یہ بہتر ہے اسی طرح اگر بازار میں کسی نے بدین نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دنیا کے کاموں میں مشغول ہیں اور وہ تسبیح میں مشغول ہے تو یہی افضل ہے اور یہ مرد اُسکے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ ایک شخص ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا مگر نیت یہ ہے کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ کپڑا اچھا عمدہ ہے تو یہ مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اسکو ایسی جگہ پر الحمد للہ نہ کہنا چاہیے اور اگر کسی شخص سے غصب کی ہوئی چیز کھائی پس کہا الحمد للہ تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ وہ اس کے دام لیتا ہے بخلاف عالم کے کہ اگر اُس نے مجلس میں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجو یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو انکو ثواب ہوگا۔ اور اگر فقاعی نے اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج و تحسین کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا قصہ گو نے ان دونوں کلاموں کو بہ نظر گرمی ہنگامہ پڑھا تو گنہگار ہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجلس میں آیا پس اُسکی آمد آمد کے واسطے تسبیح پڑھی گئی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اُسکی آمد سے خوش ہو کر جگہ چھوڑیں یا تعظیماً کھڑے ہو جاویں تو گنہگار ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک قاضی کے پاس ایک جماعت عظیم بلند آواز سے تسبیح و تہلیل کرتی ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر چپکے پڑھنا

ف۱ یعنے تصویر کا فقط سر بدون دھڑ کے بنانا اور گھر میں رکھنا روا ہے یا نہیں ۱۲ ف۲ چنانچہ عادت ہے کہ سبحان اللہ کیا عمدہ ہے ۱۲ منہ ف۳ بعض چیزوں میں سبحان اللہ بنظر تعجب قدرت باری تعالےٰ ہوتی ہے اور وہ نیت پر ہے ۱۲ منہ ف۴ خواہ واعظ قصہ گو ہے ۱۲ منہ ف۵ شاید یہ لفظ قاص بصاد مہملہ ہے بمعنی واعظ قصہ گو واللہ اعلم ۱۲ منہ ف۶ بعضوں نے کہا کہ کافر ہوگا ۱۲ ف۷ رائج کرنا و تحسین خوبی ظاہر کرنا ۱۲

افضل ہی۔ اور اگر لوگ اللہ تعالی کے ذکر و تسبیح و تہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین اور کشتی بین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوارون سے ملاعبت[1] کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر درود بھیجنے کا بھی حکم ہی یہ قنیہ بین ہی یہ مستحب ہی کہ یون کہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنے اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالے کا جو صالح تعظیم ہی پیچھے لگا دے[2] یہ ذخیرہ کبروری بین ہی۔ کسی شخص نے اللہ تعالے کے نامون بین سے کوئی نام سُنا تو اسپر واجب ہی کہ اسکی تعظیم کرے اور کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور اگر اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُنا تو اسپر واجب ہی کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس بین چند بار سُنا تو اُس بین خلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہی کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اسی پر فتوی ہی کذا فی القنیہ اور امام طحاوی رہ نے فرمایا کہ اسپر ہر بار سُننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہی اور امام طحاوی کا قول مختار ہی کذا فی الولوالجیہ اور اگر اللہ تعالی کا نام چند بار سُنا تو ہر بار اسپر تعظیم کرنی واجب ہی اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ وتبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوے بین ہی۔ اور اگر سُننے والے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالی کے کہ ہر دم اُسکے واسطے محل ادا ہی پس محل قضا نہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بجاے صلوۃ کے اگر سلام پہونچایا تو کافی ہی یہ غرائب بین ہی اگر سواے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا درود بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللہم صل علی فلان تو مکروہ ہی اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کرکے یون کہا کہ اللہم صل علی محمد وعلے آلہ واصحابہ تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان بین ہی اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کیوقت رضی اللہ عنہ کہنا واجب[3] نہین ہی یہ قنیہ بین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے وقت اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُنا تو اسپر درود پڑھنا واجب نہین ہی لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے درود بھیجا تو بہت بہتر ہی یہ ینابیع بین ہی۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے بین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام آیا یعنے قرآن بین آیا تو ایسے وقت بین قرآن مجید کا اسکی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے کہ بیچ بین درود پڑھنے لگے افضل ہی پھر بعد فراغت کے اگر اُسنے درود پڑھا تو افضل ہی اور اگر نہ پڑھا تو اسپر کچھ گناہ نہوگا یہ ملتقط بین ہی شیخ نقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور اُن اوقات بین جن بین نماز سے ممانعت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا و دعا و تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولے ہی اور سلف رحمہم اللہ ان اوقات بین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین پڑھتے تھے یہ غرائب بین ہی قال المترجم رحم اللہ تعالی النقالی تدانی بجواب حسن لا یرجی کلام فضل ابلغ[4]

[1] یعنے تفضل مستحب ہی مگر واجب نہین ہی ۱۲ [4] قال الخ یعنے شیخ نقالی پر اللہ تعالی رحم کرے کہ اس سے بہتر جواب کی امید نہین جو شیخ رحمہ نے دیا ہی ۱۲

[2] یعنے مثلاً بجگہ تا سیکھنے کیوقت یا مشق کرنے کیوقت ۱۲ [3] مثلاً اللہ جل جلالہ یا عز وجل نے یہ فرمایا ۱۲ منہ [5] خواہ یہ لفظ یا اسکے معنے بین دوسرا لفظ کہے ۱۲ منہ

من ہذا من ذوی فطن واللہ تعالی اعلم اور بعضے سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجا سکتی
ہے۔ اور فضیلت کے یہ معنی ہین کہ اسکی قرأت کا ثواب کثیر ہے اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ
بیدار ہوتا ہے۔ اور یہی معنی اقرب الی الصواب ہے اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہے کہ تمام آسمانی کتابون سے قرآن مجید
افضل ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل نہ دیجائے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین
ہے جس نے قرآن پڑھنے کا قصد کیا اُسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھ بیٹھے یعنے اپنے
شایستہ کپڑے پہن کر عمامہ باندھکر قبلہ رُخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور فقہ کی واجب
ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا
چاہتا ہے تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قرأۃ قرآن چاہتا ہے تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور
محمد بن مقاتل سے مروی ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اسپر واجب ہے کہ اللہ تعالی سے
پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی نے
سورۂ انفال کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورۂ انفال سے سورۂ توبہ تک
پڑھتا چلا گیا اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اسکے حق مین کافی ہوگا۔ اور اُسکو نچاہیے کہ جن بزرگون نے
باہم اتفاق کرکے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے اور اگر اس نے سورۂ انفال
پڑھ کر قرأت چھوڑدی پھر سورۂ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا مین سورۂ انفال
شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہے یہ محیط مین ہے شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ تعوذ کیونکر
پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت
ہو اور اگر یون کہا اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السمیع العلیم تو جائز ہے اور یہ چاہیے کہ تعوذ قرأت سے موصول
ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت مین قرآن مجید پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ یہ جگہ نجاست
کے واسطے مقرر نہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے حمام مین قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہے اگر اُس نے
آواز سے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہین ہے اور یہی مختار ہے اور تسبیح و تہلیل کرنے مین
کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ با آواز ہو یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اور اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہان لوگون کا دھوون
نہین ہوتا ہے قرآن مجید پڑھا جیسے حامی کے بیٹھنے کی جگہ مین یا ثیابی یعنے کپڑون کے نگاہبان کی جگہ مین
بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علمار نے اسمین اختلاف کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہے اور
امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے اسمین کوئی صریح
روایت نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور حمام مین قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ موضع نجاست ہے اور بیت الخلاء
مین بھی نہ پڑھے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور بیچا نہ وغسلخانہ وحمام مین قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک حرف

توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہے مگر اول اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور طواف کعبہ کی حالت میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور جو لوگ کاموں میں مشغول ہوں انکے پاس جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم و حرمت میں سے یہ ہے کہ بازار میں اور جہاں لغو ہوتا ہو وہاں قرآن مجید نہ پڑھے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر مجلسوں میں دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھا تو نہیں مکروہ ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب کہیں جمع ہوتے تھے تو انہوں میں سے کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ چند لوگ مصاحف سے دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا کرتا تھا کہ اتنے میں بزرگ و اشراف آدمیوں میں سے کوئی آیا پس قاری اُسکے واسطے کھڑا ہو گیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اُسکا اُستاد جس نے اُسکو علم پڑھایا ہے آیا تو اس کے واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہے اور انکے سوائے اگر کوئی ہو تو اُسکے واسطے نہیں جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اگر اُس نے اپنا بازو زمین پر رکھکر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہیں ہے ولیکن چاہیے کہ ایسی حالت میں اپنے دونوں پاؤں اپنی طرف کھینچکر ملائے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کروٹ سے لیٹے لیٹے قرأت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ سر کو اُس کپڑے سے جو اوڑھے ہوئے ہے نکال لے ورنہ نہیں یہ قنیہ میں ہے۔ اور اسباع سے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر مصحف سے دیکھکر پڑھنا مستحب ہے اسواسطے کہ اسباع محدثات میں سے ہیں یہ محیط میں ہے۔ نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہے اور فریضہ نمازوں کے بعد مہمات کے واسطے فاتحہ یعنے سورۂ الحمد آواز سے یا چپکے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہے۔ مگر قاضی بدیع الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر فریضہ کے بعد نماز سنت ہو تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور قل یا ایہا الکافرون پوری سورت جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے یہ محیط میں ہے چند لوگ جمع ہو کر آواز سے دعا کے واسطے سورۂ الحمد پڑھتے ہیں تو عادۃً منع نہ کیے جاویں گے ولیکن یہ اولےٰ ہے کہ چپکے پڑھی جاوے خجندی میں ہے کہ ایک امام کی عادت ہے کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ و شہد اللہ و اسکے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہے تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے۔ مگر چپکے پڑھنا افضل ہے یہ قنیہ میں ہے۔ عیون میں ہے کہ اگر کسی جنب نے بطور دعا کے سورۂ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہیں ہے اور غایۃ البیان میں ذکر کیا کہ یہی مختار ہے ولیکن شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اسپر فتوی نہیں دیتا ہوں اگرچہ امام اعظم رح سے مروی ہے اور مثل سورۂ فاتحہ میں یہی قول ظاہر ہے یہ بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ میں ہے مصحف سے

۱؎ جیسے پنج سورہ وغیرہ ۱۲ منہ ۲؎ یعنی آمن الرسول بما انزل الیہ الآیۃ تمام ختم تک ۱۲ منہ ۳؎ سورۂ فاتحہ یعنے قرآن میں سے جو دعا و ثنا ہو وہ ۱۲ منہ ۴؎ شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملٰئکۃ الایۃ آخر تک ۱۲ منہ

دیکھکر قرآن مجید پڑھنا بہ نسبت حفظ پڑھنے کے اولے ہے۔ اگر کسی نے قرآن حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار ہوگا
اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہے کہ مصحف سے دیکھکر نہ پڑھ سکے۔ اور اگر اُسکے پاس پارہ کلام مجید و دیعت رکھا گیا
ہو تو اُس میں سے تلاوت کرنا نہ چاہیے اور غصب کیے ہوے پارہ سے بالاجماع تلاوت جائز نہیں ہے۔ اور
مستعار پارہ سے اگر بالغ آدمی نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہے اور اگر نابالغ کا ہو
تو ایسا نہ چاہیے یہ غرائب میں ہے ایک شخص ایک روز میں پورا کلام اللہ پڑھتا ہے اور دوسرا شخص ایک
روز میں پانچہزار دفعہ[ل] سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا ہے پس اگر کلام اللہ تعالی پڑھ سکتا ہے تو کلام اللہ تعالی کی
تلاوت کرنا افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ اچھی تلاوت یہ ہے کہ قرآن کے معنی میں تدبیر کرے یعنے خوب سوچے و سمجھے
بعضوں نے فرمایا کہ ایک روز میں قرآن ختم کرنا مکروہ ہے اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے
کم میں ختم نہ کرے اور قرأت وہ پڑھے جس پر اجماع ہے کذا فے القنیہ اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہے کہ
ہر چالیس روز میں ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھے۔ یہ تبیین
مسائل ستہ میں ہے۔ جسنے سال میں ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہو گا یہ قنیہ میں ہے۔ اور
مستحب ہے کہ گرمیوں میں چڑھتے دن میں ختم کرے اور جاڑوں میں شروع رات میں ختم کرے یہ سراجیہ میں ہے
اور ختم کے بعد تین بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کو بعضے مشائخ نے مستحسن نہیں جانا ہے اور اکثر مشائخ نے اسکو مستحسن
جانا ہے تاکہ اگر بعض کی قرأت میں کمی ہو گئی ہو تو پوری ہو جاوے لیکن اگر فرض یعنے نماز میں قرآن ختم کیا تو ایک بار
سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ اور ختم قرآن کے وقت لوگوں کے مہر سے قل ہو اللہ احد مجتمع ہو کر پڑھنے
میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سنیں تو یہ اولے ہے یہ قنیہ میں ہے اور قرآن کے ختم
کے وقت یہ مستحب ہے کہ اپنے اہل و اولاد کو جمع کرے اور اُنکے واسطے دعا کرے یہ ینابیع میں ہے۔ اور یہ
مکروہ ہے کہ لوگ ایکبارگی آواز سے قرآن کی تلاوت کریں کیونکہ قرأت قرآن کا سننا اور اُس دم خاموش
رہنا کہ جنکا حکم کیا گیا ہے دونوں کا ترک کرنا لازم آتا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور ترجیع سے قرآن پڑھنا بعض
نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہے حلال نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں فاسقوں کی فسق
کے فعل سے مشابہت ہے۔ اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جسمیں ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد
لحن ہے یعنے گانا کیونکہ لحن بلا خلاف حرام ہے پس اگر کسی شخص نے لحن کے ساتھ قرأت کی اور دوسرے
نے اسکو سنا پس اگر جانتا ہے کہ تلقین صواب سے اسکو وحشت نہو گی تو اسکو راہ صواب تلقین کرے اور اگر جانتا
ہے کہ وحشت ہو گی تو اسکو تلقین نہ کرنے کی گنجائش ہے اسواسطے کہ جب امر معروف کے ضمن میں فعل منکر پیدا ہوتا ہو
اسکا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یہ وجیز کروری میں ہے اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا پس اگر

[ل] یعنے پانچہزار بار قل ہو اللہ پڑھنے سے ایک کلام اللہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہو ۱۲ منہ
یعنے تلاوت میں ۱۲ یعنے اسی وجہ سے ۱۲ یعنے قرأت شاذ نہ پڑھے ۱۲

کلمہ کو متغیر کیا اور بجاے وقف کے وصل و وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے
اور جولاہہ و موزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام میں قرآن کی تلاوت جائز ہے بشرطیکہ اسکا کام اُسکے
قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اگر مکتب میں ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو۔ تو
جو لوگ راہ سے گذرتے ہیں اُنپر سننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہوں اور سماعت میں خلل پڑتا ہو تو گذرنیوالوں
پر سُننا واجب نہوگا۔ ایک لڑکا گھر میں پڑھ رہا ہے اور اُس کے اہل کام کاج میں مشغول ہیں تو سُننا ترک
کرنے میں معذور ہونگے بشرطیکہ اُنھوں نے اسکی قرأت سے پہلے کام شروع کر دیا ہو ورنہ نہیں
اور فقہ کی قرأت کا قرأت قرآن مجید کے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایک مدرس مسجد میں درس دیتا ہے اور ایک
قاری مسجد میں قرآن پڑھتا ہے کہ اگر مدرس پڑھانے سے رُکے تو اسکی تلاوت کو سن سکتا ہے تو مدرس مذکور ترک
سماع میں معذور ہوگا اور قرآن کے وقت صعق[1] مکروہ ہے کہ یہ ریا ہے جو شیطانی فعل ہے اور صحابہؓ و تابعین سلف
صالحین نے قرأت قرآن کے وقت صعق و زعق و صیاح سے ممانعت کرنے میں تشدد کیا ہے یہ قنیہ
میں ہے۔ اور محدث نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ
غرائب میں ہے۔ اور اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اُٹھا لا جائز ہے یہ قنیہ
میں ہے۔ فتاوے میں ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقیہ ہے اُسکو قرآن کی تلاوت کرنا افضل
ہے یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابو مطیع سے منقول ہے کہ ابو مطیع نے کہا کہ ہمارے اصحابؒ کی کتابوں کو بغیر سماع
کے فقط دیکھنا رات کے قیام سے افضل ہے یہ خلاصہ میں ہے اقول فی الثبوت الروایۃ تامل لبعدہ عن ابی مطیع
ان یقول مثل ہذا وکانہ شبہ لا شئی فاستفہم[2] ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہے اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہے تو سُننا
واجب نہیں ہے۔ وبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مسجد میں وعظ ہوتا ہے اور قرأۃ قرآن ہے تو وعظ سُننا اولےٰ ہے
یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص فقہ لکھتا ہے اُسکے پہلو میں دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اسکو سن نہیں سکتا
تو گناہ اس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہوگا علے ہذا اگر رات کو چھت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار ہوگا یہ غرائب
میں ہے۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا ورد تمام کرنے کے وقت یوں کہتا ہے واللہ اعلم۔ یا - وصلی اللہ
علی محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم ہوگیا ہے تو مکروہ ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص قرآن
پڑھنا چاہتا ہے مگر خوف کرتا ہے کہ میرے دل میں ریا نہ آجاوے تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک
نہیں کرسکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اس طرح دعا میں کہنا کہ اللھم انی اسالک بمعقد العز من عرشک مکروہ ہے اور
یوں دعا کرنے میں دو عبارتیں ہیں ایک معقد العز دوسرے مقعد العز پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہے اور
دوسرا قعود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان سے

[1] صعق آواز بیہوشی اور زعق بلند آواز میں مخلوط اور صیاح فقط چلانا آہ وزاری وغیرہ سے ۱۲　[2] اقول یعنی ابو مطیع رح سے یہ کلام بعید ہے تو روایت کے ثبوت میں تامل ہے ۱۲

مستحب ہے اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہے مگر امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور
اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار[1] کیا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں
فرماتے تھے کہ اللہم انی اسالک بمقعد العز من عرشک مگر احوط یہی ہے کہ منع کیا جاوے اسواسطے کہ یہ خبر واحد
معارض القطعی ہے اور اگر اپنی دعا میں بحق فلان یا بحق انبیائک یا اولیائک یا بحق رسالک یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر الحرام
کہے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے کذا فی التبیین۔ اور یہ جائز ہے کہ یوں کہے کہ بدعوۃ
انبیائک کذا فی الخلاصۃ اور دعاے ماذون و ماثور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس کلام پاک سے مستفاد ہے قال اللہ
تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا یہ محیط میں ہے اور دعا کرنے میں یہ افضل ہے کہ اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلاوے
اور دونوں کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھے اور
اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا تو دونوں ہتھیلیاں پھیلانے کے قائم مقام
ہے اور مستحب ہے کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قنیہ میں ہے اور دعا سے فارغ
ہو کر اپنے ہاتھوں کو منھ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہیں ہے اور بہت مشائخ نے اسکو معتبر رکھا ہے اور یہی
اصح ہے یوں ہی خبر میں وارد ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور ابن ابی عمران رضہ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ استغفر اللہ
واتوب الیہ کہنا مکروہ ہے لیکن یوں کہے کہ استغفر اللہ واسالہ التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ جائز ہے یہ
قنیہ میں ہے۔ ماہ رمضان میں ختم قرآن کے وقت دعا مکروہ ہے لیکن یہ ایسی چیز ہے کہ اسپر فتوے نہ دیا جائیگا
کذا فی خزانۃ الفتاوے جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت دعا مکروہ ہے اسواسطے کہ اس طرح دعا کرنا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔ مصلی کو نہ چاہیے کہ جو دعا اُسکے دل میں آتی جاوے اُسکو
مانگے بلکہ یہ چاہیے کہ نماز میں دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعا یاد کرے اور نماز کے سواے حالت میں جو دعا
دل میں آتی جاوے وہ دعا کرے اور کوئی دعا یاد نہ رکھے اسواسطے کہ دعا یاد کر لینے سے قلب کی رقت جاتی
رہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کرے تو عمرو پر شرعاً یہ فعل کرنا واجب نہیں ہے
اگرچہ یہ فعل کر دینا اولے ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کہا کہ بحق اللہ تعالیٰ یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دیدے تو
شرعاً اُسپر دیدینا واجب نہیں ہے مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہے کہ اُسکو دیدے اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔
محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ دعا چار طرح کی ہے دعاے رغبت و دعاے رہبت و دعاے تضرع و دعاے خفیہ
پس دعاے رغبت میں اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے اور دعاے رہبت میں اپنی ہتھیلیوں کی پشت اپنے
منھ کی طرف رکھے اور دعاے تضرع میں چھنگلیا اور اُسکے پاس کی انگلی بند کرے اور بیچ کی انگلی اور
انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بناوے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اور دعاے خفیہ وہ ہے کہ

ف ۱ اختیار الخ اسی کو بحر الرائق میں قوی کہا اور مقدمہ عینی الہدایہ میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے ۱۲ ف ۲ یعنی حدیث و آثار ۱۲ منہ
ف ۳ اپنے نبی کی دعوت سے ۱۲ ف ۴ یعنی تراویح میں واللہ اعلم ۱۲ ف ۵ یعنی رمضان میں واللہ اعلم ۱۲ منہ

جو آدمی اپنے دل مین دعا کرتا ہے یہ مجموع النوازل مین حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرخسی سے منقول ہے۔ اگر کسی نے دعا کی حالانکہ اُسکا قلب بھولا ہوا ہے تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہے۔ اور اسیطرح اگر بدون غفلت دل کے دعا نہ کرسکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اُسکے ساتھ کی قوم سیکھ جاوے دعاے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے دعا کرتا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اور جب وہ لوگ سیکھ جاوین تو اسوقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر کسی واعظ نے منبر پر کسی دعاے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اُسکے ساتھ یہی دعا کرتے ہین پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر اس غرض سے ہو تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے آواز سے تکبیر کہنا سواے ایام تشریق کے کسی ایام مین مسنون نہین لیکن بمقابلہ دشمنون و چورون کے مشروع ہے اور بعضے مشائخ نے آتش زدگی اور تمام مخاوف کو انھین دونون پر قیاس کیا ہے یہ قنیہ مین ہے فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد پڑھکر اسکے بعد آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انھون نے اس تکبیر سے اداے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہے اور فرمایا کہ اگر نماز تمام ہوتے ہی معًا اُسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے۔ اور اگر رباطات مین تکبیر کہی تو مکروہ نہین ہے بشرطیکہ اس سے اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام خوف کی جگہ ہو۔ اور اگر رباطات کی مسجدون مین تکبیر کہی اور یہ جگہ خوفناک نہین ہے تو مکروہ ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ مین نے اپنے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالی سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق مین آواز سے بازار مین تکبیر کہنا کیا ہے تو فرمایا کہ یہ جولاہون کی تکبیر ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور فقیہ کہتے ہین کہ مین بھی لوگون کو اس سے منع نہین کرتا ہون یہ محیط مین ہے اللہ تعالی کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ واعظ نے اگر مجلس وعظ مین اپنے واسطے لوگون سے کچھ سوال کیا تو اُسکو یہ حلال نہین ہے اسواسطے کہ اُسنے علم سے دنیا حاصل کی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہے۔ اور قرآن و وعظ سُننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور جو لوگ وجد و محبت کا دعوی کرکے ایسا کرتے ہین اُسکی کچھ اصل نہین ہے اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیے جاوینگے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کافر نے دعا کی تو اُسکی دعا کی نسبت کیا یہ کہہ سکتے ہین کہ اللہ تعالی اسکی دعا قبول کرے یا نہین تو فتاوی اہل سمرقند مین اس بارے مین مشائخ کا اختلاف مذکور ہے کہ بعض نے جنہین سے ابو الحسن رستغفنی بھی ہین فرمایا کہ نہین جائز ہے اور بعضے مشائخ جن مین سے ابو القاسم حاکم و ابو نصر الدبوسی ہین فرمایا کہ جائز ہے اور صدر الشہید نے کہا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے اجناس مین امام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنون کے لیے ثواب نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر میت پر نماز کے واسطے

ف ۱ ملک اسلام کی سرحد جو ملک کفار سے ملحق ہو اور وہاں جہاں دونون کے گھوڑے بندھین وہ رباطات ہے ۱۲ ف ۲ آگ لگنے اور اسکے مانند خوفناک چیزین ۱۲ ف ۳ یعنے اگر لوگ ایسا کرین گے تو منع کیے جاوینگے ۱۲ منہ

لوگ مجتمع ہو گئے ہیں پھر اُسوقت ایک شخص کھڑا ہو کہ میت کے حق میں دعا کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہے اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتیں کرنے میں جو میت کی تعریف میں حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہے اور میت کی تعریف مکروہ نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ہے کہ اُسکی تعریف میں حد سے تجاوز کر کے ایسی باتیں بیان کی جاویں جو اُسمیں نہ تھیں یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اُس کے حق میں دعا کی تو جائز ہے اور میت کو اُسکا ثواب پہونچے گا یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔

پانچواں باب مسجد و قبلہ و مصحف مجید و جسمیں قرآن مجید لکھا ہو جیسے درہم وکاغذ یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہوا ان سب کے آداب کے بیان میں مسجد کو گچ و ساج سے اور سونے کے پانی سے منقوش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے مگر یہ مال فقیروں کی حوائج میں صرف کرنا اس سے افضل ہے کذا فی السراجیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المضمرات و المحیط اور مسجد میں گچ کاری کرنا اچھا ہے کیونکہ اس میں عمارت مسجد کی مضبوطی ہے۔ کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعض مشائخ نے محراب و دیوار قبلہ کو منقش کرنے کو مکروہ جانتا ہے کیونکہ یہ امر مصلی کے دل کو اپنی طرف مشغول کریگا اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر میں ذکر کیا کہ دیوارون کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہے اور چھت میں قلیل نقش کی اجازت ہے مگر کثیر مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ اپنے مال سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہیں کیونکہ یہ تضییع مال ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور مسجد میں ایسی مٹی کہگل کرنا جو نجس پانی سے تر کی گئی ہو مکروہ ہے بخلاف اسکے اگر مٹی میں گوبر ڈالا گیا ہو تو ایسا نہیں ہے بوجہ اسکے کہ اسمیں ضرورت خاص ہے یعنے اس سے جو مطلب نکلتا ہے وہ دوسری چیز سے نہیں حاصل ہو سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اپنے گھر کی چھت میں سونے و چاندی کے لگانے میں کچھ ڈر نہیں اور مسجد میں اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور خواب وغیرہ کی حالت میں عمداً قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے اسی طرح کتب شریعت کی طرف پاؤں پھیلانا بھی مکروہ ہے اسی طرح اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر قبلہ کی جانب متوضی ہو تو مکروہ ہے یعنی مسجد کے قبلہ رُخ آنکھوں کے سامنے وہ جگہ ہو جہاں وضو کا پانی مجتمع ہوتا ہے کذا فی السراجیہ و توضیح امام محمد نے فرمایا کہ قبلہ مسجد اگر بجانب مخرج و حمام و قبر ہو تو میں مکروہ جانتا ہوں اور یہ جو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں قبلہ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں اسکے معنی میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ امام محمد رح کی مراد دیوار حمام نہیں ہے بلکہ مراد مجمم ہے یعنے وہ جگہ جس میں گرم پانی ریختہ ہوتا ہے اور اگر دیوار حمام کی طرف نماز پڑھی تو استقبال نجاسات نہیں ہوتا ہے بلکہ پتھر یا مٹی جیسا کی دیوار ہے وہ

ا ایک قسم کا پتھر ہے و ظاہر سا کھو مراد ہے مگر اول مناسب تر ۱۲ منہ ؎ یعنے قبلہ رخ ہونا ۱۲

ساتھ ہوتی ہو اسی طرح جو امام محمد رح نے فرمایا کہ مخرج کیطرف قبلۂ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہوں اسمیں بھی مشائخ نے
اختلاف کیا ہو بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہو اور بعضوں نے کہا کہ دیوار مراد ہو اور یہ سب اس صورت میں ہو
کہ جب مصلی اور ان جگہوں کے درمیان میں کوئی دیوار یا سترہ نہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہیں ہو دیوار فاصل
ہو جائیگی پھر اگر مصلی اور ان جگہوں کے درمیان میں سترہ نہو تو ان چیزوں کو سامنے کرکے نماز پڑھنا فقط
جماعت کی مسجدوں میں مکروہ ہو اور گھروں کی مسجدوں میں مکروہ نہیں ہو یہ محیط میں ہو **قال المترجم** گھر کی مسجد سے
یہ مراد ہو کہ نیک لوگ اپنے اپنے گھروں کو قبرستان نہیں بناتے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ
مقرر کر لیتے ہیں کہ اسکو پاک صاف رکھتے ہیں مگر اسکو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہیں ہوتا ہو یعنے اسمیں نماز
پڑھنے سے پچیس یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اسمیں جنابت کے ساتھ داخل نہو سکے وغیر ذلک کذا صرح بہ
بلا خلاف فافہم اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہو کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج
یا چاند کے سامنے کرے یہ محیط سرخسی میں ہو۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھکر تیر اندازی کرنا مکروہ ہو یہ سراجیہ میں ہو
اگر مصلاے عید و جنائز میں تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جاوے تو جائز ہو یہ قنیہ میں ہو ہر مسلمان
کے واسطے مندوب ہو کہ اپنے گھر میں ایسی جگہ بناوے جس میں نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علی الاطلاق
حکم مسجد حاصل نہیں ہوتا ہو کیونکہ وہ اسکی ملک میں باقی رہتی ہو یہ محیط میں ہو امام ابو یوسف رح نے
فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کرکے اسکو مسجد یا حمام یا دوکان بنایا تو اس مسجد میں نماز کیواسطے یا حمام میں نہانے
کے واسطے یا دوکان میں خریدنے کے واسطے جانے میں کچھ ڈر نہیں ہو مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا جائز نہیں
قال المترجم صحیح بعض نے کہا کہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہو کہ زمین کو لے کر اپنی ملک میں داخل کرے یعنے
مسجد کا حکم نہ رہے والترجیح بالنظاہر اور اگر کسی کا دار غصب کرکے اسکو مسجد بنایا تو کسی شخص کو اسمیں نماز کے واسطے
جانا اور نماز پڑھنا روا نہیں ہو اور اگر اسکو مسجد جامع بنایا تو اسمیں جمعہ نہ پڑھا جائیگا اور اگر اسکو راستہ بنایا
تو کسی کو اس راہ سے گذرنا جائز نہیں ہو یہ مضمرات میں ہو۔ ایک شخص نے جنگل میں ایسی جگہ مسجد بنائی کہ جہاں
کوئی نہیں رہتا ہو اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اتفاقاً گذرتا ہو تو وہ مسجد ہو جائیگی کیونکہ اس کے مسجد
ہو جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہو یہ غرائب میں ہو **قال المترجم** فیہ نظر اگر دار وقف میں سے مسجد میں جانیکا
دروازہ ہو تو امام کو اس دروازہ میں سے ہو کر مسجد میں جانے میں کچھ ڈر نہیں ہو یہ قنیہ میں ہو اور جو حجرہ مسجد
کے واسطے وقف ہو اُس میں موذن کو رہنا جائز ہو یہ غرائب میں ہو۔ ایک مدرس مسجد میں درس دیتا ہو اُسکا گھر
دیوار مسجد سے متصل ہو خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہو یا کرایہ پر ہو پس آیا مدرس کو اختیار ہو کہ دیوار مسجد توڑ کر اپنے
مال سے دروازہ خرید کر اسمیں لگا دے کہ مسجد کیطرف آمد و رفت کا دروازہ ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکو

ف۱ اس زمانے میں کوئی جگہ مقرر نہیں رہی ہو جیساکہ تیر اندازی سیکھنا ہندوستان سے معدوم ہو قال المترجم بندوق کا نشانہ سیکھنے کے واسطے بنانا
بھی ایسا ہو کہ مثل تیر کے جائز ہوئے واللہ اعلم ۱۲ منہ ف۲ جہاں جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے ۱۲

یہ اختیار نہیں ہے اگرچہ اُسنے یہ کہدیا ہو کہ اگر دیوار مسجد میں کوئی نقصان ہوگا تو میں اُسکا ضامن ہوں یہ جواہر اخلاطی میں ہے مسجد میں درس دینا جائز ہے اگرچہ اُسمیں یہ لازم آتا ہے کہ بوریا و فرش مسجد کے واسطے وقف ہے وہ مستعمل ہوتا ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ خجندی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نگاہبان مسجد فناے مسجد لوگوں کی تجارت کیواسطے مباح کرتا ہے پس آیا اُسکو اس طرح مباح کرنے کا اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمیں مسجد کے واسطے کوئی مصلحت ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے پھر شیخ موصوف رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مذکور نے فناے مسجد میں تخت رکھے اور اُنکو لوگوں کو اجارہ پر دیا کہ اُنپر بیٹھکر تجارت کریں اور اس مسجد کی فنا اُنکے واسطے مباح کردی پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمیں مصلحت مسجد ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ رہگذر عوام المسلمین نہو اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا فناے مسجد وہ جگہ ہے جو اُسکی دیوار کے سامنے ہے یا فقط اُسکے دروازہ کا ظلہ ہے تو فرمایا کہ ظلہ مسجد کے سایہ میں جو جگہ ہے وہی فناے مسجد ہے بشرطیکہ عام مسلمانوں کی گذرگاہ نہو شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فناے مسجد میں کرسی و تخت رکھے اور لوگوں کو اجارہ پر دیئے تاکہ لوگ ان پر تجارت کریں اور یہ کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے فرمایا کہ نہیں مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اُسکو اختیار ہے کہ کرایہ جہاں چاہے خرچ کرے کذا فی التاتارخانیہ نقلاً عن التتمہ قال المترجم[1] المختار عندی ما قال شمس الائمۃ الخجندی[2] صلوۃ الاثر میں ہے کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک مسجد کے واسطے ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان میں فاصلہ ہے بیچ میں راستہ ہے اور اسواسطے یہ دوکان لی گئی کہ گرمیوں میں اس دوکان میں نماز پڑھی جاوے پس آیا اس دوکان میں نماز پڑھنے سے بھی اتنے گونہ ثواب ہوگا جتنے گونہ مسجد میں پڑھنے سے ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں کذا فی الذخیرہ اہل محلہ نے مسجد کو تقسیم کرلیا اور بیچ میں دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کرلیا مگر موذن دونوں کا ایک ہی رہا تو کچھ ڈر نہیں ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ ہر گروہ کا موذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جس طرح یہ جائز ہے کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجد بنا کرلیں اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اقامت جماعت کیواسطے دو مسجدوں کو ایک کرلیں مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہیں کرسکتے ہیں اگرچہ وعظ و درس مسجد میں جائز ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کیواسطے وقف کی گئی ہے وہ امام تین مہینے تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ کر گیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب رہا ہے اتنی مدت کا کرایہ دوکان اُسکو لینا جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ اگر اُسنے یا اسکے آدمی نے اُسکی اجازت سے دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کرلے سکتا ہے مگر اُسکو صدقہ کردے یہ تاتارخانیہ میں فتاوے سے نقل ہے۔ امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت[3] کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے باہر آوے فرمایا کہ نہیں آدرلالی میں ہے کہ جو شخص مسجد میں آہستہ سے یاد تا ہے اُسکے بارے میں اختلاف ہے بعضوں

[1] مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک مختار قول شیخ امام خجندی ہے ۱۲ [2] ؟ [3] حجامت پچھنے لگانا ۱۲ منہ [3] فصل ورید و حجامت پچھنے ۱۲

نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہے اور بعضون نے فرمایا کہ مسجد مین نہ پادے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آ جاوے اور یہی اصح ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور محدث کو مسجد کے اندر جانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہی اصح القولین ہے اور جو شخص معتکف نہو اُسکے واسطے مسجد مین سونا و کھانا مکروہ ہے لیکن جب ایسا کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرکے اسمین داخل ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور مسافر و صاحب دار کو روا ہے کہ مسجد مین سوے اور یہی مذہب صحیح ہے قال المترجم وہو الاوفق بالحدیث یعنے جسکا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد مین خواب کر سکتا ہے وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل ذلک کما فی صحیح البخاری اور حسن یہ ہے کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنے ایسا نہ کرے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہے۔ مسجد مین جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اُس سے پانون رگڑ لینے مین کچھ ڈر نہین ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلوٰۃ مین ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانے مین لوگ مسجدون مین ہرا دہی ڈال رکھتے ہین اور اس سے قدم رگڑ لیتے ہین یہ اماموں کے نزدیک مکروہ ہے یہ محیط مین ہے۔ محراب کے اندر جو جگہ ہے وہ مسجد کے حکم مین ہے یہ غرائب مین ہے۔ اگر مسجد مین ابابیل یا چمگادڑ کے گھونسلے ہون کہ یہ جانور مسجد مین پلید بیٹ گراتے ہون تو روا ہے کہ انکے گھونسلے مع انکے بچون کے نکال کر پھینک دے یہ ملتقط مین ہے قال المترجم اصل کتاب مین عش کا لفظ مذکور ہے اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہین جو لکڑیان جمع کرکے شاخ درخت پر لگاتا ہے دنیا مین یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد مین کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و چمگادڑ اس طرح گھونسلا نہین لگاتا ہے پس ظاہر اوکر یعنے سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلا مراد ہے پس کچھ اشکال نہین ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون جانورون کی بیٹ نجس غلیظ ہے ولکن فیہ وفیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المعتبرات اور صلوٰۃ جلالی مین مذکور ہے کہ مسجد مین راستہ نہ بنائے بایں طور کہ مسجد کے دو دروازے ہون ایک دروازے سے گھسکر دوسری طرف دروازے سے نکل جاوے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد مین جانا مکروہ ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور خاک مسجد کی کچھ حرمت نہین ہے بلکہ مجتمع ہو اور اسکی حرمت ہے جبکہ بچھی ہوئی ہو یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص کو راہ مین سخت سردی پہونچی پس وہ مسجد مین داخل ہوا جسمین غیر کی لکڑیان رکھی ہوئی ہین اور یہ شخص سرمازدہ اگر آگ جلا کر نہین تاپتا ہے تو مرا جاتا ہے تو غیر شخص کی لکڑیان جلانے سے مسجد کی لکڑیان جلانا اَولےٰ ہے۔ اور عام فتنہ مین خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد مین داخل کرنا جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ فروخت کرتا ہے اور ان تعویذون مین

ف صحیح معلوم نہین ہوتا ہے کہ یہ حکم معتکف وغیرہ سب کے واسطے ہے یا غیر معتکف کے واسطے مگر سیاق اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ سب کے واسطے ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ ف قال المترجم ہرادی نرکل کی چٹائی کو بناتے ہین قال فی دیوان الادب ہرادی جمع ہردیہ وہی قصبات تضم ملویۃ بحبال قات من الکرم فترسل علیہا قضبان الکرم انتہی کذا ذکرہ العینی وفی الصحاح بالحاء المہملۃ وقال ازہری ... وذکر فی المغرب ... لا یقال ہردے ویقال لہ بالفارسیۃ ... وکذا فی العنایۃ ۱۲ منہ ف مجتمع یعنے جیسا کہ جمع کریں تو حرمت نہین اور جبتک بچھی ہوئی ہو محترم ہے ۱۲ ف اس مین اشارہ ہے کہ ایسی حالت مین غیر کی لکڑیان جلانا بھی جائز ہے لیکن تاوان دیدے ۱۲ منہ ف یعنے جو تمام مین پھیل رہا ہے مثلاً قتل و غیرہ ۱۲ منہ

توریت و انجیل و قرآن لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے مال ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اُسکو حلال نہیں ہے
یہ کبرے میں ہے اور دنیا کا ہر کام مسجد میں مکروہ ہے اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد میں نشست اختیار
کی پس اگر معلم حسبۃً للہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہے اور کاتب مذکور اپنے واسطے دین کے امور لکھتا ہے
تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہ دونوں اجرت پر ایسا کرتے ہوں تو مکروہ ہے لیکن اگر دونوں کو ضرورت
پیش آگئی ہو تو ایسا نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مسجد میں نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہے مگر امام
ظہیر الدین نے اسکے برخلاف اختیار[1] کیا ہے۔ اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں داخل
نہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص رہگذر کے طور پر مسجد میں داخل ہوا یعنے تاکہ مسجد سے ہو کر چلا جاوے
پھر جب بیچ مسجد میں پہونچا تو اپنے فعل سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا
تھا اُسکے سوائے دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھ لے پھر اُسکو
اختیار ہے جدھر سے چاہے نکل جاوے اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا
ہے اُسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہے اُسپر اعلام ہو یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے مسجد میں درخت جمایا
پس اگر اسواسطے ہو کہ لوگ اُسکے سایہ سے نفع اٹھاویں اور لوگوں کو مسجد میں تنگی نہوتی ہو اور نہ صفیں
متفرق ہوتی ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور اگر اُس شخص نے اُسکے پتوں پھلوں سے خود نفع اٹھانے کیواسطے
بویا ہو یا صفوں کی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں اس فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ و کنیسے سے ہوتی
جاتی ہو تو مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے۔ مسجدوں میں سے سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنے کعبہ معظم کی ہے
اُسکے بعد مسجد مدینہ یعنے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ہے پھر بیت المقدس کی پھر جامع مسجدوں کی پھر
محلوں کی مسجدوں کی پھر شارع عام مسجدوں کی کہ انکا رتبہ کم ہے حتیٰ کہ اگر عام کی مسجدوں کے واسطے کوئی امام
معلوم و موذن نہو تو انمیں کوئی اعتکاف نہیں کرسکتا ہے پھر گھروں کی مسجدوں کی حرمت ہے کہ ان میں کسیکو
اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے لیکن عورتوں کو جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ فقیہ نے تنبیہ میں ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت
کی پندرہ باتیں ہیں اوّل یہ کہ جب مسجد میں داخل ہو پس اگر لوگ بیٹھے ہوں پڑھنے و پڑھانے میں یا
یاد الٰہی میں مشغول نہوں تو انکو سلام کرے اور اگر لوگ نماز میں ہوں یا اُسمیں کوئی نہو تو یوں کہے السلام
علینا من ربنا و علے عباد اللہ الصالحین دوّم یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ سوّم یہ کہ
اسمیں خرید و فروخت کی گفتگو نکرے۔ چہارم یہ کہ اُسمیں تلوار نہ کھینچے۔ پنجم یہ کہ اُسمیں گم شدہ کی
جستجو نہ کرے ششم یہ کہ سوائے ذکر اللہ تعالےٰ کے اُس میں آواز بلند نہ کرے ہفتم یہ کہ اُسمیں دنیا کی
باتیں نہ کرے ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگوں کے سروں پر پھاندکر نہ جاوے نہم یہ
کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے دہم یہ کہ صف میں کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کرے یازدہم یہ کہ

[1] اس میں اشارہ ہے کہ جائز بالاتفاق ہے ۱۲ منہ

کسی نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے دوازدہم یہ کہ مسجد میں تھوک نہ پھینکے - سیزدہم یہ کہ اسمیں اپنی انگلیاں نہ چٹکاوے چہاردہم یہ کہ مسجد کو نجاستوں اور چھوٹے بچوں اور مجنون اور اقامۃ حدود[1] سے پاک رکھے پانزدہم یہ کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب میں لکھا ہے مسجد میں باتیں کرنے کے واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہیں ہے کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہیں بنائی گئی ہے اور خزانۃ الفقہ میں ایسی عبارت ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کی باتوں میں جو کلام مباح ہے وہ بھی مسجد میں حرام ہے اور فرمایا کہ اس میں دنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوٰۃ جلالی میں لکھا ہے کہ دنیا کی مباح باتیں مسجد میں جائز ہیں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کذا فی التمرتاشی وقال المترجم وہو الصحیح المختار عندی واللہ اعلم اگر مسجد میں جگہ تنگ ہو گئی تو مصلی کو یعنے جو نماز میں داخل ہونا چاہتا ہے یہ اختیار ہے کہ جو شخص اس میں بیٹھا ہے اسکو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اسی جگہ سے اٹھا دے اگرچہ وہ شخص یاد الٰہی یا درس یا قراۃ قرآن میں مشغول ہو یا اعتکاف میں ہو - اسی طرح اگر محلہ والے نمازیوں کے واسطے مسجد محلہ نے تنگی کی یعنے محلہ کی مسجد میں محلہ والے نہیں سماتے ہیں تو محلہ والوں کو اختیار ہے کہ جو شخص ان محلہ کا نہیں ہے اسکو اس مسجد میں نماز سے منع کریں یہ قنیہ میں ہے - اور ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اسی وجہ سے شدت گرمی میں مسجد کے اوپر جا کر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد تنگ ہوا ور مصلے نیچے نہ سماویں تو ضرورت کی وجہ سے اسکی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے - اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے میں یہ حکم ہے کہ اگر منارہ کی تعمیر میں مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگوں کو اذان کی آواز منارہ پر سے سنائی دیوے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر مصلحت نہو مثلاً سب اہل مسجد بدون منارہ کے آواز اذان سنتے ہوں تو نہیں جائز ہے یہ تمرتاشی میں ہے - اور متولی وقف کو جائز نہیں ہے کہ ستونوں میں لٹکانے کے واسطے مصلیات خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہے مگر ستونوں میں لٹکائے نہ جاویں گے اور دوسری مسجد کیواسطے انکا عاریت دینا جائز نہیں ہے - میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب[مصلیات ۱۲] وقف کرنے کا حال معلوم نہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس نے حکم دیا ہے کہ مصلیات ستونوں میں لٹکائے جاویں اور اُس میں درس کی اجازت دی ہو اور درس کے واسطے اسکو بنایا ہو اور عادت جاری معائنہ کی گئی ہو کہ جن مسجدوں میں درس دیا جاتا ہے اُن میں ستونوں سے لٹکائے جاتے ہیں تو متولی کو جائز ہے کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت کیواسطے اُن کو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالیٰ ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھنا جائز ہے یا نہیں پس حکم یہ ہے کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یوں ہی جلتا ہو نماز کیواسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہوں پس اگر تہائی رات گئے تک جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہیں ہے

[1] اقامۃ حدود یعنے مسجد میں مثلاً زنا وغیرہ کی حد میں درے نہ مارے جاویں و یوں ہی قصاص ۱۲ منہ [2] قال یعنے مترجم کے نزدیک دنیاوی معاملات متعلقہ دین کی باتیں جائز ہیں ورنہ محض دنیا کی باتیں ہرگز حرام ہیں ۱۲ [3] قال مترجم اگر خود چند قدم جا کر دوسری مسجد میں پڑھنے تو اولیٰ ہے کیونکہ نماز سے روکنا خوفناک ہے اگرچہ یہاں ضرورت داعی ہے جواز ہو ۱۲ منہ

اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ کتاب الہبہ مضمرات میں ہے۔ ایک متعلم یعنی طالب علم نے مسجد کی کولان میں سے لیکر اپنی کتاب میں نشانی رکھی تو یہ عفو ہے یہ قنیہ میں ہے اور جس کاغذ میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اُسمیں کوئی چیز لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہے۔ خواہ نام لکھا ہوا اندر کی طرف ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ہو کہ اسمیں درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا پھر اُسکو اپنے نہالچہ کے نیچے جسپر لوگ بیٹھتے ہیں رکھ دیا تو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے یوں کہا کہ مکروہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بیت میں رکھا تو اُسکی چھت پر سوار رہا ہے پس ایسا ہی یہاں ہے کذا فی المحیط قال المترجم انما العبرۃ فی الادب للعرف و ما ذکر من مسئلۃ البیت لیس فی العرف مثل ما نحن فیہ فی حق الادب فالمختار عندی ہو الاول واللہ اعلم۔ اور ایسے کاغذ میں جس میں کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہیں جائز ہے اور اگر علم کلام میں سے کچھ لکھا ہو تو اولے یہ ہے کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہے۔ اور اگر اسمیں اللہ تعالیٰ کا نام یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اُس نام پاک کا محو کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور کسی تختۂ لوح سے جسمیں قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اُسکو دنیا کے کاموں میں استعمال کیا تو جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہے یہ غرائب میں ہے اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جسمیں اخبار و تعلیقات ہیں دفتی بناتے ہیں تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ و تفسیر کی دفتی بناتے ہوں تو ڈر نہیں ہے اور اگر ادب و نجوم کی کتابوں کی دفتی بناتے ہوں تو اُنکے حق میں یہ مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے حاکم رحمہ اللہ نے امام رح سے نقل کیا کہ امام رح ولیمہ کی دعوت میں انگلیاں صاف کرنے میں کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اسمیں تشدد کرتے تھے اور لوگوں کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط میں ہے۔ ایک طالب علم کے خریطہ میں حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب ہے یا امام ابو حنیفہ یا غیر کی فقہ کی کتاب ہے اُسکو وہ سر کے نیچے رکھتا ہے پس اگر اُس نے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھکر سونا اختیار کیا ہے تو مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ایسی کتاب کا جس میں احادیث نبوی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں سر کے نیچے تکیہ بنانا نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ اُسکی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور سفر میں قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہیں ہے اور اگر بقصد حفاظت نہو تو مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ اور جس کوٹھری میں قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہے اُسمیں عورت سے جماع کرنا جائز ہے یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر میں رکھ لیا ہے اُسکو پڑھتا نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے خیر و برکت کی نیت سے ایسا کیا ہے تو گنہگار نہوگا بلکہ امید ہے کہ اُسکو ثواب ملے

۱؎ مترجم کہتا ہے کہ اس میں معروف ادب کا لحاظ ہے سوائے ضرورت کے ۱۲ ۵؎ اخبار خواہ احادیث نبوی علیہ السلام یا آثار صحابہ و اقوال تابعین رحمہم اللہ ہوا منہ

یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر سواری کے جانور پر جوال میں مصحف مجید یا شریعت کی کتابیں رکھکر لادی ہیں اور جوال پر آپ سوار ہو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے مصحف مجید کی طرف ٹانگیں پھیلانا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ مصحف و اسکی ٹانگوں میں محاذات نہو یعنے مقابل نہوں اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی میں لٹکا ہوا ور اُس نے اسی طرف ٹانگیں پھیلائیں تو بھی مکروہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک بورا ہے جس میں ایسے درم ہیں جن میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہے یا اُسمیں فقہ یا تفسیر کی کتابیں یا مصحف مجید ہے اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سو رہا پس اگر بقصد حفاظت اُس نے ایسا کیا ہے تو خیر کچھ ڈر نہیں ہے۔ یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پائوں رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہو تو کافر ہو جاوے گا ورنہ کفر کا فتوی نہ دیا جائیگا یہ غرائب میں ہے درموں پر اللہ تعالی کا نام لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس واسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہے نہ اہانت کذا فی جواہر الاخلاطی قلت ہذا التعلیل یشیر الی ان غایتہ یلزم انہ لا یکفر لعدم الاستخفاف والاہانۃ واما انہ لا یاثم بذلک فلیس فیہ ما یدل علیہ فافہم۔ اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا اللہ تعالے کا نام یا اللہ تعالی کے ناموں میں سے کوئی نام جیسے حسبی اللہ و نعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر اللہ نقش کیا تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور جن پیسوں پر اللہ تعالی کا نام ہو اُنکو ہاتھ میں پکڑنا ایسے شخص کے حق میں مکروہ ہے جو طہارت کے ساتھ نہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی شخص بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین میں کتاب ہے وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ ہے فرمایا کہ اگر کتاب کو پیخانہ میں اپنے ساتھ لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسیطرح اگر اُسکے پاس اللہ تعالی کے نام لکھے ہوئے درم ہوں یا کچھ قرآن کی آیت لکھی ہوئی ہو پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسیطرح اگر اُسکے پاس انگوٹھی میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالی کا نام لکھا ہو پس اگر اُسکو پیخانہ میں لیگیا تو مکروہ ہے اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قرآن کو چہار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضوں نے فرمایا کہ امید ہے کہ جائز ہووے اور بعضوں نے مکروہ جانا ہے بدین خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگوں کے قدموں کے نیچے آوے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ جو چیز فرش و بچھونا بنائی جاتی ہے اُسپر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے بچھونا یا مصلے جسپر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک للہ اُسکا بچھانا و اُسپر بیٹھنا و استعمال کرنا مکروہ ہے و علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ ورقوں کے بیچ میں سفید ٹکڑا کاغذ کا جسمیں اللہ تعالی کا نام لکھا ہو نشانی بنا کر رکھنا مکروہ ہے کہ اسمیں اللہ تعالی کے نام پاک کی بے توقیری ہے اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونے یا مصلے میں سیا حتی کہ کلمہ متصل نرہا تو کراہت ساقط نہوگی اسیطرح اگر ان دونوں پر فقط الملک لکھا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر تنہا الف و تنہا لام ہو تو بھی

ف۱ قولہ فافہم یعنے دلیل ہیچ ہے اسواسطے کہ غایت درجہ اس سے کافر نہوگا اور یہ لازم نہیں ہے کہ گنہگار نہو فافہم ۱۲

یہی حکم ہے یہ کبریٰ میں ہے اگر فرعون یا ابوجہل کا نام کسی نشانہ پر لکھکر اُسپر تیر اندازی کی تو مکروہ ہے کیونکہ ان حروف کی حرمت ہے یہ سراجیہ میں ہے حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ مصحف کو چھوٹا کرنا باریک قلم سے مکروہ ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور حسن نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید امام رحمہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور جو شخص قرآن شریف لکھنا چاہے اُسکو چاہیے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے چمکدار روشنائی سے لکھے اور ہر دو سطر میں زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف بڑے کر کے لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑھاوے اور سوائے کلام مجید کے اور باتوں سے جیسے تعشیر[1] و ذکر آیات و علامات وقف سے مجرد رکھے تاکہ نظم کلمات میں خلل نہو محفوظ رہے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القنیہ۔ اور تعشیر کے یہ معنی ہیں کہ ہر دس آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں چھ سو اکیس عاشرہ ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان و زمان کے مختلف ہوتی ہیں یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور ابو الحسن فرماتے تھے کہ تراجم سورہ میں جنکے لکھنے کی عادت جاری ہے اُنکے لکھنے میں ڈر نہیں ہے جیسا کہ سورتوں کے اول میں فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور مصحف کو سنہرا اور روپہلا کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یہ سب مکروہ ہے اور مشائخ نے امام محمد کے قول میں اختلاف کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤں گا شاید وہ راہ راست پر آجاوے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوویگا اور اگر اس نے غسل کر کے پھر چھوا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے مصحف مجید اگر کہنہ ہو جاوے کہ اُس سے تلاوت نہ کیجا سکے اور اُسکی اضاعت کا خوف ہو تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جاوے اور دفن کرنا بہ نسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہاں اُسپر نجاست پڑ جانے کا خوف ہو یا اس کے مثل کوئی بات کا خوف ہو بہتر ہے اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جاوے کیونکہ اگر شق بنائی جاویگی اور دفن کیا جاوے گا تو مٹی ڈالنے میں مٹی اُسپر پڑے گی اور اسمیں ایک گونہ تحقیر ہے لیکن اگر پہلے چھت دیکر بینچے بنگلے لگا کر دفن کیا جاوے تاکہ مٹی اُسپر نہ پہونچے تو یہ بھی اچھا ہے یہ غرائب میں ہے مصحف اگر کہنہ ہو گیا کہ اُس سے تلاوت نہیں کر سکتے ہیں تو اُسکو آگ سے نہ جلایا جاوے اس حکم کیطرف امام محمد رح نے سیر کبیر میں اشارہ کیا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ اور جو مصحف کہنہ ہو گیا ایسا نہ ہو کہ اُس سے تلاوت ممکن ہو تو نہیں جائز ہے کہ اُس سے دوسرے قرآن کی وقتی بنائی جاوے یہ قنیہ میں ہے۔ لغت و نحو قسم واحد ہے لیس ایک کو دوسرے

[1] تعشیر یعنے ہر دس آیات پر علامت یا آیتوں کی علامت یہ اسوقت کہ حرفی علامت ہے اور متاخرین نے نظر عوام کے لیے موافق رونق کے جائز رکھا ہے ۱۲

پر رکھنا روا ہے اور کتاب تعبیر ان دونوں سے بلند مرتبہ ہے اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہے اور فقہ اس سے بلند ہے اور کتب اخبار یعنے احادیث و مواعظ (تعبیر خواب ۱۲) و دعوات مرویہ اس سے بلند مرتبہ ہیں اور تفسیر جس میں آیات لکھی ہوئی ہیں کتب قرأت سے بلند مرتبہ ہے۔ جالوت یا تابوت جسمیں (نصائح ۱۲) کتابیں ہیں (دعائیں ۱۲) تو ادب یہ ہے کہ اُسپر کپڑے نہ رکھے۔ نیا کلک کا نیزہ جو استعمال میں نہ آیا ہو اُسکو تیر اندازی کے طور پر پھینکنا جائز ہے اور جو مستعمل ہو اُس سے تیر اندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہے جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اُسکا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہیے جو محل تعظیم ہو یہ قنیہ میں ہے اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار (پڑوس ۱۲) اور مکہ میں اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ

چھٹا باب۔ مسابقہ کے بیان میں قال المترجم مسابقہ لغت میں بمعنی باکسی پیشی گرفتن در دو بدن یعنے دوڑنے میں کسی سے آگے نکل جانا مگر یہاں عام معنی مراد ہیں خواہ آدمی ہو یا غیر ہو۔ قوله علم فیما یتلے علیک سباق چار چیزوں میں جائز ہے خف یعنے اونٹ میں یعنے اونٹ دوڑانے میں اور حافر یعنے گھوڑے و خچر میں اور نصل یعنے تیر اندازی میں اور قدم چلنے یعنے دوڑ میں اور اُسکا جواز جبھی ہے کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یوں کہا کہ اگر تو مجھ سے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر میں تجھسے سبقت لے گیا تو میرا تجھ پر کچھ نہ ہوگا یا اسکے برعکس شرط لگائی اور اگر دونوں طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جوا ہے حرام ہے لیکن اگر دونوں نے تیسرے محلل کو داخل کر لیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میں سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھ پر اسقدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر یہ تیسرا شخص یعنی خالد مثلاً سبقت لیگیا ہو تو اُسکے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اس مقام پر جائز ہے یہ مراد ہے کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ استحقاق حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جب کہ مسابقہ میں مال دونوں طرف سے مشروط ہو اور دونوں نے تیسرے شخص کو بیچ میں داخل کر لیا اور دونوں نے تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت لے گیا تو یہ دونوں مال تیرے واسطے ہونگے اور اگر ہم دونوں تجھپر سبقت لے گئے تو ہمارے واسطے کچھ نہ ہوگا تو یہ استحساناً جائز ہے پس اگر تیسرا شخص دونوں سے سبقت لے گیا تو اُسکو دونوں مال ملینگے اور اگر یہ دونوں اُسپر سبقت لے گئے پس اگر دونوں ساتھ ہی سبقت لے گئے تو دونوں میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ مال نہ ہوگا اور اگر آگے پیچھے سبقت لے گئے تو جو شخص پہلے سبقت لے گیا ہے وہ دوسرے سے مال کا استحقاق رکھتا ہے اور دوسرا اس سے مال کا استحقاق نہیں رکھتا ہے اور امام محمد رح نے کتاب میں فرمایا کہ تیسرے شخص کا داخل کرنا جواز کا حیلہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جب تیسرے شخص کی شان سے اس امر کا گمان ہو کہ یہ شخص سابق اور مسبوق ہو سکتا ہے اور اگر یہ امر یقینی ہو کہ یہ شخص ان دونوں سے ضرور سبقت لیجائیگا یا ان دونوں سے ضرور پیچھے رہ جائیگا تو جائز نہیں ہے۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ نے فرمایا کہ اگر

ف ۱ یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اُسکی بے تعظیمی کی وجہ سے ہو بلکہ اُس سے یہ مراد ہے کہ اُسکا حق تعظیم ادا نہو سکیگا ۱۲ منہ ف ۲ استحقاق سے یہاں حق شرعی مراد نہیں ہے کیونکہ یہ منفی ہے بلکہ قابلیت عرفی مراد ہے ۱۲ ف ۳ جو روایت کی گئی ہیں ۱۲

دو شخص فقہ جاننے والوں میں کسی مسئلہ کے حکم میں باہم اختلاف ہوا اور دونوں نے چاہا کہ استاد کی خدمت میں رجوع کریں و باہم یوں شرط کر لی کہ ایک نے کہا کہ اگر حکم وہی ہو گا جو تو کہتا ہے تو میں تجھے اسقدر مال دونگا اور اگر وہ ہے جو میں کہتا ہوں تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا تو گھوڑ دوڑ میں بطور بدکور بازی لگانے پر قیاس کر کے یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے اسطرح اگر کسی فقیہ نے اپنے مثل فقیہ سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک دوسرے سے مسائل دریافت کریں پس اگر تو نے صحیح جواب دیا اور میں نے خطا کی تو میں تجھے اسقدر دونگا اور اگر تو نے خطا کی اور میں نے صحیح جواب دیا تو میں تجھ سے کچھ نہ لوں گا تو بھی جائز ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے لیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور امیر لوگ جو کیا کرتے ہیں کہ دو شخص سے کہتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے بڑھ کر رہے گا اسکو اسقدر ملے گا تو یہ بھی جائز ہے قال المترجم واضح ہو کہ امیر لوگ دو شخصوں سے ایسے کام میں یوں کہیں جو کام شرع میں منع نہیں ہے تو یہ حکم ہے اور یہی مراد ہے اور ممنوع کام میں جائز نہیں ہے مثلاً ننگے بدن ناجائز طور پر کشتی کے لڑنے میں ایسا کہتے ہیں سو وہ جائز نہیں ہے واللہ اعلم۔ طالب علموں نے اگر سبق میں جھگڑا کیا ہر ایک نے چاہا کہ میرا سبق مقدم ہو تو جو شخص پہلے آیا ہے اُسکا سبق مقدم ہو گا اور اگر پہلے آنے میں اختلاف کیا پس اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو اُس کے گواہ لیے جاوینگے اور اگر گواہ نہوں تو اُس میں قرعہ ڈالا جاوے گا۔ اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ساتھ ہی آئے ہیں جیسا کہ مسئلہ فرائض میں حرق یعنی جل جانے اور غرق یعنے ڈوب جانے میں ہوتا ہے کہ اگر دو شخص جنمیں باہم توارث ہو اور دونوں جل مرے یا ڈوب مرے اور یہ دریافت نہیں ہوتا ہے کہ اول کون جلا یا ڈوبا ہے تو یوں قرار دیا جاتا ہے کہ گویا ساتھ ہی مر گئے ہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اخروٹ کے ساتھ کھیل جو عید کے روز لڑکے کھیلتے ہیں اُن کا کھانا جائز ہے مگر یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایک نے دوسرے سے بطور قمار یعنے جوے کے نہ جیتا ہو ورنہ اگر ایسا ہو تو یہ فعل حرام ہے کذا فی خزانۃ المفتین واللہ اعلم

ساتواں باب۔ سلام و چھینک کے جواب کے بیان میں۔ اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے پھر جب اجازت حاصل ہونے کے بعد اندر جاوے تو پہلے سلام کرے پھر اور بات کرے اور اگر گھر کے باہر میدان میں کسی سے ملاقات ہووے تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ سلام کرنے والا افضل ہے یا جواب دینے والا پس بعض نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینے والا افضل ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلام کرنے والا افضل ہے یہ محیط میں ہے۔ جو شخص کسی کو سلام کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ لفظ جمع کے ساتھ سلام کرے اسی طرح جواب سلام بھی لفظ جمع کے ساتھ چاہیے یہ سراجیہ میں ہے۔ سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے (مثلاً زید کو السلام علیکم ۱۲ منہ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ف پہلے اقول حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ یوں کہے کہ السلام علیکم کیا میں آؤں اسمیں سلام مقدم ہے اور فقہ کی نظر سے شاید یہ کہ جہاں سلام کی آواز مکان میں پہنچے وہاں سلام مقدم ہے ورنہ جو طریقہ کتاب میں مذکور ہے ۱۲ منہ ف یہی صحیح اگرچہ سلام سنت اور جواب واجب ہے ۱۲ منہ ف اگرچہ مخاطب ایک ہی شخص ہو

اور جواب سلام دینے والا بھی یوں ہی جواب دے اور برکاتہ سے زیادہ بڑھانا نہ چاہیے چنانچہ علیؓ ابن عباس[۵] نے فرمایا کہ ہر چیز کا منتہے ہوتا ہے اور سلام کا منتہے لفظ برکاتہ ہے کذا فی المحیط اور جواب سلام میں واو عطف کے ساتھ کہے یعنے وعلیکم السلام اور اگر واو حذف کیا یوں کہا علیکم السلام تو کافی ہے۔ اور اگر پہل کرنے والے نے کہا کہ سلام علیکم یا کہا کہ السلام علیکم تو جواب سلام دینے والے کو دونوں صورتوں میں جائز ہے کہ یوں کہے سلام علیکم اور یہ بھی مختار ہے کہ یوں کہے سلام علیکم لیکن الف و لام کے ساتھ کہنا یعنے السلام علیکم کہنا اولی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک جماعت ایک قوم کے پاس گئی پس اگر سب نے سلام کرنا ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے[۲] اور اگر انمیں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائیگا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ فضل ہے اور جواب سلام کو اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انمیں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا ایسا ہی حدیث میں آیا ہے اور یہی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے اور اگر سب نے جواب سلام دیا تو یہ فضل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوے آہو میں ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اور اُس نے سب کو سلام کیا تو ان لوگوں پر جواب[۳] سلام واجب ہے پھر اگر اُسنے اسی مجلس میں دوبارہ ان لوگوں کو سلام کیا تو دوبارہ ان لوگوں پر جواب دینا واجب نہیں ہے پھر اسی طرح تشمیت یعنے چھینک کا جواب دینا بھی دوبارہ میں واجب نہیں ہوتا ہے مگر مستحب ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ زید مثلاً ایک قوم کے ساتھ بیٹھا ہے پھر خالد آیا اور کہا کہ السلام علیک پس قوم میں سے کسی شخص نے جواب دے دیا تو یہ جواب اُسکی طرف سے جسکو اُس نے سلام کیا ہے نائب ہوگا اور زید کے ذمہ سے جواب سلام ساقط ہو جائیگا اور مراد یہ ہے کہ خالد نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا ہے خاص زید کا نام نہیں لیا ہے تو ایسا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جماعت کو بلفظ واحد خطاب کرے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خالد نے زید کا نام نہ لیا ہو اور اگر خاص نام لیکر یوں کہا کہ السلام علیک یا زید پس سوائے زید کے دوسرے شخص نے خالد کو جواب سلام دیا تو زید کے ذمہ سے فرض ساقط نہو گا اور اگر اُسنے خاص زید کا نام نہ لیا ہو مگر زید کی طرف اشارہ کر کے سلام کیا ہو تو ایسی صورت میں زید کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائیگا کیونکہ خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص ایک قوم کی طرف گذرا کہ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے پس اگر احتیاج رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ لوگ بلا دینگے تو سلام کرے ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے۔ سائل نے اگر سلام کیا تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے سائل اگر کسی شخص کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ السلام علیک تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے اسیطرح اگر کچہری میں قاضی کو سلام کیا تو بھی یہی حکم ہے

[۱] قال المترجم حدیث میں ایک نے برکاتہ تک کہکر سلام کیا تو آپ نے فقط وعلیک کہکر فرمایا کہ تو نے بڑھانے کو مجھے کچھ نہیں چھوڑا ۱۲

[۲] قال المترجم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلام کرنا فقیہ ابو اللیث کے نزدیک واجب ہے مگر مشہور مذہب یہ کہ سلام کرنا مسنون ہے اور جواب سلام واجب ہے ۱۲ منہ

[۳] مراد یہ ہے کہ اسی جلسہ میں اسنے دوبارہ چھینک لی تو مستحب ہے جبکہ اسکو زکام نہو ۱۲ [۴] یہ بات بطور حسن ظن کے ہے کہ مسلمان آدمی خلاف شرع نہ کریگا ۱۲ [۵] شاید صحیح عبد اللہ بن عباس ہو ۱۲ منہ [۶] یعنے بہ سبیل کنایہ ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور مشائخ نے شہری و دیہاتی مین اسی طرح اختلاف کیا ہے کہ بعضون نے فرمایا کہ جو شخص شہر سے آتا ہے وہ اُس شخص کو جو گانون والون مین سے اُسکے سامنے پڑے سلام کرے اور بعضون نے اُسکے برعکس کہا ہے اور سوار آدمی پیدل کو سلام کرے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوے کو اور قلیل لوگ کثیر جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے کذا فی الخلاصۃ۔ اور جو شخص پیدل جاتا ہے وہ بیٹھے ہوے کو سلام کرے اور جو شخص پیچھے سے آتا ہے وہ آگے والے کو سلام کرے یہ محیط مین ہے۔ عورت و مرد سے اگر ملاقات ہووے تو پہلے مرد سلام کرے کذا فی فتاوے قاضی خان بہت مرد بہت عورتین ایک مرد کے سامنے آئے تو حکما یہ مرد ان سب کو سلام کرے نہ د بانتہً یہ وجیز کردری مین ہے۔ جب دو شخص باہم ملے تو دونون مین سے جو شخص سلام کرنے مین پہل کرے وہی دونون مین سے افضل رہا پس اگر دونون نے ساتھ ہی سلام کیا تو ہر واحد جواب دے۔ اور جواب سلام دینے کے واسطے وضو کے ساتھ ہونا افضل ہے اور اگر تیمم کر لیا تو بھی کافی ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے گھر مین داخل ہو تو اپنے اہل خانہ کو سلام کرے اور اگر گھر مین کوئی نہو تو یون کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کذا فی المحیط اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے یہ تاتارخانیہ مین صیرفیہ سے نقل ہے۔ لڑکون کو سلام کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ لڑکون کو سلام نکرے اور یہی قول حسن رح کا ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر یہ شخص لڑکون کو سلام کرے تو افضل ہے اور یہی قول شریح رح کا ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے۔ ذمیون کو سلام کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے کہا کہ ذمیون کو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور بعض نے کہا کہ اُنکو سلام نہ کرے اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ سلام کرنے والے کو ذمی سے کوئی حاجت متعلق نہو اور اگر ذمی سے کوئی غرض ہو تو اُسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ذمیون کے سلام کے جواب دینے مین کچھ ڈر نہین ہے لیکن اس سے زیادہ جواب مین نہ کہا جاوے وعلیکم۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا اور قوم مین کافر لوگ بھی تھے تو اُسکو اختیار ہے چاہے مسلمانون کی نیت کر کے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یون کہے السلام علی من اتبع الھدیٰ یہ ذخیرہ مین ہے۔ سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہے یعنے جو کسی کی زیارت کو جاوے تو سلام کرے اور جو لوگ مسجد مین تلاوت قرآن و تسبیح کے لیے یا نماز کے انتظار مین بیٹھے ہین وہ لوگ اسواسطے نہین بیٹھے ہین کہ زیارت کرنے والے لوگ یعنے ہماری ملاقات چاہنے والے لوگ ہمارے پاس آوین پس ایسے وقت مین سلام کا وقت نہین ہے پس ایسے لوگون کو سلام نہ کرے اور اسی وجہ سے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر مسجد مین کسی آنے والے نے اُنکو سلام کیا تو اُن کو روا ہے کہ اُسکا جواب نہ دین یہ قنیہ مین ہے۔ اگر آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے ہی مذاکرہ علم کے وقت بھی یہی حکم ہے اور اذان دینے و اقامت کہنے کے وقت بھی یہی حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان صورتون مین جواب سلام بھی نہ دے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر حالت تلاوت مین کسی نے سلام کیا تو مختار یہ ہے کہ جواب دینا واجب ہے

کذافی وجیز الکردری۔ اسی کو صدر الشہید رہ نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رہ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جمعہ و عیدین کے روز خطبہ کے وقت اور جب لوگ نماز میں مشغول ہوں کہ اُن میں کوئی ایسا ہو جو نماز نہ پڑھتا ہو تو ایسے وقت میں سلام نہ کہے یہ خلاصہ میں ہے اصل میں ہے کہ قوم کو نہ چاہیے کہ ایسے وقت یعنے وقت خطبہ کے چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہکر جواب دیں یا سلام کا جواب دیں صلوۃ الاثر میں ہے کہ امام محمد رہ نے امام ابو یوسف رہ سے یوں روایت کی کہ لوگ سلام کا جواب دیں گے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہیں گے پس یہ قول جو صلوۃ الاثر سے نقل ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اصل میں جو مذکور ہے وہ امام محمد رہ کا قول ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کا اس میں خلاف اس بنا پر ہے کہ اگر اُسنے فی الحال جواب نہ دیا پس آیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جواب دیگا تو امام محمد رہ کے قول پر جواب[1] دیگا و امام ابو یوسف رہ کے قول پر نہیں دیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک قوم میں سب لوگ علمی مذاکرہ کرتے ہوں یا ایک ذکر کرتا ہو اور باقی لوگ اُسکا کلام سنتے ہوں تو ان لوگوں کو سلام نکہے اور اگر کہیگا تو گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے فقہ سیکھنے والا اپنے اُستاد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کیا تو اُسکا جواب دینا واجب نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کرنے کی غرض سے بیٹھا خواہ کسی قسم کا ذکر ہو پھر اُسکے پاس کوئی آیا اور سلام کیا تو اُسکو روا ہے کہ جواب نہ دے یہ محیط میں ہے۔ بڈھے دلگی باز کو یا رند یا کذاب یا بیہودہ گو کو اور جو لوگوں کو بُرا کہتا رہتا ہو اور جو بازاروں میں عورتوں کو گھورتا ہو ایسے لوگوں کو سلام نہ کرے بشرطیکہ ان لوگوں کا توبہ کر لینا معلوم نہوا ہو یہ قنیہ میں ہے اور جو شخص گاتا ہو یا پیشاب کرتا ہو اور جو کبوتر اُڑایا کرتا ہو اُسکو سلام نہ کرے اور حمام میں سلام نہ کرے اور ننگے آدمی کو جسنے قوم کو ڈرسنانے[2] کے لیے یہ حالت بنائی ہے سلام نہ کرے اور ان لوگوں پر جواب دینا بھی واجب نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور فاسقوں کو سلام کرنے میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرے یہ تمرتاشی میں ہے اگر کسی شخص کے پڑوسی سفیہ[ع] لوگ ہوں کہ اگر یہ شخص اُن لوگوں کو سلام کرتا ہے تو اس سے شرمندہ ہو کر شرارت و بدی چھوڑتے ہیں اور اگر سلام نہیں کرتا ہے تو فواحش پر کمر باندھتے ہیں تو ظاہر اس مسئلہ میں یہ شخص معذور ہے یہ متفرقات قنیہ میں ہے۔ اور جو شخص بطور لہو و لعب کے شطرنج کھیلتا ہو اُسکو سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر بطریق تادیب و زجر کے اُسکو سلام نہ کیا تاکہ ایسا کام چھوڑ دے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہ شخص شطرنج کو تشحیذ خاطر یعنے تیزی[3] ذہن کے واسطے کھیلتا ہو تو اُسپر سلام کرنے میں کچھ ڈر ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رہ نے شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرنے میں کچھ باک نہیں خیال فرمایا

---

[1] جواب دیگا اقول یوں ہی نسخہ اصل میں ہے اور ظاہر صحیح یہ کہ امام ابو یوسف کے قول پر جواب دے نہ امام محمد رہ کے قول پر فافہم ۱۲ [2] ڈرسنانے الخ عرب کا دستور تھا کہ جب خوفناک دشمن سے کوئی واقف ہوتا تو ننگا ہو کر چلاتا اور اپنا نام و النذیر العریان رکھتا تھا ۱۲ [3] تیزی الخ جواب سلام میں بوجہ وجوب کے یہ احتیاط ہے اگرچہ اس طرح شطرنج کھیلنا بھی مکروہ ہے ۱۲ [ع] یعنے جو مشغول ہو ۱۲ [ف] بیوقوف جاہل ۱۲ [س] یعنے سلام کرے ۱۲

بدین غرض کہ جس فعل مین مبتلا ہی اُس سے دوسری طرف مشغول ہو جاوے مگر امام ابو یوسف نے فرمایا کہ لوگون
کی تحقیر کی غرض سے اُنکو سلام کرنا مکروہ جانا ہی یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص بیخانہ مین بیٹھا نہ پھر تا ہی یا پیشاب
کرتا ہی اُسکو کسی نے سلام کیا تو سلام کرنے والے کو ایسی حالت مین سلام نہ کرنا چاہیے لیکن اگر اُسنے سلام کیا
تو بیخانہ والے کے حق مین امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اپنے دل سے اُسکے سلام کا جواب دے زبان سے
نہ دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ نہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور فارغ ہونے کے بعد بھی جواب
نہ دے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے اور اگر اجنبی عورت نے کسی مرد
کو سلام کیا پس اگر وہ عورت بڈھی ہو تو یہ مرد اُسکو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سُن لے
اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اسکے برعکس
حکم ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو میرا سلام کہدے تو اسپر واجب ہی گا
یہ غیاثیہ مین ہی - اور امام محمد رح نے کتاب السیر کی باب الجعائل مین ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت
کرتی ہی کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہونچایا تو اُسکو چاہیے کہ پہلے اُسکو جس نے سلام پہونچایا ہی سلام کرے
پھر اُس غائب کو سلام کرے کذا فی الذخیرہ **قال المترجم** یہ حدیث بہت صحیح ہی اور صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو کا
سلام بکر کو پہونچایا تو بکر کو چاہیے کہ زید سے یون کہے وعلیک وعلیہ السلام ہکذا روی فی الحدیث فاحفظہ جواب سلام
کی فرضیت بدون اسکے ساقط نہین ہوتی کہ جسنے سلام کیا تھا اُسکو جواب سُنا دے جیسا کہ جواب واجب نہین ہوتا ہی
جب تک کہ سلام کو نہ سنا دے یہ غیاثیہ مین ہی - اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو چاہیے کہ اپنے لبون کی جنبش
اُسکو دکھلا دے اور یہی حکم چھینک کے جواب کا ہی یہ کبری مین ہی اور کلمہ کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین
ہی چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہی اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اُسکو جواب دے
پھر اسکے بعد اُسکو اختیار ہی چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ مین ہی - اور چھینکنے والے کے پاس جو شخص حاضر
ہی اُسکو چاہیے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس مین مکرر چھینکے تو جواب دے پھر اگر اُسنے
تین بار سے زیادہ چھینکا تو چھینکنے والا ہر بار الحمد للہ کہے گا اور جو اُسکے پاس ہی وہ اگر ہر بار اُسکا جواب دے
تو اچھا ہی اور اگر نہ دے تو بھی اچھا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر ایک شخص
نے کئی بار چھینکا اور مرد حاضر نے اُسکو ہر بار جواب دیا تو خیر اور اگر تاخیر کردی پھر آخر مین جواب دیا تو ایک ہی
جواب کافی ہو جائے گا یہ تاتارخانیہ مین ہی - اگر خارج نماز کسی شخص نے چھینکا تو اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالے
کی حمد یون کرے کہ الحمد للہ رب العالمین یا یون کہے الحمد للہ علی کل حال - اسکے سوا ے اور کچھ نہ کہے
اور جو شخص حاضر ہو اُسکو جواب دینا چاہیے اس طرح کہ یرحمک اللہ - پھر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لی ہی - اور

ف۱ قال المترجم حدیث صحیح مین ہی کہ ایک مرد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین چھینکا اور الحمد للہ کہا پس آپ نے جواب دیا پھر دوسری
پھر اُسنے چھینکا تو آپ نے فرمایا کہ تجھے زکام ہی یعنے جواب ندیا اور شاید یہ حکم خاص زکام کی صورت مین ہو ۱۲ ف۲ یعنے جواب سب مین بجا لائے ۱۲

یا یوں کہے۔ یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اُسکے سواے اور کچھ نہ کہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت نے چھینکا پس اگر بڈھی ہو تو اُسکو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل میں اُسکا جواب دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی مرد نے چھینکا تو عورت اُسکو جواب دیگی پھر اگر یہ عورت بڈھی ہو تو مرد اُسکو جواب دیدے اور اگر جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے یہ ذخیرہ میں ہے۔ جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سواے اُسکے محرم مردوں کے کوئی اُسکو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب میں ہے۔ اگر اذان کی حالت میں کسی نے چھینکا تو حمد کرے اور حاضر آدمی اُسکو جواب دیگا اور قاضی عبد الجبار معتزلی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر نماز پڑھنے والے نے چھینکا اور کسی نے اُسکا جواب دیا کہ یرحمک اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لے ولک تو جواب ہو جاے گا اور اُسکی نماز فاسد ہو جائے گی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے

آٹھواں باب۔ آدمی کا جسکو دیکھنا اور چھونا حلال ہے اور جسکا حلال نہیں ہے اُسکے بیان میں جاننا چاہیے کہ نظر کے مسائل چار قسم ہیں اوّل مرد کا مرد کو دیکھنا دوّم عورت کا عورت کو دیکھنا سوّم عورت کا مرد کو دیکھنا چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہیں کہ مرد کو مرد کی طرف نظر کرنا سواے اُسکے مقام ستر کے سب جگہ جائز ہے کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اُسکے ناف سے لیکر آخر گھٹنے تک ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ناف سے نیچے بال جمنے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہے پھر واضح ہو کہ انکی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہے اور بہ نسبت شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہے پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اُسکو نرمی کے ساتھ منع کرے اور اگر وہ باصرار جھگڑے پر آمادہ ہووے تو اُس کے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکو نہ مارے۔ اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو حکم کرے کہ اسکو چھپاوے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اُسکو ادب کے واسطے مارے یہ کافی میں ہے۔ ابانہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے کہ حمامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے یہ تاتارخانیہ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہر امر اد ستر سے سواے شرمگاہ کے ہے پس سواے شرمگاہ کے باقی ران و گھٹنا علما کے نزدیک مختلف فیہ ہے چنانچہ مذہب مشہور امام مالک و حمیدی وغیرہ سے ران ستر نہیں ہے اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جسکی امام ترمذی نے تحسین کی ہے ران مقام ستر میں سے ہے پس امام اعظم رح نے بسبب مختلف فیہ ہونیکے بضرورت اسکو جائز رکھا ہے واللہ تعالے اعلم اور مرد کا جسقدر جسم دوسرے مرد کو دیکھنا مباح ہے اُسکا چھونا بھی مباح ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اسمیں ڈر نہیں ہے کہ حمام والا کسی مرد کے پشم کے بال نورہ لگاکر اپنے ہاتھ سے صاف کردے بشرطیکہ اپنی آنکھیں بند کیے رہے۔ مگر فقیہ ابو اللیث رح نے

له جو بات فقط ضرورت کے وقت ہو بغیر ضرورت کے نہیں ہے۔ اور نورہ لگاکر پشم کے بال صاف کرنے میں اپنے ہاتھ سے صاف کرنا چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اور قسم ثانی کو ہم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جہاں

قول پر فافہم ۱۲ منہ

اپنا نام و النذیر ا

کھیلنا بھی مکروہ ہے ۱۲ ظ انسان ہے لیکن یہ قسم خاص کر مردوں کے بیان میں ہے ۱۲ عہ یعنے مقام پیشاب و پیخانہ ۱۲

جہاں مرد کو مرد دیکھ سکتا ہے وہیں عورت کو عورت دیکھ سکتی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہے یہ کافی میں ہے اور کسی عورت کو یہ جائز نہیں ہے کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور نیک پارسا عورت کو نہ چاہیے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اُسکا حال و وصف مردوں سے بیان کریگی پس نہ اپنی اوڑھنی و خمار اُسکے پاس نہ رکھے[۱] اور مومنہ عورت کو یہ حلال نہیں ہے کہ مشرکہ باندی یا کتابیہ عورت کے سامنے کپڑے اُتار دے لیکن اگر یہ عورت اُسی کی باندی ہو تو یہ حکم نہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور قسم سوم کا بیان یہ ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہے جیسے مرد کا مرد کو دیکھنا کہ اُسکے تمام بدن کو سوائے ناف سے لیکر گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عورت مذکورہ یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر میں نے مرد اجنبی کے بعض بدن کو جو مرد کو دیکھنا جائز ہے دیکھا تو میرے دل میں شہوت جوش نہ کریگی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت جوش کریگی یا اسمیں شک ہو یعنے دونوں باتوں کا کہ جوش کریگی یا نہ کریگی گمان برابر ہو تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کرلے ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر فرمایا ہے پس امام محمدؒ نے یہ استحسان ایسی صورت میں ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہے اور جس صورت میں مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیجتنب بجہدہ یعنے واجب ہے کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ دیکھنا حرام ہے اور صحیح یہ ہے کہ حکم دونوں صورتوں میں یہی ہے اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھووے بشرطیکہ کوئی اُن میں سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہو اگرچہ دونوں اپنی ذات پر شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہوں۔ اور باندی کے حق میں روا ہے کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو سوائے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اسقدر بدن جسکا دیکھنا جائز ہے اُسکو چھو سکتی ہے بشرطیکہ دونوں شہوت جوش کرنے سے بے خوف ہوں۔ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ لوگوں میں بدوں کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ باندی اپنے مولاۃ کے شوہر کے پاؤں دابتی ہے اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ چھونا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ قسم چہارم کا بیان یوں ہے کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہے اوّل یہ کہ مرد اپنی جورو یا باندی کو دیکھے دوم مرد ایسی عورتوں کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اُسپر حرام ہیں جنکو محرمات کہتے ہیں۔ سوم مرد کسی اجنبی آزاد عورت کو دیکھے چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے پس مرد کا اپنی عورت یا باندی کو سر سے پیر تک دیکھنا حلال ہے خواہ شہوت سے ہو یا بلا شہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہے لیکن اولے یہ ہے کہ ان دونوں مرد و عورت میں سے کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ۔ اور باندی سے اس مقام پر وہ باندی مراد ہے جس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور اگر ایسی باندی ہو جسکے ساتھ وطی حلال نہیں ہے مثلاً مجوسیہ یا مشرکہ باندی اسکی ملک ہے یا اُسکی ماں بہن رضاعی ہو یا اُسکی جورو کی ماں یا بیٹی ہو تو اس مرد کو اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا حلال نہیں ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولے یہ ہے کہ جماع کے وقت اپنی جورو کی فرج دیکھے تاکہ لذت پوری ہو

[۱] یعنے خواہ عورت اجنبی مرد کو یا مرد اجنبی عورت کو دیکھے صحیح یہ ہے کہ حرام ہے ایسی صورت میں ۱۲ منہ [۲] یعنے اپنے تئیں بچا سکے ۱۲

حاصل ہو یہ تبیین میں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہے اور عورت اُسکے آلہ تناسل کو مس کرتی ہے تاکہ اُسکا آلہ تناسل کھڑا ہو جاوے پس آیا آپ کے نزدیک اسمین کوئی برائی ہے فرمایا کہ نہین اور مجھے امید ہے کہ اُسکو ثواب ملیگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جورو کو جماع کے واسطے ننگا کر سکتا ہے اور مجد الائمہ ترجانی و رکن الصباغی اور حافظ سائلی نے فرمایا کہ بیت مین اگر دونون ننگے ہو جاوین تو کچھ ڈر نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر مرد و اُسکی عورت دونون لیٹے ہون وطی نکرتے ہون تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہے کہ اُنکے محارم پکار کر اُنکے پاس جاوین مگر بلا اجازت کوئی نہ جاوے اور یہی خادم کا حکم ہے جب کہ مرد و عورت خلوت مین ہون یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت مین ہو یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو کوٹھری مین لے گیا اور کواڑ بند کر لیے کہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس باندی سے وطی کرنا چاہتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو سے اسکی سوت کے سامنے یا اپنی باندی کے سامنے وطی کی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور اسی وجہ سے اہل بخارا نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہے یہ ملتقط مین ہے۔ کسی مرد کا اپنی محرمات ابدی کو دیکھنا سو اسکا بیان اس طرح ہے کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے ہر مقام زینت ظاہرہ باطنہ کو دیکھ سکتا ہے اور مواضع زینت یہ ہین۔ سر۔ بال۔ گردن۔ سینہ۔ کان۔ بازو۔ ہاتھ۔ ہتھیلی۔ پنڈلی۔ پاؤن۔ چہرہ۔ پس سر کی زینت تاج و اکلیل سے ہوتی ہے۔ اور بال کی زینت عقاص سے۔ اور گردن مین قلادہ ہوتا ہے اور سینہ بھی ایسا ہی ہے۔ اور قلادہ حمائل ہے کہ کبھی سینہ تک پہونچتی ہے۔ کان گوشوارہ کے واسطے ہے۔ اور بازو مقام دملوج ہے۔ اور ہاتھ مقام کنگن ہے۔ اور ہتھیلی مقام انگوٹھی و منہدی وغیرہ سے رنگین کرنے کا ہے اور پنڈلی مین خلخال ہوتی ہے اور قدم مین رنگ منہدی ہوتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور کچھ ڈر نہین ہے کہ آدمی اپنی ماں و بالغہ بیٹی و بہن و ہر ایسی عورت کے جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہے جیسے نانی و دادی و پر نانی و پر دادی وغیرہ علے ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد وغیرہ اور پھوپھیان و خالاؤن کے بالون کو دیکھے یا سینہ و گیسوؤن و پستان و بازو و ہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگون کی پیٹھ و پیٹ کو اور جس قدر بدن ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہے وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہے جو عورت بسبب رضاعت کے یا بسبب دامادی قرابت کے اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے باپ یا سگے دادا پر دادا وغیرہ کی جورو و بیٹے یا سگے پوتے و پر پوتے وغیرہ کی جورو و جیسے اُس عورت کی بیٹی جس سے اُس نے

۱ مترجم کہتا ہے مجھکو اس روایت کی صحت معلوم نہوئی واللہ اعلم ۱۲ منہ ۲ خادم غلام یا باندی ۱۲ منہ ۳ وغیرہ سے یہ مراد کہ چاہے اسی طرح کتنا ہی رشتہ نیچا دور ہوتا جاوے ۱۲ منہ ۴ یعنے بیت کی کوئی مقدار نہ مقرر کی ۱۲ منہ ۵ جیسے ماں۔ بہن نانی۔ دادی وغیرہ ۱۲ منہ ۶ یعنے جو جگہ بدن کی زینت کے واسطے ہوتی ہے ۱۲ منہ ۷ بطور سربند کے جو اسے مرتفع کرتی ہین ۱۲ ۸ یعنے ایک قسم کا زیور ہے گردن مین ڈالتی ہین وہ کبھی سینہ تک پہونچتا ہے ۱۲

نکاح کرکے وطی کرلی ہو اور اگر اُس عورت سے وطی نہ کی ہو تو اُسکی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت کے ہے یعنے جو
حکم اجنبی عورت کی صورت میں مذکور ہوا ہے وہی اُسکا حکم ہے۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنے دامادی کی وجہ سے
جو عورتیں دائمی حرام ہو جاتی ہیں بسبب زنا کے ہو تو ہمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ
زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہو اُسمیں دیکھنا وچھونا مباح نہیں ہوتا ہے یعنے جس عورت سے زنا کیا اُسکی
ماں کو مثلاً دیکھنا وچھونا مثل مذکورہ بالا کے جائز نہیں ہے اور شمس الائمہ سرخسی رح نے فرمایا کہ اس سے
بھی دیکھنا وچھونا مباح ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اقول وفیہ خلاف الشافعی وغیرہ واحد بنا علی ما رواہ البخاری فی جامعہ الصحیح ولیس
ہذا مقام نقلان شئت فلتراجعہا اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہے اُسی صورت میں ہے کہ جب
اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بیخوف ہو اور اگر اسکو اپنی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو مباح
نہیں ہے اور یہی حال چھونے کا ہے کہ چھونا جبھی مباح ہے کہ جب اپنے اوپر اور اُس عورت پر جو محرمات ابدیہ
میں سے ہے شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اُس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہے شہوت کا
خوف ہو تو اُسکو اس عورت کا چھونا مباح نہیں ہے۔ اور یہ حلال نہیں ہے کہ کسی محرمات ابدیہ کے پیٹ کو یا
پیٹھ کو یا پہلو کو دیکھے اور نہ ان چیزوں میں سے کسی کا چھونا حلال ہے یہ محیط میں ہے۔ اور بیٹے کو روا ہے
کہ اپنی ماں کی خدمت کی غرض سے اپنی ماں کا پیٹ ملے یا پیٹھ دباوے بشرطیکہ کپڑے کے اوپر سے ہو یہ قنیہ
میں ہے شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے شیخ امام ابو بکر سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد پنڈلیوں تک
پاؤں دباوے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ران کو دباوے تو مکروہ ہے مگر کپڑے کے باہر سے چھو سکتا ہے
اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پاؤں داب سکتا ہے اور والدین کی ران نہیں داب سکتا ہے اور
فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دباوے اور اُسکو چھووے خواہ کپڑے کے
اوپر سے ہو یا نہو یہ غرائب میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہے کہ ایسی عورت کے ساتھ جو ہمیشہ
ہمیشہ کے واسطے حرام ہے سفر کرے اور اُسکی خلوت میں بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے بے خوف
ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے اُسکے ساتھ سفر کیا یا خلوت میں بیٹھا تو مجھکو شہوت ہوگی یا اُسکو شہوت
ہوگی پس اگر اُسکا غالب گمان یہ ہو یا شک ہو تو اُسے ایسا کرنا مباح نہیں ہے اور اگر سفر میں
مرد کو ضرورت پیش آئی کہ محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت کو اُٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اُتارے تو کچھ
ڈر نہیں ہے کہ کپڑے کے اوپر سے اُسکا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اُتارے اور اگر اُسکو اپنی ذات پر یا اُسکی
ذات پر شہوت کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ اس سے پرہیز کرے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ اگر اُس عورت
سے خود سوار ہو جانا یا اُتر آنا ممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اُس سے یہ بات ممکن نہو تو
یہ مرد اس امر میں بہت تکلف کرے یعنے بہت سے کپڑے کے اوپر سے اُسکو پکڑے تاکہ اُسکے بدن کی حرارت

اُسکو نہ پہونچے اور اگر یہ ممکن نہو تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنے اُس کے ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضاے شہوت ہوتی ہی ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور غیر شخص کی باندی کی طرف نظر کرنے مین وہی حکم ہی جو محرمات کی طرف نظر کرنے مین ہی اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا حلال نہین ہی جیسا کہ محرمات کے حق مین ہی۔ اور محمد بن مقاتل رازی یون فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہین ہی اور اسکے سواے تمام بدن کی طرف نظر کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور جو باندی کہ مدبرہ ہی یا مکاتبہ ہی یا ام ولد ہی وہ مثل باندی کے ہی اور جو باندی مستسعاۃ ہی یعنے سعایت کر رہی ہی کہ مقدار معلوم یعنے مثلاً تہائی مال کما کر دیدے تو آزاد ہو جاوے وہ مثل مکاتبہ کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی یہ کافی مین ہی اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہی اُسکا چھونا بھی حلال ہی بشرطیکہ اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہووے یہ محیط مین ہی اور ہمارے بعضے مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو سوار کرنے و اُتارنے مین پکڑنا و دبوچنا روا نہین ہی مگر اصح یہ ہی کہ اگر اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہو تو ہمین کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین غیر کی باندی کے ساتھ سفر کرنے اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے ہمین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ حلال نہین ہی اور اسی طرف حاکم شہید رحمہ اللہ نے میل کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور بعضون نے فرمایا کہ حلال ہی اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سواے اُسکے پیٹ و پیٹھ کے جہان جہان دیکھنا حلال ہی اُسکو چھو سکتا ہی اگرچہ شہوتناک ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاج و ہدایہ مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنیکا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکی پنڈلیان و سینہ و دونون ہاتھ پورے چھووے اور کھلے ہوے اعضا کی طرف دیکھے یہ کافی مین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ان اعضا کا دیکھنا بسبب ضرورت کے مباح ہی اگرچہ اُسکو شہوت ہو جاوے مگر چھونا درصورتیکہ اُسکو شہوت ہو جانے کا خوف ہو مباح نہین ہی یا اُسکا غالب گمان یہ ہو کہ مجھے شہوت ہوگی تو بھی مباح نہین ہی کیونکہ چھونا ایک نوع کا استمتاع ہی اور درحالیکہ خرید کا قصد نہ رکھتا ہو تو چھونا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہی کہ شہوت سے مامون ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بالغہ باندی ایک ازار مین فروخت کے واسطے نہ پیش کیجاوے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہی جو اُس کے ناف سے گھٹنے تک ڈھانکتا ہو یہ اسوجہ سے ہی کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہی پس اُسکے پیٹ و پیٹھ کا کھولنا جائز نہین ہی۔ اور جو باندی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو یعنے اُسپر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغہ باندی کے ہی کہ ایک ازار مین پیش نہ کیجائیگی یہ امام محمد رح سے مروی ہی بدین وجہ کہ اشتہا موجود ہی یہ تبیین مین ہی اور اجنبی عورتون کیطرف نظر کرنے کے واسطے ہم کہتے ہین کہ اجنبی عورتون کے ظاہری مواضع زینت کیطرف نظر مباح ہی اور جو جگہ ظاہری زینت کی ہی وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیکھنے والے کے دل مین غالب گمان یہ ہو کہ

مجھے شہوت ہو جائیگی تو اُسکا دیکھنا بھی حرام ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اجنبی عورت کے چہرے کا دیکھنا اگر شہوت سے
نہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور حسنؒ نے امام اعظم رہ سے روایت کی ہے کہ اجنبیہ کا
قدم دیکھنا بھی مباح ہے اور دوسری روایت میں امام اعظم رہ سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے قدم کی طرف نظر کرنا جائز
نہیں ہے۔ جامع البرامکہ میں امام ابو یوسف رہ سے مروی ہے کہ اجنبیہ کے ہاتھوں کا دیکھنا دھونے اور پکانے کیوقت
جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اُسکے دونوں اگلے دانتوں کا دیکھنا بھی مباح ہے اور یہ مسائل اُس صورت میں ہے کہ
یہ دیکھنا بہ نظر شہوت نہووے یہ محیط میں ہے۔ اسی طرح اگر شہوت ہو جانے میں شک ہو تو بھی نظر مباح ہے
کذا فی الکافی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی کیطرف نظر مباح ہے بشرطیکہ
شہوت سے نہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے سے مجھے شہوت ہوگی یا گمان غالب ہو کہ شہوت ہو جائیگی تو
بکوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں ہے اُسکا بدن سے جدا ہو جانے
کے بعد بھی اصح قول کے موافق دیکھنا جائز نہیں ہے جیسے سر کے بال اور قدم کے کاٹے ہوئے ناخن
اور پشم کے بال یہ زاہدی میں ہے۔ اور اجنبیہ کے چہرہ و ہتھیلی کا چھونا حلال نہیں ہے اگرچہ شہوت
سے مامون ہو اور یہ اُس صورت میں ہے کہ عورت اجنبیہ جوان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت ایسی نہو
کہ اُسکی طرف خواہش و شہوت ہو تو اُسکے ساتھ مصافحہ کرنے اور اُسکا ہاتھ چھونے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے
اسی طرح اگر مرد بڈھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اُس عورت اجنبیہ کیطرف سے شہوت سے بیخوف ہو تو اجنبیہ سے مصافحہ
کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اپنی ذات پر یا اُسکی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہو تو اس سے
اجتناب کرے پھر واضح ہو کہ امام محمد رہ نے درصورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڈھی ہو اور یہ
شرط نہیں فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہیں ہے اور درصورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا کہ جب
دونوں بڈھے ہوں کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہو تو باہم مصافحہ کرنے
میں کچھ ڈر نہیں ہے پس فتوی کے وقت تامل کے ساتھ فتوے دینا چاہیے یہ محیط میں ہے۔ اور بڈھی اجنبیہ عورت
سے کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اگر کپڑے اُسکے ایسے ہوں کہ اُن سے کپڑوں
کے نیچے کا حال کھل جاوے تو جائز نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے ہوں تو کچھ
ڈر نہیں ہے کہ اُسکے کینڈے کیطرف نگاہ کرے کیونکہ اُسکی نظر کپڑوں پر پڑیگی نہ جسم پر پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ
کوٹھری میں ہے اور مرد اجنبی نے دیواروں پر نظر ڈالی۔ یہ بوقت ہے کہ اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے ایسے چسپیدہ نہوں
کہ بدن کا حال صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہوں کہ جنسے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو اور اگر
کپڑے ایسے ہوں تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ لباس بدین معنی کہ اُس کے بدن کیواسطے ستر نہیں ہے ایسا ہے

ف کذا فی النسخۃ والصحیح عندی نظر مباح نہیں ہے فانظر المقدمۃ ۱۲ م ۵۲ یعنے ناگاہ سوائے عمداً نہ دیکھے ۱۲
ف ران ایسی ہے اور ہاتھ ایسے ہیں اور سینہ ایسا موٹا یا دبلا ہو ۱۲ منہ

کہ جیسے اُسکے اوپر جال پڑا ہی۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہونچ گئی ہو اور اگر نابالغہ ہو کہ اُسکے مثل عورت سے خواہش جماع نہیں ہوتی ہی تو اُسکے دیکھنے و چھونے میں کچھ ڈر نہیں ہی کیونکہ اُسکے بدن کو حکم عورت حاصل نہیں ہی اور نہ اُسکے دیکھنے و چھونے میں خوف فتنہ ہی۔ پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہو جاتا ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اجنبیہ عورت خواہ کافرہ ہو یا مسلمہ ہو دونوں یکسان ہیں اور ایک روایت میں یہ ہی کہ کافرہ کے بال دیکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہی یہ غیاثیہ میں ہی اور قاضی نے اگر کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اُسپر گواہی دینی چاہی تو ان دونوں کو اُسکا منھ دیکھنا جائز ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہو جائیگی مگر یہ چاہیے کہ اس سے ادائے شہادت کا یا اُسپر حکم دینے کا قصد ہو بقصد نہو کہ شہوت رانی کے واسطے اُسکو دیکھ لیں اور کسی اجنبی کی گواہی اُٹھانے میں یعنے اُسکے گواہ ہو جاویں اُس کے چہرہ کا دیکھنا درصورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہی جیسا کہ گواہی ادا کرنے کے وقت مباح ہی مگر اصح یہ ہی کہ مباح نہیں ہی یہ سراج الوہاج میں ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو اُسکو دیکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوگی یہ تبیین میں ہی۔ اور جو لڑکا کہ حد شہوت تک پہونچ گیا ہو وہ مثل بالغ کے ہی یہ غیاثیہ میں ہی۔ لڑکا اگر مردوں کی حد تک پہونچ گیا تو اُسکا حکم مثل مردوں کے ہی اور اگر صبیح ہو تو اُسکا حکم مثل عورتوں کے ہی وہ سر سے قدم تک عورت ہی شہوت سے اُسکی طرف دیکھنا حلال نہیں ہی۔ اور بدون شہوت کے دیکھنا اور اُسکے ساتھ خلوت میں بیٹھنا روا ہی اسی وجہ سے اُسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہیں دیا جاتا ہی کذا فی الملتقط۔ لیکن نماز کے حق میں مثل مردوں کے ہی یہ غیاثیہ میں ہی۔ اور فرج کی طرف دیکھنا ختنہ کنندہ اور قابلہ و طبیب کو وقت معالجہ کے جائز ہی مگر جہاں تک طبیب سے ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ میں ہی۔ اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج کا دیکھنا جائز ہی ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر کسی مرد پر دُبلاپن بہت ہوا اور طبیب نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دبلاپن زائل ہو جائیگا تو کچھ ڈر نہیں ہی کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کیواسطے کھولدے اور یہ صحیح ہی کہ اسواسطے کہ بہت دُبلاپن ایک قسم کا مرض ہی کہ انجام کار منجر بہ دق و سل ہو جاتا ہی۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح کتاب الصوم میں ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہی اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہو مگر اُسکا نفع ظاہر ہو مثلاً حقنہ سے اُسکو جماع کی تقویت حاصل ہو جاوے تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہی اور اگر دُبلاپن ہو پس اگر ایسا دُبلاپن ہو جس سے خوف تلف ہو تو حلال ہے ورنہ حلال نہیں ہی یہ ذخیرہ میں ہی امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ ماں و بہن و بیٹی کے پاس جبتک اجازت طلب نہ کر لیوے تب تک نہ جاوے۔ اور اپنی جورو کے پاس بدون اجازت لینے کے چلا جاوے فقط سلام کرے یہ تاتارخانیہ میں

ف۱ فرج سے مراد مقعد ہی کیونکہ حقنہ عورت کی پیشاب گاہ و مرد کے سوراخ میں خلاف اصطلاح اطبا بلکہ ممکن نہیں ہی ۱۲

ف۲ ڈاڑھی مونچھ والا ہو گیا ۱۲ ف۳ مثلاً عورتوں کی صف سے اگلی صف میں ہوگا ۱۲ منہ

ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ ہوگیا جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہین ہی تو یہ حلال نہین کہ اُس جگہ کو دیکھے مگر کسی عورت کو سکھلادے کہ وہ علاج کرے اور اگر کوئی ایسی نہ ملے جو اُسکا علاج کرے یا ایسی عورت نہ ملے جو تبلانے سے علاج کرنا سمجھ جاوے اور عورت مریضہ کے حق مین بلاء یا ورد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت مذکورہ اس جگہ کے سواے سب جگہ چھپاوے پھر مرد اُسکا علاج کرے اور سواے اس جگہ کے جہان قرحہ ہی باقی سب سے جہان تک ہوسکے چشم پوشی کرے اور اس حکم مین محرمات ابدیہ و غیر محرمات ابدیہ مین کچھ فرق نہین ہی اسواسطے کہ جو جگہ عورت کی تھی یعنے اُسکا چھپانا واجب ہی اُسکی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال نہین ہوجاتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاۃ حرہ سے قرابت محرمیت نہین ہی اُسکا اپنی مولاۃ مذکورہ کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہی کہ اسکے چہرہ و ہتھیلیون کو دیکھ سکتا ہی اور جہان مرد اجنبی آزاد عورت اجنبیہ کو نہین دیکھ سکتا ہی وہان نہ دیکھے خواہ یہ غلام خصی ہو یا فحل ہو بشرطیکہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہو اور وہ مجبوب جس کا پانی خشک ہوگیا ہو سو ہمارے بعض مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے عورتون کے ساتھ اُسکا خلط ملط ہونا جائز رکھا ہی اور اصح یہ ہی کہ اجازت نہ دیجائیگی بلکہ منع کیا جائے گا ۔ اور غلام اپنی مولاۃ کے پاس بلا اجازت لینے کے بالاجماع جا سکتا ہی اور سیر بھی اجماع ہی کہ غلام کے ساتھ اسکی مولاۃ سفر نہ کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو غلام خصی ہین وہ جب تک حد بلوغ تک نہ پہونچے ہون تب تک عورتون کے پاس چلے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور حد بلوغ کی مدت پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہی اسواسطے کہ خصی کو احتلام نہین ہو سکتا ہی۔ اور ایک خصی ہو یا زیادہ ہون سب کا حکم یکسان ہی کہ سب جا سکتے ہین یہ کبرے مین ہی حسن بن علی مرغینانی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ یا حائضہ پر لازم ہی کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو دیکھے فرمایا کہ نہین اور یہی شیخ رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے بعد اس کی ہڈیان کیطرف مثل جمجمہ کے دیکھنا جائز ہی فرمایا کہ نہین دیکھنا جائز ہی۔ یہ تاتارخانیہ مین تتمیہ سے منقول ہی۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے لواطت کرنا حرام ہی۔ اگر کسی کی جورو کا وہ پردہ جو اُسکی فرج اور مقعد کے درمیان ہی پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا جائز نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہی کہ آلہ تناسل فقط سوراخ فرج مین جائے گا سوراخ مقعد مین کبھی نہ پڑے گا تو جائز ہی اور اگر شک ہو تو وطی نہین کر سکتا ہی کذا فی الغرائب

ف قولہ حائضہ طلاق بنظر تفہیم عام ہی ۱۲ ف واضح ہو کہ مراد یہ ہی کہ عورت مر کر بوسیدہ ہو گئی اور گوشت اتر جانے کے بعد ہڈیان صاف ہو گئین تو اسکا دیکھنا محتمل ہی شاید یہ مراد ہو کہ فوراً بعد موت کے واللہ تعالی اعلم ۱۲ ف آزاد عورت مالک غلام ۱۲ ف قبل جماع کے ۱۲ ف جسکو استحاضہ کا مرض ہو ۱۲

نوان باب۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہی اور جنکا مکروہ نہین۔ سیاہ رنگ کا پہننا اور عمامہ کا چھور پشت پر آدھی پیٹھ تک دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا مندوب ہی یہ کنز مین ہی۔ اور مشایخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا چاہین تو چاہیے کہ عمامہ کے پیچون کو جس طرح باندھتا تھا اسی طرح کھول لے اور ایکبارگی زمین پر نہ ڈالدے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور ٹوپی پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور تحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے یہ ذخیرہ کبری مین ہی۔ جاننا چاہیے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک حریر کا پہننا جسکا بانا و تانا دونون ریشم ہوتا ہی مردون کو ہر حال مین حرام ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت مین مکروہ نہین ہی۔ شرح قاضی امام اسبیجابی مین لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک مردون کو حریر پہننا لڑائی کی حالت مین جبھی مکروہ نہین ہی کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لائق نہو تو یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو بلا خلاف اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور عامہ مشایخ کا یہی قول ہی اور شیخ الاسلام نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردون کو اُسکا پہننا مکروہ ہی اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہین مکروہ ہی اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہی۔ اور حالت حرب کا یہ حکم ہی کہ جسکا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی کیونکہ جب غیر حالت جنگ مین اسکا پہننا مباح ہی تو حالت جنگ مین ایسی چیز کا پہننا باوجود ضرورت گنجایش کے بدرجہ اولی مباح ہوگا اور جس کا بانا ریشم اور تانا غیر حریر ہو تو بالاجماع حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی یہ محیط مین ہی مردون کو دیبا کا پہننا مکروہ ہی اور اُسکے تکیہ بنانے اور اُسپر سونے مین ڈر نہین ہی اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رہ کا قول مثل قول امام محمد کے ہی اسکو صدر الشہید رہ نے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رہ سے مروی ہی کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا[1] کراہت کے حق مین ایسا نہین ہی جیسا ان دونون کا پہننا ہی پس اگر اس قول سے کہ دونون پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہین ہی یہ مراد ہی کہ بالکل کراہت[2] نہین ہی تو دیبا پر بیٹھنے مین امام محمد رہ سے دو روایتین ہوگئین کیونکہ ظاہر مذہب انکا یہ ہی کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہی اور اگر قول مذکور سے ثبات کراہت مراد ہی تو مسئلہ مین دو روایتین نہونگی بلکہ دونون باتین یعنے بیٹھنا لیٹنا دونون مکروہ ہونگی لیکن پہننا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور لڑائی مین حریر و دیبا پہننے مین ڈر نہین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور یہی اصح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ عیون مین ہی کہ مردون کو خز پہننے مین امام اعظم رہ کچھ باک نہین جانتے تھے اگرچہ اُسکا تانا ابریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جن کپڑون مین ریشم زیادہ ہوتا ہی جیسے خز وغیرہ تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور جس کپڑے مین ظاہرا

---

[1] بیٹھنا یعنے پہننا سخت مکروہ ہی ۱۲ [2] قولہ اس لیے کہ کراہت متعلق مثل ہی اور اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بالکل کراہت نہو کیونکہ سالبہ بلا وجود موضوع کے صادق ہوتا ہی دوم یہ کہ کراہت اسقدر نہین ہی پس اگر اول ہو تو دو روایتین ہوگئین اور دوم پر روایت واحدہ ہی ۱۲

ریشم ہو وہ مکروہ ہی اسی طرح جسکا ایک خط خز اور ایک خط ریشم ہو اور وہ ظاہر ہو تو اس مین خیر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی - اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مردون کے حق مین خز پہننے مین کچھ باک نہین سمجھتے تھے اگرچہ اُسکا تانا حریر ہو مگر یہ بندۂ ضعیف کہتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین خز اسی حیوان آبی کے بالون سے جسکو عربی مین خز و تصاعہ اور ترکی مین قندز کہتے ہین بنایا جاتا تھا اور اس زمانے مین ریشم عفن سے تیار ہوتا ہی پس مثل قز کے مکروہ ہونا واجب ہی یہ ملتقط مین ہی - امام محمدؒ سے مروی ہی کہ خز مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ شہرت کی نیت نہو ورنہ اسمین خیر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور جس چیز کا پہننا مردون کو مکروہ ہی وہ غلمان[1] یعنے غلامون و لڑکون کو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ نص مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے مذکرون پر بدون قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہی پس گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اُنکو پہنایا کیونکہ ہم لوگ اُنکی حفاظت کے واسطے مامور ہین یہ تمرتاشی مین ہی - ریشم کا لحاف نہین جائز ہی کیونکہ یہ ایسطرح کی پوشش ہی اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی چادر ڈالی جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کہ یہ پہننا نہین ہی اسی طرح ریشمی کلہ[2] مردون کے واسطے مباح ہی کیونکہ وہ مثل بیت کے ہی یہ قنیہ مین ہی اور اسبیجابی مین ہی کہ حریر کا غلاف تکیہ بنانے مین ڈر نہین ہی کذا فی التمرتاشی اور فتاوی عصیر فتاوے ابوالفضل کرمانی مین ہی کہ مردون کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہی کہ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا ہی نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہی یہ فتاوی شرح مختار مین ہی ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اپنے کندھون پر ڈالے ہی تو یہ جائز ہی بشرطیکہ اپنے ہاتھ اُسکے آستینون مین نہ ڈالے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مشائخ کے درمیان اس امر مین گفتگو ہی یہ قنیہ مین ہی - عامۂ علماء نے فرمایا کہ عورتون کو حریر خالص پہننا حلال ہی یہ محیط مین ہی اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا ملفوف بحریر ہو وہ عامہ فقہاء کے نزدیک حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور بشر رحؒ نے امام ابو یوسف رحؒ سے روایت کی ہی کہ کپڑے مین ریشمی کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ چار انگل یا اس سے کم ہو اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انگل سے چار انگل ہی جو ہمارے بالشت کے برابر ہی تو بقدر روا ہی اور نجم الائمہ بخاری رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ رخصت مین چار انگل اس طرح مجیز ہین کہ نہ بالکل مضموم ہون اور نہ بالکل منشور ہون اور ظہیر الدین تمرتاشی نے فرمایا کہ چار انگل جیسے ہین اپنی ہیئیات پر معتبر ہین اہل سلف کے انگل مین ضرور ہین اور فتاوی ابوالفضل کرمانی مین چار انگل منشورہ لکھے ہین اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے احتراز کرنا ادب ہی - فتاوے ابوالفضل کرمانی مین لکھا ہی کہ اگر عمامہ مین کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کر کے دیکھا جائے گا کہ کس قدر ہی اور

[1] غلمان جمع غلام اگر بمعنے طفل و کودک لیا جاوے تو گونہ تکرار ہی اور بعدم تطابق دلیل آن بندہ بجمیع اجزائہ و اگر بمعنے غلام یعنی مملوک لیا جاوے تو کوئی خرابی نہ ہوگی کیونکہ جمع اُنکی بھی غلمان آتی ہی ۱۲ منہ [2] مچھڑون وغیرہ کے بچاؤ کے واسطے پلنگ کے گرد مثل کوٹھری کے بنا لیتے ہین ۱۲ منہ [3] یعنے جواز کا حکم اتفاقی نہین ہی ۱۲

شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ متفرق کام مین جمع کرنے مین وکرنے مین اختلاف ہے اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام مین ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع نہ کیا جاوے لیکن اگر یون ہو کہ کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی ہو جبکہ سب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے جیسا کہ بقالی کے جمع التفاریق مین مذکور ہے۔ اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ مین طرہ ہوتا ہے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع کر کے اُسکا اندازہ نکیا جائیگا یہ قنیہ مین ہے۔ اگر ایسی پیٹی ہو جسکے دونون کنارے جو آپس مین ملائے جاتے ہین چاندی کے ہون تو اُسکے استعمال مین ڈر نہین ہے اور منطقہ مفضضہ کو بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہے۔ اور اگر وسط منطقہ[12] مین جائے ذہبیا ہو تو بعض نے فرمایا کہ اس کے استعمال مین ڈر نہین ہے بشرطیکہ چار انگل عرض نہو اور بعض نے فرمایا کہ مردون کو اُسکا استعمال کرنا جائز نہین ہے یہ غرائب مین ہے۔ مردون کو حریر کی ٹوپی اور سونا چاندی پہلنا مکروہ ہے اور جب کپڑے پر ریشم کشیدہ یا کچھ سونا و چاندی سیا ہو بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہے اور ٹوپی کے کنارے مین یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہین اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے مین ہو تو یہی حکم ہے اسی طرح اگر جبہ پر ایسا کام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ فتاوی آہو مین ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر ریشم سے کنٹھے مین چکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اسکا پہننا کیسا ہے تو فرمایا کہ چاہیے کہ مکروہ نہو کیونکہ وہ مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کو برف مین چلنا پڑتا ہے اور اُسکو ہمیشہ برف کیطرف نظر کرنا بینائی کو مضر ہوتی ہے تو کچھ ڈر نہین ہے کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے خمار سیاہ ڈالے۔ مین کہتا ہون کہ چشم رمد[51] مین بدرجہ اولے یہ جائز ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور ایسا جبہ جس مین خز بھرا ہو اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے سیر کبیر مین ہے کہ اگر مرد کی ازار دیبا کی یا سونے کے تارون کی ہو تو غیر حالت جنگ مین بھی اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین کذا فی الذخیرہ قال المترجم[52] ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ فلو کان کذلک لم توخذ بہذہ الروایۃ والمترجم کالمتحیر بجملہ جداً۔ بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مرد کیواسطے حریر کے تکیہ مین کچھ ڈر نہین ہے اور صدر الشہید رح نے ایمان الواقعات مین ذکر کیا کہ صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور صدر الشہید رح کے حاشیہ شرح جامع صغیر مین اُن کے خط سے مرقوم ہے کہ تکیہ حریر مین ہمارے اصحاب مین اختلاف ہے کذا فی المحیط ریشم کا بنایا ہوا تکیہ مکروہ ہے اور یہی صحیح ہے اسیطرح ریشمی ٹوپی کا اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو اور ریشمی ہمیانی کا جو لٹکائی جاتی ہے یہی حکم ہے کذا فی القنیہ ریشمی تکیہ مین اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مکروہ ہے اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہے اگرچہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود

[51] قولہ چشم رمد یعنے جس آنکھ مین رمد ہو اور رمد ورم ہوتا ہے آنکھ کی سپیدی مین یہ اطبا کی اصطلاح ہے پس یہ حکم صورت ورم مین ہوگا اور شاید یہی عام پیر خی چشم مراد ہو واللہ اعلم ۱۲ [52] یون ہی نسخہ مین موجود ہے اصہ یہ اعتبار کے قابل روایت نہین بلکہ مخالف ہے ورنہ کاتب کی غلطی ہے ۱۲

اصل ہی کذا فی التمرتاشی اور جامع الفتاوے مین محمد بن سلمہ رح سے روایت ہی کہ جس نے ریشمی تکہ کے ساتھ نماز پڑھی تو نماز جائز ہی۔ مگروہ شخص گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے قز کو قبا کے اندر بھرا تو ڈر نہین ہی کیونکہ وہ تابع ہوگیا اور اگر قبا کا استر یا ابرہ قز کا بنایا تو مکروہ ہی کیونکہ ابرہ و استر دونوں مقصود ہوتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ شرح قدوری مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ قز کا کپڑا جو قز اور ابرے کے درمیان ہوتا ہی مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ٹوپی کا ریشمی استر مکروہ ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ عورتون کے واسطے سونے کے تارون کا کار چوبی بنا ہوا کپڑا پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی مگر مردون کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہی اس سے زیادہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی مردون کے واسطے کسم۔ زعفران۔ ورس کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی۔ مجموع النوازل مین ہی کہ دریافت کیا گیا کہ دنیا مین زینت و تجمل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اسوقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہے[ل] چار ہزار درم کی چادر اوڑھے ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے اور آپ کے اصحاب مین سے ایک شخص ایک روز چادر خز اوڑھے ہوئے داخل ہوئے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اپنی نعمت کا اثر اسکے بدن پر دیکھے اور امام ابو حنیفہ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی صوف و بالون کا پہننا انبیا علیہم السلام کی سنت ہی کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہی اور پہلے پہل اسکو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام نے پہنا ہی۔ اور حدیث[ع] مین ہی کہ اپنے دلون کو لباس صوف پہنکر روشن کرو کہ یہ دنیا مین ذلت ہی اور آخرت مین نور ہی اور لوگون کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب مین ہی۔ اچھے کپڑے پہننا مباح ہی بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایسے کپڑے پہنکر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ سراجیہ مین ہی۔ کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑون کا سیاہ و اکھبے[ع] رنگنا جائز نہین ہی اور صدر[ھ] الحسام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منزل میت مین کالے کپڑے کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ امام سرخسی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ عام اوقات مین دھلے ہوئے کپڑے پہننا چاہیے اور بعض اوقات مین اللہ تعالی کی نعمت ظاہر کرنیکے واسطے حسن لباس پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اسمین محتاج مسلمانون کو ایذا ہوتی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اسیطرح اگر ایک جبہ سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہیے کہ دو تین جبہ لادکر ظاہر کرے کیونکہ اسمین محتاجون کے حق مین ایذا دہی ہی پس اس لباس سے بہ سبب ایذاے غیر کے ممانعت ہی یہ محیط مین ہی۔ ادھر تاربلا خلاف مکروہ ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور مرد کو ایسا پائجامہ جو پشت پا تک لٹکتا ہو مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی اور بعض مشائخ سے

ل گاہ گاہے ترجمہ قولہ ربما علی مذہب بعض المحققین اور یہ اختیار اس وجہ سے کہ ایک مرتبہ ایسی روایت ہی ۱۲ منہ ع یہ حدیث موضوع ہی اور اس بارہ مین کچھ ثابت نہین ہی۔ اکھب بھبک میلا سیاہی مائل ۱۲ ع تابع نہین ہوتے ہین ۱۲ منہ ھ یعنی صدر الشریعۃ شیخ حسام الدین رح ۱۲

روایت ہے کہ مرقع اور موٹا کپڑا پہننا سنت اسلام میں سے ہے پائجامہ پہننا سنت ہے اور یہ لباس مرد و عورت
کے واسطے بہت پردہ پوش ہے یہ غرائب میں ہے۔ عورت کو اپنے گھر میں سر کھولنا روا ہے پس بدرجہ اولی یہ روا
ہے کہ اپنے محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑھے جس سے اُسکے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قنیہ میں ہے۔ لباس میں
کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہے۔ اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہے ازار کو چاہیے کہ ٹخنوں سے اونچی
رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے
رہیں تاکہ اُن کے قدموں کے پیٹھ ڈھکی رہے اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ
تکبر نہو تو اُسمیں تنزیہی کراہت ہے یہ غرائب میں ہے اقول فیہ نظر فافہم۔ سوائے نماز کے غیر وقت میں سدل میں مشائخ
نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بدون قمیص کے مکروہ ہے اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہیں ہے اور بعض
نے فرمایا کہ مکروہ ہے جیسا کہ نماز میں مکروہ ہے اور صحیح قول شیخ ابو جعفر کا ہے کہ مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے میں ڈر نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح
کے بدن شریف پر سنجاب تھا اور ضحاک رح کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ غیاثیہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح
سے مروی ہے کہ سب درندوں کی اور انکے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی و ذبح کی ہوئی کی ٹوپیں
بنانے میں ڈر نہیں ہے اور فرمایا کہ دباغت کرنا ہی اُسکی ذکوۃ ہے یہ محیط میں ہے۔ چیتے و تمام درندہ جانوروں کی کھال
سے دباغت کرنے کے بعد مصلی یا زین کا مسیرہ بنانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر وضو کے واسطے یا ناک کی
میل کے واسطے کوئی کپڑا بنالے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر کوئی کپڑا پسینا پوچھنے کیواسطے
اپنے ساتھ رکھے تو مکروہ ہے کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور حاصل
یہ ہے کہ اگر کسی نے ان میں سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے ازراہ ضرورت و احتیاج کی تو مکروہ نہیں ہے یہ
کافی میں ہے ہشام نے اپنی نوادر میں فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رح کے پاؤں میں دو نعلین دیکھیں جنمیں چوگرد
لوہے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں تو میں نے پوچھا کہ آیا آپ اس نئی بات سے باک کرتے ہیں فرمایا کہ نہیں تو میں نے
اُن سے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونوں اسکو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ راہبوں کے ساتھ مشابہت ہے تو امام ابو یوسف
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی پاپوش پہنتے تھے جنمیں بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی راہبوں کا
لباس ہے پس امام ابو یوسف رح نے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جن باتوں میں بندوں کے واسطے بہتری ہے
انمیں صورت کی مشابہت کچھ مضر نہیں ہے اور پاپوش میں ایسی مضبوطی کرنے میں بہتری ہے کہ بعض زمین ایسی ہوتی
ہے کہ اُسکی مسافت بعیدہ بدون ایسی مضبوطی کے طے نہیں ہوسکتی ہے یہ متفرقات محیط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس

---

۱ اس بدعت سے خلاف طریقہ مراد ہے ورنہ امور دنیاوی میں بدعت کا اطلاق داخل و ہید بدعت شرعی نہیں ہے واللہ اعلم
لقولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ہذا الیس منہ فہو رد فتامل فیہ ۱۲ ۲ مشابہت اسمیں اشارت ہے کہ مشابہت مکروہ وہ ہے کہ جو طریقہ سنت
ہیں نہو اور اسکی وجہ سے آدمی ایسا مشتبہ ہوجاوے کہ گویا اسی قوم فاجرین سے ہے خواہ بالکلیہ تشبہ ہو یا بعض علامات میں ہو حتے کہ اگر اس سے کچھ علامت
پائی نہ جاوے تو کراہت ہوگی جیسے کہ گوشت اگرچہ ترکی و نصیح ہو مگر ہندوستان میں کرانیوں سے تشبہ ہو کر مکروہ ہوگیا فافہم ۱۲

ایک صندلی ہو جسکے قدم کی جگہ ایک مچھلی چاندی کے تارون کی بنی ہوئی ہو اور یہ تار ایسے ہین کہ علیحدہ کر لیے جا سکتے ہین تو عورت مذکور کو اُسکا استعمال کرنا جائز ہو اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مکروہ ہو اور شرح طحاوی مین ہو کہ مکاعب مین چاندی کا لانا ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے مکروہ ہو اور امام اعظم وامام محمد رح کے نزدیک مکروہ نہین ہو کذا فی القنیہ۔ اگر کسی شخص کی کوٹھری مین دیبا کا فرش بچھا ہوا اور دروازہ پر دیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سبب تجمل کی غرض سے ہو وہ شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہو اسکو امام محمد رح نے صریح بیان فرمایا ہو اسواسطے کہ دیبا سے انتفاع حرام ہو اور فرش دیبا سے انتفاع یون ہو کہ اُسپر بیٹھے یا اُسپر سووے یہ کبرے مین ہو۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہو اور ابو القاسم صفار سے مروی ہو کہ سرخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ ہامان کا تھا اور سیاہ موزہ علمار کا ہو اور مین نے بہت بڑے فقیہون کی فقہاے بلخ سے ملاقات کی مگر مین نے کسی کے پاس سرخ یا سپید موزہ نہ دیکھا اور نہ مین نے کسی کو سُنا کہ اُسنے کبھی اپنے پاس رکھا ہو اور روایت کیا گیا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ موزہ رکھا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپنے لیکر پہنے تھے یہ قنیہ مین ہو

دسوان باب۔ سونے و چاندی کے استعمال کے بیان مین۔ عورتون ولڑکون ومردون کو سونے وچاندی کے برتن مین کھانا و پینا و اُس سے تیل ڈالنا و خوشبو لگانا مکروہ ہو کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ اُسنے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر و بدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اُسنے برتن کے اندر ہاتھ ڈالکر اُسمین سے تیل نکالکر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہین ہو اسیطرح اگر چاندی وسونے کے پیالے مین سے کھانا نکالکر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہین ہو یہ محیط مین ہو اگر چاندی کی کپّی سے تیل اپنے سر پر ڈالا تو مکروہ ہو اسیطرح اگر اُس سے اپنی ہتھیلی پر ڈالا پھر اپنے سر پر یا داڑھی مین ملا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہین ہو کیونکہ غالیہ جب ہتھیلی مین ہوتا ہو اُس سے سر پر نہین لگایا جاتا ہو۔ اور چاندی وسونے کے چمچے سے کھانا مکروہ ہو اور چاندی وسونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہو و چاندی و سونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہو اسی طرح اگر چاندی وسونے کا آفتابہ ہو اُس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہو اسی طرح چاندی و سونے کے مجمر مین خوشبودار وغیرہ چیز جلاکر دھونی لینا مکروہ ہو لیکن فقط تجمل کے واسطے ہو تو ایسا نہین ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ اسی طرح سونے و چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ دانی بنانا بھی مکروہ ہو اسیطرح سونے وچاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہونچے مکروہ ہو۔ یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور سونے و چاندی کے طشت مین وضو کرنا مکروہ ہو۔ یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ سونے وچاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہو اس حکم مین مرد و عورت یکسان ہین۔ اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اُسمین دیکھنا اور سونے و چاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہو اور سونے وچاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہو اور اسمین مرد و عورت یکسان ہین یہ سراجیہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص کے گھر مین سونے کے کٹورے تجمل کے واسطے ہون اُس سے

وہ شخص پانی نہ پیتا ہو تو ڈر نہیں ہے اسکو صحیح امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہے اور
ان ظروف سے انتفاع پینے کے کام میں لانا ہے یہ کبری میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز
ہاتھ ڈال کر نکال کر استعمال کیجاوے اسمیں ڈر نہیں ہے اور جو چیز برتن سے ریختہ کیجاوے جیسے اشنان و روغن و
غالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور ظرف مذہب یا مفضض سے کھانے و پینے میں ڈر نہیں
ہے بشرطیکہ اپنا منھ سونے و چاندی پر نہ رکھے اور اسیطرح ظروف وکرسیوں و سریرین سے جو مضبب ہو اسکا بھی
یہی حکم ہے بشرطیکہ نشست اسکی سونے و چاندی پر نہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے و چاندی کا ہو تو بھی یہی
حکم ہے اسیطرح مجمر و لگام و زین و سفر و رکاب کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ سونے و چاندی پر نشست نہو اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ شیخین
کے ساتھ ہیں اور بعض نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح کے ساتھ ہیں کذافی التمرتاشی اور زاہدی میں ہے کہ صحیح امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کا قول ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور جن کپڑوں پر سونے و چاندی سے لکھا گیا ہو انکا پہننا مکروہ نہیں ہے
اسیطرح ہر مموہ کا استعمال یعنی سونے و چاندی سے تمویہ ہو مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر وہ چیز گلائی جاوے تو اسمیں سے کچھ
نہ نکلیگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جس کپڑے میں سونے و چاندی سے لکھا ہو وہ مرد کو پہننا
نہ چاہیے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور اگر چھری کے پھل میں یا تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہاں چاندی ہے گرفت کی ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مطلقاً
مکروہ ہے اور وہ ملمع کہ اگر جدا کریں تو کچھ نہ نکلے اسکے استعمال میں بالاجماع کچھ ڈر نہیں ہے یہ کافی میں ہے سیر میں لکھا
ہے کہ تلوار کو سونے سے محلی نکرنا چاہیے اگرچہ لڑائی و جہاد میں ہو اسواسطے کہ لڑائی میں حلیہ سے کچھ نفع نہیں ہوتا
ہے حلیہ فقط زینت کیواسطے ہوتا ہے مؤلف عفا اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق میں ہے تو تلوار کی حمائل کے
حق میں بدرجہ اولے یہی حکم ہے یہ تمرتاشی میں ہے تلوار اور اسکی حمائل و پیٹی کو چاندی سے محلی کرنے میں کچھ ڈر نہیں
ہے سونے سے محلی کرنا نہیں جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اگر کوئی چھری پوری مفضض ہو اور سونے یا چاندی
سے منڈھی ہوئی ہو تو اس سے انتفاع مکروہ ہے لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایک طرف ہو کہ اسکا ہاتھ
سونے یا چاندی پر نہ پڑے تو ایسا نہیں ہے کذافی محیط السرخسی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب چاندی
کی صورت میں دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ہے اور تہذیب میں لکھا ہے کہ قلم تراش و مہند و
مقراض و مقلمہ و دوات و آئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہیں ہے اور چاندی سے محلی کرنے میں دو صورتیں ہیں
اور لڑائی کے واسطے جو چھری ہو اسکا محلی کرنا مباح ہے اور مکتوبات میں چاندی ہونا مکروہ ہے یہ امام ابو یوسف سے
مروی ہے اور امام اعظم و امام محمد رح کا قول اسکے برخلاف ہے یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور سونے و چاندی کی گل میخیں بنانے

ع۱ شکستہ کا حلقہ یا نیز دبا ہوا ۱۲ ع۲ قال المترجم عفا اللہ عنہ یہ علت تو چاندی میں بھی جاری ہے اور شاید فرق کا منشا یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی مطلقاً ممنوع ہے بخلاف چاندی کے فافہم ۱۲ منہ ع۳ یعنی استعمال کرتا ہو ۱۲ ع۴ سونے یا چاندی کی تہ کچی کار ہی کیا ہو ۱۲ ع۵ یعنے سونا و چاندی کچھ نہ نکلیگا ۱۲

مین کچھ ڈر نہین ہے اور اسکا دروازہ مکروہ ہے۔ اور جس ہاتھ کی چھنگلیا مین سونے کی انگوٹھی ہو اس سے پانی پینے مین کچھ ڈر نہین ہے۔ اور کھانے و پینے و تیل لگانے مین سونے و چاندی کے استعمال کرنے یا سونے و چاندی پر بیٹھنے مین سوائے زیور کے سب باتون مین عورتین و مرد یکسان ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ واضح ہو کہ جو برتن اس طرح مضبب ہو کہ اسکی ٹونٹی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا پتر دار چوڑا حلقہ ہو اس سے پانی پینے وغیرہ مین ہمارے بعض مشائخ نے اس طرح تفصیل کی ہے کہ پیالے کا ضباب اگر اسواسطے ہو کہ اسکی وجہ سے پیالہ کا تقوم رہے واسطے زینت کے نہو تو موضع ضباب پر منہہ رکھنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر زینت کیواسطے ضباب ہے یا لم ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہو تو ضباب پر منہہ رکھنا مکروہ ہے اور اس قائل نے ایک مسئلہ سے استدلال کیا ہے جسکو امام محمدرہ نے سیر کی باب الانفال مین ذکر فرمایا ہے جسکی صورت یہ ہے کہ سردار لشکر نے غازیون سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پاوے وہ اُسی کا ہے پس ایک شخص کو ایک پیالہ سونے یا چاندی سے مضبب ہاتھ لگا یا قدح مضبب ہاتھ لگا پس اگر اُسکا ضباب زینت پیالہ کے واسطے ہو اسواسطے نہو کہ پیالہ کا تقوم ہے تو یہ ضباب اُس شخص کا ہوگا جسنے اُسکو پایا ہے اور اگر یہ ضباب اسواسطے ہو کہ پیالہ کا تقوم رہے چنانچہ اگر یہ ضباب الگ کر دیا جاوے تو پیالہ باقی نہین رہتا ہے تو ضباب اُس شخص کو نہ ملیگا جسنے پایا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ لڑائی مین سونے و چاندی کے خود یا جوشن پہننے مین ڈر نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ہتھیارون پر سونے و چاندی کا ملمع کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے عقیق و بلور و شیشہ و زبرجد و راگکے ظروف مین کچھ ڈر نہین ہے۔ کذا فے خزانۃ المفتین اور یاقوت کے برتنون کے استعمال مین بالاجماع مضائقہ نہین ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ سونے و چاندی سے ملمع کیے ہوے برتنون کے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور نابالغ کو موتی پہنانے مین ڈر نہین ہے اور یہی حکم بالغ کا ہے اور بچہ کو اگر مذکر ہو تو خلخال و کڑے پہنانا مکروہ ہے۔ یہ سراجیہ مین ہے اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہے کہ جب ایسی صفت پر بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہین اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طور پر ہو تو مکروہ ہے یعنی اُسمین دو نگینہ ہون یہ سراج الوہاج مین ہے اور چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہے جب مردون کے انگوٹھیون کے طرز پر بنی ہو اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طرز پر ہو مثلاً اُسمین دو یا تین نگینہ ہون تو مرد کو اسکا استعمال مکروہ ہے۔ یہ خلاصہ مین ہے۔ اور سوائے چاندی کے دوسری چیز کی انگوٹھی پہننا مرد کو مکروہ ہے یہ ینابیع مین ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی پہننا صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہے یہ وجیز کردری مین ہے جخندی مین ہے کہ لوہے پیتل تانبے۔ رانگے کی انگوٹھی پہننا مرد و عورت دونون کو مکروہ ہے۔ اور عقیق کی انگوٹھی پہننے مین مشائخ کا اختلاف ہے اور ذخیرہ مین لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہین ہے اور قاضی خان مین لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور یشب کے مانند چیزونکی انگوٹھی پہننے مین مثل عقیق کے کچھ ڈر نہین ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے۔ اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ہڈی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے یہ غرائب مین ہے۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہننے مین بشرطیکہ اُسپر

چاندی لپیٹی گئی ہو یا ملمع کی گئی ہو حتی کہ لوہا نظر نہ آوے کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے اور انگوٹھی مین فقط حلقہ معتبر ہے کیونکہ انگوٹھی کا قوام اُسی سے ہے اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یہ سراج الوہاج مین ہے اور دانت کے چھید کو سونے کی گل میخون سے بند کرنے مین ڈر نہین ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہے کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہیے اسپر زیادہ نہ کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ پورا مثقال بھی نہونے پاوے اور یہی اثر مین وارد ہے[۱] یہ محیط مین ہے۔ اور چاندی کی انگوٹھی پہننا اُسی شخص کو مسنون ہے جسکو مُہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے سلطان وقاضی وغیرہ اور جسکو مہر کرنے کی حاجت نہو اُسکو ترک کرنا افضل ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے ذکر فرمایا کہ بعضے لوگون نے سوا صاحب حکومت کے غیر شخص کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ جانا ہے مگر عامۂ علماء نے جائز فرمایا ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہیے کہ اُسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھے اور پشت کیطرف نہ رکھے بخلاف عورتون کے کہ عورتین اوپر رکھین گی اس لیے کہ عورتین زینت کے واسطے پہنتی ہین اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ انگوٹھی کو بائین چھنگلیا مین پہنے دائین چھنگلیا اور باقی اُنگلیون مین نہ پہنے اسواسطے کہ دائین چھنگلیا مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے حالانکہ دائین و بائین دونون مین پہننا جائز ہونا ثابت ہوا ہے اور دونون طرح پہننا اثر مین وارد ہے یہ ذخیرہ مین ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع صغیر مین فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمد رح کی یہ مراد ہے کہ جب دانت ہلنے لگین اور اُنکے گر جانے کا خوف ہو اور اُس شخص نے چاہا کہ مین انکو باندھون تو چاہیے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور خود امام محمد رح نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہے۔ اور جامع صغیر مین امام ابو یوسف کا قول ذکر نہین کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور اُسکو گر جانے کا خوف ہو پس اُسنے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہے۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ دانت و ناک مین فرق ہے پس دانت کے حق مین فرمایا کہ سونے سے باندھنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ناک کے حق مین اسکو مکروہ جانا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے کہ اپنا اُکھڑا ہوا دانت پھر اپنے منھ مین جاکر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اُسنے اس طرح اپنے منھ مین لگایا تو مکروہ ہے کذا فی السراج الوہاج بشر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح نے دوسری مجلس مین فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے اسکو دریافت کیا تو امام اعظم رح نے اُسکے دوہرانے واعادہ کرنے مین فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے کسی شخص کی اُنگلیون

[۱] یعنی حدیث یا قول و فعل صحابی یا تابعی رضی اللہ عنہم ۱۲ منہ

کی پورین کاٹ ڈالی گئین تو اُسکو روا ہے کہ سونے و چاندی کی پورین بنا کر لگاوے بخلاف اسکے اگر ہاتھ
یا پوری اُنگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہین کر سکتا ہے یہ تمرتاشی مین ہے۔

گیارھوان باب۔ کھانا کھانے مین کراہت و اُسکے متصلات کے بیان مین۔ کھانے کے چند مراتب ہین ایک فرض ہے کہ جس سے مر نہ جاوے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہانتک کہ مر گیا تو عاصی ہوا دوم جسپر ثواب ملتا ہے یعنے مقدار فرض سے اسقدر زیادہ کھاوے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اُسپر آسان ہو جاوے سوم مباح ہے یعنے اُس سے بھی زیادہ کھاوے اور اسکی انتہا سیری تک ہے اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جاوے اور اسمین نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے اور آخرت مین اسقدر کا حساب آسان ہے بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہے وہ یہ ہے کہ سیری سے بھی زیادہ کھا جاوے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روز کے روزہ مین تقویت رہے یا مہمان کو کھانے مین شرم نہو تو سیری سے زیادہ کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور ریاضت کے واسطے کھانے مین ایسی کمی کرنا کہ آخر کار اداے فرائض سے عاجز ہو جاوے جائز نہین ہے۔ ہان نفس کو اسقدر بھوکا رکھنا کہ اداے عبادت سے عاجز نہو جاوے مباح ہے اور اسمین نفس کے واسطے ریاضت بھی ہے اور اسمین طعام کی خواہش و گوارائی بھی ہو جاتی ہے بخلاف صورت اول کے کہ اُسمین نفس کا ہلاک کرنا ہے اسی طرح جو نوجوان جوش شہوت سے خوفناک ہے اُسکو مضایقہ نہین کہ اپنے تئین کھانے سے روکے تاکہ بھوک سے اُسکی شہوت ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اس طرح ہو کہ اداے عبادت سے عاجز نہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح[1] کے واسطے بقدر حاجت کے یا حاجت سے زیادہ کھایا تو کچھ ڈر نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے حاجت سے زیادہ اسواسطے کھایا کہ قے کرے تو حسن رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے اور کہا کہ مین نے انس[2] بن مالک رض کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھر قے کر دیتے تھے اور یہ اُنکو نافع ہوتا تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور سالنون مین جسکے ساتھ روٹی کھائی جاوے کثرت کرنا اسراف مین سے ہے لیکن اگر حاجت ہو تو روا ہے مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا پکوائے تاکہ ہر ایک مین سے تھوڑا تھوڑا کھا لے تاکہ مجموعہ اسقدر ہو جاوے کہ طاقت پر قادر ہو یا اُس نے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگون کو گروہ گروہ بلاوے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا پڑ جاوے تو اسمین کچھ ڈر نہین ہے۔ یہ خلاصہ مین ہے چند طرح کا طعام پکوانا دسترخوان پر حاجت سے زائد روٹیان رکھنا اسراف ہے لیکن اگر یہ قصد ہو کہ ضیافت کے واسطے لوگون کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بلاتا جاوے یہانتک کہ کھانا پورا ہو جاوے تو کچھ

---

[1] اصلاح وہ معتبر ہے جو کار خیر کی نیت سے موافق شرع ہو مانند قوت عبادت و تعلیم و جہاد وغیرہ حتی کہ اہل و عیال کے لیے کمانا وغیرہ بر خلاف اسکے جو پہلو تہی کرتا ہے کہ وہ تحریمی مکروہ بلکہ شدید ہے ۱۲ منہ

[2] قال المترجم یونہی نسخے مین موجود ہے اور ظاہر احسن رح سے مراد حسن بن زیاد نہین ہین کیونکہ انھون نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو نہین دیکھا پس مراد حسن بصری رحمہ اللہ تعالے تابعی مشہور ہین واللہ تعالے اعلم ۱۲ منہ

ڈر نہیں ہے کیونکہ اسمیں فائدہ ہے اور یہ بھی اسراف میں سے ہے کہ روٹی بیچ بیچ میں سے کھالے اور کنارے
چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولی ہوئی کھالے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اسمیں ایک طرح کا تجبر ہے
لیکن اگر دوسرا شخص اسکو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے چنانچہ اگر روٹیوں میں سے کوئی روٹی چھانٹ کر کھائی
کوئی نہ کھائی تو جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اسکا ترک کر دینا اسراف میں سے
ہے بلکہ چاہیے کہ اسکو پہلے اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور روٹی کی تعظیم میں سے
ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے یہ اختیار شرح مختار
میں ہے۔ اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں
یہ ادب ہے کہ پہلے جوان لوگ شروع کریں پھر بڈھے لوگ ہاتھ دھوویں اور بعد کھانے کے اس کے برعکس
چاہیے کذا فی الظہیریہ اور نجم الائمہ بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونوں
ہاتھوں کی انگلیاں دھو ڈالیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہو گی اسواسطے کہ طریقہ سنت یوں
مذکور ہے کہ دونوں ہاتھ دھووے اور ہاتھ کا اطلاق پہونچے تک ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور کھانے سے پہلے ہاتھ
دھو کر انکو رومال سے نہ پوچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے کے ہاتھ
دھو کر پوچھ ڈالے تاکہ طعام کا اثر بالکلیہ زائل ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور تتمہ میں ہے کہ میرے والد
رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سنت ہے تو فرمایا کہ نہیں یہ
تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر چوکر سے کسی نے ہاتھ دھوئے یا سر دھویا یا اسکو جلایا پس اگر اسمیں کچھ لگاؤ آٹے کا
نہیں رہا تھا بلکہ فقط چوکر چوپاؤں کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور
نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آٹے یا ستو سے ہاتھ دھونا کیسا ہے
جیسا اشنان[1] سے ہاتھ دھوتے ہیں تو امام محمدؒ نے مجھے خبر دی کہ امام ابوحنیفہؒ اس میں کچھ باک نہیں
جانتے تھے اور ایسے ہی امام ابویوسفؒ بھی اور یہی میرا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جنب[2] کو خواہ مرد ہو یا عورت
دونوں ہاتھ دھونے و کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہے مگر حائض[3] کے واسطے مکروہ نہیں ہے اور
ہر صورت میں منہ کا پاک رکھنا مستحب ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور چاہیے کہ پانی برتن سے
اپنے ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعض مشائخ سے منقول ہے کہ فرمایا
کہ یہ مثل وضو کے ہے اور یہ لوگ وضو میں کسی غیر سے استعانت نہیں لیتے ہیں یہ محیط میں ہے اور سنت طعام یہ ہے کہ
اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور اگر اول میں بسم اللہ بھول جاوے تو یوں
کہے بسم اللہ علے اولہ و آخرہ یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ آواز بلند سے کہے
تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں انکو بھی تلقین ہو جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ

[1] ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے ۱۲ [2] جسپر غسل واجب ہے ۱۲ [3] جس عورت کو حیض آیا ہو ۱۲

کہکر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے (چاہے جیسا ہو یعنے حلال ہو یا مشتبہ ہو یا حرام ہو یہ قنیہ مین ہے) اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہیے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہو گئے ہون تو خیر یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت سے ہے یہ خلاصہ مین ہے اور کھانا کم کھاوے یہ غرائب مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ فضل بن غانم کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیا مکروہ ہے فرمایا کہ نہین لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اف کے ہو تو مکروہ ہے اور نفخ[عه] کی ممانعت کے یہی معنی ہین۔ اور جلتا ہوا کھانا نہ کھاوے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز یا پینے کی چیز مین نہ پھونکے۔ اور یہ بھی سنت سے ہے کہ کھانا شروع کرنے مین درمیان مین سے کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور سنت ہے کہ رومال[سه] سے پونچھنے سے پہلے انگلیون کو خوب چاٹ لے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور پیالہ کا چاٹنا سنت ہے یہ خلاصہ مین ہے اور جو طعام خوان سے گرے اسکو کھا لینا سنت ہے یہ محیط مین ہے۔ اور تکیہ لگا کر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہو اور ظہیریہ مین لکھا ہے کہ یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور تکیہ لگا کر کھانا پینا یا بایان ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگا کر مکروہ ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے۔ سر راہ کھانا مکروہ ہے اور سر کھلے ہوے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ بھوک سے جب مخمصہ کی حالت پہونچ جاوے تو مردار چیز مین سے اسقدر کھا لینا کہ جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے روا ہے کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف مین گفتگو کی ہے یعنے وہ حالت مخمصہ جس مین مردار حلال ہو جاتی ہے وہ کب ہوتی ہے سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہونچ جاوے کہ اُسکو جان جاتی رہنے کا خوف ہو اور ابن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب ایسی حالت ہو کہ اگر بازار مین داخل کیا جاوے تو کسی مال و اسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سوائے اس مردار کے۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب فرائض ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے اور بعض نے فرمایا کہ تین دن بعد اور صحیح یہ ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مقرر نہین ہے اسواسطے کہ لوگون[عه] کے طبائع مختلف ہوتے ہین۔ اور مشائخ رح نے مردار کھانے کی کیفیت مین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسکا کھانا حرام ہے مگر مضطر سے اُسکا گناہ دور کر دیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہے مضطر[سه] کو اُسکا ترک کرنا روا نہین ہے یہ غرائب مین ہے اگر بھوک سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف کرے اور اُسکے رفیق کے پاس کھانا ہو تو روضہ مین مذکور ہے کہ ضمانت شرط کرے اس سے اسقدر طعام کو بھوک دفع ہونے کے لیے کافی ہو خلاصہ مین ہے۔ اور جو شخص مخمصہ مین پھنسا اور اسکے پاس رفیق کا طعام ہے مگر اُس نے اُس سے اکراہاً یہ قیمت نہ لیا بلکہ صبر کیا یہان تک کہ بھوک سے مر گیا تو ثواب پاویگا ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہو حالانکہ اُسکے رفیق کے پاس پانی ہے تو اسکو جائز ہے

سه اس ملک کی عادت کے موافق کہ لوگ کھانا کھا کر رومال سے ہاتھ مل ڈالتے تھے ورنہ دھونے سے پہلے ایسا کرے ۱۲ منہ عه یعنی حدیث مین جو نفخ یعنے پھونکنا منع ہے اسکے اتنے معنے عه کوئی شخص دوہی دن مین مر جاتا ہے کوئی بہت دیر مین ۱۲ سه یہانتک کہ اگر نہ کھاوے اور جان ہی دیدے تو ثواب ہوگا مگر یہ قول نہین صحیح ہے ۱۲

کہ رفیق کے ساتھ بدون ہتھیار کے لڑائی کرکے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی موت
کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑ دے اور اگر بھوک سے مضطر ہوا اور طعام کا مالک اسکو دینے سے
روکتا ہے تو اسکو لے لینا روا ہے مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہان تک کہ مر گیا تو گنجایش ہے۔ یہ خلاصہ مین
ہے۔ اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہوا اور ایک کنوین مین پانی ہے۔ مگر وہان کوئی شخص اسکو پانی لینے
سے منع کرتا ہے تو اس شخص کو جائز ہے کہ منع کرنے والے سے مقاتلہ کرے یہ تہذیب مین ہے۔ اور شیخ ابو نصر رح
سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکو کسی شخص نے اپنی ملک و حیازت مین کر لیا ہے جیسے طعام یا وہ
پانی جو اُسنے اپنے برتن مین بھر لیا ہے یا اپنی ملک مین کر لیا ہے پس اگر وہ شخص مضطر کو نہ دے تو مضطر کو اس سے
سوائے ہتھیارون کے اور طرح لڑائی کرکے لینا جائز ہے اور کنوین وغیرہ کے مانند کسی مقام کے پانی سے
اگر کوئی روکے تو مضطر کو اس سے ہتھیار سے و بدون ہتھیار کے سب طرح مقاتلہ کرنا جائز ہے۔ یہ محیط مین
ہے۔ ایک شخص کو پیاس سے مر جانے کا خوف ہوا اور اُسکے پاس شراب موجود ہے پس اگر اسکو علم ہو کہ
شراب پینے سے پیاس بجھ جائیگی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے
ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مر جانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اُس سے کہا کہ میرا ہاتھ
کاٹ کر کھا لے یا کہا کہ میرے بدن مین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کھا لے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہین ہے اور حکم دہندہ
کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہین ہے جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہین ہے کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کرکے کھاوے
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر مین ہوا اور
بسبب فقر کے اسکی ضرورت ہو تو مفت کھاوے اور جنگل مین ہوا اور بسبب کھانا نہونے کے اسکی ضرورت ہوئی
پس اگر غنی ہو بیٹے اسکو صدقہ حلال نہو تو بقیمت کھاوے یہ خلاصہ مین ہے۔ باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا حلال
نہین ہے۔ الا جبکہ ضرورت ہو اور اگر بیٹا سخی ہو تو بغیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور
اگر حالت مخمصہ مین کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہان تک کہ مر گیا تو گنہگار
ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر بھوکا ہوا اور نہ کھایا باوجودیکہ قادر تھا یہان تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوگا یہ
کبری مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ محتاج جب وقت نکلنے و طلب کرنے
سے عاجز ہوا اُس وقت لوگون پر اسکو کھانا کھلانا فرض ہے اور اس مسئلہ مین تین صورتین ہین ایک
یہ کہ محتاج جب وقت باہر نکلنے سے عاجز ہوا تو ہر شخص پر جو اُس کے حال سے آگاہ ہوا یہ فرض ہے کہ
بشرط قدرت اسکو بقدر کھانا کھلائے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہو جاوے حتے کہ
اگر اُسکے حال سے واقف لوگون مین سے کسی نے اسکو کھانا نہ دیا اور وہ مر گیا تو گناہ سب پر ہوگا اسی طرح

سلہ فرض ہے حتے کہ حدیث مین وارد ہے کہ چالیس گھر دن تک اسکا وبال رہیگا جب کہ وہ رات کو بھوکا
رہگیا ہو اسکو مترجم نے عین الہدایہ مین ترجمہ کیا ہے ۱۲ منہ

اگر اُس شخص کے پاس جو اُس کے حال سے آگاہ ہوا اسقدر نہو کہ اُس محتاج کو کھلاوے ولیکن اُسکو یہ
قدرت ہو کہ نکل کر لوگون کو اُسکے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ خبر گیری کرین تو اُسپر ایسا کرنا فرض
ہوگا پھر اگر لوگون نے خبر گیری نہ کی تو جسقدر لوگ واقف ہوئے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک
سے مرجاوے تو گنہگار ہونگے لیکن اگر ایک نے اُسکے حال کی خبر گیری کر لی تو باقی سب کیطرف سے ساقط ہو جائیگی
دوم یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہو مگر کسب پر قادر نہین ہو تو اُسپر واجب ہو کہ نکلنے اور جو شخص اُسکے حال سے واقف
ہو پس اگر اُسپر محتاج کا کچھ حق وجب ہو تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکو اُسکا حق ادا کر دے اور اگر محتاج مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو
تو اُسپر واجب ہو کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اُسکے حق مین حلال نہین ہو سوم یہ کہ اگر محتاج کمائی سے عاجز ہو مگر
اُسپر قادر ہو کہ نکلکر لوگون کے دروازون پر جاوے تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہو پس اگر اُس نے ایسا نہ کیا اور مر گیا تو اللہ تعا
کے نزدیک گنہگار ہوگا پھر امام محمد رہ نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہو اور اس مین بھی
تین صورتین ہین ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر ہو مگر محتاج
ہو تو اس صورت مین بالاتفاق دینے والا افضل ہو دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونون متبرع ہون چنانچہ
دینے والے کا متبرع ہونا ظاہر ہو اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہو کہ لینے والا کمائی پر قادر نہو تو اس صورت
مین دینے والا افضل ہو سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز ہو تو
اس صورت مین دینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ جب فلان شخص
نے میرے مال مین سے لیا تو اُسکو حلال ہو پھر فلان شخص نے بدون اس بات کے علم کے کہ اُس نے مباح کر دیا
ہو اُسکا کچھ مال لے لیا تو جائز ہو اور ضامن نہوگا۔ یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جسقدر
تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اُسکو حلال ہوگا اور اگر یون کہا کہ سب
جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے اُس سے بری کر دیا تو بری نہوگا۔ اور صدر الشہید رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ صواب یہ ہو کہ بنا بر قول محمد رحمہ اللہ کے بری ہو جاوے گا یہ وجیز کردری مین ہو ایک شخص
نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبتہ فخذ ما شئت یعنے تجھے میرا مال حلال ہو جہان ملے
تو جسقدر چاہے لے لے تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ خاصۃً درم و دینار سے اُسکو حلت ہوگی اور اُسکو یہ اختیار نہوگا
کہ قائل کی زمین سے فواکہ یا اُسکی بکریون کے گلہ مین سے کوئی بکری یا ایسی ہی کوئی چیز لے لے۔ اور اگر کوئی
درخت خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس مین سے جسقدر چاہے کھالے اور جسکو
چاہے ہبہ کر دے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہو اور یہ کہنا مباح کرنا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ تو نے میرے چھوارے کسقدر کھائے ہین اُسنے کہا کہ پانچ حالانکہ اُس نے دس چھوارے کھائے تھے تو جھوٹا
نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہو اُسنے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا ہو تو بھی کاذب نہوگا
یہ خلاصہ مین ہو۔ مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ مین سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جا سکتا ہو اسیطرح اگر مردار بکری کے

تھنون سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جا سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ ریشم کے کیڑون کے نیچے کھانے مین نہین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی۔ اور بھڑون کے نیچے کے کھانے مین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ بزغالہ و برہ[عہ] اگر گدھی کا دودھ پلا کر پالا گیا تو امام محمد رہ نے ذکر کیا کہ اسکا کھانا حلال ہی مگر مکروہ ہی۔ اور اگر کوئی بکری شراب پی گئی اور اسیوقت ذبح کی گئی تو مکروہ نہین ہی۔ اور اگر دیر ہوگئی تو مثل چھٹی ہوئی مرغی کے قید کیجائیگی۔ گوشت کا کیڑا شوربے مین گر پڑا تو شوربا نجس نہوگا مگر کیڑا کھایا نہ جائیگا اور اسیطرح شوربا بھی نہ کھایا جائیگا بشرطیکہ یہ کیڑا اسمین گر کر پھٹ گیا ہو اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی ریٹ یا آنسو شوربے مین گر پڑے تو اس شوربے کا کھانا حلال ہی اور اسی طرح اگر پانی مین گرے اور پانی غالب ہو تو اسکا پینا بھی حلال ہی لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید سمجھ کر پرہیز کرتی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت ہانڈی پکاتی ہی کہ اتنے مین اسکا شوہر ہاتھ مین ایک شراب کا پیالہ لیے آیا اور شراب کو ہانڈی مین ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی مین سرکہ ڈالدیا یہان تک کہ شوربے مین سرکہ کے مانند کھٹائی ہو گئی تو اسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک ہانڈی مین نجاست گر پڑی تو شوربا کھانا روا نہین ہی اور اگر ہانڈی مین اُبال کیوقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا روا نہین ہی اور اگر غلیان کی حالت نہو تو گوشت دھوکر کھانا روا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ امام محمد رہ سے مروی ہی کہ مستعمل پانی سے آٹا گوندھنے مین ڈر نہین ہی یہ حاوی مین ہی بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھکر روٹی پکائی گئی تو آدمی کو اسکا کھانا مکروہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور یہ بات مکروہ ہی کہ آدمی میدہ نکالکر اسکی روٹی خود کھاوے اور چوکر اپنے مملوکون کے کھانے کیواسطے چھوڑدے اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر سختی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کرکے روٹی کھائی جائیگی کیونکہ وہ نجس نہین ہوتی ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی مترجم کہتا ہی کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی سختی سے خشک گوبر مراد ہی تو یہی حکم ہی اور اگر بالکل خشک نہو تو محل تامل ہی فلیتامل اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ مین دیکھا تو اُسکے چھوڑدینے مین معذور ہی پس اُسکا دھونا لازم نہوگا یہ متفرقات قنیہ مین ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک چوہا اپنے منھہ سے روٹی کو کترتا ہی تو اسکا کھانا جائز ہی فرمایا کہ ہان بسبب ضرورت کے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہون کے ساتھ پس گیا تو آٹا نہ کھایا جائیگا اور نہ جانورون کو کھلایا جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسکی ہتھیلی کی کھال مکھی کے پر کے برابر چھل کر طعام مین مختلط ہو گئی تو یہ طعام کھایا جائیگا کیونکہ اسمین عام بلوے و ضرورت ہی اسی طرح اگر آٹا گوندھنے مین پسینا گر پڑا تو قلیل پسینا کھانے سے مانع نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر اونٹ یا بکری کی مینگنی مین جو نکلا تو اسکو دھوکر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر گائے کے گوبر اور گھوڑے کی لید مین نکلا تو نہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جوار دستور و ماش[عہ] و اسکے مثل چیزون کا پیسنا بہ بچہ مین دھونا نہین چاہیئے چیزین چھٹک کر گرتی جاتی ہون مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ گوشت جب بدبودار ہو جاوے تو اسکا کھانا حرام ہی۔ اور گھی و دودھ و روغن زیتون تیل جب بدبودار ہو جاوے تو حرام نہین ہوتا ہی۔ اور طعام جب متغیر ہو کر اوس گیا تو نجس ہو جاتا ہی

عہ بھیڑی بکری کا بچہ ۱۲ عہ یعنے بعد تین روز کے ذبح کیجاوے ۱۲ عہ یعنے مونگ اور یہی حکم نہی ماش کا ہی ۱۲

اور پینے کی چیزین متغیر ہونے سے حرام نہین ہوتی ہین یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہی اُسکا بچہ وہان اگر وقت ذبح کے اُسکے ساتھ متصل ہو تو حلال ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر گرمی کے دنون مین کوئی شخص کسی کے پھلون مین گذرا اور پھل درختون کے نیچے گرے پڑے ہین اور اسنے انکو کھانا چاہا پس اگر شہر مین ہو تو کھانا روا نہین ہی لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ انکے مالک نے صریح مباح کر دیا ہی یا بدلالت عادت مباح کرنا جانتا ہو تو کھا سکتا ہی۔ اور اگر باہر شہر کے باغ مین ہو پس اگر پھل ایسے ہون کہ باقی رہتے ہین جیسے اخروٹ وغیرہ تو بھی نہین کھا سکتا ہی الا اس صورت مین کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہوا اور اگر ایسے پھل ہون کہ باقی نہین رہ سکتے ہین تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صدر الشہید رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی جب تک صریحًا یا عادۃً ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور غیاثیہ مین لکھا ہی کہ مختار یہ ہی کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ پھلون کا مالک کھا لینے پر راضی ہی تب تک نہین کھا سکتا ہی انتہے اور اگر گانون مین ہو پس اگر ایسے پھل ہون جو باقی رہتے ہین تو نہین لے سکتا ہی الا اس صورت مین کہ اجازت سے آگاہ ہوا اور اگر ایسے پھل ہون جو نہین باقی رہ سکتے ہین تو مختار یہ ہی کہ تناول کرنے مین ڈر نہین ہی جب تک ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور اسمین سے کچھ باندھ لانا نہین جائز ہی کذا فی التاتارخانیہ عن جامع الجوامع۔ اور اگر پھل درخت پر لگے ہون تو افضل یہ ہی کہ کسی جگہ سے نہ لے الا با جازت لیکن اگر ایسا موضع ہو جہان پھل بہت ہون یہ معلوم ہو کہ مالکون پر کھا لینا کچھ گران نہ گذرے گا تو کھا سکتا ہی مگر یہ روا نہین کہ باندھ لاوے قال المترجم وہو الصحیح لما ورد فی الحدیث الصحیح۔ اور اگر پت جھاڑ مین درخت کے پتے راہ مین گرے ہون اور کسی شخص نے بدون اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اُٹھائے پس اگر مثل شہتوت وغیرہ کسی ایسے درخت کے پتے ہون جنسے انتفاع حاصل کیا جاتا ہی تو انکو لینا جائز نہین ہی اور اگر لے لیے تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے پتے ہون جو کام مین نہین آتے ہین تو لے سکتا ہی اور اگر اُٹھا لیے تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر دوست کے گھر مین گیا اور دیگچی گرم کر کے کچھ کھایا تو جائز ہی اور اگر اپنے دوست کے باغ انگور مین سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہی کہ مالک باغ کو گران نہ گذرے گا تو کچھ ڈر نہین ہی مگر آدمی کو چاہیے کہ خوب غور کر لے کہ طمع کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہی یہ ملتقط مین ہی۔ دریاے جاری مین سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہی اگرچہ کثیر ہون کیونکہ اگر چھوڑ دیے جاوین تو بگڑ جاوینگے پس اُٹھا لینے کی اجازت بدلالت ثابت ہو گئی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ہیزم جو پانی مین سے نکال لیجاوے اگر وقت نکال لینے کے اُسکی کچھ قیمت نہو تو حلال ہی اور اگر قیمت ہو تو حلال نہین ہی یہ سراجیہ و خلاصہ و محیط سرخسی مین ہی۔ فتاوی مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پھر تیسرا یہان تک کہ دس ہو گئے اور اُنکی قیمت ہو گئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے مقام واحد مین پائے تو انکا حکم مثل لقطہ کے ہی[۱۲ بحر] اور اگر مواضع متفرقہ مین پائے

[۱] مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی کیونکہ حدیث صحیح مسلم سے ثبوت ہوتا ہی ۱۲ منہ [۵] اور یہی اصح داد فق بحدیث صحیح ہی ۱۲

تو اسکو حلال ہین جیسے کہ اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیان مقامات متفرقہ سے جمع کین یہان تک کہ انکی
قیمت ہوگئی تو یہ اسکو حلال ہین اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہی کہ اخروٹ خواہ اسنے
ایک ہی جگہ سے پائے ہون یا مقامات متفرقہ سے پائے ہون بہرحال وہ مثل لقطہ کے اسکو حلال نہین
ہین اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیون کے کیونکہ خرما کی گٹھلیان لوگ پھینک دیتے ہین پس پھینک دینے
کیوجہ سے وہ مباح ہوجاتی ہین اور اخروٹ کو نہین پھینکتے ہین لیکن اگر اخروٹون کو اسنے اخروٹ کے
درخت کے نیچے پایا تو چن لے جیسے بالیان اگر زمین مین باقی رہگئی ہون تو چن لے سکتا ہی یہ حاوی مین ہی
اگر چند لوگون نے ایک بھٹا خریدا پھر آپس مین کہا کہ جو شخص پوست اتار کردانہ ظاہر کرے اسپر واجب ہوگا کہ اسکے
مثل دوسرا بھٹا خرید کر کھاوے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگون نے اسپر لازم کی تھی
دوسرا بھٹا خریدا تو اسکا کھانا مکروہ ہی کیونکہ اسمین تعلیق بالشرط ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی ایک درخت ایک مقبرہ
مین لگا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین مین مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اگا ہو تو مالک زمین اس
درخت کا مستحق ہی جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اسکا کوئی مالک نہو اور اس زمین کو اس محلہ و
گانون کے لوگون نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جس قدر جگہ مین اگا ہی اتنی زمین کا وہی حکم ہوگا جو
قدیم وقت مین تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اگا ہو پس اگر جانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اسی کا ہوگا
مگر اسکو چاہیے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کردے اور یہ اگر درخت خود اگا ہو تو اسکا حکم قاضی کی راے
پر ہی اگر قاضی کی راے مین اسکا قطع کرکے مقبرہ کے مصرف مین لانا مصلحت ہی تو ایسا کرسکتا ہی یہ
فتاوی قاضی خان مین ہی اگر کسی توانگر نے ایسی چیز سے جو فقیر کو صدقہ دیگئی ہی کھایا پس اگر فقیر نے اسکو
کھانا مباح کیا تو اسکا کھانا حلال ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی
ملک مین دیدی تو اسکے کھانے مین ڈر نہین ہی ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن
السبیل اپنے مال تک پہونچ گیا اور ہنوز صدقہ مذکور موجود ہی تو اسکو اس صدقہ سے کھانے مین
کچھ ڈر نہین ہی اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہو گیا حالانکہ صدقہ مذکور موجود
ہی تو اسکو بھی اس صدقہ مین سے کھانے مین ڈر نہین ہی۔ مٹی کھانا مکروہ ہی یہ فتاوی ابو اللیث مین
مذکور ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ اگر اسکو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر
مین نے اسکو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہو جائے گی تو اسکا کھانا مباح نہین ہی اسی طرح
سواے مٹی کے ہر چیز مین بھی یہی حکم ہی اور اگر اسمین سے بہت کم کھاتا ہی یا کبھی کھالیتا ہی تو کچھ ڈر نہین
ہی یہ محیط مین ہی۔ دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ معظمہ سے لاتے ہین جسکو طین حمرہ کہتے ہین اسکے کھانے مین

سلہ یعنے کہا کہ سبکے اسمین سے کھانا حلال ہی قولہ ملک مین دیدے یعنے ہبہ کردے ۱۲ منہ سکہ یعنے ملکیت مین ۱۲ سکہ مسافر محتاج فی المال ۱۲

بھی ویسی کراہت ہے جیسے اس مٹی کے کھانے کے بارے میں حدیث شریف میں وارد ہے فرمایا کہ کراہت سب میں یکسان ہے یہ جواہر الفتاوے میں ہے بعض فقہاء سے دریافت کیا گیا کہ بخاری مٹی یا اُس کے مانند مٹی کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان نہو تب تک کچھ ڈر نہیں ہے اور مٹی کھانے کی کراہت اسوجہ سے نہیں ہے کہ مٹی حرام ہے بلکہ اسوجہ سے ہے کہ بیماری اُبھارتی ہے - اور امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ ابن ابی لیلے خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانیکی وجہ سے واپس کرتے تھے[ل] اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہے فرمایا کہ عاقل کا کام نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کرے تو اُسکو ممانعت کیجا سکتی ہے۔ اگر اس سے اُسکے جمال میں نقصان آتا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور فالودہ اور اقسام اقسام کے کھانے مرغوب کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور طرح طرح کے فواکہ کے ساتھ تفکہ کرنے میں ڈر نہیں ہے مگر ترک کرنا افضل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ کھڑے ہو کر پانی پینے میں ڈر نہیں ہے اور چلتے ہوے پانی نہ پیئے لیکن مسافرون کے واسطے رخصت ہے۔ اور ایکسانس سے اور سقایہ کی ٹونٹی یا مشک کے دہانہ سے منھہ لگاکر پانی نہ پیئے کیونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ حلق میں کوئی مضر چیز نہ چلی جاوے یہ غیاثیہ میں ہے۔ سقایہ کا پانی پینا غنی و فقیر دونون کو جائز ہے کذا فی الخلاصہ سقایہ میں سے برف نکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہے کیونکہ سقایہ اسواسطے بنایا جاتا ہے کہ اسمین سے پانی پیا جاوے یا اجازت نہیں ہوتی ہے کہ اپنے گھر بھی لیجاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ سقایہ کا پانی اپنے گھر والون کے واسطے لیجانا جائز ہے بشرطیکہ لیجانے کی اجازت ہو اور اگر اجازت نہو تو نہیں لے جا سکتا ہے یہ متفرقات وجیز کردری میں ہے شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے میں گر پڑا تو بعد دن تھوڑی دیر گذرے اُسکا پینا حلال نہیں ہے - اور اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ میں ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو نہ پائی گئی تو سرکہ کا پینا فی الحال حلال ہے یہ ملتقط باب اول میں ہے اپنے کافر باپ کو شراب نہیں پلا سکتا ہے اور نہ اُسکو شراب کا پیالہ دے اور نہ اُسکے ہاتھ سے لے اور نہ اُسکو معبد[ک] میں لیجاوے اور نہ وہان سے واپس لاوے اور اگر اسکی ہانڈی میں مردار یا سور کا گوشت نہو تو اُسکی ہانڈی کے نیچے[ف] آگ روشن کرے اور جس دسترخوان پر مردار رکھائی جاتی ہو یا شراب پی جاتی ہو اُسپر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ پیالے اور آبخورے روٹی پر رکھنا جائز نہیں ہے۔ یہ قنیہ میں ہے امام صفار نے فرمایا کہ میں ضیافت میں جانے میں اپنے دل میں کچھ نیت سوا اسکے نہیں پاتا ہون کہ نمک دانی کو روٹی پر سے اُٹھا لون یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ اگر مملحہ سے روٹی زیادہ کھائی جاے تو مکروہ نہیں

[ل] احتمال ہے کہ خود فی الواقع خرید کر واپس کرتے تھے یا یہ مراد ہے کہ اُن کے نزدیک یہ عیب ہے ایسا حکم دیتے تھے کہ مشتری نے اگر عیب لگایا کہ یہ باندی مبیعہ مٹی کھاتی ہے تو دعوی مسموع اور باندی اسکے بائع کو پھیر لینی پڑے گی ۱۲ منہ [ک] فی الاصل لا اجد فی نیتہ الذہاب الی الضیافۃ سوا ان ارفع المملحۃ عن الخبز فتحمل ان یکون المعنے ہکذا۔ میں ضیافت کو جانے میں کوئی نیت نہیں پاتا سوا اسکے کہ روٹیون پر سے نمکین اُٹھالون۔ ویدل علیہ ما فی بعض النسخ من لفظ من مکان عن۔ کذا وما بعد ذلک فافہم ۱۲م

[ف] یعنے بخار اسکی ۱۲ [ع] یعنے شوہر کو اختیار رہے شرعاً ۱۱

ہے یہ جامع میں ہے۔ اور جس کاغذ میں نمک ہو اسکا روٹی پر رکھنا اور بقول کا روٹی پر رکھنا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہے اور فرمایا کہ خوان انھیں چیزوں کے واسطے ہوتا ہے[1] اور ایسا ہی علاء الترجمانی وعلاء الحمامی نے فرمایا ہے اور ہم نے بخارا و سمرقند میں بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا اور انھوں نے منع نہ کیا مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ انکے سوائے اور کھانے کی چیزیں[2] جیسے زرا ورد وسیتو سبج وغیرہ کا روٹی پر رکھنا سو سب کے نزدیک جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہے بلکہ اسطرح رکھی جاوے کہ لٹکتی نہ ہووے یہ ظہیریہ میں ہے۔ خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے جواز میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ زاہدی میں ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی نمکدان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتوے نہیں دیتے تھے اور انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑ دینا مکروہ ہونے کا فتوے بھی نہیں دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے اور ہمارے بعض مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتوے دیا ہے اگرچہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے یہ محیط میں ہے۔ اور شیخ علاء الترجمانی نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہے اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر بکہ کے مثل روغنی روٹی یعنی دو دو حصے گوندھی ہو تو مکروہ نہیں ہے اور کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر ایسی روٹی نہ ہو تو یہ عجمیوں کی عادت میں سے ہے یہ تاتارخانیہ میں تتمہ سے منقول ہے امام ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ غیر کی روٹی سے سیتما دلینا کیسا ہے فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہے اس سے اجازت لینی چاہیے اور اگر بدون اجازت لیے و بدون اشارہ کے ایسا کرے تو میں پسند نہیں کرتا ہوں اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہے لیکن اگر دونوں میں انبساط ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے پڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خمیر لیا کرتے ہیں اور اٹکل سے سکا معاوضہ دیدیا کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یہ جواہر الفتاوے میں ہے۔ مسافروں نے اگر اپنا زادراہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقوں کی تعداد پر درم دیے یہ اور سب درموں کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہے اگرچہ ہر ایک کے کھانے کی مقدار میں تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکردری

بارھوان باب - ہدایا و ضیافات کے بیان میں

ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اسکی ضیافت کی پس اگر اسکا غالب مال حلال ہو تو قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے لیکن اگریہ جانتا ہو کہ یہ ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہے تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اسکا حرام ہو تو چاہیے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام ضیافت نہ کھاوے لیکن اگر وہ شخص اسکو خبر دے کہ یہ مال حلال ہے کہ میں نے ورثہ میں پایا ہے یا کسی شخص سے قرض لیا

---

[1] یعنی لوگوں کی کثرت عادت سے میری نیت میں رہتا ہے کہ ایسا ہوگا اور میں ایسا کرونگا ۱۲ [2] یعنے اکثر مال اسکا حلال ہے اور کچھ حرام بھی ہے ۱۲ [3] یعنے جائز ہے یا نہیں ۱۲ [4] پیٹ بھرنے میں مدد لینا ۱۲ [5] اس سے ظاہر ہے کہ نہ قبول کرنا اولی ہے ۱۲

ہے تو جائز ہے یہ ینابیع مین ہے۔ ظالم امیرون کا ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہے اسواسطے کہ اکثر مال اُنکا حرام ہوتا ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسکا اکثر مال حلال ہے مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت ہو تو ڈر نہین ہے کیونکہ لوگون کا مال قلیل حرام سے خالی نہین ہوتا ہے پس اعتبار غالب کا ہے۔ اور یہی حکم ایسے امیرون کے کھانے کا ہے یعنے دعوت قبول کرنیکا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور ہمارے زمانے کے امیرون کے ہدیہ کا حکم کیا ہے سو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ جس نے ہدیہ دیا ہے اسی کو واپس دیا جاوے اور شیخ زاہد محمد بن حامد رح سے بھی دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ بیت المال مین رکھا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا ہے اور یہ بات شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ مین جانتا تھا کہ مذہب یہی ہے کہ بیت المال مین جمع کیا جاوے لیکن مین نے اس روایت پر اس خوف سے فتوے نہ دیا کہ بیت المال مین رکھا جائے گا اور حاکم لوگ پھر اسکو اپنی نفسانی خواہشون و لہو و لعب مین خرچ کرینگے اور یہ بات تو ہمکو معلوم ہے ہمارے زمانہ کے حاکم لوگ بیت المال کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہین جماعت[3] مسلمین کیواسطے نہین رکھتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ[1] قبول کرنے مین علمار نے اختلاف کیا ہے۔ بعضون نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جبتک یہ معلوم نہو کہ یہ حرام مین سے دیتا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یعنے لے لینگے جبتک ہمکو کوئی شے بعینہ حرام معلوم نہو جاوے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و اُنکے اصحاب کا ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور شرح حیل الخصاف مین شمس الائمہ رح نے ذکر کیا کہ شیخ ابو القاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور انکا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتون کیواسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لیکر اُس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے اور ایسے مسائل مین حیلہ یہ ہے کہ اُدھار خریدے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھکو یہی جواب دیا یعنے جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور لوگون کو نہ چاہیے کہ ظالمون کا کھانا کھاوین اس غرض سے کہ اُپر اُنکے افعال کی تقبیح و مرتکبات سے زجر ثابت ہو اگرچہ کھا لینا حلال ہے یہ غرائب مین ہے۔ اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہین ہے اسکے حق مین یہ افضل ہے کہ سلطان سے جائزہ لے کر ایسے لوگون کو جنکو صدقہ حلال ہے بانٹ دے یا یہ کہ قبول نکرے تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ لینے کے مشابہ ہے پھر شیخ رحمہ اللہ تعالے سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہین ہے شیخ ابو نصیر رح نے اسحق بن احمد و اسمعیل رح کا جائزہ لے لیا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ہان لیکن ان دونون کے پاس ایسا مال بھی تھا جو دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی

[1] جائزہ صلہ و بخشش و مراد یہ ہے کہ جو بطور عطیہ کے دیا جاوے ١٢ منہ [2] یعنے اکثر مال کیسا ہے ١٢ [3] بلکہ جماعۃ مسلمین کا ہمین حق بھی نہین جانتے ہین ١٢ منہ

فقیر نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اسکو غصب کیا ہے پس آیا اسکو حلال ہے تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغصوب دوسرے درموں میں ملا دیا ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر بعینہ مال مغصوب بدون خلط کرنے کے اس فقیر کو دیدیا تو نہیں جائز ہے اور فقیہ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ جواب بنا بر قیاس قول امام اعظم رہ کے تخریج کیا ہے کہ امام اعظم رہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جو دراہم کسی شخص سے غصب کر لیے اگر انکو دوسرے درموں میں خلط کر دیا تو غاصب ان درموں کا مالک ہو جاتا ہے اور غاصب پر انکے مثل دوسرے درم مالک کو تاوان دینے واجب ہوتے ہیں اور صاحبین رہ کی اصل پر یہ حکم ہے کہ غاصب انکا مالک نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ دراہم غصب بعینہ اپنے مالک کی ملک رہتے ہیں پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ سلطانی لینا حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان نے کھانے کی کوئی چیز اسکے سامنے کی پس اگر سلطان نے یہ چیز داموں سے خریدی ہے یا خریدی نہو مگر یہ شخص نہ جانتا ہو کہ یہ چیز بعینہ مغصوب ہے تو اسکا کھا لینا حلال ہے ایسا ہی مذکور ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ شخص سلطان کے مال پر نظر کرے کہ غالب مال کیسا ہے اسپر حکم کی بنا رکھے کذا فی الذخیرہ یعنی اگر غالب مال سلطان حلال ہو تو کھالے ورنہ کھانا نہ چاہیے ہکذا فی التمرتاشی۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہو تو زید کو عمرو کی دعوت قبول کرنے میں ڈر نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکماً ہے اور دیانت کی راہ سے یہ افضل ہے کہ اگر قرضخواہ کو معلوم ہو کہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہے یا اس کے نزدیک شبہہ ہو صاف معلوم نہ ہو تو دعوت قبول نہ کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت میں جبھی پرہیز کرنا چاہیے کہ جب یہ دیکھے کہ قرض لینے سے پہلے مثلاً ہر بیس دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اُس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر دس روز بعد دعوت کرنے لگا یا کھانوں کے اقسام میں بڑھا کر کئی رنگ کا کھانا کر دیا اور اگر بعد قرض لینے کے بھی اُسنے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانوں میں کچھ نہ بڑھایا تو پرہیز نہ کرے لیکن اگر وہ صاف ظاہر کر دے کہ میں قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہوں تو پرہیز کرنا[ع] واجب ہے یہ محیط میں ہے دعوت قبول کرنے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ واجب ہے اسکا ترک کرنا روا نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر ولیمہ نہو تو اسکو اختیار ہے مگر قبول کر لینا افضل ہے کیونکہ قبول کرنے میں مومن کے دل کو خوشی پہونچانا ہے یہ تمرتاشی میں ہے اگر کسی دعوت میں بلایا جاوے تو واجب ہے کہ قبول کرے اور واجب جبھی ہے کہ جہاں دعوت ہے وہاں کچھ بدعت و معصیت[۱] نہو اور اگر قبول کرنے سے انکار کیا تو گنہگار ہوگا اور ہمارے زمانے میں اسلم طریقہ یہ ہے کہ قبول کرنے سے انکار کرے لیکن اگر یقیناً جانتا ہو کہ وہاں کچھ بدعت و معصیت نہیں ہے تو قبول کرنا اسلم ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اعلم العلما الشیخ علاء الدین سمرقندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت میں مبتلا ہو جسمیں حرام کا

---

[۱] جیسے اس زمانہ کی دعوتیں کہ اکثر ان مکروہات سے خالی نہیں ہوتی ہیں ۱۲ [۲] دعوت قبول کرنا سنت ہے ۱۲ [ع] یعنے واجب ہے ۱۲

شبہ ہو تو حیلہ یہ ہو کہ صاحب ضیافت سے کہے کہ تو یہ مال فلان فقیر کی ملک کر دے پس جب اُس نے فلان فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی ملک ہو گیا اور جب فقیر کی ملک ہوا تو جائز ہو کہ وہ دوسرے کی ملک کر دے اور یہ جو جامع صغیر میں مذکور ہو کہ فقیر کا مال کھانا مکروہ ہو اس سے یہ مراد ہو کہ جو مال اُسنے صدقہ سے حاصل کیا ہو اُسکا کھانا مکروہ ہو نہ یہ کہ جو مال فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا ہو وہ مکروہ ہو یہ جواہر الفتاوی میں ہو آدمی کو چاہیے کہ جو فاسق اعلان کے ساتھ فسق کرتا ہو اُسکی دعوت قبول نہ کرے تاکہ وہ جان لے کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہیں ہو اسی طرح جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت بھی قبول نہ کرے جب تک وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہو اور اگر بالعکس ہو یعنے غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جبتک اُسکے نزدیک ظاہر نہووے کہ یہ حرام ہو یہ تمرتاشی میں ہو اور روضہ میں لکھا ہو کہ فاسق کی دعوت قبول کرے مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ قبول نہ کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت[1] پر لیتا ہو یا دیتا ہو اُسکی نسبت بھی یہی حکم ہو یہ جنیس کبروری میں ہو۔ سود خوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اُسکا اکثر مال حرام ہو تو قبول نہ کرے اور نہ کھاوے جب تک کہ وہ خبر نہ کرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہو کہ میں نے ورثہ میں پایا ہو یا قرض لیا ہو اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو اُسکے ہدیہ قبول کرنے و دعوت کھانے میں ڈر نہیں ہو یہ ملتقط میں ہو۔ اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنے طعام ولیمہ و ختنہ وغیرہ سے تخلف[2] کرنا نہ چاہیے یعنے انکار نہ کرے اور جب اُس نے قبول کر لی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھاوے یا نہ کھاوے پس اگر نہ کھایا تو ڈر نہیں ہو اور افضل یہ ہو کہ کھاوے اگر روزہ دار نہو یہ خلاصہ میں ہو۔ اگر ایک شخص دعوت ولیمہ میں بلایا گیا اور اُس نے وہاں گانا یا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھ کر کھانے میں ڈر نہیں ہو پس اگر اُن لوگون کی ممانعت کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہو جو مقتدی نہو یعنے لوگ اُسکی پیروی نہ کرتے ہون اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دینی باتون میں اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ انلوگون کے منع کرنے پر قادر نہو تو وہ مجلس سے نکل جاوے وہان نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل ممنوع دسترخوان پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نہ چاہیے اگرچہ ایسا شخص نہو کہ لوگ دین میں اُسکی پیروی کرتے ہون اور یہ سب اس صورت میں کہ اُسکو وہان حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو۔ اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا ہو تو حاضر نہووے کیونکہ اُسپر حق دعوت لازم نہین ہوا بخلاف اسکے جبکہ وہ ناگاہ وہان چلا گیا اور اُس کے سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہین ہو کیونکہ حق دعوت اُسپر لازم ہو چکا ہو یہ سراج الوہاج میں ہو اگر ایک شخص مقتدی ہو کہ لوگ دین میں اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ لوگون کے نزدیک محترم ہو یہ جانتا ہو کہ جب میں جاؤنگا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کر دینگے تو اُسپر جانا واجب ہو ورنہ نہ جاوے یہ تمرتاشی میں ہو ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق و فجور کے واسطے مجلس جمائی اور ایک مرد صالح

[1] یعنے باہم بٹائی پر ۱۲ [2] اُسکی دعوت کی نسبت ۱۲

کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اس کے انکار کرنے پر وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو اسکو دعوت قبول کرنا مباح نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ نہی منکر ہے (اور نہی از منکر واجب ہے) اور اگر یہ شخص ایسا نہو کہ اسکے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے باز رہیں تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھاوے اور اُنکے فسق و فجور کا بطور وعظ ذکر کرے کیونکہ یہ اجابت دعوت ہے اور اجابت دعوت واجب ہے یا مندوب ہے پس ایسے فعل ممنوع کی وجہ سے جو اس دعوت میں ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہے اور اسمیں ثواب عظیم ہے اور ولیمہ اسکو کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نکاح کرکے لاوے اور اپنی جورو کے ساتھ سووے تو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں و قرابت داروں و دوستوں کو بلاوے اور جانور ذبح کرکے اُنکے واسطے کھانا پکاوے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو ان لوگوں کو چاہیے کہ اسکی دعوت قبول کریں اور اگر نہ آئیں گے تو گنہگار ہونگے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دعوت[1] قبول نہ کی اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جاوے مگر نہ کھاوے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھاوے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا تو گنہگار و جفا کار ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے کہ جس روز نکاح کرکے لایا اور سویا ہے اُس روز دعوت کرے یا اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس و ولیمہ عرس جاتا رہتا ہے کذا فی الظہیریہ یعنی تین روز تک تو حکم عرس باقی رہتا ہے اور دعوت ولیمہ ہو سکتی ہے پھر نہیں ہوتی ہے کذا زعم المترجم اور جن لوگوں کے یہاں موت ہو گئی ہو تو اول روز اُنکے یہاں کھانا بھیجنا اور اُنکے ساتھ کھانا جائز[2] ہے کیونکہ وہ لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اسکے بعد پھر مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور ایام مصیبت موت میں تین روز تک ضیافت کرنا مباح نہیں اور اگر تیار کی تو اُسمیں سے کھانے میں ڈر نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اہل مصیبت نے فقیروں کے واسطے کھانا تیار کیا تو بہتر ہے بشرطیکہ سب وارث بالغ ہوں اور اگر وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو تو ترکہ میں سے فقیروں کے واسطے کھانا کرنا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص دعوت کے دسترخوان پر بیٹھا اور اس نے کھانے میں سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہے کہ صاحب دعوت اس پر راضی نہوگا تو اسکو دینا حلال نہیں ہے اور اگر جانتا ہے کہ راضی ہوگا تو دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر اُسکے نزدیک مشتبہ ہو تو از خود نہ دے اور نہ کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کھانے والے دو دسترخوانوں پر ہوں تو ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر یقین ہو کہ صاحب دعوت اس پر راضی ہوگا تو مضائقہ نہیں ہے اور کتاب الہبہ میں مذکور ہے کہ ایک دعوت میں چند دسترخوان بچھائے گئے ہیں پس اگر کسی دسترخوان والوں میں سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو کچھ دے دیا تاکہ کھاوے

[1] مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ حدیث سے حکم نکال کر بطور روایت بالمعنی ذکر کیا ورنہ اس عبارت سے حدیث نہیں معلوم ہوئی اگرچہ دعوت قبول کرنے میں احادیث صحیحہ میں تاکید آئی ہے فافہم ۱۲ منہ [2] جائز سے مراد مسنون ہے یا تو طیبہ بیان کراہت ہے ۱۲ منہ

تو یہ جائز ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر مہمان نے کھانے میں کچھ کھانا دوسرے مہمان کو جو اسی دسترخوان پر اُس کے ساتھ مہمان ہے دیا تو مشائخ رحمہ اللہ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسکو ایسا کرنا حلال نہیں ہے اور جس نے لیا ہے اسکو کھانا حلال نہیں ہے بلکہ لیکر اسی دسترخوان پر رکھدے پھر دسترخوان سے کھاوے اور اکثر مشائخ نے اسکو جائز رکھا ہے کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادۃً ماذون ہے اور جو شخص دسترخوان پر ہو اسکو یہ جائز ہے کہ جو شخص وہان کسی آدمی کو بلانے آیا اور کسی کام کو آیا ہے اسکو کھانے میں سے کچھ دیدے کذا فی فتاوے قاضیخان اور صحیح اس باب میں یہ ہے کہ عرف عادت کی طرف نظر کرے دوستی و محبت پر حکم نہ لگاوے کذا فی الینابیع۔ اسی طرح صاحب دعوت کے فرزند یا اس کے غلام وانکے کتے و بلی کو نہ دے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر مہمان دسترخوان پر سے مالک مکان یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا تکہ بوٹی یعنے قلیل دیدے تو استحساناً جائز ہے کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہے اور اگر مہمانوں کے پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہووے تو مہمان کو گنجایش نہیں ہے کہ بدون اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی یا گوشت دیدے کیونکہ عادۃً ایسی اجازت نہیں ہے اور اگر ہڈی یا جلی ہوئی روٹی دیدے تو دیسکتا ہے یہ ظہیریہ و ذخیرہ و کبری میں ہے۔ ایک شخص نے چند لوگوں کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھا کر ان لوگوں کو علیحدہ علیحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز اُٹھا کر کھاوے اسواسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہے جو اُس کے دسترخوان پر ہے نہ دوسرے دسترخوان کا اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ قیاساً یہی حکم ہے مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ اگر کسی ضیافت کے دوسرے دسترخوان والے کو دیدیا تو جائز ہے۔ اور اگر بعضے خادموں کو جو وہان خدمت کررہے تھے کچھ دیدیا تو بھی استحساناً جائز ہے اسی طرح اگر مہمان نے دسترخوان پر سے ذراسی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہے اور اگر بگڑا کھانا یا جلی روٹی دیدی تو بالاتفاق جائز ہے کیونکہ ایسی اجازت اسکے واسطے ثابت ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ زلہ ربائی یعنے دسترخوان پر سے کچھ کھانا اُٹھا کر گھر لے جانا بلا خلاف حرام ہے لیکن اگر مضیف یعنے میزبان یعنے صاحب دعوت کیطرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہے اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہیں پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور اُسکے اہل و عیال ان ٹکڑوں کی خواہش نہیں رکھتے ہیں تو اسکو اختیار ہے کہ مرغی و بکری و گائے وغیرہ کو کھلاوے اور یہ افضل ہے اور یہ چاہیے کہ ان ٹکڑوں کو نہر میں یا راہ میں ڈالدے لیکن اگر چیونٹیوں کے واسطے راہ میں ڈالے تاکہ چیونٹیاں کھا جاویں تو جائز ہے ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور کسی کو روا نہیں ہے کہ مجنون کو مردار کھلاوے ہان بلی کو کھلاوے تو روا ہے اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جاوے تو جائز نہیں ہے کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جسکا گوشت کھایا جاتا ہے کھلاوے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہیں ہے اور نہ مردار کو سیکھے ہوئے کتے

و باز و چرہ و غیر شکاری جانورون کو کھلاوے یہ قنیہ مین ہی۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہی کہ جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزین واجب ہین اول جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے دوم جو کھانا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے اُسپر راضی ہو سوم بدون اجازت مالک مکان کے نہ اُٹھے چہارم جب نکلے تو اُسکے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق مین مستحب ہی کہ بدون الحاح کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانون کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانون کی نظر سے غائب نہو جاوے اور خادمون پر مہمانون کے سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانون کی مہمانداری کی وجہ سے اہل و عیال کے روزینہ مین تنگی نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ افضل یہ ہی کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اسکو صدقہ[1] کرے اور فاسق کو اُسکی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی مشابہت ہی کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتین کرے وہ نیک باتین و نیکون کی حکاتیین ہون یہ غرائب مین ہی قال المترجم ایسی باتین جس سے انسان کسی فکر مین پڑ جاوے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جاوے اس سے احتراز اچھا ہوتا ہی[2] لذا قالت الاطبار فالوجہ فی الکراہیۃ علے التفصیل فوق ما فصلوہ فتامل۔ اور میزبان دعوت کرنے والے کو چاہیے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کر کے خود مہمانون کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر تو نے چند لوگون کو دعوت مین بلایا پس اگر تھوڑے لوگ ہون اور تو بھی انکے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہین ہی کیونکہ دستر خوان پر تیرا اُنکی خدمت کرنا مروت کی بات ہی اور اگر بہت لوگ ہون تو اُنکے ساتھ بیٹھ بلکہ خود اُنکی خدمت کر اور مہمانون کے سامنے خادم پر غصہ نہ کر اور یہ نچاہیے کہ اُنکے ساتھ ایسا شخص بٹھلاوے جو اُن پر گران گذرے اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پاوین اور اجازت مانگین تو اُنکو روکنا نچاہیے اور جب قوم مین سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگون نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہین اُنکے مقدم کرنے کا استحقاق ہی بہ نسبت اُن لوگون کے جو پیچھے رہگئے ہین۔ اور صاحب دعوت کو چاہیے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نہ لاوے تب تک پہلے ہی سے کھانا لا کر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہی کہ جو شخص آخر مجلس مین بیٹھا ہی اُس سے ہاتھ دھولانا شروع کرے اور اخیر مین اُس شخص کے ہاتھ دھولاوے جو صدر نشین ہی لیکن لوگون نے استحساناً یہ طریقہ رکھا ہی کہ پہلے جو شخص صدر نشین ہی اُسکی طرف سے ہاتھ دھولانا شروع کرتے ہین پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہین ہی اور جب کھانے کے بعد مہمانون کے ہاتھ دھولانے چاہے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اسواسطے کہ جب چکنا پانی طشت مین جھلکر گری تو بسا اوقات دھولانے مین اُسکی چھینٹین اُڑ کر کپڑے پر پڑتی ہین پس اُسکے کپڑے خراب ہونگے اور اگلے وقت کے لوگون کا کھانا کثر

[1] یعنی حاجت سے فاضل مین صدقہ مستحب ہی اور ابتداے اسلام مین فاضل کو صدقہ کرنا واجب تھا پھر زکوۃ سے منسوخ ہوا وہو الاصح ۱۲

[2] یا لبار کا قول ہی لہذا مسئلہ مین زیادہ تفصیل کی ضرورت ہی ۱۲

روٹی وچھوارے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانے میں طرح طرح کے کھانے وسالن ہوتے ہیں جنکو وہ کھاتے ہیں اور ہاتھوں میں چکنائی بھر جاتی ہے پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتوں میں خلال کی پس جو کچھ دانتوں سے نکل کر زبان پر رہا پس اگر اُسنے نگل لیا تو جائز ہے اور اگر پھینک دیا تو جائز ہے اور ریحان وآس وانار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہے اور سیاہ بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہے اور یہ نہ چاہیے کہ خلال اور جو کچھ دانتوں سے نکلا ہے وہ لوگوں کے قریب پھینکے اسواسطے کہ اس سے انکے کپڑے خراب ہونگے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونیکے لیے طشت آوے تو اُسمیں ڈالدے پھر ہاتھ دھوئے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق میں سے ہے یہ تاتارخانیہ میں بستان سے منقول ہے

تیرھوان باب - درم وشکر لٹانے اور لوٹے ہوئے مال کے اور جو چیز اُسکا مالک پھینکدے اُسکے لینے کے بیان میں - فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ جب لٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دیدی ہو تو لوٹ لینا جائز ہے - اگر کسی شخص نے کچھ شکر و کچھ درم چند لوگوں کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے اسمیں سے لے یا یوں کہا کہ جو شخص اسمیں سے جو کچھ لے وہ اُسی کی ہوگی پس جسنے اسمیں سے کچھ لیا وہ اُسی کا ہو جائیگا اور دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ لینے والے سے لے لے یہ ذخیرہ میں ہے جن درموں و دیناروں و پیسوں پر اللہ تعالی کا نام لکھا ہو انکا لٹانا بعض مشایخ کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی وقال المترجم ہمارے زمانہ میں صحیح یہ ہے کہ مکروہ ہے اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہے واللہ اعلم - اور جن درموں و دیناروں و پیسوں پر کلمہ شہادت لکھا ہو اُنکے لٹانے میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے اسکو مکروہ نہیں جانا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے - اور دعوت نکاح میں شکر و درم لٹانے میں ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے - اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود لوگوں نے اسکو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو لٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اُسنے بھی لوٹنی چاہی تو مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسکو لوٹ لینے کا اختیار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ نہیں اختیار ہے یہ خلاصہ میں ہے - اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور وہ کسی شخص کے دامن یا آستین میں گری اور غیر شخص نے لے لی تو لینے والے کی ہوگی یہ منتقی میں ہے اور یہی مسئلہ فتاوی اہل سمرقند میں لکھا ہے اور جواب میں تفصیل ہے یعنی یوں بیان فرمایا کہ اگر اُسنے اپنا دامن یا آستین اسواسطے پھیلائی تھی کہ اسمیں شکر گرے تو جسنے نکال لی ہے وہ نہیں لے سکتا ہے اُسکی نہوگی بلکہ دامن وآستین والے کو اس سے واپس لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے - اگر نکاح میں شکر لٹائی گئی اور وہ کسی شخص کی گود میں گری اور دوسرے نے لی لی تو جائز ہے بشرطیکہ اُس نے اپنی گود شکر لینے کے واسطے نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک شخص نے لوٹ کی چیز اپنے ہاتھ میں لی پھر اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور دوسرے نے

ملہ اُن کے دیار کے موافق ہے ۱۲ منہ ف قال المترجم یعنے جو شخص تم سے ۱۲ منہ ف یہی صحیح ہے ۱۲

اُٹھائی تو وہ چیز پہلے والے کی ہوگی یہ ینابیع میں ہے۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کے مقصورہ میں گیا اور اُسمیں شکر رکھی پائی تو اُسکا لے لینا جائز ہے مگر فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہیں قال المترجم رحمہ اللہ وہو الصحیح فی زماننا اور اگر سوق خانیند میں گذرا اور وہاں شکر پائی تو نہیں لے سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ فتاوے ابو اللیث میں ہے کہ اگر زید نے عمرو کو دولہن پر لٹانے کے واسطے شکر یا درم دیے اور عمرو نے چاہا کہ اُسمیں سے کچھ اپنے واسطے رکھ لے تو درموں کی صورت میں اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ عمرو یہ درم مثلاً خالد کو دیدے کہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والے کے ساتھ لوٹے اور شکر کی صورت میں اُسکو اختیار ہے کہ جسقدر عادت کے موافق لوگ رکھ لینے میں اُسقدر رکھ لے ایسا ہی مختار فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ عمرو کو یہ بھی اختیار ہے کہ شکر خالد کو دیدے تاکہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والوں کے ساتھ لوٹے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ درموں کے مانند شکر میں بھی اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا گدھا مر گیا اُس نے راہ میں ڈالدیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کھال کھینچ لی پھر گدھے کا مالک آیا تو اُسکو کھال لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر اُس نے مردہ گدھے کو راہ میں نہ ڈالا ہو بلکہ کسی شخص نے مالک کے گھر میں سے لیکر اُسکی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ اُس سے کھال لے لے اور جسقدر دباغت سے اُس میں زیادتی ہو گئی ہو اُسقدر دیدے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بکری کے مالک نے مردار بکری پھینکدی پھر ایک شخص نے آکر اُسکی صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال اُسی کی ہو جائیگی پھر اسکے بعد اگر مالک آیا تو اُسکو کھال واپس لینے کا اختیار ہے مگر جو دباغت سے اُسمیں کچھ زیادتی ہو گئی ہے وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ کا حکم گدھے سے مخالف ہے اور جائز ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ دوسرے پر قیاس کیا جاوے پس ہر ایک مسئلہ میں دو روایتیں ہو جاوینگی یہ محیط میں ہے۔ اگر فالیز کے پھل توڑ لیے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اُسکو لوگوں نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لیجاویں تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ مسئلہ بمنزلہ اسکے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اُٹھا لے گیا اور کچھ بالیاں باقی رہ گئیں پس اگر اُسنے عادت کے موافق لوگوں کے لیجانے کے واسطے چھوڑ دی ہوں تو لیجاتے میں ڈر نہیں ہے اسی طرح اگر ایک شخص نے زراعت کیواسطے زمین کرایہ پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اٹھا لے گیا اور کچھ بقیہ چھوٹ رہا جیسا کہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہیں پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا اور اُسکے سینچنے سے کھیتی اُگی تو وہ سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

چودھواں باب۔ ذمیوں اور اُن احکام کے بیان میں جو ذمیوں کی طرف عود کرتے ہیں۔ اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد میں جاویں تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے تتمیہ میں لکھا ہے کہ مسلمان

ف۱ یعنی ہمارے زمانہ میں صحیح ہے ۱۲ ف۲ بشرطیکہ نجاست سے پاک ہوں اور اس زمانہ میں جو تاہیں کرنا دین یہی صحیح ہے۔
ع۱ اسمیں امام مالک کا خلاف ہے ۱۲

کو بیعہ و کنیسہ مین جانا مکروہ ہے اور کراہت اس راہ سے نہین ہے کہ مسلمان کو اسکے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہین ہے بلکہ اس راہ سے مکروہ ہے کہ وہان مجمع شیاطین ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ذمیون نے شہر کے اندر مسلمانون سے ایک دار خریدکر اسکو مقبرہ بنایا تو شیخ رہ نے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہوگئے تو انکو اختیار ہے جو چاہین کرین اگرچہ پڑوسیون کے حق مین مضر ہو بخلاف اسکے اگر انھون نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشکدہ بنایا تو شہر مین یہ اختیار انکو حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ نصرانی کے ہاتھ زنار بیچنے اور مجوسی کے ہاتھ قلنسوہ بیچنے مین ڈر نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیون سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیج باندھا کرین قال المترجم کستیج ایک موٹا ڈورا ہوتا ہے کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑون کے اوپر مثل زنار کے باندھتے ہین کذا فی اللغۃ تو ایک دفعہ شیخ رہ نے جواب دیا کہ عہد لیا جائیگا اور ایک دفعہ یون جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہون تو انسے یہ عہد لیا جائیگا تاکہ پہچان پڑین جاوین یہ محیط مین ہے۔ جو شخص مقتدی مشہور ہو اسکو اہل باطل و شر مین سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا مکروہ ہے الا بقدر ضرورت روا ہے کیونکہ اس بطال شریر کی بات لوگون کی نظر مین باعظمت ہوگی اور اگر کوئی شخص معروف نہوا اور وہ اس مشرک شریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جاتا آتا ہے کہ بدون گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ ملتقط مین ہے قدوری رہ نے فرمایا ہے کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان کے گھر مین صلیب نصب نہ کرے مگر اسکے گھر مین جہان چاہے نماز پڑھ سکتی ہے یہ محیط مین ہے۔ امام ابو یوسف رہ کی کتاب الخراج مین ہے کہ مسلمان کو اختیار ہے کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور سوا اس کام کے اسکے واسطے جبر کرے اور مشایخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تاتارخانیہ مین ملتقط سے منقول ہے اور امام محمد رہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ مین کسی مشرک کو نہ چھوڑونگا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ جن باتون سے مسلمان کو منع کرونگا ان سب باتون سے مشرک کو بھی منع کرونگا سوائے شراب و سور کے یہ ملتقط مین ہے امام محمد رہ نے فرمایا کہ مشرکون کے برتنون مین قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہے و باوجود اسکے اگر دھونے کے پہلے انکے برتن مین کھایا یا پیا تو جائز ہے اور حرام کھانے والا یا پینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ برتن کو یہ نہ جانتا ہو کہ نجس ہے اور اگر جانتا ہو تو دھونے سے پہلے انمین کھانا پینا جائز نہین ہے اور اگر کھایا یا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا قرار دیا جائیگا اور یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہے کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ مین نجاست لگی تھی تو اُس کے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہے۔ اور مشرکون کا پائجامہ پہنکر نماز پڑھنے کا ویسا ہی حکم ہے جو اُن کے برتنون مین کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہے یعنی اگر یہ جانتا ہو کہ انکے پائجامہ نجس ہین تو اس سے نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست نہ جانتا ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر پڑھ لی تو جائز ہو جائیگی اور یہود و نصاری کا طعام تناول کرنے مین خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسی قسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہین ہے اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب مین سے ہو یا غیر اہل حرب مین سے ہو حکم جواز یکسان

ف تحقیق مسئلہ وصحیح جواب مترجم کی جامع تفسیر اُردو مین دیکھنا چاہیے ۱۲ منہ ف جسکی داہنی جانب مین لوگ [illegible] ۱۲ [illegible] ۱۲

ہی اور خواہ یہودی و نصرانی بنی اسرائیل مین سے ہو یا غیر بنی اسرائیل سے ہو جیسے نصارائے عرب اور مجوسیون کے کھانے مین ڈر نہین ہی سب[1] اُنکا جائز ہی سوائے ذبیحہ کے کہ اُن کا ذبیحہ حرام ہی اور امام محمد رحمہ اللہ نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہی اور حاکم عبد الرحمٰن کاتب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی کہ اگر کوئی مسلمان اسمین ایک دو بار مبتلا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی لیکن اسپر مداومت کرنا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھاتے وقت زمزمہ نکرتا ہو تو اُسکے ساتھ کھانے مین ڈر نہین ہی اور اگر زمزمہ کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھاوے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہی اور جسوقت کفر و شرک ظاہر کرتا ہی اُسکے ساتھ نہ کھاوے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ دونون مین سوائے شناسائی کے کچھ نہو یہ ملتقط مین ہی۔ اور تفاریق مین ہی کہ کچھ ڈر نہین ہی کہ کسی کافر کی بوجہ قرابت کے یا حاجت کے ضیافت کرے یہ تمرتاشی مین ہی اور ذمیون کی ضیافت مین جانے مین ڈر نہین ہی ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہی اور ضحیۃ النوازل مین ہی کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو اپنے یہان دعوت طعام مین بلایا تو قبول کرنا مکروہ ہی اور اگر اس نے کہا کہ مین نے گوشت بازار سے خریدا ہی پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہین ہی پس جو حکم نوازل مین نصرانی کے حق مین مذکور ہی وہ اُس روایت کے مخالف ہی جو ہم نے سابق مین امام محمد رح سے نقل کی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ دیوے خواہ مشرک مذکور اُسکا قریب ناتے دار ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور حربی سے وہ کافر مراد ہی جو امان لیکر داخل ہوا ہو اور اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو نچاہیے کہ اُسکو صلہ رحم مین کچھ دے یہ محیط مین ہی۔ اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دار الحرب مین ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اُسوقت مسلمانون اور اُن حربیون مین مصالحت و مسالمت[2] ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلہ رحم کے طور پر دینے مین ڈر نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم مین کچھ دیا اور اگر مشرک نے مسلمان کو صلہ رحم مین کچھ دیا تو امام محمد رح نے سیر کبیر مین متعارض حدیثین روایت کی ہین بعض احادیث مین یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہی اور بعض احادیث مین یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین قبول فرمایا پس ان احادیث مین توفیق ضرور ہی اور وجہ توفیق مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین پس فقیہ ابو جعفر ہندوانی رح نے یون توفیق دی ہی کہ جس روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مشرک قبول نہ کرنا مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول نہ کیا جسکی طرف سے آنحضرت صلعم کے دل مین یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہین اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص

[1] اسی قیاس پر ہندؤن کا کھانا بھی جائز ہی تاوقتیکہ کوئی شی حرام کرنے والی معلوم نہو ۱۲ منہ۔ [2] مسالمت ماخوذ از سلم بمعنی صلح یعنے اس زمانے مین حربی کافرون سے باہم چندروز کے واسطے صلح ٹھہری ہو ۱۲

سے ہمارے زمانہ میں ہدیہ قبول کرنا نہیں جائز ہے اور جس روایت میں ہدیہ قبول کرنا مذکور ہے وہ اس بات پر محمول ہے
کہ آنحضرت صلعم کے غالب گمان میں یہ بات تھی کہ یہ شخص دل میں سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلعم اُس سے اللہ تعالیٰ
کا کلمہ بلند کرنے و دین کی بڑائی کے واسطے لڑتے ہیں مال کیواسطے نہیں لڑتے ہیں اور ایسے شخص سے
ہمارے زمانہ میں بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور بعض مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہے کہ فرمایا کہ ایسے
شخص کا ہدیہ قبول نہ کیا جسکی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنے سے میری سختی و عزت اُسکے حق میں کم ہو جائیگی اور
بسبب قبول ہدیہ کے نرمی کرنی ہوگی اور جس شخص سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اُسکے حق میں اپنی سختی و عزت
کی کمی نہوگی اور نہ نرمی کرنی ہوگی اُسکا ہدیہ قبول کر لیتے تھے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مسلمان و ذمی کافر کے درمیان معاملہ
ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے معاملت رکھنے سے چارہ نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کسی عورت
یا مرد کے ماں و باپ کافر ہوں تو بھی ان دونوں کو نفقہ دینا و اُنکے ساتھ احسان کرنا دونوں کی خدمت و زیارت
کرنا لازم ہے اور اگر اُسکو خوف ہو کہ دونوں مجھے کفر کی طرف کھینچ لینگے اگر اُنکی زیارت کرے گا تو یہ جائز ہے کہ دونوں
کی زیارت ترک کر دے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور ذمی کے حق میں مغفرت کی دعا نہ کرے اور اگر اُسکے ہدایت کی
دعا کی تو جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی ہے کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون کذا
فی التبیین۔ اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ اے کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسپر گران گذرے یہ قنیہ میں ہے۔
اگر ذمی سے کہا کہ اطال اللہ بقاءک یعنی اللہ تعالیٰ تجھے دیر تک دنیا میں رکھے پس اگر اُسکی نیت میں یہ
بات ہو کہ اسواسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہو جاوے یا ذلت و خواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ
نہیں ہے اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو مکروہ ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے
فرمایا کہ نہیں جائز ہے کیونکہ اسمیں تمادی علی الکفر ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے کہ اُسکی طول عمر میں ادائے جزیہ سے
مسلمانوں کا نفع ہے پس یہ دعا واقع میں مسلمانوں کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی دعا کرنے میں
بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط
لکھے تو یوں لکھے کہ السلام علی من اتبع الھدے یعنی سلام ایسے شخص پر جسنے حق کی تابعداری کی ہے اور کافر
و مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملے ذمی سے مصافحہ مکروہ ہے اور اگر با وضو اُس سے مصافحہ کیا تو اپنا ہاتھ
دھو ڈالے یہ غرائب میں ہے۔ اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آوے اور مصافحہ نہ کرنے سے اُسکو
اذیت و رنج پہونچے تو مسلمان کو اُس سے مصافحہ کر لینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے یہودی و
نصرانی کی عیادت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور مجوسی میں اختلاف ہے یہ تہذیب میں ہے اور ذمی کی عیادت
کرنی جائز ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسکی
عیادت میں ڈر نہیں ہے۔ اور اگر کافر مر گیا تو اُسکے والد یا قریب سے اُسکی تعزیت میں یوں کہے کہ اللہ تعالےٰ

ف اے میری قوم کو ہدایت دیدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں ہیں ۱۲ منہ ف مصیبت سے بچانا ۱۲

اسکے بدلے تجھے اس سے بہتر دے اور تیری اصلاح کرے یعنی نیت کہ تیری اصلاح اسلام لانے سے کردے اور اُسکی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری اسی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین میں ہے ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہے تو نماز پڑھی جاویگی (جنازے کی نماز ۱۲) اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہے تو نماز ترک نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خرید اُسنے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تو نے مجھے مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا تو یا مجھے قتل کر ڈالا تو اسکو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ میں ہے۔ کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کی ملک میں نہ چھوڑا جائیگا بلکہ اسپر جبر کیا جائیگا کہ اسکو فروخت کردے بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب میں ہے۔ مجموع النوازل میں ہے کہ ایک یہودی حمام میں گیا پس آیا مسلمان حمامی کو اُسکی خدمت کرنا مباح ہے (شاید یہ مسئلہ ...) فرمایا کہ اگر اُسنے یہودی سے پیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہیں ہے اور اگر اُسکی تعظیم کرکے خدمت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تاکہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اسکے کہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہے ان میں سے کچھ اُسکی نیت میں ہو تو مکروہ ہے اور علیٰ ہذا اگر ذمی حمام میں داخل ہوا اور حمامی مسلمان ہے اُس نے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جاوے تو ڈر نہیں ہے اور اگر بدون امور مذکورہ کے نیت کے اُسکی تعظیم کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اُسکی تونگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور کسی مسلمان کو نچاہیئے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل و زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابوں کو لکھے اور نہ پڑھے اور مطالب کے اثبات میں ان کتابوں کی آیات سے استدلال نہ کرے[۱] اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو اُن آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل میں مذکور ہیں ثابت کرتے ہیں سو یہ اسواسطے ہے کہ جو بات خود ان کافروں کے پاس ہے اُس سے انپر الزام ہو یہ وجیز کردری میں ہے

پندرھواں باب کسب کے بیان میں

کسب چند طرح کا ہوتا ہے ایک فرض ہے پس فرض اسقدر کمائی ہے کہ جو اُسکی ذات کو و اُسکے عیال کو و اُسکے قرضوں کے ادا کیواسطے اور جسکا نفقہ اُسپر واجب ہے اُسکے نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہے اور اگر اسقدر مال کمایا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اسکو گنجایش ہے کہ تحقیق یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کا روزینہ ایک سال کا جمع کر لیا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اسی طرح اگر کسی کے والدین تنگدست ہوں تو اُسپر فرض ہے کہ بقدر کفایت اُنکے روزینہ کے واسطے کماوے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور ایک

---

[۱] قولہ نہ کرے الخ یہ سب اسوجہ سے ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے بیباک ہو کر مدت دراز سے آیات کے کلمات بدل ڈالے اور ابتدا یہ ہوئی کہ یہودیوں میں بہتر فرقہ ہو گئے اور ہر فرقہ دوسرے کے مفید لفظ کو اپنے نسخہ توریت میں بدل کر اپنے مقید کر لیتا تھا پھر حفظ توریت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو بھیجا تو یہودی دشمن ہو گئے اور آیات بشارت میں تحریفیں کیں پھر کچھ عرصہ کے بعد یہود و نصاریٰ ہر ایک نے اپنی دائمی نبوت کا دعویٰ کرکے خوب تحریف کر ڈالی اب ہرگز یہ پتہ نہیں چلتا کہ اصل آیات کیونکر ہیں اسی واسطے یہ ممانعت کا حکم ہے علاوہ بریں قرآن نے ہر دین حق کو جمع کر دیا تو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی ۱۲ منہ

کمائی مستحب ہے اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہے زیادہ ہو تاکہ فقیر کی مواسات کر سکے اور عزیز و اقارب
کی مجازات کر سکے اور ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے اور ایک کمائی مباح ہے اور وہ اس
مقدار سے بھی زیادہ بغرض تجمل و زیادتی کے کمائے اور ایک کمائی مکروہ ہے وہ ایسی کمائی جو تفاخر و تکاثر کے غرض سے
جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے قال المترجم اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کر کے کمانا
ہر شخص پر بشرائط فرض ہے پھر کتاب میں فرمایا کہ۔ اور ایسے لوگوں کے حال پہ ہرگز نہ کرنا چاہیے جو مسجدوں
و خانقاہوں میں بیٹھے سب سے انکار کرتے ہیں آنکھیں اٹھائے لوگوں کا مال تاکتے ہیں اور لوگوں کے مال کی طرف ہاتھ
پھیلائے ہیں اور اپنے کو متوکل کہتے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسے نہیں ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور امام
ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ ایک قوم جمع ہو کر کسی جگہ گوشہ گیر ہو جاوے اور یہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ
کی عبادت کیا کریں اور اچھی پاک چیزوں سے پرہیز کریں یعنی لباس و طعام سے اور اپنے نفوس کو دنیوی کام
سے فارغ کریں حالانکہ کسب حلال و شہر میں جمعہ و جماعات کی پابندی واجب الزم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور
بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے دین کو کھاتا ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اور کمائی کے
اسباب میں سے افضل جہاد ہے پھر تجارت ہے پھر زراعت ہے پھر صناعت ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور
بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہے اور اکثروں کے نزدیک زراعت افضل ہے یہ وجیز کردری
میں ہے ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر میں گوشہ نشین ہوگئی اسکو وہ شخص روز روٹی و روٹی دیتا ہے تو سوت اس
شخص کے حق میں حلال ہے بشرطیکہ اسنے عورت کے ذمہ سوت کاتنا شرط نہ کیا ہو یہ قنیہ میں ہے مرد اگر عورت کے
مثل سوت کاتے تو مکروہ طریقہ ہے کہ یہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے یہ قنیہ میں ہے جس شخص کے پاس ایک دن کا روزینہ
ہو اسکو سوال حرام ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک خبیث ہے یہ ینابیع میں
ہے۔ منتقی میں بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر رونے والی عورت نے رونے سے مال جمع
کیا یا طبلچی یا مزمار والے نے طبلہ و مزمار سے مال جمع کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ان افعال کے بجا لانے پر
مال شرط کر کے لیا ہے تو جن لوگوں سے لیا ہے انکو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمد رح کے اس قول کے کہ مال شرط
کر کے لیا ہے یہ معنی ہیں کہ دینے والے نے رونے والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو
یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گاوے تو اسقدر مال دینگے اور یہ حکم اسوجہ سے ہے کہ جب لینا شرط ہوا تو یہ مال
بمقابلہ معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہوگا اور ایسے مال سے چھٹکارے کی یہی راہ ہوتی ہے کہ واپس دے
سو اس مقام پر بھی یہی ہے کہ جو کچھ لیا ہے وہ واپس کرے اگر واپس کر سکے یعنی جس سے لیا ہے اسکو پہچانے اور اگر اسکو
نہ پہچانے تو اسکی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اسکے مالک کو نفع پہونچ جاوے جبکہ عین مال اسکو نہیں پہونچ سکتا ہے اور
اگر لینا شرطیہ نہو یعنی شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجا لاوے تو یہ دینگے تو لینا معصیت نہوگا کیونکہ مالک نے اپنا مال اپنی رضامندی

عـــہ یعنی دین فروشی کرتا ہے اور کھاتا ہے ۱۲ عـــہ دستکاری ۱۲

سے خود دیدیا ہے پس اُسکا ہوگا اور[1] حلال ہوگا۔ اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر گانے والی عورت نے گانیکی کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرضخواہ کو یہ مال لینا حلال نہیں ہے لیکن حکم قضا میں قاضی اُسکو لینے پر مجبور کریگا اور بقیاس مسئلہ متقدمہ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر گانے والی نے بدون شرط کے کمایا ہے تو قرضخواہ کو لے لینے کی گنجایش ہے اور امام محمد رح نے کتاب الکسب میں ذکر فرمایا ہے کہ خصی کی کمائی مکروہ ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو مال خصی کما لے وہ مکروہ ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ خصی کرنے پر جو مال لیوے وہ مال مکروہ ہے اور اُس کا خصی کرنا مکروہ ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص جامع مسجد میں تعویذ بیچتا ہے اور تعویذوں پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہے اور ان تعویذوں کے عوض مال لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہدیہ دیتا ہوں تو اُسکو حلال نہیں ہے یہ کبرے میں ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکی کمائی حرام ہے تو اسکے وارثوں کے حق میں یہ اولےٰ ہے کہ یہ مال اُسکے مالکوں کو واپس کردیں اور اگر مالکوں کو نہیں پہچانتے ہیں تو صدقہ کردیں اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہیں ہے اور بیٹا اس بات کو جانتا ہو پھر باپ مرگیا اور بیٹا اسکو بعینہ نہیں پہچانتا ہے تو شرعاً اُسکے حق میں حلال ہے مگر پرہیزگاری یہ ہے کہ اس نیت سے صدقہ کردے کہ میرے باپ کے خصوم کی طرف سے صدقہ ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث پائی تو ان وارثوں میں تقسیم نہ کیجائے گی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جاوے گی پھر ان لوگوں میں تقسیم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے قال المترجم شراب کو سرکہ کرڈالنا بعض کے نزدیک نہیں جائز ہے و بہو التصحیح واللہ اعلم ایک شخص کے پاس مال ہے جس میں شبہہ ہے پس اُسنے اپنے باپ کو صدقہ میں دیدیا تو کافی ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ اسکو صدقہ دیدے اسی طرح اگر ایک شخص خرید و فروخت کرتا تھا اور اس حالت میں اسکا بیٹا اُس کے ساتھ ہو اور اس تجارت میں بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہیں پھر اُسنے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کردیا تو عہدہ سے نکل گیا یہ قنیہ میں ہے۔ فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام تاوانوں وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہے تو فقیہ رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسکے دین کے واسطے یہ احب ہے کہ اُسکا کھانا نہ کھاوے مگر حکماً کھانا روا ہے بشرطیکہ یہ کھانا اُس شخص کے ہاتھ میں جو کھانا چاہتا ہے غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط میں ہے۔ تو انگری پر شکر کرنیکی بہ نسبت فقیری پر صبر کرنا افضل ہے اور کمائی میں اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ میں اُسکو خرچ کرینگے اسکی بہ نسبت کمائی سے باز رہنا اولےٰ ہے کذا فی السراجیہ۔ اقول یہ حکم کسب مباح کا ہے

سولھوان باب - زیارت قبور و مقابر میں قرأت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و اُسکے متعلقات کے بیان میں

زیارت قبور میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور ظاہر قول امام محمد کا اس امر کو مقتضی ہے کہ عورتوں کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہے چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے مردوں کی تخصیص

[1] قال المترجم اسمین تردد ہے کیونکہ بہر حال اسنے معصیت کے وسیلہ سے مال کمایا اور اگر سے اسمیں روایت نہیں تو اوفق بدلائل کہ لینا چاہیے کہ مکروہ ہے اور عدول نچاہیے کہ اصح ہے فی الفتح وغیرہ ۱۲ منہ ؎ یعنے حرام ہے یا حلال ۱۲

نہیں فرمائی ہے اور کتاب الاشربہ میں ہے کہ مشائخ نے عورتوں کے واسطے قبروں کی زیارت کرنے میں خلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ عورتوں کے واسطے زیارت قبور میں کچھ مضائقہ نہیں ہے تہذیب میں لکھا ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے و کیفیت زیارت از قرب و بعد بقیاس زندگی میت سکھ۵۱ہے یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے پھر اُسکا ثواب میت کو پہونچاوے تو اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں ایک نور بھیجتا ہے اور مصلی کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہے پھر مقابر کی طرف روانہ ہو اور راہ میں لایعنی باتوں میں مشغول نہو جاوے پھر جب مقبرہ میں پہونچے تو اپنی جوتیاں اُتار دے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کیطرف منھ کر کے کھڑا ہو کر یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر۵۲ یہ غرائب میں ہے۔ اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۵۳ اور اگر مسلمانوں و کافروں کی قبریں مختلط ہوں تو یوں کہے السلام علی من اتبع الہدی۵۴ پھر سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہٰکم التکاثر پڑھے یہ غرائب میں ہے۔ اور شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ مقابر میں اخفاء کے ساتھ بدون جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور ڈر نہیں ہے۔ اور مقبرہ میں قرآن پڑھنا جبھی مکروہ ہے کہ جب جہر سے ہو اور اخفاء کے ساتھ پڑھنا روا ہے کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ ختم کرے اور صدر ابو اسحٰق الحافظ نے اپنے استاد شیخ ابوبکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر میں پڑھنا روا ہے خواہ اخفاء کرے یا جہر کرے (یعنی تبارک الذی بیدہ الملک ۱۲) اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر میں قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفاء کی تفصیل۵۵ نہیں فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قرأۃ القرآن میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قبروں کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہے کہ اُسکو آوازِ قرآن سے استیناس ہوگا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ قرأت قرآن کو سنتا ہے جہاں کہیں ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اُسکے وارث نے اُسکی قبر کے پاس ایسے شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے اور یہی قول امام محمد رح کا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ زیارت قبور کے واسطے چار روز افضل ہیں دو شنبہ پنجشنبہ۔ جمعہ شنبہ پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہے اور شنبہ کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن میں اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخر وقت اسی طرح جو راتیں متبرک ہیں اُن میں زیارت افضل ہے خصوصاً شب برات میں اسی طرح متبرک ایام میں زیارت افضل ہے جیسے ذی الحجہ کے اور دونوں عیدیں اور یوم عاشورا و باقی مواسم میں یہ غرائب میں ہے۔ اگر مقبرہ کے پاس ہو کر گذرا

۵۱ عبارۃ الاصل ہکذا کیفیۃ الزیادۃ ذلک المیت سنے حیوتہ من القرب والبعد انتہٰی والمرجع سالے المقدمۃ ۱۲ منہ ۵۲ اے اہل قبور تمپر سلام ہے اللہ تعالیٰ ہمکو تمکو بخشے تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمھارے قدم بقدم ہیں ۱۲ ۵۳ تمپر سلام ہو کہ تم نے صبر کیا اب آخرت کا گھر کیا عمدہ ہے ۱۲ ۵۴ اسپر سلام جسنے ہدایت کی پیروی کی ۱۲ ۵۵ تفصیل یعنی مطلقاً منع کیا اور یہی قول صحیح و صواب ہے اور آیندہ قول مضمرات اس کے مقابلہ میں ٹھیک نہیں ہے اگرچہ اصح کہا جاتا ہے ۱۲

اور اہل قبور کے واسطے اُن کے ثواب پہونچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور ابوبکر بن سعید رحمہ اللہ سے منقول ہے فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے کیونکہ مجھے روایت پہونچی ہے کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ دی تو اگر میت غیر مغفور ہوگی تو اُسکی مغفرت کیجائیگی اور اگر میت مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت کیجائے گی اور ثواب قرأت اس مغفور کو ہبہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے دس بار سورۂ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہے اور جو شخص خوب پورا کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ بقدر سورۂ اخلاص پڑھنے پر تضرع و عاجزی کے ساتھ دوسری سورتیں بڑھا دے اور جو شخص کسی قبر پر بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالی میت کے سر سے عذاب تنگی و تاریکی چالیس برس تک دور کر دیتا ہے یہ غرائب میں ہے۔ اور ابویوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہیں جانتے ہیں اور نہ ہمکو اُسکا مستحب ہونا معلوم ہے مگر ہم اسمیں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتے ہیں اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ ہم نے[1] سلف لوگوں سے بلا انکار ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ مکی رح نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے[2] یہ قنیہ میں ہے اور قبر کو مسح کرنا نہ چاہیے اور نہ اُسپر بوسہ دے کہ یہ نصرانیوں کی عادت ہے مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ غرائب میں ہے یتیمہ میں ہے کہ شیخ خجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبروں کے بیچ میں ہے پس آیا جائز ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کی قبروں سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبروں تک پہونچکر اُنکی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہاں جائز ہے بشرطیکہ بدون اور قبروں کے روندے ہوئے پہونچ سکتا ہو اور بھی شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین ملوکہ قبروں کے بیچ میں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی زمین میں تصرف کرے اور اسکا راستہ سوائے قبروں کے اوپر سے اور طرف سے نہیں ہے پس آیا اُسکو اختیار ہے کہ قبروں پہ قدم رکھکر وہاں جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبروں میں میت کو تابوت میں دفن کیا ہے تو مضائقہ نہیں ہے اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت میں مدفون نہوں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے مقبرہ میں راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اُسکے دل میں یہ ہے کہ یہ نیا راستہ لوگوں نے قبروں کے اوپر سے نکال لیا ہے تو اس راستہ میں ہوکر نگذرے اور اگر اُسکے دل میں ایسا نہ پڑے تو چلا جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ قبر پر نہ چڑھنا اولی ہے اور شیخ وبری رحمہ اللہ تعالی اسمیں گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبور کی چھتیں بمنزلہ گھر کی چھتوں کے ہیں پس نہ چڑھنے میں ڈر نہیں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں انگاروں پر روندتے چلوں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں قبر کو روندتا چلوں اور علاء الترجمانی نے کہا کہ قبر کو روندنے سے گنہگار ہوگا اسلیے کہ قبر کی چھت حق میت ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی سے

ف۱ یعنی ہم ایسا ہی پاتے ہیں اور سلف سے کوئی انکار و ممانعت مروی نہیں ہے ۱۲ منہ ف۲ بدعت خلاف سنت کیونکہ سنت میں ایسا مذکور نہیں ہے اور یہی احوط ہے ۱۲

روایت ہی کہ بعض علمار نے قبرون پر چلنا روا رکھا ہی اور ان لوگون نے کہا ہی کہ قبر کی چھت پر چلے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی اور میت کے چہرہ سے چادر اُٹھانا بغرض اُسکے منھ دیکھنے کے اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اس فعل مین کراہت جبھی ہی کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ تمرتاشی مین ہی۔ ایک شخص دوسرے کی زمین مین دفن کیا گیا تو مالک کو اختیار ہی چاہے اُسکو اُکھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے مگر قبر کو برابر کر کے اُسکے اوپر زراعت کرے یا وارث سے گڈھے کی قیمت لے لے یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک حاملہ عورت کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور بچہ اُسکے پیٹ مین پھڑکتا تھا پھر وہ عورت مر گئی اور دفن کر دی گئی پھر خواب مین دکھلائی دی کہ وہ کہتی ہی کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہی تو کیا قبر نہ کھودی جائیگی یہ سراجیہ مین ہی۔ کوچون و بازارون مین مقبرہ بنانا مکروہ ہی اور اگر کوئی کاشانہ اسواسطے بنایا کہ اُسمین بہت سے مردے دفن کرین تو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہی۔ اور موت سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کر رکھنا مکروہ ہی اور تابوت کے اندر رکھکر نماز جنازہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی اور گلاب کے پھول و ریاحین قبرون پر رکھنا اچھا ہی اور اگر پھول کی قیمت صدقہ کر دے تو بہت اچھا ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور پہلی راتون مین قبرون پر چراغ لیجانا بدعت ہی یہ سراجیہ مین ہی جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جاوے اسیطرح کہ جس کام مین پہلے استعمال کیا جاتا تھا اُس کام مین مستعمل نہ ہو سکے اور متولی کو اُسکا صدقہ کرنا جائز نہین ہی لیکن اُسکو فروخت کرکے اُسکے دامون مین کچھ مال زیادہ ملاکر دوسرا کپڑا خرید لے کذا فی جواہر الفتاوے واللہ اعلم

سترھوان باب۔ غنا و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان مین۔

قال المترجم غنار گانا لہو شغل عبث و مزامیر وغیرہ کے باقی معاصی باقی گناہ کے کام۔ امر بالمعروف جو کام شرع مین کرنا چاہیے اُسکا حکم دینا اور جو نہ کرنا چاہیے اُس سے منع کرنا نہی از منکر ہی گانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ غنا مطلقاً حرام ہی اور اُسکی طرف کان لگانا معصیت ہی اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہی اور اگر اچانک سُن لیا تو پھر گناہ نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گاوے کہ اُس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جاوے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے واسطے گاوے تو جائز ہی مگر بطریق لہو کے نہو اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہی اور اگر شعر مین حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ نہین ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور جو اشعار مباح ہین اُنکے پڑھنے مین مضائقہ نہین ہی۔ اور اگر شعر مین کسی عورت کی تعریف ہو پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور وہ زندہ موجود ہو تو مکروہ ہی اور اگر مر گئی ہو تو مکروہ نہین ہی اور اگر فرضی ہو تو نہین مکروہ ہی اور نوازل مین ہی کہ ایسا شعر جسمین ذکر فسق و شراب امرد کا ہی مکروہ ہی اور امرد مین اعتبار اُسی طور پر ہی جیسا ہم نے عورت کے باب مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ شعر مین کراہت کے یہ معنی ہین کہ آدمی اسمین ایسا مشغول ہو جاوے کہ اُسکو قرأت قرآن و ذکر اللہ تعالے سے غافل کر دے اور اگر ایسا نہو تو مضائقہ نہین ہی جبکہ اُسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے ذریعہ سے مجھے علم تفسیر و حدیث مین مدد ملے گی

ف مراد اُنکی خوش الحانی اور نظم ادا کرنا ہی اور راگ مطلقاً حرام ہی ۱۲ منہ

ظہیریہ میں ہے یتیمیہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئین صوفی کہتے ہیں اور
انھوں نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کر لیا ہے اور لہو و رقص میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے واسطے منزلت
کے مدعی ہیں تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افتروا علی اللہ کذبا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا
ہے پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہیں پس آیا عام لوگوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا خوف
دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کر دیے جاویں فرمایا کہ رنج دہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا انکا بہشت
کے واسطے اکمل ہے اور دیانت کے واسطے امثل ہے اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیزہ واسطے ہے یہ تاتارخانیہ
میں ہے قال گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اسکی طرف قصد کر کے
جانا و وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے اور یہ اور غنا و مزامیر یکسان ہے اور اہل تصوف نے اسکو جائز رکھا ہے اور اگلے
مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہیں پھر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگلے مشائخ رح
نے ایسا نہیں کیا ہے کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہیں چنانچہ انکے زمانہ میں بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر پڑھا جو انکے
حال کے موافق پڑا جس نے انکے دل کو نرم کر دیا اور جسکا قلب رقیق ہوتا ہے وہ جب ایسا لفظ سنتا ہے جو اس کی
حالت کے موافق پڑتا ہے تو اکثر اسکی عقل پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے اور اس سے
حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہیں اور ایسی بات کچھ بعید نہیں ہے کہ بدین معنی روا ہو اور اسپر مواخذہ نہ کیا
جاوے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وے لوگ ایسے فعل کرتے تھے جیسے اس زمانہ
کے فاسق لوگ جو بری باتوں کو مباح کرتے ہیں اور جنکو احکام شرعی کا علم نہیں جاہل ہیں کرتے ہیں اور
طرہ یہ ہے کہ دیندار و پرہیزگار لوگوں کے افعال سے تمسک کرتے ہیں یہ جواہر الفتاوے میں ہے اور ابو یوسف رح
سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت دف کو بدون فسق کے مثلاً بچہ کے واسطے بجاوے پس آیا
آپ کے نزدیک مکروہ ہے فرمایا کہ میں مکروہ نہیں جانتا ہوں اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا ہے
اسکو میں مکروہ جانتا ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے **قال المترجم** اس زمانہ میں عورتوں کا ڈھول بجانا کچھ
خبر متحقق ہے جسکو امام ابو یوسف رح نے مکروہ فرمایا ہے پس وہ بھی مکروہ ہے واللہ اعلم۔ عید کے روز دف بجانے
میں مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے قلت وفیہ نظر۔ اور مزاح[1] کرنے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ انسان
ایسا کلام نہ کرے جس سے گنہگار ہو یا یہ قصد ہو کہ ہم جلیس لوگ ہنسیں یہ ظہیریہ میں ہے کشتی لڑنا بدعت ہے اور آیا
نوجوانوں کے واسطے اجازت ہے تو شیخ رحمہ نے فرمایا کہ بدعت نہیں ہے اور کشتی لڑنے میں ایک اثر روایت کیا گیا ہے لیکن
غور کرنا چاہیے کہ اگر نوجوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے اور اسکو ممانعت کیجائیگی اور اگر بدین غرض ایسا کرتا
ہے کہ قوت حاصل ہو تاکہ کافروں سے اچھی طرح قتال کر سکے تو جائز ہے اور اسکو ثواب ملے گا پس اس کا حال مثل

[1] مزاح خوش طبعی اور وجہ اس زمانہ میں دل لگی کے لفظ سے بولتے ہیں وہ عام ہے اور اکثر ممنوع باتین ہوتی ہیں اور مزاح مروی از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یوں ہے کہ
جیسے حضرت انس ابن مالک رض سے فرمایا کہ او دو کان والے پس ہر چند کہ خوش طبعی ہے لیکن صحیح ہے علے ہذا کئی احادیث میں اسی قبیل سے مزاح مذکور ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

شراب مثلث کے ہی کہ اگر شراب مثلث کے استعمال میں سرور ولہو مقصود ہو تو منع کیا جائے گا اور جھڑکا جائے گا اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اُسکی غرض یہ ہو کہ جہاد میں قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہی یہ جواہر الفتاوے میں ہی۔ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرما میں نوجوان لوگ جو خربزوں سے کھیلتے ہیں یعنے ایک دوسرے کو خربزون سے مارتا ہی تو یہ مباح غیر مستنکر ہی یہ جواہر الفتاوے کے باب سادس میں ہی۔ شطرنج و نرد و تیرہ گوٹی و چودہ گوٹی کھیلنا مکروہ ہی اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے بالاجماع حرام ہیں اور رہی شطرنج تو اُسکا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہی اور جو شطرنج کھیلتا ہی آیا اُسکی عدالت ساقط ہوتی ہی یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہو جائیگی اور اُسکی گواہی قبول نہوگی اور اگر جوا نہ کھیلا تو عدالت ساقط نہوگی اور گواہی قبول ہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ نے شطرنج کھیلنے والوں کو سلام کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا ہی اور صاحبین رح نے اُنکی تحقیر کے واسطے اُن کو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہی یہ جامع صغیر میں ہی جھوٹ بولنا حرام ہی لیکن لڑائی و جہاد میں روا ہی تاکہ کافر کو دھوکا دیوے اور دو شخصوں میں صلح کرانے میں روا ہی اور اپنی جورو کو راضی کرنے میں روا ہی اور ظلم ظالم دفع کرنے میں روا ہی اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ ہی الا بضرورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اُس نے کہا کہ میں نے کھایا ہی اور مراد یہ ہی کہ میں نے کل کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور عزم کر لے یعنے ضرور کرونگا اور اصرار کرے یعنے اُسپر جما رہے تو گنہگار رہوگا یہ ملتقط میں ہی وقال المترجم میرے نزدیک اگرچہ یہ بات اچھی نہیں ہی اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہی لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہی جب تک کہ صادر نہو یا دوسرا اسکی وجہ سے مبتلا نہو جاوے واللہ تعالیٰ اعلم۔ امر بالمعروف میں پہلے یہ چاہیے کہ پہلے مہربانی و نرمی کے ساتھ ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی و فحش نکلے پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہاوے اور معازف تلف کر ڈالے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب البستان میں ذکر فرمایا ہی کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہی اگر اپنی غالب رائے میں یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے امر بالمعروف کیا تو یہ لوگ قبول کر کے بری بات سے باز رہینگے تو اُسپر امر بالمعروف واجب ہوگا اُسکو ترک نہیں کر سکتا ہی اور اگر اپنی غالب رائے سے یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے اُنکو بُرے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے بُرا کہینگے اور گالیاں دینگے تو امر بالمعروف کرنا افضل ہی اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے مارینگے اور میں صبر نہ کرونگا اور باہم عداوت پیدا ہو جائیگی اور قتال اُٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہی اور اگر یہ جانتا ہو کہ میں صبر کرونگا اگر وہ مارینگے اور کسی سے شکوہ نہ کرونگا تو کچھ مضائقہ نہیں ہی کہ اُن لوگوں کو منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی جہاد کا ثواب پاویگا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نہ کرینگے مگر اُنکی طرف سے مار پیٹ

سلہ قولہ نہو جاوے الخ لیکن یہ جبھی کہ وہ فعل قلبی نہو جیسے ناانہ عورت سے فحش محبت کو دل میں جماوے ولیکن زنا جبھی ہوگا کہ صادر ہو اور تحقیق اسکی تفسیر مواہب الرحمن کے سورۂ بقر کے خاتمہ میں ہی ۱۲

و گالی گفتاری کا بھی خوف نہو تو اسکو اختیار ہی چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے لیکن منع کرنا افضل ہی[عه] یہ محیط مین
ہی اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف پیش آیا یعنے ایسا موقع پیش آیا کہ وہان امر بالمعروف کرے اور اسکو خوف ہوا کہ اگر
مین نے امر بالمعروف کیا تو قتل کیا جاؤنگا پس اگر اسنے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین
ہی۔ اور بعض نے فرمایا ہی کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امرا پر واجب ہی اور زبان سے علماء پر واجب ہی
اور دل سے امر بالمعروف یعنے دل سے برا جاننا عوام پر واجب[عه] ہی اور اسی کو امام زندویسی نے اختیار کیا
ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ امر بالمعروف کے واسطے پانچ باتون کی ضرورت ہی اول آنکہ علم چاہیے کیونکہ جاہل سے
امر بالمعروف بخوبی نہین ہوسکتا ہی دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالی کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو
سوم آنکہ جسکو امر بالمعروف کرتا ہی اسکے حال پر شفقت کی نظر ہو پس اسکو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ
امر بالمعروف کرنے والا صبور و حلیم آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہی اسکو خود کرتا ہو تاکہ اللہ تعالی کے اس حکم
مین داخل نہو جاوے کہ لم تقولون ما لا تفعلون یعنے کیون ایسے کام کو کہتے ہو جسکو تم خود نہین کرتے ہو
اور عوام مین سے کسی کو نہ چاہیے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اسمین ترک ادب ہی اور
اسوجہ سے کہ بسا اوقات یہ بات ہوتی ہی کہ اسکو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہوا اور عامی آدمی بسبب لاعلمی کے
اس سے واقف نہو یہ غرائب مین ہی قلت توضیح ذلک فی تفسیر التیسیر ۱۲ ایک شخص نے کسی کو برا کام جو شرع مین اچھا نہین
ہی کرتے دیکھا اور یہ دیکھنے والا خود یہی بات کرتا ہی تو اسکو منع کرنا لازم ہی اسواسطے کہ اسپر دو باتین واجب ہین
ایک یہ کہ خود یہی بات نہ کرے دوم یہ کہ یہی بات سے منع کرے پس اگر اسنے ایک واجب[عه] ادا نہ کیا تو دوسرا اسکے
ذمہ سے ساقط نہوگا یہ خزانۃ المفتین و ملتقط و محیط مین ہی۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید بری بری بات
کیے جاتا ہی پس آیا اسکو روا ہی کہ زید کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسکے علم مین یہ بات ہو کہ
اگر مین نے زید کے باپ کو لکھا تو اسکا باپ اسکو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر ہوگا تو اسکو لکھ بھیجنا حلال ہی اور
اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اسکے باپ نے منع کرنا چاہا تو اسکے باز رکھنے پر قادر نہوگا تو اسکو لکھنا نہ چاہیے اور یہی حکم
زوجین یعنے جورو و خصم مین ہی اور یہی حکم سلطان و رعیت و حشم یعنے لشکر سلطانی مین ہی اور امر بالمعروف جبھی واجب
ہوتا ہی کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کرینگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر باپ نے اپنے بیٹے کو کسی کام
کرنے کا حکم دینا چاہا اگر خوف کرتا ہی کہ اگر مین نے حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو یون کہے کہ
(خوب آید ای پسر اگر این کار کنی یا نکنی) ای بیٹے اگر تو یہ کام کرے تو اچھا ہی یا نہ کرے اور حکم نہ دے تاکہ اسپر
نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک فحش[عه] بات کی پھر توبہ کرکے اللہ تعالی کی طرف
رجوع ہوگیا تو کسی کو یہ بات نہ چاہیے کہ جو شخص مسلمانون کا امام سردار ہوا اسکو اسکے فعل کی خبر کردے تاکہ اس پر

[عه] محیط الخ اور یہی قول صحیح ہی کما فی الشامی و فتح القدیر ۱۲ [عه] صحیح یہ ہی کہ عالم پر واجب ہی ۱۲ [عه] یعنے خود نہ
چھوڑا تو منع کرنا ساقط نہوگا ۱۲ [عه] ظاہراً زناکاری یا لواطت مراد ہی ۱۲

حد ماری جاوے اسواسطے کہ عیب پوشی مندوب ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی- ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ کسی شخص کا مال چراتا ہی تو فرمایا کہ اگر اُسکی طرف سے ظلم کا خوف نہو تو خبر کردے اور اگر خوف ہو تو سکوت کرے یہ حاوی مین ہی- ایک شخص نے اپنے گھر مین فسق ظاہر کیا تو چاہیے کہ پہلے اُس سے جا کر کہے تاکہ عذر پورا ہو جاوے پس اگر وہ باز رہے تو اُس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام کو اختیار ہی چاہے اُسکو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کیواسطے کوڑے مارے اور چاہے اُسکو گھر سے نکالدے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انھون نے شراب بنانے والے کا گھر پھونکدیا اور امام زاہد صفار سے مروی ہی کہ انھون نے فاسق کے فسق کے باعث سے اُسکا گھر اُجاڑ دینے کا حکم دیا اور فتاوی نسفی مین ہی کہ شراب کے خم توڑدے اور شراب مین نمک ڈالدینے سے اُسکا ضامن نہوگا اور توڑنے والے پر انمین سے کسی بات کی ضمان واجب نہوگی یہ خلاصہ مین ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مشک[۱] مین نصرانی یا مسلمان کی شراب ہو تو مین اُسکو پھاڑ ڈالونگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اس سے کسی طور پر انتفاع ممکن ہو تو ایسا کرنا جائز نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی- امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار پر حملہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اگرچہ اُسکی غالب رائے مین یہ ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا بشرطیکہ اُسکی رائے غالب مین یہ ہو کہ میرے حملہ کرنے سے ان کافرون کو گزند پہونچیگا خواہ قتل کا گزند پہونچے یا زخمی ہونے کا یا ہزیمت یعنی بھاگ جانے و شکست کھانے کا گزند پہونچیگا اور اگر اُسکی غالب رائے مین یہ ہو کہ میرے تنہا حملہ کرنے سے مین ہی قتل کیا جاؤنگا ان مشرکون کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہونچیگا تو اُسکو تنہا حملہ کرنا مباح نہین ہی اور قیاس کی دلیل سے اُسکو تنہا حملہ کرنا ہر حال مین مباح ہی اگرچہ جانتا ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا یہ محیط[۲] مین ہی- اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانون کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اسکی غالب رائے مین یہ ہی کہ مین اس ممانعت سے قتل کیا جاؤنگا اور ان لوگون کو ڈپٹ[۳] کے مانند کسی بات کا گزند نہ پہونچیگا تو اُسکو ممانعت پر قدم کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہ عزیمت ہی اگرچہ اُسکے حق مین یہ رخصت ہی کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ مین ہی گھوڑے و بیل کی گردن مین جرس لٹکانے مین مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی اور چوپایون کی گردن مین جرس ڈالنے مین علماء نے اختلاف کیا ہی پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفرون مین مکروہ ہی خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر مین مکروہ کہتا ہی ویسا ہی حضر مین بھی مکروہ کہتا ہی اور نابالغ کے پاؤن مین جلاجل ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہی اور امام محمد رح نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا کہ غازیون کو دار الحرب مین جرس کو استعمال مین رکھنا جو ہمارے علماء کے نزدیک مکروہ ہی وہ اس وجہ سے مکروہ ہی کہ اگر دار الحرب مین چوپایون کی گردنون مین جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہو جاوینگے کہ مسلمان لوگ وہان ہین جہان سے جرس کی آواز آتی ہی پس اگر مسلمان لوگ تھوڑے ہونگے

[۱] مشک مین شراب کا رکھنا وہانکا دستور تھا ۱۲ منہ [۲] محیط الزہبی صحیح ہی چنانچہ تفسیر قولہ تعالی لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ تم اپنے ہاتھون کو ہلاکت مین نہ ڈالو- تفسیر مواہب الرحمن مین دیکھو ۱۲ منہ [۳] یعنے شیخ الوالقبار ح ۱۲ [۴] یعنے حالت جہاد مین لشکر اسلام سے اکیلا ۱۲

تو مبادرت کرکے اُنپر ٹوٹ پڑین گے اور مسلمانون کو قتل کرین گے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہون گے تو کافر لوگ اُنسے بچاؤ کرکے اپنے اپنے قلعون مین پناہ گیر ہو جاوینگے اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام مین قافلہ سوارون کا جنگل مین اور انکو چور راہزنون سے کھٹکا ہو تو اُنکو سبھی چوپایون کی گردنون مین جرس لٹکانا مکروہ ہے تاکہ چور راہزن ان لوگون سے واقف ہوکر انکے قتل کر ڈالنے یا مال چھین لینے پر آمادہ نہو جاوین۔ اور جو حکم ہمنے جرس مین بیان کیا ہے وہی جلاجل کا حکم ہے۔ امام محمد رہ نے کتاب السیر مین فرمایا کہ پھر جس صورت مین کہ دار الاسلام مین جرس سے راحلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور فرمایا کہ جرس مین بھرپور نفع ہوتا ہے چنانچہ ایک یہ ہے کہ اگر قافلہ مین سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے جا ملتا ہے اور ایک یہ ہے کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنے موذی جانور مثل بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ رات مین قافلہ سے دور بھاگ جاتے ہین اور ایک یہ ہے کہ جرس سے چوپایون کو چلنے مین خوشی ہوتی ہے پس جرس بمنزلہ حدی کے ہے یہ محیط مین ہے۔ محتسب نے اگر روئی والے کو عام رستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اُس نے نہ مانا پس محتسب نے اُسکی روئی مین آگ لگا دی اور وہ جلگئی تو محتسب ضامن ہوگا لیکن اگر روئی رکھنے مین فساد معلوم ہوا اور جلا دینے مین مصلحت معلوم تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہے

اٹھارھوان باب تداوی ومعالجات کے بیان مین اور اس باب مین عزل و اسقاط ولد کا بھی بیان ہے۔

دوا کرنے مین مشغول ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالی ہے اور اُسنے دوا کو سبب مقرر کر دیا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ دوا شافی ہے تو نہین جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہے جبکہ بکری یا گاے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کسی چوپایہ کی ہڈی سواے آدمی و سور کے ہو کہ آدمی و سور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہے پس امام محمد رہ نے سواے آدمی و سور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقًا جائز کر دیا ہے کوئی تفصیل اُسکی نہ فرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہوا اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علے الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی مین جاری ہے جو ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اُسکی ہڈی طاہر ہے خواہ تر ہو یا خشک ہو اُس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ و خشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہے پس اُس سے دوا کرنا بھی ہر حال مین جائز ہے اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اُس سے خشک ہونے کی حالت مین انتفاع جائز ہے اور جب تر ہو تو انتفاع نہین جائز ہے اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہے ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُس سے دوا کرنا نہین جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے قال المترجم وہو الاصح۔ اور اجزاے آدمی سے انتفاع نہین جائز ہے بعضون نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہین جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ بوجہ کراہت کے استعمال کرنا نہین جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے اور امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہین جائز ہے لیکن سور کے بالون سے اساکفہ یعنے موزہ دوزون کو انتفاع لینا جائز ہے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ بالون سے بھی نفع اُٹھانا نہین جائز ہے مگر قول امام اعظم رہ کا اظہر ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کو کوئی بیماری ظاہر ہوئی اور اُس سے طبیب نے کہا کہ تجھکو خون نکلوانا چاہیے مگر اُسنے نہ نکلوایا یہانتک کہ مر گیا تو گنہگار نہوا اسواسطے کہ اُسکو یہ

یقین نہ تھا کہ سچھنے میرے حق میں شفا ضرور ہی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ہر شخص کیواسطے پچھنے لگانا مستحب ہے
یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑکے تب تک پچھنے لگانا و فصد لینا نہ چاہیے اور جب بچہ پھڑکے
تو جب تک قریب ولادت زمانہ نہو تب تک جائز ہے اور قریب ولادت کے بنظر حفاظت حمل نہیں جائز ہے لیکن اگر پچھنے و فصد
کے ترک سے اسکو کھلا ضرر پہونچنا نظر آوے تو جائز ہے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہے اُس نے
خون نکلوانے کے واسطے پیٹھ پر جونک لگانے کا قصد کیا تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اسنے کہا کہ حمل کو ضرر
پہونچے گا تو ایسا نہ کرے یہ کبریٰ میں ہے۔ اگر حاملہ عورت نے اپنے صحت نفس کیواسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہیں
ہے اور یہ اولے ہے اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہو گیا تو اُس عورت پر کچھ عذاب نہوگا یہ ینابیع میں ہے۔ اور آدھا
مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد سنیچر کے روز پچھنے لگانا بہتر اور خوب نافع ہے اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ
ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہوا یا رمد چشم کی بیماری ہوئی (یعنے ملتحمہ پر ورم ہو گیا)
اور اُس نے علاج نہ کیا یہانتک کہ مر گیا تو گنہگار نہ ہوگا یہ ملتقط میں ہے اگر کسی شخص کو دست شروع ہوے یا اُس کی دونوں
آنکھوں میں رمد کی بیماری ہوئی اور اُسنے علاج نہ کیا یہانتک کہ مرض نے اسکو ضعیف و ناتوان کر دیا اور وہ مر گیا تو گنہگار
نہوگا اور اس صورت میں اور بھوک کی صورت میں مرجانے میں فرق ہے کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اُس نے غذا نہ
کھائی اور مر گیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہے کہ بھوک میں مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کر دیتا ہے پس نہ کھانا اپنے نفس
کا ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ و دوا کرنا ایسا نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہے اسی طرح
اُسکا گوشت بھی مکروہ ہے اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور دوا کرنا اونٹ
کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح
کے ہیں ایک وہ جن پر یقین ہوتا ہے جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہے اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع
کرتی ہے اور ایک وہ جنپر گمان ہوتا ہے جیسے فصد و پچھنے لگانا و مسہل پینا و باقی طب کے علاج یعنے برودت کا علاج
حرارت سے و حرارت کا علاج برودت سے اور یہ اسباب طب میں ظاہر ہیں لہ اور ایک موہوم ہوتے ہیں جیسے داغ دینا
و رقیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہیں کہ اُنپر یقین ہوتا ہے تو اُنکا ترک کرنا توکل نہیں ہے بلکہ خوف موت کے وقت
اُنکا ترک کرنا حرام ہے اور جو اسباب موہوم ہیں اُنکا ترک کرنا شرطاً توکل ہے کہ اسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بیان کیا ہے۔ اور جو اسباب مظنون ہیں یعنے بیچ بیچ میں ہیں جیسے اُن اسباب کے
ساتھ جو اطبا کے نزدیک ظاہر ہیں علاج کرنا سو یہ توکل کے منافی نہیں ہے بخلاف موہوم اسباب کے اور اُنکا
چھوڑنا حرام نہیں ہے بخلاف اُن اسباب کے جنپر یقین ہوتا ہے مگر بعض اشخاص کے حق میں اور بعض حالتوں میں
اُسکے کرنے کی بہ نسبت اُسکا چھوڑنا افضل ہوتا ہے پس اُسکا درجہ دو درجوں کے بیچ میں ہے یہ فصول عمادیہ فصل

لہ موہوم یعنے محض وہمی وخیالی ہیں اُنپر حواس فطرت سے یا عقل سے کوئی دلیل قوی نہیں ہے سواے قیاسی تجربہ کے پس ان میں سے بدتر وہ ہیں جنکو
جھاڑ پھونک کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ توکل یہ ہے کہ ہر تدبیر وغیرہ میں اللہ تعالی پر بھروسا کرے پس اگر کسی صورت میں ایسا کیا تو توکل رہا ورنہ گیا توکل نہ رہا ۱۲ منہ

چونتیس ہیجے اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے میں مضائقہ نہیں ہے اور بلا ضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے میں متاخرین مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ بلخ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقیناً جانتا ہے کہ اچھا ہو جاوے گا تو اسکو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد رحمہ سے نقل کیا کہ پینا نہیں حلال ہے کذا فی الذخیرۃ قال[1] المترجم وہو الصحیح عند بعض المحققین واختارہ المترجم وفی الہدایۃ اور نہیں جائز ہے کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیٹھ لگی ہو اسکا علاج کرے اور نہیں جائز ہے کہ کسی ذمی کو پلاوے اور نہیں جائز ہے کہ بچہ کو بطور دوا کے پلاوے اور اگر پلائیگا تو اسکا وبال پلانے والے پر ہوگا انتہی۔ اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفا رخون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے میں ہے اور اسنے مباح چیزوں میں سے اُسکے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اسکو پینا و کھانا جائز ہے اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے تجھے جلدی شفا ہو جائیگی تو اسمیں دو وجہین ہیں۔ اور اگر دوا کی تاثیر میں شراب کے قائم مقام دوسری چیز نہ ملے تو تھوڑی سی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہے یا نہیں سو اسمیں دو وجہین ہیں یہ تمرتاشی میں ہے اگر ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر ساہی کھائے یا سانپ کھائے یا بغیر ایسی دوا کھائے جسمین سانپ ملا گیا ہو نہ جائیگی تو بیمار کو اسکا کھانا حلال نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے۔ اور تریاق کھانا مکروہ ہے بشرطیکہ اسمیں سانپ کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہے اور اگر نہ جانتا ہو کہ اسمیں سانپ کا جزو ہے تو تریاق کھانا روا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور دوا کے واسطے کبوتر کی بیٹ کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے۔ علک[2] چبانے میں عورتوں کے واسطے بلا خلاف کچھ مضائقہ نہیں ہے اور مردوں کیواسطے چبانے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ عورتوں و مردوں دونوں کے حق میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موٹی ہونے کیواسطے فتیت کے مانند چیزین کھاتی ہے تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے جب تک سیری سے زیادہ نہ کھاوے اور اگر اُسنے سیری سے زیادہ کھائی تو اسکو حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپ کو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہیں ہے اور مرد کیواسطے یہ مکروہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے مرارہ یعنی پتا دوا کی غرض سے اپنی انگلی میں پہنا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ آٹے کی لبدی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اسمیں شفا سمجھتا ہو تو مضائقہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر بچوں کو کوئی بیماری لگ گئی ہو تو اُنکے داغ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ قرآن کے ساتھ سنتر[3] ... میں اختلاف ہے

[3] یعنی چوپایہ کے منہ پر داغ دینا مکروہ ہے کذا فی الحدیث ۱۲

[1] مترجم کہتا ہے کہ بعض محققین کے نزدیک یہی صحیح ہے واضح ہو کہ اس میں دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی بلکہ نفی یہ ٹھہرا لیکن یہی قول دوم ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

[2] علک درحقیقت ایک قسم کا گوند ہے جو منہ خوشبو کرتا ہے فتیت روٹی چور کر شل حریرہ کر لیتے ہیں سیری سے زائد سوا ے خاطر مہمان کے البتہ مکروہ ہے ۱۲

مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا جسکو بچھونے کاٹا ہو پڑھکر پھونکے یا ورق پہ لکھکر اُسکی گردن وغیرہ میں لٹکاوے یا
طشت میں لکھکر اُسکو دھوکر مریض کو پلاوے پس اسکو عطاء و مجاہد و ابو قلابہ نے مباح فرمایا ہے اور نخعی و بصری نے
مکروہ[1] فرمایا ہے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہے اور اس طرح رقیہ کرنا مشاہیر میں بلا انکار ثابت ہوا ہے۔ اور جس شخص کی
نکسیر پھوٹی اور اُسکا خون بند نہیں ہوتا ہے پس چاہا کہ اُسکے خون سے اُسکی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ ابو بکر اسکاف
نے فرمایا کہ جائز ہے اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہے بشرطیکہ اسمین شفا ہو یہ خزانۃ المفتیین
میں ہے قال المترجم اور شیخ ابو المکارم نے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ رہ نے اسکو مکروہ جانا ہے[2] واللہ اعلم۔
تعویذ لٹکانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن پیخانے جانے کے وقت اور جماع کرنے کے اُسکو الگ کر دے یہ
غرائب میں ہے۔ اگر کسی عورت کا خاوند اُسکو مبغوض رکھتا ہو پس اُسنے چاہا کہ میں تعویذ رکھوں تاکہ مجھے دوست رکھے
تو جامع صغیر میں لکھا ہے کہ یہ حرام ہے حلال نہیں ہے یہ حاوی میں ہے اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکے خون سے حمکا سر لیپنا
مکروہ ہے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے۔ شہاب الدین آمالی نے کہا کہ راستہ کی پڑی ہوئی قتیا اُٹھاکر جلانے اور جسکو
نظر لگی ہے اُسکے سر کے گرد پھرانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اُسکی نظیر یہ ہے کہ خائف بچہ کے سر پہ موم پگھلاکر جما دیتے
ہیں اور شیخ لیادی نے فرمایا کہ یہ جبھی جائز ہے کہ جب اس سے شفا کا اعتقاد نہو یہ قنیہ میں ہے۔ کھیتوں و فالیزوں میں
کھوپڑی کی ہڈیاں نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے[3] یہ بات آثار سے ثابت ہوئی ہے کذا فی فتاوی
قاضی خان قال المترجم فیہ نظر۔ ایام نوروز میں پرچہ لکھکر بھوت پریت کے خوف سے دروازوں پہ چپکانا مکروہ
ہے کذا فی السراجیہ اور ایام نوروز میں پرچے لکھنا مکروہ ہے اور دروازوں پہ چپکانا حرام ہے کیونکہ اُس میں
اسم اللہ تعالی کی اہانت و مجوسوں کے ساتھ مشابہت ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے قال المترجم
یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہے۔ اور اُسمیں ہوام کا لفظ ہے پس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد ہیں تو
یہ معنی ہے کہ ان جانوروں کے واسطے دروازوں پر پرچہ چپکائے و فیہ ما فیہ و تحقیق مترجم کے نزدیک یہ معلوم
ہوتا ہے کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آکر ستاتے ہیں اور اُسکے ایام وہی ہوتے ہیں
جو نوروز کے ہیں یا ہندوستان میں دیوالی کے ہیں پس میرے نزدیک یہی مراد ہے اور مفصل تحقیق ہوام حدیث
کے بعض شراح نے بیان کی ہے فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتوی دیا ہے کہ یہ فعل عوام جہال کا ہے یہ
سراجیہ میں ہے ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت اُس سے عزل کیا یعنے جب انزال ہونے کو ہوا تو فرج سے
باہر انزال کیا بدیں وجہ کہ زمانہ کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہیں وہ خوف اُسکو بھی
ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہے کہ اُسکو یہ گنجائش نہیں ہے اور اس مقام پہ مذکور ہے کہ روا ہے کیونکہ یہ زمانہ خراب ہے

[1] مکروہ اقول اول اصح ہے جب تک کہ فساد اعتقاد نہو ۱۲ [2] قولہ جانا اقول یہی اصح ہے واللہ تعالی اعلم ۱۲ [4] زمانہ جاہلیت میں عقیقہ میں
ایسا کرتے تھے اور بعض اخبار میں بھی آیا ہے ۱۲ [3] مضائقہ اقول یہ قول مع کھیتوں کی کھوپڑی کے بلا دلیل و خلاف سلف و ضعیف ہیں اور
ائمہ متقدمین سے اسمیں کچھ بھی روایت نہیں ہے۔ ہاں لوگوں نے تعویذ و عملیات کے طور پر کہا ہے تو حق یہ کہ اگر اس سے اعتقاد شفا نہو تب جائز ہے۔ اور
دیوالی وغیرہ میں گھر کے اندر آیۃ الکرسی وغیرہ تلاوت کرے مگر لکھکر دروازے پر لٹکانا و چسپاں کرنا کسی صورت میں روا نہیں ہے ۱۲ منہ

یہ کبریٰ میں ہے اور اسکو اختیار ہے کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجیز کردری میں ہے اگر عورت نے بچہ کو پورے اعضا ظاہر ہونے کے بعد گرادیا تو ایک باندی یا غلام واجب ہوگا یہ فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔ پیٹ میں بچہ کی پوری خلقت مانند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کیواسطے علاج کرنا نہیں جائز ہے اور اگر خلقت پوری ظاہر نہ ہوئی ہو تو جائز ہے اور ہمارے زمانہ میں ہر حال میں جائز ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے[1] یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ تنبیہ میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ علی بن احمد سے بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے اسکے اسقاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ میں نہیں جائز ہے بالاتفاق یہی ایک قول ہے اور باندی بچہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ممنوع ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے قال المترجم ہو الصحیح المختار مرضعہ کو یعنے جو عورت دودھ پلاتی ہے اسکو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہیں جائز ہے بشرطیکہ بچہ کے حق میں مضر ہووے یہ قنیہ میں ہے۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہے اُسکے حمل ظاہر ہوا اور اُسکا دودھ منقطع ہو گیا اور عورت مذکور کو اپنے بچہ کے حال پر مر جانے کا خوف ہوا اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہیں ہے کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اس عورت کو مباح ہے کہ جب تک پیٹ میں نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہے اسکو کوئی عضو نہیں بنتا ہے تب تک خون بہا دینے کا علاج کرے اور جنین کی خلقت بغیر ایک سو بیس روز کے نہیں ظاہر ہوتی ہے کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہے اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہے یہ خزانۃ المفتیین و فتاوےٰ قاضی خان میں ہے۔

اُنیسواں باب

ختنہ کرنے و خصی کرنے و ناخن کاٹنے اور مونچھیں کاٹنے اور سر منڈانے اور مرد و عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالوں میں بال وصل کرنے کے بیان میں۔ ختنہ میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہے اور یہی صحیح ہے یہ غرائب میں ہے۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس سے لیکر بارہ برس تک ہے اور یہی مختار ہے کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہے یہ جواہر الفتاوےٰ میں ہے۔ اور عورتوں کے ختنہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں مذکور ہے کہ سنت ہے اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی للخصاف رحمہ اللہ تعالیٰ میں ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ مکرمت ہے یہ محیط میں ہے ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہیں یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور صلوٰۃ النوازل میں لکھا ہے کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہ گیا پھر ایسا ہو گیا کہ ختنہ کے واسطے اُسکی کھال نہیں کھینچی جا سکتی ہے الا بتشدید یعنے شدت سے کھینچنے سے کھنچ سکتی ہے اور اُسکا حشفہ یعنے سر ذکر ظاہر ہے کہ اگر اسکو دیکھنے والا دیکھے تو اسکو معلوم ہو کہ گویا ختنہ کیا ہوا ہے تو ایسے شخص کو ثقہ ہوشیار

[1] قولہ فتوےٰ قول اسی طرح ردالمحتار وغیرہ میں لکھا ہے ولیکن آخر زمانہ والدین کا فتویٰ بہت مخدوش ہے کیونکہ اسکی کچھ دلیل نہیں ہے یہ اعتبار نہیں ہے تا لڑکا کوئی اپنی اولاد کو قتل کرے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو علم کے ساتھ پیدا کرتا ہے پس اسکے بعد جو قول مذکور ہے وہی صحیح دلائل نقلی ہے فافہم ۱۲

حجاموں کو دکھلایا جاوے پس اگر وہ لوگ کہیں کہ اسکا ختنہ نہیں ممکن ہو سکتا ہے تو اسپر سختی نکیجائے گی بلکہ چھوڑ دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہیں برداشت کر سکتا پس اگر ہوشیار آدمیوں نے کہا کہ یہ نہیں برداشت کر سکتا ہے تو چھوڑ دیا جاوے گا اسواسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہے تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولے جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کر سکے تو کرے ورنہ نہ کیا جائے گا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کر سکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اسکا ختنہ کر دے تو کرے اور کرخی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے کہ حجامی[ف] اسکا ختنہ کرے یہ فتاوی عتابیہ میں ہے ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اسکی کھال بڑھگئی پس اگر اسنے حشفہ کو چھپا لیا تو کاٹ ڈالی جائیگی ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اسکے پچھنے لگاوے اور اسکی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہے اور ماموں و چچا کے وصی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسا کرے لیکن اگر یہ لڑکا اسکے عیال میں ہو تو ہو سکتا ہے پس اگر وہ لڑکا اس سے مرگیا تو استحساناً اسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر ماں نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ ماموں و چچا کے وصی کو ایسا اختیار نہیں ہے اگرچہ طفل اسکے عیال میں ہو یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور باپ کا باپ یعنی سگا دادا اور اسکا وصی بمنزلہ باپ کے ہے اور ماں کے وصی کو ایسا کرنا نہیں جائز ہے اگرچہ لڑکا اسکے عیال میں ہو یہ فتاوی قاضی خان و ملتقط میں ہے۔ اور اگر اسنے طفل مذکور کے پچھنے لگائے یا ختنہ کیا یا اسکا قرحہ باندھا تو وہ ضامن ہے اسواسطے کہ وہ ولی نہیں ہے یہ حاوی میں ہے اور عورتوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور لڑکیوں کے کان چھدانے میں مضائقہ نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے حالانکہ ممانعت نہیں پائی گئی یہ کبرے میں ہے۔ بنی آدم کا خصی کرنا بالاتفاق حرام ہے اور گھوڑے کا خصی کرنا شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ حرام ہے اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم میں اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر خصی کرنے میں منفعت نہو اور کچھ دفع ضرر نہو تو حرام ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ بلی کے خصی کرنے میں اگر اسمیں نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ کبرے میں ہے۔ روضہ زندویسی میں ہے کہ سر کے بالوں میں دو طریقے سنت ہیں یا تو مانگ دار پٹے بال رکھے یا سر منڈوا دے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سر منڈانا سنت ہے اور اس کو علمائے ثلثہ کی طرف منسوب کیا کذا فی التاتارخانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط ولم یصح ان الحلق سنۃ وغایۃ ما ثبت الجواز الا ان یقال السنۃ ہہنا ہم فعل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم۔ ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہے کذا فی الغرائب قال المترجم فیہ نظر۔ اگر مرد نے بیچ میں سے سر منڈوا دے اور بالوں کو سیدھا لٹکتا چھوڑے پچیدہ نہ کرے

ف قولہ حجامی اقول یہ ترجمہ نحو دند موہم ہے کہ حجامی لوگ حمام میں نورا لگاتے ہیں پس یہ حکم منقطع نہوگا ۱۲
ف مترجم کے نزدیک سنت فقط یہی ہے کہ بال درمیان سے مانگ کر کے رکھے اور منڈانا سنت نہیں لیکن جواز اسطرح ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلعم کے آپ کے اصحاب نے منڈایا اور بعض نے اکثر یہی کیا تاکہ غسل میں احتیاط ہو پس شاید سنت یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے ہے ۱۲ منہ

تو مضائقہ نہین ہے قال المترجم اصح یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے فاحفظہ۔ اور اگر پیچیدہ کیا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ اس مین یعنے کافرون و مجوسیون کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے ملک مین بالون کو بدون پیچیدہ کیے ہوئے چھوڑ دیتے ہین ولیکن درمیان سے سر نہین منڈاتے ہین بلکہ کنارون سے کاٹ دیتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے سر منڈانا اور دونون طرف سے پٹے چھوڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ لٹکتا چھوڑا ہوا ور اگر سر پر باندھا تو نہین جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور قزع مکروہ ہے یعنے تمام سر منڈاوے اور بعض چھوڑدے بقدر تین انگل کے جس کو چٹیا کہتے ہین یہ غرائب مین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رہ سے مروی ہے کہ گدی منڈانا مکروہ ہے لیکن پچھنے لگانے کے وقت منڈا دینا مکروہ نہین ہے یہ ینابیع مین ہے قال المترجم یہ روایت شاہد ہے کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے فافہم۔ اور ناخن کاٹنا سنت ہے لیکن دار الحرب مین نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور افضل یہ ہے کہ ناخن کاٹے اور مونچھون کو خوب کترے اور زیر ناف یعنے عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ مین ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہین تو پندرہ روز مین ایک بار ایسا کرے اور نہین تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اُسکا عذر قبول نہوگا پس ہفتہ وار تو افضل ہے اور پندرہ روز درمیانی مدت ہے اور چالیس روز انتہا ہے کہ چالیس روز بعد اُسکا عذر مقبول نہوگا اور مستحق وعید ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ اور بغل کے بالون کا منڈانا جائز ہے مگر اُکھاڑنا اولے ہے اور عانہ کے بالون کو زیر ناف سے مونڈنا شروع کرے اور اگر اُسنے نورہ لگا کر عانہ کے بال گرا دیے تو جائز ہے یہ غرائب مین ہے جامع الجوامع مین ہے کہ موے زیر ناف کو خود مونڈے اور اگر حجام نے مونڈے تو جائز ہے بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کر لیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر سوائے جمعہ کے اور دنون مین وہ جائز سمجھتا ہے مگر اُسنے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر حد سے گذر گئی یعنے مثلاً ناخن بہت بڑھے تھے اور اُس نے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہے کیونکہ جسکے ناخن بڑھے ہوتے ہین اُسکی روزی تنگ ہوتی ہے اور اگر اُسنے حد سے تجاوز نکیا بلکہ جو اخبار جمعہ کی فضیلت مین ہین اُنکے اعتقاد پر تبرک سمجھکر جمعہ تک تاخیر کی تو مستحب ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور چاہیے کہ ناخن کاٹنا داہنے ہاتھ سے شروع کرے اور داہنے ہاتھ پر ختم کرے یعنی داہنے ہاتھ کی کلمہ کی اُنگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائین کے کاٹتا ہوا داہنے کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پاؤن کے ناخن مین داہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پاؤن کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہے کہ ہارون رشید خلیفہ وقت نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا کہ رات مین ناخن کاٹنا کیسا ہے فرمایا کہ ہان روا ہے تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اسکی دلیل کیا ہے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الخیر لایوخر یعنے بھلے کام مین دیر نہ چاہیے کذا فی الغرائب اور جب اپنے بال کترواوے یا ناخن کٹوائے تو چاہیے کہ تراشا ناخن و بال کو دفن کرے اور اگر پھینکدیا تو مضائقہ نہین ہے لیکن اگر پاخانہ یا غسلخانہ مین

ف یہ حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے جس کو کسی راوی نے حدیث کہدیا ورنہ امام ابو یوسف محدث ہین ۱۲

پھینکے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری[۱] پیدا ہوتی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے چار چیزیں دفن کی جاویں ناخن و بال و خرقہ حیض و خون یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اسمیں جون بھری ہوئی تھیں تو انکو دفن کرے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اپنی موچھوں کو یہانتک کتروائے کہ مثل بھوؤں کے ہو جاویں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور بعض اگلے بزرگ لوگ موچھوں کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے ملک میں بھی یہی دستور ہو گیا قال المترجم طحاوی میں شرح آثار سے ذکر فرمایا ہے کہ موچھوں کا کترنا اچھا ہے اور کترنے کی یہ صورت ہے کہ اسقدر کاٹ دے کہ اوپر کے ہونٹھ کے اوپچے کنارے سے اوپر ہو جاوے اور فرمایا کہ منڈانا سنت ہے اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہے اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے وصاحبین کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیوں کے واسطے موچھیں بڑھانے میں مضائقہ نہیں ہے تاکہ دشمنوں کی آنکھوں میں ہیبت ناک معلوم ہوں یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جاوے تو اسکے کنارے چھانٹ دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جسقدر مٹھی سے بڑھی ہو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملتقط میں ہے۔ اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہے یعنے آدمی اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جسقدر اُسکی مٹھی سے بڑھی رہے اُسکو کتر دے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور حلق کے بال نہ منڈاوے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور بھوؤں کے بال لے لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور چہرہ کے بال لینے میں مضائقہ نہیں ہے جب تک کہ مخنث کی سی صورت نہو جاوے یہ ینابیع میں ہے۔ اور فنیلتین کا نوچنا بدعت ہے اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹھ کے بیچ میں ڈاڑھی تک جو بال ہیں اُسکے دونوں طرف اگر بال جمے ہوں تو وہ فنیلتین ہیں یہ غرائب میں ہے اور ناک کے بال نہ نوچے کیونکہ اس سے آکلہ پیدا ہو جاتا ہے قال المترجم یعنے ایک دانہ نکلتا ہے اور وہ بد ہوتا ہے بڑھتا جاتا ہے اور سڑتا جاتا ہے اور بدبودار ہوتا ہے کذا قیل اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہے یہ قنیہ میں ہے۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور حالت جنابت میں بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہے یہ غرائب میں ہے اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈائے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اُسکو عارض ہو گئی ہے بال منڈائے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر مردوں کی مشابہت کیواسطے ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے یہ کبرے میں ہے۔ ایک مجنونہ کے سر میں درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اُسکا کوئی ولی نہیں ہے تو جو شخص اُسکے سر کے بال مونڈے وہ محسن ہے لیکن عورتوں و مردوں کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملتقط میں ہے۔ آدمی کے بال میں بال جوڑنا حرام ہے خواہ اُسی کے بال ہوں یا غیر کے ہوں یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر عورت نے

[۱] یعنے یہ امر سبب عارضی بیماری کا ہے یا عادت علت ہو جاتی ہے ۱۲ منہ [۲] یعنے اوپر کے ہونٹھ کے اوپر کے کنارے سے کم ہو جاوے اور بعض مشائخ مغرب نے حدیث کے یہی معنی بیان کیے اور مونڈنے کو بدعت کہا ۱۲ منہ

اپنے گیسو و قرون[1] مین کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالون مین وصل کیے ہون تو اُنکے ساتھ اُنکی نماز جائز ہی یا نہین جائز ہی اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور مختار یہ ہی کہ جائز ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پہ بال نہون تو تاجرون کو روا ہی کہ اُسکی پیشانی پہ بال معلق لٹکا دین کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہی اور یہ اسامر کی دلیل ہی کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو جسکو بیچنا مقصود نہو تو اُسکے ساتھ ایسا نکرے یہ محیط مین ہی قال المترجم ہذا ما لست احصل کیف وان المشتری اذا اشتراہ للخدمۃ لا بد لہ ان ینزع عنہ ذلک فلیس فیہ ما یوجب حسنا وظنی انہ تصحیف والصحیح من الروایۃ فی تلک المسئلۃ ما قال فی فتاوے قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہو تو تاجر کو روا ہی کہ اُسکی پیشانی کے بال منڈاوے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہی اور اگر غلام خدمت کیواسطے ہو اُسکے فروخت کی نیت نہو تو اُسکے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔

بیسوان باب۔ زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہی کہ مردون کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہی اور یہ مسلمانون کے نشان و علامات مین سے ہی اور رہا سیاہی سے خضاب سو اگر غازیون مین سے کسی نے کیا تاکہ دشمنون کی نظرون مین ہیبت ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہی کہ یہ اچھا ہی اور اگر کسی شخص نے اسواسطے کیا کہ عورتون[2] کی نظرون مین اُسکی زینت ہو اور عورتین اُسکو پسند کرین تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہی اور بعض نے اسکو بلاکراہت جائز رکھا ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہی کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اُسکو پسند ہی کہ مین اُسکے واسطے زینت کرون یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور امام رح سے مروی ہی کہ خضاب اچھا ہی لیکن حنا و کتم و وسمہ سے ہو اور مراد امام کی ڈاڑھی و سر کے بال ہین اور غیر حالت جنگ مین بھی خضاب کرنے مین اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور سر و ڈاڑھی مین غالیہ[3] ملنے مین مضائقہ نہین ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی اور سپید بال اُکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہی نہ بغرض آنکہ دشمنون کی نظرون مین جہاد مین ہیبت پیدا ہو ایسا ہی امام سے منقول ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور نذکر بچہ کے ہاتھ اور پاؤن رنگنا نہ چاہیے الا اس حالت مین کہ کوئی ضرورت پیش آوے اور عورتون اور مونث کے واسطے یہ جائز ہی یہ ینابیع مین ہی ایسے مرد نے جسپر غسل واجب ہی یعنے جنبی نے خضاب لگایا اور اُنسی (چاہیے اوڑی ہو ۱۲) خضاب کو بھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہین پڑھ سکتی ہی اور اگر مرد جنبی نے موضع خضاب کو دھوکر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر عورت زینت کے لیے اپنے بالون مین پیتل یا تانبے یا پوت یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گرہ بنا کر لٹکاوے یا ان چیزون کے کنگن پہنے تو مضائقہ نہین ہی اور اگر بچہ کی پنڈلیون مین باندھے یا اُسکے بہلانے کو اُس کے

ف۱ ہکذا روے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۲ ف۲ یہ خضاب صرف اُسی ملک کا ہو۔ ف۳ یعنے اپنی جوروؤن ۱۲ ف۴ ایک قسم کی خوشبو مرکب

گہوارہ مین باندھدے تو بھی مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ مردون کو سرمہ اثمد لگانے مین بالاتفاق کچھ مضائقہ نہین ہی اور سیاہ سرمہ اگر زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر زینت مقصود نہو تو اختلاف ہی اور عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر لوگون مین تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے گہر مین سونے و چاندی کا تخت رکھے اور اسپر دیبا کا فرش بچھاوے مگر کبھی اسپر سوتا و بیٹھتا نہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ ایسا بزرگان سلف صحابہ و تابعین سے منقول ہی یہ محیط مین ہی اور جسقدر عمارت کی ضرورت ہو اتنی عمارت بنانے مین مضائقہ نہین ہی اور مکروہ یہی ہی کہ جب ایسی عمارت بناوے جسکی اسکو احتیاج نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمدون سے اپنے بیت کی دیوارون مین دیوارگیری لگائی پس اگر جاڑا دور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر مقصود زینت ہے تو مکروہ ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح السیر مین فرمایا کہ دیوارون کی دیوارگیری نمدہ سے لگانا اگر بقصد دفع سردی ہو تو مکروہ نہین ہی اور جسقدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور کرنے کے واسطے دیوارون مین خیش یعنی گہاس (مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہین ہی اور مکروہ ان باتون مین سے وہی ہی جو بقصد زینت ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور دروازون پر پردہ ڈالنا مکروہ ہی اسکو صریح امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے سیر کبیر مین فرمایا ہی کیونکہ اس مین زینت و تکبر ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہی اور اگر حاجت و ضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور کسی جگہ ایسی چیز لٹکانا جس مین ذی روح کی تصویر ہو جائز نہین ہی اور جسمین غیر ذی روح کی تصویر ہو اسکا لٹکانا جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور آدمی کے واسطے جائز ہی کہ اپنے بیت مین صوف و کتان و روئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھاوے خواہ وہ رنگین ہون خواہ سادے ہون خواہ نقشی ہون یا بے نقشی ہون یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کے ساتھ خدمت کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن یہ چاہیے کہ خادم سے اُسی قدر خدمت لے جسکی وہ طاقت رکھتا ہی اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو مین لیکر جاوے تو جہان چاہے جاوے بشرطیکہ غلام پا پیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اُس سے یہ برداشت نہوسکے تو ایسا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ پیدلون کو ساتھ لیکر سوار ہو کر چلنا بھی مکروہ ہی کہ جب بقصد تکبر مقصود ہو یہ ملتقط مین ہی اور مستحب یہ ہے کہ نماز عشا کے بعد غلام و باندی کو چھٹی دیدے تاکہ وہ سو رہے یا آرام لے لے اور مالک پر واجب ہی کہ مملوک کو نماز کے وقتون مین کام مین نہ پھنساوے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق مین اصلی آزادی پر باقی ہی یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہی۔ اور مولی پر واجب ہی کہ مملوک کو اسقدر فرصت دے کہ وہ قرآن شریف مین سے اسقدر سیکھ لے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہی اور یہی حکم زوجہ کا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اپنے غلام کی گردن مین لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہی کیونکہ اس زمانہ مین اکثر غلام خصوصاً ہندو غلام بھاگ

جاتے ہیں اور پانوں میں بیڑی ڈالنا مکروہ نہیں ہے یہ تمرتاشی میں ہے

اکیسواں باب۔ اس بیان میں کہ بنی آدم میں اور حیوانات میں کن کن جراحات کی گنجایش ہے اور حیوانات میں کسکا قتل کرنا روا ہے اور کسکی گنجایش نہیں ہے۔ فتاوے ابو اللیث میں مذکور ہے کہ ایک عورت مر گئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو عورت مذکور کا پیٹ بائیں طرف سے چاک کیا جاوے اسیطرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور منقول ہے کہ ایسا فعل امام اعظم کی اجازت سے کیا گیا تھا سو اسکا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ میں ہے اور بچہ وارث نہوگا اگر ماں کے پیٹ میں پھڑکتا ہو کیونکہ پھڑکتا کبھی بادی وخون مجتمع کیوجہ سے ہوتا ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے۔ اگر باکرہ عورت سے فرج کے سواے دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اسکو حمل رہگیا بایں طور کہ نطفہ اسکے فرج میں ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اسکا پردہ بکارت انڈا ڈال کر یا درم کے کنارے سے توڑ دیا جائیگا کیونکہ بدون اسکے بچہ نہیں نکلے گا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ معترض ہو گیا یعنے بینڈا ہو کر چوڑان میں پڑ گیا اور لوگوں کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سواے اسکے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کیے جاویں اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو ماں کی جان کا خوف ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مر گیا ہو تو ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر زندہ ہو تو ہم اسکو جائز نہیں دیکھتے ہیں کہ اسکا عضو عضو جدا کیا جاوے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اگر کسی عضو میں آکلہ پھیل گیا تو اُس عضو کے کاٹ ڈالنے میں مضائقہ نہیں تا کہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ میں ہے آکلہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنا اور پیٹ میں جو چیز ہو اسکے باعث سے پیٹ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جاوے وہ اکثر ہلاک ہو جاتا ہے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اکثر بچ جاتا ہو تو اسکو قطع کرنے کی گنجایش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور ماں و باپ کو ولایت حاصل ہے کہ اپنے بچہ کا معالجہ کریں اور یہی مختار ہے اور اگر سواے ماں و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا اور بچہ مرا تو وہ ضامن ہوگا اور ماں باپ بھی ایسا کرنے کے مختار ہونگے کہ جب اس فعل سے ہاتھ میں سستی آجانے یا زخم متعدی ہو جانے کا خوف نہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کے بدن پر سلعہ زائدہ ہے وہ اسکا قطع کرنا چاہتا ہے پس اگر اکثر اُس کے قطع کرنے سے آدمی مر جاتا ہو تو ایسا نکرے ورنہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک جراح نے ایسی باندی خریدی جسکے سواے سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہیں ہے تو اسکو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ باندی مذکور دردناک ہو جاوے یہ قنیہ میں ہے۔ اگر مثانہ میں پتھری پیدا ہو جاوے تو مثانہ چاک کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور کیسانیات میں ہے کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ مثانہ وغیرہ ایسی چیزوں میں اگر یہ کہا جاوے کہ

۱؎ سلعہ بدن میں گرہ بد گوشت کی پڑ جاتی ہے شاید ہندی میں اسکو تیوڑی کہتے ہیں واللہ اعلم ۱۲ ۲؎ ہذا التفسیر
طبع الفقہاء ۱۲ منہ ۳؎ یعنے گوشت میں پھیلتا چلا جاتا ہے اور کھائے جاتا ہے ۱۲

آدمی کبھی بچ جاتا ہے اور کبھی مرجاتا ہے یا یہ کہا جاوے کہ بچ جاتا ہے مرتا نہیں ہے تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر کہا جاوے کہ بالکل نہیں بچتا ہے تو ایسا علاج نہ کیا جاوے بلکہ چھوڑ دیا جاوے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کٹہا کتا ہو جو اسطرف سے گذرتا ہے اسکو کاٹ کھاتا ہے تو اس گانوں والوں کو اختیار ہے کہ اس کتے کو قتل کر ڈالیں اور اگر گانوں والوں نے کتے والے سے اطلاع کر دی مگر اسنے اس کتے کو قتل نہ کیا پھر اسنے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اس کتے نے کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ ینابیع و خلاصہ میں ہے ایک گانوں میں بہت کتے ہیں اور گانوں والوں کو ان سے ضرر پہونچتا ہے تو وہ لوگ کتے پالنے والوں سے کہیں کہ انکو قتل کر دو اور اگر وہ انکار کریں تو قاضی سے نالش کریں کہ قاضی ان لوگوں پر یہ لازم کر دے گا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور واضحیہ نوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہے حالانکہ اسکو اس کتے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اس کے پڑوسیوں کو کتے سے ضرر پہونچتا ہے پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے مکان میں باندھ رکھا تو پڑوسیوں کو اسکے منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے کوچہ میں چھوڑ دیا ہے تو وہ لوگ منع کر سکتے ہیں پس اگر اُسنے مان لیا تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش کریں کہ وہ اسکو اس سے منع فرما دے اسی طرح اگر کسی نے گانوں میں مرغی یا گدھی کا بچہ یا گائے کا بچہ پالا ہو تو یہی حکم ہے یہ دو صورتیں ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اجناس میں ہے کہ چاہیے کہ آدمی کتا پالے الا اس صورت میں کہ اسکو چوروں وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر و چیتا و کفتار و سب درندہ جانوروں کا یہی حکم ہے اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ حراست کے واسطے کتا رکھنا شرعاً جائز ہے اسی طرح شکار کرنے کے واسطے مباح ہے۔ اسی طرح حفاظت زراعت و مواشی کیواسطے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدھا ذبح کیا تو سہیں سے اپنی بلی کو کھلانا جائز ہے اور اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے سور یا مردار میں سے اسکو کھلاوے یہ سراجیہ میں ہے۔ بلی اگر موذی ہو تو نہ ماری جاوے اور نہ اسکی گوشمالی کیجاوے بلکہ تیز چھری سے ذبح کر دیجاوے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے کسی چوپایہ سے وطی کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اسی کی ملک ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ اسکو ذبح کر کے جلاوے اور اگر اسکی نہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہے کہ وطی کرنے والے کو بقیمت دیدے پھر وطی کرنیوالا اسکو ذبح کر کے جلا دیگا اور یہ اسوقت ہے کہ وہ ایسے جانوروں سے نہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہے اور اگر ایسے جانوروں میں سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہے تو ذبح کی جاویگی اور جلائی نہ جاویگی یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور اجناس میں ہمارے اصحاب سے مروی ہے کہ ذبح کر کے استحساناً جلا دیجاوے گی لیکن اس فعل سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ جانور حرام نہیں ہو جاتا ہے یہ خزانۃ المفتاوے میں ہے۔ اور ٹبڑی کو قتل کرنے میں مضائقہ

ف قال المترجم اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ شخص اول جس نے بیضرورت کتا پالا ہے وہ بے ضرورت پالنے کی وجہ ہر روز اپنی پانچ نیکیاں کم کرتا ہے اور پڑوسیوں کو تنگ کرنے سے گنہگار رہتا ہے اور دوسرا شخص ایسا نہیں ہے ۱۲ منہ

نہین ہے کیونکہ وہ شکار ہی کھانے کے واسطے اُسکا مار ڈالنا روا ہے تو دفعہ ضرر کے واسطے بدرجۂ اولے روا ہوگا
یہ فتاوی قاضی خان مین ہے مگر اُسکا جلانا مکروہ ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور چیونٹی کے قتل مین اختلاف ہے اور مختار
یہ ہے کہ اگر اُس نے ایذا رسانی شروع کی یعنے جسوقت اُس نے ایذا پہونچائی تو اُسکے قتل مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر
اُس نے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اُسکا قتل مکروہ ہے۔ اور بالاتفاق اُسکا پانی مین ڈالنا مکروہ ہے اور جون کا مارنا ہر حال
مین جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے اور جون و بچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہے اور جون کو زندہ پھینک دینا مباح
ہے لیکن براہ ادب مکروہ ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر غازیون نے دار الحرب مین بچھو پایا تو اُسکو قتل نہ کرین لیکن
اُسکا ڈنک اپنے بچاؤ کیواسطے نکال ڈالین اور قتل نہ کرین کہ اُسکے قتل کرنے مین اُنکی نسل جاتی رہے گی اور کفار سے
ضرر دفع ہو جائیگا اور نہین کفار کا فائدہ ہے اسیطرح اگر دار الحرب مین اپنے فرودگاہ مین سانپ پایا پس اگر اُسکے دانت کو
توڑ سکین تو دانت توڑ کر چھوڑ دین تاکہ اپنے حق مین ضرر نہ پہونچے اور اُسکو قتل نہ کرین کہ اسمین قطع نسل ہے اور اس مین کافرونکو
منفعت ہے حالانکہ ہم لوگ اُنکی ضرر رسانی کے واسطے مامور ہین اور زنبور و حشرات الارض کا قتل کرنا آیا ابتداءً بدون اُنکی
ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہے اور آیا ثواب ملیگا تو فرمایا کہ ثواب نہین ملیگا لیکن بصورت ایذا اُنکو قتل کرنا روا ہے اور بدون
ایذا رکے نامل ہے پس اولی یہ ہے کہ انمین کسی کے قتل سے تعرض نکرے یہ جواہر الفتاوے مین ہے اور ایک چیونٹی کیوجہ سے
تمام چیونٹیون کا گھر پھونک دینا مباح نہین ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ پہلا آفتاب مین ڈالنا کہ کیڑے مرجاوین روا ہے
کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ اسمین آدمیون کا نفع ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ پہلی آفتاب مین ڈال دی جاتی ہے تاکہ مر جاوے
حالانکہ مکروہ نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور دنبہ کی چکتی کاٹ ڈالنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے جب کہ اُسکی
دم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو کہ چل چل کر گلے سے ملجاوے اور پیچھے رہنے
مین بھیڑیے کا خوف ہو۔ اسی طرح اگر گدھا بیمار ہوا اور اُس سے نفع حاصل کرنے کے لائق نرہا تو کچھ ڈر نہین
ہے کہ اُسکو ذبح کر دے تاکہ اُسکی تیمارداری سے راحت پاوے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے کشتی مین آگ لگ گئی
اور لوگون نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا مین کود پڑین تو پیر کر نجات پاوینگے تو اُنپر واجب ہے
کہ کود پڑین اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی مین رہتے ہین تو جلین گے اور اگر دریا مین کودتے ہین تو ڈوبین گے
تو اُنکو اختیار ہے چاہین کشتی مین پڑے رہین یا دریا مین کود پڑین۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل کیا اُسکا
گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اعوان یعنے سلطانی سرہنگون کو اور سُعاۃ کو یعنے
جو لوگ سلطان و سرہنگون سے لوگون کا مال ناحق لینے پر لگائی بجھائی کرتے ہین اور ظلمہ یعنے ظالم حاکمون کو
ایام فترت یعنے فتور حکومت ہو بوجہ غدر وغیرہ کے ایسے وقت مین قتل کرنا کیسا ہے تو بہت سے مشائخ نے
ان لوگون کا قتل مباح ہونے کا فتوے دیا ہے اور امام صفار رح سے منقول ہے کہ شیخ جصاص نے احکام القرآن
مین یہ فقرہ وارد کیا ہے کہ جو شخص لوگون پر ضریبہ باندھے یعنے ناحق محصول مقرر کرے اُسکا خون حلال ہے۔ اور
سید امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ ان لوگون کا قتل کرنیوالا ثواب پاوے گا اور فتوے دیتے تھے

کہ سرہنگ سلطانی کافر ہوتے ہیں اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی اُنکے کفر کا فتوے دیتے تھے مگر ہم اُنکے کفر کا فتوے نہیں دیتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر فتنہ واقع ہو یعنے غدر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے پھر اگر اُسکے گھر میں کوئی شخص گھس گیا اور اسکو قتل کر کے اسکا مال لے لینا چاہا تو اُس سے قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہیں کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور باز کو زندہ پرندے سے سکھلانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جاوے مکروہ ہے اور اگر ذبح کر کے اُس سے سکھاوے تو مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

بائیسواں باب۔

اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان میں۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ناموں سے عبد اللہ و عبد الرحمٰن دو نام بہت پسند ہیں قال المترجم ہذا لفظ الحدیث۔ لیکن اس زمانہ میں ان ناموں کے سوائے دوسرے نام رکھنا اولے ہے کیونکہ عوام لوگ پکارنے میں ان ناموں کی تصغیر کرتے ہیں اور جو نام اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پائے جاتے ہیں جیسے علی و کبیر و رشید و بدیع وغیرہ ان ناموں پر نام رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ نام مشترک ہیں اور بندوں کے حق میں ان ناموں سے جو مراد ہوتی ہے وہ معنی نہیں مراد ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں مراد ہوتے ہیں یہ سراجیہ میں ہے اور فتاوے میں لکھا ہے ایسا نام رکھنا جسکو اللہ تعالے نے اپنے بندوں میں سے کوئی اس نام کا نہیں ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے اور نہ مسلمانوں نے استعمال کیا ہے مختلف فیہ ہے اور اولے یہ ہے کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکا نام نہ رکھا جاوے اور امام محمد رح نے خلاف کیا ہے اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہے اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ لوگ اسمیں تفاول نیک یوں سمجھتے ہیں کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال میں بکر کا باپ ہو جائیگا اور یہ مراد نہیں ہوتی ہے کہ وہ فی الحال ایسا ہی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور یہ مکروہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کو نام لے کر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لے کر پکارے یہ سراجیہ میں ہے پسر و دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنے ولادت سے ساتویں روز بکری ذبح کر کے لوگوں کی ضیافت کرنا اور بچے کے بال اُتروا دینا سو یہ مباح ہے نہ سُنّت ہے نہ واجب ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے عقیقہ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ جسکا جی چاہے کرے جسکا جی چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہے پس سنت ہونے سے مانع ہے اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ نہ پسر کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہیت کیطرف اشارہ ہے یہ بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے

[illegible] ۱۲

تئیسواں باب غیبت اور حسد اور نمیمہ ومدح کے بیان میں

ایک شخص نے کسی شخص کی برائیاں غمخواری کے ساتھ بیان کیں تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسنے اس سے بدگوئی ونقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے غیبت میں اہل نواح واہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہیں ہے جبتک کہ کسی قوم معروف[1] کا نام نہ لے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگوں کو اپنے ہاتھ وزبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت میں وہ ہے اسکا ذکر کرنا غیبت نہوگی اور اگر سلطان کو اسکی خبر کردی تاکہ سلطان اسکو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درم قرض تین روز کے وعدے پر دیے مگر عمرو نے اسکو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگوں کے سامنے اسکو خائن وکذاب بیان کیا تو ہمیں معذور رکھا جائیگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہیں روا ہے الا دو میں ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالی نے مال دیا ہے اور وہ اسکو اللہ تعالے کی فرمانبرداری میں خرچ کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے علم دیا ہے اور وہ لوگوں کو سکھلاتا ہے اور اسکے ساتھ حکم دیتا ہے یہ حدیث بظاہر اس بات کی دلیل ہے کہ ان دو میں حسد مباح ہے کیونکہ یہ تحریم سے استثنا ہے اور تحریم سے استثنا اباحت ہوتا ہے اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا مقتضائے ظاہر حدیث ہے اور حسد ان دو میں بھی حرام ہے جیسا ان دونوں کے سوائے اور باتوں میں حرام ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ انسان کو نہ چاہیے کہ غیر پر حسد کرے اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونوں میں حسد کرے نہ اس وجہ سے کہ ان دونوں میں حسد مباح ہے بلکہ ایک اور بات کی وجہ سے وہ یہ ہے کہ انسان دوسرے پر عادۃً جبھی حسد کرتا ہے جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہے اور ماسوائے ان دونوں کے اور امور دنیا نعمت نہیں ہیں اس لیے کہ انکا مآل اللہ تعالی کی نارضامندی ہے اور نعمت وہ ہے جس کا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہو اور یہ دونوں ایسے ہیں جنکا مآل اللہ تعالی کی رضامندی ہے پس یہ دونوں نعمت ہیں اور ان دونوں کے سوائے جو ہیں وہ نعمت نہیں ہیں اور واضح ہو کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ حسد جسکی برائی حدیث میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غیر کے پاس کوئی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت زائل ہو جاوے اور میرے پاس آجاوے اور اگر اسنے فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آجاوے تو اسکو حسد نہیں کہتے ہیں بلکہ غبطہ ہے اور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہ ہی حرام مذموم ہے اور اگر اسکے مثل اپنے واسطے تمنا کرے تو مضائقہ نہیں ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہیں کہ حسد مذموم ہے حسد کرنیوالے کو ضرر پہونچاتا ہے سوائے ان دونوں کے جنکو حدیث میں استثنا کیا ہے کہ ان میں محمود ہے کیونکہ درحقیقت حسد نہیں بلکہ غبطہ ہے اور حسد یہ ہے کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جسپر حسد کرتا ہے اس سے یہ نعمت جاتی رہے اور اسکے واسطے تکلف

---

[1] یعنے بطور معرفہ ان کی شناخت ہو جاوے کہ فلاں فلاں ۱۲ منہ

کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بموقع یعنے بے جگہ ہے اور غبطہ کے یہ معنے ہین کہ اپنے واسطے اسکے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اسکے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرے یہ محیط مین ہے۔ کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہے اول یہ کہ اسکے بر رو تعریف کرے اور اسی سے ممانعت کی گئی ہے دوم یہ کہ اسکے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جانکر کہ میری تعریف کی خبر اسکو پہونچ جائے گی پس یہ بھی ممنوع ہے اور سوم یہ کہ اسکے پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہو کہ اسکو یہ خبر پہونچے گی یا نہ پہونچے گی اور تعریف بھی اسی قدر کرے جو بات اسمین موجود ہے تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے۔

چوبیسوان باب۔ حمام مین داخل ہونے کے بیان مین۔ عورتون کے حمام مین داخل ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ فقط عورتین ہی ہون کیونکہ عام بلوی ہے اور جب داخل ہون تو ازار کے ساتھ داخل ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور بدون ازار کے عورتون کا حمام مین داخل ہونا حرام ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر مرد بدون ازار کے حمام مین داخل ہو تو حرام ہے اور اگر یہ امر اسکی عادت ہو تو گواہی مین اسکی تعدیل نہوگی[ف۱] اور اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا اس فعل سے رجوع کرنا و توبہ کرنا ثابت نہوا ہو ورنہ سقوط عدالت کے واسطے عادت ہونا[ف۲] ضرور نہین ہے بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام مین بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہوجانیکے واسطے کافی ہے یہ غرائب مین ہے۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کرکے ننگا نہو جاوے اگرچہ تنہا ہو اور اگر ایسا کیا تو مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور شیخ ابو نصر دبوسی رہ نے فرمایا کہ اگر آب رواں وغیرہ مین حالت تنہائی مین اسنے ننگے ہوکر غسل کیا تو مکروہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے اور تر کے حمام مین جانا آدمیت سے نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ حمام مین اعضا کا دبوانا بلا ضرورت مکروہ ہے اور فتاوی اہل سمرقند مین ہے کہ مجموع النوازل مین لکھا ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہے اور ناف و گھٹنے کے بیچ مین مباح نہین ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ دو شرطون کے ساتھ اسمین مضائقہ نہین ہے ایک یہ کہ خادم اسکی ڈاڑھی نہ دھووے اور دوم اسکے پانوں نہ دابے یہ متفرقات ذخیرہ مین ہے۔ اگر حمام مین ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہو تاکہ ازار دھوکر نچوڑے پس اس جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے حمام مین اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اسکے پاس دوسری ازار نہین ہے تو اسپر نچوڑنا واجب نہین ہے لیکن اسپر پانی بہاوے اور اسی قدر اسکے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسف رہ سے روایت کیا گیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر حمام کے بیت صغیر مین ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہو گیا یا ناف کے بال مونڈنے کیواسطے ننگا ہوا تو بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہے اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ

ف۱ یعنے اگر اسنے گواہی ادا کی اور تزکیہ کے وقت یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بلا ازار حمام مین جایا کرتا ہے اس سے اسنے توبہ نہین کی ہے تو اسکی تعدیل نہوگی یعنے گواہ عادل قرار نہ دیا جائے گا ۱۲ منہ ف۲ یعنے عادت ہونے سے ۱۲

ذرا دیر کے واسطے جائز ہے یہ غرائب میں ہے

پچیسواں باب۔ بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان میں۔ آدمی کو چاہیے کہ جبتک خرید و فروخت کے احکام نہ جانے کہ کون صورت میں جائز ہے اور کون نہیں جائز ہے تب تک تجارت میں مشغول نہو یہ سراجیہ میں ہے۔ اور اسکو حلال نہیں ہے کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ ندب پر محمول ہے اور شریک کو آگاہ کرنے سے پہلے بیچنا مکروہ ہے لیکن یہ جو فرمایا کہ حلال نہیں ہے اس سے یہ مراد ہے کہ مندوب نہیں ہے **قال المترجم** وعلی ہذا مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہوگا واللہ اعلم۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی جاتی ہے اور بیقین معلوم ہے کہ بازاری لوگ ترکوں سے اور ایسے لوگوں سے جنکا اکثر مال حرام ہے خرید فروخت کرتے ہیں اور ان لوگوں میں باہم سود و عقود فاسدہ جاری ہیں تو اسکا کیا حال ہے تو فرمایا کہ یہاں تین صورتیں ہیں جس مال موجود کی نسبت اسکا غالب گمان یہ ہو کہ اسکو ان لوگوں نے ظلم کے ساتھ غیر سے لیا ہے اور بازار میں فروخت کرتے ہیں تو اسکو خریدنا نہ چاہیے اگرچہ وہ دست بدست ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں چند بار خرید فروخت ہو کر پہونچ گیا ہو دوم یہ کہ یوں جانے کہ مال حرام بعینہ قائم ہے لیکن وہ مال غیر سے مختلط ہو گیا ہے اسی طرح کہ اسکی تمیز نہیں ہو سکتی ہے تو بنا بر اصل امام اعظم رح کے خلط کیوجہ سے اسکی ملک میں داخل ہو جائیگا لیکن اس سے خریدنا نہ چاہیے جبتک کہ وہ اپنے خصم کو عوض دیکر راضی نکرے اور اگر اس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اسکی ملک میں آجاویگا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب کیا ہوا یا بطور سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہیں رہا ہے اور بائع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہے تو جو شخص ایسا جانتا ہے اسکو ایسے بائعوں سے خریدنا جائز ہے اور یہ سب جو بیان ہوا فتوی کے واسطے طریقہ بیان ہوا ہے۔ اور اگر کسی سے ممکن ہوسکے کہ ان لوگوں سے کچھ نہ خریدے تو اولے یہ ہے کہ ان لوگوں سے کچھ نہ خریدے اور شاید یہ بات بلاد عجم میں متعذر نہیں ہو سکتی ہے۔ اور میں نے سنا کہ بلاد عرب میں ایک خاص بازار ہوتا ہے جس میں فقط حلال فروخت ہوتا ہے اور ایک بڑا بازار ہوتا ہے جس میں ہر چیز فروخت ہوتی ہے پس جو شخص خریدار حلال میں سے کچھ خریدنا چاہے تو وہ لوگ اسکے ہاتھ فروخت نہیں کرتے ہیں الا اس صورت میں کہ اسکا مال حلال ہو اور اگر عوام میں سے کسی شخص نے انکے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور انکے ساتھ خرید و فروخت چاہی تو وہ لوگ اسکو حکم کرتے ہیں کہ اپنا سب مال صدقہ کر دے پھر اسکو زکوۃ کے مال سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اسکا نام کتاب میں لکھ لیتے ہیں کہ اسکا اصل مال حلال ہے اسنے فلاں فلاں سے زکوۃ کا مال لیا ہے پھر اسکے ساتھ معاملہ کرتے ہیں اور فی الجملہ بات یہ ہے کہ بلاد عجم میں طلب حلال بہت دشوار ہے چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں تو اپنے اوپر یہ لازم کرلے کہ حرام محض کو

چھوڑ دے کیونکہ شبہ سے خالی تو تجھکو کوئی چیز نہ ملے گی یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ زید کا گمان غالب ہے۔ کہ بازار والون کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہین ہین پس اگر غلبہ حرام کو ہو تو اُسکے خریدنے سے پرہیز کرے ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے خرید الو بائع نے جو چیز بطور فاسد خریدی تھی وہ اس مشتری کو حلال ہوگی جب کہ اسکا عقد اخیر صحیح ہو یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی پھر اُسنے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت مین مخالف عادت دستور رسم ہو وے جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے سلعہ یعنے مال متاع کی تعریف کرے یہ ملتقط مین ہے۔ اور تاجر کے واسطے مستحب ہے کہ اسکو اُسکی تجارت ادائے فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آجاوے تو تجارت کو چھوڑ دینا چاہیے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نجس کپڑا بیچنے و بیان نہ کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اگر اسکا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھیگا تو مستحب یہ ہے کہ اسکو بیان کر دے یہ غرائب مین ہے نوازل مین ہے کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی یا غلامون کے بدن کی پُرانی پوستین خریدی اور اسپر کوئی اثر نجاست کا نہین دیکھتا ہے پھر اُسکو اُسنے بغیر دھوئے ہوئے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اسکو یہ گنجایش ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ قاضی خان مین ہے کہ چڑی مار سے عصافیر خرید کر اُنکا چھوڑنا جائز ہے بشرطیکہ یہ کہدے کہ جو شخص پکڑ لے اسی کی ہین اور چھوڑ کر اپنے ملک سے باہر نہ کرے اور شیخ برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اس مین مال کا ضائع کرنا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اسکا استبرا نہ کرے گا یا جس جگہ جماع کرنا چاہیے یعنے فرج کے سوائے دوسرے جگہ یعنے دُبر سے جماع کریگا روا ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکے دودھ ہے پس اسکو دائی گیری پر اُجرت پر دیا تو اسکو اختیار رہے گا کہ اس باندی کو اسی وجہ سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہین ہین تو باندی مذکور سے وطی نہ کرے گا الا اس صورت مین کہ خصومت ترک کر کے مشتری کی قسم پر راضی ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے ایک باندی خریدی تو مشتری کو اُس سے وطی کرنا حرام نہین ہے لیکن مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے یتیمہ مین ہے کہ شیخ علی بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر یا گانون والون نے اُن باٹون کو جنسے درم و ریشم تولا جاتا ہے بڑھا دیا مگر ایسا بڑھایا کہ اور شہرون کے باٹون سے موافق نہ رہے اُنکے برخلاف زیادتی کر دی اور خود باہم ان باٹون سے خرید فروخت کرنے پر دار مدار رکھا مگر بعضے ان گانون والون مین سے اُنکے موافق ہو گئے اور بعضون نے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والون کو اس زیادتی کا اختیار ہے تو فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہرون کے باٹون سے مخالف ہے اتفاق کر لین تو کیا حکم ہے

سلہ اور بنا بر قول صاحبین رحمہ اللہ کے مکروہ ہے ۱۲ منہ ۞ یعنے زیادہ معاملات حرام ہون اور تھوڑے حلال صحیح ہون ۱۲

فرمایا کہ یہی حکم ہی ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے شکستہ سو درم کو خریدکر موکل کو اس سے آگاہ کردیا مگر موکل نے اسکو درست سو درم دیے پس وکیل نے ان کے عوض شکستہ دراہم خریدکر سو درم بائع کو دیدیے تو جس قدر زیادتی باقی رہیگی وہ وکیل کو حلال ہی اور اگر بجاے وکیل کے مضارب ہو تو اُسکو حلال نہیں ہی یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور فقیہ سے منقول ہی کہ ایک شخص نے دس درم کو ایک کپڑا خریدا اور ایک دانگ اسنے بیچ دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا چاہیے جبتک مشتری یہ نہ کہے کہ تجھے حلال ہی یا تجھے دیا یہ محیط میں ہی۔ اگر کسی نے گوشت یا مچھلی یا پھلوں میں سے کچھ خریدا اور مشتری چلا گیا اور اُس نے آنے میں دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائیگی تو بائع کو اختیار ہی کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے اور دوسرے کو اس سے خریدنا حلال ہوگا اگر ایک شخص بیمار ہوا اور اُسکے بیٹے یا باپ نے بدون اُسکے حکم کے مریض کی ضرورت کی چیز اُس کے پیسہ سے خرید دی تو جائز ہی یہ سراجیہ میں ہی۔ اور جلالہ یعنی اُنٹنی جسکی پلیدی کھانے کی عادت ہی اور چھوٹی مرغی کی بیع جبتک اُسمیں بدبو باقی ہو مکروہ ہی۔ اور شہاب الدین آملی نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس صاف بے مٹی کے گیہوں ہیں پس اُسنے چاہا کہ فروخت کے واسطے اس میں اسقدر مٹی ملادوں جیسے عادت کے موافق گیہوں میں ہوا کرتی ہی تو اسکو یہ اختیار نہیں ہی یہ قنیہ میں ہی۔ ایک [illegible] یہ کہ شخص نے ایک بائع سے ایک باندی خریدی مگر وہ بائع کے سواے دوسرے کی ہی یا کپڑا خریدا جو بائع کے سواے دوسرے کا ہی پھر مشتری نے اس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اُسکو اُسکا علم نہیں ہی کہ وہ [illegible] پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری پر کچھ گناہ ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہی کہ جماع کرنا [illegible] اور سوم [illegible] ہی لیکن مشتری کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وطی حلال ہی دوسری چیز کو [illegible] سے جماع کرنے میں تو اب ملیگا اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ [illegible] اس سے وطی کرلی ہو تو اس مسئلہ میں بھی اختلاف مذکور واجب ہی یہ محیط میں ہی۔ لوہے [illegible] یہ ہی کہ [illegible] وغیرہ ایسی چیزوں کی انگوٹھی بیچنا مکروہ ہی اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہی یہ قنیہ میں ہی۔ اگر کسی شہر والے [illegible] نے روٹی و گوشت کا بھاؤ مقرر کرلیا اور یہ بات اس شہر والوں میں شائع ہو گئی پھر ایک شخص نے شہر والوں میں سے [illegible] ایک درم کی روٹی یا گوشت خریدا اور بائع نے اُسکو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہیں پھر اُسکو معلوم ہوا تو اُسکو [illegible] ہوگا کہ بقدر نقصان کے واپس لے کیونکہ جو بات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہی اور اگر مشتری اس شہر والوں میں سے نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہیں لے سکتا ہی یہ [illegible] میں ہی

ف۱ یعنی جیسے اپنی جورو کے ساتھ وطی حلال ہے [illegible] مستحب تو ثواب ملتا ہی ویسے ہی بیان ہے ۱۲ منہ [illegible]
یعنی نہیں جانتا ہی ۱۲ [illegible] یعنی دل میں بڑھا دیا ۱۲

چھبیسواں باب - اس بیان میں کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہے اور اسکو اسکے دونوں والدین نے یا ایک نے یا ان کے سوائے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرضخواہوں نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا ہے اسکو اسکے مولی نے منع کیا یا عورت سفر کرنا چاہتی ہے اسکو اسکے شوہر نے منع کیا بالغ بیٹا اگر ایسا فعل کرنا چاہتا ہو کہ جسمیں دین کی راہ سے ضرر نہیں اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہے مگر اسکے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے ہیں یعنی برا سمجھتے ہیں تو اجازت لینا ضرور ہے بشرطیکہ اسکو اس فعل کے نکرنے کا چارہ ہو قال المترجم یعنی اگر ایسا فعل ہے کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کرے گا فافہم - اگر دونوں والدین کے پورے حقوق کی مراعات متعذر ہو مثلاً اس کے ماں میں و باپ میں رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہوتا ہو تو جو امور تعظیم و احترام کی طرف راجع ہیں ان میں باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہیں ان میں ماں کی رعایت رکھے اور علاء الائمہ حامی سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام میں باپ کو ماں سے مقدم رکھے اور ماں کو خدمت میں مقدم رکھے پس اگر وہ بیت کے اندر بیٹھا ہو اور دونوں اس کے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو جاوے اور اگر دونوں نے اس سے پانی طلب کیا اور دونوں میں سے کسی نے خود اس کے ہاتھ سے نہ لیا تو پہلے ماں کو دیدے یہ قنیہ میں ہے - امام محمد رح نے سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سوائے جہاد کے تجارت یا حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اس کے والدین نے اسکو مکروہ جانا پس اگر دونوں کے ضائع ہونے اور بربادی کا خوف ہو مثلاً دونوں تنگدست ہوں اور دونوں کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور مال اس کا اسقدر نہیں ہے کہ ان دونوں کا نفقہ بھی دے اور زاد و راحلہ بھی لے تو یہ شخص بدون ان دونوں کی اجازت کے سفر نہیں کر سکتا ہے خواہ اس سفر کرنیوالے لڑکے کی نسبت اس سفر میں ہلاکت کا خوف ہو مثلاً دریا میں کشتی پر جانا چاہتا ہے یا سخت سردی میں جنگل میں پڑکر خشکی جانا چاہتا ہے یا اس سفر میں ولد مذکور کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہو مثلاً دونوں خوشحال ہوں اور انکا نفقہ اسکے ذمہ نہو پس اگر ایسا سفر ہو کہ اسمیں فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف نہ ہو تو فرزند کو اختیار ہوگا کہ بدون دونوں کی اجازت کے سفر کو چلا جاوے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اسمیں فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت کے نہیں جا سکتا ہے اجازت لیکر جاوے یہ ذخیرہ میں ہے اسیطرح اگر طلب نفقہ کیواسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہے کہ اگر اس سفر میں اسکی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو بمنزلہ سفر تجارت کے ہے اور اگر اسکی ہلاکت کا خوف ہو تو بمنزلہ سفر جہاد کے ہے یہ حکم اسوقت ہے کہ تجارت کیواسطے اسلام کے شہر یا لیکن کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دار الحرب میں امان لیکر جانا چاہا اور والدین نے اسکے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہو کہ جسکی وجہ سے اسکی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن کفار کے ملک میں جانا چاہتا ہے وہ لوگ وفاء عہد میں مشہور ہوں و فرزند [illegible] اس سفر میں منفعت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ والدین کے خلاف رائے عمل کرے اور

اگر مسلمانون کے لشکر کے ساتھ دار الحرب مین تجارت کی نیت سے جانا چاہتا ہے اور اُسکے دونون والدین یا ایک نے اسکو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ زبردست بڑا لشکر ہے کہ غالب راے کے موافق اسپر دشمن کے ضرر کا خوف نہین ہوتا ہے تو بغیر دونون کی اجازت لیے جا سکتا ہے اور اگر غالب راے مین کافرون کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نہ جاوے اسی طرح اگر سریہ یعنی چھوٹا لشکر کسی سردار کی ماتحتی مین جاتا ہے یا ٹکڑا سوارون کا ہو یا اسکے مثل تو بھی بغیر دونون کی اجازت کے نہین جا سکتا ہے اسواسطے کہ سریا مین اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت کے طلب علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہین ہے۔ اور ایسی نافرمانی عقوق مین شمار نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ فرزند ڈاڑھی والا ہو اور اگر امرد سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہے کہ اس کو اس خروج سے منع کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر تعلیم کے واسطے نکلا پس اگر تعلیم و حفاظت عیال دونون پر قادر ہو تو دونون کا اجتماع افضل ہے اگرچہ بقدر کفایت ہی حاصل ہو ولو حصّل مقدار ما لا بدّ منہ الی القیام بامر العیال لا یخرج الخ اور اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کے واسطے سفر نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین ینابیع سے منقول ہے۔ اور اگر بحر مین تجارت وغیرہ کے واسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا پس اگر ایسا ہو کہ درصورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا ہے بچا سکے تو اس کو کشتی کی سواری حلال ہے اور اگر اپنے آپکو غرق سے کسی سبب سے جیسے غرق سے آدمی بچتا ہے نہ بچا سکے تو اسکو کشتی کی سواری حلال نہین ہے اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دار الحرب مین امان لیکر جانے کا مسئلہ قیاس کیا ہے یعنے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ درصورت مشرکون کے اس کے قتل کا قصد کرنے کے کسی سبب سے جیسے قتل سے آدمی بچتا ہے اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اسکو دار الحرب مین اسطرح جانا حلال ہے اور اگر اس سے مشرکون کا قصد قتل دفع نہو سکے تو حلال نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور کوئی عورت تین روز یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم مین مختلف روایات ہین امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتا ہون کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تین روز کے حق مین روایات متفق ہین اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ بہ نسبت تین روز کے خفیف ہے یہ محیط مین ہے۔ اور شیخ حماد رحمہ نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنے پرہیزگار لوگون کے ساتھ سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے۔ اور نابالغ و معتوہ حکم محرم مین نہین ہین اور بالغ عاقل محرم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور باندی وام ولد کو اس زمانہ مین بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور فتوے اسی پر ہے کہ اس زمانہ مین باندی وام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہے یہ سراجیہ

سلہ كذا في النسخة الموجودة ١٢ عسہ ابن ابی سلیمان شیخ امام ابی حنیفہ ١٢

ستائیسواں باب۔ قرض و دین کے بیان مین۔ قرض کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص درم یا دینار یا کوئی مثلی چیز دے جسکا مثل ثانی الحال مین دے سکے اور دین یہ ہو کہ اُسکے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلومہ کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کیواسطے کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہی درحالیکہ اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین اسکو ادا کر دونگا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ ندونگا تو یہ حرام خوری ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو ناطفی رہ نے ذکر کیا کہ ہم کو امید ہی کہ اگر اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین ادا کر دونگا تو عاقبت مین ماخوذ نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کا حق ہی مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہی اور عمرو کہین غائب ہوگیا کہ نہ اُسکا پتہ ٹھکانا معلوم ہی اور نہ یہ معلوم ہی کہ وہ جیتا ہی یا مرگیا تو زید پر یہ واجب نہین ہی کہ شہرون شہرون اُسکو ڈھونڈھے یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ نصیر رحمہ اللہ تعالی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ سے انکار کیا پس آیا قرضخواہ اُس سے قسم لے یا نہین تو فرمایا کہ اُسکو قسم لینے کا اختیار ہی پھر اگر قرضخواہ طالب مرگیا تو وہ قرضہ وارثون کا ہوگیا پھر اگر قرضدار نے وارثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہوگیا مگر اُسپر درنگی و انکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اُسکا ثواب قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہ ہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر قرضدار انکار کرتا چلا جاتا ہی اسی حالت مین طالب یعنے قرضخواہ مرگیا تو اُسکا ثواب آخرت مین قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا خواہ اُسنے قرضدار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر قرضدار نے پھر قرضہ وارثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہوگیا اور اگر قرضدار اقرار کرتا ہو اور قرضخواہ مرگیا تو اکثر مشائخ نے فرمایا کہ آخرت مین حق خصومت میت کو حاصل نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنے میت کا ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر میت کے قرضدارون سے جو میت کا قرضہ اُنپر آتا تھا کسی ظالم نے وصول کر لیا تو میت کے قرضے اُنپر باقی رہینگے یہ ملتقط مین ہی۔ ایک شخص پر لوگون کے غصوب یعنے اموال غصب مین اور مظالم یعنے ایسے اموال ہین جو اُسنے ایسے طور پر حاصل کیے ہین جنکا اُسپر مظلمہ ہی اور جبایات ہین یعنے ناحق لوگون کو تاوان دار کرکے وصول کیے ہین پس اُسنے اللہ تعالی کے حضور مین توبہ کی اور وہ ان لوگون کو جنکے اموال اُسپر اس طرح دین ہورہے ہین نہین پہچانتا ہی پس اُسنے اسقدر مال بہ نیت ادا فقیرون کو صدقہ کر دیا تو معذور ہو جائیگا اور اگر اسقدر مال والدین و مولودین کے صرف مین کر دیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اُسنے مالون کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو بھی یہی طریقہ ہی ایک شخص پر متفرق لوگون کے حقوق ہین بدین طور کہ اُسنے لینے مین زیادتی کی اور دینے مین کم دیا پھر اُسنے اُن حقوق کی مقدار کو اپنے دل سے انداز کیا اور جسقدر اُسکے دل مین جما اُسقدر کے عوض ایک کپڑا جسکی قیمت بھی اسقدر انداز کی گئی تھی صدقہ کر دیا تو عہدہ سے چھوٹ جاویگا اور شیخ مؤلف رہ نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورتون مین اُسی جنس سے صدقہ کرنا جو اُس پر واجب ہی چھٹکارے کے واسطے شرط نہین ہی کذا فی القنیہ

قال المترجم وظنی ان ہذا فیما اذا لم یعرف التحریر والنقصان بخصوصہ ایضا فیما وقع فیہ معنی الاتیان

کما لایعرف ابل المقفوف فلیتامل فیہ۔ ایک شخص مرگیا اور اسپر قرضہ ہے اور وارث کو حال معلوم نہوا پس اسنے سب
اُسکی میراث کھالی تو شداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا اُسکے قرضہ مین ماخوذ نہوگا اور اگر وارث کو مورث کے قرضہ کا
حال معلوم ہوگیا تو اسپر واجب ہے کہ مورث کے ترکہ سے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے کو فراموش
ہوگیا تو وہ عاقبت مین ماخوذ نہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہانتک کہ مرگیا تو بھی عاقبت مین
ماخوذ نہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہے اور دونون راہ مین چلے جاتے ہین پس راستے مین چور راہزن لوگ نکلے اور اُنھون
نے ان دونون کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرضدار نے اس حالت مین قرضخواہ کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ ادا کرے اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہے کہ نہ لیوے اور فقیہ ابو اللیث رح نے
فرمایا کہ میرے نزدیک ایسی حالت مین قرضخواہ کو نہ لینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک
شخص قرضہ کے مواخذہ مین قید کیا گیا اور اُسکے قرضے لوگون پر آتے ہین تو قاضی اُسکو قید سے نکالے گا
تاکہ وہ لوگون پر دعوےٰ کرے پھر اگر اُسکو لوگون سے کچھ حاصل نہو تو قاضی اُسکو دوبارہ قید کرے گا
یہ عنوان القضاء مین ہے۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہے پس نصرانی نے شراب نکال کر فروخت کرکے
اُسکے ثمن سے مسلمان قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہے کیونکہ نصرانی کو شراب بیچنا مباح ہے اور اگر ف بنسبت صاحبین کا عین بیان کیا ۱۲
مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرضدار نے شراب فروخت کرکے اُسکے دام سے کر اس سے
قرضخواہ کا قرضہ دیا تو قرضخواہ کو یہ مال اپنے قرضہ کے ادا مین لینا مکروہ ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک
شخص کو ایسے شخص نے جسکو درم کی شناخت ہے عدالی درم اسوجہ سے واپس دیے کہ چونکہ یہ کھوٹے ہین
مین انکو نہ لونگا تو اب اسکو روا نہین ہے کہ کھرے درمون کے مقدار کو یہ کھوٹے درم بجائے کھرے درمون
کے دے اور وہ نادانستگی مین لیے لیتا ہے اسواسطے کہ یہ غدر و تلبیس ہے یہ قنیہ مین ہے۔ زاد مین لکھا ہے کہ زید کا
عمرو پر قرضہ آتا ہے اُسنے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت مین خرچ کر ڈالے پھر
اُسکو معلوم ہوا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ نہین ہے اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ وہ زیوف کے مثل قرضدار کو دیکر اُس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر مین امام اعظم رح کا قول امام
محمد رح کا قول بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے۔ ایک شخص کے قرضے لوگون پر آتے ہین اور وہ لوگ
غائب ہین پس قرضخواہ نے کہا کہ میرا جسپر کچھ آتا ہے وہ حلت مین ہے لینے اُسکو حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو
اختیار باقی رہے گا کہ اُن لوگون سے اپنا مال جو اُنپر آتا ہے وصول کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی تحلیل
جائز ہے اور وہ لوگ حلت مین ہو جاوینگے جبکہ اُنپر قرضہ ہو اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز اُنسے لے سکتا ہے
اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اُسنے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیار ہے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور
خیار باطل ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے سب قرضدارون کو بری کر دیا اور
زبان سے اُنکے نام بیان نہ کیے اور نہ دل مین اُن سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا

کہ ابن مقاتل نے ہمارے علماء سے روایت کی کہ قرضدار لوگ بری نہونگے اور اگر کہا کہ میرا ہر قرضدار حلت میں ہے
تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علماء کے قول کے موافق اُسکے قرضدار لوگ بری نہونگے اسیطرح اگر کہا کہ شہر رے
میں میرا کچھ نہیں ہے پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر رے میں واقع ہے یہ دعویٰ کیا کہ بیس برس سے میرا
ہے تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک اُسکو یہ اختیار ہے اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونوں مسئلوں میں
اُسکے قرضدار لوگ بری ہو جاوینگے اور اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے حکم دیا
کہ تم لوگ فلاں شخص کے بیٹے کو پانچ درم دیدو کیونکہ میں نے اُسکے مال میں سے کچھ کھایا تھا اور اگر ابن فلاں یعنی فلاں
کا بیٹا نہ پاؤ تو اُسکے وارثوں کو دیدو اور اگر وارثوں کو نپاؤ تو تم میری طرف سے یعنی ابن فلاں کیطرف سے صدقہ کر دو پھر ان لوگوں نے
ابن فلاں کی بی بی کو پایا اور کسی کو نپایا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اپنے مہر کا دعویٰ کرتی ہو اور
اُسکے سوائے کوئی اور وارث معلوم نہوتا ہو تو مہر میں اُسکو دیدیں اور اگر مہر کا دعوے نکرتی ہو پس اگر کہتی ہے کہ ابن فلاں
یعنی اُسکے شوہر کے کوئی اولاد نہیں تھی تو اُسکو ان درموں کی چوتھائی ملے گی یہ قنیہ میں ہے۔ اگر کسی نے بقال کے
پاس ایک درم رکھا کہ جو چاہے گا اُس سے لیگا تو یہ مکروہ ہے اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرد فقیر کے پاس
ایک درم ہے وہ ڈرتا ہے کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہو جائیگا یا میں اُسکو اپنی ضرورت میں اُٹھا ڈالونگا لیکن
اور کاموں کی بہ نسبت اُسکو بقال کیطرف حاجت زیادہ ہوتی ہے چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزیں خریدنے کی ضرورت
پڑتی ہے اور اُسکے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آوے اُسکو خرید لے پس اُسنے
بقال کو درم دیدیا تاکہ جسوقت جو ضرورت پیش آتی جاوے اُسکو تھوڑا تھوڑا کر کے حساب سے اسکی درم میں سے
لیتا جاوے یہانتک کہ درم پورا ہو جاوے یعنی بمقابلہ پورے درم کے چیزیں لیلے تو یہ فعل مکروہ ہے اسواسطے
کہ اس فعل کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ یہ ایسا قرض ہے جس سے نفع حاصل ہوتا ہے پس مکروہ ہوا لیکن اس باب میں حیلہ
یہ ہے کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دیدے پھر اُس سے جو چاہے لیتا جاوے لیکن اگر یہ درم ضائع ہو جاوے
تو بقال پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ یہ ودیعت تھا پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اُس نے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ
اُس چیز کے جو اُس سے لی ہے دیا ہے اُسکا مالک ہوتا جائیگا پس جو مقصد ہے وہ بلا کراہت حاصل ہو جائے گا یہ
نہایہ میں ہے۔ تجرید میں لکھا ہے کہ اگر کسی سونار کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے
بناوے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اُسنے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں
ہے۔ قرض مشاع جائز ہے چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ اسکا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر
مضاربت پر ہے اور نصف میں نے تجھے قرض دیا تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ سرکہ و مربا و رب و شیرۂ انگور و شہد
و تیل و گھی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہے اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہے اور
بیلچہ اور کلہاڑی اور آرہ و نشتر و مٹی کا برتن و شکوں ان سب کا قرض لینا نہیں جائز ہے۔ سوت کا وزن سے قرض لینا
جائز ہے اور شیشہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور گدھیوں سے نوالہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور رکٹ دالجیر کا گودکر دن سے

حساب سے قرض لینا نہیں جائز ہے اور ہمارے نزدیک کسی قرض پر میعاد نہیں ثابت ہوتی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے نوازل میں ہے کہ ایک پر قرض تھا اور قرضخواہ اُسکو وصول کرنے پر آیا پس قرضدار نے اُسکو درم قرض کے دیے اور کہا کہ انکو یہ رکھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر قرضدار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اسکو رکھ لے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے

اٹھائیسواں باب۔ ملوک سے ملاقات کرنے اور اُنکے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا منھ چومنے و اُسکے متصلات کے بیان میں۔

ابو اللیث حافظ سے روایت ہے۔ کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہے اور وہی فتوے دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتوے دیا کہ مباح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتیں دریافت کیں پس اگر وہ ان باتوں میں موافق حق کے کہتا ہے تو اُسکی طرف سے بُرائی پہونچتی ہے تو اس شخص کو نہیں چاہیے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ اپنے نفس کے قتل یا اتلاف عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہدینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع حرام ہے یہ ملتقط میں ہے اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اُسکے سامنے زمین چومی تو کافر نہ کہا جاویگا لیکن گنہگار ہوگا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اُس کے دل میں کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کردیں گے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہیں تو اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکے حق میں صبر کرنا افضل ہے اور اگر ظالموں نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہے عبادت کا سجدہ کرنے کو نہیں کہا ہے تو اُسکے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ کرے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ عظیم کے سامنے زمین چومنا حرام ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار رہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ علماء و زاہدوں کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہے اور فاعل و راضی دونوں سخت گنہگار ہیں یہ غرائب میں ہے۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہے کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہے اسکی حدیث میں ممانعت آئی ہے یہ تمرتاشی میں ہے اللہ کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہو کر ہاتھ پکڑ کر اور جھک کر جائز ہے اور سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کیواسطے

؎ عظیم بادشاہ حاکم مختار چنانچہ عظیم الروم اور اس لفظ میں اشارہ ہے کہ وہ سلطان و امیر مسلمانوں کا کہ اس پر ایسا لفظ اطلاق کیا جاوے جو کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے ۱۲ منہ ؎ یعنی شرع سے جاہلوں کا کام ہے اور کرنے والا اور اس کام پر رضامند خواہ عالم ہو یا صوفی ہو دونوں گنہگار رہیں ۱۲ م ؎ یعنی ایسی عاجزی جو جناب باری تعالیٰ کے لائق ہے یا مراد یہ کہ تواضع پر مجبور نہیں واللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو نہ غیر کیواسطے ۱۲ م ؎ یعنے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کی نیت کیسے اور ظاہر میں اس مردود کے دکھانے کو ایسا کرے ۱۲ ف

نہین جائز ہی یہ غرائب مین ہی رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے مین سو اگر اُسنے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے چوما تو مکروہ ہی اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اُسکے علم وعدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ نہین ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور اگر سوائے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ چوما پس اگر اس سے مسلمان کی تعظیم واکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو یا یہ غرض ہو کہ دنیاوی مال ومتاع کچھ اس سے مل جائیگا تو مکروہ ہی اور شیخ صدر الشہید رہ اس فصل مین بلا تفصیل کراہت کا فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی. عالم وسلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہی اور ان دونون کے سوائے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی کسی عالم یا زاہد سے یہ درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھاوے تاکہ اسکو بوسہ دے تو یہ رخصت نہین ہی اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے یہ بعض کے نزدیک ہی اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرے اسی طرح اگر اُسنے اُسکا سر یا ہاتھ چومنے کی اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہی یہ غرائب مین ہی اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا جاہل لوگ کیا کرتے ہین یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی رہا کلام منھ چومنے مین سو فقیہ ابوجعفر ہندوانی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جو فقیہ یا عالم یا زاہد ہو منھ چومے بغرض اعزاز دین تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منھ یا پیشانی یا سر چومے تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم ہذا ہو المختار اور امام اعظم رہ وامام محمد رہ کے نزدیک یہ مکروہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منھ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسف رہ نے فرمایا کہ تقبیل و معانقہ ازار واحد مین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منھ چومنا بطور بر ہو نہ از راہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی. اور اگر بقصد لقا یا وداع کے وقت ایک عورت دوسری عورت کا منھ یا گال چومے تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی. ایک بوڑھا سفر سے آیا اور اُسنے اپنی بہن کا جو بوڑھی ہی بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اسکو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی ایسا ہی خلف رہ نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہی یہ حاوی مین ہی. فقیہ ابو اللیث رہ نے ذکر کیا ہی کہ بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہی بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے و بوسہ تحیت جیسے بعض مومن بعض مومن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ مودت جیسے کوئی شخص اپنے بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے ایک بوسہ اور بڑھایا ہی یعنی بوسہ دیانت یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تبیین مین ہی ایک شخص نے اپنے باپ کی جورو کو جو پانچ یا چھ برس کی ہی شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ

---

۱ یعنی ہاتھ چومنا مطلقا مکروہ ہی ۱۲ ۲ سخت جاہل لوگ ۱۲ ۳ تقبیل منھ چومنا اور معانقہ گلے لپٹنا اور ازار وحد یعنی فقط ایک لنگی یا پائجامہ پہنے ہو ۱۲ منہ ۴ یعنے شرعا اجازت نہین ہی ۱۲ ۵ یا رخصت کرنے ۱۲

لڑکی اُس کے باپ پر حرام نہیں ہو جائیگی کیونکہ وہ مشتہات نہیں ہی اور اس پسر نے اگر اُسکو
مشتہات تصور کر لیا تو اُسپر لحاظ نہ کیا جاوے گا اور اگر اُس کے باپ کی جورو اسقدر بڈھی ہو
کہ حد شہوت سے خارج ہو گئی ہو اور اس پسر نے اُسکو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اس کے باپ پر
حرام ہو جائیگی یہ حاوی میں ہی۔ اور مصافحہ جائز ہی اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہی کہ ایک مرد
دوسرے مرد کے دونوں ہاتھوں میں اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور درمیان میں کوئی کپڑا
وغیرہ حائل نہووے یہ خزانۃ الفتاوے میں ہی۔

اُنتیسواں باب۔ اشیاے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان میں۔ امام محمد رح نے شروط الاصل میں ذکر فرمایا
کہ اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اُسمین کسی شخص کو رکھے
یا کسی کو کرایہ پر دیدے تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ یعنے از راہ دیانت اُسکو یہ روا نہیں ہی اور حکم قضا
میں اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی پس اگر اُسنے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائیگا
کہ اُسمین سے کسقدر ہی پس اسقدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہی تو دیدے ورنہ صدقہ
کرے اور اُسکا حال مثل غاصب کے ہوگا کہ اگر غاصب نے غصب کر کے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا
تو اُسکو صدقہ کرے گا یا مغصوب منہ کو دیدیگا اور جسقدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ میں آیا ہی وہ اُسکو
حلال ہی یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اُسمین رہا درحالیکہ اُسکا شریک غائب ہی تو فیما
بینہ وبین اللہ تعالیٰ یعنے از راہ دیانت اُسکو یہ اختیار نہیں ہی جیسا کہ دوسرے کو بسانے میں ہی اور
استحسانًا اُسکو یہ اختیار ہی۔ اور عیون میں لکھا ہی کہ اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں
میں سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور پورے دار میں سکونت کرے
اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے
خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنے سواری کا جانور ہو تو حاضر اُسپر سواری نہیں لے سکتا ہے اور
اجارات النوازل میں محمد بن مقاتل سے روایت ہی کہ شریک حاضر دار میں سے بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور امام
محمد سے مروی ہی کہ حاضر کو اختیار ہی کہ اگر بشرط عدم[1] سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے
دار میں سکونت کرے اور ابن ابی مالک نے امام اعظم وامام ابو یوسف سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت
میں حاضر کو بقدر اپنے حصے کے زراعت کرنے کا اختیار نہیں ہی اور دار کی صورت میں اختیار ہی اور نوادر ہشام
میں یوں مذکور ہی کہ اُسکو دونوں صورتوں میں یہ اختیار ہی یہ محیط میں ہی اگر ایک دابہ یعنے چوپایہ دو شخصوں میں
مشترک ہو اُسکو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام میں لایا تو حصہ
شریک کا ضامن ہوگا یہ صغرے میں ہی اور اگر ایک دار ایک قوم میں مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہی کہ اسمیں

[1] یعنے یہ خوف ہو کہ اگر اسمیں کوئی نہ رہیگا تو وہ گر کر خراب کھنڈل ہو جائے گا ۱۲ منہ

اپنا چوپایہ باندھے اور اُسمیں وضو کرے اور اُسمیں اپنی لکڑیاں رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مر گیا تو وہ ضامن نہو گا اور اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریکون کے اُسمیں کنوان کھودے یا عمارت بنالے اور اگر بنائی یا کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہو گا اور عمارت توڑ دینے کا حکم دیا جائیگا یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے۔ شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف اپنی ملک میں بسبب ضرورت کے دیوار پھوڑ کر ایک دروازہ لگائے تو فرمایا کہ واقفی اس میں یہ لحاظ کرے گا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر نہ پہونچتا ہو اور اُسنے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہو ایسے کہ مثل دیوار کے ہو گیا تو اُسکو منع نہ کرے گا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر بنا ظلہ بنانا چاہا یعنے چھتا بنانا چاہا اور اس میں عوام کا کچھ ضرر نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام مسلمانون میں سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ منع کرے اور دور کرے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر ایک کو ممانعت کا اختیار ہے دور کرنے کا اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کسی کو دور کرانے اور گرانے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس نے کوچہ غیر نافذہ میں نیا چھتا ایجاد کیا تو ہمارے نزدیک اُسمیں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ شریکون کی اجازت معتبر ہے اور آیا عام راستہ پر چھتا بنانا مباح ہے سو فقیہ ابو جعفر طحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہو گا بشرطیکہ کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اُسنے ایجاد کیا ہو اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اُسنے بنایا تو بنانا مباح نہیں ہے اور نہ اُس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار رہو گا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہے بشرطیکہ اس سے عام مسلمانون کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ محیط میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کھگل لگا کر مسلمانوں کی ہوا کو شاغل کر دیا تو قیاساً یہ ہے کہ اُسکو دور کرا دیا جاوے اور استحساناً دور نہ کرائی جاوے اور اپنے حال پر چھوڑ دیجائے گی۔ اور نصر بن محمد مروزی تلمیذ امام اعظم رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کھگل کرانے تو اُسکو کھرچ کر کھگل لگاتے تھے تاکہ ہوا میں سے کچھ نہ لے اور شیخ نصیر بن یحییٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خارج ہے یا شریک کی دیوار پر رکھا ہے اور اُسنے چاہا کہ اُسکو اُکھاڑے یا قطع کرے تو فرمایا کہ اگر کوچہ نافذ ہو تو اُسکو یہ اختیار ہے کہ اُکھاڑ لے اور جب اُکھاڑ دیا تو پھر اُسکو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی اور شہتیر والے کو اُسکے برقرار رکھنے کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوچہ غیر نافذ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اُسکے مالک کو حق القرار حاصل ہو گا اور شریک کو اُسکے اُکھاڑنے کا استحقاق نہو گا اور اگر اُسنے توڑ دیا تو اُسکو دوبارہ بنا دینے کی اجازت دیجائیگی

ف۱ یعنے جو راہ عام لوگون کی گذرگاہ ہے اور خالی فضا ہے جس سے یہ لوگ گذرتے ہیں پس بقدر عوض ہونے سے [illegible] کے کم کر دیا فافہم ۱۲م ف۲ یعنے اس خالی چوگان میں سے جو راستہ گاہ ہے ۱۲ منہ

اوراگر قدیمی نہو تو اُس کے مالک کو توڑ لینے کا استحقاق ہی اور جب اُسنے اُکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ منتقی مین تحریر ہی کہ اگر عام راستہ پر پاخانہ یا چھتا بنانا چاہا تو مین اس سے اُسکو منع کرونگا اور اگر اُسنے بنا لیا پھر لوگون نے نالش دائر کی تو مین اسمین غور کرونگا پس اگر اسمین ضرر ہوگا تو حکم کرونگا کہ اسکو توڑے اور اگر اسمین ضرر نہوگا تو اپنے حال پر چھوڑ دونگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے پاخانہ اپنے احاطہ مکان سے خارج رکھا داخل دار نکیا اور اسمین ضرر کچھ نہین ہی تو چھوڑ دونگا اور اگر اُس نے دار مین داخل کیا تو اس سے منع کیا جائیگا۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ مین ایک شخص کا چھتا ہو تو اہل کوچہ کو اُسکے ڈھا دینے کا اختیار ہی بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ اسکی بنیاد کیا ہوئی ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسنے کوچہ ہو جانے کے بعد بنا لیا ہی تو منہدم کیا جا سکتا ہی اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونون صورتون مین منہدم کیا جا سکتا ہی اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہین کہ اگر اسمین ضرر ہوگا تو منہدم کیا جائیگا ورنہ نہین اور حاصل یہ ہی کہ جو چھتا عام راستہ پر واقع ہو پس اگر اُسکا حال دریافت نہو تو بنا بر قول امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے وہ جدید قرار دیا جائیگا حتی کہ امام المسلمین کو اختیار ہوگا کہ اُسکو دور کرادے اور جو کوچہ غیر نافذہ مین ہو اور اُسکا حال دریافت نہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائیگا حتی کہ کوئی شخص اُسکو دور نہین کر سکتا ہی۔ اور شیخ الاسلام یعنی خواہرزادہ نے فرمایا کہ کوچہ غیر نافذہ مین ایسے حکم کی تاویل یون ہی کہ ایک دار یا اراضی مین ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جنہین ان لوگون نے اُنمین اپنے رہنے کے گھر و حجرے بنا لیے اور ایک کوچہ اپنی آمدورفت کا چھوڑ دیا حتی کہ وہ راستہ اُنکی ملک ہا تو یہ حکم ہی اور اگر در اصل کوچہ احاطہ کیا گیا ہو مثلاً اُن لوگون نے دار بنایا اور یہ راستہ آمدورفت کیواسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی حکم ہی جو عام راستہ پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہی۔ اور شیخ الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ کوچہ خاص اُسکو کہتے ہین کہ جسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد معلوم ہو اور اگر اسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد بطور احصار معلوم نہین ہی تو وہ کوچہ عامہ ہی پس ایسے کوچہ مین جو چھتا ہو اسکا حکم وہی ہی جو عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کوچہ غیر نافذہ کے وسط مین ایک گھورا ہی پس اہل کوچہ مین سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا پاخانہ دور کرکے اُسکو اس گھورے پر منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیون کو ایذا پہونچتی ہی تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اختیار ہی کہ شخص مذکور کو اس سے منع کرین اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے اُنکو سخت ایذا پہونچتی ہی منع کر سکتے ہین یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ مین پڑوسیون کی رضامندی سے پاخانہ بنانا چاہا پھر ہنوز اسکی عمارت تمام نہوئی تھی کہ پڑوسیون نے اُسکو ممانعت کی حالانکہ اسمین اُنکا کوئی کھلا ضرر نہین ہی تو اُنکو یہ اختیار ہی کہ منع کرین یہ غرائب مین ہی۔ فتاوی ابواللیث رحمہ اللہ مین ہی کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ مین اپنے دار کے دروازہ پر مربط بنایا جسمین اپنا چوپایہ باندھتا تھا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہی کہ اُسکا یہ مربط توڑ دے

مگر اُسکو دروازہ پر چوپایہ باندھنے سے منع نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہی تو ایسا ہی جیسا ایک
دار دو آدمیون مین مشترک ہی کہ ہر ایک کو اُسکے نصف مین سکونت رکھنے کا اختیار ہی مگر کچھ عمارت بنانے یا کنوان
کھودنے کا اختیار نہین ہی اور مربط بنانا عمارت بنانے مین سے ہی اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا از قبیل سکونت ہی
اور ہمارے ملک مین یہ رسم ہی کہ اپنے گھرون کے دروازون پر جانور چوپایہ باندھتے ہین۔ اور اگر کوچہ نافذہ ہو
تو بشرط سلامت ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا
بیت جو ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اور بیت مذکور کا جناح بھی ہی منہدم کر دیا تو اُسکو اختیار ہی کہ جیسا تھا
ویسا ہی بنالے اور پڑوسی اُسکو منع نہین کرسکتے ہین بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ہر ایک کو اُس
جناح کے توڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ قدیمی ہو اور قدیم و جدید کا فرق فقط کوچہ غیر نافذہ مین ہوتا ہی یہ غرائب
مین ہی۔ اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا اور بنایا نہین حالانکہ
پڑوسیون کو اس سے ضرر ہوتا ہی پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو یعنی بنانے پر قادر ہو تو پڑوسیون کو اُسپر
جبر کرنے کا اختیار ہی اور مختار یہ ہی کہ پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی شیخ رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ ایک بڑا دار جس کا پرنالہ ایک جگہ گرتا تھا وہ ایک جماعت کے ہاتھ شرکت مین فروخت کیا گیا پھر
ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ دار مذکور علیحدہ کر کے ہر ایک نے اپنا پرنالہ اسی جگہ پر گرایا جہان مشترک کا پرنالہ گرتا
تھا پس اُس موہرہ پر بہت سے پرنالے گرنے لگے پس آیا پڑوسیون کو اس سے منع کرنے کا اختیار ہی تو
ہمارے زمانہ کے بعضے مفتیون نے یہ فتوی دیا تھا کہ اُنکو ممانعت کا اختیار نہین جیسا کہ اگر بائع نے اُس مین
لوگون کی جماعت کو بسایا یا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خرید کر اسمین سکونت اختیار کی اور
ان سب لوگون کے استعمال کا پانی اُسکے پرنالے سے بہا تو پڑوسی منع نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ بہت سے پرنالہ
ہو جانے سے سوائے اسکے کہ پانی کی کثرت ہو اور کچھ ضرر نہین ہی اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہین ہوسکتی ہی
یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ مین اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اُسکو منع نہین کرسکتے ہین اگرچہ
اہل کوچہ کو یہ ضرر لازم آتا ہی کہ راستہ مشترکہ مین گذرنے والون کی کثرت ہو گئی۔ پھر یہ فتوے اور جواب
ہمارے شیخ نجم الائمہ حلیمی کے پاس آیا پس اُنھون نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردون و ہم عصرون سے
چند روز تک بحث کی پھر اُنکی یہ رائے قرار پائی کہ پڑوسی اُسکو منع کرسکتے ہین بخلاف مثالون
مذکورہ کے کہ ان مین ضرر لازمی و دائمی نہین ہی اور صورت مذکورہ اسکے برخلاف ہی اور رشید الدین
سے مروی ہی کہ ایک شخص نے عام نہر پر مسلمانون کے نفع کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو یہ اختیار
ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین اپنے فنائے دار مین ایک درخت جمایا اور
اس کوچہ مین سوائے اسکے اور بھی درخت ہین پھر اہل کوچہ مین سے ایک نے یہ چاہا کہ اسکو اکھاڑ دے
اور دوسرے درختون سے تعرض نہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسیطرح اگر جناح جو جادۂ راستہ مین دار سے باہر نکلا ہوا

ہو اُسکے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزون سے تعرض کرے تو حکم ایسا نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فقیہ ابو نصر رحمہ نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والون کے حق مین کچھ مضر نہین ہے تو اسکو مباح ہے اور مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ اُس سے مواخذہ کرے کہ اسکو دور کر دے اور اگر اُسنے وقف کر دیا تو وقف ہو جائیگا اور ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اسکو یہ اختیار نہین ہے اور محمد بن سلمہ رحمہ سے منقول ہے کہ انھون نے اپنے دروازہ پر دوکان اور اپنے چوپایہ کا مربط بنایا پس شیخ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس بارہ مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ مین اسکو راہ صواب سے دور نہین جانتا ہون کذا فی المحیط اور فتاوے قاضی خان مین ایسی صورت مین یہ حکم لکھا ہے کہ بنانے والے کو ایسا اختیار نہین ہے (یعنی جائز نہیں ہے ۱۲) انتہی اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے درخت جمائے (یعنی ناجائز ہے ۱۲) اور ان درخت و اُسکے درمیان جادہ راستہ ہے پس یہ مکروہ ہے فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا اہل نہر کو ضرر نہ پہونچاتے ہون تو مجھے امید ہے کہ لگانے والے کو لگانے مین گنجائش ہے اور جو شخص اسکی موت کے بعد وارث ہو وہ ان درختون کے حق مین بجائے میت کے قرار دیا جائیگا یہ حاوی مین ہے (یعنی جائز ہے ۱۲)۔ نوازل مین ہے کہ ایک شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر مین شریک نہین ہے آیا اور اُسنے درخت لگانے والے سے اس درخت کے اُکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگون کو ضرر دیتا ہو تو اسکو مواخذہ کا اختیار ہے مگر اولی یہ ہے کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تاکہ حاکم اسکو اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ اگر خاک یا کیچڑ مسلمانون کے عام راستہ سے اُٹھائی تو کیچڑ کے دنون مین جائز ہے بلکہ اولی ہے اور جب کیچڑ کے دن نہون اور یہ خاک و مٹی مثل زمین کے ہو یعنے ضرر دیتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زمین کے مثل ہو اور اُٹھانے والے کو اُسکے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والون کو مضرت پہونچے تو اسکو یہ روا نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ بیچ راستہ سے کیچڑ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہین جائز ہے کیونکہ وہ عام لوگون کا حق ہے لیکن والی کی اجازت سے روا ہے اور نوازل مین ہے کہ اگر اس مین راستہ خراب نہوتا ہو تو اُٹھا لینے مین مضائقہ نہین ہے اور والی (یعنی امام وقت ۱۲) کی اجازت کا ذکر نہین کیا کذا فی القنیہ۔ اور شیخ ابو بکر رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیقہ غیر نافذہ مین مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ مین اتنا چھوڑ دیا کہ لوگون کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اسکو اُٹھا لیتا ہے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے تو اسکو منع نہ کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہ زقیقہ غیر نافذہ مین مثل مربط و دوکان وغیرہ بنانے کے واسطے مٹی سانا جائز رکھتے تھے یہ حاوی مین ہے۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہے فرمایا کہ اسکا اُٹھا لیجانا جائز نہین ہے پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار مین سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جسکی کچھ احتیاج نہین ہے فرمایا کہ اسکا اٹھا لیجانا مضائقہ نہین رکھتا ہے یہ غرائب مین ہے۔ ایک سبیل کی حوض ہے اُس سے ایک شخص نے پانی کی مشک بھری تو اسکو یہ نہ چاہیے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے مین نقصان پہونچا تو وہ

شخص ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ۔

تیسوان باب۔ متفرقات کے بیان مین۔ ایک شخص کی جورو فاسق یعنے بدکار ہی کہ جھڑکنے سے باز نہین آتی ہی تو اُسکا طلاق دیدینا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منھ مین اپنا آلہ تناسل داخل کر دیا تو بعض نے فرمایا ہی کہ مکروہ ہی اور بعض نے اسکے برخلاف کہا ہی یہ ذخیرہ مین ہی ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہی اور سمجھانے سے نہین مانتی ہی تو اُس مرد کو عورت مذکورہ کے مارنے کا اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہی کہ حیض سے گیارھوین دن اپنے شوہر کو جو حنفی مذہب ہی اپنے آپ سے وطی کرنے دے تو فرمایا کہ فتوے دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتوے دیگا جو شخص فتوے مانگتا ہی اُس کے مذہب کے موافق نہ دے گا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک باندی مرض الموت مین بیمار ہوئی تو اُسکا آزاد کر دینا اولے ہی تاکہ آزاد مرے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہی تو اُسکے حق مین یہ بات مکروہ ہی لیکن اگر اس دودھ پینے بچے کے مرجانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہی جو اُسکے حرام ہونے کا معتقد ہی مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہین ہی اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہی مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر مین شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہی گنہگار[ف] نہوگا۔ اور اگر طبلہ طنبور وغیرہ ان معازف وملاہی کی چیزون مین سے کوئی رکھی تو مکروہ ہی گنہگار ہوگا اگرچہ اُنکو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ترکون وامراء وغیرہ مین سے چند لوگ ایک مجلس فسق وفساد مین مجتمع ہوے اور شیخ الاسلام نے اُنکو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اسواسطے گئے کہ اُنکو متفرق کرکے اُنکی شراب بہا دین اور فقہاء کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پاکر بہا دی اور بعض مٹکون مین سرکہ کرنیکے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اسکی خبر دیگئی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہا دو اور خم توڑ ڈالو اور باقی شراب بھی بہا دو اگرچہ اسمین نمک ڈالا گیا ہی اور فرمایا کہ عیون المسائل مین مذکور ہی کہ اگر کسی نے محتسبانہ مسلمانون کی شراب بہا دی اور اُنکے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جسمین شراب تھی پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہی اسیطرح اگر ذمیون نے شراب کو مسلمانون مین ظاہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف کے ذمیون کی شراب بہا دی وشراب کے خم توڑ ڈالے اور مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ینیمہ سے منقول ہی اور بوڑھے جاہل کو چاہیے

[ف] یہ ہمارے نزدیک ہی اور دوسرون کے نزدیک گنہگار رہیگا اور ایسا کرنا بھی نہین چاہئے ہی ۱۲

کہ نوجوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام مین پیشقدمی کرے یہ سراجیہ مین ہے اور نوجوان عالم بوڑھے غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیشقدم ہو گا اور زندویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا شاگرد پر دونون برابر یکسان ہین یعنے جاہل کو نچاہیے کہ عالم کے سامنے گفتگو مین پیشقدمی کرے اور مجلس مین اُسکی جگہ پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اسوقت غائب ہو اور اُسکی بات کو رد نہ کرے اور چلنے مین اُسکے آگے نہو اور شوہر کا حق جورو پر اسسے بھی بڑھکر ہے اور عورت اپنے خاوند کے مباح فعل مین جسکے کرنے کا خاوند اُسکو حکم کرے تابعداری کرے اور اپنی ذات پر شوہر کے منافع مقدم کرے یہ وجیز کردری مین ہے۔ نجم الائمہ حلیمی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے وارو قف مین جسکو اجارہ پر لیا ہے پاخانہ بنایا اور صحن روشندان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہے کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پاخانہ یا دروازہ مین ہوتے ہین تو اسکے شاگرد لوگ ہمکو جھانکتے ہین پس یہ روشندان بند کرادے تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے اور ایک شخص نے اپنی زمین مین جوار بوئی اور اُسکے اُکھاڑنے مین پڑوس والے کھلا ضرر اُٹھاتے ہین تو انکو اسسے ممانعت کرنے کا اختیار نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ شاعب[1] جو راہ مین بنی ہوئی ہین اُنکی نسبت کسی کو خصومت کرنیکا اور اُنکے دور کرنے کا اختیار نہین ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور ربض[2] شہر کی مٹی اُٹھا لیجانا کسی کو روا نہین ہے کیونکہ وہ حصن ہے اور اس سے عام کا حق متعلق ہے ہان اگر دیوار شہر کی گرے اور اُسکی کچھ حاجت نہو تو اُٹھا لیجانا جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور تجنیس ملتقط مین ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اُسکے پڑوسی کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے مین پڑوسی کے گھر مین نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہے کہ جبتک وہ اپنی چھت پر پردہ نہ بنا دے تب تک اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر مین نہ پڑتی ہو لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہون تو اُنپر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع نہین کرسکتا ہے اور امام ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایکطرح کا استحسان ہے اور قیاس یہ حکم ہے کہ وہ اس فعل سے منع کیا جاوے گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ تتمہ مین ہے کہ مین نے شیخ ابو حامد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی زمین اونچی ہے پس اُسکو روا ہے کہ نہر کو کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہا کر اپنی زمین سیراب کرے اگرچہ نیچے والے لوگ راضی نہون یعنے نہر کے بہاؤ پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف ہین وہ راضی نہون تو فرمایا کہ ہان اور ایسی ہی شیخ حمیر الوبری رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص راستہ مین جاتا تھا راہ مین پانی تھا پس اسکو راہ نہ ملی سوائے ایک شخص غیر کی زمین مین کہ اُسمین ہوکر راہ تھی تو اُس زمین مین ہوکر چلے جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور فتاوے اہل سمرقند مین غیر کی زمین مین ہوکر گذر جانے کے مسئلہ مین تفصیل مذکور ہے یعنے اگر زمین غیر مین چہار دیواری یا کوئی اور چیز حائل ہو تو اُسمین ہوکر نہ گذرے اور اگر چہار دیواری نہو تو اُسمین ہوکر گذرنے مین مضائقہ نہین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اس باب مین لوگون کی عادت کا اعتبار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور نوازل مین مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے

[1] کذا فی النسخۃ الموجودۃ ۱۲ [2] مثاعب پانی بہنے کی نالیان ۱۲ [3] ربض دیوار گرد شہر یعنے شہر پناہ خام ۱۲

غیر کی زمین میں ہو کر گذرنا چاہا پس اگر سوائے اسکے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین میں ہو کر نہ گذرے اور اگر
نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین میں ہو کر گذر سکتا ہی جب تک کہ مالک اُسکو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہیں گذر سکتا ہی اور یہ حکم
اکیلے آدمی کے حق میں ہی اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اُس شخص غیر یعنے مالک زمین کی رضامندی
اُسکی زمین سے ہرگز نہیں گذر سکتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہی فتاویٰ میں ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا
کہ جو راستہ نیا بنا لیا گیا ہو ہمیں چلنا کیسا ہی تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اُسکو نکالا ہو تو ہمیں چلنا جائز ہی جبتک
یہ ظاہر نہو کہ یہ غصب ہی اور شیخ ابوبکر رح نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطانین میں گذرتے تھے اور کوچہ
اصفہانیہ کے سرے پر اپنا پتھر باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر کرتے تھے اور شیخ ابوبکر رح نے فرمایا کہ اگر میری
راہ یہی ہی اور میں اُسکی آمد و رفت میں مضائقہ نہیں جانتا ہوں اور فقیہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس کوچہ کے
لوگ جنازہ دوسرے راستہ سے نکالتے تھے اور اس بازار میں آمد و رفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جور ہی لیکن
ان علماء کے قول کو لینا بہ نسبت ان عوام کے قول کے اولے ہی پس اُس سے گذرنا اور وہاں سے جنازہ نکالنا
کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہی یہ حاوی میں ہی۔ ایک شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار میں ہی اور صاحب
نہر بیچ نہر میں سے یا نہر کی کنارہ میں ہو کر نہیں جا سکتا ہی اور اُسکو منظور ہوا کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے
حالانکہ مالک دار اُسکو اپنے دار میں داخل ہونیسے منع کرتا ہی تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو اجازت دیدے
کہ وہ اپنی نہر درست کرلے یا اُسکے مال سے تو خود درست کردے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور دیوار
کی صورت میں بھی یہی حکم ہی اور اُسکی صورت یون ہی کہ ایک شخص کی دیوار کا رُخ دوسرے شخص کے دار کیطرف ہی اور اُسنے دیوار
پر کہگل لگانی چاہی مگر مالک دار نے اپنے دار میں آنیسے اسکو روکا حالانکہ سوائے دار میں ہو کر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار میں
کہگل نہیں لگا سکتا ہی تو شیخ بلخی رح نے فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنی دیوار میں کہگل لگانیسے منع نہیں کرسکتا ہی ہاں یہ اختیار ہی کہ اُسکو
اپنے دار میں داخل ہونیسے منع کرے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار کی مٹی منتقل کرنی
چاہی اور بدون دار میں داخل ہونیکے کسی طور سے نہیں اٹھا سکتا ہی تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار ہی کہ اپنے دار میں داخل ہونے
دے پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اسکے دار میں چھوڑدے تو فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنا مال لینے سے منع نہیں کرسکتا ہی اپنے
دار میں آنے دینے سے ممانعت کرسکتا ہی اور اسکے معنی یہ ہیں کہ مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار میں آنیکی اجازت
دیدے یا خود اُسکی مٹی یا نہر نکالدے یہ ذخیرہ میں ہی واقعات ناطفی میں لکھا ہی کہ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہو کر گذری
ہی اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین میں ہو کر اپنے نہر تک جاکر اُسکی اصلاح کرے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہی ہاں اپنی نہر کے
اندر اندر ہو کر جا سکتا ہی اور اگر نہر تنگ ہو کہ اُسمین چلنا ممکن نہو تو بھی غیر کی زمین میں ہو کر نہیں جا سکتا ہی
اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ کے ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم کچھ نہیں ہوتا ہی اور
موافق قول صاحبین رح کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہی پس صاحب نہر اپنے نہر کے حریم پر چل سکتا ہی اور بعض
نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہی اور تاویل مسئلہ یہ ہی کہ مالک نہر نے اپنے نہر کا حریم مالک زمین

کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین میں بدون اس کی اجازت کے
گذرا پس اگر اسکے چلنے سے زمین مذکور میں ضرر ہوا ہو مثلاً مزروعہ ہو یا رطبہ ہو تو مستوجب ہوگا کہ اس سے استحلال کرلے
یعنی معاف کرالے ورنہ نہیں لیکن اگر مالک زمین نے اسکو گذرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اسنے اسکو
اس فعل سے ایذا دی ہے اور اگر کسی غیر کی زمین میں آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہوں کے ساتھ قاضی کی
سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گذرا تو اسکو ایسا اختیار نہیں ہے کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے پیلہ
ابریشم سے نکالنے کے واسطے مثوال کھڑی کی تو پڑوسیوں کو منع کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ اُن لوگوں کو دھوان
و کپڑون کی بدبو سے ضرر پہونچتا ہو اور نجم الائمہ بخاری رح سے مروی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین کے
گھر میں انکی رضامندی سے عنابیات سنے کا کارخانہ کھڑا کیا تو جار ملاصق کو ممانعت کا اختیار نہیں ہے اور اگر
اپنے واسطے جدا ہو نہ بنایا تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کرسکتے ہیں اور جو سنار
بعد عشاء کے طلوع فجر تک سونے کا کام کھٹ کھٹ کوٹکر کرتا رہتا ہو تو اسکو پڑوسی منع کرسکتے ہیں بشرطیکہ انکو
اس کام سے ضرر پہونچتا ہو کذا فی القنیہ۔ ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت
جمائے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا ہے کہ اسکے واسطے کوئی تقدیر نہیں ہے کہ کتنی دور ہٹا کر لگائے مگر یہ واجب ہے کہ پڑوسی کی دیوار
سے اتنی دور ہٹا کر جمائے کہ انکی دیوار کو مضرت نہ پہونچے کذا فی فتاوے قاضی خان ایک شخص کا مجھود ہے اس میں
برف رہتی ہے پھر اسکے پڑوسی نے چاہا کہ اسکے پہلو میں الاؤ آگ کا بنا دے تو اس سے منع نہ کیا جائے گا مگر اولی یہ ہے
کہ ایسا نہ کرے یہ سراجیہ میں ہے شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار میں اصطبل بنایا حالانکہ
پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اسکے پڑوسی کو ضرر پہونچتا ہے لیکن اگر چوپایوں کا منہ پڑوسی کے دیوار کی طرف ہو تو وہ منع
نہیں کرسکتا ہے اور اگر چوپایوں کی پچھاڑی انکی دیوار کی طرف ہو تو اسکو ممانعت کا اختیار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔
ایک نانبائی نے بزازوں کے بیچ میں اپنی دوکان جمائی تو اس سے منع کر دیا جائے گا اسی طرح جو ضرر عام ہو
اسکا یہی حکم ہے اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے فتوے دیا ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور جو شخص شوربا پکا کر بازار میں بنا کر
فروخت کرتا ہے اسکو ممانعت نہ کیجائے گی کیونکہ اسمیں خوشبو ہے ہر شخص کے واسطے اسمیں ضرر نہیں ہے بلکہ بعض
کو اسمیں لذت ملتی ہے لیکن اگر اسکی دوکان کا دھواں ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہوسکتی ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ محمد بن مقاتل
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چھوڑ کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو
وہ اسکے واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جو یا بھوسا غصب کرکے اپنے جانور کو
کھلائے اور اسکو موٹا کیا تو مستوجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہے اسکی قیمت دے اور جانور میں جسقدر موٹائی آئی ہے وہ
حلال ہے اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یوں ہے کہ جو غصب کیا ہے اسکے مثل دینا واجب ہوگا اور

۱ے مثوال بطور بھٹی کے بلند کرتے ہیں جسکے دھوئیں و بدبو سے دماغ پریشان ہوسکتا ہے اور اسی قیاس پر چمڑے والوں کا کارخانہ ہے
جسکی بدبو سے لوگوں کو ایذا ہو اور اسی طرح ضرر عام کی ممانعت صحیح روایت ملتقط میں منصوص ہے ۱۲

فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ بعضے زاہدون کا قصہ منقول ہے کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت مین پانی اسکے باغ انگور مین چلا آیا تو اُسنے حکم کیا کہ میرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جاوین مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم نہین دیتے ہین لیکن اگر انگور کے پھل جو پیدا ہون وہ صدقہ کر دے تو اچھا ہے مگر اسپر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب نہین ہے یہ محیط مین ہے اور فقیہ ابو القاسم رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین بدون اسکی اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہوا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی پھر مالک زمین کو معلوم ہوا اور وہ رضامند ہوگیا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہان پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ مین راضی نہین ہون پھر کہا کہ مین راضی ہوا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہے فرمایا کہ ہان اس صورت مین بھی حلال ہے اور فقیہ ابو اللیث رہ نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین جور کو اُسکے متصرفین سے مزارعت پر لیا تو شیخ ابو القاسم رہ نے فرمایا کہ کاشتکارون کا حصہ اُن لوگون کو حلال ہے اگر انھون نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر لی ہو اور اگر جور مین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہون پس اگر اُن درختون کا مالک معلوم ہو تو کاشتکارون کو حلال نہین ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہے کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جسکا مالک معلوم نہو سلطان کو ہے اور ایسی زمین بمنزلہ زمین موات کے ہوگی مگر سلطان پر لازم ہوگا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ دیدے اور اگر ایسا نکریگا تو گنہگار ہوگا اور کاشتکارون کو اپنا اپنا حصہ حلال ہوگا اور جو شخص اُنکی رضامندی سے اُسمین سے کچھ کھائیگا اسکو بھی کھانا حلال ہے اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہین ہے مگر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین غالبا جو ہاتھ آتا ہے اسمین شبہ ہوتا ہے پس مسلمان پر یہی واجب ہے کہ جسکو حرام معاینہ کرے فقط اُسی سے دور بھاگے ایک عورت کا شوہر زمین جور مین ہے اُسکے پاس مال ہے جو سلطان کیطرف سے حاصل کرتا ہے اور وہ عورت کہتی ہے کہ مین زمین جور مین تیرے ساتھ نہین رہونگی تو فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ اگر عورت مذکور نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بعینہ مال غصب نہین ہے تو عورت مذکور کو اس کھانے کی گنجایش ہے اسیطرح اگر شوہر مذکور نے اُس عورت کیواسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جسکی اصل حلال نہین ہے خرید کیا تو عورت مذکور کو اس جامہ نان کے استعمال کی شرعًا گنجایش ہے اور گناہ شوہر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ ارض جور اس زمین کو کہتے ہین جسکا مالک اس بات پر قادر نہو کہ اسمین زراعت کرکے خراج ادا کرے پس وہ شخص امام المسلمین یعنی خلیفہ وقت کو دیدیتا ہے تاکہ اُسکی منفعت بجائے خراج کے مسلمانون کیواسطے ہو اور اصل زمین اُسکے مالک کی ملک ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک جماعت پر ناحق کی جبایت باندھی گئی یعنی کچھ مال بطور ٹکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر ان مین سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس جبایت کو دور کر سکتا ہے تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہو کہ اسکا حصہ باقیون پر ڈالا جاوے ورنہ اولے یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نہ کرے ایک شخص نے دوسرے کی نزد اتنے پر کوئی ظلم ہوتا تھا اسکو دفع کر دیا پس اُس مظلوم نے اس مددگار نے واسطے کوئی دینار دیے پھر مددگار نے اسکو نہ لینا چاہا اسکے باتھ ایک درہم بعوض ان

بیس دینار کے فروخت کیا تاکہ یہ دینار اسکو حلال ہو جاوین تو حلال نہیں ہے اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ یہ موافق
قول امام محمد رحمہ کے ہے اور شیخین کے [یعنے امام اعظم ۱۲ و امام ابو یوسف رح ۱۲] قول کے موافق ایسی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر بائع نے بطور تلجیہ بیع کی ہے تو بیع
نہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص کے پاس نان و عیال ہیں اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیشروی
کرنے میں اُسکے محتاج ہیں پس اگر اُس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اُسکے عیال ضائع نہوں تو حفاظت کرنا
افضل ہے اور اگر دونوں باتوں کا سرانجام اُس سے نہو سکے تو عیال کی پرورش کرنا افضل ہے اور اگر اُسنے راہ کی
حفاظت کا سرانجام کیا پھر اسکو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اُسنے نہ لیا تو افضل ہے اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہیں ہے یہ جواہر
اخلاطی میں ہے۔ اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اُس شخص نے جسکو موذی نے ایذا دی ہے بارہا سلام کیا اور موذی کے
سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہان تک کہ موذی کا گمان غالب یہ ہوا کہ اسکے
دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہے اور میری طرف سے کشادہ دل ہو گیا ہے تو موذی معذور ہوگا اور یہ واجب ہے
کہ اُس سے معاف کرا دے اور اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی اور فی الحال اُس سے معاف
نکرایا اسوجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے ابھی غصہ میں ہے مجھے معاف نہ کرے گا تو معاف کرانے میں دیر کرنے میں
معذور ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے امیر دن وغیرہ کے چرواہے کو روٹی دی تاکہ میری بکریان اُسکے خطیرہ یا زمین
مین رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہے تو یہ جائز نہیں ہے اسیطرح اگر دوسری بکریان خود چرواہے کی
مالک ہوں تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ یہ رشوت ہے اسیطرح اگر اُسنے روٹی دینے میں یہ شرط صریح نہ لگائی کہ
رات میں میری بکریان وہان رکھا کرے تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ امر رواج کی راہ سے مشروط ہے پس دینے
والے کو اختیار ہے کہ جو اُسنے دیا ہے وہ واپس کرے اور یہیں حیلہ یہ ہے کہ بکریوں کو اُسکے مالک سے عاریت
لے لے پھر بکریوں کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریوں کو رات میں مستعیر کے پاس رکھے پھر جس قدر
دیتا ہے وہ اُسکو بطور احسان کے دیدے نہ بطور اجرت کے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چرواہا بدون کچھ لیے
ہوئے فقط اسکے علم سے بکریان رات کو وہان رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ قیلولہ[ف] کرکے راحت حاصل
کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان[ف] قیلولہ نہیں کرتا ہے یہ
غیاثیہ میں ہے۔ اور قیلولہ بین المنجلین[ف] مستحب ہے یعنی میان راس الشعیر و میان راس الحنطہ اور مستحب ہے کہ آدمی پہلے
چت لیٹے پھر ایک ساعت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے پھر بائین کروٹ پر سووے کذا فی السراجیہ اور طلوع
آفتاب کے بعد سونا اور مغرب و عشاء کے درمیان سونا مکروہ ہے اور میں نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشاء کی نماز کے بعد سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا اور چاہیے کہ ایسے
بچھونے پر سووے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی داہنی ہتھیلی (۱۵)

ف قیلولہ یعنے دوپہر کو خفیف لوٹ پوٹ لینا خواہ نیند آجاوے یا نہ آوے ۱۲ منہ ف کذا فی النسخة الموجودة
اور مراد یہ کہ گرمی کے موسم میں ۱۲ ف یعنے شیطان کے خلاف کیا کرو ۱۲

رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب مین اسی طرح قبر مین تنہا لیٹون گا کہ میرے ساتھ سواے میرے اعمال کے کچھ نہ ہوگا اور کہا گیا ہے کہ داہنی کروٹ پر لیٹنا مومن کی لٹائی ہے اور بائین کروٹ پر لیٹنا بادشاہون کی لٹائی ہے اور چت آسمان کی طرف منھ کرکے لیٹنا انبیاء علیہم السلام کی لٹائی اور اوندھے منھ کے بل لیٹنا کافرون کی لٹائی ہے اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اسکو پیٹ مین درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہے کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ لے اور اسپر سو رہے اور سوتے وقت تہلیل و تحمید و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالی کی یاد کرتا رہے یہان تک کہ اسکو نیند آجاوے اسواسطے کہ سونیوالا اسی حال پر اٹھایا جائیگا جسپر سویا تھا یعنی برابر اسکو ثواب ملتا رہیگا اور میت قیامت کے روز اسی حال پر اٹھایا جائیگا جسپر مرا تھا پھر صبح سے پہلے اپنی خوابگاہ سے اٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالی سے شکایت کرتی ہے یعنی ایک تو جو شخص ناپاکی سے زمین پر غسل کرتا ہے اور ایک جو خون ناحق زمین پر بہایا جاتا ہے اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہے اسکی اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہے اور جب خواب سے جاگے تو اللہ تعالی کا ذکر کرتا ہوا اور عزم صمیم کیے ہوے کہ جسکو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اس سے بچونگا اور یہ نیت کیے ہوے کہ بندگان خداے تعالے مین سے کسی پر ظلم نہ کرونگا اس حالت سے جاگے یہ غرائب مین ہے فتاوے آہو مین لکھا ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے بیل چکی کا پتھر کاٹا مگر سب نہین کٹتا تھا کچھ رہ گیا تھا کہ چھوڑ کر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اسنے باقیماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا کہ وہ پتھر دوسرے کا ہوگا اس وجہ سے کہ پہلے شخص نے اسکو اپنے احراز مین نہین کر لیا تھا یہ تاتارخانیہ مین ہے اناج کی ایک ڈھیری ہے اسکے کسی جانب کچھ نجاست پہونچی اور بطور تعیین نہین معلوم کہ کہان پہونچی ہے پھر اسنے اسمین سے ایک قفیز یا دو قفیز جدا کرکے اسکو دھو ڈالا یا بیع وہبہ کرکے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسکا کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے اسکو ایک مسئلہ سے جو سیر کبیر مین مذکور ہے استخراج کیا ہے وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہے کہ دار الحرب مین مسلمانون نے کافرون کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ مین مسلمانون کا کوئی ذمی داخل ہوا پھر مسلمانون نے وہ قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ کے مرد گرفتار کیے اور یہ بات یقیناً جانتے ہین کہ ذمی انھین لوگون مین گرفتار رہے۔ مگر مسلمان لوگ نہین پہچانتے ہین کہ بعینہ یہ ذمی ہے مگر گرفتارون مین سے ہر شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ ذمی مین ہون تو مسلمانون کو ان کا قتل کرنا حلال نہین ہے اور اگر ذمی کے قلعہ مین داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ مین سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمانون کو انکا قتل کرنا حلال ہوگا اسواسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا تو یہ یقین نہ رہا کہ ان مین وہ شخص ضرور ہے جسکا قتل کرنا حرام ہے کیونکہ جائز ہے کہ جسکا قتل حرام تھا وہی قتل ہو گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط مین ہے۔ اگر مردار کی پگھلائی ہوئی چربی تیل مین مل گئی تو اس سے چراغ روشن کرنا یا دباغت مین خرچ کرنا جائز ہے بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کوئی دستاویز کسی بالغ کے سامنے

له یعنے بجز خود نیاوردہ است ۱۲ سه مگر مسلمان اسکو بعینہ نہین پہچانتے ہین ۱۲

پڑھی گئی یعنے اُسکو پڑھکر سُنائی گئی حالانکہ وہ نہیں سمجھتا ہے کہ اس میں کیا مضمون ہے پھر وہ بالغ ہوا تو اُسکو روا نہیں ہے کہ جو کچھ اُسمین ہے اُسکی گواہی دے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر بالغ کو دستاویز پڑھکر سنائی جائے اور وہ اُس کے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہیں ہے کہ جو کچھ اُسمین ہے اُسکی گواہی دے۔ فقیہؒ نے فرمایا کہ عشاء کے بعد سمر یعنے افسانہ کی باتیں کرنے کو بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے مکروہ کہا ہے اور بعضے نے اجازت دی ہے اور فقیہ نے فرمایا کہ سمر تین طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ علمی مذاکرہ ہو تو یہ سو رہنے سے افضل ہے دوم یہ کہ اگلے لوگون کے جھوٹے قصے اور دروغ باتین اور مسخرہ پن کی باتین اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ ہے اور سوم یہ کہ مؤانست کی باتین ہون مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتین نہون تو ایسی میں مضائقہ نہیں ہے مگر اسکا ترک افضل ہے اور اگر ایسا کرین تو چاہیے کہ آخر کار اللہ تعالیٰ کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کرین کہ اس ذکر کا خاتمہ بخیر ہو اور جو باتین شہرون وغیرہ میں نئی پیدا ہوتی ہین انکی خبر دریافت کرنے میں مختار یہ ہے کہ خبر دریافت کرنے اور خبر دینے مین کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اسمین کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ عالم اپنے جی سے اس طرح باتین کرے کہ مین عالم ہون تاکہ اسکا علم ظاہر ہو اور اُس سے لوگ مستفید ہون مگر ضرور چاہیے کہ یہ باتین اللہ تعالیٰ کی نعمت کا بیان ہو یعنی یون باتین کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کذا فی الغرائب فقیہ نے فرمایا کہ علم کے اقسام ہین اور سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھے ہین مگر فقہ کے مانند نہیں پس آدمی کو چاہیے کہ اُس کے نزدیک فقہ کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب فقہ مین سے اچھا حصہ حاصل کر پاوے تو اُسکو چاہیے کہ اسی پر قناعت نکرے بلکہ علم زہد و کلام حکمت حکماء و شمائل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اسقدر فرض ہے کہ اسکو شرائع و امور معاش جو ضروری ہین معلوم ہو جاوین جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش در اسکے سوا فرض نہین پس اگر اُسنے علم انکا بھی حاصل کیا تو فضل ہے اور اگر ترک کیا تو اُسپر گناہ نہیں ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور نوازل مین ابو عاصم سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ احادیث کی طلب و جستجو کرنا مفلسون کا پیشہ ہے اور مراد یہ ہے کہ جب کسی نے حدیث کو طلب کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نہ کی کذا فی التاتارخانیہ اقول قصر دکسرد لا آخذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم[٥] اسقدر حاصل کرنا جس سے قبلہ و اوقات نماز پہچانے مضائقہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے یہ وجیز کردری مین ہے علم کلام سیکھنا و اُسمین نظر کرنا و مناظرہ کرنا سوائے قدر حاجت کے مکروہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین جواب اس طرح ہے کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ مین مبالغہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدع و فتن و تشویش عقائد کی جانب مودی ہوتا ہے اور یہ ضرور ممنوع ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر جانتا ہو تو اُس مین مناظرہ نکرے اور امام محمدؒ مسئلہ کلامیہ مین مناظرہ کرتے تھے یہ ملتقط مین ہے۔ اور شیخ امام ابو الیسر صدر الاسلام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مین اُن کتابون کو جنکو متقدمین نے علم توحید مین تصنیف کیا ہے ملاحظہ کیا پس بعض کو

[٥] اقول علم نجوم سے اگر اصطلاحی معنے مراد ہین تو جمہور علماء کے خلاف ہے کہ اُنھون نے مطلقاً حرام کہا اور اگر یہ مراد ہے کہ ستارون کی شناخت اس غرض سے ہو تو یہ حکم موافق کتاب الٰہی ہے اور یہی معنی لینا صواب ہے اور تمام تحقیق تفسیر مترجم سے تلاش کرنا چاہیے ۱۲ م

ہین نے فلاسفہ مثل اسحاق کندی وسترقاری وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دین مستقیم سے خارج وطریقہ قویم سے برگشتہ ہین ان کتابون کو دیکھنا جائز نہین ہے اور انکار کھنا جائز نہین ہے کیونکہ یہ کتابین شرک وگمراہی سے بھری ہوئی ہین اور فرمایا کہ ہین نے اس فن ہین بہت سے معتزلہ مثل عبد الجبار رازی وجبائی وکعبی ونظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہین سو ان کتابون کا دیکھنا اور انکار کھنا بھی جائز نہین ہے تاکہ شکوک نہ پیدا ہون اور عقائد مین ضعف وسستی نہ آجاوے اسی طرح فرقہ مجسمہ مثل محمد بن ہیثم وغیرہ نے بھی اس فن ہین کتابین تصنیف کی ہین ان کتابون کا دیکھنا اور رکھنا بھی حلال نہین ہے کیونکہ یہ لوگ بدعتیون ہین سے زیادہ بدتر ہین۔ اور ابو الحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کیواسطے بہت سی کتابین تصنیف کین پھر جب اللہ تعالی عز وجل نے اپنے فضل سے اسکو ہدایت عطا کی تو اُس نے ایک کتاب تصنیف کی جس سے اسکو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح ہین تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت نے ابو الحسن اشعری کے بعضے مسائل ہین غلطی ثابت کی ہے جس ہین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہے سو جو شخص ان مسائل پر واقف ہوا اور اُس کی خطا کو پہچانے تو اسکو اُسکی کتابون ہین نظر کرنے ہین مضائقہ نہین ہے اور عامہ اصحاب شافعی نے اسی کو اختیار کیا ہے جسپر ابو الحسن اشعری جما ہے حالانکہ اُن مسائل کی تعداد جنمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہے طویل ہے اسی طرح اُن کتابون کے رکھنے ہین جنکو ابو محمد عبد اللہ بن سعید القطان نے تصنیف کیا ہے مضائقہ نہین ہے اور یہ شیخ ابو الحسن اشعری سے مقدم ہے اور اسکے اقوال اہل سنت وجماعت کے اقوال کے موافق ہین سوائے چند مسئلون کے جنکی تعداد دس تک نہین پہونچتی ہے پس اسقدر مسئلون ہین اُسنے البتہ اہل سنت سے خلاف کیا ہے لیکن ان کتابون ہین نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہے کہ جس جس مسئلہ ہین مصنف نے خطا کی ہے اسپر واقف ہو یہ ظہیریہ ہین ہے۔ اور علوم مذمومہ ہین سے علوم فلاسفہ ہین چنانچہ جو شخص علم ہین متبحر ہو اور جو یہ ہین انہر حجت ہین یعنے جس دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہین وہ سب بخوبی جانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہین اُن کے شبہات کے دفع کرنے اور اُنکے اشکالات کے جواب سے واقف ہو تو اسکو اُنکی کتابون ہین نظر کرنا جائز نہین ہے علوم تین طرح کے ہوتے ہین ایک علم نافع اُسکی تحصیل واجب ہے اور وہ اللہ تعالے کی معرفت وماسوائے اللہ تعالی سے اور پیغمبرون کی پیدائش کا علم ہے اور اسکے بعد علم بحلال وحرام وامر ونہی اور وہ احکام جسکے ساتھ انبیا علیہم السلام بھیجے گئے ہین اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہے اور وہ سحر وعلم فلسفہ وطلسمات ہے اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز وطلوع فجر وتوجہ بقبلہ وراہ کی شناسائی ہو اور ایک وہ علم جسمین کوئی ایسا نفع نہین ہے جسکو جاننے والا آخرت ہین لیجاوے اور وہ علم جدال ومناظرات ہے پس ایسے علم کی طرف مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہے جسکا آخرت ہین کچھ نفع نہین ہے اور کسی علم ہین اسواسطے مشغول

ف فلاسفہ الخ واضح ہو کہ علم منطق فقط چند قواعد کلیہ کا نام ہے اور ان ہین مضائقہ نہین ولیکن مانند سبعہ معلقات وشرح سلم وغیرہ کے جو سلم الہیات سے مختلط ہین حالانکہ گمراہ لوجہ علم معرفت سے گردانون کو ہین وہ دین ودنیا ہین رائگان بلکہ معرفت سے ہرکشتے یعنے محض ضلالت ہین اور ترجم بعد واقفیت کے خود تحقیق کرتا ہے ولا ینبئک مثل الخبیر واللہ تعالی ہو الہادی بلکہ علم طلب اس سے بدر جہا بہتر ہے فافہم ۱۲ منہ ملکہ فقیہ شافعی کے مذہب

ہوتے ہین کہ اپنے خصوم کو مغلوب کرین یہ غرض نہین ہوتی ہی کہ حق ظاہر کرین اور مسائل مین جو فرق ہی اُسپر وقوف
ہو اور احکام سے تناقض دور کرین پس اگر اُسکو چھوڑ کر کسی دوسرے علم مین جو اسکے حق مین دنیا یا آخرت مین
مفید ہو مشغول ہووے اور عمر ضائع نہ کرے تو اولی ہی کذا فی جواہر الفتاوے اگر دو شخصون نے علم نحو وغیرہ
سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہی کہ سیکھ کر دوسرون کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہی کہ سیکھ کر خود عمل کرے
تو اول افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ تمویہ وحیلہ مناظرہ مین آیا حلال ہی پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد رشید[1] یعنے
نیک راہ وغیر با انصاف بلا تعنت گفتگو کرتا ہی تو اُسکے ساتھ تمویہ وحیلہ حلال نہین ہی اور اگر کوئی ایسا شخص گفتگو کرتا ہی
جسکا مطلب یہ ہی کہ اُسکو زیر کرے و براہ تعنت گفتگو کرتا ہی تو اُسکو حلال ہی کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو بچا سکے عمل مین لائے
اسواسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طور سے ممکن ہو مشروع ہی یہ محیط مین ہی۔ جامع الجوامع مین ہی کہ عاصی کو
بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ عربی زبان باقی تمام زبانون سے
افضل ہے اور یہی اہل جنت کی زبان ہی پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھلاوے اُسکو ثواب ہی یہ سراجیہ مین
ہی۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنے ثقہ ہو یہ غرائب مین ہی علم
اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو آدمی کے تمام نیک کامون سے افضل ہے اسی طرح صحت نیت کے ساتھ
علم کا پڑھانا بھی یہی حکم رکھتا ہی کیونکہ یہ اعم ہی لیکن شرط اسکے ساتھ یہ ہی کہ آدمی پر جو باتین فرض ہین ان مین کسی طرح
کا نقصان نہ آنے پاوے اور صحت نیت سے یہ مراد ہی کہ علم کو اللہ تعالی کے واسطے آخرت کی نیت سے تحصیل کرے دنیاو
جاہ کا طلب کرنا مقصود نہو اور اگر اُسنے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہونچانا اور احیاے علم کی نیت کی تو بھی
کہا گیا ہی کہ اُسکی نیت صحیح ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہو اُسکو ترک کرنے کی بہ نسبت
علم سیکھنا افضل ہے یہ غرائب مین ہی۔ اور متعلم یعنے طالب علم کو چاہیے کہ اپنے علم مین بخیل نہو اگر اُس سے کوئی شخص
کتاب عاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم مین مدد دے یا اسکے مثل تو اس مین بخل نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ علم حاصل
کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہی پس فی الحال منفعت کو روکنا نہ چاہیے اور امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا
کہ جو شخص اپنے علم مین بخل کرے وہ تین مین سے ایک بات مین مبتلا ہوگا یا مر جائیگا پس اُسکا علم جائیگا یا سلطان
کے مواخذہ مین مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہی وہ بھلا دیا جائیگا اور طالب علم کو چاہیے کہ علم کی توقیر کرے
اور یہ نہ چاہیے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب پیخانہ سے نکلے اور کتاب کو چھونا چاہے تو مستحب ہی کہ وضو کرے
یا دونون ہاتھ دھو ڈالے پھر کتاب کو لے اور طالب علم کو چاہیے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور عورتون[2]
سے ایک گوشہ مین رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے و سونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے
اور طالب علم کو چاہیے کہ لوگون سے معاشرت و مخالطت کم رکھے اور لا یعنی باتون مین مشغول نہو اور طالب العلم
کو چاہیے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیون سے یا تنہا خود مسائل کا ذکر کیا کرے اور طالب علم کو چاہیے

[1] یعنے نیک راہ والا ۱۲ منہ [2] یعنے عورتون سے بچا رہے ۱۲ منہ ۱۲

کہ اگر اُس سے اور کسی شخص سے منازعت و خصومت واقع ہو تو اُس سے نرمی کا برتاؤ کرے اور انصاف سے چلے تاکہ اُس کے و جاہل کے درمیان فرق ہو اور آدمی کو چاہیے کہ اپنے اُستاد کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے کسی مال کی اُسکے ساتھ تنگی نہ کرے اور اگر اُس سے سہو ہو جاوے تو سہو میں اُسکی اقتدا نہ کرے یہ غرائب میں ہے۔ اور معلم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگوں کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے اُستاد کو کہا کہ یا مولانا تو مضائقہ نہیں ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے مولا[ف۱] کے سامنے کھڑا ہو یعنے استاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا تو مضائقہ نہیں ہے اور جس نے اُسکو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اُسکے ساتھ تواضع سے پیش آوے اور یہ نچاہیے کہ اُسکو خوار سمجھے اور نچاہیے کہ اُس سے بڑھکر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنیوالے نے گویا اسلام کی تھیوں[ف۲] میں سے ایک تھی توڑ ڈالی اور استاد کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ اُسکا دروازہ نہ بجاوے بلکہ اُسکے برآمد ہونے کا منتظر رہے اور جسکو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو اہلیت علم رکھتا ہو اور جو اہلیت رکھتا ہو اُس سے علم کو پوشیدہ نہ کرے اور اگر اُسنے علم ایسے کو سکھلایا جو اُسکا اہل نہیں ہے تو اُسنے ضائع کیا اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت رکھتا ہے علم کو دریغ رکھا تو ظلم و جور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہے کہ علم میں نظر کرنا پانچ ہزار دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھنے سے افضل ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھا پھر چھوٹ گیا پھر اُسکو فراغ حاصل ہوا تو پورا قرآن ختم کرے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص سے ممکن ہو کہ رات میں نماز پڑھے یا دن میں علم دیکھے تو اگر وہ شخص ذہین ہو تو اُسکا علم پر نظر کرنا افضل اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم میں نظر کرنا نماز سے افضل ہے اور تمام قرآن کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر معلم چاہے کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور میرا عمل انبیاء علیہم السلام کے عمل کی طرح ہو تو اُسکو چاہیے کہ پانچ باتوں کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھہراوے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص اُسکو دیدے اُس سے لے لے اور جو نہ دے اُسکو چھوڑ دے اور اگر حروف تہجی یعنے الف بے وغیرہ اور بچوں کی حفاظت کرنے پر اجرت شرط کر لی تو جائز ہے دوم یہ کہ ہمیشہ باوضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم میں صرف کرے اور اس کام میں متوجہ رہے چہارم آنکہ لڑکے جب جھگڑا کریں تو اُن میں عدل سے کارروائی کرے اور ایک کا دوسرے سے انصاف دلاوے اور یہ نہ کرے کہ امیروں کے لڑکوں کی طرف میل کرے اور فقیروں کے لڑکوں کی طرف توجہ نہ کرے پنجم یہ کہ دکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نکرے کیونکہ اُس سے قیامت کے روز حساب لیا جائیگا۔ ایک گانوں کے لوگوں نے بیج جمع کر کے امام مسجد کے واسطے زراعت کر دی مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ پیدا اور حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیج کے مالکوں کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاوی میں ہے

ف۱ یعنے اپنے مولے کے سامنے والترجمۃ للتفہیم فافہم ۱۲ ف۲ یہ تشبیہ ہے اور مطلب یہ کہ برتن کے گرفت کا مقام جسکو فارسی میں دستگی کہتے ہیں اور مقصود ترک طریقہ اسلام ہے ۱۲ منہ

فقیہون کے واسطے بیت المال بین سے کچھ حصہ نہین ہی لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئین سب کام سے فارغ کر کے اسی کام بین لگادیا ہو کہ لوگون کو فقہ و قرآن سکھلاوے تو اُسکو ملیگا یہ حاوی بین ہی - کتاب القاضی بین ہی کہ قاضی کو مال یتیم بین تبرع کرنے کا اختیار نہین ہی الا خاصۃً قرض دینے بین بدین وجہ کہ یتیم کا مال قرض اُس کے قرضدارون پر بحفاظت رہیگا - اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ بعضے لوگون نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنیکی اجازت دی ہی اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی الا اُس صورت بین کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہین یہ محیط بین ہی - اور نئی تعلین پھاڑ کر پانی بین پھینک دینا مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ بیفائدہ مال کا ضائع کرنا ہی یہ سراجیہ بین ہی شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہی آیا مکروہ ہی فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہونچنے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اسکے مثل کسی سبب سے ایسا کرتا ہی تو مکروہ ہی اور اگر اس وجہ سے تمنا کرتا ہی کہ اہل زمانہ کی حالتین بدل گئین ہین پس اُسکو بھی خوف ہی کہ بین گناہ بین مبتلا ہو جاؤن تو مضائقہ نہین ہی یہ حاوی بین ہی - ایک شخص ایک کوٹھری بین تھا اُسمین زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اُسکا بھاگ جانا مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ہی بدین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف گذرے پس آپ نے چلنے بین جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہین فرمایا کہ قضاء اللہ سے قضاء اللہ کی طرف جاتا ہون اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی زمین بین وبا پھیلے تو تم اُس بین داخل نہو اور اگر ایسی زمین بین وبا پھیلے جسمین تم موجود ہو تو اُسمین سے نہ نکلو - اور شیخ طحاوی نے مشکل الآثار بین اس حدیث کو روایت کرتے کہا کہ اسکی تاویل یہ ہی کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اگر بین اس زمین بین جس بین وبا ہی گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل بین بیٹھ جائیگا کہ بین اس بین آنیکی وجہ سے مبتلا ہوا ہون اور اگر وہان موجود ہی اور جانتا ہی کہ اگر بین نکلا اور بچ گیا تو میرے دل بین یہ آویگا کہ بین اپنے نکل جانے کی وجہ سے بچ گیا ہون تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور نکلنا نچاہیے تاکہ اُسکا اعتقاد ایمانی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہی کہ ہر بات اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتی ہی اور سوائے اُس بات کے جو اللہ تعالیٰ نے میری تقدیر بین لکھی ہی مجھے کچھ آفت نہ پہونچے گی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے بین کچھ مضائقہ نہین ہی یہ ظہیریہ بین ہی - اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ لوگون سے مدارات رکھے اور چاہیے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہیے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اس کے ساتھ یہ ضرور ہی کہ کچھ مداہنت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہی یہ سراجیہ بین ہی - اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا ہی اُسکو اختیار ہی کہ اُس کی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہان قابل مرمت ہو اُسکی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باجازت مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظم رہ کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے

داخل نہیں ہو سکتا ہے کذا فی التاتارخانیہ قال المترجم ہمارے زمانہ میں امام اعظم رح کے قول پر فتوے ہونا
چاہیے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لیکر بھاگا اور اپنے گھر میں گھس گیا تو اس شخص کے حق میں
مضائقہ نہیں ہے کہ اسکا پیچھا کرے اور اسکے گھر میں گھسکر اس سے چھین لاوے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے ہزار درم
دوسرے شخص کے گھر میں جا پڑے اور اسکو خوف ہوا کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہوں تو مجھے منع کرے گا
اور مجھے میرا مال نہ دے گا پس آیا بدون اسکی اجازت کے اسکے گھر میں چلا جاوے تو شیخ بن مقاتل نے
فرمایا کہ اسکو چاہیے کہ پرہیزگار لوگوں کو اس سے آگاہ کردے اور اگر وہاں کوئی اہل صلاح نہ ہوں پس اگر
یہ ممکن ہو کہ اسکے گھر میں بدون کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہو کر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اسوقت
ہے کہ مالک مکان کی طرف سے اسکو خوف ہوا اور اگر خوف نہو تو بدون اسکی اجازت کے داخل ہونا حلال نہیں ہے
بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اسکو داخل ہونے کی اجازت دے یا اسکا مال اسکو نکال لاوے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ تتمہ میں ہے کہ شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ جولاہے جو آٹا مانڈی میں استعمال
کرتے ہیں اور دھوبی جو نشاستہ کلف میں استعمال کرتے ہیں آیا اسمیں یہ لوگ معذور ہوں گے فرمایا کہ کچھ مضائقہ
نہیں ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اسکو نہیں پسند کرتا ہوں اور اس سے پرہیز کرنا میرے
نزدیک پسندیدہ ہے اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روئی اہداب[1] المنفعۃ میں لگائی جاتی اور چاک
استعمال کیجاتی ہے پس آیا جائز ہے فرمایا کہ ہاں جائز ہے اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ فضیل
مکروہ ہے اور میں نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری میں گھونسلا بنایا اور اسکی بیٹ کپڑے
و بوریہ وغیرہ پر گرتی ہے پس آیا اگر صاحب مکان نے اسکو دور کر دیا اور اسکا گھونسلا جس میں چھوٹے چھوٹے
بچے ہیں نکالکر زمین پر پھینکدے یا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہیں بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب
الاستحسان میں ذکر فرمایا کہ وہ شخص باز رہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے
فناء میں ایک کنواں کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہے کہ اسکو حکم دیا جائے گا کہ پاٹ کے برابر کردے اور
نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر کسی نے مسجد کی دیوار گرادی تو بھی اسکو حکم دیا جائیگا کہ درست کردے اور نقصان
کا ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اسکی ملک ہے گرادی یا اسکے مکان میں کنواں کھودا تو نقصان
کا ضامن ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ دیوار بنادے یا کنواں پاٹ کر برابر کردے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور
وطی کرنے کے وقت کلام کرنا مکروہ ہے اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سوائے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے اور
بعض نے فرمایا کہ نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بھی یہی حکم ہے اور سوتے[2] وقت ہنسنا مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے
اور میں نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر میں سفر نہیں کرتے ہیں اور نہ اس مہینہ میں کوئی

---

[1] اہداب چادر وغیرہ کی شکن اور کپڑے کا کونا وکذا فی الاصل اہداب المنفعۃ وارجع الی المقدمۃ ۱۲ ط
[2] یعنے رات کو سوتے وقت ۱۲

کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہین اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانیکی خوشخبری سناوے مین اُسکو جنتی ہونے کی خوشخبری دون پس آیا یہ حدیث صحیح ہی اور اس مہینہ مین کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہی اور اسی طرح جب چاند برج عقرب مین ہوتا ہی تب بھی سفر نہین کرتے ہین اسی طرح جب چاند برج اسد مین ہوتا ہی تب کپڑا قطع نہین کرتے ہین اور نہ سیتے ہین پس آیا بات یون ہی جیسا ان لوگون نے زعم کیا ہی تو فرمایا کہ صفر کے حق مین جیسا یہ لوگ کہتے ہین یہ وہ بات ہی جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت وکفر مین عرب لوگ اس مہینہ کے حق مین کہتے تھے اور برج عقرب و برج اسد مین چاند ہونے کی صورت مین جو بات یہ لوگ کہتے ہین یہ نجومیون کی باتین ہین کہ وہ لوگ اپنی باتین رواج دینے کے واسطے افترا کرتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہین یہ محض جھوٹ ہی کذا فی جواہر الفتاوے قال المترجم شیخ رحمہ اللہ نے صحیح جواب فرمایا ان باتون مین سے کسی بات کی اصل نہین ہی اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانیکی آہ یہ حدیث محض موضوع ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی نص علیہ الحفاظ من اہل الحدیث فاستقم اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالی کی حمد وثنا کرے کہ یہ نعمت ہی پھر چاہے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نہ کرے یہ دو چیز کروہی مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ کوئی شخص کہے کہ ہم لوگون پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی قال المترجم کانت جہلۃ العرب تقول مطرنا بنوء کذا فی حدیث مسلم فلما من اللہ تعالی بالاسلام انکروا ذلک المقالۃ ولکن اذا صدر عن مسلم قیل کرہ لہ لما انہ ینبغی من حسن الظن بالمسلم و الا فہو کفر یا یون کہے کہ طلع سہیل فبرد اللیل یعنے سہیل ستارہ نکلا سو رات مین سردی ہونے لگی اس واسطے کہ سہیل کچھ سردی و گرمی نہین لاتا ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ یون نہ کہے اللہ تعالی نے میرا فلان عمل برگزیدہ کیا اور شیخ نخعی رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ قرأۃ فلان یا سنت ابوبکر کیونکہ سنت فقط اللہ تعالی اور اسکے رسول کی ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ کوئی یہ نہ کہے اسلمت فی کذا یعنے مین نے اس بارہ مین اسلام کیا بلکہ یون کہے اسلفت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی قال المترجم قولہ اسلمت فی کذا یعنے مثلاً مین نے سو درم کے عوض دس من گیہون کی بیع سلم کی مگر لفظ اسلام کی شرکت کی وجہ سے اسکو منع کر دیا و اسلفت فی کذا اسی معنی مین ہی والتفصیل قد اسلفنا فتذکر اور چاند دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہی ہان اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ فتاوے مین ہی کہ شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ مین نے حسن بن مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہی فرمایا کہ اگر وہ نہر وہین ہو جہان تھی تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اسکو اپنی جگہ سے تحویل کر دیا ہو تو مین مکروہ جانتا ہون کہ اس سے کوئی شخص نفع اٹھاوے اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اسکا پانی غیر شخص کی زمین مین بدون اسکی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہین ہی اور جو شخص اسکے غصب سے واقف ہو اسکو

حلال نہیں ہے کہ یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہے کہ اسکو اجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہے کہ وہاں کچھ اناج لیجاوے کہ باجرت پسا وے یا بطور عاریت پیسے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگوں نے جنکی دستاویز ہے ادائے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز میں سوائے اسکے جماعت گواہان نہیں ہے یا انکی گواہی جلد قبول ہونے والی ہے تو اسکو ادائے شہادت کا ترک کرنا روا نہیں ہے اور اگر دستاویز میں اس کے سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہیں تو اسکو ادائے شہادت سے انکار کرنے کی گنجائش ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک آزاد ہے پھر دوسرے شخص نے جو مقبوض کے آزاد ہونے کو نہیں جانتا ہے اسکے ساتھ یوں قرارداد کی کہ تو مجھے اسکو ہبہ کر دے اور میں بھی اسکا ثمن تجھے ہبہ کر دوں پس قابض نے قبول کر کے ایسا ہی کیا اور اُس شخص نے اسپر قبضہ کر لیا پھر آزاد مذکور اس کے قبضہ میں مر گیا تو قابض اول پر ثمن واپس کر دینا واجب ہوگا اور از راہ دیانت وہ معذور نہوگا کہ مشتری مذکور کو ثمن واپس نہ دے یہ غرائب میں ہے۔ یتیمہ میں ہے کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی میں سے کوئی سرہنگ ایک کوچہ میں گیا اور اُسکے پاس ایک خط ہے جسمیں یہ لکھا ہے کہ اہل کوچہ اسکو سفید پیہ دیدیں پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑ کر مسجد میں یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہیے کہ فلاں و فلاں بیٹے میرے پڑوسیوں کو بھی دیں وجہ یہ ہے کہ یہ خط سب کے نام ہے اور حال یہ ہے کہ یہ شخص جو گرفتار ہے اسقدر مال جو اسمیں لکھا ہے اکیلا ادا کرنے پر قادر نہیں ہے یا اسکو یہ چاہیے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اُسپر پہونچے اُسپر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولیٰ ہے۔ اور میں نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد بن حمیر الوبری و عمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہے وہ اُن کے واسطے لباس بنالایا پس اُسنے دیتے وقت اُنسے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہے تاکہ اگر وہ ایک سے لیکر دوسرے کے لباس میں صرف کرے تو اُسپر ضمان واجب نہو پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا اُسپر یہ واجب ہے کہ انکی ملک کر دے یا یہ واجب ہے کہ انکی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہوئی جاتی ہے تو ان مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر واجب یہی ہے کہ انکی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائیگی پھر میں نے یہی مسئلہ شیخ ابو الحسن رح بن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگوں نے جواب دیا ہے اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہے کہ اولاد کو اُن کا لباس بطور عاریت دیدے۔ اور میں نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ کے حق میں بھی یہی حکم ہے فرمایا کہ ہاں کذا فی التاتارخانیہ۔ ایک شخص کی کئی اولاد ہیں اُسنے اپنے تمام مال کا کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی قاضی نے اسکا اقرار باطل کیا پس اگر کسی تاویل سے جو شرع میں معتبر ہے باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے

۱ قال المترجم شاید طاحونہ قائم کرنا غیر کی زمین میں بے اجازت ہو لیکن اجراے کلام مروجہ متبادر ہے نہ خلاف سباق ۱۲ منہ

۲ اسمیں اشارہ ہے کہ اگر یہ نکال ڈالا جاوے تو نصاب شہادت باقی نہ رہے ۱۲ منہ

اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب سب کی اولاد سب صالح ہون اور اگر بعضے فاسق ہون پس اُس نے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کر دیا تو گنہگار نہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہی اور غبار بٹھلانے کیواسطے راستے مین پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین ہی مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہین ہی یہ ملتقط مین ہی اگر کسی نے پنجرے مین بند کر کے بلبل لٹکائی تو جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی بعضے مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین موات کو زندہ کرے پس وکیل نے اُس زمین کو زندہ کیا یعنے مزروعہ و آباد کیا آیا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیان و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت مین ہوتا ہی یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات مین وکیل کرنے مین ہوتا ہی تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیاء کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی ہوگی یہ غرائب مین ہی شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنے کسی خاص کام کی تقیید نہین کی اُس نے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھدے اُسنے لکھکر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہوگیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اُسکو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہی کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھوالے تو فرمایا کہ ہان جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ جو شخص خناق ہو یعنے لوگون کا گلا گھونٹ کر راہ مین مار ڈالتا ہو یا پھانسی لگا کر مار ڈالتا ہو اور ساحر یعنے جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونون قتل کر ڈالے جاوینگے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد کرتے پھرتے ہین اور اگر دونون توبہ کرین تو ان کی طرف سے قبول نہ کیجائیگی یعنے امام وقت قبول نہ کر کے انکو قتل کر دیگا اور اگر دونون پکڑے گئے پھر دونون نے توبہ کی تو انکی طرف سے قبول نہوگی بلکہ دونون قتل کیے جاوینگے اور یہی حکم زندیق کا ہی جو اپنی طرف لوگون کو بلانے مین معروف ہوا ور اسی پر فتوے ہی کذا فی خزانۃ المفتین

کتاب التحری

یعنی مشتبہ چیزون مین بحالت ضرورت دلی جزم و یقین پر عمل کرنا

اسمین چار باب ہین

باب اوّل - تحری کی تفسیر و رکن و شرط و حکم کے بیان مین جب کسی شی کا حقیقت حال دریافت ہونا متعذر ہو

ف قال المترجم تاویل مسئلہ یہ کہ فاسق کا فسق ایسے طور پر ہو کہ جس سے شرعاً میراث سے محرومی کے قابل ہو ورنہ اسمین تامل ہی ۱۲ منہ ف زمین موات جسکا کوئی مالک نہو امام کے اختیار مین ہو ۱۲ منہ ف پھانسی جیسے عرف مین معتبر ہو اور انگریزی پھانسی شرط نہین ہی ۱۲ منہ ف فی جھل بخان تا بالم یقبلان تک منہا یعنے اگر دونون توبہ کرین تو اسے قبول نہوگی رقول اگر عبارت مین خرابی کتابت نہین تو شاید یہ حکم بطریق زجر ہی اور توبہ بطریق دیانت قبول ہوگی اور تحقیق مسئلہ تفسیر مترجم سے دیکھنا چاہیے ۱۲ م ف قولہ زندیق یعنے لامذہب مترجم کے نزدیک صحیح یہ ہی کہ زندیق سے وہ مراد ہی جو دو خدا کا قائل ہی جیسا کہ اصول دین زردشتی ہی وہو المعروف عندہم اور شمول اس مین ہر ملحد و نیچر والا مذہب ہی ۱۲

اسوقت اُسکو غالب راے سے طلب کرنے کو تحری کہتے ہین یہ مبسوط مین ہے۔ تحری کا رکن یہ ہے کہ قلب سے طالب صواب ہوا اسواسطے کہ تحری کا قیام اسی کے ساتھ ہے اور جواز تحری کی شرط یہ ہے کہ مطلوب مشتبہ ہونیکی حالت مین تمام دلائل وقوف معدوم ہوں کیونکہ تحری جب ہی حجت قرار دیگئی ہے کہ جب حالت مشتبہ ہوا و دلیل موجود نہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین ضرورت تحری بدینوجہ ہے کہ مطلوب تک پہونچنے سے عاجز ہے اور حکم تحری یہ ہے کہ تحری سے جو کام واقع ہو وہ شرعًا براہ صواب واقع ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ دو شخصون نے تحری کی اور درحقیقت ایک شخص تحری کرکے مصیب ہوا اور دوسرا نہوا تو ثواب مین دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ جو مصیب ہوا ہے ثواب مصیب ہونے کا خاصۃً اُسکو ملیگا یہ مجموعۃ الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت مین اشتباہ ہوا پس اگر اُسکو وقت کے ہوجانے مین شک ہے تو تحری نہ کرے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ وقت ہوجانے کا یقین ہوجاوے اور اگر وقت نکلجانے مین شک ہے تو اُس روز کی اس نماز کی نیت کرے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ ایک شخص نے جنگل مین تحری کرکے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہے لیکن وہ نجوم نہین پہچانتا ہے پھر اُسکو معلوم ہوا کہ مین نے قبلہ رُخ نہین پڑھی ہے مجھسے خطا ہوگئی تو ہمارے اُستاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اُسکی نماز جائز نہوگی اور سوائے شیخ رح کے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مثل چاند و سورج وغیرہ کے جو دلیلین معتاد ظاہر ہین اُنمین کسی کا عذر جہالت مقبول نہوگا ہان دقائق علم ہیئات و صور نجوم ثوابت کے نہ جاننے مین وہ معذور رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک عورت پردہ دار لباس مین لپٹی ہوئی ہے وہ ایسے کسی کو نہین پاتی ہے جو اُسکو قبلہ کی طرف متوجہ کردے پس اگر وقت تنگ ہوگیا اور اُسنے کسی کو نپایا تو وہ تحری کرکے نماز پڑھے یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ اصل کے باب صلوۃ المریض مین ایک مسئلہ لکھا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قبلہ کی جہت کے بارے مین جیسے شہر سے باہر تحری کرنا جائز ہے ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ چند لوگ مریض ایک مکان مین ہین اُنھون نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک اُنمین سے امام ہوگیا یا بعض نے قبلہ کی طرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رُخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہین کہ ہمنے بطریق صواب کام کیا ہے یعنے اُن لوگون نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگون کی نماز جائز ہے کیونکہ حالت اشتباہ مین اس طرح تحری کرلینا تندرست لوگون سے جائز ہے تو مریضون کو بدرجۂ اولی جائز ہے اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ[1] یون ہے کہ امام محمدؒ نے ان لوگون کی نماز جائز ہونے کا حکم دیدیا بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہے یا خارج شہر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مہمان ہوا اور رات کا وقت ہوا اور اُسکو کوئی ایسا نملا جس سے دریافت کرلے اور اُسنے نفل نماز کا قصد کیا تو اُسکو تحری کرلینا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر مین مہمان ہو اور لوگ سورہے اور مہمان نے رات مین تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگون کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے

[1] اقول وجہ استدلال مین ضعف ظاہر ہے الا اظہر یہ کہ تندرست سے حالت اشتباہ مین جائز ہے تو مریض سے بدرجۂ اولی جائز ہے اور اعتنا یہ کہ اس سبب کے مجموعہ سے استدلال لیا جاوے ۱۲ منہ [2] جس روز جس نماز مین شک ہوا ہے ۱۲ منہ

واسطے اُسکو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو تحری کرنا جائز نہیں ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز نہیں ہی اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہی کہ شہر میں اُسکو تحری کرنا جائز نہیں ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض کے بارہ میں مذکور ہی وہ اس بات پہ محمول کیا گیا ہی کہ جس مکان میں مریض لوگ ہیں وہ مکان کسی رباط میں ہی۔ اور وہاں رہنے والے اور لوگ نہیں ہیں کذا فی المحیط۔ ایک شخص ایک قوم کی مسجد میں گیا پس اگر اہل مسجد سے وہاں کوئی ہو تو اُسکو تحری کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دریافت کر لینا واجب ہی اور اگر اُس نے تحری کرکے نماز پڑھی تو جائز نہو گی لیکن اگر تحری کرنے میں اُسکو قبلہ کی جہت ٹھیک ملگئی ہو تو نماز ہو گئی اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی نہو اور اُس نے تحری کرکے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی تو نماز جائز ہو گئی اور اگر بدون تحری کیے ہوے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت میں نماز جائز نہو گی اور اگر اپنی مسجد میں اُسکو ایسا اتفاق ہوا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل بیت کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اسکا بھی حکم ہی اور فتاوے حجتہ میں لکھا ہی کہ دو شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونوں کی نماز جائز ہو گی اور اگر دونوں میں سے کسی کی راے میں درمیان نماز میں یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف ہی تو پھر جاوے اور اُسکی اقتدا کرے پس اگر اُسنے تکبیر کا استقبال کر لیا تو جائز ہی ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوۃ میں گذر چکے ہیں

باب دوم۔ زکوۃ میں تحری کرنے کے بیان میں۔ اگر تحری کرنے کے بعد اُسکو اُس شخص کے حال میں جسکو زکوۃ دی ہی اشتباہ ہوا اور اُسکی غالب راے میں یہ آیا کہ وہ فقیر ہی یا جسکو دی ہی اُسنے خبر دی کہ میں فقیر ہوں یا کسی دوسرے عادل نے اُسکو خبر دی کہ یہ فقیر ہی یا اُسنے اُسکو فقیروں کے لباس میں دیکھا یا فقیروں کی صف میں بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہی اور اُسکے دل میں آیا کہ یہ فقیر ہی تو ان سب صورتوں میں اگر اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ فقیر یا اُسکی راے غالب میں وہ فقیر نظر آیا یا اُسکو کچھ معلوم نہو یا اُسکی غالب راے میں وہ غنی معلوم ہوا یا اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہی تو امام اعظم و امام محمد رہ کے قول میں جائز ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی یہی حکم ہی لیکن سواے ایک صورت کے کہ جب اُسکو معلوم ہو گیا کہ یہ غنی ہی تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس صورت جو دیا ہی وہ اُسکے مال کی زکوۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہیں ہی پھر جس صورت میں یہ ظاہر ہوا کہ جس شخص کو دیا ہی وہ غنی ہی اور امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک صدقہ جائز ہو گیا تو امام اعظم و امام محمد رہ کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہی یا نہیں سو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا

ف اقول ایسی صورت ہی کہ مسجد کی محراب و جانب قبلہ مثل ہمارے دیار کے بنائی نہیں گئی ہی بلکہ فقط چار دیواری و چھت وغیرہ ہی ۱۲ منہ

ف یعنی مریض کو تحری سے نماز پڑھ لینا جائز ہونے کا حکم اس بات پر محمول الخ ۱۲

ہے بعض نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی[۲] کو بطریق تملک واپس دے پھر آیا دینے والے کو بھی ثواب ملیگا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ لوگوں کے ساتھ مجاملہ و نیکوئی کرنے کا ثواب ملیگا صدقہ کا ثواب نہ ملے گا اور کتاب الحجۃ امام ابو یوسف میں سے مسئلہ مختلف فیہا میں شاہد پیش کیا ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہے کہ اُسنے کسی پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اُسکو معلوم نہوا تب تک کافی ہے اور جب معلوم ہو گیا تو نماز کو اعادہ کرے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف رح نے اس نماز کو ادا سے کافی فرمایا ہے جبتک اُسکو درحقیقت فاسد ہونے کا علم نہیں ہوا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہے حالانکہ مصلی گمان کرتا ہے کہ جائز واقع ہوئی ہے اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مر گیا تو اُسپر عتاب نہوگا کیونکہ اعتبار اُس گمان کا ہے جو اُسکے نزدیک ہے اس حقیقت حال کا اعتبار نہیں ہے[۱] جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ حکم بنظیر اُس روایت کی ہے جو امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدکر اُس سے بارہا وطی کی پھر وہ باندی استحقاق میں لے لیگئی تو اُسکی وطی اس مشتری کے حق میں حلال تھی اور اُسکا ضمان ساقط نہوگا اور بنابر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رح کے وطی حرام ہے لیکن مشتری پر گناہ نہوگا یہ محیط میں ہے۔

تیسرا باب۔ کپڑوں و مسالیخ (جمع مسلوخ) و ظروف و موتی میں تحری کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص کے پاس تین یا زیادہ کپڑے ہوں اور بعض نجس اور بعض طاہر ہوں پس اگر کسی علامت سے دونوں کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کر لیجاوے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار پیش آوے یعنے مثلاً ایسا کوئی کپڑا نپاوے جو بیقین طاہر ہو اور اُسکو نماز کی ضرورت ہے اور اُسکے پاس ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے دونوں یا زیادہ کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دھو ڈالے تو وہ شخص تحری کرلے یعنے اپنے قلب سے توجہ کرکے جو اُسکو اپنی کوشش سے پاک نظر آوے اُس سے نماز پڑھ لے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنے ایسی ضرورت پیش نہ آوے پس طاہر غالب ہوں تو تحری کرے اور اگر نجس غالب ہوں یا دونوں برابر ہوں تو تحری نکرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو کپڑوں میں اُسنے تحری کی اور اُسکی تحری میں آیا کہ یہ کپڑا دونوں میں سے طاہر ہے پس اُسنے اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اُسکی غالب رائے میں یہ آیا کہ وہ دوسرا طاہر ہے پس اُسنے اُس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہیں جائز ہے کیونکہ جب ہمنے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہے وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات میں سے یہ بات ہے کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اب اسکے برخلاف اُسکی غالب رائے کا اعتبار نہوگا پھر اگر اُسکو اس بات کا یقین ہوا کہ جس سے میں نے ظہر کی نماز پڑھی ہے وہی نجس ہے تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اُسکے دل میں تحری نہ آئی ہو بلکہ اُسنے دونوں میں سے ایک کپڑا لیکر اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت میں اُسنے تحری سے ایسا کیا ہے دونوں یکساں ہیں۔

[۱] کیونکہ وہ خصائص باری تعالیٰ میں سے ہے بندہ کو یہ علم کہاں ہے ۱۲ منہ [۲] جو تغیر ہونے کا دعوے کرتا ہے ۱۲

کہ مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائے گا جب تک انمین فساد ظاہر نہو پس یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پاک
یہی کپڑا ہے اور اسکی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائے گا جب تک اسکے برخلاف ظاہر نہو اور اگر کسی کے
پاس تین کپڑے ہون اور اسنے تحری کرکے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی نماز
پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہے مغرب و
عشاء کی نماز فاسد ہے کیونکہ جب اسنے پہلے دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز
ہر دو نماز کے دونون کپڑون کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہوگیا کہ یہ نجس ہے پس اس سے مغرب کی نماز جائز
نہوئی پھر عشاء کی نماز اسنے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت مین پڑھی کہ مغرب کی قضا واجب تھی پس
بسبب ترتیب کی رعایت کے عشاء بھی جائز نہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ اگر دو کپڑون مین سے ایک نجس ہو پس اس نے ایک کپڑے سے بدون تحری
کیے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اسکی تحری مین یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہے تو امام ابو حنیفہ
نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی نماز نہین پڑھی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہے یہ محیط مین ہے۔
دو شخص سفر مین ہین اور دونون کے پاس دو کپڑے ہین ایک نجس ہے اور دوسرا طاہر ہے پس ہر ایک نے تحری
کرکے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری مین دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اس نے اس سے پڑھی تو
دونون مین سے ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک امام ہو گیا اور دوسرے نے اسکی اقتدا
کی تو امام کی نماز جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ دو شخص کھیلتے تھے پس ایک شخص سے ایک
قطرہ خون کا ٹپکا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھ سے نہین ٹپکا ہے پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اور اگر
ایک نے دوسرے کی اقتدا کی تو مقتدی کی نماز جائز نہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ تین آدمی کھیلتے
تھے پھر ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے پاد دیا اور ریح پادا پھر سب نے اس سے
انکار کیا پھر تینون مین سے ایک شخص ظہر مین امام ہوا اور دوسرا عصر مین اور تیسرا مغرب مین تو ظہر کی نماز
سب کی جائز ہے اور عصر کی نماز اس شخص کی جو مغرب مین امام ہوا ہے نہین جائز ہے اور مغرب کی نماز ان دونون شخصونکی
جو ظہر و عصر مین امام ہوے ہین نہین جائز ہے یہ تو ایک روایت ہے اور امام مغرب کے حق مین دو روایتین
ہین اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازین جائز ہین یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص سفر مین ہو اور اسکے
پاس چند برتن ہین بعضے پاک ہین اور بعضے نجس ہین پس اگر پاک برتن زیادہ ہون تو حالت اختیار و حالت
اضطرار دونون صورتون مین پینے و وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کر لینا روا ہے اور اگر نجس زیادہ ہون یا
مساوی ہون تو حالت اختیار مین پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہین ہے اور اگر حالت

ف قال المترجم اس مسئلہ مین دو باتین چاہیے ہین اول یہ کہ تینون کپڑے پاک نجس سے مخلوط ہین دوم یہ کہ پاک کا زیادہ
ہونا اور نجس کا کم ہونا معلوم ہے ۱۲ منہ ف یعنی تیسرا بندہ ولی کا کہ نماز نادیدہ جو جائز ہے ۱۲ منہ ف جا نکر انکار نہین کیا ۱۲

اضطراری ہو تو پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری نہ کرے بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر پاک اور نجس پانی مین نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہا دے پھر تیمم کرے اور یہ احتیاط ہے واجب نہین ہے پس اگر اُسنے سب پانی بہا کر تیمم کیا تو احوط ہے تاکہ پانی نہونے کی حالت مین اُسکا تیمم یقینی ہو اور اگر اُسنے نہ بہایا تو بھی کافی ہے اور طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ دونون پانی باہم مخلوط کردے پھر تیمم کرے اور اسمین زیادہ احتیاط ہے اسواسطے کہ بہا دینے سے اُسکی منفعت بالکل جاتی رہیگی اور ملا دینے سے نہ جاتی رہیگی اسواسطے کہ مخلوط کر دینے کے بعد اپنے چارپایہ یا سواری کو پلا سکتا ہے اور جسوقت حاجت ہو اُسوقت خود بھی پی سکتا ہے پس بہا کر نا اولی ہے اور الملتقط مین ہے بعض متاخرین نے یون فتوی دیا ہے کہ احتیاطاً دونون مین کے پانی سے وضو کرے اسواسطے کہ زوال حدث یقینی ہوگا مگر ہم ایسے نہین ہین کہ اس فتوی کو اختیار کرین اسواسطے کہ اگر اُسنے ایسا کیا تو ایسے پانی سے وضو کرنے والا ہوا جسکے نجس ہونے کا اُسکو یقین ہے اور اُسکے اعضا نجس ہو جاوینگے خصوصاً اُسکا سر کہ وہ نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہو جائیگا پھر وہ طاہر نہوگا اگرچہ پاک پانی سے اُسپر مسح کرے پھر ایسا حکم دینے کے کچھ معنی نہین ہین یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اُسکی نماز جائز ہو جائیگی اگر اُسنے سر مین دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سفر مین کسی شخص کا برتن اُسکے برتنون مین ملگیا حالانکہ وہ لوگ اسوقت موجود نہ تھے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن لے کر اس سے وضو کرے اور یہ بمنزلہ طعام مشترک کے ہے کہ اگر چند لوگون کا طعام مشترک ہو اور اہل شرکت غائب ہون اور ایک شخص حاضر ہے اُسکو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی کی گروہ روٹی اُسکے ساتھی کی روٹی مین مختلط ہوگئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کرکے لے لے اور بعض نے فرمایا کہ پانی کے برتن اور گروہ روٹی دونون صورتون مین تحری نہ کرے بلکہ ساتھیون کے آنے تک انتظار کرے اور یہ حالت اختیار کا حکم ہے اور حالت اضطرار مین سب صورتون مین تحری جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر ایک شخص کے پاس پوست کشیدہ بکریان ہون جنمین بعضی مردار ہون پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو ہر حال مین تمیز کرلے اور کھاوے وہ مباح ہے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنی اُسکو ایسی جو یقینی ذکوۃ ہوئی یعنے شرع مین جس طرح سے حلال ہو جاتی ہے ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے کی طرف مضطر ہوا تو ہر حال مین تحری کرکے کھاوے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہون یا حلال مردار دونون برابر ہون تو تحری کرکے کھانا جائز نہین ہے اور اگر حلال غالب ہون تو تحری کرکے تناول کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور واضح ہو کہ مردار و حلال کی شناخت مین سے ایک یہ ہے کہ مردار جب پانی مین ڈالی جاوے تو اُسمین جو خون باقی رہجاتا ہے وہ پانی پر تیر آتا ہے اور حلال کی ہوئی پانی مین بیٹھ جاتی ہے اور لوگ کبھی اس بات کو اسطور سے پہچانتے ہین کہ مردار مین دسومت و رطوبت زیادہ باقی رہجاتی ہے اور جلد فاسد ہو جاتی ہے لیکن یہ سب

سلہ یعنے تیمم جائز ہوگا ۱۲ سلہ یعنے پانی بھرا ہوا برتن ۱۲ سلہ یعنے پہچان اُسکی ۱۲ سلہ اُسکے پانی سے ۱۲

اس صورت مین معدوم ہوگا کیونکہ جب مردار اسوجہ سے مردار ہو کہ اُسکو مجوسی نے ذبح کیا ہی یا مسلمان نے عمداً تسمیہ چھوڑکر ذبح کیا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر مردار چربی کے ساتھ ملا ہوا روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی مگر سواے کھانے کے اور طور سے نفع لینا حلال ہی اسواسطے کہ جب حلال غالب ہو تو حرام جو مغلوب ہی وہ حکماً اُسمین ہالک ہوجاتا ہی یعنے معدوم ہوجاتا ہی پس ہمنے کھانے کے سواے اور طور سے نفع اٹھانے مین حرام کو جو مغلوب ہی مثل ہالک یعنی کالمعدوم اعتبار کیا اسلیے کہ کھانے کے سواے اور طور سے نفع اٹھانے مین نجاست مانع نہین ہوتی ہی چنانچہ کھیتون مین گوبر مٹی ملا ہوا اور کھاد ڈالنا جائز ہی مگر کھانے کے حق مین ہمنے احتیاطاً حرام کو حقیقۃً موجود اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

چوتھا باب۔ متفرقات مین۔ ایک شخص کی چار باندی ہین اُسنے انمین سے ایک باندی کو آزاد کردیا پھر یہ بھول گیا کہ کس کو آزاد کیا ہی تو وطی کے واسطے اُسکو تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور جس طرح اس صورت مین اسکو وطی کرنیکے واسطے تحری کا اختیار نہین ہی ویسے ہی بیع کیواسطے تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور حاکم اس شخص اور ان باندیون کے درمیان تخلیہ نہ دیگا یعنے اُسکو اختیار مطلق کا موقع کہ جو چاہے ان سے کرے حاکم نہ دیگا یہانتک کہ وہ باندی جو آزاد کی ہوئی ہی معلوم ہوجاوے اور اگر اُسنے انمین سے تین باندیان فروخت کردین اور حاکم نے اُنکی بیع جائز ہونے کا حکم دیدیا اور جو باقی رہی ہی اسی کو آزاد قرار دیا پھر ان باندیون مین سے جن کو اُس نے فروخت کیا ہی کوئی بوجہ پھر خرید لینے یا ہبہ یا میراث کے اُسکی ملک مین آئی تو اُسکو روا نہین ہی کہ اُس سے وطی کرے اسواسطے کہ قاضی نے جو حکم دیا ہی وہ جہالت کے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہی اور جو حکم قضاء بغیر علم ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس باندی سے نکاح کر لیا تو وطی کرنا حلال ہی کیونکہ اگر وہی آزاد ہوگی تو اُسکے اور اُسکے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہین تھی تو اُسکی مملوکہ ہوگی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک قوم مین ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہی پھر ایک نے اپنی باندی کو آزاد کردیا پھر اُن لوگون نے آزاد کی ہوئی کو نہ پہچانا کہ کون ہی تو انمین سے ہر ایک کو اپنی باندی سے وطی کرنے کا اختیار ہی یہانتک کہ معلوم ہو کہ یہ باندی اُس شخص کی آزاد کی ہوئی ہی تب پھر اُس سے وطی نہین کرسکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر ان لوگون مین سے کسی کی غالب راے مین یہ ہو کہ یہ باندی وہی ہی جسکو آزاد کرنے والے نے آزاد کیا ہی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اُس سے نزدیکی نکرے اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی تو جبتک اُسکو یقین نہو جاوے تبتک یہ فعل حرام نہوگا۔ اور اگر اس قوم کی سب باندیون کو ایک ہی شخص نے خرید کیا جو اس حال کو جانتا ہی تو اُسکو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہین ہوگا یہانتک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے اور اگر سب باندیون کو سواے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیون سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی پھر اگر اُسنے باقی باندی بھی خریدی تو پھر اُن مین سے کسی باندی سے وطی نہین کرسکتا ہی اور نہ ان مین سے کسی باندی کو فروخت

۱؎ مسئلہ کی تمام روایت مسائل مین گذر چکی ہی ۱۲ منہ

کر سکتا ہے یہان تک کہ اُنہین سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انھین باندیون کے مالکون مین سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کے پاس سرکہ کے دس مٹکے ہین اُن مین سے ایک مٹکے مین اُسنے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینک دیا پھر وہ بھول گیا کہ مین نے کس مٹکے مین سے نکالا تھا تو وہ بلی کو چھوڑے سو بلی جس مٹکے پر بیٹھے وہی نجس ہے اور باقی مٹکے پاک ہین کذا فی القنیہ وفیہ نظر ۱۲

کتاب احیاء الموات

اور اسمین دو باب ہین

باب اول ۔ موات کی تفسیر اور موات مین جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہے انکے بیان مین اور جس وجہ سے موات مین ملک ثابت ہوتی ہے اور جس سے ملک نہین فقط حق ثابت ہوتا ہے اُس کے بیان مین۔ اور موات کے حکم کے بیان مین۔ ارض موات اُس زمین کو کہتے ہین جو آبادی شہر وغیرہ سے باہر خاص کسی کی ملک نہو اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص متعلق ہو۔ پس جو زمین داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہوگی اور اسیطرح جو بلدہ سے خارج ہے لیکن بلدہ کے مرافق مین سے ہے مثلاً آبادی کے لوگ وہان سے لکڑیان لاتے ہین یا اُنکی چراگاہ ہے وہ بھی موات نہوگی حتے کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہین ہے کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے اسی طرح جس زمین سے نمک اور قار وغیرہ ایسی چیزین نکلتی ہین جس سے مسلمان لوگ بے پروا نہین ہو سکتے ہین یعنی بہر حال اُسکے حاجتمند ہین وہ بھی موات نہین ہے حتے کہ امام کو یہ اختیار نہین ہے کہ ایسی زمین کسی کو قطاع دیدے یعنے اُسکے واسطے یہ قطعہ مین علیحدہ کر دے پھر آیا یہ شرط ہے کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاوی رح نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہین ہے حتے کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جسکا پانی خشک ہو گیا یا بڑا نیستان ہو جسکا پانی خشک ہو گیا اور کسی کی ملک نہو تو ظاہر الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہے اور موافق روایت امام ابو یوسفؒ کے اور یہی قول طحاوی رح کا ہے وہ ارض موات نہوگی مگر جواب ظاہر الروایۃ کا صحیح ہے اسواسطے کہ موات ایسی زمین کا نام ہے جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے پس جب وہ کسی کی ملک نہین اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص ہے تو وہ منتفع بہ نہوئی پس وہ زمین موات ہوگی خواہ آبادی سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدائع مین ہے۔ اور قدوری نے فرمایا کہ جو زمین قدیم سے اُجاڑ ہو جسکا کوئی مالک نہو یا مملوک ہو مگر زمانہ اسلام مین اُسکا کوئی معین مالک معلوم نہوتا ہو اور وہ قریہ سے اسقدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہائے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو وہان آواز سنائی نہ دے تو وہ موات ہے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ موات کی تعریف مین جو اقوال ہین اُنمین سے اصح یہ ہے کہ آدمی آبادی کے

ف قولہ آبادی شہر وغیرہ سے آہ اسواسطے کہ اطلاق بلا زمین معمورہ پر عرب کی زبان ہے پس خاص شہر کا ترجمہ کرنا سہو ہے کما وقع للمبعض فاستقم ۱۲

کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہاں تک آواز پہونچے وہ فنائے قریہ ہے کہ اُسکی طرف لوگوں کو اپنے مویشی چرانے اور اسکے سواے اور کاموں کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے بعد جو زمین ہے وہ موات ہے بشرطیکہ اُس کا کوئی مالک معلوم نہو اور قریہ سے دور ہونا جو اس قول میں مذکور ہے موافق شرط امام ابو یوسفؒ کے ہے اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اعتبار ہے کہ اہل قریہ کا ارتفاق درحقیقت اُس سے منقطع ہو اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور شمس الائمہ رحمہ نے مختار امام ابو یوسف رحمہ پر اعتماد کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور امام کو اختیار ہے کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے پس اگر امام نے موات میں سے کوئی قطعہ کسی کو دیا مگر اُسنے اُسکو آباد نہ کیا اور چھوڑ دیا تو تین سال تک اُس سے تعرض نکرے گا پھر جب تین سال گذر جاویں تو پھر وہ عود کر کے موات ہوگی اور امام کو اختیار ہوگا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے نام کر دے اور زمین موات میں امام اعظم رحمہ کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنے سے ملک ثابت ہوتی ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رحمہ کے نزدیک فقط احیاء سے یعنی آباد کرنے سے مالک ہوتا ہے اور ذمی بھی مثل مسلمان کے موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت امام المسلمین کے ارض موات کو زندہ کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکا مالک نہوگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اُسکا مالک ہو جائے گا اور ناطفی نے ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت میں اس بات میں مثل امام المسلمین کے ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور پھر دوسرے شخص نے اُسکی زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص اُسکا مستحق ہوا اور اصح یہ ہے کہ پہلا ہی اُسکا مستحق ہے اسواسطے کہ وہ احیاء کرنے کی وجہ سے اُسکا مالک ہوا ہے پس چھوڑ دینے سے اُسکی ملک سے خارج نہو جائیگی۔ اور اگر زمین کی تحجیر کی تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء نہیں ہے کیونکہ احیاء اسکو کہتے ہیں کہ زمین کو قابل زراعت کر دے اور تحجیر یہ ہے کہ اُسمیں پتھر رکھکر علامت کر دے یا جو کچھ اُسمیں گھاس و کانٹے وغیرہ ہیں اُسکو کاٹ کر کوڑے کرکٹ وغیرہ سے پاک کر کے کانٹے وغیرہ کو اُسکے گرداگرد یا جو کچھ اُسمیں کانٹے وغیرہ لگے ہیں سب کو جلا کر صاف کر دے اور ان سب میں سے کوئی بات مفید ملک نہیں ہے لیکن جسنے ایسا کیا ہے وہ بہ نسبت دوسروں کے اس قطعہ زمین کے حق میں اولے ہے لیکن تین برس تک اس کے ہاتھ سے نلیجائیگی پس کسی کو نہ چاہیئے کہ تین سال گذرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے اور یہ حکم از راہ دیانت ہے اور از راہ حکم یہ ہے کہ اگر تین سال گذرنے سے پہلے کسی نے اُسکو زندہ قابل زراعت کیا تو اُسکا مالک ہو جائیگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر ارض موات میں کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اُس زمین کی احیاء ہے اسواسطے کہ اس طرح پتھر جمانا بمنزلہ عمارت کے ہے اور اگر اُسکے گرد چہار دیواری بنائی یا اُسکو اسطرح مسنّم کر دیا کہ پانی سے محفوظ ہے تو یہی احیاء ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور احیاء کے معنی یہ ہیں کہ اُسمیں عمارت بناوے یا درخت لگاوے یا جوتے یا سینچے کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر و خوارزم کی اراضی موات نہیں ہے اسواسطے کہ وہ قسمت میں داخل ہے پس شروع اسلام میں اُنکا جو مالک یا بائع ہو یا اُسکے وارث ہوں اُنکو دیجائیگی اور اگر اُنمیں سے کوئی معلوم نہو تو ایسی صورت میں حاکم کو تصرف کا اختیار ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور جو اراضی مملوکہ ہو جب اُسکے مالکوں میں سے کوئی باقی نہ رہے تو اُسکا حکم

مثل نقطہ کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر زمین موات میں کسی جگہ میں
عمارت بنائی یا کسی قدر میں کھیتی بوئی یا اس زمین کیواسطے کاریز وغیرہ بنائی تو اُس کے لیے وہ جگہ جہاں
عمارت بنائی ہے یا کھیتی کی ہے بطور ملک ہوگی اور باقی نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر نصف
سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائیگا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا تو اُسکو اُسی قدر
ملیگی جسقدر زندہ کی ہے باقی نہ ملیگی پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کثرت کا اعتبار کیا ہے یہ محیط سرخسی میں
ہے۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے نہیں زندہ کی ہے یعنی ہنوز موات ہے اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ میں ہو تو
یوں قرار دیا جائیگا کہ اُسنے کل کو زندہ کیا ہے اور اگر زمین موات ایک کونہ میں چھوٹ رہی ہو تو اسقدر باقی
کا احیاء نہ قرار دیا جائے گا یعنے اسقدر کا وہ مالک نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور ابن سماعہ رحمہ اللہ
نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اگر زمین موات میں کنواں کھود کر زمین مذکور میں پانی
دیا تو اُسکی احیاء کردی خواہ اُس میں زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور میں نہریں کھودیں تو احیاء
نہوگا لیکن اگر ان نہروں میں پانی جاری کردیا تو احیاء ہے اور اگر زمین موات کی گھاس جلادی تو احیاء نہیں ہے یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر نیستان یا جنگل ہو پس اُسنے نرکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہے یہ
غیاثیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ
قطعہ مؤکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے مؤکل کو اسکے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قنیہ میں ہے اور جو زمین خراب آبادی کے قریب
ہو اُسکی احیاء ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے کذا فی الکنز۔ یعنی اگر اُسکو کسی نے احیاء کیا تو اُسکا مالک نہوگا و احیاء کا حکم
ثابت نہوگا علی ما مر من التفصیل فتذکر اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہے یعنے پانی کی دھار ہٹ کر یہ زمین
چھوڑ کر بہنے لگی ہے پس اگر ایسا نظر آوے کہ شاید دھار پھر اسی جگہ بہنے لگے تو اُسکی احیاء نہیں جائز ہے کیونکہ اُسکے نہر
ہو جانے کی حاجت عام لوگوں کو ہے اور اگر ایسا نظر نہ آوے کہ پھر دھار یہاں عود کریگی تو وہ موات ہے یہ سراج الوہاج
میں ہے۔ ایک زمین غرق ہو کر بحر ہو گئی پھر اُسمیں سے پانی جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی پھر ایک شخص آیا
اور اُسنے اُس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک قدیم کی ہوگی قال المترجم ہو الاصح۔ اور بعض نے کہا کہ جسنے احیاء
کی ہے اُسکی ہوگی قال المترجم لم یوخذ بہذا کذا فی القنیہ۔ امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیرا جی چاہے فلاں زمین موات
کو زندہ کر کے اُس سے انتفاع حاصل کر مگر میری ملک نہوگی پس اُسنے احیاء کی تو اُسکا مالک نہوگا کیونکہ یہ شرط امام اعظم رح
کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ امام رح کے نزدیک بدون اجازت امام المسلمین کے موات کا مالک نہیں ہوتا ہے پس جب
امام نے اُسکو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیاء کرنے سے وہ مالک نہوگا یہ مضمرات میں ہے ایک شخص نے ارض
موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے اگر اُسکے گرد کی زمین کا احیاء کیا یہاں تک کہ شخص اول کی زمین کے چاروں طرف
اُسنے احاطہ کر لیا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کی زمین سے جو اُسنے زندہ کی ہے اپنی زمین میں آمد و رفت کیا کرے

ملہ یعنے جس قدر قطعہ کے احیاء کی امام نے اجازت دی ہے ١٢ ملہ یعنے اگر اُسنے زندہ کی تو بمنزلہ اصل کے ہے ١٢ ملہ یعنی اسکا احیاء جائز ہے ١٢

اور اگر اُس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیوں نے اگر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کرکے اُسکی زمین
کو سب طرف سے گھیر لیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جس زمین سے چاہے اپنی زمین میں آمدورفت کیا کرے بشرطیکہ چاروں
نے ساتھ ہی چار جانب سے احیاء کیا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زمین موات میں زندہ کرنے کی غرض سے
کنواں کھودا اور پانی نکلنے میں ایک ہاتھ باقی رہگیا تھا کہ دوسرے شخص نے آکر اُسی زمین میں کنواں کھودا تو اس زمین
کا شخص اول مستحق ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسنے احیاء کو ترک کردیا ہے اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی
ہے اگر اُسنے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا
ہو تو اُسکا وہ حکم ہے جو تحجیر کا حکم ہے احیاء نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور اگر مثل دجلہ کے کوئی دریا ہو اُسپر چراگاہ ہو اور ایسی
جگہ جہاں سے جلانے کی لکڑیاں لائی جاتی ہیں تو یہ سب اُس شخص کی ہونگی جسنے اُس زمین کو زندہ کیا ہے لیکن اگر یہ
زمین کسی قریہ کی فناء ہو اور احیاء سے اُنکی فناء فاسد ہوئی جاتی ہے تو وہ شخص احیاء سے منع کیا جائیگا اور والی
کو اختیار ہے کہ جس زمین میں پٹے ندی کا راستہ ہے اُسکو احیاء کے واسطے کسی کے نام کردے بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کے
حق میں ضرر نہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہے یا جسکو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر پہاڑ کی
جڑ میں کنواں کھودا تو اُسکے اعلیٰ تک مالک ہو جائیگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق میں دو حکم
ہوتے ہیں ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم میں دو طرح بیان ہے اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا
بیان پس اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ جس نے زمین موات میں کنواں کھودا اُس کنوئیں کے واسطے اصل حریم ضرور ہے
حتی کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے حریم میں کنواں کھودنا چاہا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اُسکو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے
بالاجماع حریم ہے رہا مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانچسو گز ہے کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے
فرمایا کہ یہ پانچسو گز چاروں طرف سے ہیں یعنے ہر طرف سے ایکسو پچیس گز ہیں اور اصح یہ ہے کہ ہر طرف سے پانچسو
گز مراد ہیں اور گز سے گز مکسر جو چھ مٹھی کا ہوتا ہے مراد ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور بیر عطن یعنی جو کنواں ایسا ہوتا ہے
جسکے جانوروں کو پانی پلاکر اُسکے گرد آرام دیتے ہیں اُسکا حریم چالیس گز ہوتا ہے کذا فی البدائع اور بعض نے فرمایا کہ چالیس
گز چاروں طرف سے ہر طرف سے دس دس گز مراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہے یہ تبیین میں
ہے۔ اور سینچنے کے کنوئیں کا حریم صاحبین کے قول کے موافق اُسکا حریم ساٹھ گز ہوتا ہے اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ میں
سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہیں جانتا ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح میں
فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص نے احیاء ارض موات کے لیے زمین مذکور میں نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اسکے
واسطے حریم کا مستحق نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک مستحق ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ بالاجماع اُسکے واسطے حریم کا مستحق ہوگا اور
نوازل میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اُسکے عرض کا نصف ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ
بقدر عرض نہر کے ہے اور فتویٰ امام ابو یوسف رح کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اور دوسرا بیان حکم وظیفہ کا سو

ل جس زمین الخ اسواسطے کہ راستہ اسکا اول سے مستحق ہے اور ہر طرف سے اسکو اختیار ہے ۱۲ ۵ گز سے گز شرعی مراد ہے ۱۲

اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اُس نے زمین عشر[۱] کے تحت کی زمین موات کو زندہ کیا ہے
تو یہ بھی عشری ہوگی اور اگر زمین خراجی[۲] کے تحت کی زمین موات زندہ کی ہے تو وہ خراجی ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اُسنے
عشر کے پانی سے زندہ کیا ہے تو وہ عشری ہے اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہے تو خراجی ہے اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے
زندہ کیا تو بہر حال وہ خراجی ہے کیسے ہی ہو یہ بالاجماع ہے اور یہ مسائل کتاب العشر والخراج کا مسئلہ ہے یہ بدائع میں ہے اور
امام محمدؒ سے نوادر میں یہ روایت ہے کہ سینچنے کے کنوئیں کا حریم ساٹھ گز ہے لیکن اگر اُسمیں ستر گز رسی لگتی ہو تو رسی کی قدر اسکا حریم
ہوگا تاکہ وہ کنوئیں سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل میں کنواں
کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکے حریم میں کنواں کھودا تو شخص اول کو اختیار ہوگا کہ جو دوسرے شخص نے کھودا
اُسکو پاٹ دے اسیطرح اگر اُسنے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس سے
ممانعت کر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ وہ اس مقام کا مالک ہو گیا ہے اور اگر پہلے شخص کے کنوئیں سے کوئی چیز ہلاک و
تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہیں ہے اور اگر دوسرے شخص کے کنوئیں میں گر کر کوئی چیز مر جاوے
تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ یہ کنواں جو اُسنے کھودا ہے کہ جو باعث اُسکی ہلاکت کا ہوا ہے اسمیں دوسرے شخص کھودنے والے
نے تعدی و ظلم کیا ہے اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنوئیں کے قریب نہ اُسکے حریم
میں دوسرا کنواں کھودا پھر پہلے شخص کے کنوئیں کا پانی ٹوٹ گیا اور معلوم ہوا کہ اسکا پانی دوسرے شخص کے کنواں کھودنے
کی وجہ سے ٹوٹا ہے تو پہلے شخص کا اُسپر کچھ استحقاق نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی نے ارض موات[۳] میں کاریز نکالی تو بالاجماع اُسکے
حریم کا مستحق ہے۔ رہا اُسکے مقدار کا بیان سو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنوئیں کے ہے پس اُسکا حریم بھی
اسی قدر ہوگا جسقدر کنوئیں کا ہوتا ہے لیکن امام محمدؒ نے فقط اسیقدر ذکر کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا ہے اور ہمارے
مشائخ نے اسپر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہان پانی روے زمین پر ظاہر بہتا ہے تو کاریز بمنزلہ چشمہ جوشندہ
کے ہے کہ اُسکا حریم مثل چشمہ کے پانچسو گز ہوگا بالاجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روے زمین پر نہ جاری ہو تو کاریز بمنزلہ
نہر کے ہوگی مگر فرق یہ ہے کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اراضی موات میں حریم کا استحقاق ہر طرف سے
حاصل ہوتا ایسی ہی جگہ میں ہے جہان دوسرے کسی کا حق متعلق نہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا نہیں ہے چنانچہ
اگر زمین موات میں کسی شخص نے کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اس شخص کے کنوئیں کے ایک طرف حریم[۴]
کی انتہا پر اپنا کنواں کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنوئیں کی حریم ہے اُس جانب سے اس دوسرے شخص کو اُسکے
کنوئیں کے واسطے حریم نہ ملیگی ہان باقی تین طرفون میں جنمیں کسی کا حق متعلق نہیں ہے اُسکو حریم ملے گی یہ نہایہ میں ہے
ایک کاریز[۵] دو شخصون میں مشترک ہے پھر دونون میں سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا تو اُسکو یہ
اختیار نہیں ہے کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اُسکا پانی اسکی ریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ اپنے

[۱] زمین عشر وہ ہے جسکی پیداوار دسوان حصہ دینا پڑتا ہے ۱۲ [۲] زمین خراجی وہ ہے جسکا سالانہ روپیہ دینا پڑتا ہے اور ہندی میں زمین خراج کو لگان کہتے ہیں ۱۲ [۳] ارض موات وہ زمین جو غیر مزروعہ و افتادہ کسی کی خاص ملک نہ ہو ۱۲ [۴] حریم گرد اگرد ۱۲ [۵] کاریز وہ نالی پٹی ہوئی جو آبپاشی کے واسطے کسی چشمہ یا دریا سے کاٹ لیجاتے ۱۲

شریک سے زیادہ لیوے کیونکہ اس زمین کا پانی اسکا رہنے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت شریک کے اُس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے زمین موات میں درخت لگائے اگر باجازت امام ہوں تو سب کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین تو صاحبین رح کے نزدیک یا وہ شخص ان درختوں کے واسطے حریم کا مستحق ہے حتے کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اسنے ان درختوں کے برابر پہلو میں اپنے درخت لگائے چاہے تو اسکو ممانعت کا اختیار ہے یا نہیں تو امام محمد رح نے یہ صورت کتاب میں ذکر نہیں فرمائی اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی حدیث میں وارد ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے زمین موات میں ایک کنواں دونوں نے اپنے خرچہ سے اس شرط سے کھودا کہ کنواں دونوں میں سے ایک کا اور حریم دوسرے کا ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ دونوں نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہے اسواسطے کہ شرع نے حریم کو بدین غرض کنوئیں کے تابع کیا ہے کہ کنوئیں کا مالک اُس سے انتفاع حاصل کر سکے پس حریم مالک چاہ کا ہوگا سو جب کنواں ایک کے واسطے مشروط ہوا تو حریم بھی اُسی کا ہوگا اور اگر کنواں دونوں میں مشترک ہو تو حریم بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ کنواں و اُسکا حریم دونوں میں برابر مشترک ہو بشرطیکہ دونوں میں سے فلاں شخص بہ نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہیں جائز ہے پس جسنے زیادہ دیا ہے وہ زیادتی کی مقدار میں سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لے گا کیونکہ ان دونوں نے ایک شئے مباح کے احراز میں شرکت کی ہے تاکہ یہ مباح دونوں میں مشترک ہو اور احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہے کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو شرط صحیح نہیں ہے اور جسقدر اُسکی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہے وہ واپس لے گا اسواسطے کہ اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے خرچ کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو شخصوں نے باہم یہ شرط لگائی کہ ایک نہر کھودیں و ایک زمین موات کو زندہ کریں اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ جائز نہیں حتے کہ یہ سب ان دونوں شخصوں میں مشترک ہوگی اور جب دونوں میں مشترک ہوئی تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکوں نے باہم کسی ایک شریک کے ذمہ زیادہ خرچہ شرط کیا تو جائز نہیں ہے اور وہ واپس لیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ دو نہریں دو گانوں کی ایک ہی جگہ واقع ہیں اُن دونوں کے درمیانی حریم میں اختلاف واقع ہوا پس جتنی جگہ دونوں نہروں میں سے کسی ایک نہر کی مٹی میں گھری ہو یعنے ایک نہر کی مٹی نکالکر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والوں کے قبضہ میں ہو تو اُس جگہ کے باب میں اسی نہر والوں کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والوں کا دعوی شرکت اتنی جگہ میں زبانی تصدیق نہ کیا جائیگا۔ الا اُس صورت میں کہ وہ لوگ اپنے دعوے کے گواہ پیش کریں اور جتنی جگہ دونوں نہروں کے بیچ میں خالی پڑی ہو یعنے دونوں نہروں میں سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہو اور دونوں گانوں والوں کو اسمیں تنازع نہو تو وہ دونوں گانوں والوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی لیکن اگر کسی گانوں والوں نے

۱؎ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ و محمد رحمہ اللہ ۱۲ منہ

انے گواہ پیش کیے کہ یہ خاص ہماری ہی تو اُنکی ہوگی اور اسیطرح کا مسئلہ آخر کتاب المزارعۃ مین گذر چکا ہی یہ کبرے مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم نہوگا الا اُس صورت مین کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ اُسکو بقدر مسافہ کے ملیگا جسپر چل سکے اور نہر کی مٹی اُسپر ڈالے یہ شرح قدوری مین ہی۔ اگر کسی شخص نے جنگل مین مکان[1] بنایا تو اُسکے حریم کا مستحق نہوگا اگرچہ کوڑا ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہو اسوجہ سے کہ قصر سے بدون حریم کے انتفاع ممکن ہی اور کنوین پر اسکا قیاس نہ کیا جائیگا کیونکہ کنوین والے کو جسقدر ضرورت ہوتی ہی اُسکی بہ نسبت اُسکو حریم کی ضرورت کم ہی یہ کافی و تبیین مین ہی۔ اگر ایک شخص کا کنواں دوسرے کے دار مین ہو تو جب یہ شخص اپنا کنوان اگروا دے تو اُسکی مٹی اُس شخص کے دار مین ڈالنے کا استحقاق نہین رکھتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی کسی شخص نے چاہا کہ کسی مسجد مین یا محلہ مین کنوان کھودے پس اگر اسمین کسی جہت سے ضرر نہو اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اُسکو یہ اختیار ہی اس مقام پر یون ہی ذکر فرمایا ہی اور کتاب الصلوۃ سے پہلے باب المسجد مین ذکر فرمایا کہ مسجد مین کوئی کنوان نہ کھودا جاوے اور جو شخص کھودے وہ ضامن ہوگا اور فتوے اسی[2] قول پر ہی جو باب المسجد مین ذکر فرمایا ہی یہ کبرے مین ہے

دوسرا باب۔ نہرون کے اُگارنے اور اُنکی صلاح کے بیان مین۔ تین طرح کی نہرین ہوتی ہین بعضی ایسی نہرین ہین جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی اور بعضی ایسی ہین کہ انکا اُگارنا نہر والون کے ذمہ اس طرح ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جائیگا اور بعضی ایسی ہین کہ انکا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہی لیکن اگر وہ لوگ انکار کرین تو مجبور نہ کیے جاوینگے پس اول یعنی جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی وہ نہرین ہین جو بڑی بڑی ہین اور مقاسم مین داخل نہین جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل[3] کا اگر ان نہرون مین اُگارنے کی ضرورت ہو تو اُگارنا و اُسکے کنارے کی درستی سلطان پر واجب ہی کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال مین مال نہو تو مسلمانون کو اُس کے اُگارنے پر مجبور کریگا اور اس کام کے واسطے اُنکو گھرون سے باہر نکالکر لیجا دیگا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤن مین سے کوئی نہر کاٹ کر اپنی زمین کو لیجاوے تو اُسکو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے اور اُس سے غرق کا خوف ہو تو اُسکو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت کیجاویگی اور دوم یعنے جنکا اُگارنا و اصلاح اہل نہر پر اسطرح لازم ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جاوے یعنے امام المسلمین اُنپر جبر کرے پس ایسی نہرین وہ ہین جو بڑی بڑی نہرین کہ قسمت مین داخل ہین اور اُنپر گانوٴن آباد ہین پس اگر ایسی نہرون مین اُگارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہی اور اگر اُنھون نے اس سے انکار کیا تو امام المسلمین اُنکو اس امر پر مجبور کریگا اسواسطے کہ اُسکا ضرر عام ہی اور نہ اُگارنے مین جتنے لوگ اس سے پانی

---

[1] احاطہ مکان ۱۲ [2] قول ظاہر مراد یہ ہو کہ عین مسجد مین کنوان نہ کھودا جاوے اور فناے مسجد مین کھودنا جیسا معروف ہی مضائقہ نہین رکھتا ہی واللہ اعلم ۱۲ [3] کتاب مین ہی کہ نیل یک دریا روم مین ہی مگر مترجم کو اسکا پتہ معلوم نہوا ظاہرا وہ دریاے مصر ہے یا مصر تحت روم تھا اس وجہ سے ایسا کہا ہو واللہ اعلم ۱۲

پاتے ہیں انکے حق میں پانی کی قلت ہے اور دور نہیں ہے کہ اسکی وجہ سے اناج کی پیداوار میں بہت کمی آجاوے اور گران ہو جاوے پس جب ایسی صورت ہے کہ پانی کی زیادتی کا نفع اُن لوگوں کو پہونچے گا اور نہ اُگارنے کا ضرر عام کو ہوگا تو اُن لوگوں کو جنکی تقسیم میں داخل ہے اسکے اُگارنے پر مجبور کیا جائیگا اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسی نہر میں سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لیجاوے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق میں مضر ہو یا نہو اور ایسی نہر کے پانی میں استحقاق شفعہ[1] نہیں ہے یعنے پانی سے سیراب[2] ہونے کا استحقاق نہیں ہے اور جس نہر کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہے اور در صورت انکار کے انپر جبر نہ کیا جائیگا وہ نہر خاص ہے اور نہر خاص میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیوں کی یا اس سے کم لوگوں کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گانوں ہو کہ اُسکا پانی ان گانوں والوں میں تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہے اسمیں شفعہ کا استحقاق ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیوں سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہے اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر سو آدمیوں سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہزار سے کم کیواسطے ہو تو خاص ہے اور راجح قول یہ ہے کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد ہے حتی کہ وہ جس قول کو ان اقوال میں سے چاہے اختیار کرے پھر نہر خاص کی صورت میں اگر بعض شریکوں نے اُسکا اُگارنا چاہا اور باقیوں نے انکار کیا تو شیخ ابوبکر بن سعید بلخی رحمہ نے فرمایا کہ امام ان لوگوں کو جو انکار کریں مجبور نکریگا اور اگر ان لوگوں نے جو اُگارنا چاہتے ہیں اُگارا تو منتطوع[3] قرار دیے جاوینگے اور شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ اُن لوگوں پر اسواسطے جبر کیا جائیگا اور خصاف رح نے نفقات میں ذکر فرمایا کہ قاضی ان لوگوں کو حکم دیگا کہ تم لوگ یعنے جنکو اُگارنے کی خواہش ہے تمکو اُگروالو اور جب ان لوگوں نے ایسا کر لیا تو اُن کو اختیار ہوگا کہ باقیوں کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کریں یہاں تک کہ یہ لوگ حصہ رسد کے موافق اُگارنے کا خرچہ انکو دیدیں اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ اور اگر سب وارثوں نے اگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ[4] کے موافق امام المسلمین انکو مجبور نہ کریگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ مجبور کریگا۔ اور اگر حصہ دار لوگ نہر مذکور اُگارنے پر متفق ہوئے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ نہر اوپر کی طرف سے اُگارنی شروع کیجائیگی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جاوے تو اُگارنے کا خرچہ اسکے ذمہ سے دور ہو جائیگا اور جو باقی ہیں انپر رہیگا۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اُگارنے کا خرچہ کا مجموعہ اول سے آخر تک کا ان سب پر بحساب زمین و مقدار سینچنے کے پھیلایا جائیگا اور پانی پینے والوں پر خرچہ میں سے کچھ لازم نہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہیں ہیں مگر فتوے کے واسطے مشائخ نے امام اعظم کا قول لیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اس صورت کا بیان یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک دس ہوں پس ابتداے نہر سے اُگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسواں حصہ ہوا یہانتک کہ ایک کی زمین[5] سے جب

[1] شفعہ اصل میں منہ سے پانی پینے کو کہتے ہیں اور یہاں مراد اُس سے پانی پینا و جانوروں کو پلانا سوائے سینچنے وغیرہ کے ۱۲ [3] احسان کرنے والے ۱۲ [2] مثلاً چوپاؤں کو لاکر پلانا ۱۲ [4] علی ہذا القیاس دوسرا و تیسرا ۱۲

تجاوز کر جاوے تو باقیوں پر نو حصہ ہو کر ہر ایک پر نوان حصہ ہوگا یہان تک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز کر جاوے پھر باقی لوگون پر خرچہ آٹھ حصہ ہو کر ہر ایک پہ آٹھوان حصہ ہوگا علی ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت ہوگی اور صاحبین کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب خرچہ دس حصے ہو کر ہر ایک پر دسوان حصہ ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین نہر سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین مین ہو پھر اُسنے نہر کو اپنے دہانہ سے اپنی وسط زمین تک اُگار دیا پس آیا امام اعظم رح کے موافق اسکے ذمہ سے اُگارنا ساقط ہو جاویگا تو بعض نے فرمایا کہ ساقط نہوگا جبتک اسکی زمین سے تجاوز نہ کر جاوے اور یہی صحیح ہے۔ اور جب اُگارنا اسکی زمین سے تجاوز کریگا پس آیا اسکو اختیار ہے کہ نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین سینچے تو بعض نے فرمایا کہ اسکو کھول لینے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین کھول سکتا ہے جبتک پوری نہر اُگارنے سے فراغت نہو جاوے کیونکہ اگر اسنے قبل اس کے کھول لی تو شریکون سے پہلے اسکو پانی ملجائیگا جو فقط اُسی کو ملیگا اور اسی وجہ سے بعض متاخرین نے فرمایا ہے کہ اسفل نہر سے اُگارنا شروع کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالاجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست کرتے ہوئے کسی شخص کے دار تک پہونچین پس آیا اُس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائے گا یا نہین سو اس مسئلہ کے واسطے کوئی روایت نہین ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فقیہ ابو جعفر سے حکایت کی ہے کہ مین نے مشائخ کی بعض کتب مین دیکھا ہے کہ بالاتفاق اُس شخص سے خرچہ دور کیا جائے گا۔ اور اگر نہر عظیم ہو اور اُسپر چند گانون آباد ہون جنکو اس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی مین کام کہتے ہین پس اہل نہر نے اس نہر کے اُگارنے پر اتفاق کیا اور اُگارتے ہوئے ایک گانون کے نہر کے دہانہ تک پہونچے پس آیا ان لوگون کے ذمہ سے اُگارنے کا خرچہ دور کیا جاویگا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل مین نہین ہے اور شیخ الاسلام رح نے فرمایا کہ نوادر مین مذکور ہے کہ ان لوگون سے خرچہ اُگرائی بالاتفاق دور کیا جاویگا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہیے کہ اس گانون والون سے خرچہ اُگرائی دور نہ کیا جاوے جب تک کہ اس گانون کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط مین ہے

کتاب الشرب

اور اسمین پانچ باب ہین

باب اول۔ شرب کی تفسیر و اُسکے رکن و شرط حل و حکم کے بیان مین۔ شرب کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ شرب اُسکا

ف یعنے اس دہانہ سے اس نہر عظیم سے گانون مین پانی جاتا ہے پس گانون والون کو اس دہانہ تک اُگارنے کی ضرورت ہے پس جب یہانتک پہونچے تو خرچہ انلوگون سے دور ہونا چاہیے ۱۲ ف نہر سے نہر خاص مراد ہے ۱۲

حصہ پانی کو کہتے ہین جو اراضی کے واسطے ہو نہ غیر اراضی کے واسطے اور رکن شرب پانی ہے اسواسطے کہ شرب کا قیام اسی سے ہے۔ اور شرب کی شرط علت یہ ہے کہ شرب کا حصہ دار ہو اور حکم شرب یہ ہے کہ سیرابی حاصل ہو اسلیے کہ حکم شے کا وہ ہوتا ہے جسکے واسطے یہ شے کیجاوے اور زمین کو اسواسطے پانی دیا جاتا ہے کہ سیراب ہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ پانی چند انواع ہین اول بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہے چاہین اُس سے پانی پیئین یا زمین سینچین یا نہر مین پانی لیجاوین حتے کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے کاٹ کر اپنی زمین مین پانی لیجانا چاہا تو اسکو ممانعت نہ کیجاویگی۔ اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہے جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جس طرح جی چاہے نفع اُٹھاوے منع نہ کیا جائیگا دوم بڑے بڑے دریاؤن کا پانی جیسے جیحون و سیحون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤن سے لوگون کو علے الاطلاق پانی پینے کا استحقاق ہے اور زمین سینچنے کا حق ہے مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکے سینچنے کے واسطے ان دریاؤن مین سے کسی سے نہر کاٹ کر لیگیا پس اگر عام لوگون کو اس سے ضرر نہ ہو اور نہ وہ نہر کسی کی ملک مین ہو تو اُسکو اختیار ہے اور لوگون کو یہ بھی اختیار ہے کہ اُسپر اپنی پن چکیان و دوالیہ نصب کرین بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہونچتی ہو اور اگر عام لوگون کو اسمین ضرر ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہے اور ضرر پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اس طرف جھک پڑے گا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے گا اور اراضی و دیہات غرق ہو جاوینگے اسی طرح ساقیہ[۱] و دالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے مین بھی یہی حکم ہے سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص مین جاری ہو پس اس مین غیر لوگون کو حق شفہ حاصل ہے یعنے خود پی سکتے ہین اور اپنے چوپاؤن کو پلاسکتے ہین اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مٹکے وغیرہ کسی ظرف مین بھر کر اپنے احراز مین کر لیا ہو پس ایسے پانی مین سے کسی کو یہ جائز نہین ہے کہ بدون اُسکی اجازت کے کچھ سے لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ اُسکو فروخت کرے کیونکہ احراز سے اُسکا مالک ہو گیا پس وہ مثل شکار و گھاس[۲] کے ہو گیا لیکن ایسے پانی کی چوری مین ہاتھ نہ کاٹا جائے گا کیونکہ اسمین شرکت کا شبہہ ہے حتے کہ احراز کرنے والے کی عدم موجودگی مین کسی شخص نے یہ پانی چورایا حالانکہ وہ پورا انصاب ہے یعنے اس پانی کی قیمت اسقدر درم ہین جتنے درمون کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور جو پانی کسی شخص کے کنوین یا حوض مین ہے اُسمین غیر کو ایک طرح کی شرکت ہے باین طور کہ خود وہ پانی پی سکتا ہے اور اپنے چوپاؤن کو پلاسکتا ہے حتے کہ اگر کسی شخص نے غیر کے کنوئین یا حوض سے پانی پینے کے واسطے لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ اس شخص سے پانی واپس لے اور ایسی صورت پیش آتی

---

[۱] ساقیہ چھوٹی نہر مانند نالی کے اور دالیہ جیسے رہٹ وغیرہ سے اس طرح پانی لینا کہ نہر سے کاٹکر ایک گڑھا لادین اور وہان ڈھیکلی لگاکر کھینچین ۱۲ [۲] نہ کاٹنا آخر اسکی وجہ یہی ہے کہ پانی دراصل مباح ہے اور اسکی قیمت صرف ضروری حالت ہے جس سے انتظام مین خلل نہو تو لائق سزاے حدود نہین ہے اسیواسطے تمام پانی ٹوٹ جانے کی صورت مین شفہ سے منع نکرنا قول امام رح ہے اور مشائخ نے مصلحۃً منع کا فتوے دیا ہے جب کہ پانی بکثرت ملسکتا ہے ۱۲ [۳] جبکہ عام لوگون کو ضرر نہ پہونچتا ہو ۱۲ [۴] یعنے شکار کو پکڑ لیا اور گھاس کو اپنے صرف مین کر لیا ۱۲ [۵] یعنے عام کی شرکت ۱۲

ہو کہ شفہ سے پینے اور جانوروں کے پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہی تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا
کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق کنوئین یا حوض کا مالک منع نہین کر سکتا ہی اور شمس الائمہ
سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اکثرون کے نزدیک اسکو منع کرنے کا
اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین امام المسلمین نے شفہ یعنے لوگون کے پینے و
چوپاؤن کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعضے آدمیون نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگاوین
پس اگر عام لوگون کے شفہ مین ضرر نہو تو انکو گنجایش ہی اور اگر ضرر ہو تو بستان لگانے والون کو یہ گنجایش نہین
ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک قوم کی نہر ہی اور اسکے پہلو مین غیر شخص کی زمین ہی جسکا شرب اس نہر مین سے
نہین ہی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس نہر مین سے پانی پیے اور اپنے چوپاؤن کو پلاوے اور وضو
کرے اور اسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی کو پانی دے اور نہ یہ اختیار ہی
کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پہ دولاب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اِس
نہر سے پانی اُٹھا اُٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سینچے تو اس مین مشائخ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ
اسکو یہ اختیار نہین ہی اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اسکو اس سے منع کرین یہ فتاوے قاضی خان وغیرہ مین
ہے۔ بعض نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ و کافی و تبیین و ظہیریہ مین ہی۔
اور اگر چند لوگون نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چوپاؤن کو پانی پلاوین تو مشائخ رحہ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت
مین کہ ان لوگون کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع و فنا نہو جاوے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ ان
لوگون کو منع کرین اور اگر ان لوگون کے پلانے سے پانی منقطع ہو جاوے مثلاً بہت اونٹ ہون تو اہل نہر
کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی پلانے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ
جاوے یا خراب ہو جاوے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہین اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جس مین
بدون احراز کسی کے مینہ کے پانی آگیا ہی وہ بھی بمنزلہ نہر خاص کے ہی اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے
واسطے رکھا گیا ہی وضو کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے جائز رکھا ہی اور بعضون نے فرمایا
کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہی ورنہ نہین۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُس مین یہی
حکم ہی شیخ کہ مشائخ رحہ نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسکے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہی
اور وضو کرنے والا منع کیا جائیگا اور یہی صحیح ہی۔ اور یہ جائز ہی کہ سقایہ کا پانی اس غرض سے اپنے گھر
لیجاوے کہ اُسکے اہل و عیال پیئین۔ اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی کو
سینچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین یا کھیتی سینچی
تو جسقدر اُسنے پانی لیا ہی اُسکا تاوان اُسپر واجب نہوگا لیکن اگر اُسنے کئی بار اس طرح پانی لیا پس اگر سلطان کی
رائے مین آوے تو ایسے شخص کو مارنے و قید کرنے کی سزا دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی ۔ اگر

نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنوئیں میں سے کسی اجنبی نے چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے کے واسطے گھڑے سے پانی بھرے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکو یہ اختیار ہے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی چشمہ یا کنواں یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اس میں سے پانی پینا چاہتا ہے صاحب ملک کو اختیار ہے کہ اُسکو اپنی ملک میں آنے سے منع کرے بشرطیکہ اُس شخص کو اس پانی سے قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک میں نہیں ہے مل سکتا ہو اسواسطے کہ صاحب ملک اپنی ملک میں دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اُٹھاتا ہے اور اگر دوسرا شخص جو پیاسا ہے قریب ایسا پانی نہ پاتا ہو تو صاحب نہر سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو نہر سے پانی لادے یا اسکو نہر تک جانے دے تاکہ خود پی لے بشرطیکہ نہر کا کنارہ نہ توڑے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو پانی اُسکے حوض وغیرہ میں ہے اُسمیں اس شخص پیاسے کا حاجت کے وقت حق متعلق ہو گیا ہے۔ اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ صاحب نہر نے اسکو اپنی ملک میں کھودا ہو اور اگر زمین موات میں کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس پیاسے کو منع کرے اسواسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا حق مشترک کے احیاء کے واسطے ہے یعنی عشر و خراج کے واسطے پس احیاء سے شفہ کی شرکت قطع نہو گی اور اگر اُسنے اس شخص کو منع کیا حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف میں محرز ہو تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہے اُسکو یہ اختیار نہیں کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی صورت میں ہتھیار سے لڑائی کرے ہاں بغیر ہتھیار کے لڑائی کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہو تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پانی اسقدر ہو کہ دونوں کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو پس اگر دونوں کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے اور اگر فقط ایک کے واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایہ میں ہے۔ اور گھاس میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ گھاس زمین مباح میں ہو پس اسمیں سب لوگ شریک ہیں یعنے اُسمیں سے گھاس چھیل لادیں و چرا دیں جیسے بحر کے پانی میں شریک ہوتے ہیں دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں بدون اُگائے ہوئے خود اُگی ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنے جب تک اُسکو اپنے حرز میں نہ لاوے تب تک کسی کو منع نہیں کر سکتا ہے لیکن اُسکو یہ اختیار ہے کہ لوگوں کو گھاس کے لیے اپنی زمین میں داخل ہونے سے منع کرے اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہے اگر اُسمیں اور مالک زمین میں جھگڑا ہو پس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قریب کسی زمین مباح میں گھاس پا سکتا ہو تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اُسکو منع کرے اور اگر نہ پا سکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو گھاس دیدے

یا اسکو آنے کی اجازت دے تاکہ وہ خود لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مالک زمین نے گھاس اُگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اسمین پانی دیا ہو تاکہ اُسکے جانورون کے واسطے گھاس جمے تو وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہے یعنے اُسی کو ملیگی اور کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بدون اُسکی اجازت کے اسمین سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اُسکی کمائی ہے اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کوئی شخص اُسکی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اُسکو واپس لینے کا استحقاق نہوگا خواہ اُسنے سینچی اور اُسکی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اُسکی بیع بھی جائز نہین ہے اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہے کہ اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا و اُسکی پرداخت کی تو اُسکا مالک ہوگیا پس بیع جائز ہے اور اگر اُسکی بلا اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اسکو واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح چراگاہون کا اجارہ دینا بھی جائز نہین ہے اور اسکے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ مالک زمین سے قطعہ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اُسکی گھاس اُسکو مباح ہوگی یہ مضمرات مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہے جو ساقدار نہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساقدار ہو وہ درخت ہے اسیطرح سے مشائخ رحمہم اللہ تعالے نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جسکو عربی مین غرقد کہتے ہین درخت کی قسم سے ہے گھاس نہین ہے حتے کہ اگر کسی کی زمین غرقد اُگی اور کسی شخص نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس لے اور خارہائے سبز نرم جسکو اونٹ کھاتے ہین اُسکے باب مین امام محمد رحمہ اللہ سے نوادر مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اُسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہے اور دوسری روایت مین اُسکو منجملہ درخت کے قرار دیا ہے سو اسمین اختلاف الروایۃ نہین ہے بلکہ جسکو بمنزلہ گھاس کے قرار دیا ہے وہ خار سبز وہ ہے جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اسمین ساق نہو اور جسکو درختون کی قسم قرار دیا ہے وہ ہے جو ساقدار ہو پس حاصل یہ ہے کہ جو نبات ساق پر قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر اُگے تو وہ اُسکی ملک ہوگی اور لوگون مین مشترک نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور کلنٹے مثل گھاس کے ہین اور زیرہ فیروزہ و زرنیخ[1] مثل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزون مین سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور ملتقط مین ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چراگاہون مین جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور یہ چراگاہین کسی کی ملک ہون تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اسمین سے لکڑیان لاوے الا مالک کی اجازت سے لاسکتا ہے اور اگر اُسکی ملک مین نہون تو لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اگرچہ یہ لکڑیان یا جس مقام پر لکڑیان ہین کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور کبریٰ مین ہے کہ اگرچہ یہ لکڑیان یا مقام جسمین لکڑیان ہین کسی گانون یا اُسکے لوگون کی طرف منسوب ہو تاہم یہ لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہے جبتک یہ نجانے کہ کسی کی ملک ہے اور یہی حکم زرنیخ و کبریت کا اور اُن پھلون کا ہے جو چراگاہون

[1] زرنیخ ہڑتال ہے اور اسکو درخت کے مانند قرار دیا یعنے وہ گھاس کی طرح عام مباح نہین ہے ۱۲

وجنگلون مین ہوتے ہین یہ مضمرات مین ہی اور لکڑیان چننے والا فقط لکڑیون کے چننے سے لکڑیون کا مالک ہو جاتا ہی اسکی احتیاج نہین رہتی ہی کہ انکے بوجھ باندھے اور جمع کرلے تب اسکی ملک ثابت ہو اور کنوین سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اسکا مالک نہین ہوتا ہی جب تک کہ ڈول کو کنوین کے منھ سے ایک طرف نہ کرلے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی زمین مملحہ ہو یعنے نمک کی جھیل ہو پس اس پانی مین سے کسی نے لے لیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی جیسے اگر اسکے حوض مین سے پانی لیتا تو ضمان واجب نہوتی اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہو گیا تو پھر کسی شخص کو اسکے لینے کی راہ نہین ہی اسی طرح اگر نہر پھیلے حتے کہ اسکی زمین مین ایک گز یا زیادہ گارا مٹی ہوگئی تو کسی کو اس مٹی مین سے مٹی لینے کا اختیار نہین ہی اور اگر لیلی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور آگ مین شرکت کا بیان اس طرح ہی کہ اگر کسی شخص نے جنگل مین آگ جلائی تو اسمین کسی کا حق نہین ہی مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ جہان آگ جلتی ہی وہان سے روشن کرلے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کرے اور اسکی روشنی مین کام کرلے لیکن اگر یہ چاہا کہ اسمین سے کوئی انگارا لیجاوے پس اگر آگ کے مالک نے منع کیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ آگ کیا ہی لکڑی ہی یا کوئلہ ہی جسکو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز مین کر لیا ہی پس وہ اسکی ملک ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط نار مین شرکت ثابت رکھی ہی اور نار حرارت کا جوہر ہی نہ لکڑی و کوئلہ پس اگر اسنے انگارے مین سے تھوڑا لیا تو دیکھا جاوے گا کہ اگر اسقدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اسکو کوئلہ کر ڈالے تو اسکی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس سے واپس کرلے اور اگر اسقدر کم ہو کہ کوئلہ کر ڈالنے کی صورت مین اسکی کچھ قیمت نہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہین ہی اور ہر شخص کو اختیار ہی کہ اسقدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے اسواسطے کہ لوگ اس قدر سے عادۃً منع نہین کرتے ہین اور جو منع کرے وہ متعنت ہی اور ہمنے بیان کر دیا ہی کہ تعنت کرنے والا شرعاً تعنت سے منع کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو کوئلہ ہو جاوے تو کسی کو اسمین سے انگارا لینے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اسکی لا محالہ کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو راکھ ہو جاوے تو اسکو اختیار ہی کہ اسمین سے انگارا لے لے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلائی ہو مثلاً کھڑا درخت سلگا دیا جیساکہ جنگلون مین کرتے ہین بدون اسکے کہ پہلے اسکو اپنے حرز مین کرکے تب آگ جلائی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اسمین سے انگارا لیجاوے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ درصورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہو جاوے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے اپنے حرز مین کرکے پھر جلائی ہو حتے کہ لکڑی اسکی ملک ہوگئی ہو تو اس مین وہی تفصیل ہی جو ہم نے بیان کی یہ محیط مین ہی

دوسرا باب۔ شرب کی بیع و اُسکے متصلات کے بیان مین قال المترجم مسیل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنے بہے۔ مجری جس راہ سے جاری ہو۔ قال فی الکتاب اگر کسی شخص نے ایک بین مع دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہین جائز ہے اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اسکا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہے سو مشائخ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ شرب بیع مین مقصود ہو گیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اسواسطے کہ شرب مقصود نہین ہوا بلکہ تابع رہا ہے بدین وجہ کہ اسنے شرب کا کچھ ثمن نہین بیان کیا حتے کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یون کہتا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درہم کو فروخت کی اور اسکا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلا خلاف جائز نہوتی کیونکہ اس صورت مین شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہے اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع مین گذر چکے ہین اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحسانا اجارہ مین داخل ہو جائے گا اور اگر زمین خریدی اور اسکے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع مین داخل نہوگی اور اگر بیع مین شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہوگا اور مسیل نہین۔ اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اسکے واسطے ثابت ہے خرید کیا تو بیع مین شرب و مسیل دونون داخل ہو جاوینگی اسی طرح اگر زمین کو مع اسکے مرافق کے خرید کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے پانی پلا حتی کہ مین اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤن گا تو یہ جائز نہین ہے اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ مین کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کر دے اور پینے والے پر بمقابلہ اس انتفاع کے کچھ لازم نہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا بعوض اسکے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کرے گا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہونا یا اسی قبیل سے اور معاوضات مقرر کیے تو یہ سب باطل ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا پانی مع اسکی مجاری کے فروخت کیا اگر زمین فروخت نہ کی اور اس گانون کا رواج یہ ہے کہ پانی پر خراج پڑتا ہے اور پانی مع اسکی مجاری کے فروخت کیا جاتا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری پر خراج لازم نہوگا اور اگر بیع مین دونون نے مشتری پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہیے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہیگا اور خراج مین ہم عرف کا اعتبار نہین کرتے ہین اسواسطے کہ خراج کے معاملہ مین امام کی طرف سے ایسا حکم ہے پس عرف سے اسکا توڑنا ممکن نہین ہے۔ ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور اسپر قبضہ کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہین ہے الا اس صورت مین کہ بائع اول جائز رکھے کیونکہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ بیع کسی شی موجود پر واقع نہین ہوئی آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اسنے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ بیع کے وقت

پانی منقطع ہوا اسواسطے کہ بیع اُسپر واقع ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً حادث ہوتا جائے گا پس مسئلہ مذکورہ میں بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ شرب بائع اول کی ملک میں باقی ہے اور بعض نے فرمایا کہ بدون زمین کے فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہے پس جب اُسنے قبضہ کرکے شرب کو فروخت کیا تو جائز ہونا واجب ہے اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نہر دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں میں سے ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو میں ہے فروخت کی اور نہر کے اُس طرف ایک راستہ ہے اور بیعنامہ میں زمین مبیعہ کی جانب نہر کی حد میں راستہ بیان کیا تو شیخ ابو نصرؒ نے فرمایا کہ نہر بیع میں داخل نہوگی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ داخل ہوگی اور اسی پر فتوےٰ ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اور اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اسکو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کرکے اُسکو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر باندی ہو اور اُس سے وطی کر لی اور وہ حاملہ ہوگئی تو باندی مذکورہ مشتری کی ام ولد ہو جاوے گی اور مشتری پر اُسکی قیمت و عقر لازم ہوگا اور کتاب البیوع کی روایت کے موافق عقر لازم نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن میں سے حصہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ فتاوےٰ فضلی رحمہ اللہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور میں اُسنے ایک قطعہ ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں قطعوں کا مجریٰ ایک ہی ہے پس قطعہ بالائی کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجری سے روکا پس یہ مسئلہ فتاویٰ مذکور میں ذکر کیا مگر جواب ذکر نہ کیا اور حقیقت اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں یا تو دونوں قطعوں کا مالک ایک ہی شخص ہوگا یا مختلف ہونگے پس اگر ہر دو قطعات کے مالک مختلف ہوں پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع میں داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالۃً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہوگا اور اسمیں تاخر و تقدم کا کچھ اعتبار نہوگا اور اگر مالک ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع میں ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع میں داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہوگا لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ میرے واسطے اس مجری سے اپنے قطعہ زیریں میں پانی لیجانے کا استحقاق ہوگا تو استحقاق باقی رہے گا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو دونوں قطعہ کے خریداروں کو اپنے اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ہیں انہیں سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے مکان کی چھت پر

ع وہ جرمانہ جو نکاح صحیح کے خلاف وطی سے واقع ہو ۱۲

ہوکر بہتا ہو پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہو اسکو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے جو اسکو ثابت
ہو فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے چاہا کہ
دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اسکے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اسکو یہ اختیار ہو لیکن
اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان مین نے نہین فروخت کیا ہو
اسکے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہوکر رہیگا تو اس صورت مین منع نہین کر سکتا ہو نوازل
مین ہو کہ دو دار باہم ملاصق ہین ان مین سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہو اور دوسرا خراب ہو پس اس نے
خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ گرنے کی جگہ اور اسکے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی
خراب کھنڈل کے مکان مین ہو اور مشتری اسپر راضی ہوگیا تھا پھر اسنے ممانعت کرنی چاہی تو اسکو ممانعت
کا اختیار ہو لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی مسیل و برف ڈالنے کا حق
استثنار کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثنا تو جائز ہو مگر برف ڈالنے کا استثنا نہین جائز ہو اور فقیہ ابو اللیث رحمہ
نے فرمایا کہ اگر اسکے مکان کا پرنالہ اس دار مین ہو اور اسکے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہوگیا کہ یہ قدیم
ہو تو اسکی مسیل اپنے حال پر رہیگی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اسکے چھتوں کی مسیل دوسرے شخص کے دار کی
طرف ہو اور اس طرف اسکا قدیمی پرنالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکو منع کرے اور فتویٰ فقیہ
ابو اللیث رحمہ کے قول پر ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ نوازل مین ہو کہ ایک شخص کی چھت کا پانی اس کے
پڑوسی کی چھت پر با استحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اسکی درستی کرنا یعنی بنانا پڑوسی کے
ذمہ ہو اور وہ اسکے بنانے پر مجبور نہ کیا جائیگا جیسا کہ علو[1] اور سفل مین ہوتا ہو اور جسکو پانی بہانے کا
استحقاق تھا اس سے کہا جائیگا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا وہاں ایک ناودان[2]
رکھ لے تاکہ پانی اس کی راہ سے بہکر گرنے کی جگہ پر گرے یہ خلاصہ مین ہو۔ اور بقالی مین ہو کہ ایک شخص نے اپنی
زمین مع اسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملیگا وہ سب نہ ملیگا جو بائع کے
لیے تھا یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص کی زمین ہو اور اس زمین مین نہر خاص ہو پس اس نے نہر کو کسی شخص کے
ہاتھ فروخت کی تو اصل مین مذکور ہو کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے بیع مین داخل نہ ہوگا پھر
اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین مین ہوکر اپنے اطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جاوے تو بدون
رضامندی مالک زمین کے نہین جا سکتا ہو ہاں بیچ نہر مین ہوکر جاوے اور اگر نہر عامہ کے کنارے
کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین مین ہوکر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی اصلاح کے واسطے جانے کا
اختیار ہو مالک زمین اسکو منع نہین کر سکتا ہو بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوا دوسرا راستہ
نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک زمین مین ایک کنواں ہو اور زمین و کنواں ان دونوں دو شخصوں مین مشترک ہین

[1] نیچے کا مکان ۱۲ [2] پرنالہ جیسے سوراخ دار نل کے مثل ہوتا ہی ۱۲

پھر ایک نے اپنے کنوین کا حصہ مع اُسکے راستہ کے جو زمین مین ہوکر ہے فروخت کیا اور اپنا حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اُسنے قطعہ معلومہ مین سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اُس کے اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہے فروخت کیا پس بدون اجازت اُس کے شریک کے جائز نہ ہوگا جیسا کہ مشائخ نے دو شخصون کے درمیان مشترک دار مین فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو بیت معین مین سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہین جائز ہے پس ایسا ہی اس مقام پر ہے اور اصل مین یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہے اور یہ تفصیل نہین فرمائی کہ کنوئین اور راستہ دونون کی بیع ناجائز ہے یا فقط راستہ کی بیع جائز نہین ہے پس بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ بالاجماع کنوئین کی بیع جائز اور راستہ کی بیع ناجائز ہے اور شیخ الاسلام نے شرح مین کہا کہ یہی قول اصح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر نصف کنوان بغیر راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہے اور مشتری کے واسطے زمین سے ہوکر راستہ نہو گا اور اگر اُس نے کنوئین و زمین دونون مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین مین اُسکا حصہ آدھا ہے تو پوری بیع جائز ہے اس واسطے کہ مبیع معلوم ہے اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس بیع کے صحیح ہونے مین شریک کا کچھ ضرر نہین ہے یہ مبسوط مین ہے اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مشتری نے پانی کا وہ حصہ خرید اجس کو اُس کا مالک اپنے شریکون کے ساتھ گاؤن کے نیچے کی طرف[1] لیجاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینین گانون کے اوپر کی طرف ہین اور اسمین ضرر ہے تو فرمایا کہ اگر بائع نے مع اُسکی مجاری کے فروخت کیا ہے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جسکا شرب اس نہر مین سے ہے سینچے لیکن مشتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائیگا اور باقی شریکون کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہے گی یہ حاوی مین ہے

تیسرا باب۔ ان چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بناوے اور جنسے منع کیا جائیگا اور جن سے نہین کیا جائیگا اور جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ نہرین تین طرح کی ہین ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہو جیسے فرات و جیحون دوم نہر عام جو عام لوگون کی مملوک ہو جیسے نہر مرد و بلخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو۔ پس جو نہر عامہ کسی کی مملوک نہ اُس مین سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین مین لیجاوے بشرطیکہ دریاے مذکور کو ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بہ نسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولے ہے اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم مین سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھلے پس اگر عام لوگون کو مضر ہو تو نہین جائز ہے اور اگر انکو مضر نہو تو جائز ہے۔ ایک شخص نے نہر اعظم کے بہاؤ پر اپنی زمین مین ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہین پہونچتا ہے مگر اُسکے بعض پڑوسیون نے منع کرنا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور

[1] یعنے نہر کے بہاؤ مین خریدار کی زمین اول مین ہے اور بائع اپنا حصہ اس سے نیچے کی طرف لیجاتا تھا ۱۲ منہ
صورت ضرر سابق مین مذکور ہوئی ہے ۱۲ منہ

نہر مملوک جسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر شرکت عام ہی اور شرکت عام کے یہ معنی ہین کہ اُسمین سو یا زیادہ شریک ہین تو اُسکا حکم یہ ہی کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اُسمین سے نہر کھود کر اپنی زمین موات مین جسکو اُسنے زندہ کیا ہی لیجاوے تو وہ اس سے منع کیا جائیگا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہو اور جو نہر مملوک کہ اُسکا پانی بٹائی مین آچکا ہی مگر اُسمین شرکت خاصہ ہی اور شرکت خاص کے معنی یہ ہین کہ اُس مین سو سے کم شریک ہون تو اُسکا بھی یہی حکم ہی جو ہمنے نہر مشترک عامہ مین بیان کیا ہی کہ اگر اُسمین سے نہر کاٹ کر کوئی شریک اپنی زندہ کی ہوئی زمین مین لیجاوے تو منع کیا جائیگا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہو - اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگون کی طرف پانی جانے سے روک دین پس اگر پانی بکثرت ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے اور بند نہ کیا جاوے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہونچ جاوے تو اوپر والون کو بند کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر نہر مین پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کیے اپنا حق شرب نہین پا سکتے ہین تو اس مین دو صورتین ہین کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو نیچے والون کو اُس سے بالکل انتفاع حاصل نہو بلکہ نہر ہی اُس پانی کو چوس جاوے تو اوپر والون کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ درصورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کرین تو اوپر والے بند نہین کر سکتے ہین بلکہ پہلے یہی کیا جائیگا کہ نہر چھوڑ کر نیچے والے سیراب کیے جاوینگے پھر اسکے بعد اوپر والون کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کرلین تاکہ پانی انکی اراضی پر چڑھ جاوے اور امام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ہمارے مشائخ رحمہ اللہ نے استحسان کیا ہی کہ درصورتیکہ نیچے والے نہر بند کیے جانے سے انکار کرین تو امام المسلمین دن تقسیم کر دے گا پھر اوپر والے اپنی باری کے دنون مین جو چاہین کرین تاکہ نیچے والون سے ضرر دور ہو اور واضح ہو کہ جس صورت مین اوپر والون کے واسطے نہر بند کرنا روا ہی اسمین اُنکے واسطے یہی روا ہی کہ نہر کو مثل تختہ وغیرہ کسی چیز سے بند کرین اور یہ روا نہین ہی کہ مٹی سے بند کرین یہ محیط مین ہی- اور اگر باہم سب اسپر راضی ہوے کہ اہل نہر اُسکو یہان تک بند کرلین کہ اُنکی اراضی سیراب ہو جاوین تو جائز ہی اور اگر باہم اسطرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کرے تو بھی جائز ہے اسوجہ سے کہ نہر مین کبھی پانی اس قدر قلیل ہوتا ہے کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہی اور جنگل مین روان ہوتا ہی اُسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اوپر والون کو اختیار ہی کہ اس پانی کو بند کرلین اور نیچے والون کی طرف جانے سے روک دین لیکن اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حاجت سے زائد بقصد ضرر رسانی اہل زیرین کے پانی کو روکین اور اسی کو امام سرخسی رحمہ اللہ تعالی نے اختیار کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل مین آگیا تو مثل نہر مشترک کے ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک مین مذکور ہوا ہی ہان اگر کوئی بہتا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روے زمین پر پھیل گئی تو اس پانی پر جسکا ہاتھ پہلے پڑا اُسی کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اور اُسپر اُنکی اراضی ہون اور قوم مین سے

ایک شخص نے چاہا کہ اس نہر بین سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین بین جسکا شرب اُس نہر سے تھا یا ایسی زمین بین جسکا شرب اس نہر سے تھا لیجاوے تو بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی پس ایسی زمین بین جسکا شرب اس نہر سے نہین ہی کاٹ لیجانے کی صورت کا اسوجہ سے اختیار نہین ہی کہ وہ شریکون کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہی اور اسوجہ سے کہ وہ مشترک کنارۂ نہر کو توڑنا چاہتا ہی اور جس صورت بین کہ ایسی زمین بین لیجانا چاہے جسکا شرب اسی نہر سے ہی تو عدم جواز کی یہ وجہ ہی کہ وہ مشترک کنارۂ نہر کو توڑنا چاہتا ہی۔ اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر وہ جگہ جہان پن چکی قائم کرنا چاہتا ہی اُسکی ملک ہو مثلاً نہر کے دونون کنارے یا بطن نہر اسکی ملک ہو اور اُسکے غیرون کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر پن چکی قائم کرنے بین پانی کے اجرا بین ضرر ہوتا ہی تو وہ شخص منع کیا جائے گا اور اگر ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر نہر مذکور پر دالیہ یا سانیہ قائم کرنا چاہے تو اُسکا بھی وہی حکم ہی جو ہم نے پن چکی کی صورت بین بیان کیا ہی یہ محیط بین ہی۔ اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا بندان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنا کوہ بڑھالے اگرچہ اہل نہر کے حق بین مضر نہو اور اگر نہر اعظم بین کوہ ہو پھر اُس نے اپنی ملک بین ایک یا دو کوہے زیادہ بڑھالیے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہین ہی تو اُسکو اختیار ہی یہ کافی بین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہی جسمین نہر اعظم سے پانی آتا ہی اور قوم بین سے ہر ایک کا اس نہر بین معین کوہ ہی پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کر کے دوسرا کھول لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ بین ہی۔ اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فراتؔ و دجلہ و سیحان و جیحان اور یہ نہر خاص اُسکی خاص ایک زمین کے سینچنے کے واسطے ہی اُسمین اُسکا شریک نہین ہی اور وادی کبیر پر اور نہرین واقع ہین پھر شخص مذکور نے اپنی اس زمین کو خفیف سمجھکر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لیجاوے تو کتاب بین فرمایا کہ اگر یہ امر اُسنے پانی کی بڑھاو کی حالت بین کیا اور وادی کا پانی بہت کثرت سے ہی کہ نہرون والے اس پانی کے جو یہ شخص لیے جاتا ہی محتاج نہین ہین اور اُن کو مضر نہین ہی تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہان چاہے لیجاوے اور اگر وادی کے نہرون والون کو ضرر پہونچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس زمین کے سوائے دوسری زمین کی طرف پانی لیجاوے یہ فتاوے قاضی خان بین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی مشترک نہر بین ہی پھر اُسنے چاہا کہ اُسکو پست کردے اور زمین بین اُگار دے تاکہ پست ہو کر پانی زیادہ بھرے تو کتاب بین مذکور ہی کہ

ـــــــــــــــ

له دالیہ بمانند ڈھینکلی اور سانیہ اس سے چھوٹا ہوتا ہی ۱۲ منہ سله یہ نام بڑے بڑے دریاؤن کے ہین فرات و دجلہ شام بین وسیحان و جیحان بھی شام بین ہین و جیحون وسیحون تاتار بین ہین اور ظاہر اجن جنگلو بین بہتے ہین انکو بھی اسی کے نام سے بولتے ہین قال الخطیب سه ولم اریہا مثل دجلۃ وادیا۔ یعنی بین نے دنیا بین مثل دجلہ کے کوئی وادی نہین دیکھی پس دجلہ وادی ہی اور دریا بھی ۱۲

اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس اُگارنے مین اپنی ملک مین پینے کو وہ بین تصرف کرتا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ پست تھا اور ریت آجانے سے پٹ کر بلند ہو گیا تھا پس وہ اُگارنے و پست کرنے مین یہ چاہتا ہی کہ اُسکو حالت سابقہ پر لاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اور اب اُسکو پست کرنا چاہتا ہی تو اس سے منع کیا جائے گا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہی کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہی اُسکو بلند کرے تاکہ اُسکی زمین مین پانی کم آوے تو اُسکو یہ اختیار ہی اور بنا بر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہی کہ جیسا دراصل تھا ویسا کردے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل مین تھا اُس سے متغیر کردے تو منع کیا جائے گا اور شیخ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے نزدیک اصح یہ ہی کہ وہ کسی حال مین منع نہ کیا جائے گا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک شخص نے اپنا کوہ چوڑا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اسمین اُس کے حق سے زائد پانی جائیگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر نیچا و نہر کا اُگارنا چاہا تو جائز ہی اور اگر نہر کا چوڑائی زیادہ کرنا چاہا تو نہین جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نہر مرو جو ایک بڑی نہر ہی اور مرو مین اہل مرو کے اس نہر مین حصون کے کنوئیں ہین اور وہ معروف ہین پھر ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکا شرب اس نہر سے نہین ہی پس اُس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جسکا کوئی مالک نہین ہی ایک نہر کھودی اور اس نہر عظیم سے اُسمین پانی پہونچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اُسنے نئی تیار کی ہی اہل مرو کے پانی کے حق مین کھلا ہوا ضرر دیتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور وہ اس بات سے منع کیا جائیگا سلطان اُسکو منع کردے اور اسی طرح ہر شخص اُسکو منع کرسکتا ہی اسواسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہی اور عوام مین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ذات سے ضرر دفع کرے اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق مین مضر نہو تو اُسکو ایسا کرنے کا اختیار ہی منع نہ کیا جائے گا۔ اسواسطے کہ وادی عظیم مین جو پانی ہی وہ اصلی اباحت پر رہے گا اور جب تک تقسیم مین داخل نہو تب تک کسی کا حق نہوگا اسی واسطے مسئلہ کو اس طرح مفروض کیا کہ اُس نے مرو کے اوپر سے نہر کھودی ہی اور اگر اُن لوگون کے حق مین مضر ہو تو ہر شخص کو اس بات سے منع کیا گیا ہی کہ دوسرے کو ضرر پہونچاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اُس نے چاہا کہ اُسپر پُل باندھکر اُسکو مضبوط کرے تو اُسکو اختیار ہی اور اگر اُسپر پُل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اُس نے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اُسکو توڑدے پس اگر اُسکے توڑنے سے اسمین پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اُسکو اختیار ہی کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہی اور اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکا کے اُسکو ممانعت کیجائیگی یہ کافی مین ہی۔ اور مین نے دریافت کیا کہ

دو شخصوں[1] کی مشترک نہر جسکے نہر اعظم سے پانچ کوہ ایک قوم مین مشترک ہر ایک کی ایک نہر جنمین سے بعض کے دو و بعض کے تین کوئین ہین پس نیچے والون نے اوپر والون سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو اسواسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمھارے دہانون مین پانی زیادہ جاتا ہو اور ہمارے یہان تک جسقدر پانی پہونچتا ہو وہ تھوڑا اور نیچاؤ ہوتا ہو پس ہم چاہتے ہین کہ تم لوگ بھی اسیقدر کمی کرلو اور ہم تمھارے سینچنے کے واسطے چند ایام معلومہ مقرر کردین کہ اُن دنون ہم اپنے کوئین بند رکھا کرین اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کردو کہ ان دنون تم اپنے کنوئین بند رکھا کرو تو فرمایا کہ انکو یہ اختیار نہین ہو اور جس طرح چلا آتا ہو اُسی حال پر چھوڑا جائے گا کیونکہ ایکبار اُسکی تقسیم ہو چکی پس بعض کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہو کہ جو امر قدیمی پایا جاوے وہ اُسی طرح چھوڑ دیا جائیگا اور اُسمین تغیر بدون کسی حجت کے نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر نیچے والے لوگون نے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ نہر کا دہانہ چوڑا کردین اور اُس مین زیادہ کنوئین بنا دین اور اوپر والون نے کہا کہ اگر تم لوگون نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہو جائے گی جس سے کہ ہماری زمین مین سیلان ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہو جاوے گی تو بھی نیچے والون کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہوگا[2] اور اگر انہین سے کسی شخص نے ہر روز کے حساب کوئی کنوئین بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہین جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کرکے اسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا پس اگر اُسنے اسطور سے جاری کر دیا تھا کہ پانی اسکی زمین مین نہین ٹھہرتا تھا بلکہ جاکر پڑوسی کی زمین مین قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین ٹھہر کر وہان سے کچھ دیر بعد تجاوز کرکے پڑوسی کی زمین مین جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اُس سے کہدیا ہو کہ درمیان مین مضبوطی و بندش کرے تاکہ میری زمین مین پانی نہ آنے پاوے مگر اس نے بندش نہ کی تو استحسانا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پیشتر نہین کہا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اُنچائی پر ہو اور پڑوسی کی نچائی مین ہو اور وہ جانتا ہو کہ اگر مین نے اپنی زمین مین پانی دیا تو پڑوسی کی زمین مین تجاوز کر جائیگا تو ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درمیان مین بندان باندھدے تاکہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بندان نہ باندھے تب تک اُسکو سینچنے سے ممانعت کیجائیگی اور اگر اُسکی زمین اُنچائی پر نہو تو منع نہ کیا جائے گا اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عامہ کتب مین یون مذکور ہو کہ اگر اُسنے غیر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی زمین مین سوراخ و چھید ہون پس اگر اُس نے چھیدون کو جانکر بند نہ کیا ہو یہان تک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہو گئی تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سوا دوسرے وقت مین سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر مین نہر کی برداشت سے زیادہ پانی جاری کر دیا یا پانی کو کسی نہر یا موضع کی طرف روان کر دیا جہان روان کرنے کا استحقاق نہین ہو یا ایسی صورت مین

[1] کذا فی الاصل و تحریر ہا فی المقدمۃ ۱۲ [2] یہ مسئلہ مختلف وضع کے ساتھ اپنے اپنے مناسب موقع پر ذکر ہو چکا ہو ۱۲

مین نہر کو بند کر دیا جسمین اسکو بند کرنے کا استحقاق نہین ہی اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوا یا اُس نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا یہان تک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اُسنے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کر دیا تو اِن سب صورتون مین یہ شخص ضامن ہوگا کہ اسنے تعدی کی ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور بہت سیرابہ پھر اسکا پانی دوسرے شخص کی زمین مین تجاوز کر گیا اور اُسکو غرق کر دیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ اُس نے معتاد سینچنا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہون اور اگر اُس نے غیر معتاد سینچا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین چوہے کے بل ہون کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کر گئے ہون پس اُن سوراخون کی راہ سے پانی گیا اور اُسکی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس شخص کو چوہون کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہوگا کیونکہ اُس نے تعدی نہین کی ہی اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے تعدی کی اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہر کا دہانہ کھولا اور نہر مین سے پانی بہکر اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے نہر مین اس قدر پانی روان کیا جس قدر عرف وعادت کے موافق ایسی نہر مین جاری کیا جاتا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی روان کر دیا جسقدر ایسی نہر مین عرف وعادت کے موافق نہین روان کیا جاتا ہی تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین مین گھاس یا کٹے ہوئے ٹھٹے جلائے پھر آگ دامین یا بائین جھٹک گئی اور اُس نے کسی غیر کے مال مین سے کچھ جلا دیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ اس سبب کے برانگیختہ کرنے مین متعدی وظالم نہین ہی اسواسطے کہ ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ملک مین مطلقاً آگ جلاوے اور اپنی ملک مین مالک کا تصرف کرنا بشرط سلامتی[له] متقید نہین ہوتا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب آگ جلانے کے وقت ہوا بند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی کہ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ یہ جانتا تھا کہ یہ ہوا اس آگ کو غیر کی ملک مین اُڑا لیجائے گی تو یہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ اس صورت کے کہ اُسنے غیر کی ملک مین آگ جلائی کہ اس صورت مین ضامن ہوتا ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی نے اپنے پرنالہ مین کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہی کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہی پس یہ چیز جو اُس نے بہائی ہی اُس شخص کے کپڑون پر پڑی تو جس نے بہائی ہی وہ ضامن ہوگا اگرچہ اُسنے اپنی ملک مین بہائی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ نوازل مین ہی کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین مین جاری ہی پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب کر دی تو زمین کے مالکون کو اختیار ہی کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کرین کہ نہر کی عمارت درست کرو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہین کر سکتے ہین یہ خلاصہ مین ہی۔ ایک شخص نے پن چکی کی نہر مین ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اُسکو بہا لیجا کر

له یعنی یہ شرط نہین ہوتی کہ مالک اپنی زمین مین اس طرح تصرف کرے کہ غیر کی طرف ضرر متعدی نہو بلکہ ایسے تصرف مین ہی کہ جسکا عام ضرر ظاہر نہو جیسے چمڑا سڑانا وغیرہ کہ یہ درحقیقت دوسرون پر ضرر ہی ۱۲

بہہ لیگیا پس اگر نہر کو اُگارنے کی احتیاج نہ پڑے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُگارنے کی احتیاج پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہے۔ اور واضح ہو کہ در صورتیکہ نہر اگارنے کی احتیاج نہیں پڑی ہے۔ مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہیں قرار دیا اسواسطے کہ یہ اُسکی قوت کی دلیل ہے اور چاہیے کہ یوں کہا جاوے کہ جیسے اُسنے بکری مردار ڈالی ہے ویسے ہی پانی میں بیٹھ گئی اور ٹھہری پھر بہہ گئی تو ہر حال میں اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ و کبرے میں ہے - ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر میں رواں رہنے دیا یہانتک کہ اُسکی زمین سے آگے تجاوز کر گیا اور حال یہ تھا کہ نیچے کی طرف نہر میں کسی شخص نے مٹی ڈالدی ہے پس پانی رُک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑ کر پانی تجاوز کر گیا اور ایک شخص کی روئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے نہر میں مٹی ڈالدی ہے۔ اور جسنے نہر میں پانی چھوڑ دیا ہے اُسپر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ نہر میں اُسکا حق ہو یہ خلاصہ میں ہے - ایک شخص کی نہر ایک شخص کے دار کے قریب ہے پس اُسنے نہر میں پانی جاری کیا اور پانی ایک بل میں ہو کر پڑوسی کے گھر میں داخل ہو گیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسقدر پانی جاری کیا جسکو نہر برداشت کر سکتی ہے اور بل چھپا ہوا تھا اور اگر بل نہوتا تو پڑوسی کے گھر میں پانی نہ جاتا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی نہ بہایا جسکو نہر برداشت نہیں کر سکتی ہے اور پانی تجاوز کر کے اِس پڑوسی کے دار میں چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر بل ظاہر ہو اور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز کر کے اُس بل سے پڑوسی کے گھر میں چلا جائیگا تو ضامن ہوگا۔ یہ فتاوےٰ قاضی خان میں لکھا ہے - ایک شخص نے اپنا درخت جو نہر کے کنارے لگا ہے قطع کیا اور مٹی نہر میں گری اور اُسکو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا تاکہ وہ نہر میں پانی جاری کر دے کہ مٹی تر ہو جاوے اور اُسکا اُگارنا آسان پڑے پھر مزدور سو گیا یہانتک کہ نہر بھر گئی اور پانی تجاوز کر کے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہوگی اور نہ درخت کاٹنے والا سو اگر درخت نے جھکر نہر کے دونوں جانب گھیر لیے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن ہوگا اور اگر نہر کے دونوں کنارے تک نہ پہونچا ہو بلکہ راہ کھلی ہو تو کاٹنے والا ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ جواہر کردری میں ہے۔ فتاوےٰ عتابی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے نہر کا پانی کھول کر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اُسمیں پانی نہ تھا پھر پانی آگیا تو ضامن نہوگا اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر شریکوں کی نہر بند کر دیں یہانتک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہو گیا اور ایک شخص کا رُوئی کا کھیت غرق ہو گیا یا ایک شخص نے نہر میں پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہریں نکلی ہوئی ہیں جنکے دہانے کھلے ہیں پس ان دہانوں سے پانی بھرا

ك مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ نہیں کہ اگر نہر میں اسکا کچھ حق نہوتا تو پانی جاری کرنے سے ضامن ہوتا کیونکہ پانی تو جاری تھا بلکہ تاوان صرف اسوجہ سے ہوا کہ اُسنے نہر کا دہانہ کھولا ہے یا اسوجہ سے کہ اُسنے تا حق اپنی زمین سینچ لی جیسے اوپر گذرا فافہم لیکن بقول ظاہر زیادہ راہ اسپر ضمان کا فتویٰ نہیں ہے ۱۲ ملسلہ جسمیں روئی [illegible] تھی ۱۲

اور کسی شخص کا کھیت برباد ہو گیا تو دونون صورتون مین ضامن ہوگا اور فتاوے صغرے مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا بایں طور کہ اُسکے شرب سے اپنی زمین سینچ لی تو امام بزودی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح مین امام سرخسی نے ضمان شرب کی صورت یون ذکر فرمائی ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر شرب کی بیع جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریدا جاتا پس وہی مقدار ضمان ہے اور امام خواہرزادہ رہ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ خلاصہ مین ہے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار مین (قال وھو الاشبہ ۱۲) پانی کا مجری ہے اُسنے اُسکو تحویل کر کے اپنے دار کے ایک کنارہ پر کر دیا پس اس وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار منہدم ہو گئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار نمناک ہو گئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہے خواہ اُسنے جگہ چھوڑی یا نہ چھوڑی ہو اس سبب سے کہ اُسنے مجری کی تحویل کرنے مین ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق مین تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہوا اُس کا وہ ضامن ہے اور اگر اُسنے مجری اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اُسنے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اُسنے جدید مجری و پڑوسی کی دیوار کے درمیان بقدر دگز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جو اُسنے اپنی ملک مین پیدا کی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ یعنی جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب اُسنے نہر سے پانی ایسی جگہ سے نکالا ہو جہان سے نکالنے کا اُسکو استحقاق نہین ہے اور اگر اُسنے ہر دو کنارہ نہر کو (یعنی کوئی کنارہ ۱۲) ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہان اُسکو استحقاق ہے اور وہان سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار جار کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک زمین ایک نہر عام کے کنارے واقع ہے یا دریاے فرات کے کنارے (ملہ ۱۲) واقع ہے اور عام لوگون کو اس زمین مین ہو کر سینچنے (قد مرت المسئلۃ ۱۲) و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہے تو مالک زمین کو یہ اختیار نہین ہے کہ اُنکو منع کرے بشرطیکہ سواے اس زمین کے اُنکا کوئی راستہ نہو یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہے اُسکا شرب اسی نہر سے ہے پھر اُسنے دوسری زمین خریدی جسکا شرب اس نہر سے جو اُسکے زمین اول کے پہلو مین واقع ہے نہین ہے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی زمین مین سے دوسری زمین کیطرف پانی جاری کرے یا دوسری زمین کو بجاے پہلی زمین کے قائم کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسری زمین مین جو درخت مین یا کھیتی ہے اُنکو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی (ملہ) زمین پانی سے بھر جاوے اور اُس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کی طرف پانی کھولدے پھر ایسا ہی مرۃ بعد اخری کئی بار کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کے دار مین واقع ہوا اور صاحب نہر کو اُسکے اُگارنے کی (قد مرت المسئلۃ ۱۲) ضرورت ہوئی پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر چلکے

ملہ قال المترجم تاویل اس مسئلہ مین یہ ہے کہ نہر مشترک مین باری کے دن بٹے ہوئے ہین پس جس دن اُسکی باری ہے اُس دن نہر کا وہ پانی لے سکتا ہے اور اسکے لینے کی صورت یہ ہے جو بیان کی ہے لیکن شرب مین بعضے نزدیک یہ مشروط ہے کہ ضرورت سے زیادہ نہین لے سکتا ہے اور بعضے نزدیک اس حکم مین تامل ہے یا یہ تاویل ہے کہ جس زمین مین درخت و کھیتی ہے اُسکا شرب بھی اسی نہر سے ہے و اللہ اعلم ۱۲ منہ

تو جاوے اور اگر نہ جاسکے تو مالک وارسے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دے یا تو اسکے مال سے اسکی نہر اگرادے یہ غیاثیہ مین ہی- ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہی اُسنے نہر کی اصلاح کیواسطے دوسرے کی زمین مین داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جاسکتا ہو تو جاوے اور یہی حکم کاریز کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول کے موافق ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کیواسطے حریم نہین ہی پس نہر کے کنارے جو بند آب ہی وہ مالک زمین کا ہوگا پس اُسکو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہی پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہوکر جاوے بخلاف اسکے اگر مسلمانون نے چاہا کہ مشرعہ[1] سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین مین ہوکر جاوین اور سوا اسکے اُنکے واسطے کوئی راستہ نہین ہی تو اُنکو اختیار ہی اور نوازل مین مذکور ہی کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہوکر نہ جاسکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو اجازت دیدے کہ وہ اُسکی زمین سے ہوکر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اسکی نہر کو خود درست کرے یہ محیط سرخسی مین ہی- اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی پس ایک نے اُسمین بندش بنادی یعنی پانی روک دیا پس اُسکے شریک کی بعضی کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہوگئی اور بعضی پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہوگئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہوگئی اُسکا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہی اُسکا ضامن نہوگا- اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کردیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی چڑھا اور ایک شخص کی زمین مین پہونچکر اُسکی کھیتی خراب کردی تو مسئلہ مین دو صورتین ہین یا کسی شخص نے پانی جاری کردیا ہی یا پانی خود جاری ہوگیا ہی پس اول صورت مین پانی جاری کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت مین بند کرنے والے پر ضمان وجب ہوگی[2] ایک شخص نے نہر عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین لوگون کی نکالی ہوئی ہین جن کے دہانے کھلے ہوے تھے پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی گیا اور اسوجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہوگئین تو یہ شخص ضامن ہوگا گویا اُسنے ان نہرون مین خود پانی جاری کیا ہی یہ محیط مین ہی- نوادر مین ہی کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی واقع ہین ہر ایک کی دس جریب ہی اور اس سے ایک شخص کے حصہ مین اسکی زمین کی ضرورت سے زائد پانی ہی اور شریکون کو اس مقدار سے زاید حاجت ہی تو اُسکے شریک لوگ پس زائد کے مستحق ہین تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری زمین کی طرف روان کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہین ہی کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی مین سے ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسوان حصہ یا اس سے کم و بیش حصہ ہو اور اُسنے اپنا اسقدر حصہ اپنی خاص نہر مین لے لیا تو اس صورت مین اُسکو اختیار ہی کہ اس پانی کو چاہے اپنی جسقدر زمینون مین پہونچاوے اور اگر اسکو اس پانی کی طرف حاجت نہو تو اُسکے شریکون کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی- ایک نہر چار آدمیون مین مشترک ہی مثلاً زید و عمرو و بکر و خالد کے درمیان مشترک ہی اور راس

---

[1] جہان سے پانی پینے کی جگہ ہو ۱۲ [2] یعنے جیسے خود جاری کرنے مین ضامن ہوتا ہی ویسا ہی یہ بھی ہی ۱۲

نہرین سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اسکی زمین مین ہو اور زید کے پانی لینے کے دہانہ سے قریب عمرو کا دہانہ ہو اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہو اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہو پس اگر خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اسکا پانی بکر کے واسطے ہوگیا اور اگر خالد و بکر دونون نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو ان دونو کا پانی عمرو کے لیے ہوگیا اور اگر خالد و بکر و عمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب کا پانی زید کے واسطے ہوگیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا باقیون نے نہین تو بکر کا پانی فقط خالد کیواسطے ہوگا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اسکا پانی بکر و خالد دونون کے واسطے بحساب ہر ایک کی مساحت جریبی زمین کے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک مجری پانی کا ڈھانک دیا گیا تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر یہ بات قدیمی ہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہوگا کہ جسنے ڈھانکا ہے اسکے اس کے کھولنے و ڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کرین یہ حاوی مین ہے۔ کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ مین جاری ہے وہ سال مین دو بار اگاری جاتی ہے اور کوچہ مین بہت مٹی جمع ہو جاتی ہے پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر رہتی ہو اس سے تجاوز نہ کرتی ہو تو اہل کوچہ کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اٹھا لینے کی تکلیف دین اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہوگا کہ اہل نہر کو مٹی اٹھا لینے کی تکلیف دین۔ ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہے پس اہل نہر نے اسکو اگروایا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اس شخص کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو مٹی یہان سے منتقل کرنے کا حکم دے۔ بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ مین ایک شخص کے دروازہ کے پاس ہے پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہونچتا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہے کہ اس کنوئین کو پاٹ دے قال المترجم ہو الصحیح۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب مین تفصیل ہونی چاہیے ہے کہ اگر یہ کنوان قدیمی ہو تو اسکو یہ اختیار نہین ہے اور اگر جدید ہو تو اسکو اختیار ہے قال المترجم خوف تلف کے مقابلہ مین جواب وہی ہے جو بعض مشائخ نے فرمایا ہے فافہم ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین واقع ہے پس جب وہ شخص اپنا کنوان اگروا دے تو اسکو دوسرے کے دار مین مٹی ڈالنے کا استحقاق نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے ایک شخص نے نہر کا کنارہ خراب کر دیا اور اسوقت مین پانی منقطع تھا پھر پانی آگیا اور جہان سے اس شخص نے کنارہ خراب کر دیا ہے وہان سے ایک شخص کی زمین مین گیا اور زمین کو ضرر پہونچایا یا زمین مین کھیتی تھی اسکو خراب کر دیا تو فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر پانی خود جاری ہوگیا ہے تو خراب کرنے والا ضامن ہوگا جبکہ یہ نہر عامہ ہو اسواسطے کہ وہ شخص نہر کا کنارہ توڑنے مین جو اس بربادی کا سبب ہے ظالم ٹھہرا ہے اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہے تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہوگا بلکہ جاری کرنے والا اور کھولنے والا دونون ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے ابو اللیث مین لکھا ہے کہ ایک بڑی نہر ہے ایک گانون والون کی اسمین سے دو نہرین چھوٹی ہین اور ان دونون مین سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہے پھر ایک پن چکی گھر خراب ہوگیا یعنی گر گیا اور اسکے مالک نے چاہا کہ جبتک اپنا پن چکی گھر تیار کرے تب تک اسی نہر کا سب پانی دوسری نہر مین

جسپر دوسرا طاحونہ یعنے پن چکی خانہ ہی روان کرے حالانکہ اس سے دوسرے پن چکی گھر کو ضرر پہونچے گا تو اسکو یہ اختیار نہین ہی اسواسطے کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا ضرر اسطرح دور کرے کہ دوسرے کو ضرر پہونچے اور اسی فتاوے مذکور مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے بستان مین ایک حوض ہی جس مین ایک قوم کا روزمرہ کے استعمال کا پانی بہکر جمع ہوتا ہی اور وہ شخص ان لوگون کے مجری کا مقر ہی یعنے اقرار کرتا ہی کہ ان لوگون کا مجری اسطرح ہی اور یہ بھی اقرار کرتا ہی کہ ان لوگون کا پانی اس مین آکر جمع ہونے کا قدیمی حق ہی اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اسکی عمارت کو ضرر پہونچا پس اُسنے چاہا کہ ان لوگون کو حوض مذکور مین پانی بہانے سے منع کرے یہان تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کرین پس اگر حوض مین کوئی ایسا عیب ہو جسکی وجہ سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہی یہ محیط مین ہی اور اگر نہر کا کنارہ شق ہوگیا اور اُس سے پانی بہتا ہی کہ لوگون کو اُس سے ضرر پہونچتا ہی تو اہل نہر کو حکم دیا جائیگا کہ اُس کو درست کرین یہ خزانۃ المفتیین مین ہی فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہو اور اہل کوچہ مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اسمین سے پانی اپنے دار مین لیجاوے اور اپنے بستان مین جاری کرے تو پڑوسیون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس کام سے منع کرین اور اُسکو بھی اختیار ہی کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہین تو اُنکو منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کر لیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مین نے ایسا جدید کیا ہی تو اہل کوچہ کو اُسکی ممانعت کا اختیار ہی اور اگر یہ حق اُسکو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نہ کیا جائیگا جیسا کہ کوچہ مذکور مین اگر ظلہ یعنے چھجا قدیمی ہو تو اُسکا حکم ہی۔ اور یہی فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک گانون مین ایک شخص کو متفرق مقامات پر پانی روک کر بمقدار معلوم لینے کا استحقاق ہی پس اُسنے چاہا کہ مین اس سب کو جمع کر لون اور ایک رات دن لے لیا کرون تو اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ جمع کرنے مین وہ اپنے حق مین تصرف کرتا ہی اور ایسا کرنے مین شریکون کا کچھ ضرر نہین ہی اسی طرح اگر گانون مین دو شخصون کے واسطے ایک نہر دیہ سے ایک روز کا شرب ہو اور دونون نے چاہا کہ ہم دونون اپنا پانی ایکہی روز مین لے لیا کرین تو دونون کو یہ اختیار ہی اور شریکون کو اختیار نہین ہی کہ ان دونون کو منع کرین یہ محیط مین ہی۔ پانی پینے یا چوپاؤن کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہے اُسپر ایک شخص کا قدیمی چہ بچہ ہی وہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین داخل ہوگیا تو شیخ ابوبکر نے فرمایا کہ اسمین قدیم و جدید کا کچھ اعتبار نہین اُسکو حکم دیا جائے گا کہ اُسکو دور کرے اور اگر اُسنے نہ مانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ دور کرادے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سینچنا چاہا پھر اُسکو زبردستی کسی نے روکا یہان تک کہ کھیتی ضائع ہوگئی تو منع کرنے والا ضامن نہوگا جیسا کہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہونچنے سے روک لیا یہان تک کہ مویشی ضائع ہوگئین تو وہ ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہی زید و عمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہی اُسپر دونون کا لدان ہی پھر زید نے برضامندی عمرو کے یہ دیوار دور کر دی پھر برضامندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنائی کہ زید کے دار مین جو نہر ہی وہ مجھے عاریت دیدے

سلہ چہ بچہ ایک مضر چیز ہی تو کوچہ مین سے ایسی مضر چیز کا دور کرنا لازم ہی اور اس مین قدیمی کا اعتبار نہین ہی ۱۲

تاکہ بین اپنے داربین اُس سے پانی جاری کردن اوراُس سے اپنا پائین باغ سینچون پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دیدی پھر زید کی راے بین آیا کہ اُسکو مجری مذکور نہ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ عاریت عقد لازم نہین ہی لیکن اس صورت بین یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جسنے دیوار بنائی ہی عمارت دیوار کا نصف مالک خرچہ دیدے یہ فتاوے قاضی خان بین ہی۔ عیون بین لکھا ہی کہ ایک شہر بین ایک نہر ہی جسکو امام المسلمین نے لوگون کے پانی پینے و جانورون کے پلانے کے واسطے جاری کیا ہی پھر بعض لوگون نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگا دین پس اگر اس بات سے اہل شفہ کو ضرر نہ پہونچے تو روا ہی اور اگر اہل شفہ یعنے پانی پینے و پلانے والون کو ضرر پہونچے تو روا نہین ہی اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہو پس اگر راستہ کے حق بین مضرت نہو تو روا ہی مگر لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ محیط بین ہی۔ ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہی ایک شخص کے باغ بین ہوکر گذری ہی تو باغ والے کو اختیار ہی کہ نہر مذکور کے دونون کنارون پر درخت جماوے لیکن اگر ان درختون کے بڑھنے و موٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہو جاوے گی تو اسوقت اُسکو حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو جڑ سے قطع کرے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے اسقدر کشادہ کردے کہ جتنی تھی بدین طریق کہ اصحاب نہر کے حقوق بین تفاوت نہ آوے تو ہوسکتا ہی کہ یہ حکم نہ دیا جاوے یہ خزانۃ المفتین بین ہی اور شیخ شداد رح سے روایت ہی کہ اگر عام نہر پر کسی شخص نے مسلمانون کی منفعت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو اختیار ہی یہ محیط بین ہی۔ ایک نہر ایک شخص کے دار بین ہوکر جاری ہی اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہی پھر اُسنے اس نہر کے کنارے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختون کی جڑون کی راہ ه سے دوسرے شخص کے دار کیطرف پہونچا اور رفتہ رفتہ اُس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ درخت حریم نہر پر نہین جمائے ہین تو اُسکو ان درختون کے قطع کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر درختون کی جڑین پڑوسی کے دار بین داخل ہوگئی ہون تو اسپر انکا قطع کرنا واجب ہوگا اور اگر اُسنے قطع نہ کیے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ انکو قطع کرے یہ فتاوے قاضی خان بین ہی۔ اور اگر نہر خراب ہوگئی ہی اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین بین گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کرین تو وہ شخص اپنی زمین فروخت کرنے پر کسی حال بین مجبور نہ کیا جائیگا یہ غیاثیہ بین ہی۔ اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین بین جاری ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل نہر کو ضرر نہ پہونچے اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو منع کردین اور اگر بطن نہر دونون جانب اُسکے اس شخص کے ہون تو اُسکو سینچنے کا اختیار ہی اگرچہ اہل نہر کے حق بین ضرر پہونچتا ہو کذا فی المحیط

چوتھا باب۔ شرب کے مقدمہ بین دعوے و اُسکے متعلقات و گواہی کی سماعت کے بیان بین۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعوی کیا تو قیاساً سماعت نہوگی اور استحساناً سماعت ہوگی یہ

ه قدمت المسئلة فیما تقدم ۱۲ ه یعنے اسکو شرب کا حق نہین ہی ۱۲ ه جبتک اہل نہر منع نہ کرین ۱۲

محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین مین ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اسمین پانی جاری کرنے سے منع کرے پس اگر وقت خصومت کے مالک نہر کی زمین کیطرف نہر مین پانی جاری ہو یا یہ معلوم ہو کہ قبل اس کے اس نہر سے پانی جاری ہو کر اسکی زمین مین جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کیجائیگی الا اُس صورت مین نہ کیجائیگی کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی اور اگر وقت خصومت کے اسمین پانی جاری نہ ہوا ور نہ یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے صاحب نہر کی زمین مین اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعوی پر ڈگری کیجائیگی الا اس صورت مین نہ کیجائیگی کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی منتقی مین ہی کہ ہشام نے کہا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نہر عظیم سے ایک گانؤن والون کا شرب ہی اور یہ گانؤن والے داخل شمار نہین ہین پھر نہر کے اوپر کیطرف ایک قوم نے نہر کو روک دیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہی اور ہمارے قبضہ مین ہی اور نیچے والون نے کہا کہ نہین بلکہ وہ سب ہماری ہی تمہارا اسمین کچھ حق نہین ہی تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والون کی طرف اسمین پانی جاری ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی جیسی جاری ہے ویسی ہی جاری رہیگی اور اوپر والون اور نیچے والون سب کا شرب اسی نہر سے رہیگا جیسا کہ پہلے تھا اور اوپر والون کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور کو نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کرلین - و اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگون سے پانی منقطع ہو لیکن معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والون نے نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہی یا نیچے والون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اسکو اوپر والون نے بند کیا ہی تو اوپر والون کو حکم دیا جائیگا کہ روک توڑ دین اور نیچے والون کی طرف جاری ہونے دین - اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس نہر سے اوپر والون و نیچے والون کا شرب کیونکر تھا مگر اسقدر علم ہی کہ سب کا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے پورے اپنے قبضہ کا دعوی کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا اور کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہین پائی جاتی ہی تو یہ نہر ان سب مین مشترک قرار دیجائیگی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت اراضی کے ہوگی - پھر مین نے امام محمد رح سے کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار مین داخل نہین ہین اگر انہین سے بعض نے اس نہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص یہان معلوم کے واسطے ہی جسکے لوگ شمار مین داخل نہین ہین پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعوے و گواہی سے اس نہر کی ان گانؤن والون کے نام ڈگری کر دیجائیگی حالانکہ مدعا علیہم اسقدر ہین کہ وہ شمار مین داخل نہین ہین انہین سے بعض مدعا علیہ حاضر ہوے ہین حالانکہ انہین بالغ و نابالغ سب ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بمنزلہ مسلمانون کے کوچہ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص ہماری ہی اورون کی نہین ہے تو یہ لوگ اسکے مستحق ہو جاوینگے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانون کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائیگی اور قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کریگا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہو جو شمار مین داخل ہین تو ان مین سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نہ کریگا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہی فقط اسی پر ڈگری کریگا یہ محیط مین ہی - ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین جاری ہی دونون نے اسکے مناۃ یعنے بند آب یعنی کنارے

بلی پڑی ہین جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اُسکا دعوے کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کے قبضہ مین ہی تو مالک زمین کے نام اُسکی ڈگری کیجائیگی اُسکو اختیار ہوگا کہ اُسمین جو کچھ اُسکا جی چاہے درخت لگاوے و زراعت کرے اور مالک نہر کو ممانعت کیجائیگی کہ اُسپر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اُسپر آمد و رفت رکھے مگر مالک زمین اُسکو منہدم نہین کر سکتا ہی اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دیجائیگی کہ اُسپر وہ اپنی نہر کی کیچڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہی کہ صاحبین کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہی پس اسکا حریم اسکے قبضہ مین ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہی پس اُسی کا ہوگا اور امام اعظم کے نزدیک نہر کا حریم نہین ہوتا ہی پس مسناۃ کسی کے قبضہ مین نہین قرار دیجا سکتی ہی لیکن مسناۃ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہی اسواسطے کہ مسناۃ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہی جیسے زمین ہوتی ہی اور نہر اس کام کے لائق نہین ہی اور جب دو آدمی ایسی چیز مین تنازع کرین جو دونون مین سے کسی کے قبضہ مین نہو مگر دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہی جسمین جھگڑا ہی موجود ہی تو جسکے قبضہ مین جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہی اُسکے نام اس چیز کی ڈگری کر دیجائیگی چنانچہ اگر دروازے کا ایک کنواڑ ایک شخص کے دروازے پر رکھا ہو اور اُسنے اور دوسرے آدمی نے لگے ہوئے مین جھگڑا کیا پس اگر ایسی صورت ہو جیسے بیان کی ہی تو لگے ہوئے کی ڈگری اُس شخص کے نام ہوگی جسکے پاس اسکے جوڑ کا کواڑ موجود ہی - اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہین ہی اسواسطے کہ آگے بیان آتا ہی کہ (دروازہ بند ۱۲) ارض موات مین نہر کا حریم ہوتا ہی پس اختلاف اس مقام پر ایسی صورت مین ہی کہ جب مسناۃ مالک نہر کے قبضہ مین نہو بایں طور کہ زمین سے متصل برابر ہو زمین سے اونچی نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہی کہ یہ مسناۃ نہین ہی بلکہ منجملہ زمین کے ہی اسواسطے کہ اگر ایسا نہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اُسپر نہر کی کیچڑ ڈالی جاوے اور صاحبین رح کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونیکے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہی کہ یہ نہر والے کی حریم ہی پس ان امور مین یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک شخص کی نہر ہی اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہی اور دونون نے مسناۃ مین جھگڑا کیا پس اگر نہر و زمین کے درمیان مثل دیوار وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو مسناۃ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اسمین حق ہی حتے کہ اگر مالک زمین نے اُسکو دور کر دینا چاہا تو مالک نہر اُسکو منع کر سکتا ہی اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُسپر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگاوے اور اُسمین آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ مین ہی اور اگر نہر کے رقبہ مین دونون نے اختلاف کیا پس اگر اُسمین پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اُسکے استعمال کیوجہ سے اُس کے قبضہ مین ہی اور اگر اُسمین پانی نہو تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اُسنے یون گواہ قائم کیے کہ اسکے واسطے نہر مین مجری ہی تو ایسی گواہی سے اُسکو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملیگا اسیطرح اگر تنازع مین یون گواہ پیش کیے کہ اسکے واسطے اس نہر مین یا اس اجمہ[۵] مین پانی کا مصب ہی تو بھی اُسکو رقبہ نہ ملیگا صرف حق مصب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی - ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہی پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز شرب کا دعویٰ کیا اور اُسکے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام ڈگری ہوگی اور یہی حکم پانی کی سبیل مین ہی یہ فتاوےٰ قاضیخان مین ہی - اور اگر مدعی نے مہینہ مین دو دن شرب کا دعوے کیا اور دونون

سلہ ۵ قولہ اجمہ یعنی نیستان جس مین پانی بھرا ہوتا ہی تو مصب یعنی جائے ریختن آب والحاصل اسکو پانی بہانے کا حق ملیگا ۱۲

گواہون مین سے ایک نے مہینہ مین ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ مین دو روز شرب کی گواہی دی تو مذکور ہے کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے کچھ ڈگری نہوگی اور بقیاس قول صاحبین کے اُسکے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخون مین مذکور ہے اور بعض مین نہین ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو روز کے شرب کے اقرار پر گواہی دی اسواسطے کہ جسکی گواہی دی ہے وہ اقرار ہے اور دونون اقرارون مین سے کسی اقرار پر سوائے ایک گواہ کے دوسرا نہین ہے اور اگر دونون نے اقرار پر نہین بلکہ نفس شرب پر اس طرح گواہی دی کہ اسکے واسطے ایک روز کا شرب ہے اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہے کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہے بالاتفاق گواہی مقبول ہو اور اگر دونون گواہون نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ بتلائے مثلاً یون نہ کہا کہ مہینہ مین سے ایک روز کا شرب یا سال مین سے یا ہفتہ مین سے اور نہ اُسکے واسطے رقبہ نہر مین کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مشہود بہ مجہول ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی نے دسوین حصہ نہر یا کاریز کا دعوی کیا اور ایک گواہ نے دسوین حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک گواہی باطل ہے اگرچہ دونون نے اقرار[۱] مدعا علیہ کی گواہی دی اسواسطے کہ دونون گواہ لفظاً و معنی مختلف ہین اور صاحبین کے نزدیک استحساناً کمتر مقدار پر مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے پانچوین حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعوے سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہے اور اُسکا شرب اسی نہر سے ہے دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ زمین مدعی کی ہے مگر گواہون نے اُسکے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو مین مدعی کے نام زمین کی اور اُسکے حصہ شرب کی ڈگری کردونگا اور اگر گواہون نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اُسکے نام کچھ زمین کی ڈگری نہوگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہزار درم مین خریدی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُسنے یہ زمین مع اسکے شرب کے ہزار درم مین خریدی ہے تو گواہی جائز نہوگی اور اگر دوسرے گواہ نے یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ زمین مع اسکے ہر حق کے جو اس زمین کو ثابت ہے ہزار درم مین خریدی تو جائز ہے اسواسطے کہ دونون گواہ اس امر پر متفق ہین کہ اسنے زمین و شرب خریدا ہے اسواسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہے پس جسنے یون گواہی دی کہ اُسنے زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے خریدا ہے تو اُسنے زمین و شرب دونون کی گواہی دی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اُن لوگون کی اراضی اُسپر واقع ہون اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہین اور بعض کے واسطے والیہ ہین اور بعض زمینون کے واسطے نہ ساقیہ ہین نہ والیہ ہین اور نہ ان زمینون کا شرب اس نہر سے معروف[۲] ہے اور غیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہے پھر ان لوگون نے اس نہر مین اختلاف کیا پس مالک

[۱] اقرار یعنی ہر ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کے واسطے اسقدر کا اقرار کیا ہے۔ حالانکہ یہ محتمل ہے کہ جسنے زائد اقرار کی گواہی دی وہ اصل ہو اور دوسرے سے مدعا علیہ نے کم کا اقرار کیا ہو لیکن باوجود اسکے گواہی باطل ہوگی ۱۲ منہ [۲] معروف یعنی یہ بات معروف نہین کہ اس زمین کو واسطے پانی کہان سے ہے۔ ساقیہ پتلی نالی۔ والیہ بزرلیعہ ڈھیکلی وغیرہ کے ۱۲ منہ [۳] یعنی بعبارت الانقہ قابل گواہی ۱۲ [۴] یعنی جسکی گواہی اول مذکور ہوئی ہے ۱۲

زمین نے جسکا شرب معروف نہیں ہے دعوی کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہے حالانکہ یہ زمین کنارۂ نہر پر واقع ہے تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہیے کہ یہ نہر انھیں لوگون مین مشترک ہو جن کے ساقیہ و والیہ ہین نہ اُن کے واسطے جنکی زمینین بلاشرب ہین لیکن امام رحمہ اللہ نے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ نہر ان سب لوگون مین بقدر ان کی اراضی کے کے جو کنارۂ نہر پر واقع ہین باہم مشترک ہوگی اسواسطے کہ نہر کھودنے سے زمینین سینچنا مقصود ہوتا ہے ساقیہ و والیہ نہر پر لگانا مقصود نہین ہوتا ہے پس جو امر مقصود ہے اُسمین قبضہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکسان ہے پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ سابق مین ان لوگون مین شرب کا یہ طریقہ تھا تو اُسی طریقہ سے اُن کا شرب مقرر ہوگا اور اگر یہ بات معلوم نہووے تو نہر مذکور کا شرب ان لوگون مین بحساب مقدار انکی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینون مین سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اُسی دوسری نہر سے ہوگا پس اس نہر سے اُسکا کچھ شرب نہوگا اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے[1] معروف نہو اور زمین نے اس زمین کے واسطے اسی نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو مین دوسری زمین ہے اُسکا شرب بھی معلوم نہین ہے تو مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی سب زمینون کا شرب جو باہم متصل ہین اسی نہر سے ہوگا اور قیاساً[2] دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہوگا اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو مین دوسرے شخص کی زمین ہو اور اول شخص کی زمین دوسرے کی زمین اور نہر کے بیچ مین ہو اور دوسرے شخص کی زمین کا شرب بھی معلوم نہو اور پتہ نہ لگے کہ اُسکا شرب کہان سے تھا تو مین اُسکا شرب بھی اسی نہر سے قرار دونگا لیکن اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہو اور یہ شخص اس قوم مین سے نہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے بدون حجت و گواہون کے اس نہر سے شرب مقرر نہ کرونگا اور اگر یہ نہر کسی اجمہ[3] مین گرتی ہو اور اسپر اقوام مختلف کی زمینین ہون اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اسکی حالت کیا تھی اور اصل مین یہ کسکی تھی پھر اہل اراضی و اہل اجمہ نے باہم تنازع کیا تو مین اہل اراضی کے درمیان بتخصیص مشترک ہونے کی ڈگری کرونگا مگر ان لوگون کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل اجمہ سے اسکا پانی روکین اور اہل اجمہ[4] کو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے اجمہ مین روان ہونے سے مانع ہون یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کی دو زمینین ایک نہر پر واقع ہین ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہے اور اُسنے دعوی کیا کہ ان دونون کا شرب اسی نہر سے ہے اور شریکون نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے نہ سینچی جاتی ہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے کنارے پر درخت لگے ہین اور دونون مین سے ہر ایک ان درختون کا مدعی ہے تو فرمایا کہ اگر ان درختون کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت اُسکے ہونگے اور اگر یہ تحقیق یہ معلوم نہو کہ ان درختون کا جمانے والا اصل مین کون شخص ہے تو پس[5] قدر

[1] اجمہ نیستان جس مین پانی بھرا ہو ۱۲ [2] یعنے معلوم نہو ۱۲ [3] بل القیاس ان لا یستحق الشرب من ہذا النہر للارض الاخرے فکیف بالاخرے کما قدمہ فتذکر ۱۲

درخت دونوں میں سے کسی کے خاص مملوک مقام پر ہیں وہ اسی کے ہوں گے اور جس قدر مقام مشترک میں ہیں وہ دونوں میں مشترک ہونگے یہ از راہ حکم ہے۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہر یا ذیانات کے کنارہ لگے ہیں اور ان درختوں کی جڑوں سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اُگے اور اُس طرف ایک شخص کا باغ انگور ہے اور باغ انگور اور اُس کنارے کے بیچ میں راستہ ہے پس دونوں میں سے ہر ایک نے ان درختوں کا دعوے کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ درخت اُن درختوں کی جڑوں سے اُگے ہیں تو درختوں کے مالک کے ہونگے اور اگر یہ بات معلوم نہووے اور ان درختوں کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہونگے انکا مستحق نہ باغ انگور والا ہے اور نہ درختوں کا مالک ہے اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر یا ذیانات کے کنارے ایک شخص کی زمین ہے اور نہر مذکور کے کنارے پر درخت لگے ہیں پس مالک زمین نے اُنکا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت بدون کسی شخص جمانے والے کے اُگے اور اہل نہر اسقدر لوگ ہوں جو شمار میں داخل نہیں ہیں تو یہ درخت اُسکے ہونگے جس نے انکو کاٹ کر لے لیا اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے انکو فروخت کرے اور اگر اُن کا جمانے والا کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہوتا ہو کہ کون ہے تو یہ مثل لقطہ کے ہیں اور یہی شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ میں جاری ہے اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں اور بعضے درخت محلہ کے میدان میں ہیں پھر ایک شخص نے دعوے کیا کہ ان درختوں کا لگانے والا فلاں شخص ہے اور میں اُسکا وارث ہوں تو فرمایا کہ اُسپر واجب ہے کہ گواہ لاوے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہوں تو ان درختوں میں سے جسقدر درخت حریم نہر پر ہوں وہ اہل نہر کے ہوں گے اور جسقدر میدان محلہ میں ہوں وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے کذا فی المحیط

پانچواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ اگر ایک شرب کا مالک مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے تو اُسکا شرب بدون زمین کے اُسکے ادائے قرضہ کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا الا اُس صورت میں کہ اُسکے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کرے گا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بنا کر اُسمیں باری کا پانی جمع کرے گا پھر جو پانی حوض میں جمع ہوا ہے اُسکو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کرتا جائیگا اور اصح یہ ہے کہ زمین مع شرب کی قیمت انداز کرے اور زمین بدون شرب کی قیمت انداز کرے پس جسقدر تفاوت ہو اسقدر ثمن دین میت کے ادا کرنے میں صرف کرے اور اگر اُسنے اسقدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ میں ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ شرب ملا کر فروخت کر دے پس اُسکے ثمن سے زمین خریدکردہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو کچھ وہ قرضخواہوں کا ہے یہ کافی ہے۔ نقالی ہیں گا اگر زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب میں سے بقدر کفایت ملیگا وہ سب جو بائع کے واسطے تھا

ل یعنے حکم قضاء میں یوں حکم دیا جائیگا و براہ دیانت جو اصل حال ہے جسپر دونوں عمل کریں یا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوگا ۱۲

جو اس کنارے پر لگے ہیں ۱۲

نہ ملیگا اور اگر ایسے شرب مین جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہی اور شرب کی وصیت جائز ہی مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنے اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت مین دیا جائیگا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ اس موضع مین جو لوگ آنکنے والے ہین اُنسے دریافت کیا جاوے کہ اگر تمام علما راس امر پر متفق ہو جاوین کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہی تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدوگے پس اگر اُن لوگون نے کہا کہ سو درم کو خریدینگے تو اسی طرح حساب کرلین کہ یہ اُسکا تہائی مال ہی یا زیادہ ہی اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہی کہ اس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اسمین سے ایک جریب زمین اس شرب مین ملاکر اندازہ کرین کہ اسقدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہی اور بدون شرب کے کتنے کی ہی پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہی پس حساب کرلین کہ یہ تہائی ترکہ میت ہی یا نہین ہی اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہو پھر والی نے شخص[1] خاص کا شرب غصب کرلیا تو باقی تمام شریکون مین منقسم ہوگی اور غصب کا اعتبار سب کے حق مین ہوکر تقسیم جدید ہوگی اگرچہ والی نے کہا ہو کہ مین فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہون ایسا ہی یہ مسئلہ اصل مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کرکے دوسرے کے نام عطیہ کردی تو جائز نہین ہی اور پہلے شخص یا اُسکے وارثون کو واپس دیجائیگی اور مین نے امام ابویوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم مین ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق مین تھا یا اُسکا شرب ذو کوہ[2] تھے پھر اُسنے اُسی قدر اُس شخص کے واسطے اور بڑھا کر اُسکے نام عطیہ کردیا اور جسکا مفتح ایک زمین مین جسکا وہ شخص مالک ہی یا نہین ہی قرار دیا جائیگا تو فرمایا کہ اگر یہ امر عام لوگون کے حق مین مضر ہو تو نہین جائز ہی اور اگر مضر نہو تو جائز ہی بشرطیکہ یہ امر کسی غیر کی ملک مین واقع نہوا ہو اسلیے کہ سلطان کو اس امر کا اختیار ہی کہ جو عام کے فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق مین مضر ہو اور اگر ایک شخص نے اپنے پتھرون سے ایک حاطہ فرات مین بنایا اور اُسپر پنچکی نصب کی تو میدان فرات مین اُسکو ایسا کرنا جائز نہین ہی اور اگر کسی نے اس سے اس بارہ مین خصومت کی تو اُسکو گرادے اسواسطے کہ موضع فرات مین مثل عام راستہ کے عامہ کا حق ہی اور عام راستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بناوے تو ہر شخص کو اُس سے مخاصمہ کرنے اور ڈھا دینے کا اختیار ہی اور یہ حکم قضاءً ہی اور فیما بینہ وبین اللہ تعالی یعنی براہ دیانت سو اگر یہ عمارت جو اُسنے فرات مین بنائی ہی کشتی یا پانی کے مجری کو مضر ہو تو اُسکو روا نہین ہی اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی بات مضر نہو تو اُسکو اس سے نفع حاصل کرنا روا ہی جیسا کہ عام راستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہی کہ اگر آنے جانے والون کو ضرر پہونچتا ہو تو وہ گنہگار رہیگا اور اگر اُنکو ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اس سے نفع اُٹھانے کی گنجایش ہی اور اگر کسی مسلمان یا ذمی نے اُس سے مخاصمہ کیا تو قضاءً اُسپر حکم جاری کیا جائیگا کہ اسکو منہدم کردے اسیطرح اگر مکاتبون یا عورتون مین

[1] یعنی انمین سے ایک خاص شخص کا شرب غصب کرلیا تو یہ خصوصیت لغو ہوگی گو یا اُسنے نہر مین سے اسقدر حق نکال لیا تو باقی میں سب مشترک ہی ۱۲ [2] دو کوہ یعنی دو جگہ سے دو نل لگوا کر جسقدر پانی دن بھر یا دوپہر تک نکلا آوے ۱۲

کسی نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور رہا غلام سو اس معاملہ میں خصومت نہیں کر سکتا ہے اور نابالغ بھی تابع ہے بمنزلۂ غلام کے وہ بھی خصومت نہیں کر سکتا ہے اور مغلوب العقل و معتوہ بھی ایسا ہی ہے لیکن اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا وصی پدر خصومت کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص پر بدون اجازت شریکوں کے پل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُسپر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ گیا یا ڈھل گیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہو گا اور اگر ایسے شکستہ پل پر دیکھ بھال کر عمداً کوئی آدمی گذرا یا عمداً اُسنے اپنا چوپایہ اُسپر سے ہانکا تو مر جانے کی صورت میں پل بنانے والا ضامن نہو گا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ہشام رہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رہ سے دریافت کیا کہ ایک گانوں میں ایک نہر جاری ہے اور اس گانوں والوں کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپاؤں کو پلانے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسپر اُنکے درخت لگے ہیں لیکن اِن لوگوں کا کوئی حق اصل نہر میں نہیں ہے پھر اگر اہل نہر نے اس گانوں سے اپنی نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اسمیں اہل دیہہ کی خرابی ہے تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہے اُسپر ایک قوم کے درخت ہیں پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھودے تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کاریز والے نے اُسکو فروخت کرنا چاہا تو درختوں کا مالک اُسکا شفیع جوار ہو گا یہ محیط میں ہے۔ ہشام رہ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رہ سے کہا کہ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے ان سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دیدی کہ اپنی زمین سینچ لے مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکوں میں ایک نابالغ لڑکا ہے تو فرمایا کہ اُس شخص کو روا نہیں ہے کہ جب تک سب کے سب اجازت نہ دیں تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر ایک قوم نے باہم اتفاق سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور اُن میں بقدر ہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک ہو اور خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگوں نے ایک شخص سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگوں سے واپس لے گا اور اگر غلطی سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اس سے کم وصول کیا تو جسقدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر صاحب کاریز و صاحب دار نے اس شرط سے صلح کی کہ کاریز والا اپنی کاریز دوسرے گوشہ میں تحویل کرے تو اسمیں رجوع نہیں ہو سکتا ہے بشرطیکہ اول کو باطل کر دینے پر صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے اُنھوں نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کر دیں اور اُسمیں سے ایک شخص غائب ہے پھر وہ آیا پس اگر ان لوگوں نے اسکا حق پورا نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اپنا حق پورا کرنیکے واسطے تقسیم کو توڑدے اور اگر اُسکا حق پورا دیدیا ہو تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہو گا اور یہ حکم برخلاف تقسیم دور و اراضی کے ہے کہ اگر شریکوں میں سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر نہو تو جب وہ حاضر ہو اور راضی نہو تو اُسکو باقی شریکوں کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ اُن لوگوں نے اُسکا پورا حق

دیدیا ہو۔ ایک نہر کبیر ہے دوسری صغیر ہے ان دونوں کے بیچ میں مسناۃ یعنی بند آب ہے اور بند آب کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو اسکی اصلاح دونوں نہر دن والوں پر ہوگی اور خرچہ دونوں پر آدھا آدھا پڑے گا اگر یہ سب دونوں نہروں کا حریم ہو اور کمی و بیشی پانی کا اعتبار نہیں ہے جیسے ایک دیوار دو شخصوں کے درمیان مشترک ہو اور ایک کا لدان بہ نسبت دوسرے کے اسی دیوار پر زیادہ آمد ہو اور دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہو وہ دونوں پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نہر کبیر میں سے دوسری نہر صغیر نکلی ہے پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہو گیا اور یہ حاجت ہوئی کہ پختہ اینٹوں سے گچکاری کرا کے اسکا دہانہ مضبوط بنایا جاوے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے کسی شخص نے بطور صحیح ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کیواسطے وقف کیا اور یہ نہر ایک دریہ سے گرنا شروع تھی اُس سے اوپر ایک محلہ اور تھا جس میں وہ نہر بہتی ہوئی پھر اُس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا[١] میں وہ نہر جاری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے پس نہر مذکور اس کوچہ تک مرمت کر دی گئی پھر لوگوں نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کریں تو جہاں تک اس کوچہ میں بہتی ہے جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اس سے زیادہ اس وقف سے مرمت نہ کیجائیگی اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان میں بہتی ہو جہاں کوئی اہل شفہ[٢] میں سے مستحق نہیں ہے پھر اُس میدان سے روان ہو کر اس کوچہ میں آتی ہو جہاں کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے تو یہ نہر اوپر سے برابر یہاں تک کہ جہاں تک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے مرمت کی جائیگی یہاں تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کر جاوے اور ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نہر مذکور دو کوچوں کی طرف منسوب ہے اور دوسری صورت میں بیچ میں کوئی کوچہ نہیں ہے جس کی طرف نہر منسوب ہو پس نہر مذکور ابتداء سے اس کوچہ کی انتہا تک جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اسی کوچہ کی طرف منسوب ہوگی۔ اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگار نے کی ضرورت ہو تو اس وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جاویگی۔ اور فقیہ ابو اللیث رحنے فرمایا کہ اگر در صورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناۃ یعنی بند آب کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا[٣] جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ میں ہے شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین میں جاری یعنی نہر ہے پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کر کے اُسکی مٹی کوڑا اسکی زمین میں ڈالا پس آیا اس شخص کو اختیار ہے کہ ان لوگوں سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ کرے تو فرمایا کہ اگر اُنھوں نے حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہو تو جسقدر حریم سے تجاوز کر کے اسکی زمین میں آگیا ہے اُس کے دور کرانے کا مواخذہ کر سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک نے اپنی دیوار میں سے نصف دیوار فروخت کر دی پھر مشتری نے چاہا کہ اپنی نصف دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اُس نے اپنی ملک میں ایسا کرنا چاہا اور عام

[١] موقوف علیہا یعنے جو اس نہر پر وقف کیا گیا ہے ۱۲ [٢] اہل شفہ صرف پانی پینے و جانور کو پلانے والے یعنے انکو زمین سینچنے کا حق نہیں ہے ۱۲ [٣] اُگارنا یعنے مزدوری وقف سے یہ کام لینا ۱۲

لوگون کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُنکو اختیار ہی اور اگر عام لوگون کو مضرت پہونچتی ہو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہی ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جاوے کچھ ضرورت نہین ہی کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہی جسکے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہین ہی اور شرب کا کچھ بدل نہین ہی جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ وہ بیع اجارہ کے قابل نہین ہی۔ پس وصیت باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلان مسکین معین کو اُسکی زندگی مین پانی دیا جاوے تو یہ جائز ہی باعتبار اُسکے معین[1] ہونے کے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ جسکی تملیک کا وہ حالت زندگی مین اختیار نہین رکھتا ہی اُسکی تملیک کا بعد وفات کے بھی جواز نہین ہی اور اگر یون وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلان شخص کی زمین اتنے برس تک سینچی جاوے تو اُسکے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہی کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اس طرح اُسکو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز ہوتا پس جب اُسنے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو بھی جائز ہی اور اگر وہ شخص جسکے حق مین وصیت ہی اس میعاد سے پہلے مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ شراب اگرچہ حقیقتاً عین ہی لیکن معنی منفعت ہی کہ وہ زمین کی تابع ہی جیسے اور منافع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہی وہ موصی لہ[2] کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہی اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی ایسکے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا پھر جسکے واسطے شرب کی وصیت تھی وہ مرگیا پس آیا وصیت باطل ہوگی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ وصیت باطل نہوگی اور شرب مذکور موصی لہ کے وارثون کو ملیگا اور یہی اصح ہی اور اگر کسی نے تعلیقاً کہا کہ اگر مین ایسا کرون تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہی تو یہ باطل ہی اور اگر کسی نے اپنی تہائی شرب کی بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالے یا حج یا غلام کے آزاد کرانے یا فقیرون کے واسطے وصیت کی تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہی اسواسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد کرانا عین شرب سے ممکن نہین ہی اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہوسکتا ہی اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت کرنا باطل ہی اور اور فقیرون کے واسطے شرب کی وصیت کرنا اُنکو صدقہ دینے کی وصیت ہی اور بدون زمین کی شرب کے صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہین ہی اور اگر نہر مین سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی تو فی سبیل اللہ وحج کرانے وغیرہ سب باتون مین جو مذکور ہوئی ہین جائز ہی اسواسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہی پس جائز ہی اور شرب اسمین تبعاً داخل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر خالی شرب پر بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہی اور عورت مذکور کو شرب مین سے کچھ نہ ملے گا مگر اُسکا مہر المثل واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر کسی عورت نے

[1] معین یعنے فقط اسوجہ سے جائز ہی کہ وہ معین ہی بخلاف غیر معین کے کہ اسمین محتاجی کے معنی دیکھنا چاہیئے ۱۲ [2] موصی لہ جسکے واسطے وصیت کیجاوے ۱۲ [3] خلاصہ یہ کہ نہر مع پانی کے وصیت ممکن ہی اور فقط پانی دینا غیر ممکن ہی ۱۲

اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہی اور شوہر کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا ولیکن خلع صحیح ہی اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اُسنے لیا ہی واپس کرے - اور شرب کے دعوے سے اگر صلح کی تو باطل ہی پس اگر اس شرب سے اُسنے مدت دراز تک زمین سینچی ہو تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا جان سے کم یعنی جراحت سے جسمین قصاص ہی صلح کی تو صلح باطل ہی اور عفو جائز ہی اور قاتل پر یا جرح کرنیوالے پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہی - ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہی پس سیل نے اس اراضی کی نہر خراب کر دی اور عورت مذکورہ نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ مین تمکو زمین مین سے تین جریب زمین دونگی پس اُن لوگون نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہی کہ شیخ موصوف نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ یہ اجارہ جائز ہو اور عورت مذکورہ کو یہ اختیار نہین ہی کہ تین جریب زمین دینے سے انکار کرے اور شیخ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہی اور بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہی اور اسی پر فتوے ہی اسواسطے کہ تین جریب مجہول ہین ہم پس علے ہذا اگر عورت مذکورہ نے اجارہ پر مقرر کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب مین معین کر دی ہو تو بالاجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کا پانی کا مجری؎ دوسرے کے دار مین ہی پھر مجری خراب ہو گیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح مجری کا مواخذہ کیا تو صاحب مجری اپنے مجری کی اصلاح پر مجبور نہ کیا جائیگا اور یہ ایسا ہی کہ جیسے ایک شخص کا مجری دوسرے کی چھت پر ہی پھر چھت خراب ہو گئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ صاحب مجری سے اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے پھر اگر نہر صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اُسکی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی مالک مجری کے ذمہ ہی اور یہ مثل چھت کے نہین ہی اسواسطے کہ پانی جو نہر مین جاری ہوتا ہی وہ اُسکی ملک ہی پس وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہی پس اُسکی اصلاح اُسی کے ذمہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہی اور ہمارے استاد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ فتوے قول اول پر ہے اسواسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی - ایک شخص کے دار مین ایک نہر ہی جسکے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہونچتا ہی پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہونچتا ہی اور اُسمین ضرر فاحش ہی پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار مین ہی اور پانی مین اہل شفہ یعنی پینے والون و جانورون کو پلانے والون کا استحقاق ہی تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہونچتی ہی وہ اُس نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہی ایسا ہی حکم فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہی اور شیخ ابو القاسم سے روایت ہی کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر دو دارون مین سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہو اور ہر ایک نے اپنا دار ایک شخص غیر کے ہاتھ مع اُسکے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے دار کے

؎ مجری جہان سے پانی جاری ہو جیسے پرنالہ و موری و نالی وغیرہ ۱۲ ؎ مثلاً نہر کا ٹوٹا ڈالا ہی ۱۲ ؎ یعنی تقسیم نہر ۱۲

مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنے چہار دیواری کے باغ وغیرہ ہون اور دوسرے حائط کا مجرے پہلے حائط مین ہو تو اسمین بھی ایسا ہی حکم ہے یہ غیاثیہ مین ہے فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنے مع رقبہ کے دوسرے کے دار مین ہے پھر مالک دار نے اپنا دار مع اُس نالی کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہو گیا تو وہ ثمن مین بقدر حصہ نالی کے شریک ہوگا اور اگر اُسکا فقط مجری ہو یعنے پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہو تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملے گا اور اصل کی کتاب الشرب مین ایک مسئلہ لکھا ہے کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الاصل مین یون فرمایا کہ دو گواہون مین سے ایک نے یون گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم مین خریدی ہے اور دوسرے گواہ نے یون گواہی دی کہ اس نے زمین کو مع شرب کے ہزار درم مین خریدا ہے تو گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ جس گواہ نے زمین مع شرب خریدنے کی گواہی دی ہے اُس نے بعض ثمن کو بمقابلہ شرب کے قرار دیا ہے پس اس روایت سے ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالی نے یہ گمان کیا کہ جو کچھ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے وہ خطا ہے حالانکہ جیسا انھون نے گمان کیا ہے ویسا نہین ہے اسواسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہے اور یہ کہ زمین مع شرب کے فروخت کی گئی ہے اور جب شرب مع زمین کے فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوتا ہے اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہے کہ شرب مالک رقبہ کے سوائے غیر شخص کا ہے پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق مین تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھ حصہ نہین ہوتا ہے اور اگر مالک دار نے اپنا دار فروخت نہ کیا ولیکن مالک مسیل نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق جو مسیل مین ہے باطل کر دیا پس اگر اُسکو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ کی ملک نہو تو اُسکا حق باطل ہو جائیگا۔ اور اگر رقبہ اُسکی ملک ہو تو اُسکا حق باطل نہو گا اسواسطے کہ اعیان مین جو ملک ثابت ہو وہ بطلان[1] قبول نہین کرتی ہے یہ محیط مین ہے عیون مین لکھا ہے کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہے اور دونون نے چاہا کہ ہم مین سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اسکو جاری کرے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرے تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ یہ امر دونون کے حق مین نافع ہے اور ان دونون کے سوائے کسی غیر کے حق مین مضر نہین ہے۔ اور اگر دونون مین ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونون نے باہم اس بات پر قرارداد کی کہ ہم مین سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے سینچے اور دوسرا شخص اسکی نہر سے سینچے تو نہین جائز ہے جیسے مکان سکونت کا اجارہ اس طرح لینا ناجائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ یہ بیع ہے اور شرب کی بیع جائز نہین ہے کذا فی الذخیرہ

[1] بطلان یعنی عین مین جب کسی کی ملک ثابت ہو اس کا یکلخت نامکن نہین ہے بخلاف حق کے کہ وہ فقط منفعے ہین پس عین کی ملکیت بھی فروخت وغیرہ سے جاتی ہے ۱۲

کتاب الاشربہ

اسمین دو باب ہین

باب اوّل۔ اشربہ کی تفسیر و اُن اعیان کے بیان مین جنسے اشربہ بنائے جاتے ہین اشربہ کے نام و ماہیات و احکام کے بیان مین۔ **قال المترجم** اشربہ جمع شراب لغت مین و نیز اصطلاح طب مین جو چیز پی جاتی ہو مگر شرع مین یہ لفظ باصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہو چنانچہ کتاب مین اسکی تفسیر یون فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہو جو حرام ہو اور شرابون کے نام بارہ ہین جس مین سے سات انگور سے بنائی جاتی ہین یعنے خمر و باذق طلا منصف بختج و جمہوری و حمیدی۔ اور دو مویز سے بنتی ہین یعنے نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہین یعنے سکر۔ فضیخ۔ نبیذ۔ اور انکی ماہیات کا بیان یون ہو کہ جو شراب ہین انگور سے بنتی ہین سو انمین سے اول خمر کی یہ ماہیت ہو کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آجائے و شدت پیدا ہو کر جھاگ اُٹھنے اور پھر جوش سے بیٹھ جانے کے بعد خمر کہلاتا ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جوش آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہو اگرچہ جھاگ نہ اُٹھے دوم باذق وہ پختہ آب انگور ہو کہ دو تہائی سے کم پکایا جائے خواہ ایک تہائی پکے یا نصف یا خفیف جوش دیا جائے مگر ایسا ہو جاوے کہ اُسکے پینے سے نشہ ہو اور جوش سے بیٹھ جاوے سوم طلا یعنے مثلث وہ آب انگور ہو کہ پکایا جائے یہانتک کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہجائے پھر مسکر ہو جائے چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے مین نصف جل جاوے اور نصف باقی رہجاوے اور پنجم بختج یعنے طلا مثلث مین پانی ڈالدیا جائے کہ وہ رقیق ہو جائے اور چھوڑدیا جائے یہانتک کہ اسمین اشتداد آجاوے اور اسکو شراب ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف اسکو اکثر استعمال کرتے تھے[1] ششم جمہوری یعنی آب انگور خام جسمین پانی ملا دیا جائے کہ ایک تہائی جلجائے اور دو تہائی باقی رہے۔ اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہو اور وہ دو طرح کی ہو ایک نقیع سو اسکی ماہیت یہ ہو کہ مویز کو پانی مین بھگویا جائے یہان تک کہ اسکی شیرینی پانی مین آجائے پھر اسمین اشتداد و جوش آئے اور جھاگ اُٹھین تب وہ نقیع ہو دویم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جاوے اور جو شراب چھوہارے سے بنائی جاتی ہو اور وہ تین طرح کی ہوتی ہو ایک سکر یعنے خام آب تمر جبکہ اسمین جوش و اشتداد آجائے تو وہ سکر ہو[2] اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتوے ہو دوم فضیخ یعنی خام آب تمر مذنب جب اسمین جوش و اشتداد آجائے اور جھاگ اُٹھین سوم نبیذ یعنے خام آب تمر جب کہ خفیف جوش دیا جائے و اسمین ابال و اشتداد آجائے اور جھاگ اُٹھے تو نبیذ ہو۔

---

[1] قال اکثرون نے یہ وجہ لکھی ہو کہ امام ابو یوسف نے اسکو ہارون رشید کے واسطے بنوا دیا تھا اور یہی قول اقرب ہو ۱۲ [2] قال المترجم و ہمارے ملک مین تاڑی جو مشہور ہو اسی سکر کے حکم مین داخل ہو جو عندی کا نہا ہی نا فہم واللہ اعلم ۱۲ منہ [3] یہان حمیدی کا بیان اصل مین نہین ہو ۱۲

اسی طرح نبیذ اسکو بھی کہتے ہین کہ چھوہارے پانی مین بھگوئے جاوین اور اسمین شیرینی نکل آوے اور جوش و اشتداد آکر جھاگ اُٹھین - اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہین ایک وجہ مین بالاجماع حلال ہے اور ایک وجہ مین بالاجماع حرام ہے اور ایک وجہ مین عامہ علما کے نزدیک حرام ہے اور ایک وجہ مین ہمارے نزدیک حلال ہے مگر بعض لوگون نے خلاف کیا ہے اور ایک وجہ مین حلال ہے مگر امام محمدؒ نے خلاف کیا ہے سو جو بالاجماع حلال ہے وہ شراب شیرین ہے جسمین اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہے وہ خمر و سکر ہے جسکا بیان سے ہو۔ اور خمر کے واسطے چھ حکم ہین ایک یہ ہے کہ خمر مین سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہے اور اس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہے دوم یہ کہ اسکی حرمت کا منکر کافر ہے سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہین مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہے چہارم یہ کہ خمر کا تقوم[۱] باطل ہو گیا ہے حتے کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہو گا کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ نے اسکی مالیت ساقط ہو جانے مین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مال ہے سواسطے کہ اسمین حرص و بخل جاری ہے یہ کافی مین ہے۔ اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہے اور ششم یہ کہ اسکے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہے اور شراب کو سرکہ کر ڈالنا مباح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور پکانا اسمین کچھ موثر نہین ہے اسواسطے کہ پکانا شرع مین اس غرض سے ہوتا ہے کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہین ہے کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جاوے اسلیے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہے اور جب وہ خمر ہو گئی ہے تو پھر موثر نہو گا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر مین جبتک نشہ نہ آوے تب تک حد نہ ماری جائیگی سواسطے کہ قلیل پینے سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ خام نہین رہی بلکہ پختہ ہو گئی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ایسی خمر کے پینے مین بھی حد واجب ہو گی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی مین ہے۔ اور اگر شراب سرکہ ہو گئی اور اسمین کچھ ترشی آ گئی لیکن اسمین کچھ تلخی بھی ہے تو وہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک سرکہ نہو گی یہانتک کہ بالکل اسکی تلخی جاتی رہے اور صاحبین کے نزدیک تھوڑی ترشی آجانے سے بھی حلال ہو جاتی ہے اور یہ جب ہے کہ شراب خود بخود سرکہ ہو گئی ہو اور اگر آدمی نے اسکو نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہو جائیگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور شرح شافی مین ہے کہ اگر سرکہ شراب مین ڈالدیا گیا تو اسکا کھانا روا ہے خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ غالب ہو مگر اسمین ترشی آ گئی ہو اور بقیاس قول امام ابو یوسفؒ کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہے اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل مین مذکور ہے کہ اسی وقت حلال نہو گی جبتک اتنی دیر نہ گذرے کہ جسمین یہ گمان ہو جاوے کہ شراب سرکہ ہو گئی ہے یہ خلاصہ مین ہے و امام محمدرح نے اصل مین فرمایا کہ اگر شراب خمر مین گل سوسن خوشبو دار ڈالے گئے حتے کہ شراب مین اسکی خوشبو آ گئی تو اس شراب سے تدہین و تطییب نہ چاہیے اور نہ اسکی بیع مین ہے اگرچہ سوسن ڈالدینے سے اسکی بو متغیر ہو گئی ہے اسواسطے کہ یہ شراب سرکہ نہین ہوئی اور شراب جبتک سرکہ نہو جاوے تب تک اس سے انتفاع جائز نہین ہے اور کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نہ کرے یہ بعض عورتون کی عادت ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ اسکے بالون

[۱] تقوم قیمت اندازہ کرنا ۱۲

حاشیہ ۱ یعنے تقوم تو باطل ہے مگر فی نفسہ قیمت دار ہے یا نہیں ۱۲

کی چمک زیادہ ہو جاتی ہے اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہیں کر سکتا ہے اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہیں کر سکتا ہے اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہے اور نہ احلیل میں ٹپکا سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپاؤں کو پلانا مکروہ ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا سواری کا جانور شراب کی طرف بڑھ جائے گیا تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر شراب کو اٹھا کر جانور مذکور کیطرف لایا تو مکروہ ہے اور ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق میں دیا ہے جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہو کہ اسکو چاہیے کہ سرکہ کو شراب کیطرف اٹھا لیجا کر اُسمیں ڈالدے اور اگر شراب کو اٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ شراب کا اٹھانا جبھی مکروہ ہے کہ پینے کے واسطے اٹھا لیجاوے اور اگر پینے کے واسطے ایسا نکرے تو مضائقہ نہیں ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر اُسنے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ سے سایہ میں اور سایہ سے دھوپ میں اٹھا کر رکھا تو مکروہ نہیں ہے حالانکہ اس صورت میں شراب کا اٹھانا متحقق ہوا ہے شیخ رح فرماتے ہیں کہ قول اول ہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلاوے اور جسنے پلایا گناہ اُسی پر ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ میں لگانا یا خمر کی ناس لینا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر خمر سے آٹا گوندھا اور اُسکی روٹی پکائی تو وہ نہ کھائی جائے گی اور اگر کسی نے کھائی تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اسیطرح اگر گیہوں خمر میں گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جائیں گے پھر اگر دھولئے گئے خواہ پیسے گئے یا نہ پیسے گئے اور اُن میں خمر کی بو و مزہ نپایا گیا تو اُنکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب یہ گیہوں خمر کے اندر پھول نہ گئے ہوں اور اگر پھول گئے تو امام محمد رح کے قول پر ہمیشہ کے واسطے ناپاک ہیں کبھی پاک نہوں گے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر تین بار دھوئے جاویں اور ہر بار خشک کیے جاویں پھر کھائے جاویں۔ علی ہذا اگر خمر میں گوشت پکایا گیا تو امام محمد کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اُسکا کھانا حلال نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے قول پر تین بار پاک پانی میں جوش دیا جاوے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جاوے پھر کھایا جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شوربے میں سرکہ کی جگہ خمر ڈالدی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ شوربا نجس ہے اور اگر اُسمیں سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائیگی جبتک کہ نشہ نہ آوے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ میں خمر ڈالی گئی اور مری کیا گیا حتے کہ ترش ہو گیا تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ مسئلہ اصل میں بدون تفصیل کے مذکور ہے امام ابو یوسف سے اس مسئلہ میں تفصیل مروی ہے یعنے امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک بہ نسبت خمر کے کم ہو تو ترش ہونے کے وقت پاک ہو جائیگا اور اسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنے زیادہ ہو تو پاک نہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا اگرچہ ترش ہو جاوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر خمر کے مٹکے میں ایک چوہا گر کر مر گیا پھر

؎ قال المترجم ہمارے نزدیک بھی خمر کو سرکہ بنانے کا جواز بھی جب ہی ہوتا ہے کہ یہ خمر اسکو بدون مالک ہونے و مالک کرنے کے حاصل ہوئی ہو یعنے ملکیت حاصل کرنے کے ذریعہ سے ملکیت اختیاری نہو بلکہ بے اختیاری حاصل ہوئی تو سرکہ کر لے اور باوجود اسکے بھی بہت سے ائمہ نے سرکہ بنانا جائز نہیں رکھا کیونکہ اس میں امر ممنوع کا ارتکاب شامل ہے اور ضرورت اپنی حد پر رہتی ہے جو تحلیل میں نہیں ہے جیسے شراب کو اُٹھا کر دھوپ میں لانا وغیرہ پس امر احتیاط کو لحاظ رکھنا ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

چوہا نکال کر پھینک دیا گیا پھر وہ خمر سرکہ ہو گئی تو پاک[1] ہو جائے گی اور اگر چوہا اسمیں سڑ کر پھوٹ گیا ہو تو سرکہ نجس ہو گا
اسواسطے کہ جسقدر اسمیں چوہے کے اجزا رہیں وہ سرکہ نہیں ہوے ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور لہو کی نظر
سے خمر کو دیکھنا حلال نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ فتاوائے ماوراء النہر میں ہے کہ خمر کا ایک قطرہ ایک مشک پانی
میں گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ میں ڈال دیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب ہو جائے گا اور
سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ فاسد نہو گا اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ
پانی لعینہ نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرہ خمر سرکہ میں پڑ کر سرکہ ہو گیا تو مجاورت جاتی رہی
پس پانی پھر پاک ہو جائے گا جیسے گردہ روٹی کا اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو جائے گا اسیطرح اگر گردہ روٹی کا
خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ میں گر پڑا یا گیہوں اگر خمر میں گر پڑا پھر سرکہ میں تو پاک ہو جائیگا بخلاف آٹے کے کہ اگر آٹا شراب
سے گوندھکر پکایا گیا تو روٹی نجس ہو گی پاک نہو گی اسواسطے کہ گوندھے ہوے آٹے میں جو اجزاء خمر کے ہیں
وہ روٹی پکانے سے سرکہ نہیں ہوئے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اسکا دودھ
اور گوشت مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ خمر اگرچہ اسکے معدے میں باقی رہی لیکن اسکے گوشت سے مختلط نہیں ہوئی
اور اگر خمر مستحیل ہو کر لحم ہو گئی تو بھی جائز ہے جیسے کہ مستحیل ہو کر سرکہ ہو جانے کی صورت میں جائز ہوتی ہے لیکن اگر
اس بکری کو اس کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اسکے گوشت میں شراب کی بدبو آ گئی ہو تو اسکا گوشت مکروہ ہو گا جیسے کہ
اگر اسکی پلیدی کھانے کی عادت ہو گئی ہو تو مکروہ ہوتا ہے محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی ماکول اللحم نے شراب یعنی خمر پینے کی
عادت کر لی اور یہ حالت پہونچی کہ اسکے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہے پس اگر بکری کی ایسی عادت ہو گئی ہو تو دس روز
اور گائے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جاوے کذا فی المحیط یعنی
شراب سے بچائی جاوے اور جسکی پاک غذا ہے وہ دیجاوے قال المترجم اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اس سے انتفاع
مکروہ ہے اور اگر اسکو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اسپر حد واجب نہو گی یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور اسکو سرکہ میں ڈالدینے کا
مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ سرکہ ہو جاتی ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو پیاس کیوجہ سے اپنی جان جاتی رہنے
کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اسکی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہے بشرطیکہ خمر اس پیاس کو دور
کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق میں مردار و سور کا تناول مباح ہے اسی طرح اگر اسکو سانپ وغیرہ نے کاٹا کہ اسکو اپنی جان
کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی سوائے خمر کے کوئی چیز نہیں پاتا ہے تو اسکو شراب پینا مباح ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے اور فتاوے میں ہے کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مرا جاتا ہے بقدر سیرابی کے شراب خمر
اور بیہوش ہو گیا تو اسپر حد واجب نہو گی اسواسطے کہ نشہ یہ مباح ہو گیا ہے اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی اور
بھی نہوا تاہم چاہیے کہ اسپر حد لازم آوے جیسا کہ حالت اختیار میں اسقدر پینے و نشہ نہ آنے میں یہی حکم ہے یہ مبین

[1] پاک آخر کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر گدھا یا سور نمک کی جھیل میں مر کر نمک ہو گیا تو وہ ماہیت بدل جانے سے پاک ہو گیا اور یہ الوان
فتح القدیر میں ہے ١٢ [2] یعنے جسکو ذبح کر کے گوشت کھانا حلال ہے ١٢ [3] یعنے بقدر زیادتی ١٢

مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علما کے نزدیک حرام ہین وہ یہ ہین باذق و منصف و نقیع مویز و تمر جو غیر مطبوخ ہو اور سکر ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہین اور اصحاب ظواہر کہتے ہین کہ انکا پینا مباح ہی مگر صحیح قول عامہ علما کا ہی لیکن ان شرابون کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہی حتے کہ ان شرابون کا پینے والا جب تک اسکو نشہ نہ آوے تب تک اسکو حد نہ ماری جاوے گی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور منصف و باذق کی نجاست غلیظہ ہی یا خفیفہ سو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہی اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے مین لگ جاوے تو نماز جائز نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف سے ہشام رح نے روایت کیا ہی اور شیخ فضلی رح سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہی کہ انکی نجاست خفیفہ ہو مگر فتوی اسی پر ہی کہ انکی نجاست غلیظہ ہی اور باذق و منصف و سکر و نقیع مویز کی بیع جائز ہی اور انکا تلف کر دینے والا ضامن ہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہی اور بیع کی صورت مین امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہی اور ضمان کی صورت مین اگر تلف کرنے والے نے حسبہ کا قصد کیا یعنے منکر چیز سے منع کرنے اور دفع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرائن کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی تو فتوے صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر ہی اور اگر اسنے حسبہ کا قصد نہ کیا ہو تو ضمان واجب ہونے مین بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علما کے نزدیک حلال ہی وہ طلا ہی یعنے مثلث اور نبیذ تمر و مویز ہی کہ انکا پینا اسقدر جسکے پینے سے نشہ نہو بغرض گوارا ے طعام و اللہ تعالی کی عبادت کیواسطے تقویت حاصل کرنے کیلیے جائز ہی اور اگر بغرض لہو ہو تو نہین جائز ہی اور انمین سے اسقدر پینا کہ جس سے نشہ آجاوے حرام ہی اور یہ قول عامہ علما کا ہی اور جب انکے پینے والے کو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اور انکی بیع جائز ہے اور انکے تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہی و امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے دو روایتین ہین مگر دونون مین سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہی اور دوسری روایت امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے یون مروی ہی کہ ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہی۔ لیکن انکے پینے والے کو حد نہ ماری جائیگی جب تک اسکو نشہ نہو جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی اور ہمارے زمانہ مین فتوے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہی حتے کہ جو شخص حبوب و شہد و دودھ و انجیر سے بنائی ہوئی شراب کو پیے اور اسکو نشہ آجاوے تو اسپر حد شرعی واجب ہوگی اسواسطے کہ ہمارے زمانہ مین فاسق لوگ ان شرابون کے گرد ہوتے ہین اور انکا قصد انکے پینے سے نشہ و لہو ہوتا ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور شیرہ انگور اگر دھوپ مین رکھا گیا یہان تک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف و امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اسکا پینا حلال ہی اور یہی صحیح ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی اور نوازل مین ہی کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے پوچھا کہ ایک مثلث مین شیرہ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جاوے یہانتک کہ اسمین سے دو تہائی اڑ جاوے

ف شاید اصحاب الظواہر سے فرقہ ظاہریہ مراد ہی کیونکہ صحاب الظواہر کا لفظ تو امام مالک و شافعی و احمد کے صحاب حدیث پر بھی بولا جاتا ہی حالانکہ وہ سب ان شرابون کو حرام کہتے و اہل ہین ۱۲

اور ایک تہائی باقی رہجاوے اور یہی امام محمدرح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور بختج کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے حاکم ابو محمد الکفینی نے فرمایا کہ بختج یون بنتی ہے کہ شیرۂ انگور مین پانی ڈالدیا جاتا ہے پھر جوش آنے سے پہلے اسکو پکاتے ہین یہانتک کہ اُسمین سے دو تہائی جلجاوے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرۂ انگور مین سے دو تہائی سے کم جلتا ہے اور جبتک وہ شیرین ہو تبتک اُسکا پینا حلال ہے اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تب اُسکا پینا تھوڑا و بہت سب حرام ہے اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہے اور وہ یون بنتی ہے کہ مثلث مین پانی ڈالکر چھوڑ دیا جاوے یہانتک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو ابو یوسفی بھی کہتے ہین سو جہ سے کہ امام ابو یوسف اُسکو بکثرت استعمال کرتے تھے اور آیا اسکی اباحت کیواسطے یہ بھی شرط ہے کہ پانی ڈالدینے کے بعد جوش و اشتداد آنے سے پہلے اُسکو خفیف پکا یا جاوے یا یہ شرط نہین ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ مثلث مین اُن کا اختلاف ہے پھر اگر اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو اُسکا پینا اُسیقدر حلال ہے جس سے نشہ نہ آوے اور اگر نشہ آگیا تو پینے والے کو حد ماری جائیگی اور شراب جمہوری یعنی آب انگور خام اُسمین پانی ڈال دیا جاوے اور خفیف پکایا جاوے سو وہ جبتک شیرین رہے تب تک اُسکا پینا سب کے نزدیک حلال ہے اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو اُسکا اور باذق کا ایک حکم ہے پھر اگر اُسکے بعد اُسکے عصارہ پر پانی ڈالا جاوے اور عصارہ لیکر پانی نکالا جاوے اور اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سب احکام مین مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے

دوسرا باب ۔ متفرقات مین۔ اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسوان پیالہ اُسکے منھ مین ڈالا گیا پس نشہ مین ہوگیا تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ نشہ اُسکے اقرب[1] کیطرف مضاف ہوتا ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر عصارہ انگور کو عصارہ تمر یا نقیع مویز مین خلط کیا پھر اسکو پکایا تو حلال نہ ہوگا یہانتک کہ دو تہائی جلجاوے اسیطرح اگر مطبوخ مین ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا گدر چھوہارے[2] کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیع مویز ڈال دیا جاوے حالانکہ یہ سب خام ہے پھر دوبارہ پکانے سے پہلے اُس مین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اشتداد آجانے سے پہلے اُسکو دوبارہ پکا لیا پس شیرۂ انگور خام ڈالا ہو تو جبتک پکانے سے اُسکا دو تہائی جل نجاوے تب تک حلال نہوگا اور اگر اشتداد بالا مین سے کسی کا ایک قدح ڈال دیا ہے تو فقط پکانا کافی ہے یعنے حلال ہو جائیگا اور اگر مطبوخ مین انگور یا چھوہارے یا مویز ڈالدیے پھر اُسمین اشتداد آگیا تو معلے نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ڈالا ہوا مقدار قلیل ہو کہ اُس سے شراب نہین بن سکتی ہے تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہے مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہیگا اور اگر کثیر ہو کہ اُتنے سے شراب بن سکتی ہے اور اُسمین دوبارہ پکائی جانے سے پہلے اشتداد آگیا تو مطبوخ حلال نرہیگا یہ ضیا شبہ مین ہے۔ اور اگر انگور بدون شیرہ نکالے جیسے ہین ویسے ہی پکائے جاوین پھر انکا شیرہ نکال لیا جاوے تو خفیف جوش دینا کافی ہے ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ

[1] قولہ اقرب الخ یعنی دسوان پیالہ جو زبردستی پلایا گیا اسیطرف نشہ مین ہونا منسوب ہوگا حالانکہ اکیلے اس سے نشہ نہین ہو سکتا ۱۲ منہ

[2] قولہ چھوہارے الخ اور اظہر یہ کہ اُنھون نے ہارون رشید خلیفہ کیواسطے تجویز کیا ہو واللہ تعالے اعلم ۱۲

قولہ استعمال الخ ... حالانکہ شیرہ مین دو تہائی جلانا چاہیے ۱۲

یون روایت کی کہ جبتک پکانے سے اسکی دو تہائی نہ جل جاوے تب تک نہین جائز ہی اور یہی حکم اصح ہی اسواسطے کہ انگور مین
اُسکا شیرہ موجود ہوتا ہی پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکالکر اُسکو پکانا دونون کا یکسان حکم ہونا چاہیے یہ کافی
مین ہی۔ اور اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل مین انگور ڈالدیا جاوے تو جب تک مثل شیرۂ انگور کے اسقدر نہ پکائی جاوے
کہ اسمین سے دو تہائی جلجاوے تب تک حلال نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر انگور و چھوہارے یا انگور و مویز
کو خلط کرکے جوش دیا تو جبتک دو تہائی نہ جلجاوے تب تک حلال نہین ہی جیسا کہ شیرۂ انگور کو نبیذ تمر یا نقیع مویز مین
ملانے کا حکم مذکور ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ
دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ نجاوے تو وہ حرام ہی اور اگر بگڑ جاوے تو حلال ہی یہ تہذیب مین ہی۔ اگر تمر
مطبوخ یعنے پکائے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور پانی ڈال کر بھگوئے جاوین اور دونون مین جوش آجاوے
تو فرمایا کہ اُسکا پینا مکروہ ہی اور جبتک اُسکے پینے والے کو نشہ نہ آوے تب تک اُسکو حد نہ ماری جائیگی بشرطیکہ تمر مطبوخ
غالب ہون اور اگر انگور خام غالب ہون تو حد ماری جائیگی جیسا کہ خمر مین پانی ملادینے کی صورت مین جو غالب ہو اُسکا
اعتبار ہی پس ایسا ہی اس صورت مین ہی۔ اور اگر شیرۂ انگور پکایا گیا یہانتک کہ اسمین سے تہائی جل گیا پھر اُسکو ٹھنڈا
کردیا پھر اُسکو دوبارہ پکایا یہانتک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصیر مذکور جسوقت دوبارہ پکایا ہی جوش آنے اور
متغیر الحال ہوجانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ غلیان و اشتداد کیوجہ سے
حرمت ثابت ہونیسے پہلے اُسکا پکانا پایا گیا اور اگر اُسے مطبوخ مین جوش و اشتداد آنے و متغیر ہوجانے کے بعد اُسکو پکایا ہو
تو اُسمین خیر نہین ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی اسواسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد پکانا پایا گیا پس نافع نہوگا اور اگر شیرۂ انگور دس رطل
پکایا گیا یہانتک کہ اسمین سے ایک رطل جل گیا پھر اُسمین سے تین رطل بہادیا گیا پھر چاہا کہ اُسکو پکاوے تاکہ دو تہائی جلجاوے
تو اسقدر پکاوے کہ اسمین سے دو رطل دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاوین اسواسطے کہ جو رطل پکانے مین جل گیا
تھا وہ تو جزو مین داخل ہی اسواسطے کہ وہ اجزاے باقی مین داخل ہین اُس سے دور نہین ہوا ہی کیونکہ بعد
جوش دینے کے جو باقی رہا ہی وہ اگرچہ بظاہر نو رطل ہی لیکن معنی دس رطل ہی پس دسوان رطل باقی نو رطل پر تقسیم کیا
تو ہر رطل کے ساتھ ایک نوان حصہ رطل آیا اسواسطے کہ دسوان رطل انھین مین داخل ہی۔ پھر جب اسمین سے تین رطل
بہادیے گئے تو تین رطل و تین نوین حصے رطل کے بہ گئے اور چھ رطل اور چھ نوین حصے رطل کے باقی رہی پس
باقی کو اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاوین۔ اور اگر جوش دینے سے دو رطل جل گئے
پھر اسمین سے دو رطل بہادیے گئے تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و نصف رطل باقی رہے۔ اور اگر جوش دینے سے
پانچ رطل اُڑ گئے پھر اُسمین سے ایک رطل بہادیا گیا تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو تہائی رطل باقی رہجاوے
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دیگ مین دس پیمانہ شیرۂ انگور اور بیس پیمانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش
دینے مین پانی بہ نسبت شیرۂ انگور کے پہلے اُڑجاوے گا تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ آٹھ نوین حصے جل جاوین اور ایک نوان
باقی رہجاوے اسواسطے کہ جب اُسکی دو تہائی جوش دینے سے جل گئی تو فقط پانی ہی جلگیا ہی پس اُسپر واجب ہی کہ

اسکے بعد پھر پکاوے یہانتک کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اور اگر شیرۂ انگور سے پہلے پانی نہ جلے تو وہ شخص اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے اور اگر شیرہ انگور و پانی دونون ساتھ ہی جل جاتے ہون تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اسواسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرۂ انگور و دو تہائی پانی جل جائے گا اور ایک تہائی شیرۂ انگور و ایک تہائی پانی رہجائے گا پس یہ اور جبکہ شیرۂ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکا کر اُسمین پانی ملایا جاوے دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے اور جو شربہ کہ جو و چینہ دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہین جبکہ انمین اشتداد آجاوے خواہ وہ مطبوخ ہون یا غیر مطبوخ ہون تو انکا پینا اسقدر کہ نشہ نہ آوے امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رہ کے نزدیک انکا پینا حرام ہے اور فقیہ رہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الخلاصۃ قال المترجم وہو الصحیح الموافق بالاخبار الصحیحۃ اور اگر ان شربہ کے پینے سے اُسکو نشہ آیا تو نشہ اور قدح اخیر جس سے نشہ آیا ہے بالاجماع حرام ہے اور نشہ مین ہونے کی صورت مین وجوب حد مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے تو فقیہ ابو جعفر رہ نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر یعنے تمر و انگور سے نہین ہے اُسمین حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ بنج[1] و خمر یا دیان کے دودھ سے نشہ ہو جانے مین حد نہین ماری جاتی ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی رہ نے ذکر کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو حد ماری جاویگی اور بعض نے کہا کہ حسین بن زیاد کا قول ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسا پانی جسمین خمر ہے پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و رنگ و بو نہ پائی جاوے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر خمر غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و بو و رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر اُسمین خمر کی بدبو نہ پائی گئی مگر مزہ پایا گیا تو حد ماری جائیگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے منھ مین خمر بھر لی پھر اُسکو کلی کر دیا اور اُسکے پیٹ مین حلق کے اندر خمر مین سے کچھ نہین گیا تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رہ سے روایت کی ہے اگر کسی شخص نے خمر مین روٹی چور کر مثل ثرید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ پایا جاتا ہو اور رنگ ظاہر ہو تو مین اُسکو حد مارونگا اور اگر شراب خمر سپید ہو اُسکا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اُسکا مزہ پایا گیا تو مین اُسکو حد مارونگا۔ اور نقالی مین ہے کہ اگر دوا مرکب کرکے شراب خمر مین معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا یعنے حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اُسنے اکراہ کا دعوی کیا تو بدون گواہ کے اُسکے دعوی کی تصدیق نہوگی اور اکراہ معتبر ہے کذا فی المحیط۔ اور اس فصل کے متعلقات سے تصرفات سکران کا بیان ہے یعنے جو شخص شراب کے نشہ مین ہو اور اُسنے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہے سو جاننا چاہیے کہ جو شخص نشہ مین ہے یعنی مست ہے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہین سوائے ردت کے یا جو حدود خالص اللہ تعالی ہین انکا اقرار کہ یہ نافذ نہین ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ جو شخص خمر سے یا اُن شرابون سے جو تمر و مویز سے بنائی گئی ہین مثل نبیذ و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہوا اُسکے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق و اقرار بقرضہ و اقرار بعین اور یہ کہ اُسنے اپنی نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کر دیا اور قرض لینا و قرض دینا و ہبہ و صدقہ جبکہ موہوب لہ و متصدق علیہ قبضہ کرے یہ سب نافذ ہین اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابوبکر بن الاحید سے روایت ہے کہ

ف ۱ بنج معرب بنگ و در لغت گوید اجوائن خراسانی و در طب اجوائن خراسانی دوائیست کہ مورث امراض سمی ست نہ نشی واللہ اعلم ۱۲ ف ۲ ورنہ اُسکے حرام ہونے مین شک نہین ہے ۱۲

شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہوجاتے ہیں اور انکو شروط فاسدہ باطل نہیں کرتے ہیں نافذ ہونگے پس بیع وشرا نافذ نہوگی اور طلاق وعتاق واقرار بالدین والعین اور ہبہ وصدقہ وتزویج صغیر وصغیرہ سب نافذ ہونگے اور مست کی ردت ہمارے نزدیک استحساناً نہیں صحیح ہی اور قیاساً صحیح ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ کفر کی نفی وانعدام واجب ہی تحقق واجب نہیں ہی اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر روان ہوگیا تو اسکی تکفیر نہ کی جائیگی اور یہ حکم مست کا اسوقت ہی کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل ثمر وانگور ومویز کے بنائی گئی ہو اور اگر شہد وسیب وغیرہ پھلوں اور چینہ دانہ وغیرہ حبوب سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اسکے حق میں مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور یہ اختلاف مثل اس اختلاف کے ہی کہ اسپر حد واجب ہوگی یا نہیں سو جسکے نزدیک ان شرابوں سے نشہ ہونے سے حد واجب ہوتی ہی اسکے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہوجاوینگے بنظر اسکے زجر کے اور جسکے نزدیک اسپر حد نہیں ہی اور وہ فقیہ ابوجعفر وشمس الائمہ سرخسی ہیں انکے نزدیک اسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اسواسطے کہ تصرف نفاذ اسکے زجر کے واسطے تھا پس جب ان دونوں کے نزدیک اسکے زجر کے واسطے اسپر حد واجب نہوئی تو زجر کیواسطے اسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اور اگر بنگ وخر مادہ کے دودھ سے کسی کی عقل زائل ہوگئی تو اسکے تصرفات نافذ نہونگے اسیطرح اگر کسی نے شراب شیرین پی مگر اسکے مزاج کو موافق نہوئی اور اسکی عقل کم ہوگئی اور اسنے طلاق دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ سب اس مست شراب کا حکم ہی جسنے برغبت خود شراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور ومکرہ ہوکر شراب پی پھر اسنے مست ہوکر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جسطرح اسپر حد واجب نہیں ہی اسیطرح اسکی طلاق بھی واقع نہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اسکی عورت کو طلاق دیدے پھر وکیل نے شراب سے مست ہوکر طلاق دی تو شداد رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی اور صحیح یہ ہی کہ واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہی۔ بنگ اور مادیان خر کے دودھ کا نشہ بالاجماع حرام ہی یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ اگر کسی شخص نے خمر کو نبیذ میں مخلوط کرکے پی لیا اور اسکو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب تھی تو میں اسکو حد مارونگا اور اگر نبیذ غالب ہو تو حد نہ مارونگا یہ مبسوط میں ہی۔ اگر شیرہ انگور کو جوش دیکر تہائی جلا دینے کے بعد اس سے علیق بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر ہوجانے سے پہلے علیق بنایا تو مضائقہ نہیں ہی۔ اور اگر اسمیں جوش آنے وحالت عصیر متغیر ہوجانے کے بعد ایسا کیا تو اسمیں خیر نہیں ہی اسواسطے کہ جب اسمیں جوش وشدت آگیا تو وہ حرام ہوگیا اور حرام سے جو علیق بنایا گیا ہی وہ مثل خمر سے بنائے ہوئے کے حلال نہوگا اور قبل شدت آجانے کے وہ حلال ہی اور عصیر یعنی شیرہ انگور سے علیق بنانا حلال ہی یہ مبسوط میں ہی جس دیگ میں شیرہ انگور پکایا جاتا ہی اس دیگ کا قاعدہ مسطح ہوتا ہی اسمیں گہراؤ نہیں ہوتا ہی اور اسکے گرد کے محیط جو مثل دیواروں کے ہوتی ہیں وہ مستدیر بلند ہوتی جاتی ہیں پس اسکی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر تقسیم کرکے اسپر نشان دیتے ہیں پس اوپر کے نشان تک بھرکر اسکو پکاتے ہیں یہانتک کہ دو تہائی جل جاوے اور نیچے کی علامت تک باقی رہجاوے اور یہ لازم ہی کہ اسکو علی الاتصال پکاتے رہیں بیچ میں انقطاع نہو اور اگر دو تہائی جل جانیسے پہلے بیچ میں پکانے میں انقطاع ہوگیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطبوخ کے

متغیر ہونے اور اسمیں تلخی وغیرہ پیدا ہو جانے سے پہلے اُسنے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہو جائیگا کیونکہ ایسا پکانا بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہے اور اگر مطبوخ میں تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہو جانے کے بعد اسنے پکانا شروع کیا تو وہ حرام ہوگا کیونکہ اسکو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا متعذر ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور دساق یعنے جو باقی بقول سے پانی ڈال کر بطور شیرہ نکالنے سے نکلتا ہے اگر اسمیں جوش و اشتداد آجاوے و جھاگ پھینکنے لگے تو بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اسکا حکم بمنزلہ نقیع مویز کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ خمر کا ایک مٹکا دریائے عظیم میں مثل فرات وغیرہ کے یا اس سے چھوٹے میں بہا دیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہے یا پانی پیتا ہے پس اگر اُسکو پانی میں خمر کا مزہ یا رنگ یا بدبو نہ آئی تو پینا و وضو کرنا حلال ہے اور اگر اسمیں سے کوئی بات پائی گئی تو نہیں مباح ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ میں نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبیذ میں گر پڑے اور بھیگ گئے فرمایا کہ اگر علیحدہ اسقدر دانہ انگور بھیگ جاتے اور انمیں جوش آتا تو نبیذ میں بھیگ جانے اور جوش آجانے کے بعد نبیذ کا پینا بھی حلال نہ ہوگا اور اگر ان دانوں میں تنہا بھیگنے میں جوش و غلیان نہ آتا تو نبیذ مذکور کے پینے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور ایک پیالہ پانی یا آب راکد میں خمر ڈالدی گئی کہ جسکا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہے تو اس پانی کا پینا حلال نہیں ہے اسواسطے کہ یہ پانی قلیل ہے جسمیں نجاست لگ گئی پس نجس ہو جائیگا اور اگر اُسنے اس پانی کو پیا پس اگر اسمیں خمر کا مزہ و رنگ و بو نہیں پائی جاتی ہے تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر اسمیں سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جاوے گی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ حاکم نے منتقی میں ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے میں پڑ گئی تو فرمایا کہ اسمیں خیر نہیں ہے یعنے مکروہ ہے اور حاکم نے اسکے بعد منتقی میں ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز میں ملائی گئی جو آنکھوں سے نظر آتی ہے پس اگر یہ چیز غالب ہو تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ میں ڈالدی گئی تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے پس ان دونوں مسئلوں میں غالب کا اعتبار کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ خمر اگر نبیذ شدید میں جو انکے نزدیک حلال ہے گر پڑے تو فرمایا کہ خمر اسکو فاسد کر دے گی یہ محیط میں ہے اور خمر کسی ظرف میں ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائیگا اور اگر خمر اسمیں سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا جاوے پس پاک ہو جائیگا بشرطیکہ پرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اسمیں خمر ڈالی گئی تو اماموں نے اختلاف کیا ہے امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین بار دھویا جاوے اور ہر بار خشک کیا جاوے پس پاک ہو جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کبھی پاک نہ ہوگا اور بعضے مشائخ رح نے بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک نہ کیا جاوے لیکن پے در پے اسمیں پانی بھر اگیا تو جب تک پانی اسمیں سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہ ہوگا اور جب اسمیں سے پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اُسکی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوے ہے۔ اور اگر شراب اس ظرف میں سے نہ نکالی گئی باقی رہی یہاں تک کہ سرکہ ہو گئی تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت میں ظرف کا حکم کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور حاکم ابو نصیر مہرویہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہے وہ پاک ہوگا اور اوپر کے کنارہ جہاں سے شراب کھلتی ہوئی اتر گئی ہے قبل اسکے کہ سرکہ ہو جاوے وہ ناپاک ہے پس چاہیے کہ اسکو سرکہ سے دھو ڈالا جاوے تاکہ

وہ بھی پاک ہو جاوے اور اگر ایسا نہ کیا گیا اور اُسمین شیرۂ انگور لبریز بھر دیا گیا تو شیرۂ مذکور نجس ہو جائیگا اور اُسکا پینا حلال نہوگا اسواسطے کہ اس عصیر[1] مین خمر مختلط ہو گئی۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس قدر اُس ظرف مین خمر ہے جب وہ سرکہ ہو گئی تو پورا برتن پاک ہو جائیگا اور اس تکلف کی حاجت نہین ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے لیا ہے اور اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ اور شیرۂ انگور ایسے شخص کے ہاتھ جو اُس سے شراب بنائیگا فروخت کرنے مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مضائقہ نہین ہے اور صاحبین نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور بعض مشائخ رح نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر بھی مکروہ نہین ہے کہ جب اُسنے شیرہ انگور ذمی کے ہاتھ اتنے دامون کو بیچا کہ کوئی مسلمان اس سے اتنے دامون کو نہ لیگا اور اگر کوئی مسلمان اتنے دامون کو لیتا ہوا پایا جاوے تو ذمی کے ہاتھ جو اُسکو شراب بنا دیگا فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص نے باغ انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ مشتری انگورون سے شراب بناوے گا تو کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ اُسکا قصد ثمن حاصل کرنا ہووے اور اگر شراب کا حاصل ہونا اُسکا مقصود ہو تو مکروہ ہے اور انگور کے درخت لگانے مین بھی یہی تفصیل ہے حکم ہے یعنے اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو مکروہ ہے اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہین ہے مگر افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرۂ انگور نہ بیچے جو اس سے خمر بناوے گا کذا فی فتاوے قاضی خان رحمہ اللہ تعالی

کتاب الصید

قال المترجم۔ صید جانور جو شکار کیا جاوے۔ ماکول اللحم جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اصطیاد صید کرنا۔ صائد شکار کرنے والا معلم سکھلایا ہوا کتا و باز وغیرہ۔ وسیاتی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب

اسمین سات باب ہین

باب اول۔ صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین۔ جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو وہ صید ہے خواہ وہ ماکول[2] اللحم ہو یا غیر ماکول[3] اللحم یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور فعل اصطیاد ایسے شخص سے جو اُسکی اہلیت رکھتا ہے اپنے محل مین شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہے اور حکم صید یہ ہے کہ حقیقۃً یا تقدیراً گرفتار کرنے کیوقت صید مین ملک ثابت ہوتی ہے اور تقدیراً گرفتار کر لینے سے ہماری مراد یہ ہے کہ صید کو حیز امتناع سے خارج کرے یعنی قبضہ سے ممتنع نرہے اور صید کھانے کی حلت پندرہ شرطون سے ثابت ہوتی ہے۔ پانچ شکار کرنے والے مین ہین ایک یہ کہ وہ ذکوٰۃ[4] کی اہلیت رکھتا ہو دوم یہ کہ اُس سے ارسال پایا جاوے سوم یہ کہ ارسال مین اُسکے ساتھ

[1] عصیر انگور وغیرہ نچوڑا ہوا ۱۲ منہ [2] ماکول اللحم وہ جانور جسکا گوشت کھایا جاتا ہے ۱۲ [3] غیر ماکول اللحم جن کا گوشت کھانا شرعًا جائز نہین ۱۲ [*] قولہ علے قول ابی یوسف رحمہ اللہ [4] ذبح کرنے وغیرہ ۱۲

ایسا شخص شریک نہو جسکا شکار حلال نہیں ہے۔ چہارم آنکہ عمداً تسمیہ نہ چھوڑے پنجم یہ کہ جسنے جانور چھوڑا ہے وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ میں کسی اور کام میں مشغول نہو جاوے اور پانچ شرطیں کتے میں ہیں اول آنکہ معلم ہووے دوم آنکہ طریقہ ارسال پر چلا جاوے سوم آنکہ اسکے ساتھ شکار پکڑنے میں ایسا جانور شریک نہو جاوے جسکا شکار حلال نہیں ہے چہارم آنکہ جرح سے اسکو قتل کرے پنجم آنکہ اسمیں سے نہ کھاوے اور پانچ صید میں ہیں اول آنکہ حشرات الارض میں سے نہو دوم یہ کہ جانوران آبی میں سے نہو سوائے مچھلی کے سوم آنکہ اپنے آپ کو اپنے پروں یا اپنے ہاتھ پاؤں کے ذریعہ سے بچاوے چہارم آنکہ اپنے دانتوں سے یا اپنے پنجہ سے نہ کھاتا ہو۔ پنجم آنکہ ذبح تک پہونچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مر جاوے کذا فی النہایہ

باب دوم - اُن صورتوں کے بیان میں جنسے صید کا مالک ہو جاتا ہے اور جنسے مالک نہیں ہوتا ہے صید گرفتار ہونے سے ملک میں آجاتی ہے اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہے خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلایا اور اسمیں کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اسکا مالک ہو جاویگا خواہ اُسنے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو اسواسطے کہ جال شکار ہی کیواسطے پھیلایا جاتا ہے حتے کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ وہ جال سے اُسکا پکڑنے والا نہوگا۔ اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہیں ہے اُسکو بغرض شکار پکڑنے کے کام میں لایا چنانچہ اگر کسی نے خیمہ گاڑا اور اسمیں کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کیواسطے خیمہ مذکور گاڑا ہو تو اُسکا مالک ہو جاویگا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اُسمیں شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے اگر اُسکو چھوٹ کر اڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہوگا اسواسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہے اسواسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہے اور سبب ہنوز منتقض نہیں ہوا تھا حتے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے چھوٹ کر اڑ جانے کے بعد اُسکو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جاویگا اسواسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہو گیا تھا یہ کبرے میں ہے۔ اور اگر جال والے نے اُسکو پکڑ لیا ہو پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ بھاگے پھر دوسرے نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اُسکا مالک ہو گیا ہے اور اُسکا ہاتھ سے چھوٹ بھاگنا بمنزلہ غلام کے اباق کے یا اونٹ کی سرکشی کرکے بھاگ جانے کے ہے اور اُس سے ملک زائل نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ حاکم شہید نے منتقی میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنادی کہ جسمیں پانی اُسکی زمین میں آتا ہے تاکہ وہ مچھلیوں کا شکار کرے پھر اس راہ سے اُسکی زمین میں پانی معہ بہت سی مچھلیوں کے آگیا پھر پانی خشک ہو گیا اور مچھلیاں زمین میں باقی رہگئیں یا پانی خشک نہوا مگر کم ہو کر ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیاں پکڑی جاسکتی

ف۱ قال اگر جال میں سے کسی راہگیر نے یہ جانور نکال لیا تو وہ مالک ہوگا اور جال والا واپس نہیں کر سکتا ہے ۱۲ منہ ف۲ یعنی کتے وغیرہ ۱۲ ف۳ یعنے مثلاً دوسرا کتا جسکا شکار پکڑنا حلال نہیں ہے ۱۲ ف۴ یعنے ہنوز جال میں موجود تھا ۱۲ ف۵ بھاگ جانا ۱۲

ہین تو کسی شخص کو اُن مچھلیون کے پکڑ لینے کی راہ نہین ہے۔ یہ مچھلیان مالک زمین کی ہوگئی ہین اور جو شخص پکڑے گا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جسمین سے بدون شکار کیے مچھلیون کا پکڑنا ممکن نہو تو جس شخص نے شکار کرکے اُسمین مچھلیان پکڑ لین وہ اُسی کی ہونگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی نے پانی مین جال ڈالا اور دوسرے نے اسمین شست ڈالی پھر جال مین مچھلی آگئی اور شست مین پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدون مین ہو تو وہ جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی مین شست پھینکی اور اسمین کوئی مچھلی پھنسی پس اگر اُسکو خشکی مین جہان سے پکڑ سکتا تھا کھینچکر ڈالدیا ہے پھر وہ تڑپ کر پانی مین جا پڑی تو اُسکا مالک ہوگا اور اگر اُسکو پانی سے باہر نکال لانے سے پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اُسکا مالک نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین مین کسی غرض سے گڈھا کھودا اور اُس مین کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اُس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین نے یہ گڈھا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اسمین شکار پھنسے تو اس شکار کا وہی حقدار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین کسی شکاری پرندے نے انڈے دیے یا اُسمین کسی ہرن نے گھر بنایا اور دوسرے شخص نے آکر اُسکو لے لیا تو وہ اُسی کی ہوگی اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مالک زمین شکار سے اسقدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ نہ سکے اور اگر اسقدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکو پکڑ سکتا ہے تو وہ مالک زمین کی ملک ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے ایک گڈھا کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہین کھودا تھا پس اُسمین کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا پس اگر گڈھا کھودنے والا شکار سے اسقدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ لے تو یہ شکار اُسی کا ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ اگر شکار کسی شخص کے دار مین داخل ہوا اور اُس نے دروازہ بند کرلیا اور ایسا ہوگیا کہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے پس اگر اُسنے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہو تو اُسکا مالک ہوگیا اور اگر اور کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہوگا حتی کہ اگر اُسکو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت مین وہ مالک ف۲ دار کا ہوگا اور دوسری صورت مین پکڑنے والے کا ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ رح نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے اُسکے یہ معنی نہین ہین کہ اُسکے پکڑنے مین کچھ چارہ و ہاتھ پانون ہلانے کی حاجت نہو بلکہ یہ معنی ہین کہ اُسکے پکڑنے کے واسطے جال وغیرہ لگاکر پکڑنے کی ضرورت نہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آسکتا ہو اور منتقی مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے جال لگایا اور اسمین شکار پھنسا پھر تڑپ کر اُسکو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اُس شکار کو پکڑ لیا تو جسنے پکڑا ہے اُسی کا ہوگا اور اگر حبالہ لگانے والا اپنے حبالہ کے پاس پہونچگیا ہو اور اسقدر نزدیک ہوگیا ہو کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اُسکو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ حبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری ستے و باز کے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہے اور حبالہ حلقہ دار ڈورا ہوتا ہے جسمین شکار کا سر یا پانون پھنس جاتا ہے کذا فی الظہیریہ قال المترجم اور لغت مین بمعنی دام لکھا ہے ظاہرا وہ دام اسیطرح کا مراد ہے۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر مین ایک

ف۱ اور جو شخص شکار کرنے کو آوے تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اُسکو اپنی زمین مین نہ آنے دے اور اُسپر یہ واجب نہوگا کہ شکار کرکے مچھلیان اُسکو ہبہ نہ پہونچادے ۱۲ ف۲ یعنے اپنی ملک مین ۱۲

باز پکڑا جسکے پاؤن مین چمڑے کے تسمہ تھے یا جلاجل پڑے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہی تو اسپر واجب ہی کہ مثل لقطہ کے اُسکی شناخت کے واسطے پکارے تاکہ اُسکے مالک کو واپس دے اسیطرح اگر کوئی ہرن پکڑا جسکی گردن مین پٹہ وغیرہ پڑا تھا یعنی پالو معلوم ہوتا تھا اُسکا بھی یہی حکم ہی اسیطرح اگر کسی نے کبوترون کے برج بنائے اور اسمین لوگون کے پالو کبوترون نے گھونسلے رکھے تو جسقدر اُنکے بچہ پکڑے وہ اُسکو حلال نہونگے اسواسطے کہ بچہ اُنکے مان باپ کے مالک ہونے پر حلال ہوسکتے ہین پس انکا حکم مثل لقطہ کے ہی لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اُسکو حلال ہی کہ اپنی حاجت مین اُنکو کھاوے اور اگر غنی ہو تو اُسکو چاہیے کہ کسی فقیر کو صدقہ دیدے پھر اُس سے کسی قدر دام کو خریدے اور تناول کرے اور ہمارے شیخ امام شمس الائمہ ایسا ہی کرتے تھے اور انکو کبوترون کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکو گرادیا اور وہ غش ہوکر ایکدم پڑا رہا مگر اُسمین کہین جراحت نتھی پھر اُس سے غشی جاتی رہی اور وہ چلدیا یا پرند تھا کہ اُڑ گیا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر گرادیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اُسکو غشی کی حالت مین پکڑ لیا اور دوسرے نے بھی اُسکو اُسی حالت مین پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اُڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مار کر گرادیا اور ایسا زخم آیا کہ وہ اُٹھ نہین سکتا تھا پھر جبتک اللہ تعالی نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہوگیا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اُسکے لگا اور وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ یہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مرا ہی یا یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے کس تیر سے مرگیا ہی اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہی تو حلال ہی اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا مگر اُسکو ایسا نہین کردیا کہ حیز امتناع سے خارج کردے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنے بھاگ جاسکتا تھا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کردیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائیگا اور اگر اول نے زخم کاری دیا ہو کہ سست کردیا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر قتل کردیا تو وہ شخص اول کا ہی اور نہ کھایا جائیگا اور یہ حکم اسوقت ہی کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے شکار مذکور نجات پاسکتا ہو تاکہ اُسکی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے نجات نہ پاسکتا ہو مثلاً اسمین اسقدر حیات رہگئی جیسے مذبوح مین رہجاتی ہی یا اُسکا سر الگ ہوگیا تو حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اُس سے شکار زندہ نہین رہسکتا ہی لیکن اسمین حیوۃ بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہگئی مثلاً وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہسکتا ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیوۃ کا کچھ اعتبار نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک حرام ہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیات کا اعتبار ہی پس امام محمد رح کے نزدیک اس صورت کا حکم اور جس صورت مین کہ تیر اول سے صید نجات پاسکتا ہو یکسان ہی یعنے حلال نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سواے اسقدر کے جتنا اُسکی جراحت نے نقصان کردیا ہی اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب دوسرے تیر سے اُسکا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اُسکی نجات ممکن معلوم ہوا اور دوسرے تیر کے زخم سے

اُسکی نجات ناممکن معلوم ہوتا کہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں زخموں سے مر گیا یا کچھ معلوم و ثابت نہوتا ہو تو دوسرا شخص اُسکے واسطے جو اُسکے جراحت سے نقصان آیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کے مملوک حیوان کو مجروح کرکے ناقص کر دیا پس جسقدر ناقص کیا ہے اُسکا ضامن ہوگا پھر دو زخموں سے جو جانور مجروح ہوا ہے اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ اُسکی موت دونوں زخموں سے ہوئی ہے پس اُسکے نصف کا تلف کرنے والا ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہے پس دو زخموں سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہوا اسواسطے کہ اول نے باختیار خود نہیں کما اور ثانی نے اُسکو ایکبار اُسکی ضمان دیدی پس دوبارہ ضمان نہ لیگا پھر اُسکے آدھے گوشت حلال کیے ہوے کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت میں تھا کہ ذکوۃ اختیاری سے حلال ہو سکتا تھا اگر اُسکو دوسرا شخص تیر نہ مارتا پس دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اُسکا ضامن ہوگا اور باقی آدھے کا ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے ایکبار آدھے کی ضمان دیدی ہے پس اسمیں گوشت کی ضمان بھی داخل ہوگئی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر پہونچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیروں بھاگتا ہو یا اڑتا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر گرا کر قتل کر دیا تو وہ دوسرے کا ہے اور حلال ہے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور اگر دو آدمیوں نے ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے پہلے پہونچ کر اُسکے لگا اور زخم کاری دیا کہ وہ صید نرہا پھر دوسرے کا تیر پہونچکر لگا تو وہ اُس شخص کا ہے جسکا تیر پہلے لگا ہے اگرچہ دونوں نے ساتھ ہی تیر پھینکے ہوں۔ اور اگر دونوں تیر ساتھ ہی لگے ہوں تو وہ دونوں کا ہے اسواسطے کہ ملک ثابت ہونے کے حق میں تیر لگنے کی حالت کا اعتبار ہے تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار نہیں ہے اور حلال ہونے کے حق میں تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اُسکو نیم مردہ کر دیا پھر اُسکو دوسرے کا تیر لگا اور قتل کر دیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہے اور کھایا جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اُسکے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا تیر پہلے تیر پر پڑا اور اُسکو لیے ہوے چلا گیا یہانتک کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مجروح کرکے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال میں ہو کہ جس سے معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہونچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اسواسطے کہ وہی اسکا پکڑنے والا قرار دیا جاویگا حتے کہ اگر دوسرا شخص مجوسی ہو یا احرام باندھے ہوے ہو تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت میں ہو کہ معلوم ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہونچیگا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اسواسطے کہ پکڑنے میں وہ سابق ہے۔ حالانکہ اُسکا تیر خود کافی ہے لیکن اگر دوسرا شخص احرام میں ہو یا مجوسی ہو تو استحسانًا حلال نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور منتقی میں حاکم شہید رح نے ذکر فرمایا کہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار میں داخل ہوا یا اُسکی چہار دیواری کے باغ میں داخل ہوا یا بجائے ہرن کے حمار وحشی اسطرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنیکے

ملہ اگرچہ ساتھ نہ پھینکے ہوں ۱۲ ملہ ساتھ لگے یا آگے پیچھے ۱۲

پکڑا جاسکتا ہو تو وہ مالک[1] دار کا ہی۔ اسی طرح اگر مچھلیون کے حظیرہ[2] مین اس طرح مچھلیان داخل ہوئین تو انکا بھی یہی حکم ہی مگر یہ حکم جو یہان مذکور ہے اُس حکم سے جو اصل مین ذکر فرمایا ہی مخالف ہے چنانچہ اصل مین مذکور ہے کہ اگر کسی شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اسکا پیچھا کیا یہان تک کہ اُسکو کسی شخص کی زمین یا دار مین داخل کردیا تو وہ شکار کتے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہانتک کہ اُسکو بھگا کر کسی شخص کے دار مین داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہی جو اُسکے پیچھے دوڑکر اُسکو لایا ہی کیونکہ جب اُسنے اُسکو بھگا لاکر مضطر کردیا تو گویا اپنے ہاتھ مین پکڑ لیا یہ ذخیرہ مین ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونون ایسے امر پر متفق ہون کہ جس سے وہ پرند اصلی اباحت پر باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اسنے ہوا مین سے پکڑا ہو یا اُسکے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ مین نے تجھ سے پہلے اسکا شکار کیا ہی اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اُسنے ہوا مین سے پکڑا ہی تو شکاری کا ہوگا اور اگر اسکے دار مین سے یا اُسکے درخت پر سے پکڑا ہی تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا مین سے پکڑنے اور دیوار پر سے پکڑنے مین اختلاف کیا ہی تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی جاری نہر مین سے مچھلیان پکڑین جو بدون شکار کے نہین پکڑی جاسکتی ہین تو پکڑنے والے کی ہونگی اسی طرح اگر اجمہ[3] ہو جسکی مچھلیان بدون شکار کیے ہوئے نہین پکڑی جاسکتی ہین تو انکا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ اجمہ کا مالک ان مچھلیون کا محرز نہین ہی بلکہ محرز وہ ہوا جس نے پکڑی ہین اور اگر اجمہ کے مالک نے اسکے واسطے کوئی حیلہ کیا کہ اجمہ کا پانی نکال دیا اور مچھلیان باقی رہگئین تو وہ اجمہ کے مالک کی ہون گی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر اجمہ کے مالک نے پانی نکال دیا مگر مچھلیون کی غرض سے ایسا نہین کیا ہی تو بھی وہ مچھلیان پکڑنے والے کی ہونگی اور اگر اجمہ کا پانی زمین مین پیوست ہو گیا پس اگر اجمہ والے کا قصد مچھلیان پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہین پکڑی جاسکتی ہین تو وہ شکار کرنے والے کی ہونگی اور اگر بدون شکار کے اُنکا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیان اجمہ کے مالک کی ہونگی یہ محیط مین لکھا ہی۔ منتقی مین داؤد بن رشید کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ شہد کی مکھیون نے ایک شخص کی زمین مین چھتے لگائے اور ان مین سے بہت سا شہد نکلا تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور کسی کو اُسکے لینے کی راہ نہوگی اور فرمایا کہ اُسکی زمین مین یہ شہد مشابہ اسکے نہین ہی کہ اُسکی زمین مین ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہی یا کسی پرند شکار نے انڈے دیے اور فرق کیطرف اسطرح اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور مین آتا ہی اور چلا جاتا ہی اور انڈے مین سے بچے نکلکر اُڑ جاتے ہین ہان یہ صید و اُسکے انڈے خود شہد کی مکھیون کے مشابہ ہین پس اگر شہد کی مکھیان کسی نے پکڑ لین تو اُسی کی ہونگی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہوگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رح

[1] مالک یعنی مکان والا اسکا مالک ہو گیا ۱۲ [2] حظیرہ ایک جگہ قریب دریا کے بناتے ہین تاکہ جو مچھلی اسمین آجاوے وہ نکلنے نہ پاوے اور جانورون کا حظیرہ مانند کٹہرے کے لکڑیون سے بناتے ہین تاکہ گھوڑیان اس مین رکھکر بچہ جنین اور بڑے ہون ۱۲ [3] یعنی مثلاً مالک دار اگر منکر ہو ایسا دعوے نہ کرے جس سے کہ اُسکا استحقاق ثابت ہو ۱۲ منہ [4] دعوے مالک مکان ۱۲

سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیوں کے چھتے رکھے اور انمین شہد پیدا ہوا تو ان چھتوں کے مالک کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور ملتقط مین لکھا ہے۔ کہ دو شخصون مین سے ایک شخص کی کبوتری ہے اور دوسرے کا کبوتر نر ہے تو جو بچے پیدا ہون وہ کبوتری والے کے ہونگے کذا فی التاتارخانیہ

تیسرا باب۔ شرائط اصطیاد کے بیان مین۔ شکار کرنے والا اہل ذکوۃ مین سے ہونا چاہیے یعنے ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نابالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو نہ جانتا ہو اسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور یہ چاہیے کہ ملت توحید پر ہو خواہ دعوی و اعتقاد دونون طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعوے سے نہ اعتقاد سے جیسے کتابی کذا فی الظہیریہ اور اسکے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ وہ احرام مین نہو اور نہ حرام کا شکار کھیلا ہو حتے کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائیگا اور نہ جو شکار حلال نے حرم مین شکار کیا ہے۔ اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اسکے کھانے مین مضائقہ نہیں ہے یہ محیط مین ہے۔ اور تیر سے شکار کرنے مین تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے اور کتے و باز وغیرہ سے شکار کرنے مین انکے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے اور ہمارے نزدیک انکے چھوڑنے مین یہ شرط نہیں ہے کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتی کہ اگر تسمیہ پڑھکر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا پس اُسنے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑا یا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہونگے جبتک وہ اس چھوٹ کی روش پر باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہے تو شکار کا کھانا حلال ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مجوسی یعنی آتش پرست اور بت پرست اور مرتد کا شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ ذکوۃ اختیاری کی اہلیت نہیں رکھتے ہین پس ایسے ہی ذکوۃ اضطراری کی اہلیت بھی نہیں رکھتے ہین یہ کافی مین ہے۔ اور اگر نصرانی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اس حالت مین مسیح کا نام لیا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ باز و کتے وغیرہ مین ارسال یعنے باختیار چھوڑنا شرط ہے حتی کہ اگر سیکھا ہوا کتا مالک سے چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اُسکو سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس اگر اُسکے زجر کرنے سے منزجر ہوا یعنی شکار پکڑنے پر حرص طلب زیادہ نہ کی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسکی آواز سے منزجر ہوگیا یعنے شکار کی جستجو و پکڑنے پر زیادہ حریص ہوگیا تو یہ شکار استحساناً کھایا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا پھر اُسکو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اُسکے زجر کرنے سے وہ منزجر ہوگیا یعنے شکار کا طالب حریص زیادہ ہوگیا تو جو شکار پکڑے اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہیں ہے اور زجر سے یہ مراد ہے کہ بلند آواز سے اُسکو شکار پر غرہ کرے اور اگر مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور جس شخص کا ذبیحہ نہیں جائز ہے جیسے مرتد و محرم یعنے جو شخص احرام باندھے ہو اور عمداً تسمیہ ترک کرنیوالا اس حکم مین بمنزلہ مجوسی کے ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الصید مین اس مسئلہ مین کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا و مجوسی نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا یون ذکر فرمایا ہے کہ اُس کتے کے شکار کھانے مین جبھی مضائقہ نہوگا کہ جب مجوسی نے اُسکو زجر کیا ہے تو ایسی حالت ہو کہ کتا برابر

ل شکار کیا یعنی مارا اور ذبح کیا ہے حتی کہ اگر باہر سے لا کر حرم مین ذبح کیا تو بھی مراد ہے ۱۲ ع یعنے اُسنے شکار پر چھوڑا ہے پس شکار کو چھوڑ کر کسی اور کام مین مشغول نہو جاوے اور نہ ٹھہر جاوے یا واپس آوے ۱۲ منہ ع باختیار حلال کہو نامثل بکری وغیرہ ۱۲ ع جسکو باختیار حلال کر سکے جیسے وحشی وغیرہ ۱۲ ع ای باسم المسیح علیہ السلام ۱۲

شکار کی طرف جا رہا ہو اور اگر دوش رسال سے ٹھہر گیا پھر اسکے بعد اسکو مجوسی نے زجر کیا اور اُسکے زجر کو مان گیا اور شکار کا طالب و حریص ہو گیا تو اسکا شکار نہ کھایا جائیگا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور اگر کتے کو کسی نے نہ چھوڑا ہو مگر وہ خود اُٹھکر یا از خود اُڑ کر شکار کے پیچھے ہوا پھر اسکو کسی مسلمان نے زجر کیا اور تسمیہ پڑھ دیا اور وہ زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال نہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وہ منزجر نہوا ہو تو حلال نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر کتا چھوڑا اور عمداً تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چلدیا تو تسمیہ پڑھکر اسکو زجر کیا اور اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا خواہ زجر کرنیسے وہ منزجر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ینابیع میں ہے اور شکار کھیلنے کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے میں کوئی ایسا شخص اُس کے ساتھ شریک نہو جس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے جیسے آتش پرست و بت پرست و عمداً تسمیہ ترک کرنیوالا[1] اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول نہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جاوے اور کتے کے پیچھے ہو جاوے اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اسطرح غائب ہوا کہ اسکو نظر نہیں آتا ہے پھر اسکو دیر کے بعد پایا کہ اُسنے شکار کو قتل کیا تھا تو ہمیں دو صورتیں ہیں یا تو اسنے پیچھا کرنا نہ چھوڑا ہو یہاں تک کہ شکار کو اس طرح پایا اور کتا اُسکے پاس موجود تھا تو اس صورت میں قیاساً وہ شکار نہ کھایا جاوے اور استحساناً کھایا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ بجواب استحسان یہ شرط کہ کتا اسکے پاس موجود ضروری ہے حتے کہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا یہانتک کہ جب رات قریب آئی تو اُسکی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس موجود تھا اور شکار میں ایک جراحت تھی کہ یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اسکو کتے نے مجروح کیا ہے یا دوسرے نے تو کتاب میں فرمایا کہ میں اسکا کھانا مکروہ جانتا ہوں اور شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کر دی کہ وہ نہ کھایا جائیگا مگر شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے لیکن فتوی قول اول[2] پر ہے کذا فی الظہیریہ اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہے اور اگر علامت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہے یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہے لیکن اسمیں دوسری جراحت بھی ہو جو کتے کی جراحت نہیں ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا خواہ اُسنے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور اول سے آخر تک یہی حکم باز و چرغ و شاہین وغیرہ میں ہے اور تیر کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا پھر شکار مذکور اُسکی نظر سے پوشیدہ ہو گیا پھر اُسکو مردہ پایا اور اُسمیں سوائے تیر کے دوسری جراحت ہے تو وہ نہ کھایا جائیگا اگرچہ جستجو میں برابر اُسکے پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اُس میں سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول نہوا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جاوے اور اگر دوسرے کام میں مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً نہ کھایا جاوے

ف[1] عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اقول اس میں یہ شرط ضرور ہے کہ اعتقادی نہو کیونکہ مثلاً شافعیہ کے اعتقاد سے اس کی حلت اجتہادی ہے تو جب وہ لوگ ہمکو خبر دیں کہ حلال ہے تو ہم کھا سکتے ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ نصرانی و یہودی کی طرف سے یہ خبر معتبر ہے پھر اہل السنۃ سے کیونکر معتبر نہوگی اور جاہل متعصب کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ وہ عالم کی صورت میں اہل السنۃ کے مجتہدوں میں فساد ڈالنا چاہتا ہو فافہم ۱۲ منہ ع[2] یعنے تحریمی ہے ۱۲

یہ محیط میں ہے۔ فتاوی آہو میں ہے کہ ایک شخص نے پانی میں ایک پرند کو تیر مارا اور مجروح کر دیا پھر تیر انداز موزہ اُتارنے میں مشغول ہوا پھر موزہ اُتار کر پانی میں گیا اور پرند کو زخم تیر سے مردہ پایا تو فرمایا کہ اُسکا کھانا حلال ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اُتارنے میں مشغول ہونا عذر نہیں ہے پس اُسنے طلب کو ترک کیا اسواسطے اُسکا کھانا حرام ہو گیا اور یہی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اُسکے پیچھے جستجو کا حکم کیا تو فرمایا کہ جائز ہے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اسکے کہ کتا شکار تک پہونچے تسمیہ پڑھ دیا مگر کتے کو آواز دیکر نہ للکارا یہانتک کہ اُسنے شکار پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور تیر میں ایسا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے کی صورت میں تدارک سہو اس طرح ممکن ہے کہ اُسکو للکار دے اور تیر میں ممکن نہیں کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب شرائط صید کے بیان میں۔ آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک جماد جیسے تیر پردار و بے پر وغیرہ اس کے مانند دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور و باز و چرغ وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہو تو اسکی شرط میں سے یہ ہے کہ وہ سیکھا ہوا ہو اور کتا سیکھا ہوا نہ ہو گا تاوقتیکہ اُس میں یہ بات نہو کہ وہ شکار کو ہمارے واسطے رکھ چھوڑے خود نہ کھا جاوے اور جب مالک اُسکو بلاوے تو چلا آوے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روان ہو جاوے پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ شکار میں سے نہ کھاوے اور امام اعظم رح اسکے واسطے کوئی حد نہیں قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہیں مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ سیکھا ہوا ہو تو اُسکا شکار کھالے اور بسا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہے اور بارہا فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانائے کار ہیں اُنکے قول کیطرف رجوع کیا جاوے جب وہ کہدیں کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہے تو وہ سیکھا ہوا ہو گا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہے اور یہی قول ابو یوسف و امام محمد رح کا ہے کذا فی المحیط۔ اور یہی اصح ہے کذا فی جواہر الاخلاطی پھر صاحبین رح سے ظاہر الروایت کے موافق اُسکا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہیں ہے بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال ہے اور صاحبین سے یہ بھی روایت ہے کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اُسنے چھوڑ دیا ہے حلال ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور باز وغیرہ شکاری پرند کے حق میں شکار کو چھوڑ دینا نہ کھانا اُسکے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت نہیں ہے اُسکے سیکھے ہونیکی علامت یہی ہے کہ جب اُسکا پالنے والا اُسکو بلاوے تو وہ مان لے حتی کہ اگر باز وغیرہ نے شکار میں سے کھا لیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے باز کے حق میں فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہو گا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجاوے بدون اسکے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے اور اگر اُسکی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز سے نہ آوے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہو گا اور جب یہ حکم لگایا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہے پھر وہ باز اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اُسکا شکار حلال نہو گا۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار میں سے کھا لیا تو سیکھے ہوئے ہونے کے حکم سے خارج ہو گیا اور امام اعظم رح کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے پکڑے ہوئے اُسکے مالک کے پاس ہیں اُنکا کھانا حرام ہو گا اور صاحبین رح کے نزدیک جن شکاروں کو

اُسکے مالک نے اپنے حرز مین کر لیا ہو اور نہین کھایا ہو وہ حرام نہون گے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اختلاف اُسوقت ہے کہ جب ان شکارون کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہوا اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے برابر گذر گیا ہو اور کتے کے مالک نے ان شکارون کا قیمہ یعنی خشک گوشت بنا لیا ہو تو بلا خلاف حرام نہون گے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ اختلاف دونون صورتون مین ہے۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ ایسے کتے کے جتنے شکارون کو اسکے مالک نے اپنے حرز مین نہین کیا ہے وہ حرام ہونگے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ایسے کتے کے شکارون کی قدید بنا لیے ہونے کو اگر اُسکے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہین ہے کہ صاحبین کے قول پر بیع نہ ٹوٹے گی اور بنا بر قول امام اعظم رح کے جبکہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سکھایا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہیے اور فرمایا کہ پھر اسکے بعد اس کتے کا شکار حلال نہوگا یہان تک کہ وہ سیکھ جاوے اور اُسکے سیکھنے کی حد وہی ہے جو ہم نے پہلے پہل اُسکے سیکھے ہوے ہونے کی پہچان مین باقوال مختلفہ بیان کر دی ہے اسیطرح اگر باز اپنے مالک سے فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا جسے کہ اُسکے جاہل بغیر سیکھے ہوے ہونے کا حکم دیا گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور پھر اگر اسکے بعد اسنے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اُسکے سیکھے ہوے ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ صاحبین کے قول کے موافق ہے اور اگر اُسنے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر سیکھے ہوے کتے نے شکار پکڑا اور اُس سے اُسکے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اسمین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھایا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہے گا۔ اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اُچک کر مالک کے پاس سے شکار مین سے ایک ٹکڑا لے کر کھایا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ مین ہے تو یہ کتا سیکھا ہوا رہیگا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار مالک کو دینے کے بعد اسمین سے چرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہیگا۔ اور اگر سیکھے ہوے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اُسنے حملہ کر کے شکار مین سے ایک لوتھڑا گوشت دانتون سے نوچ لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ لوتھڑا کھایا پھر شکار کے پیچھے دوڑا اور اُسکو پاکر قتل کر ڈالا اور کچھ نہ کھایا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسکا شکار مین سے کھا لینا یہ اُس کے جاہل ہونے کی علامت ہے اور اگر کتے نے حملہ کر کے اُسکا گوشت نوچ لیا اور شکار بچ کر بھاگا پھر کتے نے اُسکا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اس مین سے کچھ نہ کھایا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جو اُسکے بے سیکھے ہونے پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ اُس نے شکار مذکور مین سے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوچ لیا کہ زخم کاری لگے تاکہ اس سے اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہو جاوے پس یہ امر بمنزلہ زخمی کرنے کے ہے۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اُس کتے سے لے لیا اور کتا اُسکو قتل کر چکا تھا پھر اسکے بعد کتا واپس ہوا اور جو ٹکڑا نوچ کر ڈال دیا ہے اُسکے پاس گذرا اور اُسکو کھا لیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اُسکی بوٹی نوچ لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا وہ کتے کے پاس سے چھٹک بھاگا پھر کتے نے اسیوقت ایک

ا کیونکہ خون اس کے مالک کی غذا نہین ہے ۱۲ ۲ اسمین اشارہ ہے کہ کتا عمداً اس ٹکڑے کیواسطے نہین آیا تھا ۱۲ منہ

دوسرا شکار پکڑکر قتل کیا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو اصل مین اس مسئلہ کو ذکر کرکے فرمایا کہ مین اس شکار کا کھانا مکروہ جانتا ہون اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسمین سے کھانا اُسکے بے سیکھے ہوے ہونے کی دلیل ہے۔ کذا فی البدائع قال المترجم بنا بر تصریح شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہے اور بنا بر تقریر شیخ الاسلام تنزیہی مراد ہے والاول اصح۔ ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکو نہ پکڑا دوسرا شکار پکڑا لیکن اگر ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا یا نہین تو جبتک یہ معلوم نہو کہ وہ اونٹ وحشی ہوگیا تھا تب تک شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اونٹ کے حق مین اصلیت یہی ہے کہ وہ پلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائیگا یہان تک کہ خلاف اصل ثابت ہو[1] یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اسنے اس ارسال مین دوسرے شکار کو پکڑا حالانکہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہین کرتا ہے تو جو اُسنے شکار کیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر اُس نے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اُسنے ہرن کا شکار کیا تو اُسکا کھانا حلال ہے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر باز کو ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہین کرتا ہے پس اُسنے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائیگا یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر اپنا کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھکر چھوڑا اُسنے اسی ارسال مین بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہین اسی طرح اگر اُسنے ایک شکار کو تیر مارا وہ اُسکے لگ کر پار ہوگیا اور جاکر دوسرے کے لگا اور پار ہوکر جاکر تیسرے کے لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اُسنے شکار کو پکڑا اور دیرتک دابے پڑا رہا پھر اُسکے پاس سے دوسرا شکار گذرا اور اُسنے اُسکو پکڑکر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائیگا الا اسصورت مین کہ دوبارہ ارسال ہوا یعنی زجر ممکن ہے اُسکو تسمیہ کہکر اس طرح للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہوگیا ہو یعنی شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور یہ اسوجہ سے ہے کہ فی الفور صید کرنا باطل ہوگیا ہے اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے دائین بائین ہوکر سوائے طلب شکار کے کسی بات مین مشغول ہوگیا اور اس ارسال مین فتور ہوگیا پھر اُسنے کسی صید کا پیچھا کیا اور پکڑکر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا الا اُس صورت مین کہ ارسال جدید پایا جاوے یا شکاری جانور کو اُسکا مالک زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھدے اور وہ منزجر ہو جاوے یہ ایسے جانور مین جسکا زجر کرنا ممکن ہو اور وجہ نہ کھائے جانے کی یہ ہے کہ جب شکاری جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر مین مشغول ہوگیا تو ارسال کا حکم منقطع ہوگیا پھر جب اسکے بعد وہ کوئی شکار کریگا تو خود وہ شکار پر دوڑا ہے پس اُسکا شکار حلال نہوگا الا اُس صورت مین کہ جس جانور کا للکارنا ممکن ہے اُسکو اُسکا مالک تسمیہ پڑھکر للکار دے[2] یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا اگر وہ خطا کر گیا اور اُسکے سامنے دوسرا شکار پیش آگیا اُسکو اُسنے قتل کرڈالا تو کھایا جائیگا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے مین اُسکے سامنے کوئی شکار آگیا اُسکو اُسنے قتل کردیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ ارسال کا حکم اُسکے لوٹنے سے باطل ہوگیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہین ہوتا یہ خلاصہ مین ہے اگر کسی نے کسی شے کو شکار گمان کرکے اسپر کتا چھوڑا پھر وہ

---

[1] یعنی اصل سے خلاف ہوجانے کیواسطے دلیل سے ثبوت چاہیے اور اصلیت پر باقی رہنے کیواسطے ثبوت کی ضرورت نہین ہے ۱۲ [2] قال مرادیہ ہے کہ وہ للکار کو قبول بھی کرلے یعنی طالب شکار زیادہ ہوجاوے ۱۲ منہ [3] خواہ کتا وغیرہ ہو یا باز وغیرہ ہو ۱۲

وہ چیز شکار نہ نکلی پھر اُسکے سامنے شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک چیز کو آدمی گمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اُسنے شکار پر چھوڑا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے کمین گاہ میں گھات لگائی اور شکار کا پیچھا نہ کیا جیسے اُسکی عادت ہوتی ہے تاکہ شکار پر قابو پاوے پس ایک ساعت درنگ واقع ہوا پھر اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اُسنے مثل چیتے کے داؤں گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ حکم ارسال مثل حبست کرنے و دوڑنے کے ہے اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی چیز پر گر پڑا پھر وہاں سے اڑ کر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسیطرح تیر انداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا تو جس شکار کو اس روش میں اسی حبست میں تیر لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر ایک شکار کے لگ کر پار ہو کر دوسرے کے لگ کر پار ہو کر تیسرے و چوتھے وغیرہ کے لگے تو سب کھائے جاویں گے اور اگر تند ہوا نے تیر کو اُس رُخ سے کسی جانب دائیں بائیں پھیر دیا اور وہ کسی شکار کے لگا تو کھایا جائیگا اور اگر ہوا نے اُسکو اس رخ سے نہ پھیرا ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار یا پتھر پہ پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر تیر ایک درخت سے ہو کر گذرا اور بنا بر درخت سے رگڑ تا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جا رہا تھا اور کسی شکار کے لگا اور اُسکو مار ڈالا تو وہ کھایا جائیگا اور اگر درخت کے صدمہ سے تیر مذکور دائیں یا بائیں کسی رُخ کو پھر کر کسی شکار کے لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار کو چھیلتا ہوا اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر مسلمان نے اپنا سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اُسکے ساتھ بے سکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جسپر عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہے یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو اول کتے کی طرف لوٹایا اور اول کتے کے مجروح کرنے میں شریک نہوا اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مر گیا تو اُسکا کھانا مکروہ ہے بعض نے فرمایا کہ کراہت تنزیہی ہے اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رحنے اختیار کیا ہے۔ کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف لوٹایا یہانتک کہ اُسنے پکڑ لیا تو اسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہیں ہے پس مشارکت ثابت نہوگی اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے کتے کی طرف نہ لوٹایا ہو لیکن اُسنے پہلے کتے سے دوڑ میں آگے نکل جانا چاہا حتے کہ اول کتا بھی تیز دوڑا اور پہونچکر تنہا شکار کو قتل کر ڈالا تو حلال ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ ملکر کمان کھینچی اور شکار کو تیر لگا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہے اور منجملہ شرط کلب وغیرہ کے یہ ہے کہ ارسال کے بعد اُس سے پیشاب کرنے یا کھانے کا فعل صادر نہوا اور اگر کتے وغیرہ کی طرف سے ایسا فعل پایا گیا یا اُسنے بہت توقف کیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور منجملہ اُسکی شرائط کے یہ بھی ہے کہ اُسکا زخم جارح یعنی جرح کرنیوالا ہووے حتی کہ اگر اُسنے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہوگا یہ زیادات و مختصر عصام میں مذکور ہے اور اصل میں اس طرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہے چنانچہ اصل میں یوں فرمایا کہ جب اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہے اور کچھ تفصیل نہ فرمائی کہ جرح سے قتل کیا یا مخنوق یعنے گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسفؒ سے سوائے روایت اصول کے

روایت کی ہے کہ شکار حلال ہے اگرچہ اُسنے جرح سے قتل نہ کیا ہو پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے جو حکم اصل مین ذکر فرمایا ہے وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہے اور جو زیادات مین ذکر فرمایا ہے وہ اپنا قول ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہے وہ کوتاہی کے ساتھ ہے یعنی مفصل ذکر نہ کیا اور جو زیادات مین مذکور ہے وہ درازی کے ساتھ مفصل ہے اور صحیح[ف۱] وہی ہے جو زیادات مین ہے اور امام ابو یوسفؒ نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر اُسنے شکار کا کوئی عضو توڑ دیا جس سے وہ مرگیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہے پس جراحت ظاہری پر اسکا اعتبار و قیاس کیا گیا کذا فی المحیط قال المترجم فعلی ہذا الخنق ایضا کذلک وہذا یشہد بظاہرہ لمن ذہب الی ما اشیر الیہ فی الاصل قال اگر مسلمان نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہونچ گیا اور اُسکو زخم دیا اور سست کر دیا پھر دوبارہ زخم دیا اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اُسکو زخم کرکے سست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اسواسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح نکرنا تعلیم مین داخل نہین ہے پس عفو قرار دیا گیا اور اگر دو آدمیون سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کرکے سست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائیگا اور وجہ یہی ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے ٹانگ توڑ دی یا اسی طرح اُسکی کونچین کاٹ دین کہ وہ شکار نرہا[ف۲] پھر دوسرے شخص نے اسی شکار پر اپنا کتا چھوڑا اُسنے اُسکی دوسری ٹانگ توڑ دی یا خوب کونچین کاٹ ڈالین پھر دونون کونچین کاٹنے سے شکار مذکور مر گیا تو ہم کہتے ہین کہ شکار مذکور شخص اول کا ہے مگر اُسکا کھانا حلال نہین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اسوقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے کتے نے شکار کو پاکر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہونچایا ہو اور اُسکو صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اُسکے کتے نے پہونچکر اُسکو زخمی کر دیا اور زخم کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نرہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر دونون کتون کا زخم علیحدہ علیحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہین ہوتا ہے لیکن دونون کا زخم ملاکر ایسا ہے کہ جس سے وہ جانور صید نہین رہتا ہے تو وہ شکار دونون کا ہوگا اسی طرح اگر دونون کتون نے اُس شکار کو ایک ہی ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونون کا ہوگا اور دونون صورتون مین حلال ہے اور اگر دوسرے شخص نے اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جسکا کتا پہلے شکار کو پکڑ لے یہ شکار اُسی کا ہوگا جیسا کہ دو تیرون کی صورت مین حکم ہے اور حلت ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ چھوڑا پس ایک کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ لیا اُسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار اُسکا ہے جسکے کتے نے اُسکو پہلے پکڑا ہے اسی طرح اگر دونون نے آگے پیچھے چھوڑا مگر دوسرے کے

ف۱ اگر کہا جاوے کہ پھر صحیح ہونے کے کیا معنے ہین جواب یہ کہ جو زیادات مین مذکور ہے وہ حکم صحیح ہے اور اسی پر اصل کا کلام محمول ہے فافہم ۱۲ منہ

ف۲ یعنے جیسے شکار آدمی کے قابو سے باہر ہوتا ہے ایسا نرہا ۱۲

کتے نے اُسکو پہلے پکڑکر زخم کاری سے مجروح کردیا پھر پہلے کے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہوگا اور اگر دونون نے اُسکو ایکبارگی پکڑا یا ایک نے اُسکو پہلے پکڑا اگر زخم کاری نہ پایا تھا کہ دوسرے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دونون کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور تجنیس خواہرزادہ مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جسکو وہ آنکھون سے نہین دیکھتا ہے یا ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مرگیا اور یہ شخص اُسکی جستجو مین پیچھے ہے پس اُسکو پایا تو وہ حلال ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے اگر باز نے اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور بسمل کردیا یا کتے نے اُسکو زخم کاری سے مجروح کیا پھر اُسکا مالک آیا اور اُسنے قابو پایا کہ اُسکو پکڑ لے مگر اُسنے نہ پکڑا یہان تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب سے اُسکا کام تمام کردیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکا کھانا حلال ہے یہ محیط مین ہے۔ اور جو جانور معراض کے عرض کے صدمہ سے ہلاک ہوا اور جو جانور گلولہ کے صدمہ سے مرجاوے وہ نہ کھایا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اسی طرح اگر اُسکو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر بھاری ہے اور اُسمین دھار ہے تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ شکار کو مجروح کیا ہو اسواسطے کہ اس مین احتمال ہے کہ شاید پتھر کے بوجھ سے مرگیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسمین دھار ہو تو حلال ہوگا اسواسطے کہ شکار مرجانا پتھر کی جراحت سے ہوگا اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسکو لنبا مثل تیر کے بنایا اور اُسمین دھار ہے تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کو سنگ مروہ دھار دار پھینک مارا اور اُسنے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہے اسی طرح اگر سنگ مروہ پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کردیا یا اُسکی شہ رگین وغیرہ کاٹ ڈالین تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہان تک کہ اُسکے بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مرگیا مجروح ہوکر نہین مرا تو بھی حرام ہے الا اُس صورت مین کہ جب ایسی لکڑی مین دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کردے تو اس صورت مین حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار و نیزہ کے ہوگی اور اصل یہ ہے کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف منسوب ہو یعنی بسبب ثقل کے مرگیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ شکار مذکور بسبب جراحت کے ہلاک ہوا ہے یا بسبب بوجھ کے مرا ہے تو احتیاطاً حرام ہے اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار کی طرف سے اُسکے لگی اور اُسکو مجروح کردیا تو حلال ہے اور اگر چھری پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اُسکے لگی ہو تو حرام ہے اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ مجروح ہوگیا پھر جراحت سے مرگیا پس اگر جراحت خون بہتی ہو تو بالاتفاق حلال ہے اور اگر خون نہ دیتی ہو تو بعضے متاخرین کے نزدیک حلال ہے خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال ہے اور اگر صغیر ہو تو حلال نہین ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک تیر مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اُسکے معارض ہوگیا اور اُسکو اُسکی سیدھی راہ سے رد کردیا اور وہ ایک شکار کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا ایسا ہی اصل مین مذکور ہے اور زیادات مین مذکور ہے کہ وہ شکار کھایا جائیگا اور شمس الائمہ ابو محمد عبد العزیز احمد الحلوانی نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہے

ف قال المترجم یہی جمہور علماء کا قول ہے اور معراض کے عرض سے حرام ہونا حدیث مرفوع سے ثابت ہے اور بندوق کا بھی یہی حکم ہے اور تحقیق مسئلہ تفسیر مترجم مین ہے اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے بھی یہی تصریح کردی لیکن مولف فتح البیان نے غلطی سے شوکانی کی رحمہ اللہ [illegible] نقل کیا فافہم ۱۲ م

اسکی تاویل یہ ہے کہ دوسرے تیر مارنے والے کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اسکی تیر اندازی کا کھیل یا تیر اندازی سیکھنا تھا یا اسنے عمداً تسمیہ ترک کیا تھا جسنے کہ اگر اسنے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت اصل کے حلال ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص مسلمان نے شکار کو تیر مارا اور دور رکھے ہوئے تیر کے لگا اور اسکو اٹھالے گیا اور شکار کے تیر جا کر لگا اور اسکو جراحت سے قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گولہ پھینکا اور وہ ایک تیر پر پہونچا اور اسکو اٹھالے گیا اور یہ تیر ایک شکار کے لگا اور اسکو قتل کیا تو حلال ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مجوسی نے بعد مسلمان کے تیر پھینکنے کے اپنا تیر مارا پس شکار تیر اول کے تیر پر پڑا اور لگا چلا گیا یہاں تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا پس اگر یہ معلوم ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہ ہوتا تو شکار تک نہ پہونچتا تو شکار حرام ہے اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اسکی روانی کے رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مجوسی کے تیر نے اسمیں قوت بڑھا دی ہو اور اسکے روش کے رخ سے برگشتہ نہ کیا ہو تو شکار مسلمان کا ہوگا لیکن استحساناً حلال نہ ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اسکے تیر سے شکار فرار ہوگیا یا اپنا کتا چھوڑا اور اسکے کتے سے شکار فرار ہوگیا پھر مسلمان نے اسکو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا تو شکار حلال ہوگا الا اس صورت میں کہ مسلمان کے تیر مارنے و کتا چھوڑنے سے پہلے مجوسی کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اسکا کتا واپس ہوگیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اگر حلالی شخص اور ایک شخص احرام باندھے ہوئے دونوں ایک شکار کے تیر مارنے میں شریک ہوئے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے جیسا کہ اگر مسلمان و مجوسی ایک شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو اسکا کھانا حرام ہے یہ مبسوط میں ہے تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہے حتی کہ اگر حالت اسلام میں ایک شخص نے تیر مارا یا شکاری جانور چھوڑا پھر مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو حلال نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ مجوسی اگر یہودی یا نصرانی ہوگیا تو اسکا شکار و ذبیحہ کھایا جائیگا اور نصرانی اگر مجوسی ہوگیا تو اسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور مسلمان اگر مرتد ہوگیا تو اسکا شکار و ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر یہودی یا نصرانی ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر چند لوگ مجوسیوں نے ایک شکار کو اپنے تیر مارے پھر شکار ان کے تیروں سے فرار ہو کر مسلمان کی طرف آیا اسنے تسمیہ پڑھ کر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اسکے لگا اور اسکو قتل کیا تو مسئلہ میں دو صورتیں ہیں کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز زمین پر نہیں گرا تھا کہ مسلمان نے اسکو تیر مارا تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے الا اس صورت میں کہ مسلمان اسکو زندہ پاکر حلال کر ڈالے تو حلال ہوگا اسوجہ سے کہ مجوسیوں نے تیر مارنے میں اسکی اعانت کی ہے حقیقتہً ذبح کرنے میں اعانت نہیں کی ہے اور حقیقتہً حلال کر ڈالنے کے ہوتے ہوئے تیروں سے اعانت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر مجوسیوں کے تیر زمین پر گر جانے کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو اسکا کھانا حلال ہے اسی طرح اگر مجوسیوں نے شکار پر اپنے کتے چھوڑے اور شکار انکے کتوں سے فرار ہو کر مسلمان کیطرف آیا اور مسلمان نے اسکو تیر مار کر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا چرغ وغیرہ اسپر چھوڑا اور کتے نے اسکو پکڑ کر قتل کیا پس اگر مسلمان کا تیر مارنا ایسی حالت میں تھا کہ جب مجوسی کا چرغ و باز وغیرہ شکار مذکور کے پیچھے تھا تو وہ حلال نہ ہوگا اور اگر اسکے واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سکھا ہوا کتا یا بے سکھا ہوا باز وغیرہ

ہو پھر شکار اُسکے سامنے سے بھاگتا ہوا مسلمان کیطرف آیا اور مسلمان نے اُسکو تیر مارا یا اپنا کتا یا باز اُسپر چھوڑا اور اُس نے پاکر قتل کیا تو اُسمین بھی اُسی تفصیل سے حکم ہے جو ہمنے بیان کی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور صید مین یہ شرط ہے کہ اُسکی موت مین سوائے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا یا پانی مین گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو یا جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مرا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ زمین پر گرا یا زمین پر پختہ اینٹین بچھی ہوئی تھین اُن پر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہین ہے اور اگر پانی مین گرا یا پہاڑ پر۔ یا اونچے پتھر کے ٹیلہ پر یا درخت یا دیوار پر یا گاڑے ہوے نیزے کی نوک پر یا کھڑی ہوئی اینٹون پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہین ہے اسواسطے کہ ان چیزون سے احتراز ممکن ہے چنانچہ تردیۃ[1] سے اصطیاد منفک ہے پس اُسکا اعتبار واجب ہے اور احتمال پیدا ہوا کہ اُسکی موت شاید پانی یا تردی کی وجہ سے ہوئی ہو تو مبیح و محرم مجتمع ہوے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتی کہ اگر پانی کا پرند ہوا اور وہ پانی مین گرا اور اُسکا زخم پانی مین منغمس نہین ہوا تو اُسکا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ پانی سے اُسکی موت کا احتمال نہین ہے اور اگر اُسکا زخم پانی مین مغموس ہو گیا تو نہ کھایا جائیگا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اُسکی موت پانی کی وجہ سے ہوئی ہو اور یہ سب ایسی صورت مین ہے کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اُسکی زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو تو حلال ہے بشرطیکہ اُسمین اتنی حیات رہگئی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح مین رہجاتی ہے مثلاً اُسکا سر جدا ہو گیا ہے پھر پانی مین گرا اسوجہ سے کہ اس صورت مین احتمال مذکور معدوم ہے اور اگر ان چیزون مین سے کسی چیز پر گر کر مرا اور وہان سے زمین پر نہ گرا اور یہ شئ ایسی ہے کہ اُس سے قتل نہین ہوتا ہے مثلاً چھت ہے یا پہاڑ ہے تو وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ برابر مستوی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہے کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہے اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہو جاتا ہے جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوے نرکل و کھڑی ہوئی اینٹین پختہ و خام کی دھار یا ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ شکار کھیلنے والے کے پہونچنے سے پہلے وہ مر جاوے تاکہ بلاشبہہ و خلاف اُسکا حق ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اُس تک پہونچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اسمین اقوال مختلفہ ہین۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہے کہ متنفر و متوحش ہو مالوف نہو جیسے وحوش و داجن[2] ہوتے ہین کذا فی المحیط

پانچوان باب۔ جو حیوان ذکوۃ قبول کر سکتے ہین اور جو قابل ذکوۃ نہین ہوتے ہین اُنکے بیان مین۔ اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر اُسنے ذبح نہ کیا یہان تک کہ وہ مر گیا تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم باز وغیرہ پرند شکاری اور تیر مین ہے اور وجہ یہ ہے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو باوجود اُسپر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اُس صورت مین ہے کہ جب اُسکے ذبح کر دینے پر قادر ہوا اور اگر شکار ہاتھ آیا مگر یہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر نہین ہے حالانکہ اُسمین زندگی بہ نسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہے تو ظاہر الروایۃ مین وہ نہ کھایا جائیگا کذا فی الکافی

---

[1] تردی یا ردی جیسے گر پڑنا ۱۲ [2] قال المترجم یقال ظبی واجن اذا الفت بمکان واستانست یعنی داجن وہ جانور وحشی جو کسی جگہ سے مانوس و مالوف ہو جاوے ۱۲ منہ

اور اسی پر فتوی ہے کذا فی التبیین - اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اس وجہ سے قادر نہوا کہ اُسکے پاس آلہ ذبح موجود نہ تھا تو وہ نہ کھایا جاوے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر نہوا تو ہمارے نزدیک کھایا جاوے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہے اور استحسان ہی کو قاضی فخر الدین معروف بقاضیخان نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب اس جراحت کیساتھ شکار زندہ کو کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اُسکے زندہ باقی رہنے کا وہم نہو مثلاً کتے نے اُسکا پیٹ پھاڑ دیا اور آنتین وغیرہ نکال دی ہین پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مر گیا تو اُسکا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ آنے سے پہلے اُسمین فعل ذکوۃ یعنی اضطراری خوب متقرر ہو چکا ہے اور اضطراب خفیف جو اُسمین باقی ہے وہ مذبوح کے مانند ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک وہ حلال نہوگا اور یہ قیاس ہے اسواسطے کہ شکار زندہ کو زندہ اُسکے ہاتھ آیا پس بدون ذبح کے حلال نہوگا جیسے متردیہ مین ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے ذبح کرنا ترک کیا ہو اور اگر ذبح کر دیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی حلال ہوگا اسواسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع پر ہوا بالاجماع اور اگر اُسمین حیات مستقرہ نہو تو امام اعظم کے نزدیک ذکوۃ تو فقط ذبح ہے وہ پایا گیا اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ ذکوۃ کیواسطے حیات مستقرہ چاہیے علی نحو ما مر لیکن بدون ذکوۃ کے حلال ہے اسطرح متردیہ و نطیحہ و موقوذہ مین اور جسکے پیٹ کو بھیڑیے نے پھاڑ دیا ہو اور اُسمین زندگی خفیہ یا ظاہر رہ گئی ہو پس اگر اُسکو ذبح کر دے تو حلال ہو جاوے گا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر اُسکو زندہ پایا مگر نہ لیا پس اگر اتنا وقت ہوگا اگر پکڑ لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جاویگا اور اگر ذبح نہ کر سکتا تو کھایا جاویگا کذا فی الہدایہ

ایک شخص نے بیمار بکری ذبح کی حالانکہ اُسمین صرف اسقدر زندگی رہ گئی تھی جیسے مذبوح مین ذبح کیے جانے کے بعد رہجاتی ہے تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ نہین رہی ہے اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اس صورت مین اختلاف کیا ہے اور قاضی اسبیجابی نے شرح طحاوی مین تصریح کی کہ امام اعظم رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ مین ہے اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہونچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید نہ رہا پھر اسکے تیر لگا۔ تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ جسوقت اُسنے تیر مارا ہے اُسوقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق مین تیر پھینکنے کیوقت کا اعتبار ہے سواے ایک مسئلہ کے جسکو امام محمد رح نے آخر کتاب الصید مین ذکر کیا ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر مارنے والا و شکار دونون حل مین موجود ہین اور ہنوز وہ تیر اُس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم مین داخل ہوا اور تیر اُسکے پیچھے تھا یہان تک کہ حرم مین اُسکے لگا اور وہ مر گیا یا حل مین آکر مر گیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے پس اس صورت مین تیر کا صدمہ پہونچنے کے وقت کا اعتبار کیا ہے اور سواے اسکے تمام مسائل مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے۔ یہ محیط مین ہے۔

ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا اور یہ سب حل مین موجود ہین پھر شکار زندہ کو حرم مین جاکر مر گیا یا حرم سے اُسکو تیر مارا اور حل مین اُسکے لگا اور حل مین وہ مر گیا تو دونون صورتون مین نہین حلال ہے اسواسطے کہ اول صورت مین

ف متردیہ اوپر سے گرا ہو یعنی مرنے لگے موقوذہ گردن مروڑا ہو نطیحہ جسکو ایک سینگوں والے نے مارا ہو مثلاً بکری کو دوسری سینگوں والی نے مارا وہ مرنے لگی ۱۲ منہ ف یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کے موافق صریح ۱۲ منہ ف یعنی احرام مین نہ تھا ۱۲

پورا کام حرم میں ہوا ہے اور دوسری صورت میں حرم سے ابتدا ہوئی ہے اور دوسری صورت میں اس شکار کھیلنے والے پر جرمانہ واجب ہوگا نہ اول میں۔ اسیطرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے حرم سے باہر حل میں اسکو قتل کیا تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اسپر جرمانہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر ایک شکار کو تیر مارا اور اسکے لگا اور وہ ایک مجوسی کے پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اسکے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہوگا کیونکہ مجوسی مذکور اسلام لاکر اُس کے ذبح کرنے پر قادر تھا۔ اور اگر کسی سوتے ہوئے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح کر سکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظم رح سے روایت ہے کہ وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ چند مسائل میں سوتا ہوا امام اعظم رح کے نزدیک مثل جاگتے ہوئے کے ہے اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ مسئلہ بھی ہے۔ اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہیں جانتا ہے گرا ہو تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کو جانتا ہو تو حلال نہوگا یہ محیط میں ہے۔

چھٹا باب مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان میں۔ مچھلی اور ٹیڈی دونوں حلال ہیں فرق یہ ہے کہ ٹیڈی خواہ کسی علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائیگی اور مچھلی اگر بغیر علت مر جاوے تو نہ کھائی جاوے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک مچھلی پکڑی اور اسکے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی گئی تو اسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر اسکو کتے نے کھایا اور پھر کتے کا پیٹ پھاڑا گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائیگی بشرطیکہ پوری ثابت ہو اور اگر کسی پرندے نے بیٹ کی اسمیں مچھلی نکلی تو نہ کھائی جائے گی۔ اور اگر کسی مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جاویگی اور اگر کٹا ہوا ٹکڑا ملجاوے تو وہ بھی کھایا جاویگا اور اصل یہ ہے کہ مچھلی جب کسی سبب حادث سے مر جاوے تو اُسکا کھانا حلال ہے اور اگر اپنی موت سے بدون کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو جاوے تو نہ کھائی جاویگی اور اگر مچھلی کو پانی کے مٹکے میں ڈالدیا اور وہ مر گئی تو اُس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ بسبب حادث سے مری ہے یعنی تنگی مکان کیوجہ سے اسیطرح اگر انکو کسی حظیرہ میں جہاں سے نکل نہیں سکتی ہیں جمع کر دیا اور وہ بدون شکار کے انکے پکڑنے پر قادر ہو پھر یہ مچھلیاں اس حظیرہ میں مر گئیں تو اُن کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر بدون شکار کے پکڑی نہ جاسکتی ہوں تو اُنکے کھانے میں خیر نہیں ہے یعنی مکروہ ہے اور اگر ایک مری ہوئی مچھلی پائی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی میں ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اُسکا سر خشکی میں ہو تو اُس کے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور اگر اُسکا سر پانی میں ہو تو دیکھا جاوے کہ جس قدر خشکی میں ہے اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نہ کھائی جائیگی اسواسطے کہ سانس کا مقام پانی میں ہے پس موت کسی آفت سے نہوگی پس بمنزلہ اترائی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی میں ہو تو کھائی جائے گی اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے پس یہ ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی میں مری ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو باندھکر پانی میں ڈال دیا اور وہ مر گئی تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ آفت سے یعنی تنگی مکان کیوجہ سے مری ہے اسی طرح اگر جال میں مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکلسکتی ہو تو حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ ایسی ہے جیسے دریا میں مری ہوئی مچھلی ورنہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پانی منجمد ہو گیا اور تمام مچھلیاں برف کے نیچے مر گئیں تو فرمایا کہ چاہیے کہ سب کے نزدیک کھائی جاویں اور اگر پانی کے اندر شست کی

ڈوری میں پھنسی ہوئی مچھلی خریدکر اُسپر قبضہ کر لیا پھر ڈورا بائع کو دیدیا اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری مچھلی نے آکر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکا شکار کیا ہے اسواسطے کہ ڈورا اُسکے ہاتھ میں ہے تو جو ڈورے میں پھنسی وہ اُسکے قبضہ میں آئی پس اُسی کی ہوگی پس خریدی ہوئی مچھلی اُسکے پیٹ سے نکالکر مشتری کے سپرد کر دیجائیگی اور مشتری کو خیار نہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگلے جانیکے ناقص ہوگئی ہو۔ اور اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونوں مشتری کی ہونگی اسواسطے کہ اُسکا شکار مشتری کی مچھلی مملوکہ نے کیا ہے پس وہ مشتری کی ہوگی اور اگر پانی میں کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مرگئی یا پانی خشک ہوگیا پھر جال میں مچھلی مرگئی تو کھائی جاسکتی ہے لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مرجاوے وہ نہ کھائی جائیگی اسواسطے کہ وہ مردار اُترائی ہوئی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مرگئی اُسمیں دو روایتیں ہیں امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ نہ کھائی جاوے اسواسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی کے اکثر نہیں مرتی ہے پس بدون کسی آفت ظاہری کے مری پس مثل اُترائی ہوئی کے نہ کھائی جائیگی اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ کھائی جاویگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہے کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مرجاتی ہے پس اسکا مرنا اُسی پر محمول کیا جائے گا اور یہ حکم لوگوں کے حق میں آسانی ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُترائی مچھلی نہ کھائی جائے گی اسوجہ سے نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اسوجہ سے کہ متغیر[۱] ہوجاتی ہے پس اُس سے طبیعت نفرت کرتی ہے پس وہ خبائث میں سے ہوگی اور اگر پانی میں مرجاوے مگر اوپر نہ اُترا دے تو کھائی جائیگی اسی طرح ہر مچھلی جو کسی سبب سے مرجاوے حلال ہے مثلاً اُسکو لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری چیز نے ٹکڑے کر دیا یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص نے آدھی مچھلی پانی میں پائی تو حلال ہے کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہوگئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہے تو یہ اُسکی ملک ہوچکی ہے پس اُسکو نہ کھاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جریث[۲] و مارماہی کو بلا ذبح کیے ہوئے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دریا جیحون سے ایک مٹکا نکالا اور مٹکے میں پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مرگئی تو آیا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہاں اور شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے برف پر نمک کا بورا پھیل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی میں مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیاں مرگئیں پس آیا اُنکا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے

ل مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ روایت صحیح نہ ہو یعنی امام سے روایت نہیں ہے کیونکہ وہ اصل سے اور بہت سے احکام صحیحہ سے یہ روایت مخالف ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ک جریث ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے مارماہی ام مچھلی کسطرح ہوتی ہے بخلاف اسکے جسکو آسام والے مچھلی سمجھتے ہیں وہ جائز نہیں ہے ۱۲ منہ

ساتواں باب متفرقات کے بیان میں۔ اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اُسنے گمان کیا کہ شکار ہی پس کتا
چھوڑا پھر کتے نے ایک شکار پکڑا اسکے پیچھے ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گاے یا بکری تھی تو شکار مذکور
نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے آہٹ پائی اور یہ نجانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہی یا دوسری چیز کی ہی اور کتا چھوڑا تو بھی یہی حکم
ہی کیونکہ صحت ارسال میں شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہوگی۔ اور اگر آہٹ سنکر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا
پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار یا کول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے دوسرا شکار مارا تو وہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی میں
ہی۔ اور اگر کتے نے اسی کو مارا جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اُسکو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ
شکار ہی تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ جب اُسکا صید ہونا متعین ہوگیا تو اُسکے گمان کا اعتبار نرہا یہ ہدایہ میں مذکور ہی اور منتقی میں
ذکر فرمایا کہ اگر رات میں کسی کی آہٹ سنکر اُسکو آدمی یا چوپایہ پالو یا سانپ گمان کیا اور اسکو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ سنی تھی
وہ شکار ہی اور اُسکا تیر اُسی کو لگا جسکی آہٹ سنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ
اُسنے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہیں کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہیں ہی الا دو وجہوں سے ایک یہ کہ شکار کو
قصد کرکے تیر مارے دوم یہ کہ جسکی آہٹ سُنی اور اُسکا قصد کرکے اُسکو تیر مارا ہی وہ شکار ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا نہو اور یہ حکم اُسکا
مناقض ہی جو ہدایہ میں مذکور ہی اور وجہ یہی ہی اسواسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہیں ہی پس اس اعتبار سے
اُسکی تغییر ممکن نہیں ہی اگرچہ اُسکا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین میں ہی۔ اور اگر ایسی چیز کیطرف جسکو درخت یا آدمی گمان کرتا
ہی چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اُس نے اُسکو پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اور یہی مختار ہی اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اُسنے
شکار کیطرف چھوڑا ہی اور اگر اس گمان سے کہ صید ہی چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اُسکے سامنے کوئی دوسرا شکار
پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ فتاوے غیاثیہ میں ہی۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا اگر دوسرے کے لگا اور
جس کو مارا تھا وہ فرار ہوگیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ صید کے باب میں اصل
تو حش و تنفر ہی پس اصل پر گرفت کیجائیگی یہانتک کہ یہ معلوم ہوجاوے کہ یہ پالو تھا اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر دیکھنے
کے وقت اُسکو شکار گمان کیا پھر اُسکی راے بدل گئی اور اُسکی راے غالب میں یہ آیا کہ جسکو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ
پالو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہی وہ حلال ہی اسواسطے کہ جو فرار ہوگیا ہی وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہی تا اینکہ
یہ معلوم ہوجاوے کہ وہ صید نہیں تھا اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہیں ہوگیا ہی تیر مارا اور وہ تیر کسی دوسرے شکار کے لگا اور
اونٹ چلا گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی ہوگیا تھا یا نہیں تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا جبتک یہ معلوم نہو جاوے کہ اونٹ
وحشی ہوگیا تھا اسواسطے کہ اُسکے حق میں اصل یہ ہی کہ پالو ہو و مستانس[1] ہو نہ متنفر اسی طرح اگر بندھے ہوئے[2] ہرن کو شکار گمان
کرکے تیر مارا اور وہ دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نہ کھایا جائیگا کیونکہ جسکو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوئے ہونے
کیوجہ سے شکار نہیں رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اُسکے قبضہ میں مضبوط مقید ہی چھوڑا اور اُسنے دوسرے
شکار کو پکڑکر قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا اسیطرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی[3] پر چھوڑا اور اُسنے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نہ کھایا جائیگا اور

[1] مستانس یعنے ہلا ہوا ہوا در متنفر جو بھڑکتا ہو ۱۲ [2] بے قابو ۱۲ [3] قال مراد یہ ہی کہ پالو ہاتھی پر ۱۲ منہ

اگر مچھلی یا ٹیڑی کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق کھایا جاوے
اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اصل یہ ہے کہ پالو جانور جب وحشی ہو جاوے اور ذکوۃ اختیاری سے حلال کرنا
ممکن نہو تو ذکوۃ اضطراری سے حلال ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر تیر شکار کے کھر یا سینگ پر لگا پس اگر خون آلود
کر دیا تو کھایا جاوے اور اگر خون آلود نہ کیا تو نہ کھایا جاوے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر شکار کو تلوار پھینک کر مارا
اور اسکا کوئی عضو جدا کر دیا تو پورا شکار کھایا جاوے سوائے اس ٹکڑے کے جو جدا ہو گیا ہے اور اگر یہ عضو جدا نہو گیا ہو
تو یہ عضو بھی کھایا جائیگا اور اگر یہ عضو بذریعہ کھال کے اُسکے بدن پر لٹکتا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اُسکے
جڑ جانے کا گمان نہو تو وہ اور بالکل جدا دونوں یکساں ہیں اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہو گا اور پورا شکار کھایا جائیگا
اور اگر شکار مذکور کے طول میں دو ٹکڑے کر دیے ہوں تو پورا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ ایسا ہو جانیکے بعد شکار
مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائیگا اور اگر چوتڑ کی طرف سے تہائی بدن
اُسکا کاٹ دیا ہو تو یہ جدا کر دینے کے حکم میں ہے تو سر کے متصل سے دو تہائی کھایا جائیگا اور ایک تہائی جو چوتڑ کیطرف سے
ملا ہوا تھا اور جدا ہو گیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر سر کیطرف سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائیگا اسواسطے کہ نصف سے
لیکر گردن تک مذبح ہے اسواسطے کہ اوداج[1] قلب سے دماغ تک ہوتی ہیں اور درصورتیکہ اُسنے چوتڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہے تو
ذکوۃ پوری نہیں ہوئی ہے اسواسطے کہ اُسنے اوداج کو نہیں کاٹا ہے بخلاف اسکے جب اُسنے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر
الگ کر دیا ہے تو اوداج کو کاٹ دیا پس ذکوۃ پوری ہو جائیگی اور شکار پورا کھایا جائیگا اسی وجہ سے اگر اُسنے اُسکے دو ٹکڑے
کر دیے تو ذکوۃ پوری ہو جاتی ہے کہ اوداج کٹ جاتی ہیں پس پورا شکار کھایا جاتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر
تسمیہ پڑھکر ایک شکار کو مارا اور اُسکے سر کا ایک ٹکڑا جدا کر دیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جس قدر جدا ہے وہ
نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر کٹ جانیکے بعد شکار کی زندگی کا وہم ہے اور اگر جدا کیا ہو النصف سر یا زیادہ ہو
تو پورا شکار کھایا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری کو ذبح کیا اور اُسکی حلقوم و اوداج کاٹ ڈالیں
لیکن اُسمیں حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اُسکے بدن سے ایک ٹکڑا قطع کر لیا تو ٹکڑا حلال ہو گا یہ تاتارخانیہ
میں ہے۔ کتاب الصید میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کا سیکھا ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اُسپر اُسکی قیمت
واجب ہو گی اسی طرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہے اور جب چیز کی بیع ہم نے جائز ذکر کی ہے اُسکے
تلف کرنے سے ضمان واجب ہو گی اور سیکھے ہوئے کتوں کا ہبہ کرنا و وصیت کرنا بالاجماع جائز ہے یہ محیط میں ہے۔
اور اگر کسی نے سلطان کیطرف سے کسی جنگل کو قبول کر لیا اُسمیں غیر شخص نے شکار کھیلا تو شکار اُسکا ہو گا جس نے
شکار پکڑا ہے اور یہ بقبول صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ[2] جانتا ہوں کہ زندہ
پرندے باز کو سکھلاوے کہ چڑیا کو پکڑ کر اسکو پھر کاٹے تاکہ باز اُسپر لوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلاوے

---

[1] اوداج چہار رگ گردن جو ذبح میں کاٹی جاتی ہیں اُنمیں دو رگ درحقیقت داہنی بائیں دو رگیں خون کی آمد و رفت کی ہیں ۱۲ [2] کروہ سے کروہ تحریمی مراد ہے
کیونکہ جاندار کو عبث تکلیف دینا بلا خلاف حرام ہے ۱۲ [3] یعنے فلاں شخص کو میرے بعد دیا جاوے ۱۲

یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس کتاب الکراہیۃ میں ہے اور اگر شکار کو تیر مارنے میں ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونوں شریک ہو گئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اسکو اسکی کمان کھینچنے میں مدد دی تو شکار کا کھانا حلال نہوگا اسواسطے کہ محرم و محلل دونوں جمع ہوئے ہیں پس حرام ہوگا جیسے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور چھری مسلمان کے ہاتھ میں ہے اُس نے ذبح کیا تو اسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ صید کا رہا کر دینا آیا حلال ہے تو ہمارے اُستاد رحمہ اللہ تعالی نے سیر کبیر سے نقل کیا ہے کہ صید کا چھوڑ دینا[1] مطلقاً حلال نہیں ہے ہاں اگر اسکو اس طرح چھوڑا کہ جو شخص اسکو پکڑے اسکو مباح ہے تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ فتاوی صغری میں ہے۔

کتاب الرہن

اسمیں بارہ باب ہیں

باب اول۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان میں اور کیونکر رہن واقع ہو جاتا ہے اور کن الفاظ سے نہیں واقع ہوتا ہے اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہے اور کس سے نہیں جائز ہے اور کس چیز کا رہن جائز ہے اور کس کا نہیں جائز ہے اور باپ و وصی کے رہن کے بیان میں

اور اس باب میں پانچ فصلیں ہیں

فصل اول۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان میں واضح ہو کہ شرع میں کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرو کر دینا جسکا وصول[2] پانا اس چیز سے ممکن ہووے رہن[3] کہتے ہیں جیسے دیون حتی کہ بدون ظاہری و باطنی دین واجب کے رہن صحیح نہیں ہے پس دین معدوم کے عوض رہن صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم یہ ہے کہ بھر پانے کی قدرت[4] حاصل رہے اور استیفاء متصل وجوب ہے یہ کافی میں ہے اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہے اسکی صورت یہ ہے کہ راہن کہے کہ میں نے یہ چیز بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہے رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہے یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہوں کہے اور مرتہن کہے کہ میں نے رہن کر لی یا میں نے قبول کی یا میں راضی ہوا یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہوں کہے اور لفظ رہن شرط نہیں ہے حتے کہ اگر کوئی چیز بعوض درموں کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اسکو تو اپنے قبضہ میں رکھ یہاں تک کہ میں تجھے اسکا ثمن دیدوں تو یہ تھان رہن ہوگا

[1] مترجم کہتا ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ صید بعد گرفتاری کے ملک ہو گئی پھر اگر اسکو وہ چھوٹ گئی تو اسکی ملک سے خارج نہیں ہوتی ہے اور اگر اسنے خود چھوڑ دیا تو یہ حرکت حرام ہے کیونکہ اس نے لوگوں کو حرام میں ڈالا اور کہدیا کہ جو کوئی پکڑے اسکو مباح ہے تو بھی بعض نے نہیں جائز رکھا کیونکہ خود دیدے اور بعض نے جواز رکھا ہے ۱۲ منہ [2] خواہ وصول کل ہو یا بعض ہو ۱۲ برجندی [3] مثال حق اور دیون جمع دین بمعنی قرضہ میعادی ۱۲ منہ [4] یعنے دین واجب ہونا چاہیے ظاہری یا باطنی ۱۲

اسواسطے کہ مشتری مذکور نے عقد رہن کو اس معنی مین بیان کیا اور عقود مین معانی کا اعتبار ہوتا ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور شرائط رہن کے چند انواع ہین بعضے نفس رہن کیطرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ رہن معلق بشرط[۱] نہو اور نہ کسی وقت کیطرف مضاف ہو اور بعضے راہن و مرتہن کی طرف راجع ہین سو ان دونون کا عاقل ہونا شرط ہی حتی کہ مجنون و نابالغ لڑکے کا جو عاقل نہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہین ہی اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور حریت بھی شرط نہین ہی حتی کہ نابالغ ماذون و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہی اسی طرح سفر[۲] بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہین ہی پس سفر و حضر دونون جگہ رہن صحیح ہی۔ اور جو شرطین مرہون کیطرف راجع ہین وہ چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمتی ہو مملوک ہو معلوم ہو مقدور التسلیم ہو پس ایسی چیز کا رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہو جائز نہین ہی اور نہ ایسی چیز کا رہن کرنا جس مین موجود و عدم دونون کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ مین آوین یا جسقدر میری بکریان اس سال بچہ جنین یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہی وہ رہن ہی اور مردار و خون کا رہن کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ ان دونون کی مالیت بالکل نہین ہی اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ مردار ہی اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اس واسطے کہ وہ ہرگز مال نہین ہی **ف** چونکہ رہن مین مال ہونا شرط ہی لہذا تفریع فرمائی کہ جس مین اصلی مالیت نہو مانند آزاد و خون و مردار کے یا عارضی نہو مانند حرم و احرام کے شکار کے تو رہن باطل ہی م اور ام ولد و مدبر مطلق و مکاتب کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ ایک جہت سے آزاد ہین پس مال مطلق نہونگے اور مسلمان کو شراب و سور کا رہن جائز نہین ہی خواہ دونون یعنی راہن و مرتہن مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان کے حق مین شراب و سور کی مالیت معدوم ہی اسواسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہی کہ راہن کیطرف سے ایفاے دین یعنی اداے دین اور مرتہن کیطرف سے استیفاء دین یعنی دین بھر پانا ہو اور مسلمان کیطرف سے شراب و سور سے اداے دین جائز ہی نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان نے اس سے شراب رہن لی تو یہ شراب مسلمان کے ذمہ مضمون ہوگی اسواسطے کہ جب رہن صحیح نہوا تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ مین بمنزلہ مال مغصوب کے ہوگی حالانکہ اگر مسلمان کسی ذمی کی شراب غصب کرے تو اسکے ذمہ مضمون ہوتی ہی اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب اسکے ذمہ مضمون نہوگی اسواسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہین ہوتی ہی۔ اور اہل ذمہ یعنی ذمیون کو شراب و سور کا رہن کر دینا اور ذمیون سے رہن کر لینا جائز ہی اسواسطے کہ ان کے حق مین یہ چیزین مال متقوم ہین جیسے ہم مسلمانون کے واسطے سرکہ و بکری ہی اور مباحات کا رہن بھی جائز نہین ہی جیسے شکار و جنگل کے ایندھن کی لکڑیان و گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہین اسواسطے کہ یہ چیزین فی نفسہا کسی کی مملوک نہین ہین اور رہن جائز ہونے کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ مال مرہون راہن کی ملک ہو حتے کہ غیر کا مال بدون اسکی اجازت کے بولایت شرعی رہن رکھنا جائز ہی جیسے نابالغ کا مال اسکا باپ یا وصی اسکے قرضہ مین یا اپنے قرضہ مین رہن رکھے تو جائز ہی

[۱] مثلاً یون کہے کہ جب یہ آدے تو رہن ہی پس نہین جائز ہی ۱۲ م [۲] قولہ سفر آہ اگرچہ کلام مجید مین رہن کا حکم حالت سفر مین بقید اتفاقی بیان ہی و تمام البحث فی تفسیر المترجم المسمی بمواہب الرحمن جامع البیان ۱۲ [۳] جسکو تجارت کی اجازت ہو ۱۲ [۴] یعنی کسی وجہ سے اسکی مالیت زائل نہو گئی ہو ۱۲

پھر اگر باپ کے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو جسقدر دین کے عوض رہن ہوا ہے اور جو اُسکی قیمت تھی ان دونوں میں سے جو کم ہے اُسکے عوض میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس جسقدر قرضہ اُسکے تلف ہونے کے عوض ساقط ہوا ہے اُتنے کا باپ ضامن ہوگا اسلیے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہے پس ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہوگیا اور اُسوقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہے تو قضاء قاضی سے پہلے اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کرلے لیکن قاضی اُسکے باپ کو حکم دیگا کہ قرضہ ادا کرکے اپنے فرزند کا مال اُسکو چھڑا دے اور اگر فرزند بالغ مذکور نے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کرکے اپنا مال فک رہن کرلیا تو متبرع نہوگا یعنی جو کچھ اُسنے قرضہ کے ادا کرنے میں دیا ہے سب اپنے باپ سے واپس لے سکتا ہے اور جو حکم ہمنے باپ کی صورت میں ذکر کیا ہے سب وصی کی صورت میں ہے۔ اسی طرح غیر کا مال اُسکی اجازت سے رہن کرلینا جائز ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہے اُسکے عوض رہن کریگا تو رہن جائز ہے یہ بدائع میں ہے۔ جواز رہن کی شرط یہ ہے کہ مال مرہون مقسوم محوز شغل سے فارغ ہو اور یہ ہے کہ ایسے حق کے عوض ہو جسکا وصول کرنا رہن سے ممکن ہو حتے کہ اگر ایسے حق کے عوض رہن کیا جسکا استیفاء رہن سے نہیں ہوسکتا ہے جیسے حدود و قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ امام محمد رح نے کتاب الرہن میں فرمایا کہ رہن جائز ہے الا مقبوض (یعنی رہن بدون قبضہ کیے ہوئے جائز نہیں ہے) پس امام محمد رح نے اس کلام میں یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہے اگر شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہوجاتا ہے لیکن لازمی نہیں ہوتا ہے اور راہن کے حق میں لازمی جبھی ہوتا ہے کہ جب قبضہ مرتہن ہو جائے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرا نہ شرط جواز جیسے ہبہ میں قبضہ کا حکم ہے لیکن اصح وہی ہے جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط۔ پھر ظاہر الروایۃ کے موافق عقد رہن میں تخلیہ سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہے جیسے بیع میں حکم ہے اور امام ابو یوسف رح سے ہے کہ مال منقول میں بدون نقل کے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے مگر اول اصح ہے اور جب تک مرتہن نے قبضہ نہ کیا ہو تب تک راہن کو اختیار ہے چاہے سپرد کرے یا رہن سے رجوع کرلے اور جب مرتہن کو مال مرہون سپرد کردیا اور اُسنے قبضہ کرلیا تو وہ قبضہ کرنے سے اُسکی ضمان میں ہوگیا یہ کافی میں ہے۔ اور صحت قبضہ کے شرائط چند اقسام کے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہے یا جو صریح کے قائم مقام ہو دوسری بدلالت پس اول قسم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً راہن کہے کہ میں نے تجھکو قبضہ کی اجازت دیدی یا میں راضی ہوا یا تو اپنا قبضہ کرلے اور علی ہذا جو اسکے قائم مقام ہوں پس مرتہن کا قبضہ جائز ہوگا خواہ اسی مجلس میں قبضہ کرلے یا دونوں کے جدا ہونے کے بعد قبضہ کرے یہ استحساناً ہے اور بدلالت اجازت دینے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اُسکو منع نہ کرے تو استحساناً قبضہ صحیح ہوگا۔ اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہے بعوض ایسی چیز کے جسکے عوض رہن واقع نہیں ہوتا ہے مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل یا اسکے مانند کوئی چیز جسکا رہن کرنا بدون

ف۱ اقول وصول سے مراد ہے کہ سب یا تھوڑا ۱۲ منہ ف۲ مجموع محوزہ تصرف میں ہو ۱۲ ف۳ یعنے اسمیں کسی کو کچھ لگاؤ نہو ۱۲ ف۴ یعنے حقیقۃً ہاتھ کا قبضہ ضروری نہیں ہے کافی یہ ہے کہ راہن مرتہن سے کہدے کہ میں نے اس چیز سے روک اُٹھا دی وغیرہ ذلک ۱۲ ف۵ یعنے مرتہن اُسکو اپنے قبضہ میں منتقل کر لیجاوے

جدا کرکے قبضہ کرنے کے نہیں جائز ہے پس اگر بدون اجازت راہن کے اُسنے قبضہ کیا تو قبضہ جائز ہوگا خواہ مجلس عقد میں اُسنے جدا کرکے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر با جازت قبضہ کیا ہو تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے۔ ازانجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہے پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہوگا۔ خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو جو محتمل قسمت ہے یا ایسا نہو اور خواہ اُسنے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت بحالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہوگئی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے۔ ازانجملہ یہ ہے کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو مرہون نہیں ہے پس اگر فارغ نہوگا مثلاً ایک دار رہن کیا اور اُسمیں راہن کا اسباب بھرا ہے پس دار کو مرتہن کے سپرد کیا مگر اپنا اسباب بھرا رہنے دیا تو قبضہ جائز نہیں ہے۔ ازانجملہ یہ کہ مرہون اس چیز سے جو رہن نہیں ہے جدا متمیز ہو پس اگر متصل و غیر متمیز ہوگا تو اُسکا قبضہ صحیح نہوگا۔ اور ازانجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنی عقل موجود ہو اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک قبضہ بطریق اصالت دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہے اُسکا یہ طریقہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے واسطے قبضہ کرے اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے اور دوم وہ کہ اسکا مرجع نفس قبضہ ہے پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کی طرف رجوع کرتا ہے وہ مثل باپ و وصی کے قبضہ کے ہے کہ باپ و وصی کا قبضہ کرنا نابالغ کیطرف سے جائز ہے اسیطرح عادل[٢] کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائیگا اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کیطرف راجع ہوتا ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ میں موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب ہو جائیگا یا نہیں۔ سو قاعدہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا اور اگر دونوں مختلف ہوں تو اعلیٰ ادنیٰ کا نائب ہوگا۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہیے پس اگر شیوع ہوگا تو دوام قبضہ رکھنے اور روکنے سے مانع ہوگا پس رہن بھی جائز نہوگا خواہ شیوع ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت ہے یا ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت نہیں ہے اور خواہ یہ شیوع حالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جاوے یہی ظاہر الروایۃ ہے اور خواہ اُسنے اس غیر مقسوم کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور حکم رہن کا بیان یہ ہے کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ میں رکھکر راہن سے روکنے کا مالک ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اُسکے روکنے کا مستحق ہے اور اگر راہن مر گیا تو اُسکے قرضخواہوں کی بہ نسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہے پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لے لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرضخواہوں و وارثوں کو واپس ملیگا وہ اُنکا ہوگا اور اگر راہن مر گیا اور وہ مفلس مرگیا اور اُسپر بہت لوگوں کا قرضہ ہے تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت باقی قرضخواہوں کے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مال مرہون میں از راہ عین نقصان آجاوے تو بلا خلاف بقدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہے اور اگر از راہ نرخ کمی آجاوے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ[٣] کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونیکا موجب نہیں ہے یہ غیاثیہ میں ہے

[١] مراد محتمل قسمت سے یہ ہے کہ بعد تقسیم کے اُس سے اسیطرح کا فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا اُٹھایا جا سکے ۱۲ منہ [٢] زید نے عمرو کے پاس اُسکے قرضہ کے عوض ایک موتی رہن کیا مگر دونوں نے یہ قرار دیا کہ یہ موتی خالد کے پاس جو مرد عادل ہے رہیگا پس مرد عادل عمرو کے پاس نہ رہیگا اور عادل یہاں عام ہے حتیٰ کہ اپنا دونوں کا معتمد علیہ ہونا کافی ہے ۱۲ منہ یعنی عاقل ہو پس مجنون و نابالغ جو عقد رہن کو نہ سمجھتا ہو اُسکا قبضہ صحیح نہیں ہے ۱۲ منہ [٣] یعنی دونوں متفق ہوں ۱۲ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ ۱۲ منہ

فصل دوم ۔ ان صورتون کے بیان مین جنسے رہن واقع ہو جاتا ہی اور جنسے نہین واقع ہوتا ہی۔ ایک شخص نے ایک بیت خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہان تک کہ مین تجھے ثمن دیدون تو ہمارے اصحاب ثلثہ امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح وامام محمد رح کے نزدیک رہن ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہی پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو رہنے دے یہان تک کہ مین تجھکو تیرا مال دیدون تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ رہن ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن نہین ہی ودیعت ہی اور اگر یون کہا کہ اپنے مال کے عوض اسکو رہنے دے یا کہا کہ اسکو رہن رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا مال دیدون تو بالاجماع رہن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہین اُسنے قرضخواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرادے تو فرمایا کہ یہ ادائے قرض ہی اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرینکے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے دیدے تاکہ مین تیرے واسطے گواہ کرادون پس قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے اور میرے واسطے گواہ کرادے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہان تک کہ مین تجھے تیرا حق ادا کرون اور میرے واسطے ان درمون پر قبضہ کرنے کے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہی ادائے قرضہ نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر کہا کہ مین نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گانوُن رہن کیا اور مرہون مین کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت داخل ہو جائیگی۔ اور زمین کے رہن مین درخت و باغ انگور جو اس زمین مین ہی داخل ہوگا اور رطبہ و زراعت بھی داخل ہو جائیگی یہ ینابیع مین ہی۔ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اسکو کچھ مال دیا اور کہا کہ اسکو بطور رہن کے بعوض زیوف وستوقی درمون کے جو ادائے قرض کے درمون مین تجھے لے لے تو یہ رہن بعوض ان درمون کے جو ستوقی ہون جائز ہی اور جو زیوف ہون اُنکے عوض یہ رہن جائز نہوگا اسواسطے کہ زیوف درمون کو ادائے قرضہ مین لے لینا استیفاء قرضہ ہی پس بعد استیفائے قرضہ کے رہن متصور نہین ہو سکتا ہی بخلاف ستوقی کے یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے کچھ دراہم قرض لیے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تاکہ دو مہینہ تک جبتک قرض کے درم ادا کرے اسکو استعمال مین لادے یا ایک دار دیا کہ تا مدت ادائے قرض دو مہینہ تک اسمین سکونت رکھے تو یہ رہن نہوگا بلکہ بمنزلہ اجارہ فاسدہ کے ہی اگر قرض دینے والے نے اسکو استعمال کیا تو اسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ قفاعی نے اگر زنبیل کو دون کے عوض رہن لیا تو رہن نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تاکہ راہن کو آٹھسو دینار قرضہ دے پس فقط اُسنے تین سو دینار دیے اور باقی کے دینے سے انکار کیا تو مال مذکور اسیقدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی القنیہ

فصل سوم جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہی اور جسکے عوض نہین جائز ہوتا ہی اسکے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ

ملہ ستوقی درحقیقت جنس درم سے نہین ہی پس استیفاء قرضہ نہوا پس رہن صحیح نہ ہوگا ۱۲ منہ ملہ اقول اس صورت مین کوئی انعقاد اجارہ کے معنی نہین ہین ظاہر الصحیح عقد کی غرض سے ایسا حکم دیا ہی پس ظاہر ہوا کہ انعقاد اجارہ بدون ارکان صریح اجارہ کے بضرورت ہو سکتا ہی فاحفظہ ۱۲ منہ ملہ یعنے ادائے قرضہ و وصول قرضہ ۱۲ ملہ رہن گانون در رہن دار یہین ۱۲ ملہ گانون و زمین کے رہن مین ۱۲

رہن جبھی صحیح ہوتا ہے کہ جب قرضہ واجب ہو یا اُسکے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اُجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہے اور جو قرضہ واجب نہوا اور نہ اُسکا سبب وجوب پایا جاوے جیسے درک له کے عوض رہن دیا تو صحیح نہیں ہے پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کیواسطے لامحالہ شرط نہیں ہے بلکہ ظاہر میں اُسکا واجب ہونا کافی ہے چاہے درحقیقت وہ واجب نہوا اور اسکا بیان اُن چند مسائل میں جنکو امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے موجود ہے ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے اس سے اس دعوی سے پانچسو درہم پر صلح کی اور دراہم صلح کے عوض اسکو پانچسو درہم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر دونون نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرتہن پر راہن کیواسطے مال مرہون کی قیمت پانچسو درہم واجب ہونگے اور جاننا چاہیے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہے جو ازراہ ظاہر واجب تھا کیونکہ انکار عه کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونون یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لیجاویں اور سب واقعہ بیان کریں تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل الصلح ادا کرنا لازم کریگا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اسکو قید کریگا پس معلوم ہوا کہ جس قرضہ کے عوض رہن واقع ہوا ہے وہ ازراہ ظاہر واجب ہے اور جب رہن تلف ہو گیا تو مال مرہون تلف ہو جانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول پانے والا قرار دیا گیا پس ایسا ہے گویا اُسنے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کر لیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت میں اگر راستی کے ساتھ دونون باتفاق قرار کریں کہ مال واجب نہ تھا اور دعوے دروغ واقع ہوا ہے تو مدعی یعنی مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے واپس کر دے پس سه ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے کفالت بالنفس کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور قصاص نفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہنا نہیں جائز ہے اور اگر جنایت عه خطا سے واقع ہوتی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور خراج کے عوض رہن جائز ہے اسواسطے کہ خراج مثل تمام قرضوں کے قرضہ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اگر کسی عورت سے کسی قدر دراہم معین یا دینار ہاے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکور نے اس مال معین کے عوض رہن لے لیا تو ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اگر خون سے کسی شی معین پر صلح کر لی اور اُسکے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر کوئی دار یا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہے پھر اگر مستاجر کی پوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو وہ اجرت کا وصول پانیوالا قرار دیا جائیگا اور اگر منفعت حاصل کر لینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہو گیا ہو تو رہن باطل ہو جائیگا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس

له مثلاً مبیع میں بائع نے یا بائع کیطرف سے دوسرے ضامن نے مشتری کو ضمان درک کر کے مواجبہ میں کچھ رہن دیا کہ اگر مبیع میں استحقاق ثابت ہو اور ثمن بائع پر قرضہ ہو جاوے تو اُس کے عوض یہ مال رہن ہے تو ہنوز کوئی امر موجود نہیں اور نہ اُسکا سبب موجود ہے پس صحیح نہوگا ۱۲ منہ عه یعنی دعوے دروغ تھا ۱۲ عه دعوے مدعی سے انکار کیا ۱۲ سه پس یہ قرضہ واجب ہوا ۱۲ لله یعنی جبکہ رہن تلف ہونے کیوجہ سے حکماً وصول کیا ہے ۱۲ ه مثلاً عمداً قتل کیا یا ہاتھ کاٹ ڈالا ۱۲ شه یعنی خطا سے قتل کیا یا ہاتھ کاٹا کیونکہ اس صورت میں دیت واجب ہوگی ۱۲ منہ

ہے اور اگر کسی درزی کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا سی دے اور سلائی کر دینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہے
اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کر دینے پر رہن کیا ہو تو نہیں جائز ہے اسی طرح اگر اونٹ سلاتے تک کرایہ کر لیا اور اونٹ والے
سے باربرداری پر رہن لیا تو جائز ہے اور اگر اسی شخص معین کے خود اٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اٹھانے کے عوض رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور
اگر ایسی چیز جسکے واسطے باربرداری خرچ پڑتا ہے کسی شخص سے عاریت لی اور دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا
یعنی مستعار کو بعد فراغ کے واپس کر دے تو یہ جائز ہے اور اگر خود شے مستعیر ہی کے واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مستعار چیز ہی کے
عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہے اور اگر نوحہ کرنیوالی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر
کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہیں جائز ہے اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کی وجہ سے جو قرضہ ہوا اسکے عوض رہن
باطل ہے یا مردار و خون کے ثمن کے عوض مسلمانوں کی طرف سے کسی مسلمان یا ذمی کیواسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور
کے ثمن کے عوض رہن باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جب غلام نے جنایت کی ہو یا غلام قرضدار ہوا اسکے
عوض رہن نہیں صحیح ہے اسواسطے کہ وہ غلام خود اپنے مولے کے حق میں مضمون نہیں ہے چنانچہ اگر ہلاک ہو جاوے
تو مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص سے معین درہموں کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درہموں
کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اسواسطے کہ دراہم متعین نہیں ہوتے ہیں بلکہ فقط انکے مثل ذمہ لازم آتے ہیں اور
رہن کی ضمانت ایسے درہموں کی طرف ہو ذمہ واجب ہوتے ہیں نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ رہن العیون
میں لکھا ہے کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو امانت ہیں اور ایسا
رہن باطل ہے دوسم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہیں یعنی دوسری چیز کے عوض ضمان میں ہیں جیسے
مبیع بائع کے قبضہ میں کہ ثمن کے عوض ضمان میں ہے اور ایسا رہن بھی نہیں جائز ہے حتی کہ اگر مال مرہون تلف ہو جاوے
تو بلا معاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور یہ شیخ ابو الحسن الکرخی رح کا قول ہے اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن
دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہیں جیسے غصب کیا ہوا مال عین یا ایسا مال عین جو نکاح میں مہر قرار دیا گیا یا اور اس کے
مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہے اور اگر رہن تلف ہو جاوے پس اگر مرتہن کے قبضہ میں تلف ہو تو وہ مال
مرہون اور مال عین ان دونوں کی قیمتوں میں سے جو مقدار کم ہو اسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لیگا
اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہو گیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے

فصل چہارم جسکا رہن جائز ہے اور جسکا نہیں جائز ہے اسکے بیان میں جس چیز کی بیع جائز ہے اسکا رہن بھی جائز ہے اور
جسکی بیع نہیں جائز ہے اسکا رہن نہیں جائز ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا
پھر زمین مذکور میں سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق
ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن جائز رہیگا

ف۱ اطلاق قرضہ کا بجہت تشابہ ہے ورنہ درحقیقت قرضہ نہیں بلکہ باطل حرام ہے ۱۲ م ف۲ مسلمان کی قید اسواسطے لگائی کہ مسلمان کے حق میں شراب
کا قیمتی ہونا باطل ہے اور سور تو نجس العین ہے پس مسلمان اگر کسی ذمی کے لیے بھی ضامن ہوا اور قرضہ ثمن شراب ہو تو باطل ہے کیونکہ یہ اسپر واجب نہیں
ہو سکتا ہے یہ مسئلہ دلیل ہے کہ اگر مسلمان نے سود کی ضمانت کی تو باطل ہے فافہم ۱۲ منہ ف۳ کیونکہ وہ خود باطل ہے ۱۲ منہ ف۴ اسکی ضمان واجب نہیں ہے

اور مرتہن کو باقی کی بابت اختیار[۱] حاصل نہوگا اور دوسرے مال کے رہن کر دینے کے مطالبہ کا اختیار اُسکو حاصل نہوگا
بلکہ جسقدر زمین باقی رہی ہے وہ پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی یہ محیط میں ہے - اگر دو شخصوں نے
تیسرے شخص سے جسپر ان دونوں کا قرضہ آتا ہے کچھ مال رہن لیا اور وہ دونوں باہم شریک ہیں
یا اُن دونوں میں شرکت نہیں ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ دونوں نے قبول کیا ہو اور اگر ایک نے بدون
دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر دونوں مرتہنوں نے قبول کیا پھر راہن نے دونوں میں سے
ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کرے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے
اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں سے جنپر اسکا قرضہ آتا ہے ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہے اور یہ مال مرہون پورے
قرضہ کے عوض رہن ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اُسکو نہ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اگر کسی شخص کے پاس ہزار درہم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کیے پھر اسکو پانچسو درہم ادا کر دیے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام
چھڑا لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر رہن کرنے کے وقت یوں کہا ہو کہ میں نے یہ دونوں غلام تجھے رہن دیے
ہر ایک ان دونوں میں سے بعوض پانچسو درم کے پھر اسکو پانچسو درم ادا کر دیے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے
چھڑا کر اپنے قبضہ میں کرے تو کتاب الزیادات کی روایت کے موافق اسکو یہ اختیار ہے اور میں کتاب الاصل کے
موافق جبتک پورا قرضہ ادا نہ کرے تب تک یہ اختیار نہوگا بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد رح
کا قول ہے اور جو اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اسیطرح اگر قرضہ دو جنس کا ہو یعنے پانچسو درم اور پانچسو
دینار ہوں اور راہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیے تو بھی اسکو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہوگا یہ خلاصہ میں
ہے اور اگر ایک غلام دو شخصوں کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر دونوں
کے پاس مطلقاً[۲] رہن کیا اور دونوں نے قبول کیا تو جائز ہے اور اگر ایک ہی غلام کا آدھا چھ سو درم کو اور آدھا پانچسو
درم میں رہن کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر چھوہارے بدون درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوئے[۳]
چھوہاروں کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون ان چیزوں کے رہن کی تو نہیں جائز ہے
اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن کرنا جائز ہے اور اگر راہن نے
رہن میں استثنا نہ کیا تو زمین کے رہن میں درخت خرما و چھوہارے لگے ہوئے اور کھیتی جمی ہوئی و عمارت داخل
ہو جائیگی یہ تہذیب میں ہے - اور اگر درخت خرما و شجر و درختان انگور معہ انکے جمنے کی مقدار[۴] زمین کے رہن کیا تو جائز
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر دس قطعہ زمین رہن کیے پھر ظاہر ہوا کہ ان میں سے ایک ٹکڑا وقف ہے اور دوسرا مشاع غیر
مقسوم ہے تو باقی کا رہن صحیح ہوگا یہ قنیہ میں ہے - ایک شخص نے دو بکریاں بعوض تیس ۳۰ درم کے ایک بعوض دس ۱۰ درم کے
اور دوسری بعوض بیس ۲۰ درم کے رہن کی اور یہ تعیین نہ کی کہ کون بعوض دس کے ہے اور کون بعوض بیس کے ہے تو جائز نہیں
ہے اسواسطے کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونوں میں نزاع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہوگئی تو یہ معلوم نہوگا

---

[۱] چاہے ترک کرے یا رہنے دے ۱۲ [۲] یعنے تفصیل نہ کی ۱۲ [۳] یعنے لگے ہوئے ۱۲ [۴] یعنے جتنی جگہ میں وہ اُگے ہیں ۱۲

کہ قرضہ مین سے کسقدر اُسکے مقابلہ مین ساقط ہوا اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو کپڑی تلف ہو گی اُسکے مقابلہ مین جس قدر معین کیا تھا اُسقدر ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہے مگر بعض علما نے اسمین خلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوان نیز ہلاکت[۱] کا نشانہ ہے پس بمنزلہ اُن چیزون کے ہوا جو جلد بگڑ جاتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جو جلد بگڑ جاتی ہین انکا رہن کرنا جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک لڑکے وارثان بالغ و نابالغ مین مشترک ہے اس کو وصی اور بالغون نے رہن کیا بعوض خراج[۲] ایک زمین کے جو ان سب مین مشترک ہے تو ایک ہی صفقہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار رہن کیا اور اُسمین ایک دیوار مشترک ہے تو صحیح نہین ہے اور اگر دیوار مشترک کو مستثنے کر لیا تو صحیح ہے لیکن اگر دیوار مشترک کے ساتھ اُسکی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیوارین مالک دار و پڑوسیون کے درمیان مشترک ہین تو صحن و چھت و اُن دیوارون کا رہن جو خاصتہً بدون کسی کی شرکت کے ہین صحیح ہے اور دیوار ہاے مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہین ہے اسواسطے کہ چھت تابع ہے یہ قنیہ مین ہے اور اگر اپنے دار مین سے کوئی بیت معین یا کوئی ٹکڑا معین رہن کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک کی چیز فروخت کر دی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونون عقدون کی اجازت دیدی تو صحیح نہین ہے۔ اور اگر مریض[۴] نے کسی قرضخواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہے اگرچہ اُسکی قیمت نسبت قرضہ کے زیادہ ہو جیسے اُسکا ودیعت دینا صحیح ہے ولیکن اسکا حکم باقی قرضخواہون کے حق مین ظاہر و موثر نہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار جسمین اُسکا اسباب ہے خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جنمین اس کا اسباب ہے جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرتہن کے سپرد کر دیا تو یہ جائز نہین ہے۔ لیکن اگر دار یا بورون کو اسباب مذکور سے خالی کر کے سپرد کرے تو جائز ہے۔ اور اگر اسباب دار بدون دار کے یا بورون کی متاع بدون بورون کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہے اور صورت اولے مین جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہے کہ دار مین یا بورون مین جو متاع ہے وہ پہلے ودیعت دیدے پھر دار و بورہ[مع دار و دیوار ۱۲] جو رہن کیا ہے مرتہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ دونون صحیح ہونگے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن دونون اُس دار کے اندر موجود ہین پس راہن نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ راہن اس دار مین سے باہر نکلکر[۳] پھر مرتہن سے کہے کہ مین نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے عمارت و دوکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہے رہن کر کے مرتہن کے سپرد کر دی اور مرتہن اُسکو اپنے قبض و تصرف مین لایا اور سالہا سال اُسکو اجارہ پر دیا اور اسکا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہین ہے اور مرتہن نے جو کچھ اسکا کرایہ لیا ہے وہ اُسکو حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور اگر گھوڑے[۵] پر پڑی ہوئی زین یا اُسکے منھ مین دی ہوئی لگام یا اُسکے گلے مین بندھے ہوئے گلوبند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا مع زین و لگام و گردن بند سپرد کر دیا تو رہن پورا نہوگا

ف ۱ یعنے حیوان اکثر اوقات مرجاتا ہے ۱۲ ف ۲ خراج سے یہان مراد ایسا خراج ہے جو معمولی بندھا ہو یعنے پیداوار کی بٹائی نہ ہو ۱۲ ف ۳ باہر جانا اسوجہ سے کہ راہن کا قبضہ بدون اسکے خارج نہوگا ۱۲ منہ ف ۴ مرض الموت کا مریض ۱۲ ف ۵ گھوڑا یا خچر یا گدھا یا بیل بشرطیکہ اشیاے مذکورہ جیسکے مناسب ہون مثلاً بیل کے

یہانتک کہ گھوڑے سے جدا کرکے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہوا ہو پس چوپایہ بدون بار کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اُتار کر مرتہن کے سپرد کرے اور اگر چوپایہ کا لدان بدون چوپایہ کے رہن کرکے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہو جائیگا اسواسطے کہ صورت اولے میں چوپایہ لدے ہوئے بار میں مشغول ہو فارغ نہیں ہو اور صورت ثانیہ میں لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہیں ہو یہ بدائع میں ہو۔ ایک شخص نے شوہردار باندی رہن کی اور اُسکے شوہر سے اجازت نلی تو رہن جائز ہو اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مرگئی تو ایسا ہوگا کہ گویا آسمانی آفت سے مری ہو مگر استحسانًا مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا حالانکہ قیاسًا ساقط نہوگا۔ اور اگر رہن کرنے کے وقت وہ باندی شوہردار نہ ہو پھر رہن کرنے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ صورت اور صورت اولے دونوں یکساں ہیں اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اُسکا نکاح کردیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے اور اگر اسکے شوہر نے اُسکے ساتھ وطی کرلی تو باندی کے ساتھ اُسکا مہر بھی رہن ہو جائے گا اور وطی کرنے سے پہلے اُسکا مہر رہن نہوگا اور اس صورت میں اگر شوہر کے وطی کرنے سے باندی مذکور مرگئی تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اُسکے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر شوہر نے اُسکو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہو پھر اگر شوہر کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہو تو جو کچھ اُسنے تاوان دیا ہو وہ راہن سے واپس لیگا یہ ظہیریہ میں ہو۔ فتاوی عتابیہ میں ہو کہ اگر باندی کے پیٹ میں جو کچھ[ل] ہو اسکو آزاد کردیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہو اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا لیکن اگر بچہ[ع] کو پورا کرتا ہو تو ساقط نہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن باطل ہو اور سرکہ اُسکے ہاتھ میں امانت ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اُسکے پاس چھوڑ دے بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اسکے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ نہیں جائز ہو اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت[ط] ہوگی اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرۂ انگور رہن لیا پھر وہ شراب ہوگیا تو مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار ہو اور وہ سرکہ اُسکے پاس رہن رہیگا اور جس قدر کیل و وزن میں گھٹ گیا ہو اُسکے حساب سے رہن باطل ہو جائیگا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لیگا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور مرتہن کو اُسکے سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہوگا اور اگر سرکہ کر ڈالے تو سرکہ کر ڈالنے کے روز جو کچھ اُسکی قیمت ہو اسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لیگا بخلاف اسکے اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اُسکو سرکہ کر ڈالا تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہو اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن کی اور مرتہن نے اُسکی دباغت کی تو وہ رہن نہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لیکر مرتہن کو دباغت کی قیمت دیدے بشرطیکہ اُسنے ایسی چیز سے اُسکی دباغت کی ہو جسکی کچھ قیمت ہو

ل جو کچھ ہو یعنے حمل لڑکا یا لڑکی ۱۲ منہ ط امانت اس وجہ سے کہ وہ رہن نہیں تو ضمانت میں بھی نہ ہوئی لیکن ذمی کے حق میں وہ مال ہو تو مسلمان اسکا امین ہوا اگرچہ ابتدا میں اسکو لینے سے گنہگار ہو چکا ہو ۱۲ ع اس نقصان کو ۱۲ ف اگر تلف ہو جاوے یا سرکہ ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا ۱۲ الف خواہ مرتہن کافر ہو یا مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان کی شراب مضمون نہیں ہوتی ہو ۱۲

اور یہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کر کے اسکو دباغت دیدی پھر اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر دونون مسلمان ہوگئے تو شراب مذکور رہن نہ رہی پھر اگر مرتہن نے اسکو سرکہ کر ڈالا تو وہ رہن ہو جائیگی اسیطرح اگر دونون مین سے ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن ہو جاویگی اور جسقدر رہن سے کم ہوجاوے اسی کے حساب سے رہن باطل ہو جاویگی اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان عادل کے پاس رکھی اور اس نے قبضہ کر لیا تو رہن جائز ہے اور جو حربی کہ امان لیکر دارالاسلام مین آیا ہے رہن لینے و رہن دینے مین اسکا حکم مثل ذمی کے ہے اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہے رہن رکھکر دار الحرب مین لوٹ گیا پھر مسلمان اسکے ملک پر غالب ہوئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہوگیا اور جو مال اُسنے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہوگیا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اسکے ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کر لیگا اور جسقدر باقی رہے وہ اُس شخص کو ملیگا جس نے حربی مذکور یعنی راہن کو قید کیا ہے اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اس مسلمان یا ذمی پر آتا ہے رہن ہو تو وہ مال مرہون اسکے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائیگا اور حربی کا قرضہ سب ائمہ کے نزدیک بالاتفاق باطل ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ذمی وغیرہ کسی کیطرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہین ہے یہ کافی مین ہے فتاوی عتابیہ مین ہے کہ اگر غاصب نے مال مغصوب کو رہن کیا پھر اسکو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہے کہ رہن جائز ہو جائیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اسکو رہن دیا تو جائز نہین ہے اور اگر مشتری نے بائع کو مال عین دیا کہ مبیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہو جاوے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے اور راہن یا مرتہن یا دونون کے مر جانے سے رہن باطل نہین ہوتا ہے اور وارثون کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہے۔ کذا فی خزانۃ الفتاوے۔

فصل پنجم۔ باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان مین۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اُسکے قرضہ مین رہن کر دیا تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسنے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہے رہن کیا تو جائز ہے بخلاف اسکے اگر مال عین مذکور فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہین ہے جبتک کہ فرزند بالغ اسکو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن ہوگا اور باپ کے مرنیکے بعد اُسکے وصی کا حکم اس باب مین مثل باپ کے ہے۔ اور اگر باپ کا وصی نہو باپ کا باپ یعنے سگے دادا کا بھی یہی حکم ہے۔ اسواسطے کہ از راہ ولایت تصرف کرنے مین وہ باپ کا قائم مقام ہے مگر فرق یہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار ہے کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کیواسطے رہن دے اور وصی کو یہ اختیار نہین ہے جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہین لے سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر باپ نے اپنے

ﮧ عادل سے مراد جسپر ان لوگون کو اعتماد ہو کیونکہ شراب کی حفاظت قبضہ کرنے سے وہ شرعی عادل پرہیزگار نہین رہا ۱۲ ﮧ اسواسطے کہ فرزند بالغ کا حصہ بمنزلہ غصب ہے اور صغیر کے حق مین جائز تھا اس کا ضامن بھی ہو ۱۲

فرزند نابالغ کی متاع کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نہ کرے تب تک اسکو متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہے جو فرزند مذکور کے حق میں اسکے باپ کی طرف سے ایسی حالت میں لازم ہوا جسوقت باپ کی ولایت اسکے اوپر قائم تھی اور اسکا باپ اس معاملہ میں قائم مقام اس فرزند کے ہے اگر یہ فرزند بالغ نہوے پس اگر باپ نے اس مال کو اپنے ذاتی قرضہ میں رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو مقدار قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لیگا اسی طرح اگر فک رہن سے پہلے متاع مذکور تلف ہوگئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ماں نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہے وصی مقرر کی گئی ہو یا اسکو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز ہوگا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی ماں کو اسکا مال رہن کرنے کی اجازت دیدی ہو تو جائز ہے اور مرتہن کو حبس و اختصاص کا استحقاق حاصل ہوگا بیع کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا۔ اور اگر طفل مذکور کی ماں نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کرنے کا وکیل[1] کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دیدی تو مرتہن مذکور حاکم کیطرف سے وکیل ہو جائیگا اور حاکم یعنے قاضی جسنے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن مال مرہون کو فروخت کر چکا ہے پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو نافذ کریگا اور اگر اسکے نزدیک قاضی اول کی اجازت ثابت نہ ہو تو اسپر واجب ہوگا کہ بیع مذکور کو رد کرے جبکہ بیع کا رد کر دینا طفل مذکور کے حق میں بہتر ہو یہ جواہر الفتاوی میں ہے اگر باپ کا یا اسکے نابالغ فرزند کا یا اسکے غلام ماذون التجارۃ کا جسپر قرضہ نہیں ہے اسکے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرضدار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرضخواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہے یہ تبیین میں ہے۔ باپ کو جائز ہے کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اسپر آتا ہے رہن کر دے اور اس مال کو اپنے فرزند مذکور کیواسطے اپنے قبضہ میں رکھیگا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم[2] اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر یتیم کا وصی اسکے اس معاملہ کی اجازت دیدے تو عقد رہن جائز ہو جائیگا جیسے یتیم کے خرید فروخت کرنے میں حکم ہے۔ اسی طرح اگر دو وصی ہوں اور ایک نے ایسا کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں جائز ہے الا اس صورت میں کہ دوسرا وصی بھی اجازت دیدے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ نہیں ہے رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہیں جائز ہے اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بیٹے کے بالغ بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ ہے رہن کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے

[1] وکیل کرنے کی یہ صورت کہ مثلاً مرتہن سے کہا کہ جب میعاد گذرے اور میں تیرا قرضہ ادا نہ کروں تو میں نے تجھے وکیل کیا کہ تو میری طرف سے رہن کو فروخت کرے پس یہ وکالت لازمی ہوگی ۱۲
[2] غلام یا باندی ۱۲

اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے کپڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہے اسیطرح اگر اُسنے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت مین رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر وصی نے وارثون کے واسطے قرضہ لیا اور اُنکا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُنکے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ کسی نوائب[۱] کے واسطے قرضہ[۲] لیا ہے یا اُنکے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کیواسطے لیا اور ہر صورت اس سے خالی نہین کہ یا تو وارث سب بالغ ہونگے یا نابالغ ہونگے یا بالغ و نابالغ دونون ہونگے پس اگر وارث بالغ ہون خواہ غائب ہون یا حاضر ہون اور وصی نے اُنکے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن کیا تو نہین جائز ہے اور اگر وارث نابالغ ہون تو جائز ہے اور اگر بالغ و نابالغ دونون ہون تو فقط نابالغون کے حق مین اُسکا قرضہ لینا و رہن کرنا جائز ہے بالغون کے حق مین نہین جائز ہے بخلاف اسکے اگر مال منقول کو ترکہ مین سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق مین روا ہوگا اور اگر اسنے وارثون کے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہون اور حاضر ہون تو وصی کا قرضہ لینا اور اُنکا مال عین رہن دینا جائز نہوگا اور اگر غائب ہون تو جائز ہوگا اور اگر بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون یا وارثون مین صغیر و کبیر حاضر ہون تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک قرضہ جائز ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک فقط بالغان غائب اور نابالغون کے سواے قرضہ لینا باقیون کے حق مین نہین جائز ہے اور اسکا رہن کرنا سب کے حق مین جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر میت پر قرضہ ہو اور اُس کے وصی نے اُسکے ترکہ مین سے کچھ مال عین اُسکے کسی قرضخواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہے اور باقی قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اسکو رد کرین اور اگر وصی نے اِن کے رد[۳] کر دینے سے پہلے اُنکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا۔ اور اگر میت کا ایک کے سواے دوسرا قرضخواہ نہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور اسکے قرضہ مین فروخت کر سکتا ہے (یعنے مرتہن ۱۲)۔ اور اگر وصی نے کسی شخص سے جسپر میت کا قرضہ آتا ہے رہن لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر میت نے خود ہی اُس قرضدار سے رہن لیا ہو تو اُسکا وصی اس مرہون کے روک رکھنے مین اُسکا قائم مقام ہوگا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہین کر سکتا ہے اور وصی کو اختیار ہے کہ میت پر جو قرضہ ہے اُسکے عوض رہن دیدے اسواسطے کہ جو امور میت کے حوائج مین سے ہین اُنمین وصی اُسکا قائم مقام ہے اور قرضہ کا ادا کرنا اُسکے حوائج[۴] مین سے ہے پس وصی ادائے قرضہ میت کا اختیار رکھتا ہے پس اسیطرح اُسکے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر راہن مرگیا تو اُسکا وصی مال مرہون کو فروخت کرکے مرتہن کا قرضہ ادا کریگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت مین سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہے اور اس وارث کے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے پس اگر قرضخواہ نے نالش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دیگا اور مال مرہون اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا

[۱] نوائب جمع نائبہ وہ سخت امور جو اکثر اوقات پیش آتے ہین بعضے معمولی ہین جیسے خراج و چوکیداری وغیرہ اور بعضے غیر معمولی جیسے کوئی تاوان از جانب سلطان پیش آیا جیسے ٹکس اگرچہ اُسکا لینا جائز نہو ۱۲ [۴] حوائج یعنے اس کی ضرورت مین سے ہے ۱۲ [۲] یعنے کچھ چیز قرض لی ۱۲ [۳] یعنے رہن توڑنے سے پہلے ۱۲

اور اگر وارث مذکور نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع میں سے کوئی مال ایسے قرضہ کے عوض جسکو لیکر اُس نے اپنی ذات پر خرچ کیا ہی رہن کیا یا یہ وارث نابالغ ہو کہ اُسکے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا اسباب جسکو میت نے اپنی حیات میں فروخت کیا تھا بسبب عیب کے اُنکو واپس دیا گیا اور وہ اُنکے پاس تلف ہوگیا اور مشتری کا ثمن مال میت پر قرضہ ہوگیا اور میت کا مال کچھ نہیں ہی سوائے اُس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہی تو وہ رہن جائز رہیگا اسواسطے کہ جسوقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہی اُسوقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس اُسمیں مرتہن کا حق لازم ہو جائیگا پھر قرضہ کا لحوق اسکے بعد بوجہ عیب کے اسباب فروخت کردہ واپس دیے جانے کے ہوا ہی پس یہ امر حق مرتہن کو باطل نکریگا اور یہ بخلاف اُس صورت کے ہی کہ جب میت کے فروخت کیے ہوئے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا یا وہ آزاد ثابت ہوا اسلیے کہ اسصورت میں رہن باطل ہو جائیگا کیونکہ یہ امر ظاہر ہوا کہ جسوقت وارث نے ترکہ میں سے مال معین کو رہن کیا ہی اُسوقت میت پر قرضہ تھا اسواسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت میں داخل ہی نہیں ہوتا ہی اور نہ اُسکا ثمن مملوک ہوتا ہی اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑ سے عقد بیع باطل ہو جاتا ہی لیکن راہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا تاکہ اُسکو میت کے قرضہ میں ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اسواسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ اُسکا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہی اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے باز رکھا تو تلف کر دینے والے کے حکم میں ٹھہرایا گیا پس اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت میں بھی یہی بات ہی لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لیگا علی ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور اُسکا مہر لے لیا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث نے اُس باندی کو اُسکے شوہر کے دخول کر نیسے پہلے آزاد کر دیا اور باندی مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر مذکور کے ساتھ اُسکے نکاح میں رہنا نچاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ میں قرضہ ہوگیا تو بھی رہن[۵] وارث جائز ہوگا اور وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات میں راستہ میں کنواں کھودا ہو پھر اُسکے مرنیکے بعد اُسمیں کوئی شخص تلف ہوگیا حتے کہ اُسکی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال میں پورا ہوگیا ہی اُس سے باطل نہوگا لیکن وارث اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال معین متروکہ میں اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کر دیا ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اُسنے یتیم کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کیواسطے اُس مال مرہون کو مرتہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہوگیا تو وہ رہن سے باہر ہوگیا اور یتیم کا مال گیا پس جبکہ مرہون مذکور تلف ہو جانیسے قرضہ ساقط نہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لیگا جیسا کہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا اور اگر اُس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اُسکا ضامن[۶] ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اُسکو غصب کر کے اپنی ضرورت

---

[۵] قال المترجم اصل میں ہی کہ رہن جائز ہی۔ میں کہتا ہوں کہ شاید یوں ہو کہ عتق جائز ہے کیونکہ یہ معنے زیادہ ظاہر ہیں ولیکن یہ دوسری تفریع ہوتی ہی اور اگر اصل کے موافق رہن کا لفظ ہو تو باب سے زیادہ مناسب ہی اگرچہ تعلیل ہی فافہم ۱۲ منہ [۶] جس روز اُسنے آزاد کیا ہی اُس قیمت کا ضامن ہوگا بلا خلاف ۱۲ [۷] اور مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لیگا ۱۲

کام مین لایا یہانتک کہ مرہون مذکور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو وصی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اُسکی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آگئی ہو تو اُسکی قیمت سے قرضہ ادا کردیگا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کرے گا اور جسقدر باقی رہا وہ مال یتیم سے لیکر ادا کریگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرتہن کو ادا کردے اور یتیم سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہیگی اسواسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہے پھر جب میعاد آویگی تو اُسکا حکم وہی تفصیل سے ہوگا جو ہم نے بیان کردی ہے۔ اور اگر وصی نے اُسکو غصب کرکے یتیم کی ضرورت مین استعمال کیا یہانتک کہ اُسکے پاس وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آگئی ہو تو مرتہن اس سے قرضہ لے گا اور وصی اسقدر یتیم سے واپس لیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرتہن کے پاس رہن رہیگا پھر جب میعاد آویگی تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی مین ہے

دوسرا باب۔ ایسے رہن کے بیان مین جسمین کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو۔ امام محمدرہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اُسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونون اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھین اور عادل نے اسکو منظور کرلیا اور رہن مذکور پر قبضہ کرلیا تو رہن پورا ہوجائیگا حتی کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط[1] ہوجائیگا اور اس حکم کے حق مین عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان مین راہن کا نائب ہے حتی کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کوئی شخص استحقاق ثابت کرکے عادل سے اُسکا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ مرتہن اسپر قرضہ کرے پھر دونون نے اُسکو عادل کے پاس رکھدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ جب عادل ابتداءً مرتہن کا قائم مقام ہوسکتا ہے تو حالت بقا مین بھی ہوسکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور عادل کو یہ اختیار نہین ہے کہ قرضہ ساقط ہونیسے پہلے مال مرہون راہن کو دیدے الا اس صورت مین کہ مرتہن راضی ہو اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونون مین سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کراکر پھر عادل مذکور کے پاس رکھادے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہوگیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن[2] ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سو اگر ہم اُس قیمت کو رہن قرار دین تو ایک ہی شخص قاضی و مقضی علیہ ہوا جاتا ہے پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونون اتفاق کرینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کرکے دونون اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھین گے یا دونون مین سے کوئی اس معاملہ کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی قیمت کو لے کر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رہ نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونون مین سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اُس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جاویگی اور اگر اُسنے دینے مین خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہوسکتی ہو

[1] ساقط اس وجہ سے کہ مرتہن کا قبضہ وہی عادل کا قبضہ ہے کیونکہ دونون اسپر راضی ہوتے ہین ۱۲ [2] ضامن اسوجہ کہ اُس نے غصب و خیانت کی ۱۲ منہ

تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا
ہو یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کردیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے
ضمان قیمت اسوجہ سے دی ہے کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکور عادل مذکور کے پاس مسلم دیدی جائیگی کہ
وہ اپنی قیمت خود لے لے اور اگر عادل اسوجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ
اُسمیں سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون
مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود
تلف کردیا ہو تو واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ عادل مذکور ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا
مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہوگیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کردیا ہو تو ضامن ہوگا
اور اگر عادل نے اُسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنی مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اُسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے
قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت میں عادل اُس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس
تلف ہوگیا ہو یا اُسنے خود تلف کردیا ہو کیونکہ عادل نے اُسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ
میں ہے۔ اور اگر دونوں نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ میں رکھا اور دونوں نے اُسکو مرہون مذکور کی بیع کردینے
پر مختار کردیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کردیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا
مختار کردیا تو یہ سب جائز ہے اور جسکو مختار کیا ہے اُسکے معزول کرنے کا دونوں میں سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار
نہیں رکھتا ہے اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز
ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے لیکن
اگر راہن و مرتہن جائز کردیں تو جائز ہوجائیگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے
فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کرجاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن
فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے
مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار
نہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور
شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو معزول کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح کی روایت
میں اختیار نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے
معزول کرکے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کردیا یا کسی کو قادر نہ کیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہوجائے گا
بشرطیکہ عادل مذکور اس معزولی سے آگاہ ہوجائے اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط میں ہے
اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے الا اُسی صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام
ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جائے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُس کے پاس

رہن ہوگا اور اگر یہ ثمن اُسکے پاس تلف ہوگیا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے اسی طرح اگر ثمن بایں وجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہو سکا تو بھی یہ تباہی مرتہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جسوقت تمام ہوجاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ میں ہو مرتہن کے ذمہ قرار دیجاتی ہے اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جبر کیا جائیگا اور اسی قول کو بعضے مشائخ رح نے اختیار کیا ہے کذا فی الوجیز الکردری اور یہی صحیح ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نہ کیا جائیگا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہے اور جبر کی تفسیر یہ ہے کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر اس نے اصرار کیا یعنی نہ مانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کر دے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کر دے گا اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صاحبین رح کا قول ہے بنا بریں کہ انکے نزدیک قیاس ہے کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کرکے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کر دیتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب[1] کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کر دی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہوگی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہے کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتےٰ کہ اگر اُسنے بغیر اسکے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور یہ بیع تو اسکے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے یہ تبیین میں ہے۔ اگر درمیانی عادل مرتد ہوگیا پھر اُسنے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہوکر دار الحرب میں چلا گیا پھر مسلمان ہوکر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ قاضی کیطرف سے اُسکے دار الحرب میں جا ملنے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک پھر وکیل نہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل ہو جائیگا اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں مرتد ہوگئے اور دار الحرب میں جا ملے یا ردت پر قتل کیے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں یا ایک مر گیا تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس محبوس رکھنے و اُسکے بیع کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر راہن مر گیا تو عادل کو مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل نہوگا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہے اُسکا حکم بیع مفرد کے وکیل سے چار باتوں میں خلاف رکھتا ہے ایک یہ ہے کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے دوسرے یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا بالاتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہوگا بالاتفاق یا باختلاف

---

[1] سب کا یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و صاحبین سب و متفق ہیں کہ جب عادل کو مسلط کیا ہو تو حق مرتہن کیوجہ سے بلا خلاف وہ فروخت کر سکتا ہے اور قاضی شرعاً مسلط ہے ۱۲ فافہم ۱۲

چوتھے راہن کے مرنیسے معزول نہوگا باتفاق یا باختلاف اور بیع مفرد کے وکیل کیواسطے یہ احکام ثابت نہین ہین اور ان احکام کے سواے باقی احکام مین عادل اور وکیل بیع مفرد دونون یکسان ہین یہ ذخیرہ مین ہے اور عادل کے مرجانے سے وکالت باطل ہوجاتی ہے خواہ عقد رہن مین وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہوا ور عادل کا وارث یا اسکا وصی اسکے قائم مقام نہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر عادل کے سواے دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنیپر قادر کیا گیا ہو اور راہن مرگیا تو وکالت باطل ہوجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ راہن کے مرنیکے بعد بدون حاضری اسکے وارثون کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی مین بدون حاضری راہن کے فروخت کرسکتا تھا یہ کافی مین ہے۔ جو عادل کہ مال مرہون کے فروخت پر مختار کیا گیا ہے اگر اسنے بعض مرہون کو فروخت کیا تو باقی کا رہن باطل ہوجائیگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کیواسطے اپنی طرف سے وکیل کردیا پس اگر اسنے عادل کے سامنے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اسکے پیٹھ پیچھے فروخت کیا تو جائز نہین ہے الا اس صورت مین کہ وہ بیع کی اجازت دیدے اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کردی ہو اور وکیل نے اسیقدر دامون کو فروخت کیا تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر عادل دو آدمی ہون اور دونون مرہون فروخت کرنے کے مجاز کیے گئے ہون پھر دونون مین سے ایک نے اسکو فروخت کیا تو جائز نہین ہے اسواسطے کہ بیع مین راے کی حاجت ہے اور ایک کی راے مثل دو کی راے کے نہین ہوتی ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہوجائیگی اسیطرح اگر راہن و مرتہن نے اس بیع کی اجازت دیدی تو بھی جائز ہوجائیگی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و مرتہن نے اجازت دیدی تو جائز ہوجاتی ہے اور اگر فقط راہن یا فقط مرتہن نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اسیطرح اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونون مین سے فقط ایک نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اور اگر دونون نے اس بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ حق نہین دونون کا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے میعادی قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونون نے ایک عادل کو مختار کیا کہ میعاد آجانے پر اسکو فروخت کرے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نکیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہے اور بیع کے واسطے وکالت باقی رہیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اسکو فروخت کرنے اور اسکا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کردیا مگر مرتہن نے اس دار پر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہوگا اور عادل نے اگر اس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ راہن کے اور یہی حکم مصہ دار و خادم مین ہے اور جب عادل نے اسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن راہن کو دیگا نہ مرتہن کو اور اگر عادل نے مرتہن کو دیا تو ضامن ہوگا اور اگر راہن نے اسکو بیع سے منع کردیا تو پھر اسکی بیع جائز نہوگی اسیطرح اگر راہن مرگیا تو اسکے مرنے کے بعد عادل کو اسکے فروخت کرنے کا اختیار نہوگا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق مین مثل اور قرضخواہون کے ہوگا اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم مین قاتل مذکور دیدیا گیا یا اسکی آنکھ پھوڑدی اور اس جرم مین غلام مجرم دیدیا گیا تو عادل اس غلام مدفوع کی

تنبیہ مترجم کہتا ہے کہ مسلط العدل علے البیع مین ایک معنے جبر کے ہین اگرچہ وہ بیع سے متعلق ہو اور مترجم نے اسی رعایت سے خود مختار کے معنے لیے کیونکہ یہان یہ معنے نکلتے ہین ۱۲ منہ　سلہ اس وکیل کا حکم وکیل رہن کا نہوگا بلکہ بیع مفرد کے وکیل کا حکم ہوگا واللہ اعلم ۱۲ منہ　سلہ یعنے جو غلام مجرم لایا گیا ہے ۱۲

بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً[1] مختار کیا گیا تو اُسکو اختیار ہے کہ درم و دینار وغیرہ ہر جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جسقدر کے عوض چاہے خواہ اُسکی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے مین اتنا خسارہ اُٹھا جاتے ہین فروخت کرے اور چاہے نقد یا اُدھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اگر ایسے مال کے عوض جسکے واسطے بیع سلم ہوئی ہے یعنی مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اُسکو مرہون کی بیع کے واسطے مختار کر دیا کہ میعاد[2] آنے پر فروخت کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض یا دوسری جنس کے عوض[3] فروخت کرے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ مطلقاً بیع کی صورت مین ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ اندازہ کرنے مین لوگ برداشت کر جاتے ہین اور نہ اُدھار فروخت کر سکتا ہے اور نہ سوائے درہم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہے لیکن صاحبین رح نے بیع سلم کی صورت مین جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز رکھا ہے۔ اور اگر راہن نے اُسکو اُدھار بیچنے سے منع کیا پس اگر رہن کیوقت منع کیا ہو تو اُسکو اُدھار بیچنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہوگا یہ بدائع مین ہے اور اگر عادل نے اُدھار بیچا تو اصل مین فرمایا کہ جائز ہے اور اسمین کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت مین ہے کہ اُسنے اتنی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا جو لوگون مین معہود ہے اور اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے اُدھار پر یا اسکے مثل کسی مدت کے اُدھار پر فروخت کیا تو صاحبین رح کے نزدیک جائز نہونا چاہیے اور قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کیطرف سے کوئی ایسا امر مقدم ہو چکا ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اُس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے پس تو اسکو فروخت کر دے تاکہ مین اُس سے نجات پاؤن پھر عادل نے اُسکو اُدھار فروخت کیا تو یہ جائز نہین ہے بمنزلہ ایسی صورت کے کہ کہا کہ میرا غلام فروخت کر دے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہے اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو اور درمیان کوئی عادل نہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکو فروخت کر کے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دیدیا پس اُسنے اُدھار فروخت کیا تو بیع جائز ہے چاہے نقد فروخت کرے یا اُدھار یہ محیط مین ہے اگر عقد رہن مین مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو اختیار دیا گیا ہو کہ اُسکو فروخت کر کے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کر دے پس عادل نے اُسکو بعوض درمون کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اسکے برعکس یعنی قرضہ درم تھا اور عادل نے دینارون کے عوض اُسکو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کر لے اسی طرح اگر اُسنے درمون کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گیہون ہین تو اُسکو اختیار ہوگا کہ درمون کے عوض گیہون خرید کر کے قرضہ ادا کر دے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ مین نے (نونے) درم کو فروخت کیا ہے اور قرضہ سو درم ہے پھر مرتہن نے اسکا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ عادل نے فروخت کیا ہے مگر نوے سے زیادہ درمون کے عوض فروخت کرنے کا دعوی کیا تو مقدار ثمن مین عادل و مرتہن کا قول قبول ہوگا اور راہن مدعی ہے گواہ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نکیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو گیا ہے پس اگر اُسکی

---

[1] مطلقاً یعنے جس مال کے عوض چاہے فروخت کرے ولیکن لفظ مین اس کے ساتھ کوئی قید نہ تھی تو یہ مطلق ہے اور اگر قید ہو کہ اشرفیون کے عوض فروخت کرے تو معتبر ہے ۱۲ [2] یعنی مسلم فیہ ادا کرنے کی میعاد ۱۲ [3] یہ اختلاف اوپر کے مسئلہ کی بنا پر ہے ۱۲

قیمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا اور اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا مگر کہا کہ عادل نے اُسکو سو درم کے عوض بیچا ہے اور عادل نے کہا کہ میں نے نوے درم کو بیچا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تونے اُسکو اسّی درم کو بیچا ہے حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی قبضہ ہو چکا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درم لے لیگا اور گواہوں میں سے[1] گواہ راہن کے قبول ہونگے اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے مرہون بعوض نوے درم کے فروخت کر کے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے اور راہن نے کہا کہ تونے اسکو فروخت نہیں کیا ہے اور گواہ دیے کہ عادل نے اسکو فروخت نہیں کیا ہے اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنے سے پہلے تلف ہو گیا ہے تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول نہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار کیا گیا ہو کہ جب فلان وقت آوے تو عادل اُسکو بیع کرے پھر مرتہن نے دعوی کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور اب رمضان آگیا ہے اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کیوقت کے باب میں راہن کا قول قبول ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کیطرف سے مقرر ہوئی ہے پس اُسکے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا وقت عادل کو راہن کیطرف سے تھا پس اسکے وقت کے باب میں راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اسبات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ[2] ہے اور اُسکے گذرنے میں اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن غائب ہو گیا اور مال مرہون ایک عادل کے پاس ہے اور مرتہن نے اس سے کہا کہ مجھے راہن نے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اسکی بیع کا حکم نہیں دیا ہے۔ تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس دعوی پر مرتہن کے گواہ قبول کر لونگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر راہن یا مرتہن کی عقل جاتی رہی اور اچھے ہونے سے مایوسی ہو گئی تو عادل کی وکالت[3] برباقی رہیگا یہ مبسوط میں ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اگر عادل کو ایسا جنون ہو گیا کہ اُسکے افاقہ کی امید نہیں ہے تو اُسکا فروخت کرنا صحیح نہوگا خواہ وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہیے یہ تھا کہ اگر وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اُسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ اگر راہن اُسکو ایسی حالت میں بیع کیواسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اُسپر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالت میں صریح بیان فرمایا ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم کتاب الوکالۃ میں مذکور ہے اُسپر قیاس کر کے ایسی حالت میں عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے فرق کیا[4] ہے اور اسیطرف شیخ الاسلام نے میل کیا ہے۔ کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ جب اُسنے عادل کو صحیح العقل ہوتے کیحالت میں وکیل کیا تو اُسکی رائے کامل ہی کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہے اور ایسی رائے کامل اُسکے مجنون ہونے کیوجہ سے معدوم ہو گئی ہے اور جب اُسنے حالت جنون ہی میں اُسکو وکیل کیا ہے تو اُسکی ایسی ہی رائے پر راضی ہوا ہے پس جب اُسنے بیع کی تو اُسکے حکم کا فرمانبردار ہوا[5] یہ مبسوط میں ہے اور املا میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر عادل درمیانی مرگیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اس نے کسی کو اُسکی بیع کے واسطے وصیت کر دی تو وصی کی بیع جائز نہوگی الا اسصورت میں کہ رہن[6]

---

[1] فرق کیا یعنے بیع کی وکالت میں جواز ہے اور رہن کی وکالت میں نہیں جائز ہے اور دونوں میں فرق ہے ۱۲ [2] یعنے کسی مہینہ پر اتفاق نہیں ہوا ۱۲ [3] یعنی مرہون کو بیع کرنا تو ہے ۱۲ [5] پس بیع جائز ہوگی ۱۲

اس صورت میں کہ وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دیدی کہ جو فعل تو چاہے اُسکی بابت کرے تو اسی صورت
میں وصی کی بیع جائز ہوگی لیکن اُسکے وصی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی تیسرے شخص کو اُسکے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسن رح
نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ عادل کا وصی بیع کے حق میں اُسکا قائم مقام ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر
عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اس امر پر اتفاق کیا
کہ مال مرہون دوسرے عادل کے پاس رکھا جاوے یا مرتہن کے قبضہ میں رکھا جاوے حالانکہ عادل اول مرگیا ہے تو
یہ جائز ہے اسواسطے کہ حق انھیں دونوں کا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے
عادل کے پاس یا مرتہن کے پاس رکھدے اور اگر قاضی کو معلوم ہو گیا کہ جو شخص مرتہن ہے وہ عدالت میں مثل عادل کے
ہے تو اُسکے قبضہ میں دیدیگا اگرچہ راہن اُسکو مکروہ جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ میں رکھے
تو بعض روایات میں ہے کہ قاضی کو ایسا اختیار ہے اور بعض میں ہے کہ نہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر عادل اول مرگیا
اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضامندی راہن و مرتہن رکھا گیا یا دونوں نے اختلاف کیا اور
قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھدیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُسکو فروخت کرے اگرچہ عادل اول کو
یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر درمیانی عادل دو شخص ہوں اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ قابل تقسیم نہیں ہے اور
دونوں نے اُسکو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہے اور دونوں ضامن نہونگے اور اگر وہ قابل قسمت ہو تو قبضہ میں رکھنے والا
بالاجماع ضامن نہوگا اور دوسرے کے قبضہ میں دینے والا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبین رح
نے اسمیں اختلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہوگا درحالیکہ راستہ خوفناک ہو
اور اگر راستہ بے خوف ہو پس اگر یہ قید پائی جاوے کہ مرہون شہر ہی میں رہے تو اُسکو ساتھ لیکر سفر کا اختیار نہوگا اور اگر
شہر ہی میں رکھنے کی قید نہ پائی جاوے تو اُسکو لیکر سفر کر سکتا ہے اور غیر روایۃ الاصول میں مذکور ہے کہ امام اعظم رح کے
قول کے موافق جب راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت میں اُسکو لیکر سفر کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مال مرہون
ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ نہیں ہے تو لیکر سفر کر سکتا ہے اور امام محمد رح کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جسمیں اُسکو
ساتھ نہ لیجانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور عادل نے مال مرہون مثلاً غلام
فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو ادا کر دیا پھر اُس غلام میں کوئی عیب پایا گیا تو اُس میں خصم یہی عادل ہوگا پس اگر گواہوں
کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہی ثمن کا قابض
ہے پھر اُسکو مرتہن سے واپس لیگا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہیگا کہ عادل اُسکو فروخت کریگا اور اگر عیب کے
گواہ قائم نہوے مگر عادل نے اُسکا اقرار کر لیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عیب ایسا
ہو کہ اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نہ کیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب انکار

ل۵ یعنی اگر ساتھ لے گیا تو ضامن ہے پس اگر بچ رہا تو ضمان ساقط ہوئی اور اگر تلف ہوا تو تاوان دے ۱۲ منہ ۵۳

یعنی مطالبہ اسی سے ہوگا ۱۲ ط۵ یعنی چاہے راہن نے وصی کو اجازت مذکورہ دی ہو یا نہ دی ہو ۱۲ ط۵ یعنی اصول الروایۃ کے سوائے نوادر وغیرہ میں مذکور ہے ۱۲

کے اُسکو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہے اور اگر اُسنے عیب کا اقرار کر لیا تو یہ غلام خاصکر اُسی کے ذمہ پڑے گا اور اگر مشتری نے اُس سے اقالہ کر لیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اُسکے پیدا نہو سکتا ہو یا ہو سکتا ہو عادل مذکور کو واپس کر دیا تو خاصکر اِس عادل کے ذمہ لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لیگا پھر عادل کو اختیار ہے چاہے مرتہن سے واپس لے اور مرتہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کرے گا یا چاہے تو راہن سے واپس لے اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکا ثمن مرتہن کو نہ دیا یہانتک کہ غلام استحقاق میں لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے اُسکو واپس دیا گیا تو عادل اُسکا ثمن مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ اسوقت ہے کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت میں وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع سے جو امر اُسکے ذمہ لاحق ہوا اُسکو راہن سے واپس لیگا خواہ اُس نے ثمن مرہون مرتہن کو دیدیا ہو یا ندیا ہو۔ اور اگر صورت اولے میں عادل نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے ثمن وصول کر کے مرتہن کو دیدیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہوگا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے اُسکو مشتری کو ہبہ کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک یہ جائز ہے اور عادل بقدر ثمن کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہے کہ جب اسنے مشتری کو ثمن سے بری کر دیا اور اگر عادل نے کہا کہ میں نے ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہو گیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور یہ مرتہن کا مال گیا اور اگر اُسنے کہا کہ میں نے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے تو قسم سے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ عادل مذکور کے اقرار سے مرتہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مرتہن کا حق ساقط ہو جائیگا اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر کل یا بعض مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ثمن میں سے بقدر تیرے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے پس پھر واجب ہوگا کہ اسی قدر مشتری کو اپنے مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرتہن کو مسلم دیا ہوا رہیگا اور یہ صورت بخلاف اُس صورت کے ہے کہ جب اُس نے وصول کیے ہوئے ثمن کو ہبہ کیا ہو۔ اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اُسکے ثمن پر قبضہ کر لیا اور ثمن مقبوضہ اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر مبیع اُسکے پاس بسبب عیب کے واپس کر دیا گئی اور اُسکے پاس مر گئی یا استحقاق میں لے لیگئی یا اُسکے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا یہانتک کہ اُسنے ادا کر دیا تو ان سب صورتوں میں اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اُسکو مرتہن سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مرہون کا نرخ گھٹ گیا پھر عادل نے اُسکو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہے اور جسقدر نرخ کے کم ہونے سے مقدار میں کمی آئی ہے اُسقدر قرضہ میں سے ساقط نہو گا بخلاف اس کے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف ہو گیا تو روز رہن کی قیمت کا

ل کہ جب بیع کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو ۱۲ منہ ل صورت ثانیہ میں ایسا نہیں ہے ۱۲ ل یعنے نہیں جائز ہے ۱۲

اعتبار ہوگا اور جب[1] راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہوگیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور مرتہن یا عادل کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہی مقبول ہون گے اور اگر نرخ گھٹنے کے بعد راہن نے اُسکو قتل کرڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور جسقدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہی اسقدر قرضہ مین سے ساقط ہو جائے گا اور اگر عادل نے اُسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت ایک ہزار ہی اور قرضہ بھی ایک ہزار ہی پھر ایک ہزار پانچسو درم تلف ہوگئے تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر رہن کرنیکے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم ہون اور تین ہزار درم کو فروخت ہوا پھر دو ہزار درم تلف ہوگئے تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہی اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلا ضرورت[2] ودیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اسیطرح اگر مرتہن قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور عادل کو اختیار ہی کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اُسکے عیال مین ہی جیسے جورو و خادم و فرزند و اُسکے نوکر جو اُسکے مال مین متصرف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور مرتہن کو اختیار ہی کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور قرضہ کے واسطے مرہون کو روک رکھے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر قرضہ دیدینا واجب کریگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو قرضہ کیواسطے قید کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ راہن کو اُسکے فروخت کرنیکا اختیار دیدے تاکہ اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے اُسکا بعض قرضہ ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کیواسطے روک رکھے پھر جب راہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دیدے یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی رہن کی اور ایک عادل کے قبضہ مین دی اور حکم کیا کہ اُسکو فروخت کرے پس عادل نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ دیدیا پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق مین لیلیگئی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہوگئی ہوگی پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری سے اُسکو لے لیا ہو تو مشتری کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے اُسکی قیمت لے یا مرتہن سے اُسقدر ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس لے پھر اگر اُسنے مرتہن سے ثمن لیلیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر مال مرہون تلف ہوگیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے یا عادل سے تاوان لے اور اُسکو مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مرتہن نے بیع کی اجازت دیکر ثمن لیا ہو تو ایسی صورت مین اُسکو مرتہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اُسنے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہوگیا اور اگر اُسنے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا۔ اور اگر اُسنے عادل سے تاوان لیا ہی تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے وہ ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام محجور ہو پس اگر راہن و مرتہن نے مال مرہون اُسکے پاس اُسکے مولی کی اجازت سے رکھا تو جائز ہی اور اگر بدون اُسکے مولی کی اجازت کے اُسکے پاس رکھا تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا

[1] یعنے راہن و مرتہن یا عادل مین اختلاف ہوا راہن نے قبل بیع کے تلف کا دعوے کیا اور مرتہن یا عادل نے بعد بیع کے تلف ہونے کا دعوے کیا تو قول راہن کا اور گواہ مرتہن و عادل کے قبول ہونگے ۱۲ [2] ضرورت سے بیان حاجت مراد نہین ہی بلکہ ایسی تنگی پیش آئی کہ ناچار اُسنے دوسرے کی حفاظت مین دیدی جیسے کتاب الودیعۃ مین مفصل مذکور ہی مثلاً ۱۲ منہ

اسواسطے کہ اس سے مولی کو ضرر پہونچیگا کہ اُسکی مالیت ثمین ڈوب جائیگی بلکہ عہدہ بیع اُسی شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بیع کا مختار کیا ہی اسی طرح اگر آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہی عادل قرار دیا تو اسکا اور غلام مجور کا حکم یکسان ہی پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اُسکو اجازت دیدی ہو تو اُسکی بیع کا عہدہ اُسپر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اُسپر لازم آوے گا اُسکو بیع پر مختار کرنیوالے سے واپس لیگا اور اگر اس کے باپ نے اجازت ندی ہو اور مشتری کے پاس مبیع استحقاق مین لے لیگئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لیگا جس نے مال پر قبضہ کیا ہے اسواسطے کہ جب ثمن اُسی کو دیا گیا تو اس عقد سے اسی کو انتفاع حاصل ہوا ہی اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے واپس لیگا اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اسواسطے کہ بائع اسی کیطرف سے مامور تھا اور اسکا بیع کرنا اور ثمن وصول کرنا اُسی کیواسطے ہوا تھا یہ مبسوط مین ہے۔ رہا اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن مین عادل ہونیکے لائق ہوتا ہی اور کون نہین ہوتا ہی تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اُسکا مولی عادل ہونیکے لائق نہوگا حتے کہ اگر غلام ماذون نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ یہ مال مرہون اُسکے مولی کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن جائز نہوگا خواہ اس غلام پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر مولی نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا غلام درمیانی عادل ہو سکتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اُسکے غلام ماذون کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن صحیح ہی اور اگر کسی شخص کے مکاتب نے مال رہن دیا تو اُسکا مولی عادل ہو سکتا ہی اور مکاتب بھی اپنے مولے کے رہن کرنے مین عادل ہو سکتا ہی اور اگر کفیل نے کچھ مال[1] رہن کیا تو اُسکا مکفول عادل نہین ہو سکتا ہی اور اسیطرح مکفول عنہ کے رہن کرنے مین کفیل عادل نہین ہو سکتا ہی اور جن دونون مین شرکت مفاوضہ ہی انمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو قرضہ تجارت کے عوض ہی عادل نہین ہو سکتا ہی اسی طرح جن دونون مین شرکت عنان ہو انمین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہین ہو سکتا ہی اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سواے دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونون قسم کے شریکون مین ہر ایک عادل ہو سکتا ہی اسواسطے کہ سواے قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ مین ہر ایک دوسرے کے حق مین اجنبی ہی پس اُسکا قبضہ مثل اُسکے شریک کے قبضہ کے نہوگا اور مضارب کے رہن کرنے مین رب المال اور رب المال کے رہن مین مضارب عادل نہین ہو سکتا ہی اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل نہین ہو سکتا ہی پس اگر باپ نے اپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جاوے تو خرید جائز ہی اور رہن باطل ہے۔ اور رہن کیواسطے راہن خود عادل ہو سکتا ہی یا نہین سو اگر مرتہن نے اُسکے پاس سے مرہون اپنے قبضہ مین نہ لیا ہو تو صحیح نہین ہی حتی کہ اگر عقد رہن مین یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ مین رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو راہن کے قبضہ مین رکھدیا ہو تو راہن کی بیع جائز ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر

---

[1] یعنے یہ غلام پکڑ کر بیچا جائیگا ۱۲ منہ [2] یعنے دین کفالت کے عوض ۱۲ منہ [3] اقول یعنے جو شخص فی الواقع از راہ تقوے و طہارت وغیرہ عادل ہو لیکن بسبب مالکیت و مملوکیت وغیرہ کے عادل بنایا نجاسکے ۱۲ منہ

عادل درمیانی نابالغ لا یعقل[۵۱] ہو اور مرہون اُسکے قبضہ میں رکھا گیا تو جائز نہیں ہے اور رہن نہو گا اور اگر اُس طفل لا یعقل نے بالغ عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہو گی جبکہ راہن نے اُسکو بیع کرنے کا مختار کر دیا ہو اور امام خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک بالغ ہونیکے بعد اُسکی بیع جائز نہیں ہے اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی یا حربی مستامن[۵۲] ہو اور راہن و مرتہن دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذمی ہوں تو یہ جائز ہے اسواسطے کہ حربی مستامن معاملات میں بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہے اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہے اور وہ اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ مالک کے مختار کر دینے سے اُسکی بیع نافذ ہو جاوے جیسے اُسکی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہے پھر اگر وہ حربی اپنے دار الحرب میں چلا گیا تو جبتک وہ دار الحرب میں موجود ہے تب تک اُسکو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہیں ہے پھر جب واپس آئیگا تو اُسکی وکالت بیع پر ہوگا اور اگر دار الحرب میں جو حربی واپس گیا ہے وہ راہن ہو یا مرتہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہے یا حربی ہے مگر وہ امان کے ساتھ دار الاسلام میں مقیم ہے تو اُسکو اختیار رہیگا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ مبسوط میں ہے

تیسرا باب - مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان میں - اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضہ میں تلف ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ قرضہ کسقدر ہے اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونوں برابر ہوں تو اُسکے تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر زیادتی ہے اُسکے حق میں وہ امین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ میں سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائیگا اور جسقدر قرضہ باقی رہا اُسکو مرتہن راہن سے لیگا یہ ذخیرہ میں ہے - اور اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہوں تو مرتہن پانچ درم راہن سے لیگا اور اگر اُسکی قیمت پندرہ درم ہوں تو قرضہ ساقط ہو کر جسقدر زیادہ تلف ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہے یہ کافی میں ہے - اور یہ حکم رہن صحیح کا ہے اور رہن فاسد میں بھی یہی حکم ہے مگر کرخی رح نے ذکر کیا کہ رہن فاسد میں مرہون بالقبوض[۵۳] مضمون نہیں ہوتا ہے اور اول قول اصح ہے اور رہن باطل میں جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہیں ہوتا ہے اُسکو امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہو جیسے بیع باطل اور رہن فاسد وہ ہے جو بصفت فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جسکے عوض رہن کیا ہے وہ مضمون ہو لیکن بعضے شرائط جواز نہ پائے جانے کے وقت رہن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانیکے ہو جائیگا لیکن بسبب فقدان بعضے شرائط جواز کے بصفت فساد انعقاد ہو گا اور جس صورت میں کہ مرہون مال نہو یا جسکے عوض رہن ہے وہ مضمون نہو تو جڑ سے رہن کا انعقاد نہو گا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہوا اور اگر مرہون میں فقط نقصان آگیا پس اگر عین مرہون میں نقصان آگیا ہو تو اُسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر از راہ نرخ نقصان آیا ہو تو ہمارے علمائے ثلثہ رح کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے -

---

۵۱ لا یعقل یعنی عقد رہن اور اسکی درمیانی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا ہے ١٢ ۵۲ حربی مستامن وہ کافر جو دار الحرب سے دار الاسلام میں امن لیکر داخل ہوا ١٢

۵۳ یعنی رہن فاسد میں اگر مال مرہون پر قبضہ کیا تو وہ ضامن نہیں ہوتا ہے بلکہ گویا مالک کے کہنے سے امانت دار ہے ١٢

اور اگر راہن بدون ادائے قرضہ و ایفاء کے قرضہ سے بری ہوگیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن
کے پاس بدون اسکے کہ وہ راہن کو دینے سے روکے تلف ہوگیا تو قیاساً اسطرح تلف ہوا[1] کہ مرتہن اسکا ضامن ہوگا اور
استحساناً امانت میں تلف ہوا اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر راہن ایفاء قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے
پاس مال مرہون تلف ہوگیا تو اس طرح تلف ہوا کہ اسکا تاوان مرتہن پر واجب[5] ہے حتی کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے
بھر پایا ہے وہ راہن کو واپس کر دے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا اور اسکے ثمن کے عوض رہن دیا اور
وہ بائع کے پاس تلف ہوگیا پھر مبیع آزاد نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے
ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہیں اور اسکے عوض قرضخواہ کے پاس ایک مال رہن ہے پھر تیسرے شخص نے راہن
پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کر دیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور مطلوب یعنی راہن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اسنے
واپس نہ لیا یہانتک کہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ استحسان کے طور پر ادا کرنیوالے کو جو کچھ اس سے
لیا ہے واپس کر دے اور جو کچھ اس سے لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آویگا متطوع علیہ یعنی راہن کو نہ
ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر راہن نے مرتہن کو اسکے مال کا کسی شخص پر حوالہ کر دیا یعنی اُتار دیا پھر اسکے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً
و استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور کتاب الاصل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اُتار دینے کے بعد اگر راہن نے
مال مرہون لینا چاہا تو اسکو ایسا اختیار ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ
فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم
قرضہ کے رہن کیا پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ راہن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہو جانے
کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ راہن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رہن تلف ہونے سے پہلے دونوں نے
اس امر پر اتفاق کیا کہ راہن پر کچھ نہ تھا پھر مال مرہون تلف ہوگیا پس آیا وہ مضمون تلف ہوا یا امانت میں تلف ہوا ہے
تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رح نے جامع میں صریح بیان
فرمایا ہے کہ وہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے مرتہن کو ایک مال عین رہن دیا پھر بجائے اسکے دوسرا
مال عین رہن دیا اور مرتہن نے اسکو لے لیا تو جائز ہے لیکن جبتک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی
اول ہوگا اور بعد واپس کر دینے کے دوسرا مال رہن ہو جائیگا پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جبتک اپنا پورا قرضہ وصول
نہ کر لے تب تک رہن کو روک رکھے اگرچہ ایک درم رہا ہو اور اگر اسنے بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے
پاس مال مرہون تلف ہوگیا تو وہ قرضہ سے جسقدر زیادہ ہے واپس نہ لیگا یہ جامع مضمرات میں ہے اگر ہزار درم قیمت کا غلام
رہن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور غلام مجھے واپس دیدے تو یہ جائز ہے اور جبتک غلام کو واپس نہ دے
تب تک اسکی ضمان ساقط نہوگی اور جبتک اول کو واپس نکرے تب تک دوسرا مال مرہون اسکے پاس امانت میں رہیگا
پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اسکے پاس ضمان میں ہو جائیگا پس اگر مال اول کی قیمت پانسو درم ہوں اور دوسری کی

[1] یعنے اسصورت سے تلف ہوا جس میں ضمان لازم آتا ہے ۱۲ [5] بشرطیکہ اسنے روک رکھا ہو ۱۲

قیمت ہزار درم ہوں اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر دوسرے کی قیمت پانچسو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہو اور دوم اُسکے پاس تلف ہوا تو پانچسو درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں رہن دیے پھر کہا کہ بجائے گیہوؤں کے جو لے لے اور مرتہن نے لیے اور آدھے گیہوں واپس دیے پھر تمام جو اور باقی آدھے گیہوں تلف ہو گئے تو باقی گیہوں بعوض نصف قرضہ کے تلف شدہ ہونگے اور جو کا ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مر گئی تو قرضہ بطریق استیفا کے ساقط ہو گیا اسی طرح بیع سلم میں مسلم فیہ کے عوض جو مال رہن ہوا اور وہ تلف ہو جاوے تو سلم باطل ہو جائیگی یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے اپنے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لیکر قبضہ کر لیا پھر کسی نے اُسکو استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو صاحب استحقاق اُسکو مرتہن سے لے لیگا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے جس سے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن غاصب الغاصب تھا پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو رہن کا تلف ہونا بعوض اُس قرضہ کے ہوگا جسکے عوض رہن تھا اور اگر اُسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت رہن واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اور اگر رہن میں غلام ہو اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اُسکی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے اسقدر قیمت راہن سے واپس لی اور قرضہ لے لیا پھر اسکے بعد غلام مذکور ظاہر ہوا تو وہ راہن کا ہوگا اور اب رہن نہوگا اسواسطے کہ تاوان کا استقرار راہن پر ہو چکا ہے اور اگر رہن میں باندی ہو اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اُسکا بچہ دونوں مر گئے پھر کسی شخص نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونوں میں سے کسی سے اُسکے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اُسکو اسقدر قرضہ دیگا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر مقدار قرضہ بیان کی ہے اور جسقدر اُسکی قیمت تھی اُن دونوں میں سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے بسوم رہن قبضہ کیا ہے پس مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کیواسطے قبضہ میں لیا جاتا ہے مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دیدے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اُسکے ثمن سے اپنے دراہم لے لے پس مرتہن نے دلال کو دیدیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر تین آدمیوں نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جسکا ان تینوں میں سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے رہن کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو غلام میں سے ہر ایک کا جسقدر حصہ آتا ہے اُسی قدر اُس کے قرضہ میں سے ساقط ہو جائیگا اور یہ سب باہم ایک دوسرے سے رجوع کر لینگے حتیٰ کہ اگر قرضخواہ کا ایک پر ایک ہزار پانچسو درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچسو درم ہو اور ان سبھوں نے اپنے مشترک غلام کو جس میں اِن کی تین تہائی شرکت تھی اور اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی رہن کیا

ل یعنی ہر ایک برابر بالکل دوشی کے ایک ایک تہائی حصہ کا شریک تھا ۱۲ ع ۵ یعنے گویا مرتہن نے بھر پایا ۱۲ ع ۵ یعنے گویا رب السلم نے مسلم فیہ بھر پایا ۱۲ س ۵ یا جسقدر بچے ہوں ۱۲

پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ مال مرہون اپنی قیمت اور قرضے سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے اسواسطے کہ قرضہ تین ہزار درم ہے او غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے پس مرتہن قرضہ میں سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا قرار دیا گیا او قیمت اسکی دو ہزار درم ہے او تین ہزار میں سے دو ہزار اسکا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرضدار سے ہزار وصول پانے والا قرار دیا گیا اور ہزار درم والے سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے سے تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا قرار دیا گیا اور ہر ایک قرضدار پر اُسکے قرض کا ایک تہائی حصہ باقی رہا پھر ڈیڑھ ہزار درم کا قرضدار باقی دونوں قرضداروں میں سے ہر ایک کو تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے ایک ہزار درم دینے والا قرار دیا گیا ہے جس میں سے ایک تہائی اُسکا حصہ ہے یعنی تین سو تینتیس درم و تہائی درم اُسکا حصہ ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا اور اسی قدر ایک تہائی پانچ سو درم والے قرضدار کا ہے پس جسقدر اُسنے اِن دونوں کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اسقدر کا ان دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جس قرضدار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونوں شریکوں میں سے ہر ایک کو دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ میں سے چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ادا کرنے والا قرار دیا گیا ہے جسمیں سے ایک تہائی حصہ اُسکا ہے یعنی دو سو بائیس و دو نواں حصہ درم اُسکا ہے اور ایک تہائی یعنی اسقدر ڈیڑھ ہزار درم والے کا حصہ ہے اور اسقدر ایک تہائی پانچسو درم والے کا حصہ ہے پس جس قدر اُن دونوں کے حصہ سے اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اسقدر کا اُن دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جسپر پانچسو درم قرضہ ہے وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جسمیں سے تہائی اُسکا حصہ ہے یعنی ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم اُسکا ہے اور اسقدر ایک تہائی ڈیڑھ ہزار والے قرضدار و اسقدر ہزار درم والے قرضدار کا ہے پس ان دونوں کے حصہ سے جسقدر اُسنے اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا ضامن ہوگا پھر چونکہ حق ایک ہی جنس کا ہے اسواسطے باہم مقاصہ واقع ہو جائیگا اگرچہ یہ لوگ مقاصہ نکریں پس پانچ سو درم والے قرضدار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس درم و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے باقی یعنی دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واپس لیگا اسیطرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرضدار پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچسو والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر پانچسو درم والا اُس سے ایکسو گیارہ درم و نواں حصہ درم واپس لیگا اسیطرح ہزار درم والے کا ڈیڑھ ہزار والے پر تین سو تینتیس و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا ہزار درم والے پر دو سو بائیس درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر ہزار درم والا باقی یعنی ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ واپس لیگا یہ کافی میں ہے۔ اور بیع سلم میں راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور ثمن بیع الصرف[۱] کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم میں راس المال

---

[۱] یعنی سونے چاندی کا بعوض سونے چاندی کے بیچنا و خریدنا ۱۲

عوض رہن دیا اور مال مرہون اُسی مجلس مین تلف ہوگیا تو مرتہن اس راس المال کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا جب کہ مال مرہون اسقدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بحالہ جائز رہے گی اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی کے امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اُسکی قیمت راس المال سے کم ہو تو بقدر قیمت کے بھر پانیوالا قرار دیا جائیگا اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی واپس لیگا اور اگر مال مرہون اُسی مجلس مین تلف نہوا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے تو بیع سلم باطل ہوجائیگی اور مسلم الیہ پر واجب ہوگا کہ مال مرہون واپس کردے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اُس کے پاس تلف ہوا تو بعوض راس المال کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور بیع سلم منقلب ہوکر جائز نہوجائیگی اور اسیطرح بدل الصرف کے عوض اگر رہن لیا جاوے تو ثمن بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون کے افتراق و جدائی ہوجانے سے پہلے مال مرہون تلف ہوگیا پس اگر وہ وفا سے ثمن کے واسطے کافی ہو تو ثمن بھر پانے والا قرار دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے مستوفی[1] قرار دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو استیفاء کے بعد جسقدر زیادتی رہے وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مرہون تلف ہونیسے پہلے دونون جدا ہوگئے اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل ہوگئی اور جسقدر کے عوض رہن تھا اسقدر واپس دینا واجب ہوگا اور باقی اگر زیادہ قیمت ہو تو امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہو اور وہ مجلس ہی مین تلف ہوگیا تو رب السلم مسلم فیہ کا بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور زیادتی کے حق مین امین قرار دیا جائیگا یعنی امانت مین تلف ہوئی اور اگر اُسکی قیمت کم ہو تو جسقدر اُسکی قیمت ہے اُسکی مقدار بھر وصول پانیوالا قرار دیا جائیگا اور باقی کو مسلم الیہ سے لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر بعد افتراق کے مال مرہون تلف ہوا تو جسقدر مقدار مضمون تھی وہ سپرد واجب ہوگی اور بیع سلم عود کرکے جائز نہوجائیگی یہ ینابیع مین ہے اور اگر دونون نے بیع سلم کو فسخ کر دیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال رہن تھا تو وہ راس المال کے عوض رہن ہوجائیگا حتی کہ رب السلم کو راس المال کے عوض اُسکے روک لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ قیاس یہ ہے کہ راس المال کے عوض اُسکو نہ روک سکے اور اگر بعد باہمی فسخ کر لینے[2] مال مرہون تلف ہوگیا تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا راس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ درحقیقت وہ مسلم فیہ یعنے مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہے اور اُسکا اثر راس المال کے حق مین فقط حبس و روک رکھنے مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ بدل اُسکا قائم مقام ہے پھر جب وہ مرہون تلف ہو تو اصل جسکے واسطے مرہون ہے اسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کرکے سپرد کیا اور ثمن کے عوض مال رہن لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بائع کو مبیع لینے تک اُس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو ثمن[3] کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع سلم مین کسی خاص مسمّی[4] اناج کے واسطے دیے اور اسقدر اناج کے عوض ایک غلام جسکی قیمت اسی قدر ہے رہن ہوا پھر اس سے اپنے راس المال سے صلح کر لی تو قیاساً اسکو غلام پر قبضہ کر لینے کا اختیار ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ مرہون کو راس المال کے

---

[1] مستوفی یعنے اپنا حق بھر پانے والا قرار پاویگا اور زیادتی کو ضمانت مین نہ لاوینگے بلکہ وہ امانت مین گئی ۱۲ [2] یعنے اپنی بیع پھیر لی ۱۲ [3] غلام کے عوض ۱۲ [4] مثلاً سو من گیہون کھرے وسپید ۱۲

کے واسطے روک رکھے مگر استحساناً رب السلم کو اختیار ہے کہ راس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو روک رکھے پس اگر مرتہن کے پاس وہ غلام بدون اسکے کہ مسلم الیہ کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہوگیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو طعام مسلم الیہ پر واجب تھا اُسکے مثل اناج مسلم الیہ کو دیکر اُس سے اپنا راس المال لے لے اسی طرح اگر راس المال سے صلح کرنے کے بعد مسلم الیہ کو راس المال ہبہ کر دیا پھر غلام مرہون تلف ہوگیا تو رب السلم پر اُس اناج کے مثل اناج واجب ہوگا اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہوں قرض دیے اور اُس سے ایک کپڑا جسکی قیمت اُن گیہوں کی قیمت کے برابر ہے رہن لیا پھر جسپر قرض کا کر آتا ہے اُسنے دو کر جو پر ہاتھوں ہاتھ یعنے نقد دینے پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ کپڑے پر اپنا قرضہ کر لے یہاں تک کہ جو کے دونوں کر اسکو دیدے اور اگر مال مرہون یعنی کپڑا اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسکا اناج باطل ہوجائیگا اور اسکو جو لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر درموں کے عوض اُسکے ہاتھ کر قرض فروخت کر دیا اور ان درموں کے وصول کرنے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق از دین بدین پایا گیا اور قرضدار پر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اُسکے عوض رہن رہا بخلاف جو کے کہ دو کر جو مال عین ہے پس یہاں افتراق از عین بدین ہے حتے کہ اگر جو بھی غیر معین ہوں اور اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہوگئے تو اس میں بھی بیع باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ افتراق از دین بدین ہوجائیگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور اس مقام پر چاہیے کہ بالکل بیع صحیح نہووے اسواسطے کہ غیر معین جو کہ بمقابلہ گیہوں کے قرار دیے گئے ہیں مبیع ہونگے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے پاس نہو جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمیں سے جو کپڑا تیرا جی چاہے اُن سو درم کے عوض جو تیرے مجھپر آتے ہیں لیلے پس اُسنے دونوں کو لیا اور دونوں اُسکے پاس ضائع ہوگئے تو امام محمد رح سے مروی ہے کہ فرمایا کہ قرضہ میں سے کچھ نہ جائیگا اور امام محمد رح نے اس صورت کو بمنزلہ اس کے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس درم آتے تھے اُسنے قرضخواہ کو سو درم دیے اور کہا کہ اسمیں سے بیس درم اپنے لے لے اُس نے ان سب پر قبضہ کر لیا اور ہنوز اپنے بیس درم نہیں لیے تھے کہ سب اُسکے پاس سے ضائع ہوگئے تو قرضدار کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہے گا۔ اور اگر اُسکو دو کپڑے دیے اور کہا کہ انمیں سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اُسنے دونوں پر قبضہ کر لیا اور دونوں کی قیمت برابر ہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر ایک میں سے نصف قیمت قرضہ میں جائیگی (یعنے اگر یہ دونوں تلف ہوں ۱۲) اگر قرضہ کے برابر ہووے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا بعوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو دینار ادا کیے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ کے عوض رہن رہیگا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہے گا حتے کہ اگر تلف ہوگیا تو راہن اُس سے دو دینار واپس لیگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا اور مشتری نے خریدے ہوئے کپڑے پر قبضہ نہ کیا اور بائع کو ایک کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا واپس کرے اور اگر یہ کپڑا جو اُسنے بطور رہن دیا تھا بائع کے پاس تلف ہوگیا اور دونوں کی قیمت برابر ہے تو پانچ درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اسواسطے کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور کبرے میں لکھا ہے کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو

ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہے پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر کے عوض مرتہن چاہے اُسی قدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ابن سماعہ رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے پس قرضدار نے اُسکو بعض مال ادا کر دیا پھر اُسکو ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے باقی مال کے رہن ہے یا کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہے کسیقدر کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہے یا نہیں رہا ہے تو یہ رہن جائز ہے اور وہ غلام بعوض باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہو اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرتہن کے پاس وہ غلام مرگیا تو مرتہن پر اُسکی ضمان واجب نہوگی اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر مبیع میں عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا یا مشتری نے جو درم ادا کیے ہیں اُنمیں عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص سے پچاس درم قرض طلب کیے اور اُس نے کہا کہ اسقدر تجھے کفایت نہ کرینگے تو میرے پاس کوئی مال رہن بھیجدے تاکہ میں تجھے تیری کفایت کے لائق بھیجدوں پس اُسنے رہن بھیجدیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر رہن کی قیمت اور پچاس درم دونوں میں کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہے کہ جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور رہن دیدیا اور وہ مال قبل اسکے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہو گیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہے ان دونوں سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان نہ کی تو امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ فتاوے عتابیہ میں ہے کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکو دراہم کے عوض رکھ لے تو وہ مرہون اپنی قیمت اور تین درم ان دونوں میں سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا (قال المترجم اسواسطے کہ عربی میں دراہم جمع درہم ہے اور کمتر مصداق جمع تین ہے کہ جو یقینی ہے واقول بنابرین اگر درموں کے عوض کہا تو یقینی کمتر جمع زبان اُردو میں دو ہے پس دو بجائے تین کے مسئلہ میں ہونا چاہیے واللہ اعلم اور مجرد میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تاکہ اُسکو دس درم قرض دے مگر اُسنے قرضہ ندیا اور یہ دعوی کیا کہ میں نے مرہون اُسکو واپس دیا ہے اور قسم کھائی تو دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن دیا پس اگر نقصان ظاہر ہو اتو مرہون مذکور رہن ہوگا اور اگر نہ ظاہر ہوا تو تلف ہو جانے کی صورت میں اُسکی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہے اسقدر کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دس اپنے درم کے عوض رہن لے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائیگا اور اگر دس درم رہن دیے حالانکہ قرضہ میں پانچدرم ستوقہ تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پا وینگے اور اگر ایک غلام باین شرط کہ وہ صحیح سالم ہے رہن کیا حالانکہ وہ عیب دار تھا اور اُسمیں قرضہ کی وفا تھی یعنی وفائے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہو جانے کی صورت میں پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرضہ ہے اور اسکا کوئی کفیل ہے پھر قرضخواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصیل سے بھی رہن لیا اور ایک بعد دوسرے کے لیا اور دونوں رہن ایسے ہیں کہ ہر ایک وفاے قرضہ کیواسطے کافی ہے پھر دونوں میں سے ایک رہن مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال

مثلاً مبیع وغیرہ میں ۱۲

معلوم تھا تو رہن ثانی بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُسکو رہن اول کا حال معلوم نہ تھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرہن میں ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نجاننے کا کچھ ذکر نہیں فرمایا ہے اور صحیح یہی ہے جو کتاب الرہن میں مذکور ہے اسواسطے کہ کفیل و اصیل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائیگا پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن دونوں کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے مجموع النوازل میں ہے کہ ہشام نے امام محمد رہ سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و حکم قرضدار کے اپنا ایک غلام قرضخواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی آکر اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرضدار کے رہن کیا تو یہ جائز ہے اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانچسو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ ایک شخص قرضخواہ نے قرضدار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آکر رہن میں ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کردی تو یہ جائز ہے اور اگر راہن نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونوں رہنوں میں سے ایک رہن چھڑا لے تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا پس دونوں مال مرہون میں سے جو مرہون تلف ہو وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور ابراہیم نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ جب قرضدار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا اور جب فضولی کا رہن کیا ہوا تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص پر قرضہ آتا ہے اور قرضدار کی اجازت سے ایک آدمی نے اُسکی کفالت کرلی پھر قرضدار نے قرضخواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرضخواہ کو یہ قرضہ ادا کردیا پھر مال مرہون قرضخواہ کے پاس تلف ہوگیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہے اصیل سے واپس لیگا اور قرضخواہ سے واپس نہ لے گا اور قرضدار قرضخواہ سے قرضہ واپس لیگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کر گیہوں مثلاً قرض دیا اور قرضدار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج بعوض درمہون کے قرضخواہ سے خرید لیا اور دراہم دیدیے اور اناج کے قرضہ سے بری ہوگیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہوگیا تو وہ اُس اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ جسقدر دراہم اُسنے لیے ہیں واپس کردے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک ہزار درم کے عوض دو غلام رہن کیے پس ایک غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اگر احتیاج دونوں میں سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کردے پس مرتہن نے اُسکو واپس دیا تو باقی غلام بعوض اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اُسکو بدون پورا قرضہ ادا کیے چھڑا نہیں سکتا ہے۔ یہ ذخیرہ کردری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا پھر وہ غلام آزاد

سلہ یعنی رہن اول و ثانی دونوں کی قیمت پر تمام قرضہ تقسیم ہوگا اور چونکہ ہر ایک رہن میں دو فائدہ ہو یعنے ہر ایک رہن کی قیمت قرضہ کے برابر ہے یا اگر زیادہ ہے تو زیادتی امانت میں ہے پس تمام قرضہ ہر ایک پر نصفا نصف مضمون ہوا اور اگر کچھ زیادہ رہا تو وہ امانت میں گیا فافہم ۱۲ منہ

پایا گیا یا اُسپر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے - ایک شخص نے سرکہ بعوض ایک
درم کے یا بکری باین شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہے بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال رہن دیا اور وہ
تلف ہوگیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہیں ہے شراب ہے یا بکری ذبح شدہ نہیں ہے مردار ہے تو مال رہن ضمانت میں تلف شدہ
قرار دیا جائے گا اسواسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قرضہ تھا بخلاف اسکے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد خرید کر
اُسکے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ رہن باطل ہے فاسد نہیں ہے یہ
وجیز کردری میں ہے - ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس
مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُس شخص پر قرضہ کا کر نہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہیں بلکہ کر کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی و خزانۃ المفتین
میں ہے - اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اُترا دیا پھر واپس کرنے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مر گیا تو جس مال کے
عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور حوالہ باطل ہوگیا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے - ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا
مانگا تاکہ دوسرے کو دکھلا کر اسکو خرید دے پس بزاز نے کہا کہ میں بدون رہن کے نہ دونگا پس اُس نے کچھ مال اُسکے پاس رہن رکھدیا
اور وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا اور کپڑا ہنوز قائم ہے خواہ راہن کے ہاتھ میں یا مرتہن کے ہاتھ میں تو بزاز ضامن نہوگا یہ
قنیہ میں ہے - فتاوے ابو اللیث میں ہے کہ ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جو مع پتون کے بیس درم کا ہے پھر
اُسکے پتون کا وقت نکل گیا اور ثمن اُسکا گھٹ گیا تو شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ میں سے بقدر حصہ
نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہیں ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ میں سے
ساقط نہوگا الا اُس صورت میں کہ ثمن میں نقصان بوجہ شجر کی ذات میں نقصان آجانے یا پتے جھڑ جانے کیوجہ سے ہو تو ایسی
صورت میں البتہ اُسکے حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہو جائیگا اور قول فقیہ ابو بکر رح کا اشبہ و اقرب بصواب ہے اسواسطے کہ وقت
نکلجانیکے بعد پتون کی کچھ قیمت نہیں رہتی ہے اور اُسکا کچھ معاوضہ نہیں ہوتا ہے کذا فی المحیط - اور فتوی شیخ ابو بکر اسکاف رح کے قول پر ہے
یہ تاتارخانیہ میں ہے - اگر قرضدار کا عمامہ بدون اُسکی رضامندی کے اُتار لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو رہن نہوگا بلکہ غصب ہوگا
یہ سراجیہ میں ہے - اور اگر قرضدار کا عمامہ لے لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو اُسکا لینا جائز نہیں ہے اور اگر تلف ہوا تو مثل
مرہون مال کے تلف ہونیکے قرار دیا جائیگا یہ ملتقط میں ہے - اور ایک کا دوسرے پر قرضہ آتا ہے اُس نے تقاضا کیا اور
مدیون نے نہ دیا پس قرضخواہ نے اُسکے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اُسکو چھوٹا رومال دیدیا کہ اپنے
سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لاوے تاکہ تیرا عمامہ تجھے واپس کردون پس قرضدار چلا گیا اور چندروز بعد اُسکا قرضہ لایا حالانکہ
عمامہ اُسوقت تلف ہوچکا تھا تو اُسکا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونیکے قرار دیا جائیگا نہ مثل تلف ہونے مال مغصوب کے
اسواسطے کہ قرضخواہ نے اُسکو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضدار اُسکے پاس چھوڑ کر چلے جانے سے رہن
رہنے پر راضی ہوگیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاوے میں ہے - ایک شخص نے غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہوگیا
پھر اگر مل گیا تو عود کرکے رہن ہو جائیگا اور اگر اُس غلام کا پہلا بھاگنا بھی ہو تو جسقدر اُسکی قیمت میں نقصان آگیا اُسی حساب سے
قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر پہلے بھی بھاگا ہو تو قرضہ میں سے کچھ کم نہوگا ایسا ہی مجموع النوازل میں مذکور ہے - اور منتقی میں ذکر کیا

کہ قرضہ سے اسی قدر کم ہو جائیگا جسقدر بھگوڑے ہونے سے نقصان آیا ہے اور کچھ تفصیل؎ نہیں فرمائی اور ایسا ہی امام محمدؒ سے امام اعظم رہ سے مروی ہے اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اس مال کے جسکے عوض رہن تھا قرار دیدیا درحالیکہ وہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ ملگیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک زمین مرہون پر پانی چڑھ آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوے غلام کے ہے اسواسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہو جاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہو جاتی ہے پس زمین کے لائق انتفاع ہو جانیکا احتمال باقی ہے پس قرضہ ساقط نہو جائیگا اور حاکم نے مختصر میں ذکر فرمایا کہ مرتہن کا راہن پر کچھ حق نہیں رہا اسواسطے کہ رہن کا مال تلف ہو گیا اسلیے کہ چیز کا تلف ہو جانا یہی ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہو جاوے مثل بکری کے کہ جب وہ مرگئی تو قابل انتفاع نہیں رہتی ہے اسیواسطے زمین خریدہ کر وہ قبضہ سے پہلے اگر بحر ہو جاوے یعنی دریا برد ہو جاوے تو بیع باطل ہو جائیگی پھر اگر پانی جذب ہو جاوے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھ آنے سے زمین خراب ہو گئی یا اُس میں سے کوئی درخت اکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ میں سے ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر شیرۂ انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی تو بحال خود رہن رہیگا اور قرضہ میں سے بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا۔ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ راہن کو اختیار ہے کہ اُسکو بعوض قرضہ کے مرتہن کے ذمہ چھوڑدے اور اگر بکری مرہونہ مرگئی اور اُسکی کھال کی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے شیرۂ انگور دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی کہ جسکی قیمت دس درم ہے تو وہ دس درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ راہن اسکو بعوض دس درم دیکر چھڑائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہو گئی مگر اُسکی قیمت میں کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہیگا پھر امام اعظم رہ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر اُسی کو چھڑالے یا مرتہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے پس وہ سرکہ مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرالے یا پورے قرضہ کے عوض اُسکو مرتہن کے ذمہ چھوڑدے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مرگئی تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن ہوگی اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہے کہ اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے قبضہ میں مرگئی اور بائع نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو اس صورت میں کچھ بھی ثمن کیواسطے رہن نہوگا پس اگر قرضہ دس درم ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اُسکی کھال ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن کے روز بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو اور کھال روز دباغت کے ایکدرم کی ہو تو وہ نصف درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہو گئی تو رہن جائز نہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے لے اور اُسکو کچھ اجرت نہ دیگا اور قرضہ جیسا تھا ویسا ہی رہیگا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن کے روز کی اور قرضہ دونوں برابر ہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرتہن کے ذمہ چھوڑدے اور قرضہ باطل ہو گیا بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اصح یہ ہے کہ

؎ میں کہتا ہوں کہ نوازل میں جو تفصیل میں مذکور ہے وہی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اور اسی جانب منتقی میں اشارہ ہے کیونکہ بھاگنے سے جبھی نقصان پیدا ہوگا کہ اول بار مرتہن کے پاس سے بھاگا اور اگر پہلے سے بھگوڑا تھا تو وہی عیب رہا ۱۲ منہ

یہ سب کا قول ہے اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب مرتہن ذمی ہو یعنے جب مرتہن ذمی ہو تو حکم اسکے برخلاف ہے یہ مبسوط
مین لکھا ہے فتاوے دیناری مین لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال
مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اسکے تلف ہونیسے تاوان لازم نہ آویگا اور ایسا رہن باطل ہے اور مرہون اُسکے پاس امانت ہوگا
اور اُسکو اختیار ہے کہ مرتہن سے واپس کرلے اور اگر تلف ہوگیا تو دونون مین سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہوگا اور اگر مرتہن مسلمان ہو
اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اور راہن کو اختیار ہے کہ اپنا رہن واپس لے اور مرتہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر
دونون کافر ہون تو دونون مین رہن صحیح ہے اور فک رہن یا تو شراب کے مثل شراب دیکر کریگا یا اگر قرضہ کی شراب خریدی تو اسکے دام
دیکر کریگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ ایک
شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع نے اُسکو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن
نہ لیلون تب تک ندونگا اور مشتری نے کہا کہ جبتک مجھے نہ دیگا تب تک مین تجھے ثمن نہ دونگا پھر دونون نے اسبات پر
صلح کی کہ مشتری اسکا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہانتک کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کردے پھر وہ
ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن
رکھدے تاکہ مین باندی تجھے دیدون پس اُسنے ثمن کے عوض رہن رکھدیا تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر سو درم قرضہ کے
عوض دو سو درم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرتہن کے پاس اسکی آنکھ جاتی رہی تو امام اعظم رح کے نزدیک و امام محمد رح کے
نزدیک سو درم مین سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور صحیح سالم انداز کیا جاوے
اور کانا انداز کیا جاوے پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر کے حساب سے قرضہ مین سے ساقط کیا جاوے یہ ینابیع مین ہے
اور اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط
ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہے آزاد کردیا پھر اُس باندی کو رہن کیا تو امام ابو یوسف رح سے
روایت ہے کہ رہن جائز ہے پھر اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مذکورہ مین نقصان آگیا تو نقصان ولادت کیوجہ سے
قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے
عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ مرتہن زیادتی کا یعنے جسقدر اُسکی قیمت بہ نسبت
قرضہ کے زائد ہے اُسکا ضامن ہے یا مرتہن نے یون شرط لگائی کہ اگر یہ غلام میرے پاس مر جاوے تو قرضہ مین سے
کچھ ساقط نہوگا تو ایسا رہن فاسد ہے اور کبرے مین ہے کہ قاضی امام فخر الدین رح نے فرمایا کہ جب عقد مین لفظ رہن ذکر کیا
پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کرلی یا یہ شرط کرلی کہ رہن میرے پاس امانت ہے تو ایسی صورت مین رہن
جائز ہے اور شرط باطل ہے اور اگر لفظ رہن ذکر نہ کیا ہو تو رہن فاسد ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر عورت نے اپنے مہر مسمی کے
عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اُسکے مہر کے برابر ہے پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کردیا یا مہر اُسکو ہبہ کردیا اور مرہون کو دینے
سے روکا یہانتک کہ مرہون اُسکے پاس تلف ہوگیا تو استحساناً اُسپر ضمان نہوگی اسیطرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے
مہر کے عوض خلع کرالیا پھر مرہون اُسکو دینے سے نہ روکا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نہ کیا

(حتی کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکور کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان نہ کیا گیا ہو مہر المثل بمنزلۂ مہر مسمی کے ہی ایسے نکاح مین جسمین مہر بیان کیا گیا ہی پس اگر عورت مذکور کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائیگا اور عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا روکنا جائز نہین ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور دوسرا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بھی یہی ہی یہ مبسوط مین ہی۔

چوتھا باب. مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہی اُسکے بیان مین اصل اس باب مین یہ ہی کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اُسکے باقی رہنے مین جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہی خواہ مال مرہون مین نسبت قرضہ کے زیادتی ہو یا نہو اسواسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک مین باقی ہی اور اسیطرح اُسکے منافع بھی راہن کی ملک ہین پس مرہون کی اصلاح اور اسکا باقی رکھنا بھی اُسی کے ذمہ ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے مرہون کی خورد و نوش کا خرچہ اور یہی حکم ہے رقیق کا کپڑا یعنی لباس اور ولد مرہون کی دائی کی اُجرت و نہر کا اُگارنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختان خرما کی ترناد ہی لگانا اور اُسکے پھل کی تُڑوائی اور اُسکے درختون کے کام وغیرہ اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت مین پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس دے یا اُسکے کسی جزو کی حفاظت مین پڑے جیسے اُس کے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرتہن کے ذمہ ہی جیسے نگہبان کی اُجرت یہ تبیین مین ہی. مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہی خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو یا عادل کے قبضہ مین ہو یہ محیط مین ہی اور جو خرچہ راہن پر واجب ہی اگر اُسکو مرتہن نے انجام دیدیا تو وہ متطوع یعنے احسان کرنے والا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرتہن پر واجب ہی بدون حکم مرتہن کے خود انجام دیدیا تو وہ بھی متطوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہی مرتہن نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہی راہن نے بحکم مرتہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرتہن سے واپس لے سکتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی. اگر راہن غائب ہو گیا اور مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا اگر وہ غائب ہوا اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین واپس لے گا اور فتوے اس بات پر ہی کہ اگر راہن حاضر ہو اور اس نے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اُس نے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو یہ اختیار نہو گا کہ نفقہ وصول کرنے کیواسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر رہیگا یعنے راہن سے واپس لے سکتا ہی یہ مضمرات مین ہی اور نفقہ دینے پر مرتہن کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبتک گواہ پیش نہ کرے اور اگر اسکے پاس گواہ نہون تو راہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائے گی اسواسطے کہ مرتہن نے اُسپر ایک قرضہ (یعنی نفقہ) کا دعوی کیا ہی اور وہ منکر ہی اور غیر کے فعل پر جب قسم لیجاتی ہی تو علم پر لیجاتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور دوا کے دام اور طبیب کی اُجرت مرتہن کے ذمہ ہی پس کتاب الرہن مین ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہی اور دوسری جگہ کتاب الرہن مین یون فرمایا

۱؎ جبکہ واپس لے سکتا ہو ۱۲ ۲؎ یعنے واللہ مین نہین جانتا ہون اس نے نفقہ دیا ہی ۱۲ منہ

کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض کے معالجہ کا خرچہ اور جنایت یعنی جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت کے ہے پس جسقدر اُسکی قیمت مضمون[1] ہے اُسکے حصہ میں جو خرچہ پڑے وہ مرتہن کے ذمہ ہے اور جسقدر امانت ہے اُسکے حصہ کا خرچہ راہن کے ذمہ ہے اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دوا کے دام اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمہ جبھی واجب ہوگا کہ جب جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ مرتہن کے ذمہ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر حال میں مرتہن کے ذمہ ہوگا اور کتاب میں امام محمد رہ کا مطلقاً چھوڑ دینا ایسی تفصیل نکرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کذا فی المحیط۔ اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اُسکی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرتہن کے پاس زیادہ نہو گیا حتی کہ اُسکی زیادہ مداوات کی ضرورت نہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرتہن کے پاس اُسمیں زیادتی ہو گئی حتے کہ اُسمیں زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اُسکی مداوات مرتہن کے ذمہ ہے لیکن مرتہن پر اُسکی مداوات کے واسطے جبر نکیا جائیگا بلکہ اُس سے کہا جائیگا کہ یہ امر تیرے پاس پیدا ہوا ہے پس اگر تجھکو اپنے مال کی اصلاح و حیات منظور ہو تاکہ تیرا مال ڈوب نجاوے تو تو اُسکی دوا کر یہ محیط میں ہے شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرتہن ہے حتے کہ اگر راہن نے مرتہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کردی تو صحیح نہیں ہے اور مرتہن اُسکا مستحق نہوگا اور اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جسکے چرانے کی حاجت ہے تو چرواہے کی اجرت بذمہ راہن ہے اور جس جگہ وہ جانور باندھا جاتا ہے اور رات گذارتا ہے اُسکا کرایہ بذمہ مرتہن ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور بھاگے ہوے غلام مرہون کے واپس لانیوالے کی مزدوری یعنی بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن ہے اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہے اُسقدر کی مزدوری بذمہ راہن ہے حتے کہ اگر غلام مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرتہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی اور اگر مرہون باغ انگور ہو تو اُسکی عمارت و خراج بذمہ راہن ہے اسواسطے کہ یہ ملک پر خرچہ ہے اور عشر سو پیداوار میں سے امام المسلمین لیگا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہوگا بخلاف اسکے اگر بعض مرہون شائع یعنے غیر مقسوم کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہوجاتا ہے اور اگر رہن کے مال میں نمو[2] نہوا اور راہن نے چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اُسپر واجب بیان کیا ہے وہ اس نما کے عوض کر دے یعنی نفقہ ندے اور نماء مرتہن کو دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ بدائع میں ہے

پانچواں باب۔ اُس حق کے بیان میں جو مرتہن کا مرہون میں واجب ہوتا ہے

اگر راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضہ ہیں تو مرتہن اسی مرہون کا مستحق ہے یہ محیط میں ہے۔ یعنے مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کریگا پھر باقی میں تمام قرضخواہ شریک ہونگے فافہم اور مرتہن کو اختیار ہے کہ جس قرضہ کے عوض اُس نے مال مرہون رہن کیا ہے اُسکے واسطے مرہون کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ اُسکا دوسرا قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اُسکے واسطے بھی مال مرہون کو روکے اور اگر راہن نے اُس قرضہ میں سے جسکے عوض رہن دیا ہے تھوڑا ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہے کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے

[1] یعنے جب مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہے ۱۲ [2] یعنے بڑھتی چیز اُس سے پیدا ہوئی ہے ۱۲

مال مرہون کو روکے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم ۹۴ قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر دونوں نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا جبتک کہ مرتہن کو جو اُس نے دیا ہے واپس نکرے اسواسطے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہے وہ بمقابلہ اُس مرہون کے دیا ہے جسپر اُس نے قبضہ کیا ہے پس راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جبتک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس ندے پھر اگر اس صورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مرہون کا حقدار ہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے میں بہ نسبت دوسرے قرضخواہوں کے اُسکا استحقاق مقدم ہے جیسا کہ راہن کی زندگی میں تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونوں نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اسکو ایسا اختیار ہے اور اگر اس صورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہوں کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی میں مرتہن اُسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہن نے مدبر غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہیں ہو سکتی ہے رہن کی تو راہن کو ادائے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہووے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال عین رہن کیے اور مرتہن سے اپنا قرضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ اعیان مرہونہ میں سے کوئی مال عین واپس لے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نہ کیا ہو تو اسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات میں مذکور ہے کہ اسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ اسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ۹۵ ہیں اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رح سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روکے تو اسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جبتک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نہ کر دے یہ سراجیہ میں ہے۔

چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون میں زیادہ کر دینے کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے علمائے ثلاثہ رح کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت میں مرہون میں زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ میں ایک غلام رہن لیا پھر راہن نے اسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اس قرضہ کے جسکے مقابلہ میں غلام رہن ہے مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہے اور یہ زیادتی اصل عقد میں لاحق ہو جائیگی اور یوں قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اس اصل اور زیادتی دونوں پر وارد ہوا ہے حتے کہ غلام مع کپڑے کے اُس قرضہ کے عوض جسمیں غلام رہن تھا مرہون ہو جاوینگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض سو درم

۹۴ یعنی قرضہ پہلے کا نہ تھا بلکہ رہن پر قرضہ دینا ٹھہرا ہے ۱۲ منہ ۹۵ یعنی اختلاف روایت چنانچہ ایک روایت میں جواز ہے اور دوسری میں نہیں ۱۲

قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن میں بڑھا دیا پھر دونوں میں سے ایک غلام مر گیا تو اُس کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت میں تلف ہوا یہ ینابیع میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم میں خوبی زیادہ ہوگئی یا نرخ بڑھ گیا یہانتک کہ وہ دو ہزار درم کی ہوگئی پھر اگر اُسکو مولے نے آزاد کر دیا حالانکہ مولے تنگدست ہے تو باندی مذکورہ ہزار درم کیواسطے سعایت کریگی نہ پورے قرضہ کے واسطے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُس نے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُنکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو دونوں[1] ہزار درم کیواسطے سعایت کرینگے نہ بقدر قیمت دونوں کے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ ہوا بلکہ اُسکو ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہے قتل کیا اور اس جرم میں غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو وہ بھی ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اور اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مر گئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک ماں و بیٹے و غلام کی قیمت ہزار درم ہے تو قرضہ پہلے ماں و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اُسکے ساتھ غلام لگایا گیا تو باقی ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک[2] رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتی کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہوگیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ میں کچھ قرضہ نہ تھا اور ماں بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنی غلام کا زیادہ کرنا صحیح نہیں ہوا ہے حتی کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہوگیا تو امانت میں ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا بلکہ اُسکی قیمت بڑھ گئی یہانتک کہ فک رہن کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ میں تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہوگیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہانتک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ ماں و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے دو تہائی بمقابلہ ماں کے جو اُسکے مرنے کیوجہ سے ساقط ہوگیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اُسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھ جانے سے وہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولے نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر مذکور نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کیواسطے سعایت کریگا در حالیکہ مولی تنگدست ہے اسواسطے کہ اسقدر مال وصول کر لینا اُسکے رقبہ سے اسطرح متعلق ہے کہ اس کی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر ہونے کی حالت میں اُسکی قیمت میں زیادتی ہوگئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور قرضہ میں زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں صحیح ہے بخلاف امام ابو یوسفؒ کے حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ میں اُسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن نے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے راہن پر اُسکا اور قرضہ جدید پیدا ہوگیا پھر اُس نے

[1] یعنے دونوں باندی مع بچہ کے ہزار درم کے واسطے کمائی کریں ۱۲ [2] یعنے رہن چھڑانا ۱۲

قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونوں قرضوں میں رہن کر دیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ جدید میں رہن نہوگا حتے کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قدیم و جدید دونوں قرضہ کے عوض رہن ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونوں کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون میں مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اسی قدر قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوئے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اُس قرضہ کے عوض جو ساقط ہوگیا ہے یا مرتہن نے اسکو بھر پایا ہے سواسطے کہ رہن ایفا ہے اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہے اسکا ایفا متصور نہیں ہے اور اصل و زیادتی پر دونوں کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو عقد رہن کیوجہ سے قبضہ کرنیکے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنیکے وقت ہے پھر جو مرہون اسکے بعد تلف ہو وہ اسقدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہے اور جو باقی ہے وہ اسقدر کے عوض رہن رہیگا جسکے عوض رہن تھا اور نمو رہن دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا نمو ہے جو اصل عین سے پیدا نہوا و نہ اجزائے عین کے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کمائی و ہبہ کیا ہوا یا صدقہ دیا ہوا مال و اسکے امثال اور ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل ہوتا ہے اور وہ ایسا نمو ہے جو عین مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل و صوف اور ریشم یا اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے ارش و عقر اور اس قسم کے نمو کے رہن میں داخل ہونیکے معنی یہ ہیں کہ بمثل عین کے محبوس ہوتے ہیں یعنی روکے جاتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے ہیں اور نہ انکے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے حتے کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا نمو تلف ہو جاوے تو اسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور جب اس قسم کے نمو رہن میں اصل کے ساتھ بمعنے مذکور داخل ہوئے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ میں ہے وہ اصل اور اس نمو دونوں پر باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا۔ اسواسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہیں ہوتا ہے پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن بایں شرط کہ فک رہن کے وقت تک یہ نمو باقی رہے پس جب فک رہن کیوقت تک نمو باقی ہو تو تقسیم مذکور متقرر ہو جائیگی اور اگر فک رہن سے پہلے نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں کچھ قرضہ ساقط نہوگا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا نمو کا وجود نہ تھا اور پورا قرضہ بمقابلہ اصل مرہون تھا یہ محیط میں ہے۔ اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہوں تو قرضہ بظاہر ان دونوں پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر بچہ مر گیا تو مفت گیا اور اُسکی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہ گئی اور اگر ماں مر گئی اور بچہ رہا پس اگر راہن نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مر گیا تو مفت مر گیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا لیکن نرخ بدل جانیکی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آ گیا کہ وہ پانسو درم قیمت کی رہ گئی یا زیادتی ہو گئی کہ وہ دو ہزار درم

ف جسکو ہمارے عرف میں بھر پائی بولتے ہیں ۱۲ ف زیادہ ہونے و بڑھنے کو کہتے ہیں ارش کسی زخم کا جرمانہ ہے اور عقر وطی بیجا کا مہر ہے ۱۲ ف یعنے مرہون کو کسی نے ہبہ دیا یا صدقہ دیا ۱۲ ف جیسے بچہ مر گیا تو قرار دیا جائیگا کہ پورا قرضہ بمقابلہ ماں کے تھا ۱۲۔

قیمت کی ہو گئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصفا نصف رہے گا جیسا پہلے تھا اُس سے متغیر نہو گا اور اگر ماں اپنے حال سابق پر رہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جانے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی کہ پانچسو درم رہگئی تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی ہو گا کہ دو تہائی ماں کے مقابلہ میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ میں ہو گا اور اگر بچہ کی قیمت بڑھ گئی کہ دو ہزار درم کا ہو گیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہو گا حتّٰے کہ اگر اُسکی ماں مرگئی تو بچہ بمقابلہ دو تہائی قرضہ کے مرہون رہیگا اور یہ حکم بنا بر اُس اصل کے جو ہمنے بیان کی ہے کہ اصل کی قیمت روز قبضہ کی اور زیادتی کی قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہے مطرد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جب یہ قسم نمو کی اصل کے ساتھ مرہون ٹھہری تو اُسکی وجہ سے جو قرضہ ساقط ہو گیا ہے اُسمیں سے بعوض عود کرتا ہے چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہو اور وہ کانی ہو گئی حتّٰے کہ نصف قرضہ ساقط ہو گیا پھر اسکے بعد اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کرے گا اور کانی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہے اور جو زیادتی کہ مشروط ہوتی ہے جب وہ اصل کیساتھ مرہون ہو جاتی ہے تو اسکی وجہ سے قرضہ ساقط میں سے کچھ عود نہیں کرتا ہے اور مرہون باندی کے کانی ہونیکے بعد زیادتی ایسی نہیں قرار دیجائیگی کہ جیسے کانی ہونے سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہے یہ محیط میں ہے - ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر وہ کانی ہو گئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائے گا اسواسطے کہ آدمی کی آنکھ اُس کا نصف ہے پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا بڑھا دیا تو زیادتی صحیح ہے کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہے وہ موجود ہے پس باقی نصف قرضہ ان دونوں پر نصفا نصف تقسیم ہو گا یعنے بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہو گا پھر اگر وہ کانی باندی ایک بچہ جنی جو ہزار درم قیمت تھا تو پورا قرضہ اس باندی اور اُسکے بچہ پر برابر تقسیم ہو گا اور تقسیم قرضہ کیواسطے کانی ہونیکے بعد جو بچہ ہوا ہے وہ ایسا قرار دیا جائیگا گویا کانی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہے اسواسطے کہ بچہ اصل عقد سے ملتحق ہوتا ہے پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے موجود تھا پس باندی کے کانی ہونے کیوجہ سے جسقدر قرضہ کے مقابلہ میں باندی پڑی ہے اُسکا نصف ساقط ہو گا اور یہ مقدار پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ ہے اور باندی کے مقابلہ میں چوتھائی حصہ اور بچہ کے مقابلہ میں نصف قرضہ رہا لیکن بچہ میں سے نصف بچہ اصل ہو گیا بسبب اسکے کہ نصف باندی فوت ہو گئی ہے اور نصف بچہ تابع رہگیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہے اور نصف بچہ جو تابع ہے اُسکے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ غلام زائد کردہ شدہ تقسیم کرنیکے حق میں ایسا قرار دیا جائیگا گویا وہ باندی میں ہے اسواسطے کہ جو ماں زیادہ کیا گیا ہے وہ بچہ کے اس نصف کے تابع ہو گا جو ماں کا تابع ہے پس باندی کے مقابلہ میں پانچسو درم ہوے اور بچہ کے مقابلہ میں دو سو پچاس (۲۵۰) درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونوں پر تین تہائی تقسیم ہو گا پس اُسکا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون ہو گا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہے مرہون ہو گا پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ جو نصف بچہ کے مقابلہ میں جو اصل ہو گیا ہے اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہو گا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچسو درم ہے اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچسو درم کی تہائی ہے پس ہمنے پانچ سو کی تہائی کو ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی سہم ہوا اور نصف بچہ کے تین سہم ہوے (جسکا مجموعہ چار سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جسکی چوتھائی کا چہارم حصہ نکلے سولہ ہے

ف لعنی حصہ ۱۲ ف عند الاعظم ۱۲ ف یعنی نصفا لنصف ۱۲

پس ہمنے قرضہ کے سولہ حصہ کیے جسکا چوتھائی چار ہوے پس یہ چار نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ میں نصف قرضہ آٹھ ہوا پس اسقدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر انہر دونوں کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچسو درم کی دو تہائی ہے اور باندی کی قیمت پانچسو درم ہے پس تفاوت دونوں میں پانچسو کی تہائی ہے پس ہمنے پانچسو درم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہموں کا مجموعہ پانچ سہم ہوئے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھ ان دونوں پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہو تو پورا نہیں پڑتا ہے اسواسطے ہمنے اصل مسئلہ یعنی سولہ کو پانچ میں ضرب دیا تاکہ اسی ہوگئے یعنی قرضہ اسی قرار دیا اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کانی ہوجانیکی وجہ سے چہارم یعنی بیس ساقط ہوے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ میں چہارم یعنی بیس ہوے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے درمیان چار پر تقسیم ہوے پس ایک چوتھائی یعنی پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی پندرہ بمقابلہ نصف بچہ کے ہوئے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے یعنی چالیس وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہو جسمیں سے دو پانچویں حصے یعنی سولہ بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچویں یعنی چوبیس بمقابلہ باندی کے ہوئے اور یہ چوبیس جو باندی کے مقابلہ میں ہے درحقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کیواسطے بارہ بارہ ہیں کہ مجموعہ ہوکر باندی کے حق میں چوبیس پڑے ہیں پس زیادتی کیواسطے ایک مرتبہ پانچ پڑے اور ایک دفعہ سولہ ہوے پس مجموعہ اکیس ہوا اور پورے بچہ کے مقابلہ میں ستائیس ہوے اور باندی کے مقابلہ میں بارہ ہوے پس باندی اور اسکے بچہ کا مجموعہ انتالیس ہوا اور یہی معنی امام محمد رح کے اس قول کے ہیں کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کانی باندی اور اسکے بچہ کو تمام قرضہ کے اسی جزوں میں سے انتالیس جزو کے عوض فک رہن کرالیگا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس جزو کے کرالیگا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہوجاوینگے اور یہ مسئلہ ملقب بمسئلہ عوراو تمامین کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ میں سے پانچسو درم ادا کردیے پھر اسکو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچسو درم کے ساتھ ملحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچسو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائیگا حتیٰ کہ اگر غلام مر گیا تو بعوض پانچسو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) درم و تہائی درم قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنے بعوض ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن نے پانچسو درم ادا کیے پھر مرہون میں زیادتی کرنے سے پہلے باندی مذکور کانی ہوگئی پھر ہزار درم کا ایک غلام بڑھایا تو دو سو پچاس درم قرضہ آدھی کانی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کانی باندی کے ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھالیے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسی طرح اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے بالفعل لیکر کھالیے یا ان دونوں کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھالیے

لــه بیعنے کانی ہونے کے بعد پانچسو درم کا بقیہ نصف ساقط ہوا اور نصف ۱۲ لــه یعنی اصلی اجازت کہانیکی راہن کیطرف سے اور رد کر کے چھوڑ دینے کی اجازت

تو بھی قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا لیکن اسکا[1] حصہ قرضہ جانب اصل عود نکریگا بخلاف تلف ہو جانیکی صورت کے سواسطے کہ خود تلف ہو جانے کی صورت میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ پھل پیدا ہی نہوئے تھے اور یہ صورت تو تلف کر دینے کی ہے لیکن چونکہ باجازت ہے اسواسطے موجب ضمان نہیں ہے لہذا اگر اس کے بعد اصل یعنے درختان مرتہن کے پاس تلف ہو جاویں تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف ہونگے یعنی قرضہ ان درختوں کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور نمو یعنی پھلوں کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ان درختوں کے مقابلہ میں پڑے اُسکے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اسیطرح اگر پہلے اصل تلف ہوئے حالانکہ اُسکی نمو ہنوز قائم تھی پھر اُسکو مرتہن نے باجازت راہن یا راہن نے باجازت مرتہن یا اجنبی نے ان دونوں کی اجازت سے کھالیا تو جسقدر اس نمو کے مقابلہ میں قرضہ پڑا تھا وہ ساقط ہوگا اور مرتہن اُسکو راہن سے لے لیگا بخلاف نمو تلف ہو جانے کی صورت کے اور اگر اس نمو کو راہن نے بلا اجازت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجازت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجازت ان دونوں کے کھالیا تو کھانیوالا اُسکی قیمت تاوان دیگا جو اُسکے مقام پر قائم کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دو باندیاں دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک ہزار ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کیں پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اُسکی ماں مر گئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونوں باندیوں پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر اس بچہ کی ماں کے پرتے میں پڑا ہے وہ اُسکے اور اُسکی ماں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس ان کے مر جانیسے چوتھائی قرضہ ساقط ہو جائیگا اور بچہ کے مقابلہ میں چوتھائی قرضہ باقی رہیگا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ میں رہے گا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کر دیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونوں کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہو کر رہن ہوگا پھر جسقدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اُسکے ساتھ جسقدر حصہ غلام زیادہ کردہ مرہون ہے دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائیگا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہو کر ایک چوتہائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتہائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کرکے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جس میں سے دو پانچویں حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچویں حصے بمقابلہ زندہ باندی کے رہینگے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہو تو جسقدر کے مقابلہ میں مرہون ہے اُسیقدر کے عوض تلف شدہ قرار پاویگی اور اگر بچہ تلف ہو جاوے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اُسکی ماں بعوض ہزار درم کے تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ میں گویا کچھ قرض نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا ہے وہ زندہ باقی کے ساتھ میں زیادہ ہوا ہے اور اگر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسقدر قرضہ اُسکی ماں کے مقابلہ میں ہے یعنے ہزار درم

---

[1] یعنی درختان کے ثمر پیدا ہونے سے قرضہ اصل اور نمو یعنی پھلوں پر تقسیم ہوگا اور جب پھل اسطرح تلف کیے گئے تو چاہیے کہ موافق خود تلف ہونیکے قرضہ جو ان پھلوں کے مقابلہ میں ہوگیا تھا پھر وہ اصل کے مقابلہ میں ہو جاے سو فرمایا کہ ایسا نہوگا ۱۲ منہ

وہ ان دونوں پر باعتبار انکی قیمت کے تین تہائی تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک تہائی نصف قرضہ میں سے اُسکی ماں کے مرنیسے ساقط ہوگیا اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ اُسکے بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کر دکھلاوہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر کل قرضہ کے نصف یعنے ہزار درہم بقدر ان دونوں کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمیں سے دو پانچویں حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہینگے اور تین پانچویں حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پھر جس قدر قرضہ کے عوض بچہ مرہون ہے یعنے ایک ہزار درہم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور دو پانچویں حصے غلام زائد پر بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا پس چھہ حصہ ہوکر پانچ حصہ بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ دو پانچویں حصہ غلام زائد کے ہوگا اسواسطے کہ دو پانچویں حصہ غلام کی قیمت چارسو درم ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہیں پس ہر چارسو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ جملہ چھہ سہام ہوے اور غلام زائد کے تین پانچویں حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہونگے پس جسقدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہے وہ باندی اور تین پانچویں حصہ غلام زائد پر بحساب دونوں کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا اور تین پانچویں حصہ زائد کی قیمت چھہ سو درم ہیں اور باندی کی قیمت ہزار درم ہیں پس ہر دو سو کا ایک سہم قرار دیا گیا پس سب کے آٹھ سہام ہوے جسمیں سے پانچ سہام بمقابلہ باندی کے اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہونگے یہ کافی میں ہے اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچے یا تین بچہ پیدا ہوے یا متفرق پیدا ہوے تو دونوں صورتیں یکسان ہیں یعنے تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچوں کے فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونوں حکماً دو بچوں کے مانند ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ساتوان باب ۔ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان میں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جبتک مرہونہ باندی کو نہ لائیگا تب تک ندونگا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر میں موجود ہیں تو مرتہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے اور اگر راہن و مرتہن سے اس شہر کے سوائے جسمیں رہن واقع ہوا ہے دوسرے شہر میں ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جبتک مال مرہونہ نہ لاویگا تب تک ندونگا تو راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم ندیا جائیگا خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ پڑتا ہے یا ایسی چیز ہو جسکے واسطے بار برداری و خرچہ نہیں ہے۔ اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق میں جسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہے حکم قیاسی ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ مرتہن پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے قیاساً و استحساناً دونوں طرح یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مرہونہ باندی تیرے گھر میں ہے تو مجھکو میرا قرضہ دیدے اور میرے ساتھ چل کر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اسکو یہ اختیار نہوگا بلکہ اسکو باندی مذکور حاضر کرنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب مرتہن اسکو حاضر لایا تو راہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے اسکا قرضہ ادا کردے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط وار ادا کرنیکی شرط پر قرض ہیں پھر قرضدار نے تمام مال قرضہ کے عوض کچھہ مال جسکی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہے رہن دیا پھر ایک قسط کا وقت آیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر یا کل مطالبہ کیا

اور راہن نے دینے سے انکار کیا کہ جبتک مال مرہون کو حاضر نکریگا تب تک نہ دونگا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنیکے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اسواسطے کہ اُسکے حاضر کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہے اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہو گیا ہے اور مرتہن اپنے مال کا بھر پانے والا ہو گیا اور مجھپر اُسکے قرضہ مین سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہین ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم دے کہ مرتہن اُسکو حاضر کرے تاکہ اُسکا حال معلوم ہو جاوے تو قیاساً یہ حکم ہے کہ قاضی اُسکو حاضر لانے کا حکم ندیگا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اگر دونون اُسی شہر مین ہون جہان رہن واقع ہوا ہے تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی راے مین یہ آوے کہ باوجود اُسی شہر مین ہونیکے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم ندے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قطعی قسم لے کہ واللہ[1] مال مرہون ضائع نہین ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہے اور راہن کو حکم دے کہ جسقدر قسط کی میعاد آگئی ہے اُسقدر مرتہن کو ادا کردے تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اُسکی اجازت ہو کہ دوسرے کے پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرتہن نے آکر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف ندیجائیگی اور راہن کو مال قرضہ دیدینے کا حکم کیا جائیگا اسواسطے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہین ہوا ہے پس مرتہن کے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہین ہوگا جو اُسکے قبضہ مین نہین آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مال مرہون کو مرتہن نے عادل سے لے لیا تو غاصب ضامن قرار دیا جائیگا پس کیونکہ اُسکے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جسکے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہے اور اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اُسکے عیال مین ہے اور خود کہین غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلان شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہے مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ کس کا مال ہے یا عادل مذکور مال مرہون لیکر کہین غائب ہو گیا اور یہ پتہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ کہان گیا ہے تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنیکی تکلیف ندیجائیگی مگر راہن پر ادا ے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ مرتہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہے اور اگر مودع نے اس مال کے ودیعت ہونے سے انکار کرکے کہا کہ یہ مال میرا ہے تو مرتہن مال قرض وصول نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ ایسے انکار سے مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس استیفاے[2] قرض ثابت ہوگا پس جبتک مرتہن اس امر کو ثابت نہ کرالے کہ یہ مال مرہون ہے تب تک اپنا مال قرض وصول نہین کر سکتا ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک نے دوسرے کے پاس ایک باندی رہن کرکے ایک شخص عادل کے قبضہ مین رکھائی پھر عادل مذکور مر گیا اور ایسے شخص کے پاس جو اُسکی عیال مین ہے باندی کو ودیعت رکھ گیا پھر مرتہن نے آکر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جبتک تو مال مرہون حاضر نہ کرے گا تب تک مین تجھے ندونگا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے واسطے فلان شخص نے ودیعت رکھی ہے مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ یہ باندی کس شخص کی ہے تو راہن پر ادا ے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہو گئی تو جو کچھ راہن نے مرتہن کو دیا ہے اُس سے واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راہن نے یہ دعوی کیا کہ مال مرہون[3] تلف ہو گیا ہے تو مرتہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر ادا ے قرضہ کیواسطے جبر کیا جائیگا اور اگر قسم سے انکار کیا تو جبر نکیا جائیگا اور اگر غلام رہن ہو اور اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کر ڈالا اور قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت تین سال مین واجب ہوئی پھر اگر مرتہن

---

[1] واللہ مین نہین جانتا ہون کہ باندی مرہونہ تلف ہو گئی ۱۲ [2] یعنے قرضہ بھر پایا ۱۲ [3] جو عادل کے پاس ہے ۱۲

اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کیواسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر تہائی قیمت کی میعاد آگئی تو جبتک راہن کو پوری قیمت نہ ملجاوے تب تک راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا پس اگر ثمن جنس قرضہ سے ہو تو جو کچھ قیمت میں ملتا جاوے اسکو مرتہن اپنے قرضہ میں وصول کرتا جائیگا اور اگر اسکی قیمت میں اونٹ یا بکریاں ہوں اور قاضی نے قیمت میں ان جانوروں کے دینے کا حکم کیا ہو تو یہ جانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اسکو نقد یا اُدھار فروخت کیا تو جائز ہے پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اسکے بدل یعنے ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اسواسطے کہ وہ اسکے حاضر لانے پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو اسکی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرتہن نے فروخت کر کے ہنوز اسکے ثمن پر قبضہ نکیا ہو تو بھی مرتہن اسکے حاضر کرنے پر مجبور نکیا جائیگا مگر راہن اُسکے قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مرتہن نے اسکا ثمن وصول کر لیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر مرتہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دیدی یا ثمن کسی میعاد تک اُدھار ٹھہرا تھا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہے اسواسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کر دینے سے قرضہ ہو گیا ہے پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جاوے تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہے وہ راہن کو واپس کر دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے

آٹھواں باب۔ مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان میں۔ قرضہ ساقط ہونیسے پہلے مال مرہون میں راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ ہوتا ہے جیسے بیع و کتابت و اجارہ و ہبہ و صدقہ و اقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے عتق و تدبیر و استیلاد وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہوتا ہے تو بغیر رضامندی مرتہن کے منعقد نہوگا اور مرتہن کا حق حبس یعنے مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا اور مرتہن کے روکنے کا استحقاق باطل ہو گیا تو سب تصرفات نافذ ہو جائینگے اور اگر مرتہن نے تصرف راہن کی اجازت دیدی تو تصرف نافذ ہو جائیگا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائیگا اور قرضہ بحالہ باقی رہے گا اور بیع کی صورت میں مرہون کا ثمن بجائے مرہون کے رہن ہوگا۔ اسیطرح اگر ابتدا میں راہن نے باجازت مرتہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو تصرف محتمل فسخ نہیں ہے وہ نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل ہو جاتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہو گیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو تو غلام پر کمائی و سعایت لازم نہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہیگی اگر قرضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہو تو راہن اُسکے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر ادائے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہوگی اور وہ میعاد آگئی ہوگی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہوگی تو عتق نافذ ہو جائیگا اور مرتہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لیکر بجائے غلام کے اُسکو رہن کر لیگا پھر جب میعاد آویگی تو دیکھا جائیگا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہوگی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کر دے گا

ف یعنے مشقت و اُجرت کرنا ١٢ ف یعنے اسکو ملگئی ١٢ ف مثلاً درم اور قرضہ بھی درم ہوں ١٢ ف یعنے کسی سبب سے فسخ ہو سکتا ہے ١٢ ف اسباب فسخ میں سے کسی سبب سے فسخ نہیں ہو سکتا ہے ١٢

اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسیطرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اسکو روک رکھیگا اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے جو کم مقدار ہو اسکو کما کر ادا کرنے کیواسطے غلام مذکور سے سعایت کرالے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعادی ہو پھر جب راہن کو تونگری و خوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطرار جو کچھ اسکا قرضہ سعایت کرکے ادا کیا ہو اُس سے واپس لیگا اور مرتہن بھی اگر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہگیا ہو راہن سے لیگا مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی پھر راہن نے اسکو آزاد کیا تو غلام مذکور بوقت رہن کی قیمت یعنی ایک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کریگا اسواسطے کہ بقدر ہزار درم کے ضمان واجب ہوگی چنانچہ اگر غلام مذکور مرجائے تو اُسی قدر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر راہن نے اسکو آزاد نہ کیا بلکہ مدبر کر دیا تو مدبر کرنا نافذ ہو جائیگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور بعد مدبر کیے جانے کے مرتہن کو اُسکے روکنے کا اختیار رہیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اُس سے لے لیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اُس سے لیکر بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا جیسا عتق کی صورت میں ہے اور اگر راہن تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے چاہے جسقدر ہو سعایت کرا دیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو غلام مذکور سے اُسکی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرا کے اُس قیمت کو بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھے گا پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی صورت میں دو باتوں میں فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگدست ہو تو غلام پر اُسکے وقت رہن کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہے اور مدبر کرنے کی صورت میں اُسپر پورے قرضہ کے واسطے چاہے جسقدر ہو سعایت کرنی واجب ہے جبکہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو اور اُسکی قیمت کیطرف لحاظ نہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اُسپر اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت واجب ہوگی اور دوم یہ کہ آزاد کرنیکی صورت میں جو کچھ غلام نے کما کر ادا کیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لیگا اور مدبر کرنے کی صورت میں نہیں لیگا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مدبر ہو جانے سے اُسکی کمائی مولی کی ملک ہونے سے خارج نہیں ہوئی پس اُسکو مولے سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کریگا اور آزاد ہونے سے اُسکی کمائی مولے کی ملک ہونے سے خارج ہو گئی۔ اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہو گئی اور راہن نے دعویٰ کیا کہ یہ حمل میرا ہے پس اگر وضع حمل سے پہلے ایسا دعویٰ کیا ہو تو اُسکا دعویٰ صحیح اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور وہ بچہ رہن میں داخل ہونے سے پہلے آزاد ہوگا اور وہ باندی اُسکی اُم ولد ہو کر رہن سے خارج ہو جائیگی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہوگی مگر اُسکی ماں کا حکم سب صورتوں میں وہی ہوگا جو ہمنے غلام مدبر کے واسطے ذکر کیے ہیں۔ اور اگر باندی مذکور نے وضع حمل کیا پھر اسکے بعد راہن نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا تو بھی دعوے صحیح ہوگا اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور رہن میں داخل ہونیکے بعد وہ بچہ آزاد ہو جائیگا اور اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے ایک حصہ ہو جائیگا اور باندی مذکور اسکی اُم ولد ہو جائیگی اور رہن ہونے سے خارج ہو جائے گی پس تمام قرضہ باندی کے رہن ہونے کے روز کی

قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعوی کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر حصہ باندی کے مقابلہ میں آیا ہے اُسکی بابت باندی کا حکم وہی ہوگا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور ہوا ہے اور بچہ کا حکم اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب وہی ہوگا جو ہم نے آزاد شدہ کے حق میں ذکر کیا ہے لیکن اس صورت میں یہ ہوگا کہ راہن کے دعوی کرنیکے روز کی بچہ کی قیمت کو اور اُسکے پڑتے میں جسقدر قرضہ کا حصہ آیا ہے اُسکو دیکھا جائیگا پس ان دونوں میں سے جو مقدار کم ہو اُسکے واسطے بچہ مذکور سعایت کریگا اگر راہن تنگدست ہو اور جسقدر کما کر ادا کریگا وہ راہن سے واپس لیگا یہ شرح طحاوی میں ہے ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کر دی پھر وہ نرخ بڑھ جانے سے دو ہزار درم کی ہوگئی یا ہزار درم قیمت کا بچہ جنی تو دو ہزار درم دیگر دونوں کو فک رہن کریگا اور اگر باندی ہلاک ہو جاوے تو دو ہزار درم کے عوض ہلاک ہوگی اور اگر مولے نے اُس باندی کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی اسیطرح اگر دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے اور جسقدر مال بھر مولے سے واپس لینگے اور مرتہن اپنا باقی قرضہ راہن سے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکا نرخ گھٹ کر پانچسو درم کا رہگیا پھر راہن نے اُسکو حالت تنگدستی میں آزاد کر دیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی پانچسو درم کیواسطے سعایت کریگا پورے قرضہ کے واسطے سعایت نکریگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن دیا پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر مولی نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ پورے قرضہ کیواسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے ہنوز سعایت نہ کی تھی یہانتک کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو وہ دو ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا جبکہ آزاد کرنا بعد مدبر کرنے کے واقع ہوا ہو اور اگر اُسکو مدبر کیا پھر اُسکی قیمت بڑھگئی تو دو ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا پھر اگر اُسکو اسکے بعد آزاد کر دیا تو ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی پھر اُسکے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر پیدا ہونے کے بعد راہن نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ خوشحال ہے تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر تنگدست ہو تو باندی نصف قرضہ کیواسطے اور بچہ نصف قرضہ کیواسطے سعایت کرینگے اور اگر بچہ نے سعایت کر کے ہنوز کچھ ادا نکیا ہو یہانتک کہ اُسکی ماں سعایت سے فارغ ہونیسے پہلے مر گئی تو اُسکا بچہ اپنی نصف قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار[۲] ہو اُسکے واسطے سعایت کریگا اور اسکی ماں کے مرنے سے اُسکے ذمہ کچھ زائد نکیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک غلام رہن کیا پھر اُسکو دونوں میں سے ایک نے آزاد کر دیا تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں خوشحال ہونگے یا دونوں تنگدست ہونگے یا ایک خوشحال اور دوسرا تنگدست ہوگا اور قرضہ یا فی الحال واجب الادا ہوگا یا میعادی ہوگا پس اگر دونوں خوشحال ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو آزاد کرنے والے پر بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا اور اسیطرح اُسکے شریک پر بھی بقدر اُسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا بدینوجہ کہ وہ قرضدار ہے نہ بدینوجہ کہ عتق ثابت ہوا ہے اسواسطے کہ مال رہون بوجہ دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے تلف ہوگیا اور وہ دونوں خوشحال ہیں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس دونوں سے اپنے اپنے حصہ کے قدر قرضہ کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنیوالا اپنے حصہ کی قیمت کا

۱؎ جبکہ راہن خوشحال ہو جاوے ۱۲　۲؎ جب وہ خوشحال ہو جاوے ۱۲　۳؎ یعنے مقدار قرضہ کا ۱۲

ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُس نے اپنا حصہ تلف کر دیا پس مرتہن اُس سے لے لیگا اور وہ میعاد آنے تک اسکے پاس رہن رہیگی
پھر دیکھا جائیگا کہ اُسکا شریک جسنے آزاد نہین کیا بلکہ خاموش رہا ہے کیا بات اختیار کرتا ہے پس اگر اُسنے تاوان [ف] لینا اختیار کیا یا غلام
سے سعایت کرائی تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ مال اُس سے لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پس اسکے پاس رہن رہیگا پھر جب
قرضہ کی میعاد آوے تب مرتہن اسکو اپنے قرضہ مین جو ان دونون پر آتا ہے لیگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے قرضہ کی جنس سے ہے اور اگر
شریک خاموش نے بھی اپنا حصہ آزاد کر دینا اختیار کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے تاوان لے کیونکہ اُسنے
آزاد کر کے اُسکا حق تلف کر دیا ہے اور چاہے شریک خاموش سے جس نے پیچھے آزاد کیا ہے تاوان لے اسوجہ سے کہ اسنے مرہون
کے بدل سے مرتہن کا حق تلف کر دیا اسلیے کہ آزاد کرنیوالے پر تاوان یا غلام پر سعایت کرنا واجب ہوا تھا اگر اُسکے آزاد کر دینے
سے دونون اس سے بری ہو گئے اور اگر دونون تنگدست ہون اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن کو غلام سے پورے
ہزار درم قرضہ کے واسطے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے مذہب کے موافق ایک
شریک کے آزاد کرنے پر غلام مذکور پورا آزاد ہو گیا پس غلام مذکور پر اپنی قیمت کیواسطے سعایت واجب ہوگی اور امام اعظمؒ
کے مذہب کے موافق جسنے آزاد نہین کیا ہے اُسکا حصہ مکاتب ہو گیا اور مکاتب رہن ہونے کے لائق نہین رہتا ہے اسواسطے کہ وہ نہی دست
قدرت کی راہ سے آزاد کا حکم رکھتا ہے اور آزاد کرنے والا تنگدست ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کرا دے
اور جب اُسنے غلام سے سعایت کرا کے مال لے لیا تو جو کچھ اُسکا قرضہ دونون پر ہے اُسکے عوض اُسنے لیا اسواسطے کہ یہ کمائی
مال مرہون کا بدل ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت مین میعاد آنے تک یہ مال اُسکے پاس رہن
رہیگا اور اگر آزاد کرنیوالا خوشحال اور خاموش تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو آزاد کرنیوالا اپنا حصہ قرضہ تاوان دیگا
اور شریک خاموش کے حصہ مین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُسنے غلام سے سعایت کرانا یا شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تو اس مال کو مرتہن لیگا
اسواسطے کہ یہ بدل الرہن ہے اور اگر اُسنے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا تو آزاد کرنیوالا شریک خاموش کے حصہ کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ
اُسنے مرہون سے حق مرتہن تلف کیا ہے پھر آزاد کرنیوالا شریک خاموش سے یہ مال تاوان واپس لیگا اسیطرح اگر قرضہ میعادی ہو
تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر آزاد کرنیوالا تنگدست ہو اور خاموش خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن آزاد کنندہ کے
حصہ کیواسطے غلام سے سعایت کرا دیگا اور شریک خاموش سے نصف قرضہ لے لیگا اسواسطے کہ مال مرہون تلف ہو گیا اور قرضہ
فی الحال واجب الادا ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مرتہن غلام سے پورے ہزار درم کیواسطے سعایت کرا دیگا پھر جب اپنے قرضہ کی
میعاد آ جاوے پس اگر خاموش نے اپنے حصہ کیواسطے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو مرتہن اس مال کو اپنے قرضہ مین جو دونون
پر آتا ہے لے لیگا پھر اپنے آزاد کرنیوالے سے جو حصہ اسکے پڑتے مین پڑتا ہے واپس لیگا اور شریک خاموش سے کچھ نہ لیگا اور اگر
(1 شریک خاموش نے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا پھر اگر اُسنے اپنا قرضہ ادا کر دیا تو آدھا کمائی کا مال غلام سے واپس لیگا اور اگر

[ف] تاوان یعنے شریک خاموش کو اختیار ہے کہ چاہے شریک آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے محنت مزدوری کر اکے اپنی قیمت وصول کرے یا اپنا حصہ آزاد کرے یہ اسوقت کہ شریک خوشحال ہو ورنہ اس سے تاوان نہین لے سکتا ہے ۱۲ [ف] نسخہ موجودہ مین یونہی موجود ہے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ غلام آدھی کمائی مرتہن سے واپس لے گا ۱۲ منہ

اُس نے ادا نہ کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ سب مال اپنے قرضہ میں لیلے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پھر غلام آدھی کمائی
کو شریک خاموش سے اور آدھی کمائی کو آزاد کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر ایک شریک نے اُسکو آزاد کیا اور دوسرے نے اُسکو
مدبر کردیا حالانکہ وہ تنگدست ہیں تو غلام سے مرتہن پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرا دیگا پھر غلام مذکور آزاد کرنے والے
سے نصف کمائی واپس لیگا اسواسطے کہ اُس نے مجبور ہوکر اپنے مال سے اُسکا قرضہ ادا کیا ہے پھر اگر مدبر کرنیوالے نے آزاد کردینا اختیار
کیا ہے تو اُس سے بھی آدھی کمائی واپس لیگا اور اگر اُسنے سعایت کرانا اختیار کیا تو مدبر ہونیکے حالت کی اُسکی نصف قیمت اور محض مملوک
ہونے کے حالت کی اُس کی نصف قیمت میں جسقدر تفاوت ہو اُسقدر واپس لیگا جیسے کہ اگر محض مملوک ہونیکے حالت کی اُسکی
نصف قیمت پانچسو درہم ہوں اور مدبر ہونے کے حالت کی نصف قیمت چار سو درم ہوں تو اُس سے سو درم واپس لے گا
اور اگر دونوں شریک خوشحال ہوں تو مرتہن کے واسطے ہزار درم کے ضامن ہونگے پھر غلام مدبر اُس شخص کے واسطے
جسنے اُسکو مدبر کیا ہے اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور دونوں شریکوں میں سے کوئی شریک دوسرے
شریک سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ رہن دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہوگیا اور قرضہ
فی الحال واجب الادا ہے پس دونوں اداے قرضہ کیواسطے ماخوذ ہونگے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنیوالا اپنے حصہ کی
قیمت کا ضامن ہوگا اور مدبر کرنے والے کے حصہ میں مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنیوالے سے اُسکے حصہ کی ضمان لے
یا مدبر کرنیوالے سے اُسکے حصہ کی قیمت کا تاوان لے اسواسطے کہ اُس نے مدبر کرنے سے مرتہن کا حق جو بدل الرہن میں تھا تلف
کردیا ہے کیونکہ مدبر کرنیوالے کو حالت خاموشی میں یہ اختیار تھا کہ آزاد کرنیوالے سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے مگر مدبر کرنے سے
آزاد کرنیوالا اُسکے حصہ کے تاوان سے بری ہوگیا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں ہوتا ہے کہ مال مرہون کسی دوسرے کے
پاس رہن رکھے پس اگر اُس نے بدون اجازت راہن کے رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے
عقد رہن کو باطل کردے اور مرہون مذکور کو مرتہن کے پاس اعادہ کرادے اور اگر مرتہن اول کے پاس اعادہ کرانے
سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہوگیا تو راہن اول کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن اول سے تاوان لے
یا مرتہن ثانی سے ضمان لے پس اگر اُس نے مرتہن اول سے تاوان لیا تو یہ مال تاوان مرتہن اول کے پاس رہن
رہیگا اور مرتہن اول تاوان دیکر مرہون کا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا اُس نے اپنے مملوکہ مال کو رہن کیا
اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے پس مرتہن ثانی کے پاس بعوض قرضہ کے جسکے عوض رہن تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا
اور اگر اُس نے دوسرے مرتہن سے تاوان لینا اختیار کیا تو جو کچھ مال تاوان ملے وہ مرتہن اول کے پاس رہن گا اور دوسرا عقد
رہن باطل ہوگیا پھر دوسرا مرتہن اپنا مال ضمان جو اُس نے ادا کیا ہے مرتہن اول سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی
لے گا۔ اور اگر مرتہن اول نے اُسکو راہن کی اجازت سے دوسرے کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح ہے اور
رہن اول باطل ہوگیا پس ایسا ہوگیا کہ گویا مرتہن اول نے راہن کا مال اُس سے مستعار لیکر رہن کردیا ہے یہ خزانۃ المفتین
میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن کرلیا اور اُسپر قبضہ کرنے کے بعد اُسکو راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ
صحیح نہیں ہے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو اعادہ کرکے مرہون کرلے اور اپنے قبضہ میں کرے اور اگر

مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائیگا اور اُسکی اُجرت راہن کو ملیگی اور اگر اُس نے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اُسکی اُجرت مرتہن کو ملیگی مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اعادہ کر کے اُسکو رہن کر لے اور اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکو کسی شخص اجنبی کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن سے نکل جائیگا اور کرایہ راہن کو ملیگا اور اگر بغیر اجازت مرتہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور مرتہن اسکو اعادہ کر کے رہن کر سکتا ہے اور اگر کسی اجنبی نے بدون اجازت راہن و مرتہن کے اسکو اجارہ پہ دیدیا پھر راہن نے اجارہ کی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور مرتہن اسکو اعادہ کر کے رہن کر لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے اجازت دی راہن نے نہ دی ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور کرایہ اُسکا ہوگا جس نے اجارہ پر دیا ہے مگر اُسکو صدقہ کر دے اور مرتہن اسکو اعادہ کر کے مرہون کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے اُسکی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا اور وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے اُسکو بدون اجازت راہن کے ایک سال کیواسطے اجارہ پر دیا اور سال گذر گیا پھر راہن نے اجازت دیدی تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اجازت ایسے عقد سے لاحق ہوئی جو گذر کر منسوخ[1] ہو چکا ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُس مرہون کو لے تاکہ اُسکے پاس رہن رہے جیسا پہلے تھا اور اگر راہن نے چھ مہینے گذرنے کے بعد اجازت دی تو صحیح ہے اور آدھا کرایہ مرتہن کو ملیگا مگر اُسکو صدقہ کر دے اور آدھا کرایہ باقی راہن کو ملیگا اور مرتہن کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ دوبارہ اُسکو رہن کر لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ عین[2] مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہوتا ہے بمنزلہ ودیعت کے پس جہاں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ اگر مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن نہووے تو ایسی صورت میں اگر مرتہن مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن نہوگا لیکن فرق یہ ہے کہ ودیعت اگر تلف ہو جاوے تو مودع کچھ ضامن نہوگا اور اگر رہن کا مال تلف ہو جاوے تو قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور جہان ایسا ہوتا ہے کہ اگر مودع مال ودیعت سے ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو ایسی صورت میں اگر مرتہن بھی مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن ہوگا پھر واضح ہو کہ ودیعت کے مال کو مودع دوسرے اجنبی کے پاس ودیعت نہیں رکھ سکتا ہے اور نہ مستعار دے سکتا ہے اور نہ اُجرت پر دے سکتا ہے اسی طرح رہن کو بھی مرتہن اجارہ پر نہیں دے سکتا ہے اور اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیکر متاجر کے سپرد کیا پس اگر وہ متاجر کے پاس تلف ہوا تو راہن کو اختیار رہیگا چاہے مرتہن سے اُسکی وہ قیمت جو متاجر کے سپرد کرنے کے وقت تھی تاوان لے اور وہ قیمت بجائے عین مال مرہون کے مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور اگر چاہے متاجر سے تاوان لے لیکن اگر اُسنے مرتہن سے ضمان لی تو وہ متاجر سے مال تاوان واپس نہیں لے سکتا ہے مگر مال مرہون تلف ہونے تک جسقدر متاجر نے اُس سے نفع حاصل کیا ہے اُسقدر اُجرت کو متاجر سے لے سکتا ہے اور وہ اُسی کی ہوگی مگر حلال نہوگی اور اگر اُسنے متاجر سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان کو مرتہن سے واپس لیگا اور اگر مال متاجر کے پاس سلامت رہا اور مرتہن نے اُسکو واپس لیا تو وہ مثل سابق کے مرتہن کے پاس عود کر کے رہن رہیگا اسی طرح اگر راہن نے بلا اجازت مرتہن

[1] یعنی وہ ختم ہو کر مٹ چکا ۱۲ [2] یعنی مال عین کہ مرتہن کے پاس رہن رکھا گیا ہے وہ امانت ہے تو ودیعت کے احکام لحاظ کر دینا چنانچہ جن صورتوں میں مودع ضامن نہیں ہوتا ہے وہ مرتہن بھی ضامن نہوگا مثلاً مرتہن نے اسکو اپنے عیال کے پاس رکھدیا اور وہ تلف ہوا تو ضامن نہیں ہے لیکن بقدر زیادت قرضہ کے ۱۲

اسکو کرایہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اور مرتہن کو اجارہ باطل کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے
باجازت دوسرے کے اُسکو اجارہ پر دیا یا ایک نے بدون اجازت دوسرے کے اجارہ پر دیا پھر دوسرے نے اجازت دیدی تو
اجارہ صحیح ہوگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور کرایہ راہن کا ہوگا اور کرایہ وصول کرنیکی ولایت اُنکو ہوگی جنسے عقد اجارہ قرار دیا ہے
اور بعد اجارہ گذرنے کے بعد پھر وہ عود کرکے رہن نہو جائیگا الا جبکہ دوبارہ عقد رہن قرار دیا جاوے اسی طرح اگر مرتہن نے اُسکو
اجارہ پر لیا تو اجارہ صحیح ہوگا بشرطیکہ اجارہ کیواسطے جدید قبضہ کرے اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسکے پاس مدت اجارہ
گذرنے کے بعد یا اس سے پہلے وہ تلف ہو گیا اور بعد مدت اجارہ گذرنیکے اُسکو راہن کے دینے سے روکا نہ تھا تو امانت میں تلف شدہ
قرار دیا جائیگا اور اُسکے ہلاک ہو جانیسے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر مدت اجارہ گذر جانے کے بعد اُسکو راہن کو دینے سے روکا
تو غاصب ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے رہن کے چوپایہ پر سواری لی یا غلام مرہون سے خدمت لی یا لباس
مرہون کو پہنا یا تلوار مرہون کو باندھا حالانکہ سب بلا اجازت راہن کیا تو وہ ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے راہن کی ملک کو
بلا اجازت راہن کے استعمال کیا ہے پس مثل غاصب کے ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر اُس نے ایک تلوار یا دو تلوار پر تلوار مرہون کو
باندھا تو ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ یہ فعل حفاظت کرنے میں داخل ہے از قبیل استعمال نہیں ہے اور اگر اُس نے ایسا فعل
راہن کی اجازت سے کیا ہو تو اُسپر تاوان واجب نہوگا اسواسطے کہ ضمان واجب ہونا بسبب تعدی کے ہوتا ہے
اور مالک کی اجازت سے استعمال کرنا تعدی نہیں ہے اور جب مرتہن چوپایہ مذکورہ سے اُتر پڑا یا کپڑا اُتار دیا یا غلام سے
خدمت لینے سے باز رہا تو وہ اپنے حال پر رہن ہوگا پس اگر تلف ہو جاوے تو جس کے عوض رہن ہے اُسکے عوض تلف
شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر راہن کی اجازت سے استعمال کرنے کی حالت میں تلف ہو تو مفت تلف شدہ قرار پائیگا
یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اجنبی نے راہن کی اجازت سے مرہون کو عاریت پر دیدیا یا راہن نے باجازت مرتہن اُسکو
عاریت دیا اور مستعیر کے قبضہ میں تلف ہوا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا ولیکن مرتہن کو یہ اختیار رہیگا کہ جب
چاہے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مستعیر کے پاس مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا خواہ وہ راہن ہو یا مرتہن ہو
یا کوئی اجنبی ہو تو بچہ رہن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اجارہ و رہن کا قبضہ ثابت ہونے سے عقد رہن باطل
ہو جاتا ہے اور قبضہ ودیعت سے عقد رہن باطل نہیں ہوتا ہے حتے کہ اگر مال مرہون کو راہن نے باجازت مرتہن
ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنے قبضہ میں واپس لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر رہن کوئی کتاب
یا مصحف مجید ہو تو مرتہن کو بلا اجازت راہن کے اُس سے پڑھنے کا اختیار نہوگا پس اگر راہن نے اجازت دیدی
تو جب تک مرتہن اُسمیں سے پڑھتا رہے تب تک وہ مرتہن کے پاس عاریت ہوگا پھر جب قرأت سے فارغ
ہوا تو مرہون کے حکم میں داخل ہو جائیگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک شخص نے مصحف رہن کیا اور مرتہن کو اُس سے
تلاوت کرنیکی اجازت دیدی پس اگر اُس سے تلاوت کرنے کی حالت میں وہ تلف ہوگا تو قرضہ ساقط ہوگا اسواسطے
کہ رہن کا حکم فقط محبوس رکھنا یعنی روک رکھنا ہے اور جب مرتہن نے باجازت راہن اُسکو استعمال کیا تو حکم بدلگیا اور رہن
باطل ہو گیا اور اگر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا یہ وجیز کردری میں ہے

اگر کسی نے رہن کی انگوٹھی ایک انگوٹھی کے اوپر پہنی اور وہ تلف ہوئی تو ہمیں عرف و عادت کی طرف رجوع کیا جاوے پس اگر مرتہن مذکور ایسا شخص ہو جو تجمل کے واسطے وہ انگوٹھیاں پہن سکتا ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُس نے مال مرہون کو استعمال کیا ہو اور اگر ایسا شخص ہو کہ دو انگوٹھیاں پہن کر تجمل نہیں کر سکتا ہو تو جس قرضہ کے عوض رہن تھی اُسکے عوض تلف شدہ قرار پائیگی اسواسطے کہ اُسنے حفاظت کی غرض سے اُسکو پہنا ہو اور انگوٹھی کے بعضے مسائل ہمنے کتاب العاریۃ میں ذکر کر دیے ہیں اور اگر طیلسان یا قبا رہن ہو پس اُسنے اُسکو اس طرح پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہیں تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حفاظت کیواسطے کندھے پر ڈال لیا ہو تو تلف ہونے سے بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اول صورت میں استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت میں جو فعل ہو وہ حفاظت کیواسطے ہو یہ بدائع میں ہو۔ اور اگر دونوں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رہن بھی صحیح رہے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اگر مال مرہون مثلاً دار ہو تو مرتہن کو راہن اُسمیں سکونت رکھنا مباح کرے بدین شرط کہ ہرگاہ راہن اُسکو اس نفع سے منع کرے تو مرتہن کو باجازت جدید آیندہ کیواسطے بھی اختیار حاصل ہوگا تاوقتیکہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ ادا نہ کرے اور مرتہن اُسکی ایسی اجازت مشروط کو قبول کرے اسی طرح اگر مال مرہون زمین ہو اُسکی زراعت کے واسطے اجازت دیدے یا درخت و باغ انگور ہو اُسکے پھلوں کو مباح کرے یا بہائم میں سے کوئی جانور ہو اُسکا دودھ مباح کر دے بایں طور کہ راہن نے اُسکو یہ نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اُسکو منع کر دے تو مرتہن راہن کیطرف سے باجازت جدید آیندہ کے واسطے مختار ہو جائیگا یہانتک کہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ دیدے یہ خزانۃ المفتین میں ہو۔ اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رہن سے خارج ہو جائیگا اسیطرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو بھی وہ رہن سے خارج ہو جائیگا پس اُسکا ثمن بجاے اُسکے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اُسکا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جاوے یا مشتری سے وصول کر لینے کے بعد تلف ہو جاوے تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑے گا اور مرتہن کو اُسکا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسی طرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے روکنے کا استحقاق تھا یہانتک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے ایسا ہی حکم کرخی رحمہ نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہو اور امام قدوری نے فرمایا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں اگر عقد رہن میں بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہوگا اور اگر مشروط نہ ہو تو امام محمد رح کے نزدیک بیع موجب[۵۳] انتقال حق بجانب ثمن ہو اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء میں ذکر کیا کہ ہمنے اس حکم میں کوئی اختلاف نہیں پایا اور قدوری نے امام ابو یوسف رح سے بروایت بشر رح یوں ذکر کیا کہ اگر مرتہن نے اجازت میں یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہوگا تو رہن ہوگا ورنہ وہ رہن سے خارج ہو جائیگا اور شرح طحاوی میں لکھا ہو کہ بلا تفصیل کے ثمن بیع رہن ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ محیط میں ہو اگر بیس درم قیمت کا کپڑا العوض دس درم کے رہن کیا پھر اُسکو راہن کی اجازت سے پہنا اور اُسمیں چھ درم کا نقصان آیا پھر دوبارہ اُسکو بدون اجازت راہن کے پہنا اور اُسمیں چار درم کا نقصان آیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت دس درم تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ راہن سے

ف۵۱ ضامن یعنے وہ مرہون ہونے سے خارج ہوا اور مرتہن ضامن ہو گیا اگر تلف ہو تو پوری قیمت دینی پڑیگی ف۵۲ یعنے مرتہن کو قبول کرنا چاہیے تب یہ عقد پورا ہوگا اور جب راہن اُسکو منع کرے گا تو وہ آیندہ پھر مختار ہو جاویگا ۱۲ ف۵۳ یعنے یہ بیع باعث ہو کہ مرتہن کا حق اسکے ثمن سے متعلق ہو گیا ۱۲

مرتہن ایک درم واپس لیگا اور اُسکے قرضہ مین سے نو درم ساقط ہو جاوینگے اسواسطے کہ جب قرضہ دس درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اُسکے پہننے سے اُس مین چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا پہننا مثل راہن کے پہننے کے ہے پس مرتہن کے ذمہ اُسکی ضمان لازم نہوگی اور جسقدر مرتہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہے یعنے چار درم کا اُسکی ضمان مرتہن پر ہوگی پس چار درم جو مرتہن پر واجب ہوے ہین وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہو جاوینگے پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اُسکی قیمت دس درم ہے جسمین سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہین پس جسقدر مضمون ہے اُسقدر قرضہ سے ساقط ہو جائیگا پس ایک درم باقی رہا اسواسطے مرتہن ایک درم اُس سے لیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر باغ خرما یا باغ انگور مین پھل آئے حالانکہ وہ مرتہن کے پاس رہن ہے اور مرتہن کو اُسکے پھلون کے ضائع ہو جانے کا خوف ہوا پس اُس نے بغیر حکم قاضی اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکی بیع جائز نہوگی اور مرتہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کر دیا تو بیع نافذ ہو جائیگی اور مرتہن پر ضمان واجب نہوگی اور اگر مرتہن نے پختہ ہو جانے کے بعد پھل توڑ لیے یا انگور جھاڑ لیے اور یہ فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحسانًا ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہے اور حفاظت مرہون کا مرتہن کو استحقاق حاصل ہے یہ محیط مین ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اُسنے پھلون کو اسطرح توڑا ہو جسطرح توڑے جاتے ہین اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے اُسمین نقصان آگیا ہو تو وہ ضامن ہوگا اسیقدر حصہ قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر اُس نے بکری یا اُونٹنی کا دودھ دوھ لیا تو استحسانًا ضامن نہوگا اور اگر گائے یا بکری رہن ہو اور مرتہن کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا پس اُسنے ذبح کر ڈالی تو قیاسًا و استحسانًا ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو ایسا تصرف ہے جس سے عین مرہون سے ملک[۵] راہن زائل ہوتی ہے جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار نہین ہے اور اگر کریگا تو ضامن ہوگا اگرچہ اُسمین فاسد ہو جانیسے ایکطرح کی حفاظت ہو الا اُس صورت مین کہ یہ تصرف اُسنے قاضی کے حکم سے کیا ہو تو پھر ضمان واجب نہوگی اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل نہوتی ہو تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار ہے اگرچہ بدون حکم قاضی ہو بشرطیکہ اُسمین خراب ہو جانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو علی ہذا اسی سے یہ مسائل نکلتے ہین کہ اگر دس درم قیمت کی بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے مرتہن کو اجازت دی کہ اُسکا دودھ دوھ کر پیے اور مرتہن نے ایسا کیا تو پھر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا فعل مثل راہن کے فعل کے ہے پس اگر راہن خود یہ فعل کرتا تو پھر ضمان لازم نہ تھی اسیطرح مرتہن کے اُسکی اجازت سے کر لینے سے بھی ضمان لازم نہوگی پھر اگر اسکے بعد راہن چھڑانے آوے تو پورا قرضہ دیکر چھڑا سکتا ہے پھر اگر راہن کے فک رہن کیواسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس تلف ہو گئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ پینے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر دودھ کے

---

۵ یعنے ملک راہن بالفعل یا ہمیشہ کے لیے نہین رہتی ہے ۱۲

مقابلہ مین پڑتا ہو اُسکو راہن ادا کرے گا اسیطرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اُسکو کھالیا تو اسمین وہی حکم ہے جو دودھ کی صورت مین مذکور ہوا ہے اسی طرح اگر راہن ومرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اسکا بچہ کھالیا تو اس مین بھی وہی حکم ہے جو راہن کی اجازت سے مرتہن کے کھالینے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر مرتہن نے بدون اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا بچہ کھالیا تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے عوض رہن ہوجائیگا پھر اگر اُسکے بعد بکری مرگئی تو جسقدر حصہ قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین پڑتا ہے وہ ساقط ہوگا اور راہن مال ضمان کو اُسکے حصہ کا قرضہ دیکر چھڑا سکتا ہے اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت مرتہن کے کھالیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت مع بکری کے مرتہن کے پاس رہن رہے گی پھر اگر یہ مال ضمان تلف ہوجائے تو مفت تلف ہوگا اسواسطے کہ یہ قیمت دودھ وبچہ کے قائم مقام ہے اور دودھ وبچہ اگر تلف ہوتا تو مفت تلف ہوتا اسی طرح اُسکا قائم مقام بھی مفت تلف ہوگا پھر اگر اسکے بعد بکری تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگی جیساکہ دودھ وبچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف ہونے کا حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اُس نے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا دودھ متقوم[ل] نہین ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے

نوان باب۔ رہن مین راہن ومرتہن کے اختلاف کرنے اور اسمین گواہی دینے کے بیان مین۔ اگر قرضہ ہزار درم ہو اور راہن ومرتہن نے جسقدر کہ عوض رہن ہے اختلاف کیا راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درم کے عوض رہن ہے اور مرتہن نے کہا کہ ہزار درم کے عوض رہن ہے تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے کہا کہ مین نے پورے قرضہ کے عوض جو تیرا مجھپر آتا ہے اور وہ ہزار درم ہین رہن کیا ہے اور مال رہن ہزار درم قیمت کا موجود ہے اور مرتہن نے کہا کہ مین نے اسکو پانچسو درم کے عوض رہن لیا ہے اور مال مرہون قائم ہے تو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ راہن کا قول قبول ہوگا۔ باہم[ع] قسم کھاکر عقد کو توڑکر دونون باہم واپس کرلینگے اور اگر مال مرہون دونون کے باہم قسم کھانیسے پہلے تلف ہوگیا تو قول مرتہن کا لیا جائیگا۔ اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درم کے تھا اور باندی کی قیمت مین اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اسیطرح اگر دو کپڑے رہن ہون جسمین سے ایک تلف ہوگیا اور تلف شدہ کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو بھی اُسکی مقدار قیمت مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی قیمت کے بارہ مین راہن کے گواہ قبول ہونگے اسیطرح اگر مقدار رہن مین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تونے میرے پاس یہ دونون کپڑے بعوض ہزار درم کے رہن کیے ہین اور راہن نے کہا کہ مین نے یہ ایک کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور اگر

ل متقوم یعنے قیمتی چیزون مین سے نہین ہے اسواسطے باندی کا دودھ فروخت نہین ہوتا ہے اور دائی وہ دودھ پلائی کی نوکری بضرورت ہے ۱۲

ع قولہ باہم اقول اسی طرح اصل مین مذکور ہے اور بظاہر یہان سقوط ہے لہذا مقدمہ پر نظر کرنا چاہیے ۱۲ منہ

دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھ سے اپنے قبضہ مین لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہے تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان مین داخل ہو چکا ہے مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعوی کرتا ہے اور راہن اس سے انکار کرتا ہے پس قول منکر کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہون گے اسواسطے کہ اسکے گواہون سے قرضہ کا استیفا یعنی بھر پانا ثابت ہوتا ہے اور مرتہن کے گواہون سے اسکی نفی ہوتی ہے پس جو گواہ مثبت ہین وہ اولے ہین۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہو گیا ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ راہن یہ دعوی کرتا ہے کہ مرہون مذکور ضمان مین داخل ہوا ہے اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہے پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ انسے ضمان ثابت ہوتی ہے یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم قرضہ میعادی کے رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اسکو فروخت کر دے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اسکو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہین ہے پس اگر راہن و مرتہن دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور قرضہ ہزار درم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہے اسکی قیمت بھی ہزار درم ہے لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ وہ باندی نہین ہے تو رہن کے حق مین مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اسکے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہین ہے یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون تو اسکے علم پر اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے قسم کھائی تو اسکی بیع کیواسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اسنے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہو گیا ہے یعنے مرتہن کا حق متعلق ہے پس عادل مجبور کیا جائیگا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن[1] ہوا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائیگا تو قاضی راہن کو حکم دیگا کہ خود فروخت کرے اور اگر اسنے انکار کیا تو قاضی اسکو مجبور نہ کریگا بلکہ خود فروخت کر دیگا لیکن اسکا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مرجانے کی صورت مین ہے اور اگر مرتہن پانچسو درم قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہین ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی باندی ہے مگر اسکا نرخ گھٹ گیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اسنے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اسکے زعم کے موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیجائے گی پھر عادل کیطرف رجوع کیا جائیگا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائیگا کہ اسکو مرتہن کیواسطے فروخت کر دے پھر جب وہ فروخت کر دے تو اسکا ثمن مرتہن کو دیدیگا پس اگر ثمن بہ نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے مرتہن نہین لے سکتا ہے الا اس صورت مین کہ اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو البتہ باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہے یہ حکم اسوقت ہے کہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر دونون نے اسمین اختلاف کیا اور مرتہن سے کہا کہ تو نے مجھے فقط پانچسو درم قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی

[1] ضامن یعنی بیع مذکور کیوجہ سے مشتری کے لیے ضمان درک و عہدہ سے ضامن ہوا ۱۲ منہ

اور یہ باندی وہ نہیں ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکور کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لیگا اور اگر عادل نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو راہن اُسکے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا یا قاضی اُسکو فروخت کریگا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر غلام رہن ہوا اور دونوں نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ رہن کے روز اسکی قیمت ہزار درم تھی پھر کانا ہو جانے سے قیمت کم ہو کر پانچسو درم رہگئی ہے اور مرتہن نے کہا کہ نہیں بلکہ رہن کے روز اسکی قیمت پانچسو درم تھی پھر اسکے بعد البتہ بڑھگئی تھی پس میرے حق میں سے صرف دوسو پچاس درم گئے ہیں تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل بتاتا ہے پس ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہوں سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے پس یہی لائق قبول ہیں یہ بدائع میں ہے عیسیٰ بن ابان نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر رہن ایک کپڑا ہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکے پہننے کی اجازت دیدی اور اُسنے پہنا پس وہ تلف ہو گیا پھر دونوں نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت میں تلف ہوا ہے یا اُتارنے کے بعد رہن ہو کر تلف ہوا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ دونوں نے پھر اتفاق کیا ہے کہ وہ رہن سے خارج ہو گیا تھا پھر راہن کے اس دعوی کی کہ وہ عود کر کے رہن ہو گیا تھا تصدیق نہ کیجائیگی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا پس مرتہن نے کہا کہ میں نے اسکو پانچسو درم میں فروخت کیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اسکو فروخت نہیں کیا بلکہ وہ تیرے پاس مر گیا ہے تو راہن سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مرتہن نے اسکو پانچ سو درم کو فروخت کیا ہے اور اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس سے یوں قسم لیجائیگی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ میں مر گیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کیواسطے ایک روز کے لیے اجازت دیدی پھر مرتہن اُسکو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اُسی روز کے پہننے سے یہ پھٹ گیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اس روز نہیں پہنا اور نہ اُس روز یہ پھٹا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اُتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہے تو مرتہن کے اس قول کی کہ پہننے کی حالت میں پھٹا ہے تصدیق ہوگی کیونکہ دونوں اس امر پر متفق ہوے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا تھا تو جسقدر ضمان مرتہن پر عائد ہوتی ہے اسکے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر غلام رہن ہوا اور راہن نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہے اور مرتہن نے گواہ قائم کیے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہے تو ابن سماعہ رح نے کہا کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ میں مرتہن کے گواہ قبول کرونگا یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن نے کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھ سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا تھا اور میں نے تجھ سے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غلام و کپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت میں مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر غلام و کپڑا دونوں تلف ہو گئے ہوں اور جسکے رہن کا راہن دعوی کرتا ہے اُسکی قیمت زیادہ ہے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو رہن لیا ہے اور راہن نے کہا کہ میں نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہے اور

دونوں نے گواہ قایم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور میں نے تجھ سے لیکر اُسپر اپنا قبضہ کر لیا ہی اور میرے تجھپر سوائے اسکے دو سو دینار ہیں جسکے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہیں دیا ہی اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ غلام غصب کر لیا ہی اور تیرے مجھپر ہزار درم بغیر رہن کے قرض ہیں اور میں نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جسکا فلانہ نام ہی رہن دیدی ہی اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ میں کر لی ہی اور مرتہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے فلاں باندی رہن نہیں لی ہی وہ تیری باندی ہی اور غلام مذکور و باندی مذکور دونوں مرتہن کے پاس موجود ہیں تو راہن سے مرتہن کے دعوی پر قسم لیجاویگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب راہن لازم ہوتا ہی اور مرتہن اُس پر ایسے حق ذاتی کا دعوی کرتا ہی کہ اگر وہ اُسکا اقرار کرے تو اُسپر لازم ہووے پس جب اُس نے انکار کیا تو اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو غلام بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لیجائیگی ولیکن مرتہن اُسکو راہن کو واپس دیگا اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہی پس باندی کے رہن سے اُسکا انکار کرنا بمنزلہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہی اور اُسکو اختیار حاصل ہی کہ باندی راہن کو واپس دیدے پس اگر وہ باندی اُسکے پاس مرہونہ ہوتی تو قسم لینا کچھ مفید نہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہوں پر حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ گواہ ملزم ہیں کہ بجانب راہن حق مرتہن کو لازم کرتے ہیں اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرہونہ ہونے کو کچھ لازم نہیں کرتے ہیں پس اُن گواہوں کے موافق حکم دینے کے کچھ معنی نہیں ہیں الا اسصورت میں کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مر گئی ہو تو ایسی صورت میں راہن کے گواہوں کے موافق حکم دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہی۔ اور اگر مرہونہ باندی[۱] کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہی تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ بچہ اُسکے قبضہ میں موجود ہی اور مرتہن نے غیر سے لیکر اُسپر قبضہ کرنے کا اقرار نہیں کیا ہی۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نے ماں و بچہ دونوں کو رہن لیا ہی اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ فقط ماں کو لیا ہی تو راہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی۔ اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعوی کیا تو دونوں باتوں پر اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر فقط رہن کا دعوی کیا ہو تو قبول نہوں گے اسواسطے کہ فقط تعقد لازم نہیں ہوتا ہی اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہوں کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ عقد رہن بجانب مرتہن لازم نہیں ہوتا ہی خواہ گواہوں نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ پر قرار مرتہن کی گواہی دی ہو یہ آخری[۲] قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہی یہ وجیز کردری میں ہے۔ اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ میں نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہی اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ اُسنے غلام کو کیا کیا ہی تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اُسمیں سے بقدر قرضہ کے محسوب کر کے باقی کو راہن واپس دیگا اور اگر مرتہن و راہن نے اقرار کر لیا کہ مرتہن کے پاس مر گیا ہی تو جسکے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ زیادتی اُسکے پاس امانت تھی

---

[۱] مرہونہ باندی ہو یا گائے بکری وغیرہ ہو ۱۲ [۲] آخری قول یعنے امام نے آخر میں یہی قول اجتہاد سے نکالا ہے ۱۲

اور اسکی طرف سے کوئی انکار ثابت نہیں ہوا پس زیادتی کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے

دسواں باب۔ چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان میں۔ درم و دینار و کیلی و وزنی چیزوں کا رہن رکھنا جائز ہے پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہو اور تلف ہو جاوے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دیجاویگی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف جنس سے اسکی قیمت کا ضامن (مرتہن ۱۲) ہوگا اور وہ قیمت بجائے اسکے مرہون ہوگی [۱] پس اصل امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہے کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفا ہے اور استیفاء وزن ہی سے ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اصل یہ ہے کہ حالت تلف جبھی حالت استیفا ہے کہ جب ضرر کیجانب مفضی نہو اسکا بیان یوں ہے کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے تیل کی چاندی کی کپی بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہو گئی (یعنی کپی ۱۲) پس اگر اسکی قیمت اسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن اسکی قیمت کا اُسکے خلاف جنس سے ضامن ہوگا۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اسکی قیمت اسکے وزن کے برابر دس درم ہے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے اور چاہے تو مرتہن سے اسکی قیمت اسکے جنس سے یا اسکے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجائے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسکو اسی طرح ناقص پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور راہن کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مرتہن سے اسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے کم چنانچہ آٹھ درم ہو تو راہن اُس سے مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اسکی قیمت تاوان لے تاکہ سود دینے سے بچ جاوے یا ردی کے حساب سے اُسی کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہے اور اگر اسکی قیمت اسکے وزن سے زائد بارہ درم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک چاہے اسکو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے [۳] یا مرتہن سے اسکی پوری قیمت اُسکے غیر جنس سے چاہے جسقدر ہو لے لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اسکی قیمت کے تاوان لے گا پس اُس ظرف شکستہ میں سے پانچ چھٹے حصے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہو جاوینگے اور ایک چھٹا حصہ الگ کر لیا جائیگا تاکہ رہن شائع نہ رہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری مثل شیوع [۲] مقارن کے ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ شیوع طاری مانع نہیں ہوتا ہے پس بنا بر اس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[۱] یعنے وہ چاندی تھی تو سونے سے اسکی قیمت ادا کرے ۱۲ منہ [۲] شیوع طاری وہ ہے جو بعد عقد کے پیدا ہو جاوے اور مقارن وہ ہے جو وقت عقد کے موجود ہو ۱۲ منہ [۳] یعنے پورا قرضہ دے ۱۲

اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون رہیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹ جانے سے اُسکی قیمت میں ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے فک رہن کرالے اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن سے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کردے اور چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرلے اور اگر اُسکا وزن آٹھ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو مرتہن کے قرضہ میں سے آٹھ درم ساقط ہوجاوینگے خواہ اُسکی قیمت اس وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک وزن کا اعتبار ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اُسکی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسکی قیمت بہ نسبت وزن کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان دے پس اگر مثلاً بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے کی ضمان دے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اُسکی قیمت بھی آٹھ درم ہوں تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرلے یا مرتہن سے اُسکی خلاف جنس سے اُسکی ضمان دے چنانچہ پہلے بیان ہوچکا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرالے اور چاہے تو ٹوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کرکے اُسکو آٹھ درم قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ ڈالے اور اگر اُسکی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار ہے کہ چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ بالاتفاق ہے اسیطرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اُسکی قیمت کے پانچ چھٹے حصہ کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرا دے اور یہی حکم امام محمد رح کے نزدیک ہے اگر کمی دو درم سے زائد ہو۔ اور راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرنے پر مجبور نکیا جائیگا اور اگر اُسکا وزن مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو دو تہائی سے اُسنے اپنا قرضہ بھر پایا اور ایک تہائی اُسکے پاس امانت میں تلف ہوئی خواہ اُسکی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہے اور اگر اُس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جنس سے اُسکی قیمت تاوان لیگا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے کی قیمت تاوان لیگا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن کو اختیار ہے چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرالے یا اُسکی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور یہی حکم امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اگرچہ اُسکی قیمت اُسکے وزن سے برابر ہو اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورا قرضہ دیکر چھڑا لے یا اسمیں سے دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اُسکے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس کرلے اور اگر زیادہ بیس درم ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرادے اور چاہے اُسکی قیمت نصف قرضہ سے تاوان لے اسواسطے کہ اُسکی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ درم کا نقصان آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے پورے قرضہ کو دیکر چھڑا دے یا چاہے دو تہائی اُسکی بعوض قرضہ مرتہن کے اُسکے ذمہ ڈالے اور ایک تہائی واپس لے اور اگر اُس کی قیمت بارہ درم ہوں تو چاہے صاحبین رح کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرالے یا اُسکے پانچ

له یعنے اُسی کی جنس سے یا اُسکے خلاف جنس سے ۱۲ منہ عه یعنی ایک دو درم سے زیادتی زیادہ ہو ۱۲ عه صحیح سالم کا وزن ۱۲

چھٹے حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اُسکی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرا دے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جنس سے تاوان لے پس تمام اقسام سولہ ہوئے اسواسطے کہ قسم اول میں یعنے جب کبھی مذکور کا وزن قرضہ کے برابر ہو چھ صورتین ہین اسواسطے اس صورت مین یا تو اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر ہوگی یا کم ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتین اسکے تلف ہو جانے مین اور تین ہی اسکے ٹوٹ جانے مین سب چھ صورتین ہوئین اور دوسری قسم مین جبکہ اسکا وزن آٹھ درم ہو دس صورتین ہین اسواسطے کہ اُسکی قیمت یا تو اُس کے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ ہوگی یا دس ہوگی یا بارہ ہوگی اور تیسری قسم مین بھی جبکہ اُسکا وزن نو درم ہو دس صورتین ہین اسواسطے کہ یہ اسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن کم و قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے بھی کم ہوگی پس پانچ بر تقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اُسکے ٹوٹ جانے کے سب دس ہوئین یہ کافی مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگوٹھی رہن لی جسمین ایک درم چاندی ہے اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہو گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ہر حال مین جسقدر کہ عوض رہن تھی اسی کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ایکدرم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظم رح کا مذہب مذکور ہوا ہے اور اگر چاندی کی قیمت ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہو جانے سے نو درم قرضہ ساقط ہو جائیگا اور چاندی کے حق مین راہن کو اختیار رہیگا چاہے اسکا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرتہن سے چاندی کی قیمت یعنے نصف درم تاوان لیلے پھر مرتہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لیگا۔ اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگوٹھی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ مین جسقدر قرضہ تھا اُس مین سے بالاجماع اُسقدر قرضہ ساقط ہو جائیگا جسقدر نگینہ مین نقصان آیا ہے اور حلقہ ٹوٹ گیا تو بالاجماع راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اُسکو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف کے نزدیک مرتہن کے پاس اُسکو قیمت پر چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑیگا اور اگر اُسکی قیمت ایکدرم سے زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُسنے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لیگا مگر قیمت سونے سے لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اُسکی قیمت کے جو سونے سے لیگا تو مرتہن کے پاس چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا یعنے جسقدر اُسکی بنوائی ہے تو راہن پورا قرضہ دیکر چھڑانے پر مجبور کیا جائیگا اور اسکو اختیار نہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا اور جب اُس نے مرتہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑیگا قیمت کے عوض نہین چھوڑیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے سیف محلی یعنے تلوار جسپر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے رہن کر دی پھر وہ تلف ہو گئی تو جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُسکی مالیت مین وفائے قرضہ ہے اور اگر اُسکا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ مین سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر فلوس

رہن کیے اور وہ کاسد ہوگئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اُسکا بھاؤ گھٹ گیا تو اسکا اعتبار نہیں ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو ثمن میں سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا۔ اور جس صورت میں مرتہن ضمان دیکر بعض کنگن کا مالک ہو جاوے تو اسقدر جدا کرکے باقی مع مال ضمان کے مرہون رہیگی[1] ایک روایت کے موافق جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔ اور اگر فلوس رہن ہوں اور اُنکا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اصل[2] میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درہم کے رہن کیا اور مرہون سے وفائے دین[3] ہو سکتی ہے اور اسمیں دین کی نسبت کچھ زیادتی ہے پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی چیز ہو جو موزون نہیں ہے تو قرضہ میں سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور اگر موزون ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے قرضہ دیکر فک رہن کرادے یا چاہے تو امام اعظم رح کے نزدیک قیمت لیکر اُسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اور امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں امام اعظم کے ساتھ ذکر کیا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت میں مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو یہ ظاہر الروایۃ کے امام ابو یوسفؒ کو امام اعظم رح کے ساتھ ذکر کرنا درست نہیں معلوم ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کپڑا دوسو درم قیمت کا بعوض سو درم کے رہن کیا پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو قرضہ کا بھرپایا اُسکے نصف سے ہو جائیگا اور اگر اُسکو پانی پہونچا جس سے وہ منقبض ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے قرضہ ادا کرکے اُسکا فک رہن کرالے اور اُسکو اس سے زیادہ کچھ نہ لیگا اور چاہے کپڑے آدھے کرکے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو ملک مرتہن ہو جائیگا اور نصف فاسد باقی مع مال ضمان کے مرتہن کے پاس مرہون رہیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اُسکا نصف بعوض قرضہ کے مرتہن کی ملک کردے اور جب مرتہن اس نصف کا مالک ہو پس اگر اُسمیں کچھ زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے صدقہ کردیگا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے

گیارھواں باب ۔ منفرقات کے بیان میں۔ زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ عمرو کے پاس مر گیا خالد نے گواہوں سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اُسنے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے ادائے ضمان کی وجہ سے اُسکا مالک قرار دیا جائیگا پس ظاہر ہوا کہ اُس نے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانیوالا ہو گیا پس راہن سے اپنا قرضہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اسقدر مال تاوان راہن سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل[4] ہووے اور رہن کا مال اُسی کے پاس ہے کہ میعاد آنے پر اُسکو فروخت کرے تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ عقد رہن میں دونوں ایسی شرط لگا دیں پس اس صورت میں رہن صحیح نہ ہوگا خواہ مرتہن نے اُسپر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونوں نے ایسی شرط قرار دی پس اگر

[1] یعنی اس روایت کے موافق جدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۱۲ منہ [2] اصل یعنی کتاب مبسوط مصنفہ امام محمد رح ۱۲ [3] ادائے دین یعنی پورا قرضہ ادا ہونا ۱۲ [4] عادل یعنی درمیانی معتمد علیہ خود راہن ہوگا ۱۲ [5] یعنی ضمان قیمت نہیں لے سکتا ہے ۱۲

مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہوگا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہے پھر جس صورت مین کہ قبضہ کر لیا ہے اور راہن نے اسکو فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین فروخت کیا ہے تو ثمن مرتہن کا ہوگا اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کیا ہے تو ثمن راہن کا ہوگا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرضخواہون کے اسکا زیادہ مستحق نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت[۵۱] کی تو ضرور ہے کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہوگی یا نفس سے کم ہوگی اور ہر ایک ان دونون مین سے ضرور ہے کہ یا تو عمداً ہوگی یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہے اور جنایت کرنے والا ضرور ہے کہ آزاد ہوگا یا غلام ہوگا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہو یعنی مرہون کو قتل کر ڈالا اور عمداً قتل کیا اور قاتل آزاد ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین تو راہن[۵۲] کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو قصاص لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ دونون اتفاق کرین اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایسا ہی امام کرخی نے یہ اختلاف نقل کیا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص عائد نہوگا اگرچہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کرین اور کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ دونون نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا اور قاتل پر لازم ہوگا کہ مقتول کی قیمت تین سال مین اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہیگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اسکا قرضہ ادا کر دیا تو پھر قصاص نہین لے سکتا ہے اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمد ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین اسکی قیمت واجب ہوگی اور مرتہن اسکو لیکر رہن رکھیگا پھر اگر رہن میعادی ہو تو میعاد آنے تک اُسکے قبضہ مین رہیگی پھر جب میعاد آجاوے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا قرضہ اُسمین سے پورا وصول کر لےگا پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ راہن کو واپس کر دیگا اور اگر قیمت اس سے کم ہو تو جسقدر رہے اسقدر دین وصول کریگا اور باقی راہن سے لیگا۔ اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو فک رہن کیوقت تک اسکو اپنے پاس روک رکھیگا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو اسکا حکم اور میعادی قرضہ ہونیکی صورت مین میعاد آجانے کا جو حکم مذکور ہوا ہے دونون یکسان ہین اور تلف کر دینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کر دینے کے روز تھی اور ضمان رہن مین قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہے اور وجود سبب کی حالت مین اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہو اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اسکی قیمت گھٹ گئی اور پانچ سو درم رہگئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچ سو درم اسکی قیمت تاوان دیگا اور قرضہ مین سے پانچسو درم ساقط ہو جاوینگے اور جو کچھ اس نے تلف کر دینے مین تاوان دیا ہے وہ اسکے مثل قرضہ کے عوض رہن رہیگا یعنی باقی قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر مرتہن نے اسکو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دیگا اور اسکا و اجنبی کا حکم یکسان ہوگا اور اگر قتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو قاتل کو دیدے یا مقتول کی قیمت

---

۵۱ جنایت یعنی تعدی سے اسپر کوئی جرم کیا جیسے قتل کرنا یا ہاتھ پاؤن کاٹنا یا زخمی کرنا یا تلف کرنا اگر بے جان چیز ہو ۱۲ ۵۲ یعنے اصل مین قصاص لینے والا راہن ہے لیکن مرتہن کا متفق ہونا ضروری ہے ۱۲

فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع[1] قاتل کے برابر یا مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ میں مرہون رہیگا اور بلا خلاف راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے اُسکو چھڑا لے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی قیمت سے کم ہو مثلاً مقتول کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایکہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وہ پورے قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائیگا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دیکر چھڑا لیوے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قاتل کی قیمت میں وفاء[2] قیمت مقتول نہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا فک رہن کرا دے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے۔ اسیطرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہانتک کہ سو درم کا رہگیا پھر اُسکو سو درم قیمت کے غلام نے قتل کیا اور وہ غلام قاتل دیدیا گیا تو اسمیں بھی ایسا ہی خلاف ہے۔ یہ اُسوقت ہے کہ قاتل کے مولےٰ نے قاتل کا دینا اختیار کیا ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دیگا اور وہ قیمت رہن ہوگی پھر دیکھا جائیگا کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسمیں سے اپنا قرضہ پورا وصول کریگا اور جنس قرضہ سے خلاف ہو تو مرتہن اُسکو روکے رہیگا یہانتک کہ اپنا قرضہ پورا وصول کرلے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرا دے یا مرتہن کے لیے اُسکے قرضہ کے عوض چھوڑ دے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ جنایت قتل نفس ہو۔ اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اُسکا ارش[3] اُسکے مال سے واجب ہوگا نہ اُسکی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمداً ہو یا خطا سے ہوا اور یہ مال ارش مع غلام کے رہن رہیگا اور اگر مجرم غلام ہو تو اُسکے مولےٰ سے کہا جائیگا کہ یا اُسکو دیدے یا جنایت کا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ مع غلام کے جسپر جنایت واقع ہوئی ہے دونوں مرہون رہینگے اور اگر اُسنے مجرم کا دینا اختیار کیا تو مجرم مع اُس غلام کے جسپر جرم کیا ہے دونوں مرہون رہینگے۔ اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ اُسکا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا سوائے بنی آدم کے دوسری شے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہے کہ عمداً ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی میں ہیں پس اگر جرم عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ مرہون نہونے کی صورت میں ہے خواہ اُسنے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو یا مرتہن کو اور جب قصاص میں قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر اُسنے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی میں ہے اور اُسکے ساتھ ملحق ہے مثلاً شبہ عمد ہو یا عمداً ہو لیکن قاتل ایسا نہیں ہے کہ اُسپر قصاص واجب کیا جاوے تو اسمیں مرہون کا دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام ضمانت میں ہو مثلاً اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہو اور غلام کی قیمت پانچسو درم ہو تو مرتہن سے اولاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مجرم کو چھڑا لیا اور جرم سے پاک کرلیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کبھی جرم نہیں کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہیگا اور جو مال مرتہن نے فدیہ میں دیا ہے اُسکو راہن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور مرتہن کو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہیں اور اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ غلام مجرم دے یا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہو جائیگا اور قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا

---

[1] مدفوع دفع کیا ہوا یعنے ولی مقتول کو دیدیا گیا ۱۲ [2] وفاء یعنی مقتول کے برابر نہو اور حکم شرع میں صرف قاتل ہی ملتا ہے ۱۲ [3] ارش جرمانہ ۱۲

تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ مین دیا ہے اُس سے حق مرتہن ادا کرنے والا ہوا کیونکہ مرتہن کی ضمانت مین جرم واقع ہونے کی وجہ سے اسکا فدیہ مرتہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائیگا کہ فدیہ کسقدر ہے اور غلام کی قیمت کیا ہے اور قرضہ کسقدر ہے پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ مین سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائیگا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو اور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائیگا اور اس سے زیادہ ساقط نہوگا اور اگر بعض غلام ضمانت مین ہو اور تھوڑا امانت مین ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہو اور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرتہن دونون پر فدیہ لازم ہوگا اور مرتہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہین کہ وہ دینے پر راضی ہوا اسلیے اسکو دینے کا اختیار نہین ہے پھر جب اس سے فدیہ دینے کیواسطے کہا گیا پس یا تو دونون شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کرینگے یا اختلاف کرینگے پس اگر دونون نے اختلاف کیا ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور ضرور ہے کہ دونون یا تو حاضر ہونگے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونون حاضر ہون اور دونون نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دیدیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر دونون نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونون مین سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دیدیگا اور جب دونون نے فدیہ دیدیا تو غلام کی گردن اس جرم سے پاک ہو جائیگی اور بدستور سابق رہن رہیگا اور دونون مین سے ہر ایک اس مال کے دینے مین متبرع ہوگا یعنے جو کچھ دیا ہے اسکو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اسکا اختیار اولےٰ ہے پس جس نے فدیہ اختیار کیا ہے وہ غلام کا پورا ارش جنایت دیگا اور پھر دوسرا اُس غلام کے دینے کا اختیار نہین رکھتا ہے پھر جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہے اگر وہ مرتہن ہو اور اُسنے پورا ارش[1] دیدیا تو غلام مذکور بدستور سابق کے رہن رہیگا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائیگی پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے جرم نہین کیا ہے اور مرتہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لے لیگا اور آیا جسقدر اُسنے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے یا نہین سو کرخی نے ذکر کیا کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین واپس نہین لے سکتا ہے بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت مین واپس لے سکتا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہے کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اختلاف روایت کا کچھ ذکر نہین کیا اور اگر وہ شخص جس نے فدیہ دینا اختیار کیا ہے وہ راہن ہو اور اُسنے پورا ارش دیدیا تو وہ متبرع[2] نہوگا بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا قرار دیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کم ہو تو اُسکے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لیگا اور غلام کو اُسکے واسطے روک رکھے گا یہ اُس صورت مین ہے کہ دونون حاضر ہون اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اسکو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین ہے خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہو اور اُسنے پورا ارش فدیہ مین دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آدھے فدیہ مین متبرع ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے ولیکن اسکو اپنے قرضہ کیواسطے مرہون کو روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے

۱؎ ارش جرمانہ ۱۲ ۲؎ متبرع یعنے مفت احسان کے طور پر یہ کام نہین ٹھہرایا جائیگا ۱۲

واسطے بعد ادائے قرض کے روکنے کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق میں مرتہن متبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہے جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت میں مذکور ہوا ہے۔ اور اگر راہن ہی حاضر ہوا اور اس نے ارش تمام ادا کر دیا تو بالاجماع آدھے فدیہ میں متبرع نہوگا بلکہ آدھے کے دینے میں بقدر قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا شمار ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُسنے راہن یا مرتہن پر جنایت کی تو راہن کی جان پر یا اُسکے مال پر جنایت موجب مال ہو اور اُسکے مال پر جنایت ہدر ہے۔ اور اُسکی جنایت نفس مرتہن پر سو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک معتبر ہے کہ اُسکے عوض غلام مذکور خود دیدیا جائیگا یا اُسکا فدیہ دیا جائیگا بشرطیکہ اُس سے مرتہن راضی ہوا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں جنایت کا جریانہ نہیں چاہتا ہوں اسواسطے کہ اسمیں میرا حق ساقط ہوا جاتا ہے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور جنایت باطل ہو جائیگی اور غلام مذکور بحال خود رہن رہیگا ایسا ہی امام کرخی نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا اور یہ تفصیل فرمائی یعنی اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو یہیں اختلاف ہے اور اگر تھوڑا ضمانت میں اور تھوڑا امانت میں ہو تو اُسکی جنایت بالاتفاق معتبر ہے پس راہن سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے پس اگر راہن نے اُس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہو جائیگا اور پورا غلام مرتہن کا ہو جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑیگا پس جسقدر مرتہن کے حصہ کا ہے وہ باطل ہوگا اور جسقدر راہن کے حصہ کا ہے اُسکو راہن ادا کریگا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہیگا یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُسکی قیمت اور قرضہ برابر ہو اور اُسکی قیمت میں کچھ زیادتی نہو تو بالاجماع اُسکا یہ جرم ہدر[۲] ہوگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ حصہ امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ بالکل جنایت معتبر نہوگی اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے پسر کے اوپر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہیں ہے کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی بسبب جو مذکور ہوا یعنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا۔ اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوائے اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اسقدر مال تلف کر دیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہے تو اُسکا حکم اور سوائے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکساں ہے یعنی جسقدر مال تلف کیا ہے وہ مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جا سکتا ہے اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا پس جب دونوں میں سے کسی نے ادا کیا تو اُسکا حکم اور بنی آدم پر اُسکی جنایت کرنے اور فدیہ دیے جانے کا حکم یکساں ہے اور اس صورت میں جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہے وہ بحالہ باقی رہیگا اور یہ غلام بحالہ رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اُسکا فدیہ دے کر اُسکی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کر لیا ہے اور پاک کر لیا ہے پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہے گا جیسا کہ جنایت سے فدیہ دینے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہے ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اُسکو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر دونوں نے اس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے یہ مال جسکو غلام نے تلف کیا ہے ادا کیا جائیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور

---

[۱] یعنی اگر غلام مرہون نے راہن کا مال تلف کیا تو یہ مفت برباد ہوا ۱۲ [۲] ہدر یعنی رائیگان جسکا کچھ جرمانہ نہیں ہے ۱۲

اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکے ثمن سے وفاے قرضہ مذکورہ ہوگی یا نہوگی پس اگر اُسکے ثمن سے وفاے قرضہ مذکور ہو جاوے تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا یا اُس سے کم ہوگا پس اگر برابر ہو یا زیادہ ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت میں پایا گیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے اور جسقدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کرکے باقی رہے وہ راہن کا ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ملک کا بدل ہے جسمیں کسی کا حق نہیں ہے پس علیحدہ اُسکا ہوگا اور اگر قرضہ مذکورہ بہ نسبت قرضہ مرتہن کے کم ہو تو قرضہ مرتہن میں سے اسیقدر ساقط ہوگا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد اداے قرضہ مذکورہ کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس باقی قرضہ کیواسطے رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہیگا پھر اگر اداے قرضہ کا وقت آگیا ہو پس اگر یہ مال جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسکو قرضہ میں لے لیگا اور اگر خلاف جنس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُسکو رہن رہنے دیگا یہ حکم اُس وقت ہے کہ پورا غلام مرہون ہو اور اگر نصف مضمون ہو اور نصف امانت میں ہو تو جسقدر ثمن بعد اداے قرضہ مذکورہ کے باقی ہے وہ سب مرتہن کے قبضہ میں نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکا نصف دیا جائیگا اور نصف راہن لے لیگا اسیطرح اگر مضمون و امانت مساوی نہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو کمی بیشی کے حساب سے باقی ثمن دونوں میں سے ہر ایک کو دیا جائیگا اور اگر ثمن غلام میں قرضہ مذکورہ کے واسطے وفا نہو تو قرضہ مذکور کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لیگا اور جو کچھ اُسکا قرضہ باقی رہا وہ موخر ہو جائیگا یہانتک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہو جاوے تو اُس سے وصول کر سکتا ہے اور فی الحال باقی کو کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور جب کبھی غلام نے آزاد ہو کر باقی قرضہ مذکور ادا کیا تو اسقدر ادا کردہ شدہ کو کسی شخص سے واپس نہیں پا سکتا ہے اسیطرح اگر بجاے غلام کے مسئلہ مذکورہ میں باندی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح اگر مرہونہ باندی کے بچہ نے کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل حکم اُسکی ماں کے ہے یعنے مثل ماں کے یہ قرضہ ہوکر اُسکی گردن سے متعلق ہوگا کہ اُسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا لیکن اس صورت میں فرق یہ ہے کہ مرتہن سے قرضخواہ کے مال ادا کرنے کیواسطے نہ کہا جائیگا بلکہ راہن کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچہ کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ دیکر اُسکو خلاص کرے پس اگر راہن نے قرضہ دیدیا تو بچہ مثل سابق کے رہن رہیگا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن کے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا یہ سب جو ہمنے ذکر کیا یہ غلام رہن کا راہن وغیرہ راہن پر جنایت کرنیکا حکم تھا اور اگر رہن نے رہن پر جنایت کی تو اسمیں دو قسمیں ہیں ایک تو رہن کی جان پر جنایت کرنا دوم اُسکی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا اور آفت سماوی سے تلف ہونا دونوں کا حکم یکسان ہے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو تو قرضہ میں سے بقدر نقصان کے ساقط ہوگا اور اگر تھوڑا مضمون اور تھوڑا امانت میں ہو تو جسقدر حصہ مضمون میں نقصان ہے اسیقدر قرضہ ساقط ہوگا اور جو نقصان حصہ امانت میں پڑا ہے وہ ساقط نہوگا اور رہی قسم دوم سو اُسکی دو صورتیں ہیں ایک بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم کا بہائم پر وغیرہ بہائم پر جنایت کرنا پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً دو غلام رہن تھے اسمیں سے ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں غلام ایک ہی صفقہ میں رہن تھے یا دو صفقوں میں مرہون ہوے تھے پس

[1] بہائم جانور چوپایے وغیرہ ۱۲ [2] صفقہ ایک ہی بولی میں معقود ہوے ۱۲ [3] مثلاً غلام مرہون نے دوسرے غلام مرہون پر ۱۲

اگر دونون ایک ہی صفقہ مین رہن ہون اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم کہتے ہین کہ یہ چار صورتون سے خالی نہین ایک مشغول کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول پر جنایت کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتین ہدر ہوتی ہین سوائے ایک صورت کے کہ جب فارغ نے مشغول پر جنایت کی تو یہ معتبر ہوگی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہوکر فارغ کے ذمہ پڑ جائیگا اور بجائے مشغول کے فارغ مجرم رہن ہوجائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہو اور دو غلام رہن ہون کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اسپر کوئی ایسی جنایت کی جسکا قلیل یا کثیر ارش ہے تو یہ کل جنایت ہدر ہوگی اور جسپر جنایت کی ہو اسکے اسیقدر قرضہ ساقط ہوکر دوسرے پر جسنے جنایت کی ہے تحویل ہو جائیگا اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہے پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ آسمانی آفت سے مرگیا ہے اور اگر قرضہ ہزار درم ہوا اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا و فدیہ دینا کچھ نہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس درم کے رہن ہو جائیگا اسواسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو درم کے رہن تھا پس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف حصے نے مقتول کے نصف مشغول و نصف فارغ پر جنایت اور مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہے لیکن جسقدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑجاویگی اور یہ نصف ہے اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوئے اور قاتل کیطرف پانسو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہوجائیگا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کیطرف تھا اسکا نصف آنکھ پھوڑنے والے کیطرف تحویل ہوجائیگا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس درم کے رہن ہوجائے گا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس درم کے رہن رہیگا اور اگر دونون غلام دو صفقون مین ہر ہون ہون پس اگر دونون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ہر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف پہلی صورت کے اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن و مرتہن کو اختیار دیا جائیگا چاہین تو اس قاتل کو بجائے مقتول کے قرار دین پس جو کہ قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہوجائیگا اور اگر چاہین تو قاتل کیطرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دیدین اور وہ بجائے مقتول کے رہن ہوگی اور قاتل بحال خود رہن رہیگا اور اگر انکی قیمت مین قرضہ سے زیادتی نہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہو اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونون نے قاتل کو جرم مین دیدیا تو یہ مدفوع بجائے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ مین جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم اسکا فدیہ دینگے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادا اسے قرضہ کی میعاد آوے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دیدیگا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ مین دینے پڑے ہین اور اسکے پاس رہن ہین قصاص ہوجاوینگے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونون سے کہا جائیگا کہ چاہو اس مجرم کو دیدو یا اسکا فدیہ دیدو پس اگر انھون نے فدیہ دینا اختیار کیا تو

ف۱ فارغ سے یہ مراد ہے کہ مقدار قرضہ سے زائد ہے ۱۲ ف۲ یعنی جس نے آنکھ پھوڑی اسپر بدل جائے گا ۱۲ ف۳ مدفوع جو جرمانہ مین دیدیا گیا ہے ۱۲ ف۴ یعنے دونون قرضہ مین پھنسے ہوئے ہین پس ہر ایک قرضہ مین مشغول ہے ۱۲

فدیہ نصفا نصف دونوں پر ہوگا اور اگر دونوں نے مجرم کو دیدیا تو جسقدر قرض اُسکے مقابلہ میں تھا باطل ہو جائیگا اور یہ مجرم اُس غلام کے ساتھ جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے رہن ہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ نہیں دیتا ہوں بلکہ رہن کو اسیطرح چھوڑے دیتا ہوں تو اُسکو اختیار ہے اور آنکھ پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہیگا اور جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے اُسکے مقابلہ کے قرضہ میں سے نصف جاتا رہیگا اسواسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت ہدر ہوگئی اور اگر راہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا اور مرتہن نے کہا کہ میں نہیں دونگا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں پورا ارش فدیہ دونگا تو فدیہ دیدے مگر متطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ میں سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اسواسطے کہ اُسنے بلا مجبوری کے غیر کی ملک کی طرف سے تبرعًا ادا کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر راہن کے فدیہ ادا کردینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن میں تلف ہوگیا تو راہن کو فدیہ واپس کردے اسواسطے کہ راہن وفا کردینے سے اُسکے قرضہ سے بری ہوگیا اسواسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگیا ہے پھر ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ کے جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہے واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونیسے جن ہزار درم کو بھر پایا ہے وہ واپس کرے سو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنسے بھر پایا ہے واپس کردے اسواسطے کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہے اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیساکہ راہن کے قرضہ ادا کرنیکے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مرجانے کی صورت میں حکم ہے کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہے واپس کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے کسی آدمی کو قتل کرڈالا تو مرتہن پر ضمان نہوگی اور اُسکی ضمان راہن پر ہے کہ اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے بچہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بحال خویش بچی ماں کے ساتھ رہن رہیگا اور اگر اُسنے طفل مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ میں فدیہ دونگا تو اُسکو اختیار ہے اسیطرح اگر اُس لڑکے نے کسی شخص کا مال تلف کردیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت کرے یا قرضہ ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ہزار درم قرضہ کے عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہے پھر اُسکے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُسکی ملک پر کچھ جنایت کی تو اسمیں کچھ نہیں ہے اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ وہ دیا جاوے یا اُسکا فدیہ دیا جاوے پس اگر وہ دیا گیا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا بمنزلہ مرجانے کی صورت کے ہے اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہے پھر اُسکے پانچسو درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دیدیا گیا پھر وہ کانا ہوگیا تو راہن اُسکو چار ساتویں حصہ کے عوض فک رہن کرائیگا اور سات حصوں میں سے تین حصے ساقط ہو جاوینگے کیونکہ جسوقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی بر تقدیر صحیح و سلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُسکو ایک غلام نے قتل کیا اور اُنکے عوض دیا گیا تو یہ اُن دونوں کے قائم مقام ہوا یعنی تین تہائی ہوکر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کانا ہوگیا تو ہر ایک میں سے

سله یعنے فروخت کرکے ادا کرے ۱۲ منه سله یعنے اپنے سے دیدے ۱۲

نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ میں چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم تھا پس میں سو تینتیس درم و ایک تہائی درم رہگیا اور اسکا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور یہ ثمن سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم اور یہ حاصل باقی ہے اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کے روز تھی یعنی ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت جو انفکاک کے روز تھی یعنے ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہے اسواسطے کہ قرضہ میں سے اُسکے مقابلہ میں تہائی حصہ تھا جو کانا ہونے سے آدھا یعنے تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہگیا مگر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ قرضہ میں سے اُسکے مقابلہ میں جبھی حصہ ہوگا جب وہ موجود رہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دیکر کل سات حصہ کیے جاوینگے مگر ماں میں سے کانی ہونے سے نصف یعنے تین حصے ساقط ہوے اور تین حصہ باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے کل سات حصوں سے ہوے اور تین حصے سات حصوں میں سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمد رح نے فرمایا کہ جب اُسکو فک رہن کرانا چاہا تو[۱] چار حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی پھر مولے نے اُسکو رہن کیا پھر فک رہن کرایا اور وہ اس جنایت سے مر گیا تو مولے کو اختیار ہوگا جنایت کرنیوالے سے پوری قیمت لے لے اور اگر عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی اسیطرح اگر اُسکو ہبہ کر دیا ہو پھر ہبہ سے رجوع کر لیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر دو شخصوں نے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونوں میں سے ایک شخص قرضہ میں اُسکا شریک ہے تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ شخص دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہے اور اگر دو شخصوں نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اُسکو واپس کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو مرتہنوں میں سے ایک نے یوں اقرار کر دیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے دوسرے کے حصہ کے حق میں خلاف کیا ہے اگر دو شخصوں پر ایک شخص کا قرضہ ہے اور ہر ایک پر برابر نہیں ہے بلکہ مختلف ہے پھر دونوں نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعوض اُسکے شریک کے قرضہ اور اُسکے قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مر جاوے تو باہم کمی و بیشی ایک دوسرے سے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر شریک مفاوض[۲] نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق میں جائز ہے اور اگر اسنے کچھ جرم کرکے رہن دیا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کیواسطے ضامن ہوگا لیکن اسکے شریک کو اختیار نہیں ہے کہ اسکا رہن توڑ دے اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اُسکو رہن کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا اور صاحبینؒ نے اسمیں خلاف کیا ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لیکر اُسکو اپنے شریک کے پاس رکھا اور وہ ضائع ہوگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن تھا اُسی کے عوض گیا۔ اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جسکو دونوں نے دیا ہے ایک نے کچھ مال جسقدر اسے رہن لیا تو اُسکے شریک کے حق میں جائز نہوگا پس اگر مرتہن کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص

۱ یعنے سات حصوں میں سے چار حصہ کے عوض فک رہن کرے ۱۲
۲ مفاوض جو شرکت مفاوضہ سے شریک ہو اور اسکو کتاب الشرکت سے دیکھکر معلوم کر لو ۱۲

مرتہن کا حصہ گیا اور اُسکا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لیگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن سے اُسکی نصف قیمت واپس لے اور شریک کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لیلے اور اگر دو شخصوں کی شرکت اس شرط سے ہو کہ اس شرکت میں دونوں میں سے ہر ایک اپنی راے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مضارب نے مضاربت میں رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اُسکے عوض رہن دیا تو جائز ہے اور دونوں پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے اجازت نہ دی ہو تو وہ سب قرضہ خاصکر مضارب پر ہوگا اور اگر اُسنے مضاربت کے قرضہ میں کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اور اگر رب المال مر گیا اور مال مضاربت عروض ہے اور مضارب نے اُنمیں سے کوئی مال رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ ضامن ہوگا اور اگر رب المال نے کوئی مال مضاربت میں سے جسکی قیمت (اسباب) اصل المال میں سے زائد ہے رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر زائد نہو تو جائز ہے اور رب المال اُسکا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُسکو تلف کر دیا یا بیچکر اُسکے دام کھا گیا ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا بدین غرض مستعار لیا کہ اُسکو اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے رہن دیدے پھر رہن دینے سے پہلے اُسکو استعمال کیا پھر اُسکو رہن دیدیا تو بری ہو جائیگا اور اگر اُسکو رہن سے چھڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے استعمال کرنا چھوڑ دیا پھر وہ کسی آفت سے خود (یعنی فلان سے) تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی ایک شخص نے اپنے قرضہ میں رہن دینے کیواسطے ایک کپڑا مستعار لیکر سو درم قرضہ کے عوض سال بھر کیواسطے رہن کر دیا پھر صاحب ثوب یعنی کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا کہ میرا کپڑا مجھے واپس دے تو اُسکو یہ اختیار ہے اگرچہ مستعیر نے اُسکو آگاہ کر دیا ہو کہ میں سال بھر کیواسطے اُسکو رہن دیتا ہوں اور اگر کپڑے کے مالک نے اُسکو اپنے مال سے فک رہن کرا لیا تو متطوع نہوگا بلکہ راہن سے اُسکو واپس لیگا اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے کپڑے کے مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہے تو مرتہن اُسکو دیکر اپنا قرضہ لے لیگا اور کپڑے کا مالک متطوع نہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ تیرا کپڑا ہے تو مالک کو کپڑے کے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ضرور ہے کہ یا تو اُس سے کچھ بیان نہ کیا ہوگا یا اُس سے کوئی مال بیان کر دیا ہوگا یا اُس سے کوئی جگہ مقرر کرکے بیان کر دی ہوگی یا کوئی متاع یا کوئی شخص بیان کر دیا ہوگا پس اگر کپڑا عاریت دیا تاکہ اُسکو وہ رہن رکھے مگر جسکے عوض رکھے اُسکو کچھ بیان نہ کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جسقدر کے عوض اور جس نوع کے عوض رہن رکھدے اور اگر اُس سے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور اُسنے اُس مقدار سے کم یا زیادہ کے عوض رہن رکھا یا دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو ضرور ہے کہ کپڑے کی قیمت یا تو قرضہ کے برابر ہوگی یا زیادہ یا کم ہوگی پس اگر کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اس طور پر مخالفت کی کہ وہ مضر ہے اسواسطے کہ جب اُسنے مقدار بیان کردہ سے کم کو رہن دیا اور کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہے تو اس سے معیر کو ضرر پہونچا اس لیے کہ مرتہن کے پاس تھوڑا کپڑا ضمانت میں رہا اور تھوڑا امانت میں رہا اور وہ اس امر سے راضی نتھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ پورا کپڑا مضمون رہے اور زیادہ کے عوض رہن کرنے کی صورت میں یہ وجہ ہے کہ کبھی معیر کو اُسکی ضرورت پڑتی کہ اُسکی مملوکہ چیز اُسکے پاس پہونچے تو وہ خود فک رہن کرا لیتا ہے اور مقدار بیان کردہ سے زیادہ ہونے کی صورت میں بسا اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ اُسپر فک رہن کرانے میں دشواری پڑے اور اگر کپڑے کی قیمت کم ہو تو ضامن نہ ہوگا مثلاً اپنا کپڑا دیا کہ اُسکو دس درم کے عوض

رہن

رہن کرے حالانکہ اسکی قیمت نو درم ہی پس اُسنے نو درم کے عوض رہن رکھا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر اُسنے جنس بیان کردہ کے سوائے دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو سب صورتوں میں ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسکو عاریت اس قرار داد سے دیا تھا کہ اسکو فلان شخص کے پاس رہن رکھے اُسنے دوسرے کے پاس رہن کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکو مستعار دیا کہ کوفہ میں اسکو رہن رکھے اُسنے بصرہ میں رہن کر دیا تو ضامن ہوگا۔ اگر معیر[1] و مستعیر نے مرتہن سے واپس لینے سے پہلے یا اسکے بعد مستعار تلف ہو جانے یا ناقص ہو جانے میں جھگڑا کیا تو قول مستعیر کا اور گواہ معیر کے قبول ہون گے اور اگر راہن نے دعوی کیا کہ معیر سے قبل فکاک کے رہن کو واپس لیا ہی اور مرتہن نے اُسکی تصدیق کی تو راہن کے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ راہن و مرتہن نے فسخ رہن پر اتفاق کیا ہی اور عقد رہن انھین دونوں کے درمیان قائم ہوا تھا پس اس باب میں کہ اُن دونوں نے اسکو فسخ کیا ہی اُنھین دونوں کا قول قبول ہوگا اور معیر نے جو کچھ ادا کیا ہی وہ راہن سے واپس لیگا اسواسطے کہ وہ اپنے حق و ملک کی احیاء کے واسطے اُسکے ادا کرنے میں مجبور تھا اگر مال مستعار رہن کرنیسے پہلے یا اُسکے چھڑا لینے کے بعد مستعیر کے پاس تلف ہو گیا تو وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنا مال وصول کر کے کپڑا تجھے دیدیا ہی اور گواہ قائم کیے اور راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے مال دیا ہی اور کپڑا تلف ہو گیا ہی اور گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے پس اگر وہ کپڑا عاریت ہووے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے پانچدرم کے عوض رہن کرنے کا حکم کیا تھا اور مستعیر نے کہا کہ دس درہم کے عوض کیا تھا تو مالک کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ اجازت اُسی کی طرف سے مستفاد ہی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہی پس اسیطرح جب اس نے کسی صفت کے ساتھ اجازت کا اقرار کیا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اور گواہ مستعیر کے قبول ہون گے یہ مبسوط میں ہی۔ اگر ایک کپڑا مستعار لیا کہ اُسکو دس درم کے عوض رہن کرے اور اُسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہی اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو راہن کے ذمہ سے مال ساقط ہو گیا اور اُسکے مثل راہن پر مالک کپڑے کے واسطے واجب ہوگا اسیطرح اگر اس میں کوئی عیب آگیا تو بقدر نقصان کے مرتہن کا قرضہ جاتا رہا اور مالک کا اسی قدر راہن پر واجب ہوا یہ خزانۃ الاکمل میں ہی۔ فتاوی عتابیہ میں ہی کہ اگر مستعیر نے عاریت کا کپڑا مع دوسری چیز کے رہن کیا تو معیر اُسکو مرتہن سے نہین لے سکتا ہی یہانتک کہ پورا قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے دو آدمیوں سے مستعار لیا ہو پھر اُسنے نصف قرضہ ادا کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو دونوں معیرون میں سے ایک کے حصہ میں ڈالدے اور اگر مرتہن نے اُسکو راہن کی اجازت سے اجارہ پر دیا تو کرایہ راہن کا ہوگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اجارہ میں تلف ہو گیا تو معیر کو اختیار رہیگا چاہے راہن سے ضمان لے اور چاہے مرتہن سے پھر مرتہن راہن سے واپس لیگا اور اگر راہن نے مرتہن کا قرضہ ادا کر دیا پھر رہن عاریت اُسکے پاس تلف ہوا تو جو کچھ مرتہن نے وصول کیا ہی واپس کر دیگا اور راہن معیر کیواسطے ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہی۔ اور اگر راہن نے مال قرضہ ادا کر دیا پھر غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل بھیجا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو راہن نے جس سے مستعار لیا تھا اُسکو تاوان دیگا لیکن اگر وکیل راہن کے عیال میں ہو تو ضامن نہوگا اسیطرح اگر راہن نے خود قبضہ کر لیا پھر اپنے وکیل کے ہاتھ معیر کے پاس بھیجا تو بھی یہی

[1] معیر عاریت دینے والا اور مستعیر جس نے عاریت لی ہے ۱۲

حکم ہی یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ اگر رہن کرنے کے واسطے ایک باندی مستعار لی اور اُسکو رہن کر دیا پھر اُس سے راہن یا مرتہن نے وطی کی تو حد زنا دونون سے دور کیجائیگی لیکن وطی کرنے والے پر مہر واجب ہوگا اسواسطے کہ غیر مملوکہ مین جب وطی ہوتی ہی تو دو حال سے خالی نہین یا تو وطی کنندہ پر حد شرعی لازم ہوتی ہی یا مہر واجب ہوتا ہی اور مہر بمنزلہ زیادتی منفصلہ کے ہی جو عین سے متولد ہو اسواسطے کہ وہ اُس بات کا بدل ہی جسکا واطی نے استیفاء کیا ہی اور وہ مستوفی حکماً جزء عین ہی پس اُسی کے ساتھ رہن رہیگا پھر جب راہن اُسکو چھڑا دے تو باندی معہ مہر کے اُسکے مولے کو سپرد کیجائیگی جیسا کہ اگر بچہ جنتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُسنے کوئی کمائی کرکے کچھ کمایا یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو یہ اُسکے مولی کا ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی مستعار لی تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور ایسا ہی کیا پھر مستعیر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا پھر مرتہن نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو میرے قرضہ مین فروخت کرے اور باندی کے مولی نے اس سے انکار کیا تو قاضی اُسکو فروخت نہ کریگا ولیکن مرتہن سے کہا جائیگا کہ اسکو اپنے پاس روک رکھ یہان تک کہ معیر تجھکو تیرا حق دیدے اور اگر معیر یعنے باندی کے مالک نے قاضی سے کہا کہ قرضہ کے عوض اسکو فروخت کر دے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ ہو تو انکار مرتہن پر التفات نہ کیا جائیگا اگرچہ اسمین مرہون سے مرتہن کے قبضہ کا ازالہ ہی اور اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ نہو تو بدون رضامندی مرتہن کے فروخت نہوگی اور اگر اُس کے ثمن مین وفاے قرضہ ہو پس وہ قرضہ کے واسطے فروخت کیگئی اور مرتہن نے اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ بھر پایا پھر مستعیر یعنے راہن کا کچھ مال ظاہر ہوا تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہی معیر اُسکو واپس لیگا اور اگر مستعیر نہ مرا بلکہ معیر مر گیا اور اُسپر بہت قرضے ہین پس اگر مستعیر تنگدست ہو تو باندی بحال خویش رہن رہے گی پھر اگر معیر کے قرضخواہ لوگ اور اُسکے وارث لوگ اداے قرضہ کیواسطے اُس باندی کے فروخت پر متفق ہوے اور مرتہن نے انکار کیا تو اُسکا جواب اُسی تفصیل سے ہی جو ہمنے معیر کی زندگی مین معیر کے ایسے قصد ہونے اور مرتہن کے انکار کرنے کی صورت مین ذکر کر دی ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کرکے دوسرے کے پاس قرضہ مین رہن کیا پھر وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے تاوان لے یا مرتہن سے تاوان لے پس اگر غاصب سے تاوان لیا تو رہن پورا ہو گیا اسواسطے کہ اداے ضمان سے غاصب وقت غصب سے اُسکا مالک ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنے والا ہوگا اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اُسنے تاوان دیا ہی وہ راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہوگا اسواسطے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہی اور عقد رہن اُس سے پہلے واقع ہوا تھا پس عقد سے پیچھے مالک ہونے سے رہن نافذ نہوگا اور اگر غاصب نے غلام مغصوب کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر اُسکے بعد جسکو ودیعت دیا تھا اُسی کے پاس رہن رکھا پھر وہ رہن تلف ہو گیا پھر مالک غلام آیا پھر اُسنے غاصب یا جسکو غاصب نے دیا تھا تاوان اس سے لیا اور راہن سے مرتہن نے واپس لیا تو دونون صورتون مین رہن جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر مستودع نے اُسکو کسی شخص کے پاس رہن رکھا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا پھر مالک نے آکر راہن یا مرتہن کسی سے تاوان لیا تو کسی صورت مین رہن نافذ نہوگا اسواسطے کہ [illegible] لینے سے ضمان ہوا اور عقد رہن دینے سے پہلے قرار پایا تھا پس وقت رہن کے اُسکا مالک نہوگا پس رہن جائز نہوگا جیسے ایک شخص نے دوسرے

کا غلام کسی شخص کے پاس رہن کیا یعنے عقد رہن قرار دیا مگر ہنوز مرتہن کو دیا نہ تھا کہ مالک سے اُسکو خرید لیا پھر مرتہن کو دیا تو وہ
مرتہن کے پاس رہن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ مرتد کا رہن و ارتہان (رہن یا لینا) مثل باقی تصرفات کے امام اعظم رہ کے نزدیک
موقوف رہیگا پس اگر مرتد حالت ردت میں قتل کیا گیا اور مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا اور مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہے
اور قرضہ ردت سے پہلے کا ہے اور مرہون بھی ایسا مال ہے جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا یا قرضہ اُسکی حالت ردت کا ہے خواہ اُسنے
خود اقرار کیا ہے یا گواہ قائم ہوکر اُسپر ثابت ہوا ہے اور رہن بھی ایسا مال ہے جو اُسنے حالت ردت میں کمایا ہے تو مرہون جسکے
عوض ہے اُسی کے بدلے گیا اور اگر مال مرہون میں بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو مرتہن مقدار زیادتی کا ضامن ہوگا۔ اگر مرتد نے
حالت ردت میں کچھ قرضہ لیا اور اُسکے عوض ایسا اسباب جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا رہن کیا پھر حالت ردت میں قتل
کیا گیا تو رہن باطل ہے اور مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ تلف ہوگیا اور قیمت مذکور اُسکے وارثوں کو واپس دیگا
اور اُسکا ادا قرضہ اُسکی ردت کی کمائی میں شمار ہوگا اور اگر قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون اُسکی ردت کی کمائی ہو تو مرتہن
اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت اور جو کچھ اُسنے ردت میں کمایا ہے سب غنیمت میں شمار ہوگا پس مرتہن اپنا قرضہ اُس
اُس مال سے جو اُسنے ردت سے پہلے کمایا ہے لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور غائب ہوگیا پھر
مرتہن نے اُسکو آزاد پایا پس اگر غلام نے وقت رہن کے اپنی رقیت کا اقرار کیا ہو تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ نہیں لے سکتا
ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک عورت سے ہزار درم مہر پر نکاح کیا اور مہر کے عوض ہزار درم قیمت کا اسباب
رہن دیدیا پھر وہ مال مرہون عورت کے پاس تلف ہوگیا بعد ازانکہ اُس عورت سے دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق
دے چکا ہے تو عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر رہن تلف ہو پھر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت پر آدھا مہر واپس دینا
واجب ہوگا اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور مہر بیان نہوا پھر اُسکے مہر المثل کے عوض اُسکو کچھ مال رہن دیا اور وہ اُسکے
پاس تلف ہوا حالانکہ اُس مال سے وفاے مہر المثل تھی تو عورت مذکور اپنے مہر المثل کی بھر پانے والی ہوگی اور اگر اُسکے
ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور پر اُسکے متعہ المثل سے زائد کا واپس کرنا واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں
ہے۔ ایک شخص سرا ے میں گیا اور سرا ے والے نے کہا کہ میں تجھے اترنے نہ دونگا یہانتک کہ مجھے کچھ دے اُسنے کچھ چیز دی
اور اُسکے پاس تلف ہوئی پس اگر میت کے واسطے رہن ہو تو اُسکا تلف ہونا اسی کے عوض ہوگا اور اگر اس سبب سے کہ وہ
سارق تھا تو ضامن ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن نہوگا اسواسطے کہ قبضے میں اُسپر اکراہ ثابت نہیں
ہوا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ہشام رہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ غصب میں جس چیز کی ضمان غاصب کو
دینی پڑتی ہے جب وہ رہن ہوگی تو مرتہن کا قرضہ بھی اسی حساب سے ساقط ہوگا اور جس چیز کا تاوان غصب میں نہیں ہوتا
ہو رہن کی صورت میں بھی اس چیز کی وجہ سے مرتہن کا کچھ قرضہ ساقط نہوگا چنانچہ اگر غلام نوجوان غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ
میں بڈھا ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسیطرح رہن کی صورت میں اسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا یہ ظہیریہ میں ہے اور
اگر امرد ہو پھر وہ داڑھی والا ہوگیا تو ضامن نہوگا بخلاف اسکے اگر ایسی باندی جسکے کو نچوں کا اُبھار ہے غصب کی پھر اُسکی چھاتیاں

لہ اپنے بقدر متعہ کے عورت کا حق ہے اور باقی واپس کرے ۱۲ منہ ٹ کیونکہ اسوقت مہر لازم نہ تھا پس الرہن نہوگا بلکہ امانت ہوگا ۱۲ منہ

ٹھیک نہین تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ نقصان ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے چالیس درم کی پوستین بعوض دس درم کے رہن کی پھر اُس مین سوس پڑگئی جنھون نے اُسکو چاٹ لیا حتے کہ اُسکی قیمت دس درم رہگئی تو راہن اُسکو ڈھائی درم مین چھوڑا سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہون اُسنے اُس قرضہ کے عوض دو ہزار درم کا غلام رہن دیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر مرتہن نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہی اُس سے راہن نے غصب کر لیا ہی تو راہن کے حق مین مرتہن کے قول کی تصدیق نہوگی اور راہن قرضہ ادا کرکے غلام مذکور لے لیگا اور مقرلہ کو اُس کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور نہ اُس مال کے لینے کی کوئی راہ ہوگی جسکو مرتہن نے وصول کیا ہی اور اگر غلام مذکور مرتہن کے پاس مرگیا تو باعتبار ظاہر کے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہوگا اسواسطے کہ مرہون کی قیمت مین وفاے قرضہ ہی بلکہ اور کچھ زیادتی ہی پس مرتہن اُسکی پوری قیمت کا مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے بدون اُسکی اجازت کے اُسپر قبضہ کیا تھا اور مرتہن کا اقرار خود مرتہن پر حجت ہی پس پوری قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ عین کا واپس دینا بسبب مرجانیکے متعذر ہو گیا ہی اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے شخص کے مملوک ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اسپر فلان شخص کے ہزار درم قرضہ ہین کہ جنکو اس غلام نے تلف کر دیا ہی اور وہ غلام مرتہن کے پاس مرگیا تو مقرلہ ہزار درم مرتہن سے لے لیگا اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونیکا اقرار کیا اور راہن نے عقد رہن مین اپنے درمیان ایک شخص کو عادل قرار دیا اور اُسکو مختار کر دیا ہی کہ اس غلام مرہون کو فروخت کرکے اس سے مرتہن کا قرضہ دیدے پھر عادل نے اُسکو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری کو دیدیا اسنے قبضہ کر لیا اور مرتہن نے اُسکا تمام ثمن وصول کرکے اُسمین سے ہزار درم مرتہن کو دیدیے اور ہزار درم راہن کو دیے پس اگر مقرلہ نے بیع کی اجازت دیدی تو جو ہزار درم مرتہن نے لیے ہین اُنکو لے لیگا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت ندی تو مقرلہ کو مرتہن سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ اسنے فلان شخص کے دو ہزار درم تلف کیے ہین اور باقی مسئلہ بحالہ ہی تو مرتہن نے جو ہزار درم وصول کیے ہین اُنکو مقرلہ کو دیدیگا خواہ اُسنے بیع کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر غلام نے مرتہن کے پاس راہ مین ایک کنوان کھودا پھر راہن نے فک رہن کرا کر غلام لے لیا تو اسمین چار صورتین ہین اول آنکہ اسمین ایک چوپایہ گرا پھر دوسرا چوپایہ گرا دوم اسمین انسان گرا پھر ایک آدمی گرا سوم اُسمین ایک آدمی گرا پھر ایک چوپایہ گرا چہارم اُسمین چوپایہ گرا پھر ایک آدمی گرا پس اگر اُسمین چوپایہ گر کر تلف ہوا جسکی قیمت ہزار درم تھی تو غلام مذکور فروخت کیا جائیگا اور قرضہ ادا کیا جائیگا الا اس صورت مین کہ مولے اُسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا پھر اگر ہزار درم کو فروخت کیا گیا اور اُنکو چوپایہ کے مالک نے لے لیا تو مرتہن سے جو کچھ اُسنے اداے قرضہ مین لیا ہی اُسکو راہن واپس کر لیگا پھر اگر اُسمین دوسرا چوپایہ گرا جسکی ہزار درم قیمت ہی تو وہ پہلے چوپایہ کے مالک کے ساتھ شریک ہوکر جو کچھ اس نے لیا ہی اُسکا نصف لے لے گا اور پہلا چوپایہ والا راہن سے کچھ نہین لے سکتا ہی۔ اور اگر اُس کنوین مین کوئی آدمی تلف ہوا اور غلام اُسکے عوض دیدیا گیا تو راہن نے جو مال مرتہن کو اداے قرضہ مین دیا ہی اُس سے واپس کر لے گا اور اگر غلام دیدیے جانے کے بعد

اُسمین دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام مین شریک ہوجائے گا اور اگر اسمین کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کر کے اُسکے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُسکی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اسمین کوئی آدمی گر کر مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین کوئی آدمی گر کر مرگیا اور اس جنایت مین غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اسمین کوئی چوپایہ گر کر مرگیا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ یا تو اس غلام کو فروخت کر یا قرضہ ادا کر اسواسطے کہ دونون جرم وقت چاہ کندن کیطرف مستند ہین پس ایسا ہوا کہ گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونون ساتھ ہی گرے ہین اور اگر دونون ساتھ گرتے اور ولی جنایت کو غلام مجرم دیدیا جاتا تو ولی جنایت اُسکے فروخت کرنے یا اسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہوگا دو غلامون نے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اسمین غلام مرہون گر کر مرگیا اور وہ دونون اس جرم مین دیدیے گئے پھر ان دونون مین سے بھی ایک غلام اسمین گر کر مرگیا تو آدھا قرضہ باطل ہوجائے گا اور اُسکا خون ہدر ہوگا اس لیے کہ یہ دونون غلام اول کے قائم مقام ہوکر اُسکے حکم مین ہین اور اگر غلام اول کنوئین مین اس طرح گرتا کہ جس سے اسکا نصف زائل ہوتا مثلاً اُسکی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہوجاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اسصورت مین بھی ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اگر غصب کیے ہوے غلام مرہون نے راہ مین ایک کنوان کھودا یا ایک پتھر ڈالدیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن کو واپس کر دیا پھر راہن نے اسکا فک رہن کر لیا اور قرضہ دیدیا پھر اُس کنوئین مین ایک آدمی گر کر مرگیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس ان دونون مین سے جو بات وہ کرے بہر حال اُس غلام کی قیمت غاصب سے واپس لیگا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہوگیا پس جسقدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لیگا بشرطیکہ قرضہ اور رہن دونون برابر ہون تاکہ فدیہ مال مرتہن سے ہوجاوے اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دیدینے کے بعد اُسکے پتھر ڈالے ہوے سے کوئی آدمی تلف ہو تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ اسکا نصف دیدے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو اور اسمین راہن یا دوسرا شخص گر کر مرگیا تو مرتہن کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اُس غلام کی قیمت واجب ہوگی بجاے اُس غلام کے رہن رہیگی اسی طرح اگر اُسکو کسی چوپایے کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپایے نے کسی آدمی کو روند کر مارڈالا تو راہن یا مرتہن مین سے جس نے دوسرے کی اجازت سے اُسکو بھیجا ہے اُسی سے اُس غلام کے دیدینے کا مواخذہ کیا جائیگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُس کنوئین مین کوئی غلام گرا جس سے اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو غلام مرہون دیدیا جاویگا یا اُسکا فدیہ دیا جاوے گا بمنزلہ ایسی صورت کے کہ اگر وہ غلام اُسکی دونون آنکھین اپنے ہاتھ سے نکال ڈالتا تو یہی حکم تھا اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہوگیا پھر اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہے گا اور اس اندھے غلام کو اُس فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لے لیگا اور وہ اسی کا ہوگا اور اگر اُس نے غلام مرہون کو دیدیا اور اندھا غلام لے لیا

---

۵ قولہ تو الخ یعنے ولی مقتول جس کے پاس بالفعل وہ غلام موجود ہے اس سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اُسکو فروخت کر کے حصہ رسد لے لے ۱۲

تو بجائے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا۔ اور اگر اُس کنوئین مین دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیائے مقتول اپنے حصہ کے حساب سے کنوان کھودنے والے غلام مین شریک ہوجاوینگے یا جسکے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اُسکا فدیہ دیگا اور راہن کے ذمہ اس جرمانہ مین سے کچھ بھی لاحق نہ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کریگا اُسکی قیمت مجھپر ہے اور باہمی خرید فروخت سے پہلے اسکے عوض کچھ اسکو رہن دیدیا تو یہ جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اُسکے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملا دون تو جو قرضہ اُسپر ہے وہ مجھپر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول لہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہین ہے اسواسطے کہ کفالت بمال کا ہنوز وقت نہین آیا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اسکی طرف سے قرضہ کی کفالت کر لی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہے دو شخصون مین سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہین پھر دونون نے اُس اپنے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن لیکر دونون نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر دونون مرتہنون مین سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہین ہے اور یہ زمین ہمارے قبضہ مین بطور تلجیہ کے ہے تو امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمد رحنے فرمایا کہ رہن باطل نہوگا بلکہ اپنے حال پر رہیگا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کر ڈالا اور قاتلہ اس جرم مین دیدی گئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کانی ہوگئی تو قرضہ کے چوالیس حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوجائیگا یعنی بائیس درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہونگے مگر اُس مین سے ایک درم کا چوالیسوان حصہ کم ہوگا اور باقی کو راہن ادا کریگا یعنی نو سو ستتر درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسوان حصہ ادا کریگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہے اور قرضہ ان دونون پر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت معتبر ہے اور وہ ہزار درم ہے اور بچہ کی روز الفکاک کی قیمت معتبر ہے اور وہ بھی ہزار درم ہے پھر جب اُس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اُسکے عوض دیدی گئی تو جو قرضہ باقی رہا ہے وہ اُس کے مقابلہ مین ہوگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اُسکے قائم مقام ہے گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہے پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر تو قرضہ اُسکے مقابلہ مین ہے یعنی پانچ سو درم وہ اس قاتلہ کی قیمت یعنی سو درم پر اور اسکے بچہ کی قیمت یعنی ہزار درم پر منقسم ہوگا پس نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوئے تو پہلے بچہ کے مقابلہ مین جو نصف قرضہ ہے اُسکے بھی گیارہ حصہ کیے جاوینگے پس سب بائیس حصہ ہوئے جنمین سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہے جسمین سے آدھا بوجہ کانی ہوجانے کے جاتا رہا پس کسر ہوجانے سے اسکا دو چند کرنے سے چوالیس حصے ہوگئے جنمین سے بیس[1] حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہین اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہین جسمین سے ایک حصہ اُسکے کانی ہوجانے کیوجہ سے جاتا رہا پس یہی معنی امام محمد رحکے

[1] قولہ بیس حصہ اصل مین مذکور ہے اثنان وعشرون فی الولد الثانی یعنے بائیس بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہونگے اقول یہ غلط ہے بلکہ بیس حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے چاہیے ہین اور اول بچہ کے مقابلہ مین بائیس حصہ ہین پس قولہ فی ولد الثانی غلط ہے صحیح یہ ہے فی الولد الاول بہرحال اس عبارت مین دو مقام سے ایک مقام پر بدون تغلیط کے توجیہ نہین ہوسکتی ہے و یحتمل الغلط من الناسخ عار اس التعرض علی الاکابر فتامل ۱۲

قول کے ہیں کہ قرضہ کے چوالیس حصوں میں سے ایک حصہ ساقط ہوگا یہ کافی میں ہے

بارھواں باب - رہن میں دعوی اور خصومات واقع ہونے اور اُسکے متعلقات کے بیان میں۔ اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصوں نے ایک ہی شخص پر اس طرح دعوی کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ میں نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہے اور میں نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہے تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ راہن کی زندگی میں ایسا دعوے واقع ہوا ہو پس اس میں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ مال مرہون دونوں مدعیوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہو اور اس صورت میں اگر دونوں نے تاریخ نہ لکھی ہو یا تاریخ لکھی ہو مگر دونوں کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت ہو تو سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعوی خرید کی صورت میں ہوتا ہے دوم یہ کہ مال مرہون دونوں کے قبضہ میں ہو سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ میں ہو اور ان دونوں صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن میں سے کچھ بھی ڈگری نہ کیجائیگی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہوگی بمقابلہ اُسکے نصف حق کے مگر ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں ایسا ہی روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے اور روایت ابو حفص میں ہے کہ قیاساً و استحساناً دونوں میں کسی کے نام رہن میں سے کچھ ڈگری نہ ہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو حکم روایت ابو سلیمان میں مذکور ہے وہی اصح ہے۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعوی واقع ہوا اور اس میں بھی تین صورتیں ہیں اور سب صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونوں نے لکھی ہو تو جب رہن دونوں کے قبضہ میں یا راہن کے قبضہ میں ہو تو قیاساً یہ حکم ہے کہ دونوں میں سے کسی کے نام کچھ استحقاق ڈگری نہ ہوگی اور یہ دونوں بھی راہن کے اور قرضخواہوں کے برابر تصور کیے جاوینگے اور قیاسی حکم کو امام ابو یوسف رح نے اختیار کیا ہے اور استحساناً ہر ایک کے نام اُسکے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفا نصف کی ڈگری کیجائیگی کہ مال مرہون فروخت کر کے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائیگا پھر اگر ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو بچا ہوا باقی قرضخواہوں اور راہن کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحسانی کو امام ابو حنیفہ رح نے اختیار کیا ہے اور امام محمد رح کا قول کتابوں میں مضطرب ہے یہ سب اُس صورت میں ہے کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونوں نے دعوی کیا ہو۔ اور اگر دو شخصوں سے رہن لینے کا دعوی کیا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور مال مرہون دونوں میں سے ایک مدعی کے قبضہ میں ہے تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ قابض و غیر قابض دونوں مدعیوں کے دونوں راہن غائب ہوں تو اس صورت میں قابض کے نام ڈگری ہوگی اگرچہ دونوں نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو اور اگر دونوں راہن حاضر ہوں تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک راہن حاضر ہو اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے نام جبتک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہ ہوگی اور جب وہ آجائیگا تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط میں ہے

دوم ۱۲

ف قال المترجم قال فی الاصل المرتہن مکان الراہن وہو غلط عند المترجم فتامل ۱۲ [illegible] راہن ۱۲ [illegible]

ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اسکو فلان شخص کے پاس جو غائب ہے بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اُسنے مجھ سے لیکر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدعی کے نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اسواسطے کہ قابض اُسکا خصم یعنی مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعوی کرتا ہے پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہے کہ اُس سے لیکر ایک عادل کے پاس رکھا جائیگا۔ اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے میں نے فلان شخص سے اسکو بعوض اسقدر قرضہ کے رہن لیا ہے اور اس قابض نے مجھ سے غصب کر لیا ہے یا مستعار لیا ہے یا اجارہ پر لیا ہے اور اس دعوی پر گواہ قائم کر دیے تو میں اُس غلام کو مدعی کو دیدونگا ایسا ہی امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ اسمین غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہے حالانکہ اس مقدمہ میں اُسکی طرف سے کوئی خصم نہیں ہے و لیکن یہ ڈگری کرے گا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہے جیسا کہ اُسکے گواہوں نے گواہی دی ہے پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کرے گا اور قابض اس مقدمہ میں اُسکا خصم ہے اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعوی نہ کیا ہو کہ اس صورت میں قابض اُسکا خصم نہیں ہو سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے حیل الخصاف میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں مال مرہون ہے اور راہن غائب ہے اور مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے نام اسکا سجل عطا کرے حکم دے کہ یہ مال اُسکے قبضہ میں رہن ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مرتہن ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعوی کر اور مرتہن کو قاضی کے پاس لیجا پس مرتہن قاضی کے سامنے گواہ پیش کریگا کہ یہ غلام[1] میرے پاس رہن ہے پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہوں کی سماعت کریگا اور اُسکے پاس رہن ہونے کی ڈگری کر دیگا اور اجنبی کی خصومت اُسکے ذمہ سے دفع کریگا کہ پس یہ حکم خصاف کی طرف سے اس امر کی تنصیص ہے کہ رہن پر گواہی کی سماعت ہوتی ہے اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام محمدؒ نے دعوی الجامع اور بعض مواضع اصل میں ذکر کیا ہے اور بعض مواضع رہن الاصل میں ایسی گواہی کی سماعت کیواسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور مشائخ رحمہم اللہ اسمیں اختلاف کرتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ رہن الاصل میں جو راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے وہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یہ لفظ ہے کہ راہن کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت کیواسطے حاضری راہن شرط نہیں ہے اور دوسری روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نہ کریگا شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الحیل میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے مؤلف کہتے ہیں کہ امام محمدؒ نے سیر کبیر میں اسکے نظائر میں یوں فرمایا ہے کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت میں آیا اور تقسیم سے پہلے مرتہن نے اسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرے پاس فلان شخص کیطرف سے رہن ہے اور اسکو لے لیا تو حکم غائب پر رہن کرنے کا نہوگا اگر راہن نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور میں نے تجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو

---

[1] یعنے راہن کے غائب ہونے کی صورت میں جو حکم ہوتا ہے کہ وہ غائب کے حق میں موثر نہیں ہوتا ہے اگرچہ گواہی کی سماعت ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

مرتہن کے گواہ قبول ہونگے بشرطیکہ کپڑا و غلام دونوں مرتہن کے پاس موجود ہوں اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں اور
جس چیز کے رہن کرنے کا دعوی کرتا ہے اُسکی قیمت زیادہ ہو اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر مرتہن نے کہا کہ تونے غلام و کپڑا دونوں میرے پاس رہن کیے اور میں نے تجھسے لیکر دونوں پر اپنا قبضہ کیا ہے اور
راہن نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوی کر کے
گواہ قائم کیے کہ میں نے اس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اُسنے میرے پاس سے
لیکر قبضہ کیا ہے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا اور یہ نہیں معلوم کہ اُسنے رہن کے ساتھ کیا کیا ہے تو مرتہن غلام کی پوری قیمت
کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہوا تو اُسکے لیے اس قیمت میں سے ہزار درم محسوب کر دیے جاوینگے اور باقی
راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے اقرار کر لیا مگر دعوی کیا کہ وہ مر گیا ہے تو پورے ضمان واجب ہونگے اسواسطے کہ قرضہ
سے زائد کے بارہ میں وہ امین تھا اور اسکی طرف سے انکار ثابت نہیں ہوا تاکہ ضامن ہو (یعنی قرضہ سے ساقط ہوا اور ضمان اُٹھ) - اور اگر اُسنے رہن سے
انکار نکیا مگر پانچسو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مرہون یہ غلام ہے تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اسواسطے کہ
گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ مرہون دو ہزار درم قیمت کا ہے اور جسکو وہ لایا ہے وہ ایسا نہیں ہے تو ظاہر حال
اُسکی تکذیب کرتا ہے پس اُسکا قول قبول نہوگا اگر اُسنے اس سے انکار کیا یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص کے دوسرے پر
ہزار درم قرضہ ہوں اور وہ اسکا مقر ہو پھر قرضخواہ نے دعوی کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ کے
عوض رہن دیا تھا اور میں نے اُسپر قبضہ کیا تھا اور قرضدار اس سے انکار کرتا ہے تو قرضخواہ کے گواہوں پر رہن کی
ڈگری کیجائیگی - اور اگر قرضدار رہن کا قرضخواہ پر دعوی کرتا ہو اور قرضخواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرتہن کے پاس رہن
قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرضخواہ کے گواہوں پر قاضی رہن کی ڈگری نہ کریگا اور روایت کتاب الرجوع
عن الشہادات کے موافق ڈگری کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان
مدیون کے ڈگری کریگا اسواسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہیں ہو سکتا ہے پس اصل سے انکار عقد پر محمول
کیا جائیگا پس گواہوں سے راہن اُسکو ثابت کر سکے گا اور اگر راہن نے مرتہن پر گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکو رہن دیا ہے اور قبضہ
کرا دیا ہے مگر گواہوں نے رہن کی تعیین نہ کی اور نہ اُسکو پہچانا تو مرتہن سے رہن کو دریافت کیا جائیگا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
اُسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب گواہوں نے اقرار مرتہن کی گواہی دی
کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میں نے قبضہ کیا ہے - اور اگر اُنھوں نے شے مجہول رہن کرنے و قبضہ کرنے کی گواہی دی اور
معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کرے گا - اگر ایک شخص نے گواہ دیے کہ میں نے یہ کپڑا اس قابض کے
پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے گواہ دیے کہ میں نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار
دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہے کیونکہ رہن کا ورود ایداع پر ہوتا ہے اگرچہ رہن پر ایداع کا ورود نہیں ہوتا ہے
الا برضاء مرتہن اور اگر راہن نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہے اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کیے تو اسکو بیع قرار دونگا

۱؎ ودیعت رکھنے کے بعد اس چیز کو مرہون کر سکتا ہے بخلاف اسکے اگر مرہون ہو تو رہن پر ودیعت رکھنا طاری نہیں ہو سکتا ۱۲ ع

اور رہن باطل کردیگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اُسنے رہن کیا پھر بیع کیا ہی اسواسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہو سکتا ہی یہ
ذخیرہ مین ہی اور اگر راہن نے رہن کا دعوی کرکے گواہ قائم کیے اور مرتہن (۱) نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ
کرلیا ہی تو مین ہبہ کے گواہ قبول کرونگا۔ اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دوسرے نے رہن اور قبضہ
کرنے کا دعوی کیا اور دونون نے گواہ پیش کیے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ مین ہی تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے لیکن اس
صورت مین قبول ہونگے کہ جب یہ معلوم ہوجاوے کہ رہن ہونا خرید سے پہلے تھا۔ اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ مین ہو تو اُسکو
رہن قرار دونگا الا اس صورت مین ایسا نہ کرونگا جب مشتری گواہون سے ثابت کراوے کہ خرید پہلے واقع ہوا تھا اور اگر راہن
پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعوی کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعوی کیا اور دونون مدعیون نے راہن پر گواہ قائم کیے
اپنے اپنے دعوی اور قبضہ کے تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے الا اُس صورت مین قبول ہونگے کہ جب دوسرا گواہون سے
ثابت کرادے کہ صدقہ و ہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مستودع یا مضارب نے
مال تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور رب المال نے ان دونون کے ذمہ تلف کرڈالنے کا دعوی کیا اور دونون نے باہم صلح کی
اور مدعا علیہ نے رب المال کو اسکے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ضامن ہوگا
اور دوسرے کے موافق ضامن ہوگا اور یہی امام محمد رح کا قول ہی چنانچہ یہ مسئلہ تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہی اگر ایک شخص کے
پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اُسکو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہوگیا تو وہ امانت مین تلف ہوا
اسواسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہی پس جبتک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نہ کیا ہو تبتک اُسپر قبضہ رہن
ثابت نہوگا اور بدون گواہون کے عدم قبضہ کے باب مین اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہی
اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ اسنے بحکم رہن اُسپر قبضہ کرلیا ہی اور اسکے بعد وہ مال تلف ہوا ہی اور مرتہن نے گواہ دیے کہ میرے
پاس بحکم قبضہ ودیعت تلف ہوا ہی قبل اسکے کہ اُسپر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُس سے استیفاء
قرضہ ثابت ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر راہن دو شخص ہوں اور مرتہن نے دونون پر رہن کا دعوی کیا اور دونون مین سے
ایک پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ مین دیا ہی اور رہن اُن دونون کی ملک ہی اور وہ دونون
اس سے انکار کرتے ہین تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جسپر اُسنے گواہ قائم نہین کیے ہین اُس سے قسم لے پس اگر اُسنے قسم سے
انکار کیا تو دونون پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہوجائیگا یعنے قسم سے انکار کرنے والے پر بسبب انکار قسم کے اور
دوسرے پر بسبب گواہون کے اور اگر اُسنے قسم کھالی تو اسکے حق مین رہن ثابت نہوگا اور اُسکے حق مین رہن کی ڈگری نہ کیجائیگی
اور دوسرے کے حصہ مین بھی رہن کی ڈگری نہین کیجائیگی اسواسطے کہ اگر اُسکے حق مین رہن کی ڈگری کرین تو مشاع کے رہن کی
ڈگری ہوئی جاتی ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر راہن ایک ہو اور مرتہن دو ہون پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے اور میرے
ساتھی نے یہ کپڑا تجھ سے سو درم کو رہن لیا ہی اور گواہ قائم کیے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے

(۱) مرتہن سے یہ مراد نہین کہ وہ فی الواقع مرتہن ہی بلکہ مدعی رہن نے جسکو مرتہن ٹھہرایا ہی اُس نے ہبہ مقبوضہ کا دعوی کیا ۱۲

(۲) مگر الا آنکہ رہن مشاع جائز نہین ہی اور حکم قاضی لازم ہوتا ہی دیکھا نہ جاوین ۱۲ منہ

رہن نہین کیا ہی حالانکہ دونون نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہی اور راہن نے رہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکے رہن ہونے کی ڈگری کرونگا اور جس مرتہن نے اُسکے مرہون ہونے پر گواہ قائم کیے ہین اُسکے قبضہ مین اور عادل کے قبضہ مین رکھونگا پھر اگر راہن نے مرتہن کو جسنے گواہ قائم کیے تھے قرضہ ادا کر دیا تو مال مرہون رہیگا پس اگر مرہون تلف ہو گیا تو جسنے گواہ قائم کیے تھے اُسکا حصہ مال گیا اور رہا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہوگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون کی تکذیب کی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا مستعار لیا تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور قبضہ کرکے اُسکو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہو چکا ہی پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہی اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کر دینے سے پہلے ہی تلف ہو گیا ہی اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہن کرنے سے پہلے تلف ہوا ہی تو بھی یہی حکم ہی کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مرتہن کے پاس کپڑا تلف ہو جانے کے بعد اس مسئلہ مین راہن و مرتہن و مالک نے کپڑے کی قیمت مین اختلاف کیا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعوض پانچ درم کے رہن کرے اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہو جائیگا۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو درم کے عوض کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُنکی گواہی باطل ہی اور بالکل رہن ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سو درم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اگر ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہن سو درم کا مدعی ہو تو دونون کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر مرتہن ڈیڑھ سو درم کا دعوے کرتا ہو تو سو درم پر اُنکی گواہی قبول ہوگی اور سو درم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کی جائیگی اور یہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہی یہ محیط مین ہی

کتاب الجنایات

اور اسمین سترہ باب ہین

باب اول۔ جنایت کی تعریف و اُسکے انواع و احکام کے بیان مین۔ جنایت شرع مین فعل محرم کا نام ہی خواہ

مال مین ہو یا نفس مین ہو لیکن فقہاء کے عرف مین اسم جنایت کا اطلاق نفس و اطراف مین تعدی کرنے پر ہوتا ہے کذا فی التبیین اور جنایت نفس ہو تو اسکو قتل کہتے ہین اور وہ بندون کی طرف سے ایک فعل ہی جس سے حیات زائل ہوجاتی ہی اور جنایت اطراف کو قطع و جرح کہتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ جنایت کی دو قسمین ہین ایک موجب قصاص ہی وہ جنایت عمد ہی اور دوسری موجب قصاص نہین ہی اور جو موجب قصاص ہی اسکی دو قسمین ہین ایک جو نفس مین ہو اور دوسری جو نفس سے کم مین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ قتل پانچ طرح پر ہوتا ہی عمد و شبہ عمد و خطاء و قائم مقام خطا و قتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہین جو بغیر حق ہون جس سے احکام متعلق ہوتے ہین پس عمد وہ ہی جو تعمداً ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزاء جسم جدا کر ڈالنے مین ہتھیار کے قائم مقام ہی جیسے دھار دار لکڑی و پتھر و نرکل کی کھپاچ و آگ یہ کافی مین ہی۔ اور اسکا نتیجہ گناہ ہی اور قصاص ہی الا اُس صورت مین قصاص نہین ہی کہ جب اولیاء مقتول معاف کر دین یا صلح کر لین اور ہمارے نزدیک اسمین کفارہ نہین ہوتا ہی کذا فی الہدایہ اور اُسکے احکام مین سے یہ ہی کہ قاتل میراث سے محروم ہوجاتا ہی اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہی یا شبہ کیوجہ سے قصاص متعذر ہونیکی وجہ سے مال واجب ہوتا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی اور شبہ عمد یہ ہی کہ عمداً ایسی چیز سے مارے جو ہتھیار نہین ہی اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر بڑے پتھر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمد ہی اور شبہ عمد یہ ہی کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہین ہوتا ہی مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی اور اسکا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہی اور اسکا کفارہ یہ ہی کہ مسلمان باندی کو آزاد کرے پس اگر نہ پاوے تو پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہی کذا فی الکافی اور یہ تغلیظ جبھی ظاہر ہوتی ہی کہ جب اونٹون سے دیت واجب ہو دوسری چیز مین نہین ظاہر ہوتی ہی اور شبہ عمد مین بھی قاتل میراث سے محروم ہوتا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور نفس تلف کرنے سے کم مین شبہ عمد نہین ہوتا ہی۔ امام قدوری نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ جان تلف کرنے مین جو شبہ عمد قرار دیا گیا ہی وہ جان تلف کرنے سے کم مین عمد ہی یہ محیط مین ہی اور خطا سے قتل کرنا دو طرح پر ہی ایک قصد مین خطا ہونا وہ یہ ہی کہ مثلاً ایک شخص کو شکار گمان کرکے تیر مارا یا پھر وہ آدمی نکلا یا حربی۲؎ سمجھکر اسکو مارا پھر وہ مسلمان نکلا دوم فعل مین خطا ہونا اور وہ یہ ہی کہ نشانہ کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا۔ کذا فی الہدایہ اور اُسکا نتیجہ کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہی اور کفارہ واجب ہونے اور دیت واجب ہونے مین ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکسان ہی اور دونون صورتون مین گناہ نہین ہی خواہ قصد مین خطا ہوئی ہو یا فعل مین ہوئی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہی منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کسی شخص پر تو نے عمداً ضرب کا قصد کیا پھر اسکی جس جگہ کا قصد کیا اُسکے سواے دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ محض عمد ہی اور اگر اس شخص کے سواے دوسرے آدمی کے لگا تو یہ خطا ہی اور ہشام نے فرمایا کہ اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص نے عمداً قصد کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ مین ضرب لگاوے

۱؎ یعنے مثلاً نفس یعنے جان کو ہلاک کر دے یا اطراف یعنے ہاتھ پانون کان ناک آنکھ وغیرہ کسی کو زخمی یا ضائع کرے فافہم ۱۲

۲؎ حربی سے مراد وہ کافر جو مسلمانون سے لڑتے ہین اور وہ یہان امان لیکر نہین آیا ہی ۱۲

پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر زخم پڑا اور گردن الگ ہوگئی اور وہ قتل ہوگیا تو یہ قتل عمد ہے اور اس
میں قصاص لازم ہوگا اور اگر اُسنے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر زخم پڑا جس سے
وہ قتل ہوگیا تو یہ خطا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ بقالی میں ہے کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانیکا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب
اسکی آنکھ پر پڑی تو اس جرم پر اُسکے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمداً ضرب کا قصد کیا ہے اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر
قصاص آیا ہو کہ اُسکو جائز ہو کہ اُسکا قصاص میں ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُسنے قصد کیا کہ اُسکے ہتھیلی پر تلوار مارے
پس تلوار اُسکے مونڈھے پر پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اُسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہے
مگر اسمیں قصاص نہوگا کیونکہ اُسکو روا تھا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر پر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے
اُس شخص کے لگا تو یہ خطا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور
ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر ٹوٹ کر اُسکے لگا اور اُسکو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہے اور اگر کوئی کپڑا امرد کر کسی شخص کے سر پر مارا
جس وجہ سے موضحہ زخم آیا تو وہ عمد ہے اور اگر اس زخم سے وہ مرگیا تو خطا ہو جائیگا یہ عیون میں مذکور ہے کذا فی المحیط اور جو خطا کے
قائم مقام ہے وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص سوتا ہوا حالت خواب میں کروٹ لیکر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو نہ عمداً نہ خطا ہے
کذا فی الکافی جیسے کوئی شخص کوٹھے پر سے کسی شخص پر گرا اور وہ مرگیا یا اُسکے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی
شخص پر گری اور وہ مرگیا یا کسی سواری کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی المحیط اور اسکا حکم وہی ہے جو
خطا سے قتل کرنے کا حکم ہے کہ قصاص ساقط ہوتا ہے اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہے اور میراث سے محروم ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ
میں ہے۔ اور قتل بسبب کی یہ صورت ہے کہ جیسے راہ میں کنواں کھودا[1] یا اپنی ملک کے سوا غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی میں ہے۔
اور اگر ایک شخص کے چوپایہ نے کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اُسکو ہانکے لیے جاتا تھا یا آگے سے اُسکی ڈوری کھینچے لیے
جاتا تھا تو بھی قتل بسبب ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور اسکا نتیجہ و حکم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے
تو متلف کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسمیں کفارہ وہ میراث سے محروم ہوتا نہیں ہوتا ہے یہ کافی میں ہے

باب دوم۔ کون شخص قصاص میں قتل ہوسکتا ہے اور کون نہیں۔ آزاد کے قصاص میں آزاد قتل کیا جاوے یہ
کنز میں ہے۔ اور مذکر کے قصاص میں مذکر اور مونث کے قصاص میں مونث قتل کیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور آزاد کے
قصاص میں آزاد اور غلام کے قصاص میں غلام قتل کیا جائے گا یہ محیط کی آٹھویں فصل میں ہے۔ اور مسلمان کے
قصاص میں کافر قتل کیا جائے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور ذمی کے قصاص میں مسلمان اور ذمی کے قصاص
میں ذمی قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہوگیا تو بلا خلاف قتل کیا جائیگا یہ محیط
میں ہے۔ اور اگر حربی کو جو امان لیکر دار الاسلام میں آیا ہے کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا
یہ تبیین میں ہے۔ اور جو حربی امان لیکر آیا ہے اگر اُسنے دوسرے حربی کو جو امان لیکر آیا ہے قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایۃ
کے موافق قصاص نہ لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اسپر قصاص واجب نہوگا
بلکہ دیت واجب ہوگی ۱۲

[1] کھودا یعنی اس کنوئیں میں گر کر مرا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر کوئی مر گیا ۱۲ [2] یعنی ہمارے نزدیک نہیں ہوتا ہے ۱۲ [3] یعنی اس سے قصاص لیا جائیگا اسمیں خلاف نہیں

اور اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب میں داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ میں قید ہوگیا ہے دار الحرب میں قتل کیا تو سب کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک دیت بھی نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اس کے مال میں دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور صغیر کے عوض کبیر اور اندھے اور لنجے کے عوض تندرست قتل کیا جائے گا یہ کافی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو جو نزع کی حالت میں ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نہ رہتا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور لڑکوں نابالغوں کے باہمی قتل میں قاتل پر قصاص نہیں ہے اور لڑکے کا عمد و خطا ہمارے نزدیک یکساں ہے حتے کہ دونوں صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اُس لڑکے کے مال میں واجب ہوگی اگر اُس نے عمداً بھی قتل کیا ہے اور خطا کی صورت میں ہمارے نزدیک اُس پر کفارہ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر معتوہ یا مجنون نے حالت جنون میں کسی کو قتل کیا تو اُسکا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص حالت صحت میں ہو اور بعلاج تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جسکے اعضا میں صورت نقصان ہو یا معنی نقصان ہو جیسے شل ہوگیا یا اس کے مثل کچھ ہوگیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائیگا اور مجنون بعوض عاقل کے قتل نہ کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اسکے کہ ولی مقتول کے سپرد کیا جائے قاتل مجنون ہوگیا تو استحساناً اُس پر قصاص نرہے گا اور دیت واجب ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہو جائے اور ولی مقتول کے دیے جانیکے بعد قاتل مجنون ہوگیا تو قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ عیون میں ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائے گا اور استحساناً اُس سے دیت لیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی صغرے میں ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی اُسکو افاقہ ہو جاتا ہو اگر اُسنے حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص میں قتل کیا جائیگا پھر اگر وہ بعد قتل کرنیکے مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہو جاوے تو اُسکے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جائیگا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہوگا یہ خلاصہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہوگیا اور اُس پر گواہوں نے قتل کرنے کی گواہی دی مگر ایسی حالت میں کہ وہ معتوہ تھا تو میں استحساناً قصاص کا حکم نہ دونگا بلکہ اسکے مال سے دیت دلاؤنگا یہ محیط میں ہے۔ اور جسپر قصاص واجب ہوا اگر وہ مرجاوے تو قصاص ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر فرزند نے والد یا والدہ یا سگے دادا و پردادا وغیرہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ یا سگے نانا و پرنانا وغیرہ یا سگی نانی و پرنانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص میں قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ باپ اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا اور سگا دادا و پردادا وغیرہ و سگا نانا و پرنانا وغیرہ اس حکم میں بمنزلہ باپ کے ہیں اسی طرح اگر والدہ یا سگی دادی

ف معلوم ہوا اسواسطے کہ اس کا خون مباح نہیں ہے بخلاف اسکے کہ اگر قیدخانہ میں ایک قاتل ہو جسپر خون ثابت ہوگیا ہے اور کسی شخص نے وہاں جاکر اسکو قتل کیا تو قاتل پر کچھ نہیں ہے کیونکہ قاتل اول کا خون مباح ہو چکا تھا ۱۲ ف وغیرہ سے یہ مراد کہ اسی قیاس پر جا ہے جتنے اوپنچے درجے کا ہو ۱۲

و پردادی وغیرہ و نانی و پرنانی وغیرہ نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنے نانی ہو یا پرنانی ہو یا لکڑنانی ہو اُس نے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کیجائیگی - کذا فی الکافی پھر آباء و اجداد پر جب انھوں نے فرزند کو عمداً قتل کیا ہے اُنکے مال سے تین سال میں دیت واجب ہوگی اور اگر والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک قتل عمد میں اُسپر کفارہ نہیں ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُسکو اُسکے باپ نے عمداً قتل کیا تو مولائے مقتول کے واسطے اُسپر قصاص نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے - اور اگر وارثان مقتول میں قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہو جائیگا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک ماں و باپ سے دو سگے بھائی ہیں اُن میں سے ایک نے عمداً اپنے باپ کو اور دوسرے نے عمداً اپنی ماں کو قتل کیا تو امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ دونوں میں سے کسی پر قصاص نہ ہوگا اور ہر ایک پر اُسکے مقتول کی دیت تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونوں کے نہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جسکے تھوڑے حصہ کا مالک ہوا ہے تو بھی قصاص نہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام نے اپنے مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے - ایک شخص نے غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ میں ہے - اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر قصاص نہیں ہے کوئی اجنبی شریک قتل کیا تو اُسپر بھی قصاص واجب نہوگا جیسے باپ و اجنبی عمداً قتل کرنے والا و خطا سے قتل کرنے والا و الاصغیر و کبیر کذا فی التاتارخانیہ عن التہذیب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ اُسکی زوجہ کے قتل میں شرکت کی حالانکہ اُسکا اس عورت سے ایک فرزند ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - اگر دو شخص ایک شخص کے قتل میں شریک ہوے کہ ایک نے اُسکو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھاردار سے مارا تو دونوں میں سے کسی پر قصاص واجب نہوگا اور دونوں پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جسقدر دیت لازم آئی ہے یعنے نصف دیت اُسکے حق میں وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائیگا پس دھاردار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور عصا سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے - ہر محقون الدم کے قتل سے برابر قصاص واجب رہیگا بشرطیکہ اُسکو عمداً قتل کیا ہو یہ ہدایہ میں ہے - اور جب قصاص لیا جاوے تو تلوار سے یا جو تلوار کے مثل ہے اُس سے قصاص لیا جاویگا یہ کافی میں ہے - حتے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلا دیا یا پانی میں غرق کردیا تو اُسکی گردن پر تلوار ماری جائیگی[٥] اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مرگیا تو پشت کی طرف سے اُسکی گردن پر تلوار مارکر قطع کیجائیگی اور اُسکا عضو نہ کاٹا جائیگا اسیطرح اگر اُسکے سر پر زخم لگا کر ہڈی توڑ دی اور وہ مرگیا تو تلوار سے اُسکی گردن قطع کردیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا پھر دوسرے نے اُسکا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو زخمی کیا پھر اُسکو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مرگیا تو اجنبی پر جسنے اُسکے

---

[٥] فرزند کے قتل میں ۱۲ [٥] یعنے جلایا و غرق نکیا جائے گا ۱۲

سر کو زخمی کیا ہے تہائی دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین حاضر ہوئے تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائیگا اور اُن لوگوں کو سوائے اسکے کچھ استحقاق نہوگا اور اگر ایک ہی حاضر ہوا تو اُسکے قصاص میں قاتل قتل کیا جائیگا اور باقیوں کا حق ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو ایک کے قصاص میں یہ جماعت سب قتل کی جائیگی یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مردہ پتھر سے مارا پس اگر دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہو گیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر ڈنڈی سے چوٹ لگی ہو تو قاتل پر دیت واجب ہوگی اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور قتل کیا ہو اور اگر دھار کی پشت کیطرف سے لگا تو صاحبین رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے بھی مروی ہے اور امام اعظم سے ایک روایت میں یہ ہے کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی صحیح ہے اسی طرح ترازو کے باٹوں سے جو پتھر کے ہوں مارنے میں یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا اور وہ برابر ہو کر زخمی چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ آزاد ہو گیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کو نہرنی وغیرہ کے کسی چیز سے عمداً زخمی کیا اور وہ مر گیا تو ہمیں قصاص نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر مانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے زخمی کر کے مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گڑو دی جہاں سے آدمی قتل ہو جاتا ہے تو قاتل پر قصاص ہوگا ورنہ نہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر کسی شخص کو دانتوں سے کاٹ کھایا یہانتک کہ وہ مر گیا تو جناس میں ہے کہ جس آلہ سے بہائم حلال ہو جاتے ہیں اگر ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہوگا اور جو ایسا نہو اُس سے قصاص نہوگا یعنے دانتوں سے کاٹ کھانے سے قصاص واجب نہوگا اور اگر کسی شخص کو پے در پے کوڑے مارے یہانتک کہ وہ مر گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ میں ہے چھوٹے عصا سے اگر پے در پے مارا یہانتک کہ وہ مر گیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ نوے کوڑوں سے چنگا بچ رہا اور دس کوڑوں سے مر گیا تو اُسپر ایک ہی دیت واجب ہوگی اور نوے کوڑوں کیواسطے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور جو جراحت بھر آئی اور اُسکا اثر زائل ہو گیا اُسکی بابت ظاہر حکم یہ ہے کہ اُسمیں کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اُنھوں نے حکومت عدل واجب کی ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اُنھوں نے طبیب کی اُجرت اور دواؤں کے دام واجب کیے ہیں اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب وہ نوے کوڑوں سے اچھا ہو گیا اور اُسکا اثر بالکل زائل ہو گیا اور اگر اُسکا اثر کچھ باقی رہا تو نوے کوڑوں کیواسطے حکومت عدل ہوگی اور قتل کیواسطے دیت واجب ہوگی اور اگر ایک شخص کو سو کوڑے مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہو گیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ باقی رہنے کے واجب ہوگی یہ کافی میں ہے اگر کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص میں قتل نکیا جائیگا لیکن اگر قاتل اس فعل میں معروف ہو کہ اُس نے ایک سے زیادہ بہتوں کے گلے گھونٹے ہوں تو براہ سیاست قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ پھر اگر اُسنے اس فعل سے توبہ کر لی پس اگر امام کے قابو میں آنے سے پہلے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اگر امام کے قابو میں آنے کے بعد اُس نے

---

۱ یعنے رہا کیا جائے گا اور اصل قبولیت اللہ تعالے کے اختیار میں ہے ۱۲ منہ

توبہ کی تو اسکی توبہ قبول نہ کیجائیگی اور یہ حکم ویسا ہی ہے جیسا ساحر کے حق میں ہے کہ جب اُسنے توبہ کی تو اسکے حق میں بھی تفصیل ہے اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات وغیرہ میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی میں غرق کر دیا پس اگر پانی اسقدر قلیل ہو کہ غالباً اسقدر پانی میں آدمی نہیں مرجاتا ہے اور اکثر اسمیں سے پیر کر نجات پا سکتا ہے مگر وہ شخص مرگیا تو قاتل پر قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ بالاتفاق خطا مشابہ عمد ہے اور اگر پانی بہت ہو پس اگر ایسی حالت ہو کہ پیر کر اُس سے نجات ممکن ہو مثلاً جسکو پانی میں ڈالا ہے وہ بندھا ہوا نہو اور نہ اُسکو گرانبار کر دیا ہو اور وہ پیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مرجانیکی صورت میں شبہ عمد ہے قصاص نہوگا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ شبہ عمد ہے قصاص نہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ محض عمد ہے قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو پکڑ کر اسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسکو دریا میں ڈال دیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مرگیا پھر وہ اُتر آیا تو قصاص نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی مگر دیت مغلظہ ہوگی اور اگر کسی کو سمندر یا فرات میں برابر غوطے دیتا رہا یہانتک کہ وہ اس صدمہ سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سمندر یا فرات و دجلہ میں کشتی پر سے ڈھکیل دیا اور وہ پیرنا نہ جانتا تھا پس تہ میں بیٹھ گیا اور مرگیا تو امام اعظم کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور قاتل پر دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ساعت اُترا آیا اور پیرا پھر غرق ہو کر مرگیا تو امام اعظم رح نے کہا کہ گرانیوالے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہوگا اسیطرح جو شخص اچھی طرح پیرنا جانتا ہے اور اُسنے گرتے ہی پیرنا شروع کیا تاکہ کنارے لگ جاوے اور بچ جاوے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مرگیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہوگی اور اگر دریا میں گرانے کے بعد اُسکا حال کچھ معلوم نہوا کہ مرگیا یا نکل گیا اور اُسکا کچھ پتہ نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہانتک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ مرگیا ہے اور اگر وہ دو یا تین دفعہ اُچھلا اور ڈوبا اور اُسمیں جان باقی تھی پھر معلوم نہوا کہ اُسکا کیا حال گذرا اور کہیں وہ پایا نہ گیا تو گرانیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کر کے اُسمیں کسی آدمی کو ڈالدیا یا ایسی آگ میں ڈالدیا جسمیں سے وہ نکل نہیں سکتا ہے اور آگ نے اُسکو جلا دیا تو قصاص واجب نہوگا اور موضوع مسئلہ اس امر پر اشارت کرتا ہے کہ تنور کا گرم ہونا کافی ہے اگرچہ اُسمیں آگ نہو اور نقالی نے اپنے فتاوی میں فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکو آگ میں ڈالا پھر اُسکو نکال لیا اور اُسمیں قدرے جان باقی تھی پھر وہ چند روز چار پائی پر زندہ پڑا رہا آخرکار مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا ہو پھر مرگیا تو قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پاؤں باندھکر اسکے واسطے ایک دیگ میں پانی گرم کیا حتی کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہوگیا تو اُسکو پانی میں ڈالدیا پس ڈالتے ہی اُسکے بدن کی کھال اُتر گئی اور گر پڑا تو اسکے عوض قتل کیا جائیگا اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اُسمیں نہو اور اُسمیں اُسکو ڈالدیا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ مرگیا حالانکہ اُسکے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے یا وہ پانی میں اُبل گیا تھا تو قاتل اُسکے قصاص میں قتل کیا جائیگا ورنہ[1] قتل نہ کیا جائیگا اور اگر ان صورتوں میں ڈالنے والے نے اُسکو دیگ میں سے نکال لیا حالانکہ اُسکا پوست اُتر گیا اور اُسی وقت یا اُسی روز مرگیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اُسپر اُس صدمہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف رہا اور وہ مرگیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر وہ کچھ

[1] ورنہ یعنے اگر اس قدر گرم نہ ہو کہ چھالے پڑے اور اُبل گیا ۱۲

اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اسی صدمہ سے مرگیا تو قاتل قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اُسپر دیت واجب ہو گی اور یہ قیاس قول امام
اعظم رحمہ ہے۔ اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے میں سرد پانی میں ڈال دیا اور وہ اُسی وقت ٹھٹھر کر مر گیا تو فاعل پر دیت
واجب ہو گی اسی طرح اگر اُسکو ننگا کر کے سخت سردی کے دن چھت پر لٹا یا اور برابر اسی طرح رکھا یہانتک کہ وہ سردی
سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اُسکے ہاتھ پاؤں باندھکر برف میں ڈالدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایک
شخص نے دوسرے کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ میں سورج کے سامنے ڈال دیا اور نہ کھولا یہانتک کہ وہ
حرارت آفتاب سے مر گیا تو فاعل پر دیت واجب ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو چھت یا پہاڑ سے
نیچے گرا دیا یا کنوئیں میں ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے یہ خطائے عمد ہے اور صاحبین رح کے قول
کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالباً نجات کی امید ہو تو خطائے عمد ہے اور اگر اُس سے نجات کی اُمید نہو تو یہ محض عمد ہے
اسمیں صاحبین کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو زہر پلایا اور وہ اُسکے پینے سے مرگیا
پس اگر زبردستی اُسکے منھ میں ڈال کر نگلایا ہے یا پہلے اُسکو دیکر پھر اُسکے پینے پر اُسکو مجبور کیا ہے یہانتک کہ اُس نے
پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اُسکو دیدیا ہے پس اگر زبردستی نگلایا ہے یا دیکر اُسکے پینے پر مجبور کیا ہے تو مجبور کرنے والے پر
قصاص نہوگا ولیکن اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور اگر اُسکو دیدیا اور بدون اکراہ کرنے کے اُس نے
پی لیا تو دینے والے پر قصاص اور نہ دیت ہو گی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہے یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور
جس نے زہر پلایا ہے وہ مقتول کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے
کہ یہ پاکیزہ ہے۔ پس اس نے کھالیا لیکن وہ زہر ملا ہوا تھا پس کھانیوالا مر گیا تو کہنے والا ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر
ایک شخص نے دوسرے کو پکڑ کر بیڑیاں ڈال کے ایک کوٹھری میں قید کیا یہانتک کہ وہ بھوک سے مرگیا تو امام محمد رح نے
فرمایا کہ میں ایسے شخص کو سزا دیکر دردناک کرونگا اور میت کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظم رح نے
فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہوگا اور اسی پر فتوی ہے اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر میں دفن کر دیا اور وہ مر گیا تو دفن
کرنے والا قصاص میں قتل کیا جاویگا اور یہ امام محمد رح کا قول ہے مگر فتوی اس بات پر ہے کہ اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی
یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص سوتے ہوئے یا نابالغ یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہو گیا ہے اپنی کوٹھری میں لے گیا پھر کوٹھری اُسپر گر پڑی
تو نابالغ اور معتوہ کی صورت میں ضامن ہوگا اور سوتے ہوئے کی صورت میں ضامن نہوگا یہ خلاصہ میں ہے جنایات المنتقی میں
ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پاؤں باندھکر ایک درندہ
کے آگے ڈال دیا اور درندہ نے اُسکو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہو گی ولیکن اُسکو سزا دیجائیگی اور
مارا اور قید کیا جائیگا یہانتک کہ توبہ کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ میں شرع کے موافق یہ سمجھتا ہوں کہ برابر قید رکھا
جائیگا یہانتک کہ مر جاوے کذا فی المحیط **فصل** اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری میں داخل کیا اور اُسکے ساتھ
ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کر دیا پھر درندہ نے اُس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنیوالا قصاص میں

ط وارث کیونکہ پینے والا خود خطاکار ہے اور جو کچھ کیا اُسنے اپنے آپ کیا ہے ۱۲

قتل نہ کیا جائے گا اور اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُس شخص کو سانپ یا بچھونے کاٹا تو بھی کچھ نہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اُس آدمی کے ساتھ کوٹھری میں داخل کر دیا ہو یا یہ دونوں کوٹھری میں پہلے سے موجود ہوں اور اگر اُس نے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ کر اُسکی آنتیں نکال دیں پھر ایک شخص نے اُسکی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہے جسنے گردن ماری پس اگر اُس نے عمداً ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جاویگا اور اگر خطاءً ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہے اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسکے پھاڑنے کا شگاف دوسری جانب کو اُٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی۔ اور یہ اُس صورت میں ہے کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہو اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور ایسے زخم سے باوجود اُسکے جینے کا وہم نہو اور سواے موت کے اضطراب کے اُسمیں کچھ باقی نرہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جس نے پیٹ پھاڑا ہے پس اگر عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطاءً ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس نے گردن ماری تھی اُسکو سزا دیجائیگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ زخم کے ساتھ اُسکی زندگی کا گمان نرہا پھر ایک شخص نے اُس کو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہے جسنے زخم کاری سے مجروح کیا ہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ دونوں زخم آگے پیچھے واقع ہوے ہوں اور اگر دونوں ایک ساتھ واقع ہوے ہوں تو دونوں قاتل ہوں گے اور اسیطرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہوں اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی زخم لگایا ہو تو بھی دونوں قاتل ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی مگر ذراسی حلقوم لگی رہگئی اور ہنوز اُس میں روح باقی ہے کہ دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب نہوگا اسواسطے کہ یہ میت ہے اور اگر ایسی حالت میں اسکی روح نکلنے سے پہلے اُسکا بیٹا مرجاوے تو بیٹا اُس کا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ بشر[1] ابن الولید نے امام ابو یوسف رح سے اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے عمداً دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مر گیا تو ہاتھ کٹے ہوے کے وارث کے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور یہی مسئلہ منتقی میں دوسرے مقام پر امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور اُسمیں قیاس و استحسان مذکور ہے یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی زید نے بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مرگیا تو بدلا ہو جائیگا اور زید کے وارث کیواسطے بکر پر دیت واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلان شخص کو تلوار مار کر قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائے گا جبتک یوں نہ کہے کہ عمداً ایسا کیا ہے

[1] بشر بن الولید الکندی شاگرد ابو یوسف رح اور حدیث میں شاگرد مالک و عبد الرحمن بن الغسیل رحمہ اللہ تعالی اور ان سے ابو یعلی الموصلی و بغوی وغیرہ نے حدیث کی ہے دار قطنی نے کہا کہ وہ ثقہ ہے ۱۲ میزان وغیرہ [2] یعنے سانپ و بچھو ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار ماری پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے چھری بھوکی پس فلان شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اسکو زخم پہونچا ہے تو اُسکے ذمہ سے قتل دور کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے عمداً فلان شخص کو تلوار ماری اور میں یہ نہیں جانتا ہون کہ وہ اسی زخم سے مرا ہے لیکن ہان مر گیا ہے اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لاٹھی مارنے سے مرا ہے اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہے تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عمد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ میں نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُسکے پاس اس بات کے گواہ نہیں ہیں تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط میں ہے ایک صف مسلمانون کی اور ایک صف کافرون کی دونون لڑائی میں باہم مل گئیں پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کر کے قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر کفارہ اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ دیت جبھی واجب ہوگی کہ جب دونون باہم مختلط ہون اور اگر مسلمان مقتول مشرکون کی صف میں ہو تو اُنکی جماعت کی تکثیر کرنیکی وجہ سے عصمت ساقط ہو کر دیت بھی واجب نہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو اُسکا قتل کر دینا واجب ہے اور اُسکے قتل کر دینے سے کچھ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اُٹھایا اور مسلمان نے اُسکو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکے قتل سے کچھ لازم نہوگا خواہ رات میں ایسا واقعہ ہوا ہو یا دن میں خواہ شہر میں ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تبیین میں ہے۔ اگر رات میں شہر کے اندر یا دن میں شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لاٹھی اُٹھائی پھر مسلمان نے اس لاٹھی اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر ڈالا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اگر شہر کے اندر دن میں اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور جسپر اُٹھائی تھی اُسنے اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور صاحبین کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اُٹھایا اور غیر مجنون نے اُسکو عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور چوپائے کی صورت کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر منھ پھیر کر چلا پھر اُس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگا کر اس طرح منھ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر مارنے والے کو زخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اور اسکے معنی یہ ہیں کہ ہتھیار اُٹھانے والے نے ایک ہاتھ مار کر منھ پھیر لیا تھا دوبارہ مارنیکا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص کے

یہاں رات میں دوسرا شخص گیا اور چرانے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اسکا پیچھا کر کے اسکو قتل کیا تو اسپر کچھ نہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب بدون قتل کیے اپنا مال واپس نہ لے سکتا ہو کذا فی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چیخے تو چور اسکا مال چھوڑ کر بھاگ جائیگا مگر اس نے ایسا نکیا بلکہ اسکو قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔

تیسرا باب۔ قصاص حاصل کرنے والوں کے بیان میں۔ باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تلف کرنے یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لیوے اور ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کے فرائض کے موافق مستحق میراث ہے وہ قصاص کا مستحق ہوتا ہے پس اسمیں شوہر اور جورو بھی داخل ہیں اور دیت کا بھی یہی حکم ہے اور جب وارث لوگ بالغ ہوں تو جبتک سب وارث متفق نہوں تب تک بعض وارثوں کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ قصاص لیویں اور سب وارثوں یا کسی وارث کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قصاص حاصل کرنے کیواسطے کسی شخص کو وکیل کرے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور مستحق قصاص اصل میں مقتول ہوتا ہے پھر اسکا وارث اسکا قائم مقام ہو جاتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اسکا ایک ہی وارث ہے تو اسکو جائز ہے کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اسکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے قتل کرے اور گردن جدا کر دے اور اگر اس نے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر اس نے ایسا کیا تو تعزیر دیجائیگی لیکن اسپر ضمان واجب نہوگی اور چاہے جسطرح سے قتل کرے بہر صورت اپنا حق بھرپانیوالا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اسکے باپ کو اختیار ہے کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اس سے صلح کرے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ اسکو معاف کر دے اسی طرح عمداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہے اور باپ کا وصی ان سب صورتوں میں بمنزلہ باپ کے ہے لیکن وہ قتل نہیں کر سکتا اور اس حکم مطلق کی بحث میں جان سے صلح کرنا اور کسی عضو پر قصاص حاصل کرنا بھی مندرج ہے اور نابالغ لڑکا اس حکم میں بمنزلہ معتوہ کے ہے اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ باپ کے ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اس بات پر اجماع ہے کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نابالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اسکے حاصل کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر استحقاق قصاص بالغ اور نابالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظم کے نزدیک بالغ کو اسکے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ یہ بالغ اس نابالغ کا باپ ہو تو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور اسکا بھائی ہو تو بھی یہی اختلاف ہے اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کو قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہے اور صاحبین رح نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور اگر سب وارث نابالغ ہوں تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنیکا استحقاق سلطان کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثوں یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جاویگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اسکا کوئی ولی نہیں ہے تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اسکا قصاص لینے کا اختیار ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر کوئی غلام عمداً قتل کیا گیا تو اس کے قصاص کا استحقاق اسکے مالک کو ہے اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اسکا بچہ[ف] بمنزلہ غلام کے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے دو غلام ہیں انمیں سے ایک نے دوسرے کو عمداً قتل کیا تو مولے کو اختیار ہے

ف قولہ اسکا بچہ یعنے ام ولد کا وہ بچہ جو مولے کے سوا اسکے کسی شوہر سے ہو ١٢

کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط میں ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر بالغ اور نابالغ کا مشترک غلام قتل کیا گیا تو
بالاجماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اسکا قصاص لے لینے کا اختیار نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اگر ایک غلام دو
یا تین آدمیوں میں مشترک ہو تو اسکے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہو کر حاصل ہو سکتا ہے تنہا کسی ایک کو نہ ملے گا
اور اگر ان میں سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیوں کا حق مال سے متعلق ہو کر غلام کی قیمت کیطرف منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی
صورت میں دیت کیطرف منقلب ہوتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا
پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ اس زخم سے مر گیا پس اگر مولے کے سوا اسکا کوئی وارث نہو تو مولے کو اختیار
ہوگا کہ اسکے قاتل کو قصاصاً قتل کرے اور اگر سوائے مولے کے کوئی اور اسکا وارث ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا کذا فی الکافی۔ اور نوادر ہشام میں ابو یوسف رح سے اس طرح مروی ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ قائم کیے مگر گواہوں نے یہ
گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اسکو آزاد کر دیا اور وہ مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی
اسکا وارث ہے تو قتل عمد کی صورت میں اس کے وارث کے واسطے استحقاق قصاص کا حکم دونگا اور خطا کی صورت میں
دیت کا حکم دونگا اور اگر کوئی اسکا وارث نہو تو قتل خطا اور قتل عمد دونوں صورتوں میں اسکے مولے کو اسکی قیمت
ملیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سوائے مولے کے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اس نے ادائے
کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکے مولے کو قصاص ملیگا اور اگر اسنے
وفائے کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سوائے مولی کے اسکا کوئی وارث دوسرا ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ وہ مولے کے
ساتھ اتفاق کریں اور اگر اس نے وفائے کتابت کے لائق مال نہ چھوڑا اور اسکے آزاد وارث موجود ہیں تو سب اماموں کے
نزدیک بالاتفاق مولی کیواسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایسا غلام جسکا تھوڑا حصہ آزاد ہو چکا ہے باقی کی
ادا سے عاجز ہونے کی حالت میں قتل کیا گیا تو منتقی میں لکھا ہے کہ قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر مکاتب
نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہیں ہے اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اسکے بیٹے
کو عمداً قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غلام ماذون عمداً قتل کیا گیا اور وہ قرضدار ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ مولی اور اسکے
قرضخواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جب تک راہن و مرتہن دونوں
قصاص لینے پر اتفاق نہ کریں تب تک قصاص واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق کیا تو قصاص
حاصل کرنیکا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر کیواسطے استحقاق
قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اگر غلام مبیع مشتری کے قبضہ سے پہلے عمداً قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع پورا کرنے
اور بیع رد کرنے میں اختیار ہوگا پس اگر اسنے بیع کو پورا کیا تو اسکو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن ادا کرنے
کے بعد اسکو قصاص بھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے۔ اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع کو اختیار نہ
ہوگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا کیا تو یہی

حکم ہے اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نہ ملے گا بلکہ اُسکے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں صورتوں میں قیمت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع قتل ہوا اور خیار اُسی کا ہے تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر خیار بائع کا ہو تو قاتل کا پیچھا کرکے چاہے اُسکو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور جب مشتری سے قیمت تاوان لے تو مشتری کو حق قصاص حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور جو غلام مہر قرار دیا گیا ہے اور ہنوز شوہر کے قبضہ میں ہے یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہے اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ میں ہے یا جو بدل صلح قرار دیا گیا ہے اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں ہوا ہے اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ مبیع کے ہے جبکہ مبیع قبضہ سے پہلے قتل ہوئی ہے یعنے اگر مستحق نے قاتل کا پیچھا کرنا اختیار کیا تو اُسکی ملک بعری ہوگئی اور تمام ہوگئی پس اُسکے واسطے قصاص واجب ہوگا اور اگر اس نے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہوگئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ غلام مغصوب اگر عمداً غاصب کے قبضہ میں قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ قاتل سے واپس لے گا اور غاصب کو یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کو قتل کرادے اور جو غلام کہ اُسکے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہے اور دوسرے کے نام اُسکی خدمت کی وصیت کی گئی ہے اگر وہ عمداً قتل کیا گیا تو اُسمیں قصاص نہیں ہے الا اُس صورت میں کہ دونوں اتفاق کرلیں اور اتفاق کرنے کی صورت میں جسکے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہے وہ قصاص کو حاصل کرے گا اور اگر خدمت کا مستحق قصاص پر راضی نہوا تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا اور اُسکا حال مثل حال اول کے ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور موصیٰ لہ کے وصیت قبول کرنے سے پہلے وہ غلام عمداً قتل کیا گیا۔ اور موصی مرگیا ہے اور اُسنے وارث چھوڑا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ غلام مذکور وصیت کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہے یا پیچھے مرا ہے تو ایک کے واسطے قصاص بھرپانے کا استحقاق نہوگا اور اگر اس بات میں اتفاق کیا گیا کہ موصی سے پہلے مرا ہے پھر غلام قتل کیا گیا ہے تو بھی دونوں میں سے ایک کے واسطے استحقاق استیفاء[2] قصاص نہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر موصیٰ لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول کی قیمت لے لے اور اگر اُسنے وصیت رد کردی تو اُسکی قیمت وارثان موصی کو ملیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر ولی نے دونوں میں سے ایک کو معاف کردیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ دوسرے کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے کا اختیار رہیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے

چوتھا باب۔ جان تلف کرنے سے کم میں قصاص لینے کے بیان میں۔ جان سے کم میں قصاص و بدلا لینے میں مساوات

[1] جس کے واسطے موصی نے وصیت کی ۱۲ [2] استیفاء ہمارے عرف میں اسکو بھرپائی بولتے ہیں ۱۲

معتبر ہی پس دہنا ہاتھ بائین کے عوض قطع نہ کیا جائیگا اور بایان دہنے کے عوض قطع نہوگا اور نہ صحیح سالم ہاتھ بعوض شلؔ ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا جائیگا اسواسطے کہ غلام کے ہاتھ مین اُسکی نصف قیمت واجب ہوتی ہی اور قیمت باہم مختلف ہوتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اعضا کے قصاص مین مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہی اسی طرح دو آزاد عورتون کے درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہی اور نیز دو کتابیہ عورتون کے درمیان واجب ہوتا ہی یہ جوہرۂ نیرہ مین ہی۔ اور بالون مین بالکل قصاص نہین ہوتا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور سر یا بدن کی کھال اگر کچھ قطع کیجاوے تو اُسمین قصاص نہوگا اور اسی طرح اگر دونون گالون و پیٹھ و پیٹ کے گوشت مین سے اگر کچھ قطع کیا جاوے تو اُسمین قصاص نہین ہی اور ایسا ہی ٹھوڑھی مین بھی قصاص نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ اور لطمہؔ و لکمہ و وجادہ و وقعہ مین قصاص نہین ہوتا ہی یہ جوہرۂ نیرہ مین ہی۔ اور ہڈی مین قصاص نہین ہوتا ہی سواے دانتون کے یہ کافی مین ہی۔ اور ہر قطع جو مفصل سے ہو اُسمین اسی موضع مین قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جاوے اُسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین مارا جس سے اُسکی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہی تو اُسپر قصاص ہوگا باینطور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائیگا اور وہ گرم آئینہ اُسکی آنکھ سے قریب کیا جائیگا اور اُسکی دوسری آنکھ پر پٹی باندہی جائے گی اور اُسکے چہرے پر بھیگی ہوئی روئی رکھی جائیگی اور اُسکی آنکھ اُس گرم آئینہ سے مقابل کیجائیگی پس اُسکی روشنی جاتی رہے گی یہ کافی مین ہی۔ اور مشائخ نے روشنی جاتی رہنے کی پہچان مین گفتگو کی ہی محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اُسکی آنکھ کھولکر سورج کے سامنے کیجاوے پس اگر آنسو بھر آوین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی باقی ہی اور اگر آنسو نہ بھرین تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی جاتی رہی ہی۔ اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکے سامنے سانپ ڈالا جاوے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی باقی ہی اور محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جاوے اور اگر یہ معلوم نہووے تو اُسمین دعوے دنکار کا اعتبار کیا جاوے گا اور قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا مگر قسم قطعی لیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کرخی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ مفقورؔ و منخسف ہو جاوے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ مین عمداً مارا اور وہ سپید ہوگئی ایسی کہ اُس سے کچھ دکھلائی نہین دیتا تھا تو عامہ علماء کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور جس صورت مین قصاص واجب ہوتا ہی اُس صورت مین خواہ ہتھیار مارے یا اُنگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ تعالے نے فرمایا کہ حدقۂ چشم کے قلع کرنے مین قصاص نہین ہی۔ پس اگر کسی آدمی کا حدقۂ چشم قلع کیا اور اُس نے ۲۹

لہ یعنے بیکار جیسے فالج زدہ وغیرہ کے ہو جاتے ہین ۱۲ سله لطمہ تھپڑ مارنا لکمہ گھونسا مارنا وجادہ بکسر الدال وہ الوانوعی از خصی کردن وقہ دھول مشت دینا دھکا دیگا مارنا ۱۲ سله مفقور کرد دیگر دبریدہ ومنخسف پست شدہ ۱۲

کہا کہ میں اس بات پر راضی ہوتا ہوں کہ اس مجرم کی آنکھ خسف کردی جاوے اور اسکا حدقہ چشم اُکھاڑ ڈالا جاوے
میں اپنے حق سے کم ہی بدلا لے لونگا تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے۔ یہ محیط میں ہے
ایک شخص نے دوسرے کی داہنی آنکھ تلف کردی اور مجرم کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اسکی داہنی آنکھ درست ہے
تو اسکی داہنی آنکھ سے قصاص لیا جاویگا یعنے پھوڑکر اندھا چھوڑ دیا جاویگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام حسن سے
روایت ہے کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑ دی گئی حالانکہ اسکی آنکھ احول تھی لیکن اس سے اسکی بصارت میں کچھ ضرر نہ تھا
اور نہ کچھ نقصان تھا پس اسکی آنکھ کو ایک شخص نے عمداً پھوڑ ڈالا تو اس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر بھینڈا پن
سخت ہو کہ بصارت میں ضرر ہو اور وہ پھوڑ دی گئی تو اسمیں حکومت عدل کا حکم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کی آنکھ
احول زیادہ ہو کہ اسکی آنکھ کی بصارت میں ضرر ہو اور اسنے ایسی آنکھ پھوڑ دی جسمیں بھینڈا پن نہیں ہے تو
جس پر ظلم ہوا ہے اسکو اختیار ہوگا چاہے قصاص لیلے اور ناقص بدلے پر راضی ہو جاوے اور چاہے مجرم سے
اُسکے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اگر ایک شخص کی داہنی آنکھ میں سپیدی ہے
اور اُسنے ایک دوسرے شخص کی داہنی آنکھ ضائع کردی تو اس شخص کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص
آنکھ سے قصاص لے جبکہ قصاص ممکن ہو سکتا ہو مثلاً کچھ دکھلائی دیتا ہو اور چاہے اپنی آنکھ کی دیت
لیوے اور اگر اُسکی آنکھ بالکل چربیلی سپید ہو کہ اُس سے بالکل دکھلائی نہ دیتا ہو تو اسمیں بالکل قصاص
نہ ہوگا اور اگر اُسنے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو یہانتک کہ پھوڑنے والے کی داہنی آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی
تو اول کا حق جو اسکی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہو جائیگا اور اگر اُس شخص نے جسکی آنکھ پہلے پھوڑی گئی ہے دیت لینا
اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اول شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آنکھ کے تعلق سے
اُسکا حق منتقل ہو کر دیت کیطرف آجائیگا اور عین مذکور فوت ہو جانے سے اُسکا حق باطل نہوگا اور اگر اُسکا اختیار کرنا صحیح نہ ہو تو حق باطل
ہو جائیگا اور اختیار صحیح ہونیکی بنا یہ ہے کہ جنایت کرنے والا اُسکو اختیار دے ورنہ اگر اُسنے خود ہی یہ اختیار کیا تو اختیار صحیح
نہوگا۔ اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ
قصاص کیطرف رجوع کرے اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح ہو گیا ہے اُس صورت میں رجوع بقصاص نہیں کر سکتا ہے
یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص کی داہنی آنکھ سپید ہو اور اس
نے دوسرے شخص کی داہنی آنکھ ضائع کردی پھر اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جسپر جرم کیا ہے اُسکو
اختیار ہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں مارا اور پھر وہ اس
ضرب سے سپید ہو گئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا لیکن یہ اُسوقت ہے کہ آنکھ کی بینائی
ایسی ہی ہو جیسی تھی اور پہلے کی بہ نسبت کم آئی تو اُس میں حکومت عدل ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر جسمیں سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے جنایت کی اور جنایت کرنے
والے کی آنکھ میں بھی سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے تو دونوں میں قصاص نہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں ایک ضرب لگائی جس سے تھوڑی پتلی سپید ہوگئی یا اُسمیں قرحہ[١] پڑگیا یا ریح یا سبل[٢] آگئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہے پیدا ہوگئی اور اُس میں نقصان آگیا تو اس کا قصاص نہوگا بلکہ اسمیں حکومت عدل[٣] واجب ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ ہارونی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہیں نکلا تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُسپر دیت قرار دونگا اور آنکھ کا قصاص واجب نکرونگا جب تک کہ سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد نہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کیوقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس سے اسکو دکھلائی نہیں دیتا تھا یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہیں تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر عادلوں کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہوجائے کہ اُس آنکھ سے اسکو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کی گواہی دیں پس اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو نصف دیت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہو تو اُسپر قصاص نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور بائیں آنکھ کا قصاص داہنی سے یا داہنی کا بائیں سے نہ لیا جائیگا اور اگر جنایت کرنے والے کی آنکھ بہ نسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہیں ہے دونوں برابر ہیں اور قصاص لے لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر پورا کان کاٹ لیا پس اگر عمداً ہو تو اسمیں قصاص ہے اور اگر تھوڑا کاٹ گیا تو اسمیں بھی قصاص ہے بشرطیکہ اسکی استطاعت ہو اور پہچانا جائے یہ کرخی کی عبارت ہے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ کان میں مفاصل ہیں پس جب کان تھوڑا کاٹا جاوے پس اگر معلوم ہو جاوے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہے تو قصاص لیا جائے گا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہیں پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفاصل ہیں اور اس نے مفصل سے قطع کیا ہے تو اسی مفصل سے مجرم سے قصاص لیا جائے گا اور اگر انھوں نے کہا کہ اسکے مفصل نہیں ہے تو کاٹنے والے کے کان سے اسی قدر کاٹ لیا جائے گا جس قدر اُس نے کاٹا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اجناس میں لکھا ہے کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جسکا کان کاٹا ہو اُس کے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت لے لے اور چاہے اسکی چھوٹائی کے اندازہ پر کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا شگافدار ہو پس اگر یہی کان کاٹ گیا تو اسمیں حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کا کان کھینچا اور اسکی گدیہ[٤] نوچ لی تو قصاص نہوگا مگر مجرم پر اُسکے مال سے اسکا ارش واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر پورا حلقہ عمداً کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہ ہوگا اور اگر ناک کا بانسا تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور بعض مشائخ نے ارنبہ ہی کے حق میں فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اور اگر کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہو تو جسکی ناک کاٹی ہے اُسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے لے یہ محیط میں ہے۔ اور

[١] قرحہ وہ زخم جس سے ریم وغیرہ جاری ہو ۱۲ [٢] سبل جالا جو پتلی آنکھ کو ڈھانک لیتا ہے ۱۲ [٣] یعنے دو عادل حکم بنائے جاویں جس قدر وہ تجویز کریں وہ دیا جائے گا ۱۲ [٤] یعنے کان کا نرمہ جسکو کچیا اور لولکتے ہیں ۱۲ [٥] یعنی اسکی آنکھ پھوڑ دی جائیگی ۱۲

اگر ناک کاٹنے والا اخشم ہو یعنے اُسکو بو نہ معلوم ہوتی ہو یا اخرم ہو یا کسی صدمہ پہونچنے سے اُسکی ناک مین نقصان ہو تو ناک کٹے ہوے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ناک کی جڑ مین سے کچھ کاٹ لیگئی تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے مفصل نہین ہے اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے کاٹ لی گئی تو کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بو پاتا ہو یا نہین اور اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی اور اس سے مراد مارن[١] وجو حصہ نرم ہے وہ ہے جیسا کہ بالغ مین گذرا ہے اسواسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ شل غضروف کے ہوتی ہے لیکن اسکا اعتبار نہین ہے جیسا کہ اُسکی باقی ہڈیون مین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ طحاوی نے اپنی شرح مین ہشام سے روایت کرکے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کا ہونٹھ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن ہو تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹھ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائے گا اور نوادر مین لکھا ہے کہ اگر پورا ہونٹھ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور زبان کاٹنے مین قصاص نہین ہے عمداً ہو یا نہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ مین ہے۔ اور دانت مین قصاص ہے اگرچہ جس سے قصاص لیا جاتا ہے اُسکا دانت مظلوم کے دانت سے بڑا ہو اور سوا دانت کے کسی ہڈی مین قصاص نہین ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور بڑھے دانت مین قصاص نہین ہے ہان حکومت عدل واجب ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور دانت کے قصاص لینے مین توڑنے والے اور جسکا دانت توڑا گیا ہے اسکے دانت کی مقدار صغیر و کبیر کا اعتبار نہین ہے بلکہ قصاص مین اسی قدر حصہ توڑا جائیگا جس قدر اُس نے توڑا ہے یعنے نصف یا تہائی یا چوتھائی جس قدر توڑا ہے اُسی قدر دوسرے کا دانت توڑا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور داہنے کے عوض بایان اور بائین کے عوض داہان نہ توڑا جائے گا اور اگلے دو دانت بعوض اگلے دو دانتون کے اور دانت بعوض دانت کے اور ڈاڑھ مین بعوض ڈاڑھون کے توڑی جاوینگی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والون کے عوض نیچے والے نہ لیے جاوینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اگر ایک دانت مین سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی سیدھی توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لیا جاسکتا ہے تو سوہان سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اُسنے بطور سیدھی نہ توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لینا ممکن نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر اُسنے اُکھاڑ لیا تو اُسکا دانت اُکھاڑا نہ جائیگا بلکہ سوہان سے ریت دیا جائے گا یہان تک کہ گوشت تک پہنچ جاوے اور اس سے زیادہ ساقط ہو جائیگا یہ فتاوی صغری مین ہے۔ اور اگر تھوڑا دانت توڑا پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑ گیا اور کسی طرح کا اُسمین توڑنے کی وجہ سے عیب آگیا تو قصاص نہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مظلوم نے جسکا دانت توڑا گیا ہے یون کہا کہ مین بقدر ٹوٹے ہوے کے قصاص لونگا اور جسقدر سیاہ ہوگیا ہے اُسکا ترک کرونگا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر ایک شخص کے دانت مین سے کسی قدر توڑا گیا

---

[١] مارن نرمہ بینی یعنے ناک کا شروع حصہ جہانتک نرم ہوتا ہے ١٢ [illegible] شمار مین زائد ١٢

تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اگر سال پورا ہو جانے پر اسمین تغیر نہ آیا تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا کہ اُسکا دانت سوہان سے ریتا جائیگا اور اسکے واسطے ایک طبیب عالم تلاش کیا جائیگا اور اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ ہم سے بیان کر کہ اسکے دانت مین سے کس قدر جاتا رہا ہے پس اگر آدھا جاتا رہا تو توڑنے والے کے دانت سے نصف ریتا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے دانت کا ٹکڑا توڑ دیا اور باقی خود گر گیا تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ دو شخص کھیل کی جگہ کھڑے ہوئے تاکہ ایک دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہے پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُسکا دانت توڑ دیا تو مارنے والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جسپر فتوی طلب کیا گیا تو سب فتوی کے جواب اس حکم پر متفق تھے اور ایک نے دوسرے سے کہا ہو کہ (ذرا لگا) اور اُسنے گھونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُسپر کچھ قصاص وغیرہ نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے بمنزلہ ایسے قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُسنے کاٹ دیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے دونون دانت جو قصاص مین ریتے گئے ہین اُگ آئے تو جسکے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُسکو دوبارہ جمے ہوے دانتون کے اُکھڑوا دینے کا اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ لیا پھر جسکا دانت اُکھاڑا ہے اسنے اکھاڑنیوالے کا دانت قصاص مین اُکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے کو اُکھاڑنے والے پر پہلے اکھاڑنیوالے کیواسطے پانچ سو درم اسکے دانت کا ارش واجب ہوگا اور اگر اسکا دانت ٹیڑھا اُگا تو اس مین حکومت عدل ہوگی اور اگر آدھا دانت جم آیا تو آدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دانت مین مارا اور دانت گر گیا تو اُسکی جگہ اچھے ہو جانے تک انتظار کیا جائیگا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائیگا مگر روایت مجردہ کے موافق اور وجہ عدم انتظار کی یہ ہے کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنا نادر ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر نابالغ کا دانت اُکھاڑا ہو تو انتظار کیا جائے گا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور چاہیے کہ مجرم سے کفیل لیا جاوے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ دوسرا دانت جم آوے تو مجرم پر کچھ نہوگا اور اگر نابالغ مذکور سال گذرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مر گیا تو مجرم پر کچھ نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین حکومت عدل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے دانت مین مارا جس سے اُسکا دانت ہلنے لگا تو اصل مین مذکور ہے کہ ایک سال تک انتظار کیا جائے گا خواہ وہ شخص جسکے دانت مین چوٹ لگی ہے بالغ ہو یا نابالغ ہو پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ دانت نہین گرا ہے تو مارنے والے پر کچھ نہوگا اور اگر اسی ضرب سے سال مین وہ دانت گر گیا پس اگر ضرب عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قاضی نے اُسکو دانت جنبش کرنے کی حالت مین مہلت دی پھر سال گذرنے سے پہلے مضروب آیا اور اُسکا دانت گرا ہوا تھا اور کہا کہ اسی ضرب سے گر گیا ہے اور ضارب نے کہا کہ تجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اُسکی مار سے گرا ہے تو مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گذرنے کے بعد آیا ہو تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے حسن بن زیاد نے

امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو اُسپر آدھا ارش واجب ہوگا اور اسمین قصاص نہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اُکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائے گا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر چھوٹا جما تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سُرخ یا سبز ہے تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دیت کا قصاص لے یا اپنے دانت کا ارش پانچ سو درم لے اور اگر مظلوم کے دانت مین عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا ہو کہ جنایت کرنیوالے کا عیب دار دانت ساقط ہوگیا اور بجائے اُسکے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اُکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونون دانت اُکھڑے ہوے ہین پھر بعد اُکھاڑنے کے زید کے دونون دانت جم آئے تو قصاص واجب نہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اپنے دانتون کا ارش واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتون سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے مین زید کا دانت توڑا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظلم سے ایسے مقام پر توڑنا چاہا جہان لوگ تیری فریاد کو پہونچ سکتے ہین تو تجھے اُسکا قتل کر دینا جائز ہے اور اگر اس نے تیرا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُسکو قتل نکر اگر ایسی جگہ پر ہو جہان لوگ تیری فریاد کو نہ پہونچ سکتے ہون یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جوڑ پر سے عمداً کاٹ دیا تو اُسکا ہاتھ بھی کاٹا جائے گا اگرچہ اُسکا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہو جانے کے بعد ہے اور قبل اچھے ہو جانے کے قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اسی طرح انگلیون مین بھی قصاص ہوتا ہے بشرطیکہ جوڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جوڑ پر سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور عمداً پانون کاٹنے مین قصاص ہے جبکہ مفصل قدم یا مفصل رکبہ سے قطع کیا جاوے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جاوے تو حکم اسکے برخلاف ہے۔ اسی طرح پانون کی انگلیون مین بھی اگر جوڑ پر سے کاٹی جاوین تو قصاص ہے جبکہ عمداً کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور ہاتھ بعوض پانون کے یا ہاتھ کی انگلی بعوض پانون کی انگلی کے قطع نکیجاویگی اور ہمارے نزدیک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نہ کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور داہنی کلمہ کی انگلی سوائے داہنی کلمہ کی انگلی کے عوض دوسری کے قصاص مین نہ کاٹی جاویگی اور بائین کلمہ کی انگلی سوائے بائین کلمہ کی انگلی کے دوسری کی عوض نہ کاٹی جاویگی اسیطرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی انگلی کے یا کلمہ کی انگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جاویگی اور حاصل یہ ہے کہ قطع کرنے والے کے اعضا مین سے سوائے مثل کے دوسرا عضو نہ لیا جائے گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور جس ہاتھ کی انگلی مین کمی ہو اُسکے عوض پوری اُنگلیون والا نہ کاٹا جائے گا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ مین ایک ناخن سیاہ ہے یا زخم ہے پس اگر اُس مین سیاہ ناخن ہو تو قصاص

واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن ہو پس اگر اسمین ایسی جراحت ہو جس سے ہاتھ کی دیت مین نقصان نہین آتا ہی مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت مین سستی نہین آتی ہو تو یہ وجوب کو قصاص مانع نہین ہو اور ایسے عیب کا وجود و عدم یکسان قرار دیا جائیگا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت مین سستی آتی ہو حتے کہ اسمین حکومت عدل واجب ہو نہ نصف دیت تو یہ بمنزلہ شل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط مین ہی - اگر ایک شخص نے زائد انگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے کے ہاتھ مین بھی ایسی ہی انگلی ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسپر قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی - اور اگر ہتھیلی کو کاٹ ڈالا اور اسمین ایک انگلی زائد ہو جو ہتھیلی کو سست کرتی ہو تو اسمین قصاص نہوگا اور اگر ہتھیلی کو سست نکرتی ہو تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے کاٹ ڈالا یا پانون آدھی پنڈلی سے کاٹ ڈالا اور عمداً ایسا فعل کیا تو اسپر قصاص نہوگا یہ مبسوط مین ہی - اگر ہاتھ کاٹے ہوے کا ہاتھ درست کاٹا گیا ہو اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا اسمین انگلیان کم ہین تو ہاتھ کٹے ہوے کو اختیار ہی چاہے قصاص مین عیب دار کٹوائے اور اسکے سوا اسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے پورا ارش لے لے یہ کافی مین ہی - اور صدر الشہید برہان الائمہ اس صورت مین ہاتھ کٹے ہوے کے واسطے جبھی خیار ثابت کرتے تھے کہ جب ایسا شل ہو کہ اس سے کام کاج کر سکتا ہو اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہین ہی پس ہاتھ کٹے ہوے کو خیار نہوگا بلکہ اسکو اچھے ہاتھ کی دیت ملیگی جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہو تو یہی حکم ہو اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط مین ہی - اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہو گیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص و سرقہ وغیرہ کے تو اسپر مظلوم کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی - اور یہ حکم اسوقت ہی کہ جب ہاتھ کاٹنے کے وقت اسکا ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے بعد ناقص ہو گیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے پیدا ہو گیا مثلاً آسمانی آفت سے اسکی کوئی انگلی گر گئی تو اسکا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونیکا حکم ہی اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اسکی انگلی کاٹ دی یا خود اسنے اپنی انگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب سے اسکی انگلی کاٹنے کا حکم جاری ہوا تو اسکا حکم وہی ہی جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہو ایسا ہی شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہی اور شیخ الاسلام احمد الطواویسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص مین ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا تو مظلوم کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہوگا اور فرق کی طرف یون اشارہ کیا کہ جب قصاص مین قتل کیا گیا تو وہ محسوب ہے پس گویا اسنے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے تلف ہوا تو ایسا نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی - اگر عمداً ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہانتک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ کسی ظالم نے ناحق کاٹ ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہو جائیگا اور منتقل بارش نہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ دوسرے کے قصاص یا سرقہ مین کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کیواسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی - ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہین ہی تو مظلوم کا استحقاق اسکے مال سے دیت کا ہے

۱۸۹۱

یہ خزانۃ المفتیین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو انگلیاں کاٹ ڈالیں اور قاطع کی فقط ایک انگلی ہے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایک انگلی قصاص میں کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے جوڑ پر سے دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے ہیں یا دو شل ہیں قصاص نہیں ہے اور یہی امام حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونوں مظلوم حاضر ہوئے تو پہلے مجرم کی انگلی بعوض انگلی کے کاٹی جاویگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لیلے یا اپنے ہاتھ کی دیت لے لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اُسکے قصاص میں ہاتھ کاٹا جائیگا پھر جب عمرو آوے تو اُسکی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی میں سے اوپر کے جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر بکر کی اُسی انگلی میں سے درمیانی جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر خالد کی اُسی انگلی میں سے نیچے کے جوڑ سے باقی پور کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوئے اور انھوں نے قاضی سے دادخواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی میں سے اوپر کا پور کاٹ دیگا اور بکر و خالد کے واسطے درمیانی و نیچے کا پور نہ کاٹے گا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور میں بھی ثابت ہے پھر بکر کو مختار کرے گا چاہے زید کی انگلی میں سے بیچ کا پور قصاص میں لے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے بلکہ انگلی کی تہائی دیت لے لے پس اگر اُسنے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پور کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے قصاص میں انگلی کاٹ ڈالے اور اسکے سوائے اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر قصاص نہ لیا تو اُسکو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملیگی۔ اور اگر تینوں میں سے ایک حاضر ہوا اور باقی دونوں حاضر نہوئے پس اگر عمرو حاضر ہوا تو اُسکے واسطے اوپر کا پور قصاصاً کاٹا جائیگا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونوں حاضر ہوئے تو دونوں کو اختیار دیا جائے گا پس اگر دونوں نے قصاص لینا اختیار کیا تو سوائے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہوا باقی دونوں حاضر نہوئے تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونوں حاضر ہوئے تو دونوں کے واسطے ارش کا حکم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا پھر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوئے تو ہتھیلی والے کیواسطے ہتھیلی کاٹی جائیگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے باقی کا قصاص لے اور چاہے ارش لے یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک حاضر ہوا دوسرا غائب ہا تو جو شخص پہلے حاضر ہوا ہے اُسی کا حق دلایا جائیگا خواہ کوئی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے اُسکا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو زید کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ قصاص میں لے یا ارش لے اور عمرو کا حق باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا چاہے عمرو اور خالد دونوں زید کا ناقص ہاتھ کاٹیں یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اُس سے لے لے اور اگر خالد نے

بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اُسکا اختیار باطل ہو جائیگا اور اُسکے واسطے اور عمرو دونون کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص مین کاٹ دیا جائیگا پھر جب زید کا ہاتھ دونون کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اُس کے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال مین دینا واجب ہوگا کہ جسمین سے دو تہائی سال اول مین اور ایک تہائی دوسرے سال مین ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھوین حصے اُسکے ہاتھ کی دیت واجب ہونگے کہ اُسکو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد مین ادا کرے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے اُسکی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے بکر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو انمین سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہ ہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص مین کاٹا جائیگا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچوین حصے اُسکی ہاتھ کی دیت کے اور پانچوین حصے کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور چوتھائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نوین حصے اُسکے ہاتھ کی دیت کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایان ہاتھ کاٹا تو اُسکے دونون ہاتھ ان دونون کے قصاص مین کاٹے جاوینگے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونون ہاتھ کاٹے ہون تو بھی اُسکے دونون ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر ایک شخص نے دو شخصون کا دایان ہاتھ کاٹا تو اُسکا دایان ہاتھ ان دونون کے قصاص مین کاٹا جائیگا اور دونون کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونون مین برابر مشترک ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اُسنے دونون کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہون یا آگے پیچھے کاٹے ہون۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو اُسکا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جاویگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب رہا تو اُسکا انتظار نہ کیا جائیگا اور حاضر کیواسطے قصاص لایا جائیگا پھر جب دوسرا آوے تو اُسکو ارش ملیگا۔ اور اگر دونون جمع ہوے اور دونون کیواسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو قصاص سے عفو کر دیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نہ رہیگا بلکہ اُسکو فقط آدھی دیت ملیگی اور اگر دونون نے دیت وصول نہ پائی تو یہانتک کہ ایک نے اُسکو قصاص عفو کر دیا بعد ازانکہ حکم قاضی ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر دونون نے مال دیت نہ لیا ہو اور اُسکا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اُسکو عفو کیا تو بھی مسئلہ مین اختلاف ہے اور اگر دونون نے مال دیت کے عوض رہن[۱] لیا ہو تو یہ بمنزلہ وصول پانے کے ہے پھر اگر ایک نے اس کے بعد اسکو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا پھر دونون مین سے ایک نے زید کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہو جائیگا اور دوسرا ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو

[۱] قولہ رہن الخ کیونکہ رہن وثاقت کے واسطے ہوتا ہے اور وہ بمنزلہ وصول مال کے قرار دیا جاتا ہے ۱۲

اختیار ہو گا چاہے اُسکا ہاتھ کاٹنے سے اُسکی ذراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل ذراع میں ہوگی اور یہ دیت اُسکو دو سال میں ملیگی کہ دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی سال دوم میں لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال میں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی اُنگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عمداً کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اُسنے اُسی اُنگلی کا پور دوسرے جوڑ سے عمداً کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص میں زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائے گا نیچے والا نہ کاٹا جائے گا اور نیچے والے کا ارش اُسکو ملیگا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہو گیا پھر اُسنے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم اچھا نہوا ہو تو زید پر پوری اُنگلی کا قصاص واجب ہو گا کہ ایک دفعہ اُسکی پوری اُنگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی اُنگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر کسی دوسرے سبب سے مر گیا اور ایک بیٹا خالد چھوڑا جسکا اوپر کا پور اسی اُنگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے آکر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے پہلے اوپر کے پور کا قصاص واجب ہو گا پھر اُسکا بیٹا دوسرے جوڑ کا ارش لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہو گیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُسنے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہو گیا تو قصاص واجب ہو گا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کر کے کاٹا اور وہ اچھا ہو گیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہو گیا تو اسمیں سے کسی میں قصاص نہو گا اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہو گیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کی اُنگلیاں کاٹیں پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُسکی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جاویگی اُنگلیاں نہ کاٹی جاوینگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر درمیان میں اُنگلیوں کا زخم اچھا ہو گیا ہو تو اُنگلیوں میں قصاص واجب ہو گا اور ہتھیلی کے حق میں حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور اُنگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہو گا اور اگر اچھا ہو جانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہو گا اور باقی ارش واجب ہو گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی اُنگلی میں عمداً مارا اور ہتھیلی سے ساقط ہو گیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر کوئی مفصل پر سے نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں فقط سقوط کیطرف دیکھتا ہوں اصل جراحت کیطرف نہیں دیکھتا ہوں پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائیگا ورنہ نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اس میں قصاص نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کی اُنگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہو گئی تو اُنگلی کا قصاص نہو گا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُنگلی کا

ا عوض قطع عضو ۱۲ ۲ یعنی ایک ہی مرتبہ ہتھیلی سے کاٹ دیا جائے گا جسمیں اُنگلیاں بھی داخل ہیں ۱۲ ۳ مفصل ایک عضو کی دوسرے عضو سے ملنے کی جگہ جسکو ہمارے عرف میں جوڑ کہتے ہیں ۱۲

جوڑ قطع کیا اور متصلی شل ہو گئی تو جس قدر شل ہو گئی ہے اُسکی دیت واجب ہو گی اور بالاتفاق قصاص نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک انگلی قطع کی اور اُسکے پہلو کی انگلی شل ہو گئی ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انمین سے کسی بات مین قصاص نہوگا اور اُسپر دونون انگلی کی دیت واجب ہو گی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کی انگلی کاٹی اور اُس کے پہلو کی دوسری انگلی گر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین سے کسی مین قصاص نہین ہے و لیکن دونون انگلیون کی دیت واجب ہو گی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہو گی اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ دونون کا قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی عمداً کاٹ ڈالی پھر چھری دوسری انگلی پر اُگل پڑی تو بلا خلاف پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہو گی یہ محیط مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کلمہ کی انگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بیچ کی انگلی ساقط ہو گئی تو بیچ کی انگلی اور جوڑ کلمہ کی انگلی کا کاٹا جائیگا اور اگر کلمہ کی باقی انگلی شل[1] ہو گئی اور بیچ کی انگلی گر گئی تو مین بیچ کی انگلی کا قصاص لونگا اور کلمہ کی انگلی کا قصاص نہ لونگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُسکا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مرگیا تو زید اُسکے قصاص مین قتل کیا جائے گا اور اگر زید اُس قصاص سے مرگیا تو اُسکی دیت عمرو کی مددگار برادری پر واجب ہو گی یہ امام اعظم کا قول ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُسکو قتل کیا تو اُس سے دونون[2] کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ دونون جرم عمداً ہون یا خطاءً ہون یا ایک عمداً دوسرا خطاءً ہو خواہ اول زخم اچھا ہو جانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہوا ہو الا اُس صورت مین کہ دونون خطا سے ہون کہ اُنکے درمیان مین زخم سے صحت نہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہو گی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے یون حکم دے کہ اسکا ہاتھ کاٹ کر پھر اسکو قتل کر دو یا یون حکم فرمادے کہ اُسکو قتل کر دو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قتل کیا جائیگا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتین کین پس اگر دونون کی جنس واحد ہو مثلاً دونون عمداً ہون یا دونون خطاءً ہون اور مظلوم مرگیا تو ہم ان دونون جنایتون کو ایک ہی اعتبار کرینگے اور اگر دونون جنایتون مین بیچ مین صحت ہو گئی ہو یا دونون مختلف ہون مثلاً ایک عمداً ہو دوسری خطاءً ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہون تو ہر ایک پر اُسکے ذاتی فعل کا حکم ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا انگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُسکا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مرگیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہوگا اول پر نہوگا

ف۱ یعنی بیکار ہو گئی جیسے فالج وغیرہ سے عضو بیکار ہو جاتا ہے ۱۲ ف۲ قولہ الا معنی یہ ہین کہ مواخذہ دونون کا ہر حال ہوگا لیکن دونون کا علیحدہ علیحدہ حکم اس ایک صورت مین نہوگا ۱۲ منہ

اور اول کا ہاتھ یا انگلی کاٹی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور خصیے عمداً کاٹ ڈالنے میں قصاص واجب ہونا یا نہونا کتب ظاہرہ میں نہیں پایا گیا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر پورا حشفہ عمداً کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہیں ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل میں مذکور ہے کہ اسمیں قصاص نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اسمیں قصاص ہے کذا فی الظہیریہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اُسکی صلاحیت ظاہر ہونے لگی تھی یعنی جنبش و استادگی کرتا تھا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر حشفہ سے کاٹا ہو وے اور اگر خطا سے کاٹا تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے یہ مراد ہے کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنبش نہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین[1] کے آلہ میں ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالے

پانچواں باب۔ واقعہ قتل میں گواہی اور اقرار قتل اور مدعی یعنے ولی جنایت کے قاتل کی طرف سے تصدیق و تکذیب کے بیان میں۔ اگر ایک شخص پر دو شخصوں نے عمداً قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائیگا یہانتک کہ گواہوں کا حال دریافت کیا جاوے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چند روز قید رکھا جائیگا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا ورنہ رہا کیا جائیگا اور اس حکم میں قتل عمد و خطا و شبہ عمد سب برابر ہیں یہ شرح مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ اس نے خطا سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعوے کیا کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں۔ اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تاکہ میں اسکے روبرو اپنے گواہ پیش کروں تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائیگا کہ تین روز کیواسطے کفیل دیوے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں اور درخواست کی کہ جبتک گواہ لاؤن تبتک مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تو قاضی اُسکے کفیل لینے کی درخواست قبول نہ فرمائیگا اور اگر عمداً قتل کرنے کا دعوی کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کریگا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اسکے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اُسکے ساتھ ساتھ رہیگا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجراً اُسکو قید رکھیگا پھر جب گواہوں کی عدالت ثابت ہوجاوے اور انھوں نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس کے دو بیٹے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے پس حاضر نے اسکے مقتول ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے اور اقدام قصاص نہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائیگا پھر جب غائب آوے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دی جائیگی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ یہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ اور اگر قتل بخطا ہو یا دونوں کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت میں غائب بالاجماع دوبارہ گواہ پیش نہ کریگا اور اس بات پر اجماع ہے کہ قاتل قید رکھا جائیگا اور اسپر بھی اجماع ہے کہ جبتک غائب نہ آجاوے تبتک قصاص کا حکم نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک

[1] عنین وہ مرد جو عورت پر قادر نہو سکے جسکو ہندی میں نامرد بولتے ہیں ۱۲

اور وہ عمداً قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہے تو اسمین بھی یہی تفصیلی حکم ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر سب وارث ہوے اور انھون نے دو شخصون پر جنمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے اپنے باپ کے خون کا دعوے کیا اور اُن دونون پر قتل عمد کے گواہ قائم کیے تو حاضر پر گواہون کی سماعت ہو کر اُسپر قصاص کا حکم دیا جائے گا اور غائب کے حاضر ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائیگا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہونگے پھر اگر اُسنے حاضر ہو کر قتل سے انکار کیا تو وارثون کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسنے ایک شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چارپائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مر گیا تو اُسپر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو نہ چاہیے کہ قتل عمد مین نہ خطا مین کہ گواہون سے یون دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مرا ہے یا نہین لیکن اگر وہ لوگ یون گواہی ادا کرین کہ وہ اسی زخم سے مرا ہے تو انکی شہادت باطل نہوگی جائز ہوگی جبکہ گواہ عادل ہون۔ اور اگر دونون نے یون گواہی دی کہ اُسنے اسکو تلوار سے مارا یہانتک کہ وہ مر گیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر قاضی دریافت کرے کہ آیا عمداً ایسا کیا ہے تو اوثق ہے۔ اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے اسکو نیزہ سے یا تیر کلان یا خرد سے مارا ہے تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ خطاً تلوار سے اُسکو قتل کیا ہے تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم یہ نہین جانتے ہین کہ اسکو خطا قتل کیا ہے یا عمداً قتل کیا ہے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور گواہی مقبول ہونے کا حکم استحساناً ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے یون گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو یہ باطل ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ امام خواہرزادہ نے شرح دیات الاصل مین فرمایا کہ اگر دونون نے مکان مین اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ مین نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا اور دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوے دیکھنے کی گواہی دی تو استحساناً گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مقتول کے بدن مین جس جگہ زخم آیا ہے اُسمین اختلاف کیا تو گواہی باطل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی جسکے آلہ قتل مختلف ہو گیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے نے لاٹھی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اُسکو چھری سے قتل کیا اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یون ہی اقرار کیا ہے جیسا گواہ بیان کرتے ہین لیکن درواقع مدعا علیہ نے نیزہ مار کر قتل کیا ہے تو گواہی جائز ہے اور قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے ذکر کیا کہ اگر دونون مین سے ایک گواہ نے کہا کہ اُس نے تلوار سے یا لاٹھی سے قتل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہے مگر مجھے معلوم نہین کہ کس چیز سے

---

[1] یعنی یہی گواہ اسکے مجرم ثابت ہونے مین کافی نہین ہین جبتک اُس کے روبرو انکو دوبارہ پیش نہ کرے ۱۲

قتل کیا ہی تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے قتل کیا ہی اور کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہی تو نیا سًا ایسی گواہی مقبول نہوگی اور استحسانًا مقبول ہوگی مگر قصاص کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلائی جاویگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون گواہون نے دو شخصون پر یون گواہی دی کہ ان دونون نے قتل کیا ہی ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاٹھی سے مگر گواہ یہ نہین جانتے ہین کہ کسنے تلوار سے اور کسنے لاٹھی سے قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی ناجائز ہوگی اسی طرح اگر دونون نے ایک شخص پر ایک انگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر اسی ہاتھ کی دوسری انگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر اُنکو یہ تمیز نہین ہی کہ اُس انگلی کا کاٹنے والا کون ہی اور دوسری کا کون ہی تو بھی گواہی ناجائز ہی اسی طرح اگر دونون نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اس نے عمدًا جوڑ پر سے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہی اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اُس نے عمدًا جوڑ پر سے اسکا پانون کاٹ ڈالا ہی پھر بالاتفاق گواہی مین بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چار پائی پر لگ گیا یہانتک کہ مر گیا اور ولی اس سب کا مدعی ہی تو مین قاتل پر اُسکے مال سے نصف دیت کی ڈگری کرونگا اسی طرح اگر پانون کاٹنے پر دو گواہون نے گواہی دی مگر دونون گواہون کی عدالت ثابت نہو ئی تو یہی حکم ہی۔ اور اگر ہاتھ کے دونون گواہون اور پانون کے دونون گواہون مین سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر دونون فریق گواہان مین سے سب گواہون کی عدالت ظاہر ہوگئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دونگا اور اگر ولی نے یہ درخواست کی کہ ہاتھ و پانون کا قصاص لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر اُسپر دو گواہون نے یون گواہی دی کہ اُس نے جوڑ پر سے عمدًا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمدًا اُسکو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے پھر اُسکو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُسکو حکم دیدیا کہ اسکو قتل کرے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو بھی بہتر ہی اور یہ امام اعظم رہ کا قول ہی اور صاحبین رہ نے فرمایا کہ اُسکو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دیگا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالنے کا حکم دیگا اور اگر دونون جنایتون مین سے ایک خطا سے ہو اور دوسری عمدًا ہو تو دونون کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کاٹنا خطا سے ہو تو ہاتھ کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر دوسری خطا سے ہو تو ہاتھ کا اُس پر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنیکی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم دیا گیا پھر جسکے مقتول ہو جانے کی گواہی دی ہی وہ زندہ نظر آیا تو مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے ولی سے تاوان لے یا گواہون سے پھر گواہ اُسکو ولی سے واپس لین گے اور اگر عمدًا قتل کی گواہی دی ہو اور جسپر گواہی دی ہی وہ قتل کیا گیا پھر جس کے مقتول ہونے کی گواہی دی ہی وہ زندہ موجود ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین ولی سے دیت تاوان لین یا گواہون سے پس اگر گواہون سے تاوان لی تو امام اعظم رہ کے نزدیک ولی سے واپس نہین لے سکتے ہین اور صاحبین رہ کے نزدیک جیسے خطاء کی صورت مین ہے

سلہ بازپرس و جرم قائم کرنا جس کو ہمارے عرف مین پکڑا دھکڑ بولتے ہین ۱۲

ویسے ہی واپس لینگے یہ کافی میں ہے اور اگر خطا یا عمد کی صورت میں گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو مقتول کے زندہ ہونے کی صورت میں گواہوں پر ضمان نہو گی فقط ولی پر دونوں صورتوں میں ضمان ہوگی اسیطرح اگر دو گواہوں نے قتل خطا کی دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو فروع پر ضمان واجب نہو گی لیکن ولی اُس دیت کو مددگار برادری پر جس سے لی ہے واپس کریگا اور اگر گواہان اصول نے اگر فروع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو انکا انکار فروع کے حق میں صحیح نہوگا حتی کہ انپر ضمان واجب نہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہو گی اور اگر اصول نے کہا کہ ہمنے ان فروع کو جھوٹ بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اُسوقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دونوں ضامن نہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول سے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس لینگے اور اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اُس نے میرے مورث کو موضحہ زخم پہونچایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے پس دو گواہوں نے موضحہ زخم کی اور اُس سے اچھے ہو جانے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اور موضحہ کے قصاص کا حکم دیا جائیگا اسی طرح اگر ایک گواہ نے موضحہ زخم کی سرایت کی اور دوسرے نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضحہ زخم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونوں اس بات پر متفق ہیں حتے کہ اگر مدعی نے صحت کا دعوی کیا تو جس نے سرایت کی گواہی دی ہے اُسکی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر زخم سر بہ نسبت موضحہ کے کم ہو تو بدون سرایت پائی جانے کے مددگار برادری اُسکے ارش کی متحمل نہوگی جیسے سحاق وغیرہ ہوتا ہے پس اگر ولی نے دعوی کیا کہ وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرے واسطے مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور دو گواہ لایا جنمیں سے ایک نے ویسی ہی گواہی دی جیسا مدعی دعوے کرتا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے اچھا ہو گیا ہے تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا جائے گا اسی طرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُسکے مولے نے دعوی کیا کہ جنایت کنندہ نے اُسکے سر میں عمداً زخم لگایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرا اُسپر قصاص واجب ہوا ہے اور دو گواہ لایا جس میں سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی دعوی کرتا ہے اور اگر دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہو گیا ہے تو قاضی اس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُس نے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے اُس شخص پر اور ایک دوسرے شخص پر گواہ پیش کیے کہ ہمارے باپ کو ان دونوں نے عمداً قتل کیا ہے تو قصاص نہوگا اور پہلے مدعی نے جسپر گواہ قائم کیے ہیں

ف فروع وہ گواہ کہلاتے جو اصلی گواہوں کی گواہی پر گواہ ہوں جیسے اصول اصلی گواہ کہلاتے ہیں ۱۲ ف یعنے ایسا ہیا کہ مجروح مرگیا ۱۲

اُس سے نصف دیت پاویگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُس نے
دو بیٹے چھوڑے جنمین سے ایک نے زید پر یہ گواہ قائم کیے کہ اُس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے
بیٹے نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو خطا سے قتل کیا ہی تو دونون مین سے کسی پر قصاص کا حکم نہوگا
اور قتل عمد کے مدعی کے واسطے جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اس مدعا علیہ کے مال سے آدھی دیت تین سال
مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہی اُسکے واسطے اُسکے مدعا علیہ کی مددگار برادری پر آدھی
دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص مرا اور اُسنے دو بیٹے اور ایک موصی لہ چھوڑا
پھر ایک بیٹے نے دعوے کیا کہ زید نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے
اُسی زید پر یا دوسرے شخص پر دعوے کیا کہ اُسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور اُسپر گواہ قائم کیے پس
اگر موصی لہ نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مددگار
برادری پر تین سال مین ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور قتل عمد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال
مین ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے مدعی عمد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی
مددگار برادری پر تہائی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور
نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عمد کے نام مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر موصی لہ نے
ان دونون کی تکذیب کی تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہوگا اور
اگر اُس نے کہا کہ مجھے نہین معلوم ہی کہ عمداً قتل کیا گیا ہی یا خطا سے تو اُسکا حق باطل نہوگا حتی کہ اگر اُسنے
کسی ایک معین کی تصدیق کی تو اُسکے نام بھی ڈگری ہوگی جس طرح کہ ہمنے ذکر کیا ہی اور اگر سوائے موصی لہ کے
تیسرا بیٹا ہو تو جو کچھ حکم ہمنے ذکر کیا ہی سب صورتون مین وہی حکم ہوگا سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہی
کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عمد کے قول کی تصدیق کی تو دونون کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ
کی صورت مین دونون کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا پھر جس صورت مین ایک کے واسطے مددگار
برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہی اگر ایک کا حق وصول ہو جاوے
اور دوسرے کا ڈوب جاوے تو جسکا ڈوب گیا ہی اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ جس کا حق وصول ہوا ہی اُسمین شریک
ہو جاوے یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مر گیا ہی اُسکے دو بیٹے ہین اُن مین سے بڑے نے چھوٹے پر
گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو
بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ امام اعظم رح
کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قتل خطا کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر عمداً
قتل کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے تو ہر ایک
کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونون مسلون مین مقتول کی میراث دونون بیٹون کو ملیگی

یہ کافی ہیں ہے۔ اگر تین بیٹے ہوں اور فرض کرو کہ ان تینوں کے نام عبداللہ و زید و عمرو ہیں پس عبداللہ نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے باپ کو قتل کیا تو سب کے گواہ بالاجماع قبول ہونگے اور بالاجماع کسی پر قصاص واجب نہو گا پھر امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر اسکے مال سے تہائی دیت کا حکم ہو گا اگر قتل عمد ہو اور اگر قتل خطا ہو تو اسکی مددگار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہو گا اور میت کی میراث سب میں تہائی تقسیم ہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہو گا اور میت کی میراث صاحبین رح کے قول پر بھی ان سب میں تہائی تقسیم ہو گی اور اگر عبداللہ نے زید و عمرو دونوں پر گواہ قائم کیے کہ ان دونوں نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے اور زید و عمرو نے عبداللہ پر گواہ قائم کیے کہ اس نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے تو صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں فریق کی گواہیاں ساقط کر دیجاویگی اور ان سب میں وراثت تین تہائی رہ جائے گی۔ اور بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کے واسطے زید و عمرو پر درصورت قتل عمد کے ان دونوں کے مال سے نصف دیت کی اور درصورت دعوی خطا کے دونوں کی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہو گی اور زید و عمرو کے واسطے عبداللہ پر درصورت قتل عمد کے اُسکے مال سے نصف دیت کی اور درصورت قتل خطا کے اُسکی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہو گی اور جسقدر میراث ہے وہ نصف عبداللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملے گی۔ اور اگر عمرو نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور ان دونوں میں سے کسی نے عبداللہ پر کچھ گواہ پیش نکیے تو عبداللہ سے کہا جائیگا کہ تو اس مقدمہ میں کیا کہتا ہے پس اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں یا تو عبداللہ ان دونوں میں سے کسی خاص پر قتل کا دعوی کریگا یا دونوں میں کسی پر دعوی نکریگا یا دونوں پر دعوے کریگا کہ ان دونوں نے باپ کو قتل کیا ہے پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعوی کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعوی کیا تو امام اعظم رح کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی دیت کی ڈگری ہو گی اور یہ مال زید و عبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہو گا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر خطا ہو تو اسکی مددگار برادری سے دیجائیگی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کی ڈگری ہو گی پس اگر قتل عمد ہو تو زید کے مال سے اور اگر خطاء ہو تو اسکی مددگار برادری سے دلائی جاویگی۔ اور میراث میں سے نصف عبداللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملیگی۔ پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہے وہ اُس مال میں جو عبداللہ کے واسطے واجب ہوا ہے ملا یا جائیگا اور دونوں میں تقسیم کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول پر عبداللہ کے واسطے عمرو پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر خطا سے ہو تو اسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہو گا اور یہ مال زید و عبداللہ کے درمیان مساوی تقسیم ہو گا اور میراث بھی ان دونوں کے درمیان مساوی تقسیم ہو گی اور اگر عبداللہ نے ان دونوں میں سے کسی پر قتل کا دعوی نکیا مثلاً کہا کہ ان دونوں میں سے کسی نے قتل نہیں کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کا حکم دیا جائے گا پس اگر قتل عمد

ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا اور دیت میں سے عبد اللہ کو کچھ نہ ملیگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک ایسی صورت میں کچھ نہ دیا جائیگا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور اگر عبد اللہ نے ان دونوں پر قتل کا دعوے کیا کہ تم دونوں نے باپ کو قتل کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عبد اللہ کے واسطے کچھ دیت کا حکم ہوگا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث میں سے نصف عبد اللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملیگی اور صاحبین کے قول پر زید و عمرو کی گواہیاں ساقط کر دیجاوینگی اور عبد اللہ کے گواہ نہیں ہیں پس اسکے نام کچھ حکم دیت نہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر بیٹا و بھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے پر دعوی کیا تو بھائی کے گواہ لغو ہونگے اور اُسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر یہاں دو بیٹے ہوں اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کیے اور بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اسپر التفات نہ کیا جائیگا یہ کافی میں ہے اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے کے گواہ قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیے کہ ان دونوں نے قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک بھائی کے گواہ قبول ہونگے اور میراث اسی کو ملیگی پس اگر قتل عمد ہو تو دونوں بیٹے قتل کیے جاوینگے اور اگر قتل خطا ہو تو اُنکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس مسئلہ میں امام اعظم رح کا قول ذکر نہیں کیا اور اُنکے قول کے بنا پر چاہیے کہ بھائی کے گواہ قبول ہوں اور میراث دونوں بیٹوں میں مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت واجب ہو اور اگر اُسنے تین بیٹے چھوڑے جنمیں سے دو بیٹوں نے تیسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح کے نزدیک تو دونوں بیٹوں کے گواہ قبول ہو کر تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر قتل خطا ہو تو اسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث میں سے کچھ نہ ملے گا اور تمام میراث دونوں بیٹوں میں جو مدعی تھے تقسیم ہوگی اور امام اعظم رح کے نزدیک دونوں بیٹوں کے گواہوں کو تیسرے بیٹے کے گواہوں پر ترجیح نہوگی پس دونوں کیواسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اسکے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اسکی مددگار برادری سے وصول کیجائیگی اور تیسرے کیواسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینوں میں تین تہائی ہوگی اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے درمیانی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور درمیانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک مدعی کیواسطے اسکے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان سب میں تین تہائی ہوگی اور بنا بر قول صاحبین رح کے بڑے بیٹے کے واسطے درمیانی پر نصف دیت کا اور درمیانی کے واسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور چھوٹے کیواسطے اجنبی پر کچھ حکم نہوگا اور میراث بڑے اور درمیانی کے واسطے نصفا نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ

ف۱ مترجم کے نزدیک بنا لیا لفظ دیت کا اس مقام پر کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور تیرگی کا لفظ اولی ظاہر ہوتا ہے واللہ اعلم ۱۲

مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہی اور ولی مقتول دعوی کرتا ہی کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو قصاص مین قتل کرے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مقتول کو قتل کیا ہی اور دوسرے گواہون نے ایک شخص دیگر پر مقتول کے قتل کرنے کی گواہی دی اور ولی نے دعوی کیا کہ تم سب نے اُسکو قتل کیا ہی تو یہ سب باطل ہوگیا یہ ہدایہ مین ہی۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی پس اُسنے تصدیق کرکے اُسکو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین نے اسکو عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہی کہ اسکو بھی قصاصاً قتل کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار کے وقت ولی نے کہا ہو کہ تونے تنہا اسکو قتل کیا ہی پھر اسکو قصاص مین مار ڈالا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا بلکہ مین نے اُسکو تنہا قتل کیا ہی تو اُسپر[1] اُس شخص کی جسکو اُس نے قتل کیا ہی دیت واجب ہوگی اور دوسرے پر اُسکی[2] دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے ولی نے عمداً قتل کا دعوے کیا تو ولی کو استحساناً قاتل کے مال سے دیت دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر قاتل نے قتل عمد کا اقرار کیا اور ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ پھر اسکے بعد اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی اور کہا کہ تونے اسکو عمداً قتل کیا ہی تو قاتل پر[3] اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی ایک شخص نے دو آدمیون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے مورث کو عمداً دھاردار آلہ سے قتل کیا ہی پھر ایک نے اسکے عمداً قتل کرڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہون نے تنہا عمداً قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقر پر نصف دیت واجب ہوگی اور جسپر گواہون نے گواہی دی ہی اُسپر کچھ نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اگر دو مدعا علیہ مین سے ایک نے اقرار کیا کہ مین نے اسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو مدعی کو مقر کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شخصون پر قتل عمد کا دعوے کیا اور ایک نے عمداً قتل کرنے کا اور دوسرے نے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونون پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی امام محمد رہ نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص نے دو شخصون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور میرا ان دونون پر قصاص چاہیے ہی پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ تونے سچ دعوی کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اسکو خطا سے لاٹھی سے مارا ہی تو ولی مقتول کے واسطے دونون پر دونون کے مال سے تین سال مین دیت کا حکم ہوگا۔ اور یہ جو اس مقام پر مذکور ہی یہ استحسان ہی۔ اور اگر اس صورت مین ولی نے خطا کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ دیت وغیرہ کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر ولی نے اس صورت مین قتل خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے دعوے کے موافق قتل خطا کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونون پر اس صورت مین خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا اور ایک

[1] یعنے اس اقرار کنندہ پر جس نے آکر بیان کیا کہ مین نے تنہا قتل کیا ہی ۱۲ [2] جس کو اس دوسرے نے قصاص مین مارا ہی ۱۲ [3] یعنے شخص اقرار کنندہ ۱۲

مدعا علیہ نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت مین دونون نے قتل خطا کا اقرار کیا ہی دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون پر قتل عمد کا دعوی کیا پس ایک نے کہا کہ ہمنے اسکو عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر اس صورت مین مدعی قتل خطا کا دعوی کرتا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اور فلان شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ ہمنے اسکو خطا سے قتل کیا ہی اور ولی نے مقر قتل عمد سے کہا کہ تو نے اسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے اس صورت مین خطا سے قتل کا دعوی کیا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے عمداً اسکا ہاتھ کاٹا اور فلان شخص نے عمداً اسکا پانون کاٹا پس اس صدمہ سے وہ مر گیا اور ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے ہی عمداً اسکا ہاتھ و پانون کاٹا ہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقر کو ولی قتل کر سکتا ہی اور اگر ولی نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے عمداً اسکا ہاتھ کاٹا ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ اسکا پانون کس نے کاٹا ہی تو مقر قتل نہ کیا جائیگا لیکن اگر ابہام زائل ہو جاوے مثلاً اس نے کہا کہ مجھے یاد آگیا کہ فلان شخص نے عمداً اسکا پانون کاٹا ہی تو اسکو مقر کے قتل کر دینے کا اختیار رہوگا اور یہ عذر ہوگا شاید کہ اگر مبہم کر دینے کے وقت قاضی نے اسکے حق باطل ہونے کا حکم دیدیا پھر اس نے یاد کرکے بیان کیا تو اسکا حق عود نہ کرے گا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مقتول کے دونون ہاتھ کٹے ہوے ہین اسکے وارث نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے اسکا دایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور فلان شخص نے اس کا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور دونون کے زخم سے وہ مر گیا ہی پس جسپر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اس نے کہا کہ مین نے عمداً اسکا بایان ہاتھ کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا ہی اور دوسرے نے اس کے قطع کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقر کے قتل کر ڈالنے کا اختیار رہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور مجھے دریافت نہین ہی کہ اسکا دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ وہ بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور مقتول ان دونون زخمون سے مر گیا ہی اور جس مدعا علیہ پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہی اس نے کہا کہ مین نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مر گیا تو مقر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً اور فلان شخص نے دایان ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہی اور جس پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اس نے کہا کہ مین نے عمداً اسکے بائین ہاتھ کو کاٹا ہی اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ دایان ہاتھ کس نے کاٹا ہے لیکن یہ جانتا ہون کہ دایان بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور وہ اسی سے مر گیا ہی تو مقر پر قصاص نہوگا اور استحساناً اسپر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاساً اسپر کچھ دیت بھی لازم نہونی چاہیے یہ محیط مین ہی

چھٹا باب۔ صلح و عفو و اسمین ادائے شہادت کے بیان مین۔

باپ کو اختیار ہی کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت مین صلح کرے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے مین روایات مختلف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر قاتل و اولیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کر لی تو قصاص ساقط ہو جائیگا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو

یا کثیر ہو اور اگر اُنھون نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نکیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا
ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر قتل خطا ہوا اور کہا کہ مین نے تجھ سے ہزار دینار یا دس ہزار درم پر صلح کی اور اُسکے ادا کے
واسطے کوئی میعاد مقرر نہ کی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل ایسکے کہ دونون باہم کسی نوع دیت پر راضی
ہون واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجل یعنے میعادی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو
اور آزاد نے اور غلام کے مولے نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ان دونون پر جو خون ہے اُس سے ہزار درم پر صلح کرے
اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درم مولاے غلام و آزاد پر نصفا نصف ہونگے یہ ہدایہ مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل خطا کیصورت
مین جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونون کی باہمی رضامندی ہونیکے بعد صلح ہوئی
پس اگر اُسی نوع دیت پر صلح ہوئی جسکا قاضی نے حکم دیا یا جسپر دونون باہم راضی ہوچکے یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع
ہوئی تو جائز نہین ہے۔ اور اگر جسقدر قاضی نے حکم دیا ہے اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار
ہو اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہے اگر اُسکے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جسقدر کا حکم قاضی نے دیا ہے اُس سے
زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دینارون پر صلح کر لی تو صلح جبھی جائز ہوگی
جب ہاتھون ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کر لی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو
تو جائز ہے اگرچہ مجلس صلح مین اُسپر قبضہ نہوے اور جسقدر کا حکم ہوا ہے اگر اُس سے کم پر صلح کی پس اگر حکم قضا ر مال صلح مین کوئی
درم و کوئی دینار ہو تو جبتک نقد ہاتھون ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہوگی اور اگر وہ مال جسکا حکم ہوا ہے وہ دراہم
ہون اور جسپر صلح ٹھہری ہے وہ عروض ہون پس اگر اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے خواہ اُسی مجلس مین
قبضہ ہو جاوے یا نہو یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب دونون نے بعد حکم قاضی و باہمی رضامندی کے صلح کی ہو
اور اگر حکم قضا و باہمی رضا سے پہلے دونون نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت مین مفروض کیا گیا
ہے پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہین ہے[۱] اگرچہ ہاتھون ہاتھ دیا جاوے اور اگر دس ہزار درم یا ہزار
دینار یا سو اونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہے خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت
مین مفروض نہین ہے صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین اُدھار ہو تو نہین جائز ہے اور اگر معین ہو تو جائز ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک
شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے دو ولی ہین۔ پس دونون مین سے ایک نے قاتل سے پچاس ہزار درم پر پورے خون سے
صلح کی تو بقدر اُسکے حصہ کے پچیس ہزار درم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملیگی تو پانچ ہزار درم لینگے
اور امام اعظم سے روایت ہے کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہے اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچہزار
درم واجب ہونگے۔ مگر مشہور روایت وہی ہے جو ہمنے پہلے ذکر کی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وارثان مقتول مین سے
مرد یا عورت یا مان یا دادی یا نانی وغیرہ یا ایسے سوائے عورتون مین سے جنسے قصاص معاف کر دیا یا مقتول عورت ہے اور
اُسکے شوہر نے قصاص معاف کر دیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر شریکون مین سے کسی نے ۰۱۴

[۱] یعنی مراد یہ ہے کہ جسقدر مال دیت مین مقرر کیا جاتا ہے اُس سے زیادہ پر جو صلح کی جاوے تو وہ صلح باطل ہوگی اور اطلاق عام ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

اپنے حصہ سے کسی قدر مال پر صلح کر لی یا عفو کر دیا تو قصاص سے باقیون کا حق ساقط ہو گیا مگر انکو دیت مین سے انکا حصہ ملیگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہوگا اور اگر حق قصاص دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے قاتل کو عفو کر دیا تو دوسرے کو تین سال مین مال قاتل سے نصف دیت ملیگی یہ کافی مین ہے - اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے مگر اُس نے قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اُسکو نصف دیت ملیگی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہوا تو اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو عمداً قتل کیا اور دونون کا ولی ایک شخص ہے پس اُسنے ایک کا قصاص معاف کر دیا تو اُسکو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار رہیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے - و لیکن محیط سرخسی مین لکھا ہے کہ دو قاتلون مین سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کو قتل کر سکتا ہے انتہے قال المترجم و ہو الظاہر - اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہے پس ایک ولی نے اُسکو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہے - اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہے اور قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو معاف کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُس ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا اور صاحبین ہمین خلاف کرتے ہین محیط مین ہے - ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور ولی کیواسطے قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست کی کہ قاتل کو عفو کر دے پس اُس نے عفو کیا پھر مامور نے قاتل کو قتل کر دیا اور اُسکو عفو کرنیکا حال معلوم نہوا تو فرمایا کہ مامور پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر نابالغ کا خون اُسکے ولی یا وصی نے معاف کیا تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے بھائی نے گواہ قائم کیے کہ مین اُسکا وارث ہون میرے سوا کوئی اُسکا وارث نہین ہے اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا موجود ہے تو قاضی اُسکے بھائی کے گواہون پر حکم نہ دیگا بلکہ تاخیر کریگا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہے وہ اُسکا وارث ہوا اور اُس نے مجھ سے دیت پر صلح کر کے وصول کر لی ہے یا اِس امر کے گواہ دیے کہ بیٹے نے مجھے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہ قبول ہونگے پھر اگر اُسکے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائیگا کہ بیٹے کے روبرو گواہ دوبارہ سنا دے اور فقط اِن گواہون پر جو قاتل نے بمقابلہ بھائی کے پیش کیے تھے بیٹے پر حکم نہ دیگا اور اگر مقتول کے دو بھائی ہون اور قاتل نے دونون مین سے ایک بھائی پر گواہ قائم کیے کہ جو بھائی غائب ہے اُس نے مجھ سے پانچ ہزار درم پر صلح کر لی ہے تو یہ جائز ہے - پھر اگر غائب نے حاضر ہو کر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور جب کہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملیگی اور غائب کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے - اور اگر مقتول کے دو ولی ہون اور ایک غائب ہو پس قاتل نے دعوے کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کر دیا ہے اور اس دعوے پر گواہ پیش کیے تو مین اُسکے گواہون پر

ل کیونکہ جب اُس نے معاف کر دیا تو اُسکا کوئی حق دیت مین نہ رہا اور اُسکے معاف کر دینے سے دوسرون کو قصاص کا استحقاق نہ رہا کہ اس صورت مین قصاص متعذر ہے ۱۲

غائب کیطرف سے عفو جائز رکھونگا اور جب عفو کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُسکے روبرو دوبارہ گواہیوں کا اعادہ نکریگا اور اگر اُسنے غائب کیطرف سے عفو کا دعویٰ کیا مگر اُسکے پاس گواہ نتھے اور اُسنے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو یمین تاخیر دیجائیگی یہانتک کہ غائب آجاوے تو اس سے قسم لیگا پھر اگر اُسنے حاضر ہو کر عفو کرنے پر قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہین وہ شہر مین موجود ہین تو اُسکو تین روز کی مہلت دیجائیگی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ عفو کے دعوے مین جسقدر اُسکی راے مین آوے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب مین تین روز کی مہلت مذکور ہے یہ مقدار لازمی نہین ہے پس اگر اُسنے تین روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہین یا ابتدا سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو قیاس چاہتا ہے کہ اُس سے قصاص لے لیا جاوے اور تاخیر نہ دی جاوے لیکن استحساناً اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جاوے گا الا اُس صورت مین کہ قاضی کے علم مین یہ بات آوے کہ اگر اُسکے پاس گواہ ہوتے تو اُنکو پیش کرتا یہ محیط مین ہے۔ دو ولیون مین سے ایک نے دوسرے کے حق مین گواہی دی کہ اس نے قاتل کو عفو کر دیا ہے۔ تو یہان پانچ صورتین ہین اوّل یہ کہ شریک نے اُس کے قول کی تصدیق کی اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک و قاتل دونون نے تکذیب کی سوم شریک نے تکذیب اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک و قاتل دونون نے سکوت کیا۔ پس ان سب صورتون مین قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو نصف دیت ملیگی۔ اور دوم ہو تو مدعی کو کچھ نہ ملے گا اور ساکت کو نصف دیت ملے گی اور تیسری صورت ہو تو قاتل پوری دیت دے گا جو ان دونوں مین مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قاتل نے شاہد کے قول کی تکذیب کی اور شریک نے تصدیق کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاساً قاتل پر کچھ دیت واجب نہوگی مگر استحساناً شریک شاہد کے واسطے مال قاتل سے نصف دیت واجب ہوگی اور استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلثہ[1] نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر قاتل و مشہود علیہ نے شاہد کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونون خاموش رہے تو اسکا وہی حکم ہے جو دونون کی تکذیب کرنے کا حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو ضرور ہے کہ یا تو دونون نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے پس اگر ساتھ ہی شہادت دی پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو دونون کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معاً دونون کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر آگے پیچھے دونون کی تصدیق کی تو دونون کو پوری دیت ملے گی۔ اور اگر اُسنے دونون مین سے ایک کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق کی ہے اُسکے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونون نے آگے پیچھے گواہی دی پس اگر قاتل نے دونون کی تکذیب کی تو پچھلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہ ملیگا اسیطرح اگر اس نے ساتھ ہی دونون کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملے گا اور دوم کو نصف دیت ملیگی۔ اور اگر آگے پیچھے

دونون

---

[1] یعنے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالےٰ ۱۲

دونون کی تصدیق کی تو پھر دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ایک کی تصدیق کی پس اگر اول کی تصدیق اور دوم کی تکذیب کی تو پھر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے کی تصدیق کی تو دوسرے کو نصف دیت ملے گی اور اول کو کچھ نہین ملے گا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر خون مین تین آدمیون کا استحقاق ہو پھر دو آدمیون نے ان شریکون مین سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُسنے عفو کیا ہی تو اس مین چار صورتین ہین اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونون آدمی ان دونون شاہدون کی تصدیق کرین اور اس صورت مین مشہود علیہ کا حصہ باطل ہوجائے گا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب ہو کر مال ہوجائے گا اور اگر دونون نے دونون کی تکذیب کی تو دونون شاہدون کو کچھ نہ ملیگا اور مشہود علیہ کا حق مال کیطرف منقلب ہوجائے گا اور اگر دونون شاہدین کی فقط مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنے حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونون شاہدین کو ملے گا۔ اور اگر فقط قاتل نے دونون کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب مین مشترک ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر وارثون مین سے دو وارثون نے بعض وارثون پر قتل خطا کی صورت مین گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا حصہ دیت عفو کردیا ہی تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہووے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک قوم نے مجتمع ہو کر ایک کٹھے گتے کو تیر مارنے شروع کیے پس ایک تیر خطا کرکے ایک نابالغ جاریہ کے لگا یعنے چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مرگئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی نہ دی کہ اسکو فلان شخص نے مارا ہی پھر لڑکی مذکورہ کے باپ سے تیر والے نے ایک باغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنیوالے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنیوالا ہی زخمی کرنے والا ہی اور لڑکی اسی زخم سے مری ہی تو صلح جائز ہوگی اور اگر اس مقدمہ مین سوائے تیر کی شناخت کے اور کچھ معلوم نہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یون دریافت ہو کہ تیر والے نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر ہٹایا اور وہ گر کر مرگئی اور یہ دریافت نہین ہوتا ہی کہ تیر سے مری ہی یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثون کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہی اور بدل الصلح[۱] باقی وارثون کو ملیگا باپ کو نہین ملیگا اور اگر بدون انکی اجازت کے صلح کی تو باطل ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ عفو مین ضرور ہی کہ یا جنایت عمد مین معاف کیا یا جنایت خطا مین عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہین کہ یا تو جنایت سے ہوگا یا زخم سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہی یا فقط ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے یا فقط زخم سے عفو کیا ہی اور اگر جنایت عمداً ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ مین نے تجھے جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی یا زخم سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہی عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اسکی سرایت پیدا ہوتا ہی بری ہوجائیگا اور اگر کہا کہ مین نے تجھے قطع سے یا زخم سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو

---

[۱] بدل الصلح وہ نقد وجنس جو صلح کے عوض باہم مقرر ہو ۱۲

مثلاً زخم سر کیوجہ سے دائم المرض ہو کر مرجاوے تو اس نتیجہ سے بری نہو گا حتیٰ کہ اگر مجروح مرجاوے تو قیاساً قصاص واجب ہو گا اور امام اعظم رح کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائیگا اور اگر جنایت بخطا ہوا اور اُس نے قطع یا زخم سر سے عفو کیا پھر اُسکا اثر ساری ہو گیا اور وہ مرگیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہی اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اُس سے پیدا ہوے عفو کیا تو مثل عمداً جنایت کرنیکی صورت کے ان سب سے عفو صحیح ہی لیکن عمداً کی صورت مین پورے مال سے دیت کا اعتبار ہو گا اور خطا کی صورت مین تہائی سے اعتبار ہو گا اور وہ مددگار برادری کو وصیت ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہی - ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمداً قطع کیا ہوا اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس اگر وہ مرد اس زخم سے اچھا ہو گیا (جتنے کہ اسکا ارش اس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائیگا اور بالاجماع اسکا ارش اس عورت کا مہر ہو جائیگا پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُسکو چھوڑ کر مرگیا تو پورا ارش عورت کو مسلم رہیگا اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دی تو دو ہزار یا پانچسو درم عورت مذکورہ کو مسلم رہین گے اور باقی دو ہزار یا پانچسو درم شوہر کو واپس کریگی اور اگر مرد مذکور اس زخم سے مرگیا تو بالاجماع تسمیہ باطل ہے اور عورت مذکورہ کو مہر مثل ملیگا پس اگر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور کیواسطے متعہ واجب ہو گا پھر امام اعظم رح کے نزدیک قیاساً عورت مذکور پر قصاص واجب ہو گا اور استحساناً قصاص نہو گا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت پر دیت واجب ہو گی اور اگر عورت مذکور سے جنایت پر یا قطع اور اُسکے اثر سے جو پیدا ہو اُس پر نکاح کیا پس اگر زخم سے وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش عورت مذکورہ کا مہر ہو جائیگا یہ بالاجماع ہی - اور وہ اُسکے سپرد رہیگا اگرچہ مال ارش بہ نسبت اُسکے مہر مثل کے زائد ہو اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو تسمیہ باطل ہو گیا اور عورت مذکورہ کے واسطے مہر مثل واجب ہو گا اور قصاص مفت بے عوض ساقط ہو گیا اور اگر جنایت بخطا ہو اور مرد نے اُس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہو گیا تو اسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اگر اُس نے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کر کے طلاق دی یا مرگیا تو عورت مذکورہ کو پورا ارش سپرد رہیگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر دخول سے پہلے طلاق دی تو عورت کو اسمین سے نصف دیا جائیگا یعنے دو ہزار یا پانچسو درم اور باقی دو ہزار یا پانچسو درم اُسکی مددگار برادری اُسکے شوہر کو ادا کریگی اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تسمیہ مہر باطل ہو گا اور اسکو مہر مثل ملیگا اور عورت کی مددگار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک تسمیہ صحیح ہو گا اور شوہر کی دیت اُسکا مہر ہو گا۔ اور اگر جنایت بخطا پر یا قطع بخطا پر اور جو اس سے پیدا ہووے نکاح کیا پس اگر وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اُسکا مہر ہو گیا اور اُسکی مددگار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو اُسکی دیت اُسکا مہر ہو گا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پھر اُسکے مہر مثل اور مقدار دیت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دونوں مساوی ہوں تو بلاشک پوری دیت اُسکے سپرد رہیگی خواہ قطع کرنیکے بعد

ف نادہ یعنی ناقص مثلاً دو چار یا اس سے کم بیس عدد کا تام لیکر کہنا ۱۲

ایسے حال مین نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے حال مین کہ جب وہ چارپائی پر پڑ گیا تھا۔ اور اگر اُسکا مہر المثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا تو بھی سب بیت اُسکو پائیگی۔ اگرچہ اُس کے مہر مثل سے زائد دینے مین تبرع پایا گیا ہے اور اگر ایسی حالت مین نکاح کیا کہ جب وہ چارپائی پر پڑ چکا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مثل سے زائد پوری دیت تک اسقدر ہے کہ شوہر کے مال کی تہائی سے نکلتا ہے تو عورت کی مددگار برادری دیت سے بری ہوگی اور جسقدر مہر المثل سے زائد ہے وہ اُسکی مددگار برادری کے حق مین وصیت قرار دیجائیگی اور اگر اسقدر کثیر ہو کہ یہ مہر المثل سے زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے زائد ہو تو جسقدر تہائی مال سے نکل سکتی ہے اسقدر مددگار برادری سے ساقط ہوگی اور یہ مددگار برادری کے حق مین وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مددگار برادری شوہر کے وارثون کو ادا کریگی یہ اُس صورت مین ہے کہ شوہر نے عورت مذکورہ کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہان تک کہ وہ مرگیا اور اگر دخول سے پہلے قبل موت کے اُسکو طلاق دیدی تو عورت مذکورہ کو اس دیت مین سے پانچ ہزار دیے جاوینگے بشرطیکہ پانچ ہزار درم اُسکا مہر مثل ہو اور اسی قدر مددگار برادری سے ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل سے پانچہزار تک جو زیادتی ہے وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مددگار برادری سے پورے پانچ ہزار درم ساقط ہونگے اور اگر یہ زیادتی کی مقدار تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو جسقدر اُسکا تہائی مال ہو سکتی ہو اسقدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے ساقط ہوگی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دیگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے سر مین دو موضحہ زخم پہونچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضحہ[۱] اور جو اُس سے پیدا ہو اُس سے معاف کر دیا پھر زخمی مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے والے کے فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہے تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اُسکے مال سے لیجاویگی اور عفو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہ قاتل کیواسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہون سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کیواسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر یہ دونون زخم عمداً ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو زخمی کرنیوالے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونون سے عفو ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اس سے پیدا ہو اُس سے عفو کر دیا پھر ظالم نے اُسکو دوسرے زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر زخمی نے اُسکو یہ زخم معاف نہ کیا تو قاتل پر صورت ان دونون زخمون سے مرجانے کے اُسکے مال سے پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اُسپر قصاص واجب نہوگا اور عفو صحیح نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا پھر عمرو نے اس موضحہ زخم اور جو اس سے پیدا ہو اُس سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کر دیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمداً زخمی کیا اور وہ دونون زخمون سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ مین یہی حکم ہے

[۱] یعنے ایسا زخم جو ہڈی تک پہونچا اور اس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [۲] یعنے زیادتی بطریق وصیت ۱۲

یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ زید نے عمرو کو عمداً موضحہ زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اس زخم اور اس کے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کر لی اور وصول کر لیے پھر خالد نے اسکا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونوں زخموں سے مر گیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچہزار درم واجب ہونگے اور زید مقتول کے مال سے پانچہزار درم واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔

ساتواں باب۔ حالت قتل کے اعتبار کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان مذکور تیر پہونچنے سے پہلے مرتد ہو گیا پھر تیر اُسکے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اسکی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہو گی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوا پھر اُسپر تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہوگا۔ اسی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے اسکو اسکے مولے نے آزاد کیا پھر اُسکے تیر لگا اور وہ مر گیا تو مارنیوالے پر امام اعظم رح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہو گی یہ کافی میں ہے۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر رجم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اسکو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہیں لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اسکے لگا تو پتھر مارنیوالے پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہو گیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان مجوسی ہو گیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہو گی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہو گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے

آٹھواں باب۔ دیتوں کے بیان میں۔ دیت اُس مال کو کہتے ہیں جو جان تلف کرنیکے بدلے واجب ہوتا ہے۔ اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے جو واجب ہوے وہ ارش کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل بخطا میں اور جو اسکے قائم مقام ہے اور شبہ عمد میں اور قتل بسبب میں اور نابالغ و مجنون کے قتل کرنے میں دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتیں مددگار برادری پر واجب ہوتی ہیں سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال میں ادا کرنی واجب ہوتی ہے۔ اور مددگار برادری پر واجب نہیں ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں بسبب شبہ کے قصاص ساقط ہو جاوے اسکی دیت مال قاتل سے ادا کرنی واجب ہو گی اور جو ارش بسبب صلح کے واجب ہو وہ قاتل کے مال میں ہو گا مگر فرق یہ ہے کہ دیت مذکور تو تین سال میں دینی پڑتی ہے اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہے وہ امام اعظم رح کے نزدیک تین چیزوں سے ادا کیجاتی ہے اونٹ و سونا و چاندی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا

ف اقول باپ نے اگر عمداً بیٹے کو قتل کیا تو ہر قتل عمد میں قصاص ہوتا ہے لیکن یہ مخصوص ہے کہ باپ کے ساتھ شرع نے اسقدر رعایت فرمائی کہ دیت واجب ہوتی ہے ۱۲ منہ

کہ اونٹ میں سے سو اونٹ اور سونے میں سے ہزار دینار اور چاندی میں سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہے جس قسم میں سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ اور بھی گایوں میں سے دو سو گائے اور بکریوں میں سے ہزار بکریاں اور حُلّوں میں سے دو سو حُلّے اور ہر حلہ دو کپڑے ہونگے یہ ہدایہ میں ہے پھر واضح ہو کہ اونٹوں میں سے سب اونٹ ایک ہی سن[۱] کے واجب نہ ہونگے بلکہ اسنان مختلفہ کے واجب ہونگے پس خطاے محض کی صورت میں پانچ سن کے سو اونٹ واجب ہونگے جسمیں سے بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہ عمد میں سو اونٹ چار قسم کے واجب ہونگے یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ پچیس بنت مخاض و پچیس بنت لبون و پچیس حقہ و پچیس جذعہ واجب ہونگے کذا فی المحیط قال المترجم ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوۃ میں مفصل گذر چکی ہے۔ نتذکرہ اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حربی جو امان لیکر آیا ہے سب کی دیت برابر ہے یہ کافی میں ہے۔ اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم و قطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور جو جنایت ایسی ہوتی ہے کہ اسکا کوئی ارش معین نہیں ہے۔ اور اُس میں حکومت عدل واجب ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اسمیں مرد عورت برابر ہیں اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر قتل بخطا ہوا اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جس میں سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہو اور نابالغ کا کوئی وصی نہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کر سکتا ہے نابالغ کا نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اسمیں پوری دیت واجب ہوگی اور اسمیں مرد و عورت بالغ و نابالغ برابر ہیں لیکن ظالم سے اُسوقت دیت دینے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ ایک سال کی مہلت[۲] دیجائیگی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دیگئی اور مظلوم سال کے اندر مر گیا اور ہنوز اُسکے بال نہیں جمے تھے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حاجبین کو اگر اسطرح مونڈا کہ منبت یعنی جہاں بال جمتے ہیں وہ جگہ خراب فاسد کر دی یا اس طرح اکھاڑا کہ منبت کو خراب کر دیا تو دونوں میں پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور دو پلکوں میں آدھی دیت اور ایک میں چوتھائی دیت اور سب پلکوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص نے داڑھی مونڈ ڈالی اور پھر اُسکے دوسری نہ جمی تو پوری میں پوری دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور سر کے بال اور داڑھی مونڈ ڈالنے میں عمداً مونڈنا یا خطا سے مونڈنا دونوں یکساں ہیں یہ کافی میں ہے اور اگر آدھی داڑھی یا آدھا مونڈا تو بعض اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر آدھی داڑھی مونڈی تو آدھی دیت واجب ہوگی جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ نصف ہے اور اگر یہ معلوم نہوا کہ کس قدر مونڈی ہے تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاوی فضلی میں ہے

[۱] یعنی ایک ہی دانت کے سب نہونگے بلکہ نہیں اس قسم کے اور نہیں اس قسم کے الی آخرہ اور ظاہر عبارت مترجم سے سن سے مراد عمر نکلتی ہے اور سال میں کچھ فرق نہیں ہے۔[۱]

[۲] یعنی وہ شخص جسکو نابالغ کا قاضی اس نابالغ کی پرداخت و اس کے مال وغیرہ کے متعلق وصیت کر گیا ہو[۱۲] [۲] سال میں اُگے تو بعد سال کے دیت کے ادا کرنے کا حکم دیا

کہ اگر تھوڑی داڑھی اُکھاڑی تو اُکھڑی ہوئی اور باقی داڑھی دونوں پر دیت تقسیم کیجائیگی پس جسقدر اُکھاڑی ہوئی کے حصہ میں پڑے اُسقدر واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور مشائخ نے کوسہ کی داڑھی میں گفتگو کی ہے اور اس میں صحیح وہ تفصیل ہے جو شیخ ابو جعفر نے بیان فرمائی ہے کہ اگر کوسہ[1] کی ٹھوڑی پر گنتی کے چند بال جمے ہوں تو اُسکے مونڈ ڈالنے میں کچھ واجب نہوگا اور اگر اس سے زائد ہوں اور ٹھوڑی و گال دونوں پر بال ہوں مگر وہ متصل نہوں تو اسمیں حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگ آئے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہوگئے تو اسمیں کچھ واجب نہوگا لیکن مونڈنے والے کو اُسکی حرکت پر تنبیہ و ادب دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر بجائے سیاہ بالوں کے سپید جمے تو یہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہیں ہے اور غیر روایۃ اصول میں مذکور ہے کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں حکومت عدل واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے امام ابو یوسف و امام محمد رح سے اس مسئلہ میں آزاد کی صورت میں حکومت عدل کی تقدیر اس طرح روایت کی ہے کہ اُس آزاد کو غلام فرض کر کے اندازہ کیا جاوے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت میں اسکی کیا قیمت ہے اور سپید ہونیکی حالت میں کیا قیمت ہے پس جسقدر دونوں میں تفاوت ہو اسیقدر نقصان تاوان لیا جاوے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کی ڈاڑھی مونڈالی پھر تھوڑی جمی اور تھوڑی نہیں جمی تو اسمیں حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اجناس ناطفی میں ہے۔ کہ اگر اپنی عورت یا غیر کی عورت کا ضفیرہ کاٹ ڈالا تو اسمیں کچھ واجب نہیں چاہیے ہے۔ اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنی گیسو کاٹ ڈالے یا کسی باندی کا سر مونڈ ڈالا حالانکہ اس سے اسمیں نقصان آگیا تو فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن اُسکو تادیب کی جائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو مجبوب کیا یعنے اُسکے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہانتک کہ اُسکی ڈاڑھی گر گئی تو ڈاڑھی کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مونچھ کو مونڈ ڈالا اور وہ پھر نہ جمی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ جنایات الحسن میں ہے کہ اگر ڈاڑھی کے ساتھ مونچھ مونڈ ڈالی تو ڈاڑھی کے ضمان میں مونچھ داخل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ہارونی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر مونڈ ڈالا پھر بال نہ اُگے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصلع[2] تھا تو جسقدر مونڈنے والے کے زعم میں اُسکے سر پر بال تھے اُسقدر کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ڈاڑھی کو مونڈا اور پھر کہا کہ یہ شخص کوسہ تھا اُسکے گالوں پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح حاجبین و اشفار[3] میں بھی یہی حکم ہے کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنیوالے کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص جسپر ظلم ہوا ہے گواہ قائم کرے کہ میں صحیح سالم تھا تو اُس کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور نکلے ہوئے کانوں میں خطا کی صورت میں پوری دیت دونوں کی اور ایک کی نصف دیت واجب ہوگی اور جو خشک ہوگئے ہوں یا دھنسے ہوئے ہوں تو ان میں حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک

[1] کوسہ کا اطلاق بالکل پیدایشی بے ڈاڑھی والے اور کچی ڈاڑھی اور بہت خفیف ڈاڑھی والے سب پر آتا ہے اور یہاں معنی دوم ظاہر ہیں ۱۲
[2] اصلع جسکی پیشانی کے اوپر خلاف معروف بال نہ جمے ہوں ۱۲ [3] اشفار جمع شفر کنارہ پلک ۱۲

شخص کے کان کو صدمہ پہونچایا جس سے اُسکی سماعت جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ غفلت کی حالت ڈھونڈھکر اُسکو حالت غفلت مین پکارا جاوے پس اگر جواب دے تو معلوم ہو جائیگا کہ سماعت نہین گئی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر خطا سے دونون آنکھین پھوڑ دی گئی ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اسیطرح اگرچہ پھوٹی ہون لیکن وہ دھنس گئین یا اُنکی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود ہین تو بھی دونون مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ کانے آدمی کی آنکھ کیواسطے نصف دیت ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر پلکون سمیت پپوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جن پپوٹون مین پلکین نہین ہین اُنکے کاٹنے مین حکومت عدل ہے اور اگر پلکون پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور پپوٹون پر ستم کرنے والا دوسرا ہو تو پلکون پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پپوٹے کاٹنے والے پر حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور ناک کاٹنے مین جان تلف کرنے کی دیت واجب ہے اسی طرح اگر ناک کا نرمہ[۱] کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ناک کا بانسا کاٹ ڈالا تو اسمین قصاص نہین ہے مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے منتقی مین ہے کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہین لے سکتا مگر منھ سے سانس لیتا ہے تو اسمین حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ شرح طحاوی مین ہے کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد ایسا کیا تو نرمہ کیواسطے دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص کی ناک مین ایسا صدمہ پہونچایا کہ جس سے اُسکو خوشبو و بدبو کچھ نہین معلوم ہوتی ہے تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ تتاوا اور ابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے اور جنایات ابی سلیمان مین ہے کہ اگر مارنیوالے نے اقرار کیا کہ اسکی ناک سے سونگھنے کی قوت جاتی رہی ہے تو اسمین دیت واجب ہوگی اور اسکا حکم مثل سماعت کے ہے ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے اور سونگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ بدبودار چیزون کی بو سے دریافت کیا جاوے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور دونون ہونٹون کیواسطے پوری دیت ہے اور ایک کے واسطے نصف دیت ہے اوپر کا اور نیچے کا اس حکم مین دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہے۔ نابالغ کے کان و ناک کے واسطے پوری دیت ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور ہر دانت کے واسطے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے اور اس حکم مین ثنایا و ضواحک و انیاب و اضراس و طواحن سب یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔ آدمی کے بدن مین اعضا مین سے کوئی ایسا نہین ہے جس کی دیت اُسکے نفس کی دیت سے زائد ہو جاتی ہو سواے دانتون کے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ حتے کہ اگر اٹھائیس دانت ہون تو چودہ ہزار درم واجب ہونگے اور اگر بتیس دانت ہون تو پندرہ ہزار درم ہون گے یہ ظہیریہ مین ہے

[۱] نرمہ ناک کا وہ حصہ ہے جو نتھنون کی جگہ سے سخت ہڈی تک نرم ہے ۱۲

اور بتیس۳۲ دانت ہون تو سولہ ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچوین حصے ایک دیت کی ہی اور یہ تین سال مین ادا کیجائیگی یعنے سال اول مین چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ و دو تہائی درم اور دوسرے سال مین چھ ہزار تین سو تینتیس و تہائی درم اور تیسرے سال مین تین ہزار درم اور اسی تفصیل کے ساتھ اسکو منتقی مین ذکر فرمایا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ ڈالا اور بجاے اُسکے دوسرا جم آیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ارش ساقط ہو جائیگا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اسپر پورا ارش واجب ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ اور اگر دوبارہ جو دانت اُگا ہے وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر دوسرے کا دانت اُکھاڑ ڈالا اور مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا اور اسپر گوشت جم آیا تو ظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہونچایا اور وہ ہلنے لگا تو میعاد دیجائیگی پھر اگر وہ سبز یا سُرخ ہوگیا تو دانت کی دیت پانچ سو درم واجب ہونگے اور اگر زرد ہوگیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر سیاہ ہوگیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع نہ جاوے لیکن وہ دانت ایسا ہی کہ دکھلائی دیتا ہی کہ جسکے سبب سے اس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ان دونون باتون مین سے کوئی بات نہو تو اس مین دو روایتین ہین اور صحیح یہ ہی کہ ظالم پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مارنے والے نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہی اور مضروبؔ نے اس سے انکار کیا تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنیوالا اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جاوے تو امام اعظم رحکے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رحکے نزدیک زرد پڑنے مین خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہی اور اگر ایک شخص کے دانت مین صدمہ پہونچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر دوسرے نے آکر اُسکو اُکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور زبان کیواسطے دیت واجب ہی اسیطرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہی اور اگر بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ جسقدر حروف کا زبان سے تعلق ہی فقط انھین حروف پر تقسیم کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور مشائخ رحنے فرمایا کہ اول اصح ہی کذا فی المحیط اور اول ہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مظلوم نے دعوی کیا کہ مین کلام نہین کر سکتا ہون تو غفلت کی تاک کیجاوے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کلام کر سکتا ہی یا نہین کر سکتا ہی۔ اور گونگے کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ صرف بچون کے مانند استہلاک کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت روتا ہی تو حکومت عدل واجب ہی اور اگر بات بولتا ہو تو دیت واجب ہوگی

لہ وہ شخص جسپر ضرب واقع ہوئی یعنے جسکا دانت توڑا گیا ہی ۱۲

یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین میں ہے۔ اور دونوں جبڑوں میں پوری دیت اور ایک کے واسطے آدھی دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور ہر دو دست میں اگر خطا سے کاٹ ڈالے گئے ہوں تو پوری دیت اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی اور دائیں پر دیت کی راہ سے فضیلت نہ ہوگی اگرچہ منفعت گرفت دائیں ہاتھ میں بہ نسبت بائیں کے زیادہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اصل اطراف میں یہ قرار پائی ہے کہ اگر جنایت کرنیوالے نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کر دی یا جو جمال آدمی میں مقصود ہوتا ہے وہ تمام و کمال زائل کر دیا تو پوری دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور خنثیٰ[1] کے ہاتھ کاٹنے میں امام اعظم رح کے نزدیک اسقدر دیت واجب ہوگی جو عورت کے ہاتھ میں واجب ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے واسطے دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا اور انگلیاں سب یکساں ہیں اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں اس کے ہر جوڑ کے واسطے انگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جسمیں دو جوڑ ہیں اسکے ہر جوڑ کے واسطے پوری انگلی کی دیت کا آدھا واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور زائد انگلی کے واسطے حکومت عدل[2] واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ہتھیلی مع تھوڑی انگلیوں یا پوری انگلیوں کے کاٹ ڈالی تو بالاجماع اگر اس نے ہتھیلی کو اسطرح کاٹا ہے کہ اسمیں سب انگلیاں لگی ہیں تو ہتھیلی انگلیوں کے تابع کیجائیگی حتی کہ انگلیوں کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی کیواسطے کچھ واجب نہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اسنے ہتھیلی کو کاٹا اور اسکے ساتھ اسمیں لگی ہوئی تین انگلیاں کٹ گئیں تو انگلیوں کا ارش تین ہزار درم یا تین سو دینار واجب ہونگے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اگر ہتھیلی میں دو انگلیاں یا ایک انگلی یا انگلی کا ایک پور ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ ہتھیلی انگلی کی تابع ہوگی اور یہ صحیح امام ابو حنیفہ کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں مارا اور ہاتھ شل ہوگیا تو اسپر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر کا پور کاٹ ڈالا پس باقی انگلی یا پورا ہاتھ شل ہوگیا تو اسمیں سے کسی چیز میں اسپر قصاص نہوگا اور یہ چاہیے ہے کہ اوپر کے پور کیواسطے دیت واجب ہو اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہو اور اگر ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم ہیندوست کے توڑ دینے میں بھی ہے کہ حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد تک کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر تا مرفق ہو تو ہاتھ کی دینے کے بعد ذراع کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی مگر وہ نصف ساعد کی بہ نسبت زیادہ ہوگی اور یہ ابو حنیفہ رح کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام محمد رح نے جامع میں فرمایا ہے کہ زید نے عمرو و بکر دونوں کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اسکی باقی انگلیاں کاٹ ڈالیں پھر بکر نے اسکی بے انگلیوں کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک ہاتھ کی دیت یعنی پانچ ہزار درم کا حکم دیگا

[1] خنثی وہ شخص جس میں مرد ہونے یا عورت ہونے کی علامت نہو جس کو ہمارے عرف میں خوجہ کہتے ہیں ۱۲ قال المترجم یعنے مرد کی نصف دیت اور عورت کی نصف دیت ملاکر جس کا نصف ایک ہاتھ کے واسطے واجب ہوگا

[2] منہ قال یعنے عادل لوگ جسکو مقرر کیے جاویں کہ وہ اسکی جزا تجویز کریں ۱۲ منہ

جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہوکے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید کو دیگا اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونون کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جس مین سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملین گے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر اس کے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی اسکی انگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اسکی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اسپر دو انگلیان لگی ہین تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دیگا جسمین سے چوتھائی بکر کو اور تین چوتھائی عمرو کو ملیگی اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اسپر دو انگلیان لگی ہین تو جو دیت زید سے انھون نے لی ہو وہ ان دونون مین آٹھ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جسمین سے تین حصہ عمرو کو اور پانچ حصہ بکر کو ملینگے یہ محیط مین ہے۔ انگلی کے سرے کاٹنے مین حکومت عدل ہے اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضا کے اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر نہ جما تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جما تو حکومت عدل بہ نسبت اول کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور دونون پانون مین خطا کی صورت مین پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ بچے کے ہاتھ اور پانون کیواسطے حکومت عدل ہے بشرطیکہ وہ نہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو اور نہ ان دونون کو حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونون کیواسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ لنگڑا پانون کاٹ ڈالنے مین حکومت عدل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر نصف ساق سے پانون کاٹ ڈالا تو قدم کی دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہوگیا اور ران بیدھی ہوگئی تو امام اعظم کے نزدیک اسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسپر حکومت عدل واجب ہوگی ابو سلیمان رہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے کتاب الحج مین روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی ہڈی ہاتھ یا پانون وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہو گیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا تو اسمین دیت نہین ہے اور اگر اسمین نقصان یا کجی رہ گئی ہے تو کجی کے نقصان کے حساب سے اسمین دیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور پسلی مین اور ہنسلی مین حکومت عدل واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور پستان مرد مین حکومت عدل ہے اور مرد کی پستان کی گھنڈی مین بہ نسبت پستان کے کم حکومت عدل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور مرد کی ایک پستان مین اسکا نصف ہے یہ محیط مین ہے۔ اور عورت کی چھاتیون مین دیت ہے اور اسیطرح اسکی چھاتی کی بوندیون مین بھی اور ایک چھاتی مین نصف دیت ہے اور کتب ظاہرہ مین یہ نہین پایا گیا کہ اگر عورت کی چھاتی عمداً کاٹی جاوے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو قصاص واجب ہوتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور خنثی کی چھاتیون مین امام اعظم رہ کے نزدیک وہی ہے جو عورت کی چھاتی کے واسطے ہے اور صاحبین کے نزدیک عورت کی چھاتی اور مرد کی چھاتی کا نصف واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ مین ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے عاجز ہوگیا یا کبڑا ہوگیا تو جان کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر جماع سے عاجز نہوا اور نہ کبڑا ہوا لیکن اگر جراحت کا اثر باقی رہا تو اس مین

ف یہ لفظ ہندی ہے اسی کو فارسی مین چنبر گردن کہتے ہین ۱۲ ق کیونکہ اسکا حال مشتبہ و محتمل ہے کسی ایک جانب قطعی حکم نہین لگا سکتے پس اسی طرح اسکی ارش زخم مین دونون جانب کا لحاظ کرکے حکم دیا جائیگا ۱۲

حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس میں چوٹ کا اثر نہو تو کچھ واجب نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ طبیب کی اُجرت واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا اور وہان سے منی کی آمد
منقطع ہوگئی تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ذکر میں پوری دیت واجب ہوگی اور خصی کے ذکر کیواسطے
ہمارے نزدیک حکومت عدل ہے۔ خواہ اُس میں جنبش ہو یا نہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا نہو اور عنین کے ذکر
مین بھی یہی حکم ہے اور بوڑھے آدمی کے ذکر میں یہ حکم ہے کہ اگر وہ جماع پر قادر نہو تو اُسکا حکم مثل عنین وخصی کے
ذکر کے ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی ذکر بھی کاٹ ڈالا
پس اگر اول زخم سے صحت پانے سے پہلے کاٹا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا قرار دیا جائیگا گویا اُس نے ایک
مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا ہے اور اگر درمیان میں اچھا ہوگیا ہو تو حشفہ کیواسطے پوری دیت اور باقی کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ظہیریہ
مین ہے۔ اور دونون خصیون میں پوری دیت ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصیے اور ذکر دونون خطا سے کاٹے پس
اگر پہلے ذکر کاٹا ہو تو اس میں دو دیت ہونگی اور اگر پہلے دونون خصیے کاٹے پھر ذکر کاٹا تو خصیون کی پوری
دیت واجب ہوگی اور ذکر میں حکومت عدل ہوگی اور اگر دونون کو ران کی طرف سے ایکبارگی کاٹ ڈالا ہو تو پھر دو
دیت واجب ہونگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک خصیہ کاٹ ڈالا اور اُسکی منی منقطع ہوگئی تو اُس میں دیت واجب ہوگی اور یہ
بات معلوم ہوگی الا اُس صورت میں کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر دونون چوتڑ خطا سے
کاٹ ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں آدھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پیٹ میں
نیزہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسمین کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو اُسمین دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر مقعد میں
نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسکے جوف میں کھانا نہیں ٹھہر سکتا ہے تو پوری دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایسا زخم لگایا
جس سے پیشاب کا استمساک نہیں ہوسکتا ہے بلکہ جاری رہتا ہے تو اسمین دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے
اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی اور ایسی ہوگئی کہ اُس سے جماع نہیں ہوسکتا ہے تو اُس میں دیت واجب ہوگی یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک عورت کو مارا جس سے وہ صدمہ اُٹھاکر مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا
پس اگر اچھی ہوگئی تو خیر ورنہ دیت کا حکم دیا جائیگا اور پیشاب جاری ہوجانیکے مسئلہ میں بھی ایک سال تک انتظار واجب
ہے بخلاف پیٹ میں نیزہ مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت کا سوراخ پیشاب و مقعد ایک کر دیا کہ وہ پیشاب
نہیں روک سکتی ہے تو دیت واجب ہوگی اور اگر رُکتا ہو تو جائفہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضیخان
مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہیں ہے جماع کیا پس وہ مرگئی پس اگر وہ نکاحی نہو جنبی ہو تو زناکار کی
مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مددگار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہوگا یہ
خلاصہ میں ہے ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جسکا سن اسقدر ہے کہ ایسی عورت سے جماع
کیا جاتا ہے جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مرگئی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اپنی جورو
سے جماع کیا اور اُسکی آنکھ جاتی رہی یا اُسکا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کر دیا پس وہ مرگئی تو وہ ضامن ہوگا

اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس سب مین ضامن ہوگا سواے پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کردینے اور جماع سے مرنے کے کہ اس صورت مین ضامن نہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم رح کا قول ہی اور ہشام نے امام محمدؒ سے یہ بھی روایت کی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ فقیہ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ اگر اجنبیہ عورت کو اُٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اُسکا پردۂ بکارت زائل ہو گیا تو اُٹھانے والے پر اُسکا مہر مثل واجب ہوگا اور اُسکو تعزیر دیجائیگی اور ابو حفص سے روایت ہی کہ مرد مذکور پر اُسکے مال سے مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر اپنی عورت کو اُٹھایا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہی پس اُسکی بکارت زائل ہوئی پھر اُسکو طلاق دی تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی جورو کو اُٹھایا اور اُسکا پردہ زائل ہوا پھر اُس سے نکاح کیا اور اُس کے ساتھ دخول کیا تو دو مہر واجب ہونگے یہ محیط مین ہی۔

فصل شجاج کے بیان مین۔ قال المترجم شجاج جمع شجہ کی ہی اور اصطلاح فقہا مین شجہ سے مراد وہ ہی جو کتاب مین فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑھی ہی اور ٹھوڑھی سے نیچے شجہ کی جگہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور دونون جبڑے ہمارے نزدیک چہرے مین داخل ہین یہ ہدایہ مین ہی شجاج دس ہوتے ہین خارصہ[1] وہ ہی جو کھال کو خرص کرے یعنے چھیلے اور خون بر آمد نہو دامعہ[2] جس سے خون چھلک آوے مگر نہ بہے جیسے آنکھ مین آنسو ڈبڈباتے ہین دامیہ[3] جس سے خون بہے باضعہ جس سے کھال کٹ جاوے مثلاً حمہ جو گوشت مین پہونچ گیا ہو سمحاق جو سمحاق تک پہونچا ہو اور سمحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہی موضحہ جس سے ہڈی کھلجاے ہاشمہ[4] جو ہڈی کو توڑ دے منقلہ جو ہڈی توڑنے کے بعد اُسکو جگہ سے بے جگہ کردے آمہ[5] جو ام الراس تک پہونچ جاوے اور ام الراس اُس ہڈی کو کہتے ہین جسمین بھیجا رہتا ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور ایک جائفہ[6] ہے جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہونچ جاوے اور اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہین رہتا ہی۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور سواے موضحہ کے دوسرے شجون مین قصاص نہین ہی اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے موضحہ سے کم مین بھی قصاص ہوتا ہی اسکو امام محمد رح نے اصل مین ذکر فرمایا اور یہی اصح ہی کذا فی التبیین اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور زخم موضحہ مین قصاص واجب ہوتا ہی جبکہ عمداً ہو یہ تبیین مین ہی۔ اور جو شجاج موضحہ سے بڑھکر ہین اُن مین بالاجماع قصاص نہین ہی اگرچہ عمداً ہون جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور جن شجاج مین ہمنے ذکر کیا کہ قصاص نہین ہی انکے عمداً و خطاءً دونون کا یکسان حکم ہی۔ پس اُن زخمون کے عمداً ہونے کی صورت مین جو واجب ہی وہی بخطا ہونے کی صورت مین واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ اور موضحہ مین اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسوان حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ اور منقلہ مین دسوان حصہ و بیسوان حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے

[6] اور جائفہ اُس زخم کو بھی کہتے ہین جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا پشت و سینہ وغیرہ چنانچہ اسکا ذکر اپنے مقام پر آئیگا اسکے علاوہ ہی ۱۲ [5] مراد یہ ہی کہ کسی عرق کو برگشتہ کرے خواہ در اصل وسعت مکانی سے وہ موضع بنا بر اصل کے اسکا ۔۔۔ ہو یا نہو ۱۲ منہ

واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جاوے تو دو جائفہ ہونگے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ان سب میں اگر اچھا ہو جاوے اور اُسکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو کچھ واجب نہو گا لیکن امام محمد رح کے نزدیک اچھے ہونے تک جسقدر اُسنے خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہونچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُسکا کچھ اثر رہگیا اگرچہ قلیل ہی رہگیا ہو تو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ ارش جب واجب ہوتا ہے تو وہ ساقط نہیں ہوتا ہے جب تک کہ سبب وجوب بالکل زائل ہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور چھ شجے جو موضحہ سے اول مذکور ہوے ہیں اگر بخطا ہوں تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور حکومت عدل کی تفسیر میں مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ طحاوی رح نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اُسکو مملوک فرض کر کے اس زخم کے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کی جاوے اور بدون اس زخم کے اندازہ کیجاوے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسواں حصہ ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسواں حصہ ہو تو چالیسواں حصہ دیت واجب ہوگا اور اسی پر فتوے ہے یہ کافی میں ہے۔ اور زخم آمہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہاں سے دماغ تک پہونچ جاوے کہیں نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے کان میں نیزہ مارا جو دوسرے کان سے نکل گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمیں حکومت عدل واجب ہے اور اگر منھ میں نیزہ مارا اور وہ دماغ میں جا نکلا حتے کہ منھ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کی آنکھ میں نیزہ یا تیر مارا اور اُسکی گدی کیطرف سے نکلا تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہونچکر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور وہاں سے دماغ تک کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے کھوپڑی تک کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہوں پس اگر اُنسے ہڈی کھلگئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ اُنکا اثر باقی رہا ہو اور اگر اُس جراحت کا اثر باقی نہ رہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہو گا اور امام محمد رح کے نزدیک مجروح نے اچھے ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور جائفہ وہ ہے جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا پشت یا سینہ یا جو گردن سے ایسی جگہ تک پہونچے کہ وہاں اگر شراب پہونچے تو شراب پہونچنے سے مفطر ہو جاوے تو یہ جائفہ ہے اور اُس سے اوپر جائفہ نہیں ہے اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پانوں و ران و منھ و سر میں جائفہ نہیں ہوتا ہے اور اگر خصیے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہاں تک کہ جوف تک پہونچ جاوے تو وہ جائفہ ہے۔ یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور شجہ کا قصاص اس طرح لیا جاویگا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا جائیگا پس اگر مقدم[1] سر یا موخر

[1] مقدم سر یعنے پیشانی کی جانب موخر اسکے مقابل یعنے گدی کی جانب کو کہتے ہیں ۱۲

یا درمیان مین یا سر کے دونون پہلو مین کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی سر مین سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کرے اور اگر زید نے عمرو کے سر مین موضحہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ کی ہڈی کھل گئی اور اسقدر طول و عرض کا زخم زید کا سر مین ہر دو کنارہ تک نہین پڑتا ہے یعنے زید کا سر بہت بڑا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے یہانتک کہ اُس کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جہان عمرو کے زخم لگا ہے اپنے زخم کے برابر جہان تک پہونچ سکے لگاتا جائے پھر جہانتک طول مین اُسکا زخم تھا اگرچہ ہر دو کنارہ تک نہ پہونچا ہو لیکن آئندہ باز رہے اور چاہے قصاص چھوڑ کر اُس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہو اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت[1] زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جسقدر وسعت ہے اُسی قدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہین بڑھا سکتا ہے اگرچہ عمرو کا زخم طول و عرض مین زائد ہے۔ اور اگر زخم مذکور عمرو کے سر کے طول مین ہو اور وہ زید کے سر مین پیشانی سے گدی تک پہونچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے سر مین سے اُسی جگہ تک جہان عمرو کے زخم آیا ہے قصاص لے اور اس سے زیادہ نہین لے سکتا ہے اور اگر عمرو کے سر مین پیشانی سے گدی تک ہووے اور زید کے سر مین اُسکے نصف ہی تک پہونچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہے چاہے ارش لے لے یا جہان تک طول مین اُسکا زخم زید کے سر مین پہونچ سکے وہان تک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ و محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے سر مین بیس موضحہ زخم لگائے پس اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری دیت ایک سال مین واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کے موضحہ زخم لگایا پس اُسکی عقل جاتی رہی یا پورے سر کے بال گر گئے پھر نہ جمے تو موضحہ ارش کا دیت مین داخل ہو جائیگا اور ان دونون کے سواے ارش موضحہ دیت مین داخل نہین ہوا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ بالون کا یا بہت کم کسی قدر بال گر گئے تو اُسپر موضحہ کا ارش واجب ہوگا اور بالون کی دیت اُس مین داخل ہوگی اور یہ بموقت ہے کہ اُس کے سر کے بال نہ جمے ہون اور اگر موافق سابق کے جم آئے ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کی بھون مین موضحہ زخم لگایا اور بال گر گئے اور پھر نہ جمے تو اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضحہ کا ارش اسمین داخل ہو جائیگا۔ یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُسکی سماعت یا بصارت یا کلام کی قوت اُس سے جاتی رہی تو اُسپر موضحہ کا ارش مع دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ سماعت و کلام کی دیت مین زخم مذکور داخل ہو جائیگا اور بصارت کی دیت مین داخل نہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے عمداً دوسرے کو موضحہ زخم پہونچایا جس سے اُسکی آنکھین جاتی رہین تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسمین کچھ قصاص نہین ہے اور دونون آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موضحہ کا قصاص واجب ہوگا اور آنکھون کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے

[1] پیمایش باعتبار طول و عرض ۱۲

امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی ہی کہ موضحہ اور دونون آنکھون کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی مین ہی - ایک شخص اصلع[1] جسکے سر کے بال بڑھاپے سے جاتے رہے تھے اُسکو ایک شخص نے عمداً موضحہ زخم پہونچایا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قصاص نہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ مین راضی ہوتا ہون کہ مجھ سے قصاص لیا جاوے تو یہ نہین ہوسکتا ہی اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو پھر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - واقعات ناطفی مین ہی کہ اصلع کا موضحہ بہ نسبت موضحہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہی تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ مین دونون برابر ہین منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے اصلع کے سر مین خطا سے موضحہ زخم پہونچایا تو خطا کار پر موضحہ کے ارش سے کم مال اُسکے مال سے واجب ہوگا - اور اگر ہاشمہ زخم پہونچایا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط مین ہی

نوان باب - جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایت کو وکان و اُسکے مناسبات کے بیان مین - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اُسکو قتل کر دے پس اُس نے تلوار سے اُسکو قتل کیا تو قصاص نہوگا اور امام اعظم رح سے صحیح روایت کے موافق دیت بھی واجب نہوگی اور یہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُسکو حکم دیا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ دے یا اُسکی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونون صورتون مین ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ کپڑا دیدے یا یہ درم دیدے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو پھر قصاص واجب نہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہونگے یہ محیط مین ہی - اور اگر کہا کہ مین نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے کو فروخت کیا پس اُس نے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی - زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے حالانکہ وہ نابالغ ہی تو قصاص واجب ہوگا[2] اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہی کہ اُنھون نے کہا کہ مین استحساناً یون حکم دیتا ہون کہ وہ دیت دیگا - اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی - اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کرے اور حکم دہندہ اُسکا وارث ہی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ استحساناً قاتل سے دیت لیجائیگی - اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُسکا سر یا چہرہ زخمی کرے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر وہ مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہی - اور اگر ایک شخص سے کہا کہ میرے باپ کو قتل کر دے اُس نے قتل کر دیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ اُس کے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُس نے کاٹا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہی - ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کر دے اُس نے ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اقول وفیہ نظر - منتقی مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے

[1] اصلع اُس شخص کو کہتے ہین جسکے مقدم سر کیجانب وسط سر تک بال بعض کے پیدائشی نہین ہوتے ہین اور بعض کے کبرسنی سے کر جاتے ہین ۱۲ [2] یہ حکم کرنیوالے کا بیان ہی اور مرتکب جرم پر اُسکے جرم کے موافق واجب ہوگا ۱۲ [3] عمرو سے قصاص لیا جائیگا اگر اُس نے ایسا کیا ۱۲

کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کر پس اُس نے ایک تیر پھینک مارا اور اُس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ رہ سکتا ہے تو وہ شخص جانی یعنے جنایت کنندہ کہلایا جائیگا قاتل نہ کہلائیگا پھر اگر وہ شخص مجروح مرگیا تو جانی پر کچھ نہوگا اور اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی صورت میں اُسپر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر کوئی جنایت کر پس مامور نے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالا تو مامور سے قصاص نہ لیا جائیگا اور اسپر اُسکے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کردے اُسنے قتل کیا تو قتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُس کی دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُسکے مولے نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلاں شخص کو قتل کردے اُس نے قتل کیا تو لڑکے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر مامور ایک غلام محجور ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اُسکے مولے کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اس غلام مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہر حال جو مقدار دونوں میں کم ہو خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت یہ اُسکو حکم دہندہ کے مال سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر بالغ نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلاں شخص کا چوپایہ مار ڈال یا اُسکا کپڑا پھاڑ ڈالنے یا اسکا کھانا کھا لینے کا حکم دیا اور اُس نے حکم کے موافق کیا تو اُسکا تاوان لڑکے کے مال میں واجب ہوگا اور اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُسنے ایسا فعل کیا تو لڑکے پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام میں لگایا جس سے وہ مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا اور اگر اُس نے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ غلام ماذون نے جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی غلام محجور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولے کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے تو مولے اُسکی فدیہ و قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو حکم دہندہ رقبہ سے وصول کرلیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ غلام محجور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولے نے اُسکا دینا یا اُسکا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو مولے اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہیں لے سکتا ہے ولیکن محجور مذکور کے آزاد ہونے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس صورت میں حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے بھی اُس سے مواخذہ نہیں

لہ یعنے جو تجارت کے تصرفات سے باز رکھا گیا ہو ۱۲

کر سکتا ہے۔ اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ غلام مجحور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہو گی اور مددگار برادری کے اسکو مجحور کے مولے سے فی الحال یا مجحور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام مجحور یا ماذون کو جو صغیر ہے یا کبیر ہے کسی شخص کے قتل کرنیکا حکم دیا اور اُس نے قتل کیا اور مولے نے اُسکو یا اُسکا فدیہ دیدیا تو یہ مکاتب سے اُسکی قیمت واپس لیگا لیکن اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم سے زائد ہو تو اس صورت میں دس ہزار درم میں سے دس درم کم کر کے واپس لیگا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو مولائے قاتل کو مولائے مکاتب سے مطالبہ کا اختیار رہیگا اور مطالبہ کریگا کہ اُسکو فروخت کرے اور اگر عاجز ہونیکے بعد یا اُس سے پہلے وہ آزاد کیا گیا تو مولائے قاتل کو اختیار رہیگا چاہے آزاد کنندہ سے اس غلام کی قیمت اور اپنے غلام کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو لے یا غلام آزاد شدہ سے اپنے غلام کی پوری قیمت لے اسیطرح محیط میں ہے۔ اور اگر حکم دہندہ مکاتب نابالغ یا بالغ ہو اور مامور قاتل طفل آزاد ہو تو طفل کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری مکاتب سے اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار واپس لیگی اسواسطے کہ یہ حکماً جنایت مکاتب ہے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پس اگر قبل اس کے کہ قاضی مددگار برادری کے واسطے اُسکی قیمت کا حکم دے ایسا ہوا تو مددگار برادری کا استحقاق مکاتب سے باطل ہو گیا اور اگر مکاتب کی قیمت مددگار برادری کو دینے کا حکم قاضی کی طرف سے ہو جانے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے موافق فی الحال مددگار برادری کا مواخذہ کا استحقاق باطل ہوا اور اسقدر تاخیر ہوئی کہ وہ لوگ مکاتب مذکور کے آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے مواخذہ کر سکتے ہیں اور صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہوگا بلکہ فی الحال اُس مکاتب عاجز شدہ کو ماخوذ کر سکتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کا حکم ہو جانے کے بعد تھوڑا مکاتب نے ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جسقدر ادا کیا ہے وہ مددگار برادری کو دیا ہوا رہیگا اور جس قدر نہیں ادا کیا ہے اُسکا استحقاق فی الحال باطل ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل نہوگا بلکہ باقی کے واسطے مکاتب عاجز شدہ فی الحال فروخت کیا جائیگا الا اُس صورت میں فروخت نہوگا کہ مولے اُسکا فدیہ دیدے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اُسپر قاضی نے اُسکی قیمت کا حکم دیدیا پھر مولے کے عاجز ہونے کے بعد اُسکو آزاد کر دیا تو قاتل کی مددگار برادری کو اختیار رہیگا چاہے مکاتب مذکور کے مولے سے فقط اُسکی قیمت واپس لے اور باقی کو آزاد شدہ سے لے سکتے ہیں اور چاہے غلام آزاد شدہ سے پوری ضمان لیں اور یہ جو مذکور ہوا کہ مددگار برادری کو غلام سے یا اسکے مولے سے تاوان لینے کا اختیار رہے یہ صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مددگار برادری کو مولے سے تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے اسواسطے کہ اُن کو غلام سے فی الحال تاوان لینے کا اختیار جب نہوا تو

ل جرم دزیادتی ۱۲

مولے نے غلام مدیون کو آزاد نہین کیا پس ضامن نہوگا اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ ادا کرکے آزاد ہوگیا اور یہ ہم اُسوقت ہوا کہ قاضی اُسپر قیمت کا حکم دیچکا ہو یا اس سے پہلے ہوا تو مددگار برادری فی الحال اُس سے قیمت لے لیگی لیکن وہ لوگ اُس سے اس طرح قیمت وصول کرینگے جس طرح اُنھون نے ادا کی ہو یعنے انھون نے تین سال مین ہر سال مین تہائی دیت ادا کی ہو اسی طرح مکاتب آزاد شدہ سے تین سال مین ہر سال مین تہائی قیمت واپس لے سکتے ہین یہ محیط مین ہو۔ اور اگر حکم دہندہ اور جسکو حکم دیا ہو دونون مکاتب ہون تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور مامور سے واپس نہین لے سکتا ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اُسکے غلام کو ایک کوڑا مارے اُس نے ایک کوڑا مارا اور اُسکے سر کو موضحہ زخم سے زخمی کیا یا اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے وہ مرگیا تو مارنے والے سے نصف جنایت نفس ساقط ہوگئی اور نفس جنایت نفس کی دیت اُسکے ذمہ واجب ہوگی یہ مختصر جامع کبیر مین ہو۔ ایک شخص کا ایک غلام ہو اُس نے زید کو حکم دیا کہ اسکو ایک کوڑا مارے اُس نے غلام کو دو کوڑے مارے پھر مولی نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر خالد نے اسکو ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دوسرے کوڑے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ واجب ہوگا مگر قیمت اسطرح اندازہ کیجائے کہ چار کوڑے کھائے ہوئے کی کیا قیمت ہو پس جسقدر قیمت ایسے زخمی کی اندازہ کیجاوے اُسکا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور خالد کی مددگار برادری پر چوتھے کوڑے کا ارش بدین حساب کہ تین کوڑے کھائے ہوئے ہو واجب ہوگا اور چار کوڑے کھائے ہوئے کی قیمت کی تہائی واجب ہوگی اور اس کے سوا سب باطل ہوگا اور اگر زید نے اُسکو تین کوڑے مارے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اسمین بھی یہی حکم ہو لیکن زید کی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی واجب ہوگا اور خالد پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور پانچ کوڑے کھائے ہوئے کی تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو پھر مثلاً زید نے عمرو کو حکم دیا کہ اسکو ایک کوڑا مارے اُسنے ایک کوڑا مارا پھر دو کوڑے مارے پھر ضارب[ل] نے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسکے ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مرگیا تو عمرو پر دوسرے کوڑے کے مارنے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوئے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور نیز اگر وہ خوشحال ہو تو اُسکی نصف قیمت دو کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے اپنے شریک کے واسطے ضمان دیگا اور اسپر تیسرے کوڑے کا ارش بھی دو کوڑے کھائے ہوئے کا اپنے مال سے واجب ہوگا اور اپنے مال سے اُسکی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور باوجود اس سب کے آزاد کرنے والا وہ نصف جس کا حالہ شریک کے واسطے ہو وصول کرے گا اور باقی وارثان غلام کو ملے گی اور اگر اُس کا کوئی وارث نہو تو اس مین سے آزاد کرنے والا کچھ وارث نہوگا اور جو شخص

آزاد

[ل] یعنے مارنے والا اور اس مقام پر ضارب عمرو ہو ۱۲

آزاد کرنے والے کے عصبات[1] میں جو سب سے قریب ہو وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی نصف قیمت تین کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور جب مولیٰ نے اُسکو آزاد نہیں کیا ہے وہ اس میں سے نصف بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لے لیگا اور جو باقی رہا اُس میں سے نصف وہ مولیٰ لے لیگا جس نے آزاد نہیں کیا ہے اور نصف آزاد کنندہ کے عصبہ کو ملے گی یہ مختصر الجامع میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسکو ایک کوڑا مار اور اگر تو نے زیادہ کیا تو وہ آزاد ہے پس مامور نے اُسکو تین کوڑے مارے اور وہ اس سب سے مر گیا تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اُسکے مال سے واجب ہوگا اور آزاد کنندہ پر اگر خوشحال ہو اپنے شریک کے واسطے اُسکی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور مارنے والے پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُس کی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور یہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا پس اولیاء غلام اسکو وصول کرینگے اور اسمیں سے آزاد کنندہ اس قدر لے لے گا جسقدر اُس نے تاوان دیا ہے اور باقی وارثان غلام میں مشترک ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو جس نے شرطیہ قسم سے اُسکو آزاد کیا ہے وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مارنے والے پر جیسا ہم نے بیان کیا ہے ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور تیسرے کوڑے کا ارش واجب ہوگا کذا فی مختصر الجامع اور اسمیں سے نصف اُسکے مال میں سے اور نصف اُسکی مددگار برادری سے لیا جائیگا پھر اسمیں سے مارنیوالا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوئے کے لے لیگا اور پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان غلام کو ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو اُسکا نصف مولائے آزاد کنندہ اور باقی مارنے والے کے قریب تر عصبہ کو ملیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے کذا فی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو پھر حکم دہندہ نے اُسکو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اُسکو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مر گیا تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے اور تہائی حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے اُسکے مال سے

[1] عصبات جمع عصبہ وہ شخص جو اصحاب فرائض کے ہوتے ہوئے باقی پانے کا مستحق ہو اور درصورت نہونے اصحاب فرائض کے کل پانیکا مستحق ہو اور پوری بحث اسکی اسی فتاوے کی کتاب الفرائض میں دیکھنا چاہیے ۱۲

واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو کچھ وصول کیا گیا ہی وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لیگا اور حکم دہندہ اسقدر مال کو مال غلام سے واپس لیگا اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم دہندہ کو ملیگا۔ بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر حکم دہندہ تنگدست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگا جس مین سے اُسکے مال پر اور نصف اُسکی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے اُسکے خوشحال ہونیکی حالت مین بیان کردیا ہی لیکن یہ اُسکی مددگار برادری سے وصول کیا جائیگا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے بیان کردیا ہی اور مامور اسمین سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مولاؤن کے عصبات کو ملیگا یہ مختصر الجامع الکبیر مین ہی۔ اور عیون مین ہی کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیون سے کہا کہ تم دونون میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہین ہی کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اُسکو ننانوے کوڑے مارے اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دیدیا تاکہ لیے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہوگیا تو دینے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اسکو لیے رہ تو بھی مختار یہی ہی کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دیدیا اور اُسنے اپنے آپ کو یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالاجماع دینے والا ضامن نہوگا کذا فی الخلاصہ اور قولہ اور اُس سے لڑکا ہلاک ہوگیا اس قول سے یہ مراد نہین ہی کہ لڑکے نے اپنے تئین قتل کر ڈالا کیونکہ اس صورت مین دینے والے پر ضمان نہین ہی بلکہ اس سے یہ مراد ہی کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ سے اُسکے بعض اعضا پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک لڑکے محجور سے یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے اسکے پھل توڑدے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہان سے گر کر ہلاک ہوگیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر اسکو اپنے واسطے کسی بوجھ اُٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر طفل مذکور سے یون کہا کہ اس درخت پر چڑھ جا اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑدے اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اُس نے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑدے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھ کر پھل توڑ تاکہ تو کھاوے اور اُس نے ایسا کیا اور گر کر ہلاک ہوگیا تو کہنے والا ضامن نہوگا اور اگر یون کہا کہ تاکہ

۱؎ وہ شخص جسکو حکم دینے والے نے حکم کسی کام کا دیا ہو۱۲

مین کھاؤن اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غیر کے غلام کو لکڑیان توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہوا اُسکا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اُسکو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گر پڑا اور مرگیا تو جس نے اُسکو سوار کیا ہے اُسکی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ ایسے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہین یا ایسا نہو۔ اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہانتک کہ اسکی رفتار مین کوئی آدمی دبکر قتل ہوگیا اور طفل مذکور اُسکو تھامے ہوئے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جس نے چڑھایا اسکی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ ایسے چھوٹے لڑکے جانور کو نہین چلا سکتے ہین اور نہ بیٹھکر تھام سکتے ہین تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار مین وہ لڑکا اُسکے اوپر سے گر کر مرگیا تو اُسکی دیت سوار کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے روان ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اُسکو پر بیٹھے تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لیکر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہے کہ نہ چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جم سکتا ہے پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کر دیا تو اسکی دیت خاصکر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اسی پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور کو چلاتا ہو اور اُسپر سوار ہوتا ہو تو مقتول کی دیت دونون کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک غلام نے ایک آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُسپر سے گر کر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولاے غلام اُسکو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونون روان ہوے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مرگیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُسکو چلا سکتا اور تھام سکتا ہے کہ اُسپر جما رہے پھر اُسکو حکم کیا کہ اسپر روان ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اُسکا مولی اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر اُسکا مولی ارش و اُسکی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہین چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جمکر بیٹھ سکتا ہے اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُسنے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور وہین کھڑا ہو جہان اُسنے کھڑا کیا ہے تو وہ خالی نہوگا خصّ کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا کچھ دیم

ف یعنی اُسکا عوض نہین ہے جیسے ہمارے عرف مین رائگان و مفت بولتے ہین ۱۲ ف قال یعنے اُسپر اسطرح بیٹھ سکتا ہو کہ جانور پر جم سکے یا ایسی لیاقت نہ رکھتا ہو ۱۲ منہ

کیا تو غلام صغیر پر کچھ واجب نہوگا اور مقتول یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جس نے اُسکو کھڑا کیا ہے لیکن اگر اُس نے اپنی ملک مین کھڑا کیا ہو تو اُسپر بھی ضمان نہوگی یہ شرح مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ گر نہ پڑنا پھر وہ گر کر مر گیا تو مرد آواز دہندہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑا اور وہ گر کر مر گیا تو آواز دینے والا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود مین ہے اُسکو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُسکا باپ اُسکو پکڑے رہا یہان تک کہ اُسکے کھینچنے مین مر گیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُسکا وارث ہوگا اور اگر دونون نے اُسکو کھینچا ہو اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت دونون پر واجب ہوگی اور باپ اُسکا وارث نہوگا یہ واقعات حسامیہ مین ہے۔ ایک لڑکا پانی مین گر گیا یا چھت سے گر کر مر گیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے تو ماں باپ پر کچھ نہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نہ کر سکتا ہو تو ماں و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونون کی گود مین پرورش پاتا ہو اور اگر دونون مین سے ایک کی گود مین پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیر سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم سے حق والدین مین یہ منقول ہے کہ اگر دونون نے بچہ کا تعاہد[1] نہ کیا یہانتک کہ وہ چھت سے گر کر مر گیا یا آگ سے جلکر مر گیا تو دونون پر سوائے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہوگا اور فقیہ ابو اللیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونون پر کچھ واجب نہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکے ہاتھ سے گر پڑے اور فتوی اسی پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ بچہ کی ماں نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سوائے ماں کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُسکے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہان تک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُسپر کفارہ و توبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُسکی ماں یہ بات جانتی ہو تو ماں گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکو ضائع کیا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولی مین اختلاف ہے یہ محیط مین ہے چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اسکی ماں بھی اُسکو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہان گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مر گئی تو ماں پر دیت واجب نہوگی لیکن اگر اُسکے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کرے ورنہ پے درپے دو مہینے کے روزے رکھے اور برابر تاسف و ندامت مین رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالی اُسکو عفو کرے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُسکا حال بیان ہو چکا ہے یعنی کفارہ واجب نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اصل مین ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لے گیا اور وہ مر گیا تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مر گیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن نہین ہے مثلاً اُسکو بخار آنے لگا اور اس صورت مین بالاجماع غاصب پر ضمان نہین ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُسکے پتھر لگا یا اُسپر

[1] یعنی نگہداشت و محافظت جیسے ہمارے عرف مین غور و پرداخت بولتے ہین ۱۲

دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اُٹھا کر مر گیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا یا درندہ نے پھاڑا یا دیوار
یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور یہ استحسان ہے اگرچہ مذکور ہے لیکے آپکو قتل کیا تو
غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے
یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کر کے مہالک کے قریب کر دیا یعنی ایسی
چیزون سے قریب کر دیا جس سے آدمی مر جاتا ہے اور وہ مر گیا تو اسپر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ اگر طفل مغصوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت
رکھا گیا ہو جسکو طفل نے قتل کر ڈالا تو اُسکی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُسکو
طفل نے کھا لیا تو ضامن نہوگا یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون
مین ضامن ہوگا اور علی ہذا اگر غلام مجحور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُس نے تلف کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح
کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہوگا اور بعد آزاد ہونے کے اُس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائیگا اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقراض و اعارہ اور بیع و تسلیم اگر طفل یا غلام مجحور کے ساتھ ہو
تو اُسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل عاقل مین ہے حتی کہ غیر عاقل
بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر باپ
نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیبًا مارا اور وہ مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور
اگر معلم نے اُسکو مارا پس اگر ان دونون کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیبًا
مارا اور وہ مر گئی تو ضامن ہوگا اور باپ پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا
دیت نہوگی اور شوہر پر کفارہ و دیت دونون واجب ہونگے یہ دقعات حسامیہ مین ہے۔ والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند
کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رح کے بلاشک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبین کے قول پر مشائخ
نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ والدہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط مین ہے ایک شخص
نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید مین مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ والد اُسکی دیت کا ضامن
ہوگا اور اُسکا وارث نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ والد اُسکا وارث ہوگا اور ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے پچھنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح یا ختنہ کرنیوالے نے اگر پچھنے لگائے یا فصد کھولی یا نشتر
دیا یا ختنہ کیا اور جسکے ساتھ کیا ہے اُسکی اجازت سے کیا پھر یہ زخم بجانب نفس سرایت کر گیا اور وہ مر گیا تو ضامن
نہوگا کذا فی السراجیہ۔ جراح یا فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے نے اگر مولے کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی
کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراحت بجانب نفس سرایت کر گئی اور وہ مر گیا تو اِن مین سے کسی پر
ضمان نہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہے اور بلاخلاف یہ لوگ سرایت زخم سے ضامن نہین ہوتے ہین یہ محیط مین ہے

لہ یعنی اُس سے اس بارہ مین فی الحال مواخذہ و مطالبہ نہ کیا جاویگا ۱۲ ﷺ ودیعت رکھنا ۱۲

ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت سے اُسکے بیٹے کا ختنہ کیا اور استرہ چل گیا کہ جس سے حشفہ[1] کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر آدھی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر پوری دیت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور جیسکم[2] ایسی صورت میں ہے کہ جب حشفہ کٹ گیا اور طفل مرگیا تو ہمنے ذکر کیا کہ آدھی دیت واجب ہوگی یہ امام محمد رح نے روایت کی ہے اور یہ روایت مجموع النوازل میں مذکور ہے اور اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر مرگیا تو کچھ واجب نہوگا اور ایسا ہی جنایات العتاق میں مذکور ہے کذا فی الذخیرہ

دسواں باب جنین کے بیان میں۔ اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ میں خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مارا جس سے اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ آزاد گر پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مددگار برادری پر غرہ واجب ہوگا اور غرہ غلام ہے یا باندی ہے یا گھوڑا ہے جسکی قیمت پانچسو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہوتا ہے اور اگر مارنے والا اسکا وارث ہو تو اب وارث نہوگا اور ہمیں کچھ کفارہ نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ضرب مذکور سے دو بچہ گرے تو دو غرہ واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور جس جنین[3] کی بعض خلقت مثل ناخن و بال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنے تمام احکام میں مثل پورے جنین کے ہے۔ یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مرگیا تو اسکی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عورت مذکورہ کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مرگئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھاکر پہلے عورت مذکورہ مرگئی پھر اُسکے پیٹ سے جنین زندہ برآمد ہوا پھر مرگیا تو اُسپر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مرگئی پھر مردہ بچہ گرا تو اسپر عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسپر غرہ[4] واجب ہوگا سواسطے کہ وہ جنین ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مرد نے کسی عورت کے پیٹ میں مارا کہ جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ کی وجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مرگیا تو مارنے والے پر جنین میت کا غرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کے پیٹ میں مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مرگیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا پھر اسکے بعد عورت مذکور مرگئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہیں جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہیں اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہے اور کوئی اولاد نہیں ہے اور اس عورت کے ایک ماں باپ کے سگے بھائی

[1] حشفہ مرد کے آلۂ تناسل کا سر ۱۲ [2] یعنی اسکے ذمہ پر بحساب حصص فرائض تقسیم ہوگا ۱۲ [3] جس وقت تک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے اُسپر جنین کا اطلاق ہوتا ہے ۱۲ [4] قال اور اگر سر سے کچھ زائد نکلا ہو تو دیت واجب ہوگی ۱۲

بھائی

موجود ہین تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب ہوگی جسمین سے اُسکی مان چھٹا حصہ میراث پاویگی اور جو باقی رہے وہ اُس کے باپ کی اولاد یعنے اُسکے سوتیلے علاتی بھائیون کو ملے گی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہونگے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُسکی مان کا اور جو بچہ مردہ گر پڑا ہو اُسکے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور جسمین سے اُسکی مان کا چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہو اسواسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہو اور جنین زندہ اسوقت زندہ تھا پھر جسمین سے بھی جنین زندہ کی مان چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جسقدر بسبب مان کو میراث پہونچا ہو مان کے بھائیون کو ملیگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر اُسکے پیٹ مین دو جنین ہون پھر ایک اُس کے مرنے سے پہلے نکلا اور دوسرا اُسکے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونون مردہ تھے پھر جو بچہ اُسکی موت سے پہلے نکلا ہو اُسکے واسطے غرہ پانچ سو درم ہونگے اور جو بعد موت نکلا ہو اُسکے لیے کچھ نہوگا پھر جو مرنے سے پہلے مردہ نکلا ہو وہ اپنی مان کی میراث سے وارث نہوگا اور مان اُسکی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُس کے مرنے کے بعد اُسکے پیٹ سے نکلا ہو اگر وہ زندہ نکلا پھر مر گیا ہو تو اُسکے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ اپنی مان کی دیت سے وارث ہوگا اور جسقدر اُسکی مان نے اُسکے بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہو اُسمین سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُسکے بھائی کا باپ زندہ نہو تو اُس کے بھائی کی میراث بھی اسی کو ملے گی یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ مین مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا۔ اور باندی مذکور زندہ رہی تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولے کا نطفہ ہو تو غرہ واجب ہوگا خواہ مونث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق[1] ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ مین یون مذکور ہے کہ جس ہیات و لون کے ساتھ خارج ہوا ہو زندہ فرض کرکے اُسکی قیمت اندازہ کیجائے گی پھر جب اُسکی قیمت معلوم ہوجاوے تو دیکھا جائے گا اگر مذکر ہو تو ضارب پر بیسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر مونث ہو تو دسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع ہوگیا اور اُسکی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہو سکا کہ زندہ فرض کرکے اسکے ہیات و رنگ پر اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور ضارب و باندی کے مولے کے درمیان اُسکی قیمت کی بابت جھگڑا ہوا تو قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہوا وہ مال ضارب سے فی الحال لے لیا جائے گا اسکو حسن رحمہ اللہ تعالی نے روایت کیا ہو اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال مین ادا کرے یہ شرح طحاوی مین ہو۔ منتقی مین ہو کہ ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ مین مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور خود مر گئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال مین مان کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو اگر ایک شخص نے

[1] یعنے کسی کا مملوک ہو ۱۲

ایک باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُسکے مولی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مر گیا تو ضارب پر اُسکے زندہ کی قیمت واجب ہوگی اور دیت واجب نہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مرا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی کو چوٹ کھانے کے بعد فروخت کیا پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملے گا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر آزاد کیا گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسوقت کی حالت معتبر ہے جس وقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ میں مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہوگیا اور اُسکا باپ آزاد ہے تو ضارب پر وہی واجب ہوگا جو جنین حرہ یعنی آزاد عورت کے بچہ کے حق میں واجب ہوتا ہے یعنی غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملے گا مولے کو نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنین کا باپ یا ماں قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولی کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے حقدار ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ دو بچے جو تیرے پیٹ میں ہیں اُنمیں سے ایک آزاد ہے پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اس باندی کے پیٹ میں مارا پس دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اُسکے پیٹ سے ساقط ہوئے تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ ضارب پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سو درم اور نیز اُسکے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی۔ اور مونث جنین کے واسطے ڈھائی سو درم اور بیسواں حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ عورت نے اگر اپنے پیٹ میں مار کر صدمہ پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ عمداً بچہ کو ساقط کر دے یا اپنی فرج میں کوئی ایسا دستی فعل کیا کہ جس سے بچہ ساقط ہوگیا تو اُسکی مددگار برادری غرہ کی ضامن ہوگی بشرطیکہ اُس نے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک دوا پی مگر اُس سے عمداً بچہ گرانے کا قصد نہیں کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاوے نسفی میں لکھا ہے کہ جب عورت نے خلع کرا لیا ہے اور وہ حاملہ ہے اُسنے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا اسقاط کیا تو فرمایا کہ اگر اُس نے اپنے فعل سے ساقط کیا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی خرید کر اُس سے وطی کی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی پھر باندی مذکور نے اپنے پیٹ کو عمداً صدمہ ضرب پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط کر دے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لی گئی تو قاضی بنام مستحق اس باندی اور اُسکے عقر[2] کا حکم دیگا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پھر مستحق سے کہا جائیگا کہ تیری باندی نے اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا اسواسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہے کہ غرہ اُسکے ضمان میں واجب ہوتا ہے پس تجھکو اختیار ہے کہ چاہے غرہ میں باندی[1] دیدے یا اسکا فدیہ دے پھر جب اُس نے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے کہا جائیگا

[1] یعنی کچھ مال دیکر شوہر سے طلاق لے ۱۲ [2] وہ مال جو بعوض وطی شبہہ کے واجب ہو ۱۲

کہ ہرگاہ تو نے غرہ لے لیا تو تجھکو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھکو بچہ دیا جاتا یا زندہ ساقط ہو کر مرنے کیصورت میں قیمت دیجاتی تو تجھپر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھکو غرہ دیا گیا تو اسی حساب سے تجھپر قیمت دینی واجب ہے اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہے اگر مذکر ہو اور پانچہزار ہے اگر مؤنث ہو لیس دیت مذکر میں پانچ سو درم اُسکا بیسواں حصہ ہے اور مؤنث کی دیت میں سے دسواں حصہ ہے لیس اس حساب سے مشتری ضمان دیگا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُسکا فدیہ دیا تو قیمت و مال مضمون سے کمتر کو چاہے بائع سے واپس لے یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لے گا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس لیگا پھر مشتری نے جسقدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اگر حاملہ باندی خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ جو اُسکے پیٹ میں تھا اُسکو آزاد کر دیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ میں مارا اور اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن میں باندی لیکر ضارب کا دامنگیر ہو کر ارش جنین میں آزاد جنین کا ارش لے اور جسقدر زیادتی ہو وہ اُسکو حلال ہو گی اور چاہے بیع باندی فسخ کر دے اور اُسکا بچہ بعوض اپنے حصہ کے اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث ہو کہ العتاقہ سے رتبہ میں مقدم ہو تو دونوں صورتوں میں جنین کا ارش اُسی کو ملیگا اور مشتری کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ میں چھری ماری اور وہ اُسکے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پہونچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر عورت اس بچہ کو زندہ جنی تو نصف دیت اُس مارنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہو گی اسواسطے کہ یہ خطا ہے کذا فی الظہیریہ

گیارھواں باب۔ دیوار و جناح و پاخانہ کی جنایت اور انکے سوائے اور چیزوں کی جنکو انسان راستہ پر بناتا ہے اور اُسکے مناسبات کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ابتدا سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہو گیا یا کسی شخص کا مال تلف ہو گیا تو دیوار مذکور کا مالک ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے توڑنے کے واسطے کہدیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُس نے ابتدا سے سیدھی بنائی تھی پھر مدت دراز گذرنے سے وہ جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہو گیا پس اگر مالک دیوار سے پیشتر گرنے سے نہ کہا گیا ہو تو ہمارے علماء ثلثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہوگا اور اگر پیشتر اس سے کہدیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار مذکور کو توڑ سکتا تھا مگر اُسنے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہوگا اور استحساناً ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہو جائے اُسکی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہو گی اور جو مال تلف ہوا اُسکا خود ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا اُسکے ٹوٹے ہوئے کے حق میں بھی وہی اطلاع کافی ہو گی حتے کہ اگر اُسکی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اُسکی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکی دیت مالک دیوار پر ہو گی اور یہ امام محمد رح کا

لے یعنی جرمانہ بچہ ساقط شدہ ۱۲ ۵؎ وہ شخص جس نے اُس مملوک کو آزاد کیا ہو ۱۲

قول ہے اور صاحب الامالی نے امام ابو یوسفؒ سے یون روایت کی ہے کہ مالک دیوار پر ضمان نہوگی مگر امام محمدؒ کا قول صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مرگیا پھر دیوار کے ٹوٹن سے ایک شخص ٹھوکر کھا کر مرگیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو دیوار والے کی مددگار برادری پر ضمان ہوگی اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو کہ جسکو اُس نے راستہ کیطرف بڑھایا تھا پھر وہ راہ مین ٹوٹ پڑا اور اُسکے ٹوٹن سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر مرگیا اور دوسرا شخص اس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو دونون مقتولون کی دیت اس جناح کے مالک پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور مالک کو اطلاع دہی کرنا سلطان و غیر سلطان سب کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی مین ہے۔ اور پیشتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار خوفناک ہے یا کہے کہ جھکی ہوئی ہے پس تو اُسکو توڑدے تاکہ گرکر کچھ تلف نہ کرے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار جھکی ہوئی ہے تجھے چاہیے ہے کہ تو اُسے منہدم کرادے تو یہ مشورہ ہے طلب نہین ہے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور طلب شرط ہے اور گواہ کردینا شرط نہین ہے حتے کہ اگر توڑکر صاف کردینے کی طلب کی اور گواہ نہ کیے مگر مالک دیوار نے مثلاً اُسکو دور نہ کیا حالانکہ اُس کے دور کرنے پر قادر تھا یہانتک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور اُسکو تلف کردیا اور مالک دیوار طلب مذکور کا اقرار کرتا ہے تو وہ ضامن ہوگا اور گواہ کرلینے کا فائدہ یہ ہے کہ وقت انکار مالک کے اُسپر ثابت کیا جاوے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی دین تو مطالبہ ثابت ہو جائیگا اور اسطرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کردیے گئے پھر دونون غلام آزاد ہوگئے یا دونون کافر مسلمان ہوگئے یا دونون لڑکے بالغ ہوگئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی تلف ہوگیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا اسیطرح اگر پر دو غلام کی آزادی و کافرون کے اسلام اور لڑکون کے بلوغ سے پہلے دیوار مذکور گری پھر دونون نے گواہی دی تو گواہی جائز ہوگی اسواسطے کہ دونون اہل اداء شہادت ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور ڈہہ جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کرلینا صحیح نہین ہے۔ اسواسطے کہ اسوقت تک کوئی تعدی نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ پیشتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کے واسطے یہ بھی شرط ہے کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور مطالبہ کرے کہ جسکو اُس کے دور کرنے و فارغ کرنے کا اختیار حاصل ہے حتی کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان مین اجارہ پر یا بطور عاریت رہتا ہے اور اُسنے دیوار گرا کر صاف نہ کیا یہانتک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ اختیار و ولایت گرپڑنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتے کہ اگر صاحب ولایت کے ہاتھ بعد مطالبہ و اشہاد کے نکل گئی بایں طور کہ اُسنے مکان فروخت کردیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ اور مشتری پر ضمان نہوگی ہان اگر مشتری کے خریدنے کے بعد مشتری سے بھی مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک دیوار کو جنون مطبق ہوگیا یا نعوذ باللہ مرتد ہوکر دار الحرب مین

(۱) جسکو ہمارے عرف مین شہتیر بولتے ہین ۱۲ (۲) جسکو ہمارے عرف مین کڑا یہ بولتے ہین ۱۲ (۳) یعنے خواہ سلطان کے پاس اطلاع دے یا دوسرے کے پاس ۱۲ (۴) جیسا کتاب القضا مین گذرا ۱۲

چلا گیا اور قاضی نے اُسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم دیدیا پھر مجنون کو افاقہ ہو گیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب سے واپس آیا اور اُسکا مکان اُسکو دیدیا گیا پھر اسکے بعد دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر ہوگا۔ اسی طرح اگر اُس نے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد ہو چکا ہی پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے خیار رویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُس نے کچھ تلف کیا تو بعد واپس ہونے کے جبتک از سر نو مطالبہ و اشہاد پایا نہ جائے تبتک وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر خیار بائع کا ہو پس اگر اُس نے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف نہ کیا تو بائع ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری کو بیع مین تین دن کا خیار شرط حاصل ہی۔ پھر اُسنے بسبب خیار کے بیع رد کر دی تو اشہاد باطل ہو جائے گا اور اگر بیع پوری کر لی تو باطل نہوگا اور اگر ایسی حالت مین بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار ہو اور اُس سے دیوار مذکور کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا پس اگر اُس نے بیع توڑ دی ہو تو اشہاد صحیح رہے گا اور اگر اُسنے بیع پوری کر دی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت مین مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہی اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہی کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع ملے کہ جسمین وہ دیوار مذکور کو منہدم کر کے صاف کر سکے حتے کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اسیوقت وہ دیوار گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کر سکے تو جو چیز تلف ہوئی اُسکا ضامن نہوگا یہ تبیین مین ہی اور یہ شرط ہی کہ مطالبہ ایسے شخص کیطرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حقدار سب عام لوگ ہین حتی کہ اگر ایک شخص نے عام لوگون مین سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے دونون اس حکم مین یکسان ہین یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور اگر دیوار عام راستہ کیطرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق تمام لوگون کو حاصل ہی خواہ مسلمان ہو یا غلام ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اسکو اُسکے ولی نے اس معاملہ مین خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُسکو اُسکے مولے نے اس مین خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ مین ہی۔ اور خاص کوچہ مین اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہی پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہی اور دار کی صورت مین مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ جامع مین لکھا ہی کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کی طرف جھکی ہوئی تھی پس اُسپر مالک دار نے اُسکی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے یون درخواست کی کہ مجھے دو یا تین روز یا اس کے مثل کچھ قلیل روز مہلت دیجائے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کیا پھر وہ دیوار مال یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار نے اُسکو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو صحیح ہی اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن نہوگا کذا فی الکافی۔ اور اگر ایام معلومہ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر راستہ کی طرف

ل یعنے اس صورت مین دیت وغیرہ نہین ہی ۱۲ ط گواہ کر لینا ۱۲

جھکی ہوئی ہونے کی صورت مین اُسنے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہی
یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اسی طرح اگر قاضی نے اُسکو مہلت ندی بلکہ جس نے اسپر اشہاد کیا ہی اُسنے مہلت دی تو بھی
صحیح[ف] نہین ہی نہ اپنے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دیوار رہن ہو اور اسکے بابت
مرتہن سے پیشتر اطلاع دیگئی تو نہ مرتہن ضامن ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دیگئی ہو تو راہن ضامن
ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ منتقی مین ہی کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوے کیا اور اسمین ایک جھکی ہوئی
دیوار ہی تو جب تک مدعی کے گواہون کا تزکیہ ثابت نہو تب تک اُسکے توڑنے کی اطلاع کس کو اور اشہاد
کس کو ہوگا تو فرمایا کہ جسکے قبضہ مین دار مذکور ہی اُس سے دیوار کے توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائیگا
اور جب تک مدعی کے گواہون کی تعدیل نہو تب تک بمنزلہ ایسے دار کے قرار دیا جائیگا کہ جسپر کچھ دعوی نہین
ہوا ہی اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گروا دیا پھر گواہون کی عدالت ثابت ہوئی تو جسنے توڑا ہی وہ مدعی
کو دیوار کی قیمت تاوان دیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُس کے باپ
یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہی پس اگر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی ضمان نابالغ پر واجب ہوگی کذا فی
فتاوی قاضی خان۔ اور اس صغیر کی ماں پر بھی اشہاد صحیح ہی کذا فی الکافی۔ اور اگر دیوار ساقط نہوئی یہان تک کہ
صغیر مذکور بالغ ہوگیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی مین اُسکا باپ
یا وصی مرگیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد اُس سے تجدید
مطالبہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اُسکی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی
ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جس نے اُسکو بنایا ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنا
دار مساکین کے واسطے وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکالکر ایک شخص کے قبضہ مین دیا کہ اسکا کرایہ مساکین پر خرچ کیا کرے
پھر اُسکی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اُسکی دیت وقف کرنے والے کی مددگار
برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگون پر جنپر وقف کیا گیا ہی یعنی مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہوگی یہ
محیط مین ہی۔ ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہی پس اسپر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک
آدمی تلف ہوگیا تو ماذون کے مولے کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہو
اور اگر دیوار سے مال تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائے گا
اور اگر اسکے مولے پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر مکان ترکہ کی دیوار
مائل (جھکی ہوئی) کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاساً وارثون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر مین استحساناً یہ
حکم دیتا ہون کہ جس وارث پر اشہاد کیا گیا ہی اُسکے حصہ مین جس قدر دیوار پڑتی ہو اُسکے حساب سے تلف شدہ
کا تاوان اسپر عائد ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شریک سے مطالبہ کیا گیا کہ یہ

ف کیونکہ عام لوگون کے حقوق مشترک ہین تو خاص ایک شخص کی مہلت دینے کا اعتبار نہوگا ۱۲

جھکی ہوئی ہی اور شہاد کر دیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو جسپر اشہاد ہوا ہی اُسکی مددگار برادری سے دیت کا پانچوان حصہ ضمان لیا جائیگا - اسی طرح اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہوان مین سے ایک نے اُسمین کنوان کھودا یا دیوار بنائی اور اپنے دونون شریکون سے اجازت نہ لی پھر اُسمین کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ مین اُسپر نصف دیت واجب ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رح اور اگر کنوان کھودنا یا دیوار بنانا دونون باقیون کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہی - تتمہ مین ہی کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اسقدر قرضہ ہی کہ تمام دار کی قیمت اُسمین مستغرق ہی اور اُسمین ایک دیوار جھکی ہوئی ہی اور عام راستہ کیطرف جھکی ہی اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہین ہی تو دیوار مذکور کا مطالبہ اُسی بیٹے سے کیا جائیگا اگرچہ وہ اُس دار کا مالک نہین ہی اور اگر اُس سے مطالبہ کرنیکے بعد دیوار مذکور گر پڑی تو اُسکی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہوگی یہ محیط مین ہی امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُسکے منہدم کرانیکا قابو پانے سے پہلے گر گئی تو ضامن نہوگا اور اگر اُس نے اُسکے منہدم کرنیکا قابو پایا مگر منہدم نہ کرایا اور وہ گر گئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان ہی - اور ولی مقتول کو اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار کی ضمان دے گا اور اگر مکاتب کے آزاد ہوجانیکے بعد دیوار گری تو اُسکی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ عاجز ہوکر رقیق[۵] ہوگیا پھر دیوار گری تو اُسپر ضمان نہوگی اور نیز اُسکے مولی پر ضمان نہوگی اسیطرح اگر اُس نے دیوار کو فروخت کردیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فروخت نہ کیا اور وہ گر پڑی پھر اُسکی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا تو مولے اُسکے دینے اور اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا - اور اگر دیوار سے دیکھرے ہوئے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو مالک دیوار پر ضمان نہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہی - اور اگر اُسنے پاخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا وہ آزاد ہوگیا اور وہ گرا اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہوکر رقیق ہوگیا ہی تو مولی اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا اور اگر پاخانہ کی ٹوٹن سے کوئی آدمی ٹھوکر کھاکر مرگیا تو پاخانہ کا باہر بنانیوالا ضامن ہوگا اور اگر اس مقتول سے ٹھوکر کھاکر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی - اگر ایک شخص کی مان کسی کی موقتی[۵] العتاقہ ہی اور اُسکا باپ غلام ہی پس اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا اور اُس نے دیوار نہ گرائی یہانتک کہ اُسکا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُسکی دیت اُسکے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونیسے پہلے دیوار گری تو مان کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی - اور اگر اُس نے راہ پر پاخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پاخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اسکی دیت مان کی مددگار برادری پر ہوگی اسواسطے کہ راہ پر پاخانہ

۵ یعنے جسقدر مال اُسکے مالک نے بدل کتابت مقرر کیا تھا اُسکی ادائی سے عاجز ہوکر مکاتب نہ رہا بلکہ بدستور مملوک ہوگیا ۱۲ ۵ اُسکی توضیح اوپر گذر چکی پس وہان دیکھنا چاہیے ۱۲

بنانا خود جرم ہی اور اس جرم کی بنیاد کے وقت مال کی مددگار برادری اُسکی عاقلہ تھی یہ محیط میں ہی۔ اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اُسکو لیکر گری اور بدون اُس کے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہونچا اور وہ قتل ہوگیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دی و مطالبہ کیا گیا ہو اور سوا اسکے اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گرا اور کوئی آدمی مرگیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مرگیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جاوے اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ شخص راہ میں چلا جاتا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اگر راستہ میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جسپر گرا ہی اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اوپر والے پر ان حالات میں نیچے والے کی ضمان ہوگی اسیطرح اگر اوپر والا غافل ہوگیا اور گر پڑا یا سو یا اور کروٹ لیکر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہونچا اُسکا ضامن ہوگا اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسیطرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہوگیا تو اُسپر اُسکی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو یا نہو اسیطرح اگر ایک کنوئیں میں جسکو اُسنے اپنی ملک میں کھودا ہی گر پڑا اور اُسمیں کوئی آدمی تھا وہ مرگیا تو اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنوان راستہ پر ہو تو گرنے والے اور جسپر گرا ہی دونوں کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے کنوان کھودا ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اگر ایک گھڑا دیوار پر رکھدیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ گھڑا دیوار پر رکھدینے سے اُسکے فعل کا اثر منقطع ہوگیا اور وہ اُس رکھنے میں متعدی نہیں ہی پس آدمی کا تلف کرنا اُسکی طرف[1] مضاف نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہی۔ اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ اُسنے لمبان میں رکھی ہو اور اگر چوڑان میں رکھی کہ اُسکا ایک کنارہ راستہ کیطرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُسکا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہی تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُسپر لمبان میں رکھا ہو حتے کہ اُسمیں سے کچھ راہ باہر کی طرف نہ نکلا پھر یہ شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو وہ ضامن نہوگا ایسا ہی کتب میں مذکور ہی اور حکم مطلق مذکور ہی اور ہمارے بعض مشائخ رحنے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب دیوار خفیف جھکی ہوئی ہو بہت نہو اور اگر دیوار خوب جھکی ہوئی ہی تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار مذکور دور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ حکم یہی ہی جیسا امام محمد رحنے مطلقاً بیان فرمایا ہی کہ دونوں حالتوں میں ضامن نہوگا اور اگر پہلے اُسکو دیوار گرانے کیواسطے اطلاع دیگئی ہو پھر اُس نے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہی۔ ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُسپر گھڑا رکھا پھر دیوار گری اور اُس نے[2] گھڑا کسی شخص پر پھینکا اور وہ مرگیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے

[1] یعنی اس گھڑا رکھنے والے کیجانب اُسکے تلف کرنے کی نسبت کیجاویگی ۱۲ [2] یعنی دیوار اس طرح گری کہ گھڑا اُچھل کر کسی آدمی کے سر پہ پڑا ۱۲

کسی شخص نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر وہ گھڑا مالک دیوار کا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے اُسکے منہدم کرنے کا پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُس نے منہدم نکیا یہانتک کہ ہوا نے اُسکو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کرائی یہانتک کہ وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مرگیا اور اُسکی مددگار برادری نے یہ دار اُسکی ملک ہونے سے انکار کیا یا کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ دار اُسکا ہے یا غیر کا ہے تو جبتک گواہوں سے یہ بات ثابت نہ کرائی جائے کہ یہ دار اُسی کا ہے تبتک مددگار برادری ضامن نہوگی اور اگر قابض نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہے تو اُسکے قول کی مددگار برادری کے حق میں تصدیق نہوگی اور قیاساً اُسپر ضمان واجب نہوگی اور استحساناً اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی بشرطیکہ اس نے مطالبہ متقدمہ کا اقرار کیا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی نسبت اُس سے مواخذہ کیا گیا مگر اُس نے منہدم نہ کرائی یہانتک کہ اُسکے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُسکو منہدم کردیا تو وہ پڑوسی کی دیوار کا ضامن ہوگا اور پڑوسی کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اُس ضامن کا ہو جائیگا اور چاہے ٹوٹن لیکر اُس سے بقدر نقصان کے ضمان لے اور اگر اُس نے چاہا کہ پھر اُسکو ویسی ہی بنوا دے جیسی تھی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو اُسکے مالک سے یعنی جس سے پیشتر اُسکے توڑنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اُس مقتول کی دیت کی ضمان لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرا خواہ پڑوسی کے تاوان لینے سے پہلے مرا ہو یا اُسکے بعد مرا ہو بہر حال کوئی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی ملک ہو تو دوسری دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ دو دیواریں جھکی ہوئی ہیں دونوں کے مالکوں سے مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو جو کچھ اول یا ثانی کے گرنے یا اول کی ٹوٹن سے تلف ہوا اُسکا ضامن مالک دیوار اول ہوگا اور جو کچھ دیوار ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہو وہ ہدر رہیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بجائے دیوار کے جناح ہو جسکو کسی شخص نے راستہ کیطرف بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہے اور اُس سے اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا گیا ہے گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ مرگیا یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مرگیا تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص کی دیوار جھکی جس میں سے تھوڑی عام راستہ کیطرف اور تھوڑی ایک قوم کے دار کی طرف جھکی ہے۔ پھر اہل دار نے اُس سے مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسیطرح اگر اہل راہ میں سے کسی نے مواخذہ کر لیا ہو پھر دار کیطرف جھکی ہوئی دیوار اہل دار پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک

لہ ۵۱ یعنے گرانا و برابر کرنا ۱۲ سلہ ۵۲ تشہیر کو کہتے ہیں ۱۲

دیوار طول میں سے تھوڑی ڈھلی ہوئی اور باقی نہیں ڈھلی ہے پھر ڈھلی ہوئی اور بے ڈھلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک جسقدر ڈھلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور جسقدر بے ڈھلی ہوئی سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن نہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنے طول میں کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے - ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اگر اُسکے منہدم کرانے کا اُسکے مالک سے قاضی نے مواخذہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُسکے گرانے کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہے اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُسکو منہدم کرا دے کذا فی المنتقی یہ محیط میں ہے - اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ کیے گئے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُسکے باپ یا غلام یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہوں کے کوئی گواہ نہیں ہے تو اس گواہ کی گواہی جسکا نفع اُسکے نفس کو ہے یا ایسے شخصوں کے حق میں ہے جنکے واسطے اُسکی گواہی جائز نہیں ہے جائز نہوگی یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص سے اُسکی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسکے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہیں ہے بلکہ یہ خوف ہے کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار جھکی ہوئی نہ گری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُسکی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو خون ہدر ہوگا یہ محیط میں ہے - ایک لقیط[1] کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اس سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی اسیطرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی موالات کسی کے ساتھ نہیں ہے تو وہ بھی مثل لقیط کے ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے - ایک دیوار اوپر سے ایک شخص کی اور نیچے سے دوسرے شخص کی ہے پھر وہ جھکی اور دونوں میں سے ایک شخص سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا تو سب دیوار گر پڑنے کی صورت میں جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر کا حصہ گرا اور اُسکے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے - اگر ایک شخص نے چند مزدوروں کو اپنی دیوار منہدم کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر ٹوٹن[2] نے انکے فعل سے ان میں سے کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ انھیں لوگوں پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب نہوگا یہ مبسوط میں ہے - ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہے اُس سے مواخذہ و اشہاد نہ کیا گیا یہانتک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ سے اُٹھا لینے کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے نہ اُٹھایا یہانتک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے منتقی میں فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے افریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جس قدر اس سے صدمہ پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے - اگر ایک شخص سے جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسپر جناح ہے جسکو بائع دار نے نکالا ہے مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گر گئی پس اگر دیوار ہی نے جناح کو گرایا

(۱) وہ بچہ جسکو کسی نے ایسے طور پر زمین پر پڑا پایا ہو جسکا کوئی وارث و قرابتی معلوم نہو ۱۲ (۲) یعنے ٹوٹن کسی شخص پر گری ۱۲

ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہو اُسکا ضامن ہوگا اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُس کا تاوان اُس بائع پر پڑیگا جسنے اُسکو ایجاد کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا ہے اور علو دوسرے کا ہے اور دونوں سے خوف ہے پس اگر دونوں کے مالکوں سے مواخذہ کیا گیا مگر دونوں نے نہ گرایا یہانتک کہ سفل گرا اور اُسنے علو کو اچھالا اور وہ ایک آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو اُسکی دیت صاحب سفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُسکی ضمان بھی اُسکے مالک پر ہوگی اور جو شخص علو کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُسکا تاوان کسی پر نہوگا یہ محیط میں ہے۔ سفل ایک شخص کا اور علو یعنی بالاخانہ دوسرے کا ہے اور سب دہل گیا پھر دونوں سے اسکی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالاخانہ گرا اور اُسنے ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ ایک شخص نے عام راستہ پر پاخانہ یا پرنالہ نکالا یا دوکان یا حوض بنایا تو ہر ایک شخص کو جسکے سامنے پیش آئے اختیار ہوگا کہ اسکو منہدم کرڈالے بشرطیکہ بنانے والے نے بدون اجازت امام کے بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق میں مضر ہو یا نہو اور اس حکم میں مسلمان و کافر و مرد و عورت سب برابر ہیں لیکن غلام کو راستہ پر بنے ہوے مکان کے گرا دینے کا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُنکے دور کرنے کا استحقاق نہوگا اور اگر انکا حال معلوم نہو تو جدید قرار دیجاینگی حتےٰ کہ امام کو اختیار ہوگا کہ انکو دور کرڈے کذا فی المحیط۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اُس سے کچھ ضرر نہو تو وہ نہ توڑا جائے گا ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور اگر ایک کوچہ غیر نافذہ[1] کے راستہ خاص میں بنایا تو اہل کوچہ میں سے ہر ایک کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان چیزوں کے نیچے سے اُسکا مرور نہو اور اگر اُسکا مرور ہو تو اُسکو توڑنے کا استحقاق نہیں ہے اور اگر یہ چیزیں قدیمی ہوں تو کسی کو اُسکے توڑنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر انکا حال دریافت نہو تو یہ قدیمی قرار دیجاینگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھتا بنانا چاہا حالانکہ اس سے عام لوگوں کو کچھ ضرر نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ رح کا مذہب صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک شخص کو اُسکی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ میں چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اسمیں ضرر وعدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہے اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا آیا مباح ہے سو طحاوی رح نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہوگا تا قبل اسکے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُسکا بنانا اور اُس سے انتفاع اُٹھانا کچھ مباح نہیں ہے اور اگر اُسنے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اور اہل دریبہ غیر نافذہ میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون اجازت تمام اہل دریبہ کے پاخانہ باہر نکالے یا پرنالہ بہا دے خواہ اُن کے حق میں ضرر ہوتا ہو یا نہوتا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ اصل میں فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر پتھر رکھا یا کوئی عمارت بنائی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر راستہ کی طرف باہر نکالا یا باہر کیطرف

[1] وہ چھوٹی گلی جو گذرگاہ عام نہو بلکہ خاص اسی محلے کے لوگ اسمیں آتے جاتے ہوں ۱۲

پائخانہ یا جناح یا پرنالہ یا ظلہ بنایا یا راستہ میں پتھر ڈال دیا پس اگر اُس سے کوئی چیز صدمہ پاکر تلف ہو جاوے تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہوگیا تو اُسکی ضمان اُسکی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر آدمی مجروح ہوا تلف نہوا تو اگر اسکا ارش موضحہ کے ارش کے برابر ہو تو وہ بھی اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اس سے کم ہو تو اُسکے مال سے ہوگا اور اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُسکا مورث ہو اور اگر کسی مال کو صدمہ پہونچا اور تلف ہوا تو اُسکی ضمان اُس کے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اس مسئلہ کو اصل میں مطلقاً ذکر فرمایا ہو حالانکہ اسمیں تفصیل ہے یعنی اگر اُس نے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کیے ہوں تو اسی طرح ضامن ہوگا اور اگر با جازت کیے ہوں تو ضامن نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا جبھی جائز ہو کہ جب عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق میں ضرر ہو مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین کو ایسی اجازت دینا مباح نہیں ہو پھر جو جواب کتاب میں مذکور ہے ایسی حالت میں ہو کہ جب اُس نے یہ افعال عام بڑے راستہ یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کیے ہوں اور اگر اُس نے کوچہ غیر نافذہ میں ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مرگیا تو دیکھا جائے گا کہ جو کچھ اُس نے کیا ہو یہ منجملہ امور سکونت کے نہیں ہو تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہوگا اور باقی شریکوں کے حصہ کی قدر ضامن ہوگا اور اگر یہ منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہو لیکن استحساناً کچھ ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہو منتقی میں ہو کہ ایک غلام تاجر[ف] نے جسپر قرضہ ہو یا نہیں ہو اپنے دار سے پائخانہ باہر راہ پر بنایا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام رح کے قول پر اگر اُس نے ایسا فعل با جازت مولی کیا ہو تو ضمانت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کیا ہو تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے اُس دار کے اندر کوئی کنواں کھودا یا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر مولے نے ایسا فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول میں کچھ ضمان نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ قیاس ہو مگر ہم قیاس کو چھوڑ کر استحساناً حکم دیتے ہیں کہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ میں بغیر اجازت مرتہن کے کوئی عمارت بنائی یا اسمیں کنواں کھودوایا چھپا یہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہو - اور اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدوروں و کاریگروں کو مقرر کیا پھر قبل اسکے کہ وہ لوگ بنا کر فارغ ہو جاویں بیچ ہی میں وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مرگیا تو ضمان اُنھیں کاریگروں پر ہوگی مالک مکان پر نہوگی پس اُنپر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور اگر مقتول ان میں سے کسی کا مورث ہو تو وہ اُسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُنکے فارغ ہو جانے کے بعد گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہو لیکن استحساناً مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و جوہرہ نیرہ میں ہو - اور اگر کاریگروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی مرگیا تو جسکے ہاتھ سے گرا ہو اُسکی مددگار برادری پر

[ا] جسکو ہمارے عرف میں سائبان کہتے ہیں ١٢ [ف] مراد اس سے وہ غلام ہو جسکو اُسکے مالک کیطرف سے تجارت کی اجازت ہو ١٢

دیت واجب ہوگی اور اسپر کفارہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی شخص نے راہ پر پرنالہ نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہوگیا پس اگر پرنالہ کا اندر کا کنارہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے اُس قسم سے آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہوگی اور اگر آدمی مذکور تو باہری نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونوں کنارے اُسکے لگے اور یہ معلوم ہو جاوے تو آدھی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہو جائیگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون کنارہ اُسکے لگا ہے تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ کیطرف جناح نکالا پھر مکان فروخت کر دیا پھر جناح مذکور گرا اور اُسکے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ میں کوئی لکڑی ڈالی پھر اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اس سے برات کر لی کہ اگر کسی کے لگ جاوے تو میں بری ہوں پھر مشتری نے اُسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر راہ میں لکڑی ڈالدی اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور اُسکا گھٹنا ٹوٹ گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر جانے والا اُس لکڑی کے اوپر پاؤں رکھتا ہوا چلا اور گر کر مر گیا پس اگر وہ عمداً نہیں پھسلا ہے تو لکڑی ڈالنے والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہیں اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جسپر نہیں چلتے ہیں تو وہ ضامن نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا تو اسمیں اُسپر کچھ ضمان نہوگی اگر اُس سے کوئی آدمی مرجاوے لیکن اگر اُس نے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ میں ایک جگہ جمع کر دیا اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور مر گیا تو جسنے جھاڑا ہے وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر راہ میں پانی چھڑکا یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور مشائخ نے فرمایا کہ چھڑکنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب گذرنے والا ایسی جگہ ہوکر گذرا ہے جہاں اسنے پانی چھڑکا ہے حالانکہ اُسکو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی یا راہگیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھا کر مر گیا اور اگر راہگیر کو وہاں پانی چھڑکنے و بہانے کا حال معلوم تھا تو یہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر عمداً وہ پتھر یا لکڑی پر چلا اور ٹھوکر کھا کر پھسل کر گر کر مر گیا تو رکھنے والا ضامن نہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ اُسنے تھوڑے راستہ میں پانی ڈالا یا تھوڑے راستہ میں پتھر یا لکڑی رکھی ہو اور اگر پورے راستہ میں پانی چھڑکدیا یعنی چوڑان راستہ کا بالکل تر ہوگیا یا لکڑی و پتھر سے راستہ بالکل گھیر دیا اور راہگیر اُسپر سے گذرا اور پھسل گرا تو چھڑکنے والا اور رکھنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر چوپایہ گذرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے۔ اگر دوکاندار کی اجازت دوکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی شخص کے پھسل گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور استحساناً صاحب دوکان پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں پانی چھڑکدیا اور ایک شخص دو گدھے لایا تھا اُنمیں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں پکڑے تھا اور دوسرا اُسکے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اور اُسکا پاؤں ٹوٹ گیا پس اگر گدھے والا دونوں کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر دونوں کا ہانکنے والا نہو تو چھڑکنے والا ضامن ہوگا

؎ اُسکی توضیح اوپر گذری ۱۲ ؎ اور میراث سے محروم ہوگا ۱۲

یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ مین پانی ڈالدیا اور وہ کسی گڈھے مین بھر گیا اور جمکر برف ہوگیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جس نے پانی ڈالا ہے وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر برف مذکور پگھل گیا اور اس سے کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ مین برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذ ہو تو اس راہ کے لوگون مین سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اس راہ مین لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ باندھے اور وضو کرے اور اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اُس نے اُس راہ مین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور ہر گھر والے کو اختیار ہے کہ اپنے فناے دار مین مٹی و لکڑی ڈالے و چوپایہ باندھے و دوکان بناوے و تنور بناوے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر راہ مین پھینکے ہوے برف سے کوئی آدمی یا جانور مر جاوے تو امام محمد رح نے آخر جنایات العیون مین ذکر فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ ہو تو پھینکنے والے پر ضمان نہوگی اور اگر نافذہ[ا] ہو تو جسنے پھینکا ہے وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا یہ قیاسی حکم ہے اور ہم استحساناً کہتے ہین کہ ضمان واجب نہوگی خواہ کوچہ نافذہ ہو یا غیر نافذہ ہو اور عیون مین ہے کہ اسمین شرط سلامت کی قید ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان لوگون نے یہ امر امام المسلمین کی اجازت سے کیا ہے یا کوچہ ایسا ہو کہ انکو برف اُٹھا ڈالنے مین حرج عظیم پیش آوے تاکہ یہ پہچانا جاوے کہ دلالۃً انکو برف ڈال رکھنے کی اجازت ہے تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا ہے ورنہ حکم وہی ہے جو امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے اور جو فقیہ ابو القاسم سے منقول ہے اسی کی تائید کرتا ہے یعنی فقیہ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر مین برف بہت ہوتا ہے کہ راہ مین بہت کیچڑ ہو جاتی ہے پس ہر ایک نے اپنے فناء دار مین یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈالدیا پھر اس مین کوئی آدمی پھسکر ٹھوکر کھا کر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے پتھر ڈالین اور اگر بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہے کہ اُس پر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک پتھر مین ٹھوکر کھا کر دوسرے پتھر پر گر کر مر گیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضمان ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا ڈالنے والا نہو تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو جس نے ٹھوکر کھائی ہے وہ ضامن نہوگا بلکہ جس نے وہ چیز ایجاد کی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ مین پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جس نے اپنی جگہ سے ہٹایا ہے وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضمان سے نکلجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اُسکی تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ٹھوکر کھا نہوالا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی اور وہ شخص مر گیا تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور

[ا] یعنے ایسی گلی ہو جسمین ہر طرف سے لوگ آتے جاتے ہون ۱۲

مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی شخص نے راہ مین درندہ کھڑا کیا تو جو کچھ وہ تلف کرے اُسکا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا ہو اور بندھے ہوے ہونے کی حالت مین اس نے صدمہ پہونچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھل جانے کے بعد اُسنے اپنی جگہ سے ہٹ کر صدمہ پہونچایا تو باندھنے والا ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ و بچھو وغیرہ مین سے کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُس نے اس شخص کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کٹنے کتے کو کسی شخص پر لکارا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر راہ مین انگارا آگ کا ڈالدیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُسکو اُڑا کر اپنی جگہ سے دوسری جگہ لیگئی اور کوئی چیز اُس نے جلائی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ رہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب پہلے انگارہ اپنی جگہ سے ہوا اُڑا لیگئی ہو اور اگر اُسکے شرارے لیگئی اور کچھ جلگیا تو بھی ضمان واجب ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ اُس دن ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا ہر حال ضامن ہوگا اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اُڑا لیجاے ف اور شمس الائمہ حلوائی بغیر تفصیل کے ضمان واجب ہونا نہین فرماتے تھے یہ ذخیرہ مین ہے۔ لوہار نے اپنی دوکان مین اگر بھٹی سے سوختہ لوہا نکالکر قلاب پر رکھکر ہتوڑے سے مارنا شروع کیا اور اُسکے شرارے عام راستہ کیطرف اُڑے اور کسی شخص کو جلا دیا یا اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو اُسکی ضمان لوہار کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا جلا دیا تو اُسکی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اُسکو ہتوڑے سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُسکے شرارے اُڑے اور نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہدر ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر لوہار نے اپنی دوکان مین کنارے دوکان کے راہ کی طرف جہان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا اشتعال راہ مین پہونچے گا اور آگ نے کچھ جلا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص آگ لیکر اپنے ملک یا غیر ملک مین جاتا تھا اور اس مین سے ایک شرارہ ایک شخص کے کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو نوادر مین مذکور ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر ہوا کوئی چنگاری اُڑا لیگئی اور کسی شخص کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اگر آگ لیکر ایسی جگہ سے گذرا جہان اُسکو گذرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسمین سے کوئی شرارہ کسی شخص کی ملک مین گرا یا ہوا نے گرا دیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اس شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا استحقاق نہو اور کوئی چنگاری اُسکے ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو ہوا لے گئی تو ضامن نہوگا اور یہ اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص بیع وغیرہ کیواسطے راہ پر ف بیٹھا اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر باجازت سلطان بیٹھا ہو تو وہ ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص ایک سوتے ہوے کے پاس گذرا اور اُس کے پاؤن سے ٹھوکر کھائی کہ اُسکی پنڈلی ٹوٹ گئی اور اُسپر گرا کہ اُسکی آنکھ کانی ہوگئی اور گرنے والا مرگیا تو گرنے والے پر سوتے ہوے کے پاؤن کا ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسکے فعل سے تلف ہوا ہے اور سونے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر دونون مرگئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے پر

ف مترجم کہتا ہے کہ جو کچھ امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا وہ صحیح اور اس قول سے اُن روایات مین موافقت ہو جاتی ہے جو ذخیرہ وغیرہ مین مذکور ہین اور اگر وہ قول نہ لیا جاوے تو اس مین دو روایتین ہونگی اور تصحیح نہوگی ۱۲ منہ ف یعنے راہ مین سے ۱۲

سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نقالی میں ہے کہ اگر راہ میں سوتے ہوئے سے ایک شخص نے جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُسکی انگلی اور سونے ہوئے کی انگلی ٹوٹی پھر دونوں مرگئے تو دونوں میں سے ہر ایک کی مددگار برادری پر جو صدمہ اُسکی ذات سے دوسرے کو پہونچا ہے اُسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک مرگیا تو زندہ کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل سوتے ہوئے کے منہ پر گرا اور اُسکا سر سونے ہوئے کے سر پر گرا اور دونوں زخمی ہوئے اور دونوں کی انگلی ٹوٹی تو سوتا ہوا اُسکی انگلی و زخم سر کا ضامن ہوگا اور گرنے والا اُسکی انگلی کا ضامن ہوگا زخم سر کا ضامن نہوگا اور اگر دونوں مرگئے تو سونے والے کی مددگار برادری پر گرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور گرنے والے کی مددگار برادری پر سونیوالے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ میں جاتا تھا کہ ناگاہ مردہ ہوکر گرا اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت نہیں کی اور اُسکے گرنے سے ایک شخص کچل کر مرگیا تو کوئی ضامن نہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُسکی مددگار برادری یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص راہ میں چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اُسکو بیماری نے پکڑا کہ وہ بیہوش ہوکر گرا یا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نہ سکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مرگیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گرکے مرگیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُس شخص کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت میں کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہے اور وہ مرگیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جسپر گرا ہے اُسکا مورث ہو تو اُسکی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت میں کہ زمین پر گرا ہے اور دوسرے نے ٹھوکر کھا کر جان دی اسپر کفارہ نہوگا اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام راہ میں بیٹھا یا سویا اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہانتک کہ آزاد ہوگیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گر کر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اُس کے مولی کی مددگار برادری ہے۔ اور اگر اُس غلام کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرسکتا ہے پھر اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُسکے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ میں ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُسکا مولی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام کے ہاتھ پاؤں باندھکر راہ میں ڈالدیا پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر گرا اور مرگیا تو اُسکی دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پا بستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ چلا نگیا یہانتک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُسکے مولے یعنی عمرو پر واجب ہوگا اور اگر زید نے اُس غلام کو راہ میں بٹھلایا ہو بگر اُسکو باندھا اور ہاتھ پاؤں سے جکڑا نہیں ہے پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ اپنی جگہ سے چلا نگیا یہانتک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو اُسکی جنایت کا ارش اُسکے مولے پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص بوجھ لیے ہوئے راستہ میں چلا جاتا تھا پھر اُسکا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو بوجھ والا

---

(۱) کیونکہ اُسکی ولاء اُسکے آزاد کرنیوالے کو حاصل ہے تو حکم ہوا کہ جسکے ساتھ حق ہے تو اُسکے مولی کی مددگار برادری اُسکی بھی مددگار برادری ٹھہری ۱۲

ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوئے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مرا تو اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے
ایک شخص راہ میں چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جسکو لوگ پہنتے ہیں پس اُس سے کوئی شخص مر گیا یا وہ کسی
آدمی پر گری یا راہ میں گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھا کر مر گیا تو ان سب صورتوں میں سے کسی صورت
میں اُسپر ضمان نہوگی اور اگر ایسی چیز نہو جسکو لوگ پہنتے ہیں تو وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اُٹھائے ہوے
ہے اور جو شخص اُس سے تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق یا قائد ہو یا سوار ہو پھر اُسپر سے
اُسکے بعض آلات مثل لگام و زین وغیرہ کے کسی آدمی پر گرے اور وہ مر گیا یا وہ چوپایہ راہ میں گر گیا یا اُسکا بعض اسباب راہ
میں گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً
زید نے راہ میں اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ میں اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا ڈھلنگا اور عمرو کے
گھڑے سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جسکا گھڑا لُنڈھکا ہے ضامن نہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جسکا گھڑا رکھا ہے
ضامن ہوگا اسیطرح اگر راہ میں زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا بدکا اور دوسرے
سے صدمہ کھایا تو جسکا گھوڑا بدکا ہے وہ ضامن نہوگا اور اگر بدکا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن
ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے راہ میں اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اُسی راہ میں
اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا ڈھلنگا اور اُسنے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جسکا گھڑا نہیں
ڈھلنگا ہے وہ دوسرے کے گھڑے کا اور اُسکے تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جسکا گھڑا ڈھلنگا ہے وہ کچھ ضامن نہوگا
اور اگر دونوں ڈھلنگے ہوں تو دونوں میں سے کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر ایک گھڑا جھکا اور بدوں اسکے کہ اپنی
جگہ سے ہٹ جاوے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹے یا جھکنے والا ٹوٹا یا برقرار رہا ہوا ٹوٹا تو ہر ایک
پر جس قدر اُسکے گھڑے سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک
گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُسنے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا پھر دوسرا گھڑا ڈھلنگا اور پہلے
گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے کی قیمت کا
ضامن[1] ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور
بعض نے فرمایا کہ جسکا گھڑا رکھا رہا ہے اُسی پر ہر حال میں ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز راہ میں رکھدی
پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے وہ چیز
اُس چوپائے سے ملائی نہو۔ اسی طرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اسکی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار زمین پر
گری اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہوگا مالک دیوار یا راہ میں کوئی چیز رکھنے
والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب اُسکی دیوار سے یا رکھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہونچا ہو پس وہ تلف ہوگئی ہو یہ محیط میں ہے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اسصورت میں پانی کی قیمت کا ضامن نہوگا اگرچہ اس طور سے پانی بھر لینے میں ملک ثابت ہو جاتی
ہے پس فقط گھڑے ہی کا ضامن ہوگا ۱۲ منہ [2] پیچھے سے ہانکنے والا ۱۲ [3] آگے سے کھینچنے والا ۱۲

امام محمد رح نے کتاب الاصل میں فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد میں بارش کے پانی کے واسطے ایک کنوان کھودا یا اسمیں قندیلیں لٹکائیں یا اسمیں مٹکے رکھے کہ جس میں پانی بھرا جاتا تھا اسمیں بڑی چٹائی ڈالی یا اسمیں دروازہ لگایا یا اسمیں بوریا بچھایا یا اسمیں سائبان بنایا پس اگر انسے کوئی شخص تلف ہوجائے تو اہل مسجد پر ضمان نہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ کے کسی دوسرے شخص نے یہ چیزیں ایجاد کیں اور اس سے کوئی شخص مرگیا پس اگر اسنے اہل محلہ کی اجازت سے انکو بنایا ہی تو ضامن نہوگا اور اگر اس نے بدون اجازت اہل محلہ کے انکو بنایا ہی پس اگر کوئی عمارت یا کنوان بنایا اور اس سے کوئی تلف ہوا تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اس نے پانی پینے کے واسطے مٹکا رکھا یا چٹائی یا بوریے بچھائے یا قندیلیں لٹکائیں حالانکہ اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص الجھکر گرا اور مرگیا یا قندیل گری اور اسنے کسی آدمی کا کپڑا جلا یا یا خراب کردیا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام ابویوسف رح اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن نہوگا۔ شمس الائمہ حلوانی فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشائخ نے اس مسئلہ میں صاحبین رح کا قول اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور اگر اہل مسجد میں سے کوئی شخص مسجد میں بیٹھا اور اس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھاکر مرگیا پس اگر نماز میں ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نماز میں ہو تو ضامن نہوگا اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کسی حال میں ضامن نہوگا کذا فی الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین رح کا قول اظہر ہے کذا فی التبیین۔ اور اگر عبادت کے واسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یا فقہ سکھلانیکے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتا یا تسبیح یا قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو کتاب میں اسکی کوئی روایت نہیں ہی۔ اور مشائخ متاخرین نے اس میں اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابوبکر رازی اسیطرف گئے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور شیخ ابوعبداللہ جرجانی کا یہی مذہب ہے یہ محیط میں ہی۔ اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظم رح کا یہ ہی کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا ہی وہ ضامن نہوگا اور خلاف ایسے عمل میں بیٹھا ہی جسکی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہیں ہی جیسے قرأت قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابوجعفر نے کشف الغوامض میں ذکر کیا کہ میں نے شیخ ابوبکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرأت قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کیواسطے بیٹھا تو بالاجماع ضامن ہوگا یہ تبیین میں ہی۔ اور اگر مسجد میں چلتا تھا اور چلنے میں اسنے کسی آدمی کو روندڈالا یا سویا اور کروٹ لیکر کسی آدمی پر گرا اور اسکو ہلاک کیا تو اسکے ضامن ہونے میں کچھ خلاف نہیں ہی یہ شرح مبسوط میں ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین کے ایک نہر پر پل باندھا پھر اسپر عمداً ایک شخص گذرا اور وہ پل سے گرا اور وہ شخص مرگیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یوں مذکور فرمایا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہی کہ اگر نہر اسکی ملک ہو تو اسپر ضمان واجب ہوگی اور اگر اسکی ملک نہو بلکہ وہ کسی خاص قوم کی نہر ہو تو اسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ گذرنے والا اسپر عمداً گذرا ہو فے اور اگر وہ عمداً اسپر نہ گذرا ہو تو بنانیوالا ضامن ہوگا اور قیاس پانی چھڑکنے کے مسئلہ کے چاہیے کہ اگر گذرنیوالے نے

ف قال المترجم ... ماتی بیاننا ... وان علی الحدیث ... سنہ ... بیٹھنے راہ میں پانی چھڑکا ہو

کوئی راہ گذرنے کی نہ پائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی جگہ نہ پائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ عمداً پل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانوں کے واسطے نہر عام ہو اور پل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے پل باندھا تو اُس کا جواب ویسا ہی ہے جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر بڑا یا چھوٹا پل بنانے کا حکم ہے ایسا ہی ظاہر الروایہ میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا اور ایک شخص نے اگر عمداً اپنے تئیں اُس کنوئیں میں ڈال دیا تو کھودنے والا ضامن نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر اپنے فناے مملوک سے علیحدہ کنواں کھودا اور اُسمیں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو بالاجماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر اُس نے فناے دار میں کھودا پس اگر فنا دوسرے کی ملک میں ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فنا اُسکی ملک ہو یا اُسکو وہاں کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی ملک نہو بلکہ جماعت مسلمانوں کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر ایک شخص آیا اور اُسمیں گر پڑا اور مر گیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظم رح کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے جنگل میں ایسی جگہ جہاں گذرگاہ نہیں ہے اور نہ کسی کی آمد و رفت کا راستہ ہے بدون اجازت امام کے کنواں کھودا پھر اُسمیں کوئی آدمی گر پڑا تو کھودنے والا ضامن نہوگا اسی طرح اگر جنگل میں کوئی شخص بیٹھا یا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر گر کر مر گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنے والا ضامن نہوگا اور اگر ایسا فعل راستہ میں کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے اسکے اسفل میں کھودا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے آکر اُسکا منھ چوڑا کر دیا پھر اُسمیں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف واجب ہوگی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے اور فقیہ ابوجعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں تفصیل فرماتے تھے اور کہتے کہ دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھودا ؤ پر پڑا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دوسرے کے کھودا ؤ سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ پہلے کھودا ؤ سے ملاقی ہوا تو صرف پہلا شخص ضامن ہوگا دوسرا ضامن نہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم پہلے شخص کے کھودا ؤ سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ دوسرے ہی کے کھودا ؤ سے ملاقی ہوا تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ ہو سکتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھودا ؤ پر پڑے اور ہو سکتا ہے کہ فقط ایک کے کھودا ؤ پر پڑے تو ایسی صورت میں دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور شیخ امام زاہد احمد طواویسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھودا ؤ کی چوڑان میں قدم نہیں سما سکتا ہے پس اگر کسی شخص نے آکر بیچ کنوئیں میں اپنا قدم رکھا اور گر پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی

سلہ اسکی توضیح پہلے مقام پر گذری مگر توضیح کی ضرورت نہیں وہاں دیکھنا چاہیے ۱۲ منہ

اور اگر کنارہ کنوین کے قدم رکھا تو ضمان دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُس نے اسقدر چھوڑا کیا کہ اُسکے کھود الے چوڑان مین قدم سما سکتا ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنوین مین قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنوین کے کنارے قدم رکھا تو فقط دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر قدم رکھنے کا حال معلوم نہوا تو دونون پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راہ مین کنوان کھودا پھر اُسکو پاٹ دیا پس اگر اُسکو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر دوسرے نے آکر اُسکو خالی کر دیا پھر اُس مین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے نہین ہے مثل اناج وغیرہ کے پاٹا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ مین کنوان کھود کر اُسکا منھ ڈھانک دیا پھر دوسرے نے آکر اُسکا ڈھانکن کھول دیا پھر اسمین کوئی شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر ایک شخص راہ مین رکھے ہوے پتھر سے لڑکھڑا کر پھر کنوین مین گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنوان کھودنے والا ضامن نہوگا اور اگر پتھر کو کسی نے نہ رکھا ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کنوین مین پتھر یا دھار دار لوہا وغیرہ رکھدیا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھار دار چیز کی وجہ سے وہ قتل ہو گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے شارع عام[ل] پر کنوان کھودا اور وہان کسی شخص نے پانی بہایا پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی مین پھسل کر کنوین مین گر کر مر گیا تو ضمان اُسپر واجب ہوگی جس نے پانی بہایا ہے اور اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنوان کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک کنوان ایک شخص کی ملک مین ہو یا عام راستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اُس کنوین مین ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص راہ کے کنوین مین گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اسمین عمداً گر پڑا ہے اور مجھپر ضمان واجب نہین ہے۔ اور گرنے والے کے وارثون نے کہا کہ اُس نے اپنے تئین خود کنوین مین نہین ڈالا ہے بلکہ بدون قصد و ارادہ کے گر پڑا ہے اور تجھپر ضمان واجب ہے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ گرنیوالے کے وارثون کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اُسپر قیاس ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھودنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر ضمان واجب نہوگی اور یہ استحساناً ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اسمین ایک شخص گر پڑا اور مرا نہین بلکہ بچ گیا اور اسمین سے نکلنا چاہا پھر جب میان کنوین تک چڑھ آیا تھا کہ ناگاہ وہان سے گر پڑا اور مر گیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر گرنے والا کنوین کی تہ مین چلا گیا اور اسمین ایک پتھر سے صدمہ کھا کر مر گیا پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین مین تھا اُسی جگہ جما ہوا تھا کنوان کھودنے والے نے اُسکو ہٹایا نہ تھا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر کنوان کھودنے والے نے اُسکو اپنی جگہ سے اُکھاڑ کر کنوین کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو کھودنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منتقی مین مذکور ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر راہ کے کنوین مین ایک آدمی گر پڑا پھر ایک شخص نے کہا کہ یہ کنوان مین نے کھودا ہے تو اُسکے اقرار کی تصدیق اُسکی ذات پر کیجائیگی اُسکی مددگار برادری پر تصدیق

[ل] وہ عام راستہ جو سب کے گذرنے کے واسطے ہو مثلاً سڑک، دنگلیارہ یا اسکے مثل ڈھر ١٢

نہ کیجائیگی اور گرنے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال میں دلائی جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی ملک میں ایک کنوان کھودا اور اسمین ایک آدمی گر گیا پس مالک زمین نے اقرار کیا کہ مین نے کھودنے والے کو کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاساً مالک زمین کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور استحساناً تصدیق کیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے عام راستہ یا عام بازار میں باجازت سلطان کنوان کھودوایا یا اپنا چوپایہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے اپنی ملک میں کنوان کھودا پھر اُسمین ایک آدمی گرا اور کنوین میں ایک آدمی موجود تھا یا اُسمین چوپایہ گرا اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی اُسمین تھا وہ مر گیا تو گرنے والا اُس شخص کے خون کا جو اُسمین تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنوان راہ میں ہو تو گرنے والا کو اور جسپر گرا ہے اُنکو جو کچھ مصیبت پہونچے اُن دونون کا ضامن کنوان کھودنے والا ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار میں بدون اُسکی اجازت کے اناج کیواسطے ایک گڑھا کھودا اور اسمین ایک گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر راہ میں ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گرا اور اُسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پھر اُسمین سے نکلا پھر اُسکو دو آدمیون نے شجہ[عه] زخمی کیا پھر وہ ان سب زخمون سے مریض ہو کر مر گیا تو اُن سب پر اُسکی دیت تین تہائی[5] ہو کر واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اگر تین آدمی ایک کنوین میں گرے اور باہم ایک دوسرے سے چمٹے تھے یعنی ایک کے بعد دوسرا اُسکو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ گرنے سے مر گئے اور بعض بعض پر نہیں گرا تو پہلے کی دیت کنوان کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور تیسرے کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہے اور یہ بات معلوم ہو گئی مثلاً یہ لوگ زندہ نکالے گئے اور اُنھون نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مر گئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے خالی نہیں ہو سکتا ہے اول یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مر گیا اور کوئی بات نہیں ہے تو اُسکی دیت کنوان کھودنے والے پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اُسپر گرنے سے وہ مر گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے سے مرا ہے تو اُسکی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی ہفتم اگر اپنے گرنے اور دوسرے و تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو تینون سے ایک تہائی خون ہدر ہوگا اور تہائی دیت کھودنیوالے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا مرنا تین حال سے خالی نہیں اگر اپنے گرنے سے مرا ہے تو اُسکی دیت شخص اول پر ہوگی۔ اور اگر تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہے تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب

عه اگر اسمین کوئی تلف ہو جائے ۱۲ منہ ۵ یعنی زخم سر یا چہرہ وغیرہ ۱۲ منہ ۵ یعنی ہر ایک پر ایک تہائی واجب ہوگی ۱۲

ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے میں فقط ایک صورت ہے یعنے اپنے گرنے سے مرگیا ہے پس اسکی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگون کی موت کا حال دریافت نہوا تو قیاس یہ ہے کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی دوسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور استحسانا یہ حکم ہے کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت میں سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ استحسان کس کا قول ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھودے پس مزدور نے کنوان کھودا اور اُس میں ایک آدمی گر کر مرگیا پس اگر اُسنے مسلمانون کے عام راستہ میں جسکو ہر شخص جانتا ہے کنوان کھودا ہے تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے اُسکو آگاہ کر دیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر مزدور نے مسلمانون کے غیر مشہور راستہ مین کنوان کھودا مگر مستاجر نے اُسکو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ راستہ عام مسلمانون کا راستہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نہ کیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کردے اور اُسنے ذبح کردی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہے تو اس صورت میں مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہے یا آگاہ نہ کیا ہو لیکن درصورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہے اُسکو مستاجر سے واپس لیگا۔ اور اگر مزدور نے فنا دار مین کنوان کھودا پس اگر فنائے مذکور غیر شخص کی ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُسکو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ فنائے مذکور مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہے اور نہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر فنائے مذکور مستاجر کی ہو پس اگر اُسنے اجیر[2] سے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہے تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہین ہے مگر یہ میرے دار کی فنا ہے۔ تو استحسانا مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مقرر کیے اور اُنکے کھودنے میں وہ کنوان اُنپر گر پڑا اور ایک مرگیا تو باقی تین میں سے ہر ایک پر اُسکی چوتہائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسی طرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہون بلکہ مقتول کے مددگار ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کھودنے والا ایک ہی شخص ہو اور اُسکے کھودنے میں کنوان دہل گیا اور وہ دبکر مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ مین کنوان کھودے پس اگر اُس کے فنا مین ہو تو کسی شخص کے تلف ہونے مین اُسکی دیت معتق کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اسکے فنا مین نہو تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہو یہ تاتارخانیہ نقلا عن التجرید مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک

---

[1] وہ شخص جسنے مزدور کو کام کے واسطے مقرر کیا ہو ۱۲ [2] اجرت پر کام کرنے والا یعنے مزدور ۱۲

میں ایک نہر کھودی اور اُسمیں کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر غیر ملک میں نہر کھودی تو مثل کنوان کھودنے کے ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک میں ایک نہر کھودی اور اُس سے پانی پھوٹ نکلا اور کوئی زمین یا گانون غرق ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک میں کھودی ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اُسکی زمین سے باہر جاکر اُسنے کسیکی ال کو یا زراعت یا باغ انگور کو خراب کردیا تو وہ شخص ضامن نہوگا اسیطرح اگر اپنی زمین کی گھانس جلائی یا کٹے ہوے پودے یا اجمہ کے نرکل جلائے پھر آگ اُسکی زمین سے نکل کر غیر کی زمین کیطرف متعدی ہوئی اور کچھ جلادیا تو ضامن نہوگا اور بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہے کہ جب اُسنے ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہوا اس آگ کو دوسرے پڑوسی کی زمین میں اُڑا لیجائیگی تو استحسانًا ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنالہ میں پانی بہایا اور پرنالہ کے نیچے غیر شخص کا مال رکھا ہے وہ خراب ہوگیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور میں آگ جلائی تو جو کچھ اُس سے جل جاوے وہ ضامن نہوگا اسیطرح اگر اپنے دار میں نہر یا کنوان کھودا اور اُس سے پڑوسی کی زمین نمناک ہوگئی تو ضامن نہوگا اور حکم قضاءً میں اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ اُسکو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اُسپر واجب ہے کہ جب دوسرے کو ضرر پہونچتا ہے تو اس فعل سے باز رہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ پانی پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جسکو عرف وعادت کے موافق اُسکے ملک کی زمین برداشت کرسکتی ہے اور اگر اُسکی ملک برداشت نہ کرسکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں پانی جاری کیا اور اُسکے پانی جاری کرنے سے یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلا اور کچھ چیز خراب کردی تو قیاسًا وہ ضامن نہوگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اپنی ملک میں پانی بہایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ پانی غیر کی زمین کی طرف پھوٹ نکلے گا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اُسکے پڑوسی کی زمین میں پھوٹ گیا پس اگر اُسنے اپنی میں میں اسطرح پانی جاری کیا کہ اُسکی زمین میں ٹھہرتا نہیں بلکہ پڑوسی کی زمین میں جاکر ٹھہرتا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین میں ٹھہر کر پھر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین میں گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے بندش اور مضبوطی کرلینے کے واسطے کہدیا تھا مگر اُسنے نہ کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نہ کہا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی زمین اونچی اور پڑوسی کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اگر اپنی زمین سینچے گا تو پڑوسی کی زمین میں پانی جائیگا تو وہ ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بندان باندھے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اُسکی زمین سے کوئی چھید یا چوہے کا بل ہو پس اگر اُسکو یہ بات معلوم ہو اور اُسنے بند نہ کیا یہانتک کہ پڑوسی کی زمین میں پانی گیا اور خراب

ف۱ جھاڑی جھنکھاڑی جیسے ہمارے دیار میں دستور ہے کہ تیار کو کاٹ کر اُسکی تتمہ جڑ وغیرہ دن میں آگ لگا دیتے ہیں کیونکہ اس طریقہ سے اسکی پیداوار زیادہ ہوتی ہے پس اسی قسم سے جس چیز میں یہ عمل جاری ہو اسکو یہ حکم شامل ہے ۱۲ منہ ف۲ الا اذا تعمد ذلک ۱۲

کیا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام سے سینچی اور اُس نہر عام سے اور چند نہریں چند قوموں کی نکلی ہیں جنکے دہانہ کھلے ہوئے ہیں پس ان دہانوں سے چھوٹی نہروں میں پانی بھرا اور اقوام مذکورہ کی زمینیں خراب ہوگئیں تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص مملوک نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُسمیں ایک آدمی مرگیا اور اُسکے مولے نے غلام مذکور کا فدیہ دیدیا پھر اُسمیں دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مولے کو اختیار ہے چاہے پورا غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر غلام نے مسلمانوں کے راستہ میں ایک کنواں کھودا اور اُسمیں ایک شخص گر پڑا اور مولے نے کہا کہ میں نے اُسکو اُسکے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولے کی مددگار برادری اُسکی دیت کی ضامن نہوگی اور مولی کے قول کی برادری کے حق میں تصدیق نہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہوں کے مقتول کی دیت اُس کے مال میں ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنواں کھودا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اُسکو معاف کر دیا پھر اُسمیں دوسرا شخص گر کر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے پورے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مولے اسکا نصف دیگا گویا دونوں آدمی ایکبارگی اُسمیں گرے پھر ایک ولی نے معاف کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولے کے راہ میں کنواں کھودا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ غلام نے کنواں کھودا ہے پھر اُسمیں ایک آدمی گر کر مرگیا تو مولی پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمیں دوسرا آدمی گرا تو دونوں مقتولوں کے ولی اس قیمت میں شریک ہو جاوینگے اور اگر اس کنوئیں میں وہی غلام گر پڑا تو اُسکے وارث بھی اس قیمت میں شریک ہونگے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ غلام کا خون ہدر ہوگا اور اصل اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ غلام نے راہ میں کنواں کھودا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنوئیں میں گر کر مرگیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکے وارثوں کیواسطے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولے نے پہلے اُس غلام کو آزاد کر دیا پھر اُس غلام نے راہ میں کنواں کھودا اور خود اُسمیں گر کر مرگیا تو بلا خلاف مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُس کنوئیں میں کوئی آدمی گر جانیکے بعد مولی نے اُس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولی اُس کنوئیں میں آدمی گرنے سے خبردار نہو تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی پھر اگر اُسمیں دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو وہ پہلے مقتول کے وارثوں سے دیت بٹوالیگا پس امام اعظم رح کے نزدیک پہلا بقدر دیت[1] کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اس دیت میں شریک ہونگے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مولے پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کی دیت میں شریک نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر غلام نے راہ میں بلا اجازت مولے کے کنواں کھودا پھر کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے اُسکو ولی مقتول کو دیدیا پھر کنوئیں میں کوئی آدمی گر کر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا

[1] مثلاً قیمت غلام ایک ہزار اور دیت دس ہزار ہو تو اول کو دس حصے اور دوم کو ایک حصہ ملیگا ١٢ منہ

چاہے نصف غلام دیدے اور چاہے اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولی کیطرف واپس نہوگا اور اس مسئلہ مین گرنے والے کے ولی اور مولائے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت اُسکے ساتھ ہوگی جسکے قبضہ مین بالفعل وہ غلام ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر پہلے اُس کنوین مین کوئی آدمی گرکر مرگیا اور مولا نے اُسکے ولی کو غلام مذکور دیدیا پھر غلام نے خطاء سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنوین مین دوسرا آدمی گرکر مرگیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دیدے یا اس کے فدیہ مین دیت دیدے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام نے باجازت مولی کنوان کھودا پس اگر ملک مولی مین کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک مولی مین ہو تو غلام کی گردن پر ضمان ہوگی خواہ غلام اسکو جانتا ہو یا نجانتا ہو۔ یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کنوین مین کوئی آدمی گر گیا اور مرگیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر گیا کہ اسکی آنکھ جاتی رہی اور غلام جسنے کنوان کھودا ہے بعینہ موجود ہے تو مولی اُسکو دونون کو دیدیگا کہ دونون کے درمیان تین تہائی بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم اُسکا فدیہ دے کہ دس ہزار درم ولی مقتول کو اور پانچ ہزار آنکھ والے کو ملین گے اور اگر دونون کا حال جاننے سے پہلے اُسنے غلام کو آزاد کردیا تو اُسکی قیمت دونون کو دے گا جو تین تہائی دونون مین تقسیم ہوگی اور اگر قتل کرنا جانتا ہو اور آنکھ پھوٹنے کو نہ جانتا ہو تو پھر ولی مقتول کے واسطے دس ہزار درم اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اس غلام کو قبل اسکے کہ کنوین مین کوئی گرے فروخت کیا پھر اُسمین کوئی گر گیا اور مرگیا تو بائع پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسیطرح اگر غلام نے خود اپنے تئین اُسمین ڈالدیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع پر اُسکی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایت امام محمد رح کے اُسکا خون ہدر ہوگا جیسا ہمنے آزاد کرنے کیصورت مین بیان کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اُسکو مولے نے آزاد کیا یا مولے مرگیا پس آزاد ہوگیا پھر مدبر نے اپنے تئین اس کنوین مین ڈالدیا اور مرگیا تو اُسکے وارثون کے واسطے مولی کے ترکہ مین سے اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ مدبر نے ایک کنوان کھودا اور اُسمین اُسکا مولی گر گیا یا ایسا شخص گرا جسکا مولی وارث ہوگا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اُسمین مولی کا مکاتب گرا تو قیمت کا ضامن ہوگا پس مولی سے مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت دونون مین سے کم مقدار کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ مین کنوان کھودا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے پھر اُسمین ایک آدمی گرکر مرگیا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین ایک بعد دوسرے کے گر گیا اور جتنے گرے سب مرگئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان مین متغیر ہوکر ناقص یا زائد ہوگئی تو مولی پر ایک ہی اُسکی قیمت واجب ہوگی جو

لہ مدبر وہ مملوک جس کو اُس کے مالک نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد یا اتنے دنون کے بعد آزاد ہے ۱۲ منہ

لہ اول کھودا ایک درم کو ۱۲ لہ یعنی جو شخص کنوین مین گرکر مرگیا ہو ۱۲

کھودنے کے روز تھی یعنی ہزار درہم اور کچھ واجب نہوگا کہ جو ان سب مین بانقسیم ہوگی اسیطرح اگر اُسمین کوئی آدمی گرنے سے پہلے مدبر مر گیا یا مولی نے اسکو آزاد یا مکاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے بعد مولے نے اسمین سے کوئی فعل کیا تو بھی مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص کو قتل کیا اور اُسپر[1] مکاتب کی قیمت دینے کی ڈگری کیگئی پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت مین اُسکا شریک ہوجاویگا جسنے قیمت لی ہے اور فرمایا کہ مدبر کا بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ جب گرے ہوئے کا ولی آیا اور اُسنے اُس شخص سے جسنے مدبر کی قیمت اُس کے مولے سے لی ہے قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اُسکے اور جسنے قیمت لی ہے۔ دونون کے درمیان خصومت نہوگی اور مین اُس کے گواہ قیمت لینے والے پر قبول نکرونگا بلکہ مولائے مدبر پر اُسکے گواہ قبول کرونگا پھر جب مولے پر پیش کیے گواہون کی تعدیل ہوجاوے تو البتہ جس نے قیمت لی ہے اُس سے نصف قیمت واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک مدبر نے کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولے نے بحکم قاضی اُسکی قیمت ہزار درہم دیدی پھر ولی مذکور جس نے قیمت لی ہے مر گیا اور ایک ہزار درہم ترکہ چھوڑا اور اُسپر دو شخصون کے دو ہزار درہم قرضہ ہین ہر ایک کے ہزار درہم قرضہ ہین پھر کنوئین مین دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درہم جن کو پہلے ولی جنایت نے چھوڑا ہے اُس کے قرضخواہون اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے یعنی قرضخواہون کو چار حصے اور اسکو ایک حصہ ملیگا پس اگر بحکم قضا انھون نے اس طرح حصہ تقسیم کر لیا پھر اور ایک آدمی کنوئین مین گر کر مر گیا تو دوسرے ولی جنایت سے اسکا وارث آدھا مال جو اُسکے پاس جرمانہ کا وصول کیا ہوا ہے لیگا اور دونون ملکر دونون قرضخواہون کا دامن پکڑ کر اُنسے جو کچھ اُنھون نے لیا ہے اُسمین سے ہزار درہم کی چوتھائی تک جس قدر ان دونون کا حصہ ملا کر ہو وہ بھی لے لینگے۔ اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ ایک قرضخواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اُس نے میت کے مال سے لیا ہے اُسمین سے چوتھائی لے لیگا پھر جب یہ قرضخواہ دوسرے قرضخواہ سے ملے تو دونون اپنے پاس کا مال جمع کرکے نصفا نصف تقسیم کر لینگے اور دونون ولی جنایت جب باہم ملاقی ہون تو اپنے پاس کا مال جمع کرکے باہم آدھا آدھا تقسیم کر لینگے اور اگر اسکے بعد یہ سب باہم مجتمع ہوئے تو جو کچھ انکے پاس ہے سب آٹھ حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے دونون ولی جنایت کو چوتھائی اور قرضخواہون کو تین چوتھائی دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مولے نے پانسو درہم بلا حکم قاضی ولی اول کو دیدیے پھر اُس نے جو کچھ لیا ہے وہ مولی کو ہبہ کر دیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے نصف تاوان لے یا مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے اور اگر مولی نے ولی اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو ولی ثانی کو دوطرح کا خیار نہوگا بلکہ مولی سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام مجور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونون اُسکے واسطے کنوان کھودین پھر کنوان دونون پر گر پڑا اور وہ دونون مر گئے تو مستاجر پر غلام کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ

[1] قولہ اُسپر یعنے مکاتب پر اپنی قیمت ۱۲ منہ

نصف دیت سے کم ہو پھر مولے اسکو مستاجر سے واپس لیگا پھر مستاجر چونکہ ادائے ضمان سے غلام کا مالک ہوا ور آزاد شخص اُسکے نصف پر جنایت کرنے والا ہو گیا پس آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے واجب ہوگی اور اگر غلام ماذون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہوتا اور آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت ہوگی پھر یہ وارثان آزاد کو ملیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک غلام محجور و ایک آزاد و ایک مکاتب کو اپنے واسطے کنواں کھودنے کے لیے مزدور مقرر کیا پھر کنواں ان سب پر گر پڑا اور مرگئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب کی ضمان واجب نہوگی اور غلام کی قیمت اُسکے مولے کو دیگا پھر جب مولی کو قیمت دیدی تو مولی اُسکو وارثان آزاد و مکاتب کو دیدیگا پس وارثان آزاد اُسمیں بقدر تہائی دیت کے اور وارثان مکاتب بقدر قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر مولاے غلام مستاجر سے دوبارہ غلام کی قیمت لے لیگا اور وہ اُسی کو سپرد کیجاویگی۔ اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری سے غلام کی تہائی قیمت واپس لے اور وارثان مکاتب بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لینگے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اُسکی قیمت کے لیجاویگی اور وہ وارثان آزاد و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُسمیں وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت غلام کے شریک ہونگے یہ حاوی میں ہے۔ اور یہی تاتارخانیہ میں تجرید سے منقول ہے۔ اور اگر آزاد و مکاتب و مدبر و غلام کو مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنواں کھودیں پھر چاروں کے کھودنے میں وہ کنواں چاروں پر گر پڑا اور سب مرگئے اور مدبر و غلام کو کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیوں کے فعل سے تلف ہوا ہے پس اُسکی ذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اُسکے ساتھیوں کی جنایت اُسکی نسبت تین چوتھائی حصہ میں معتبر ہوگی پھر مستاجر پر غلام و مدبر کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت تین میں سے ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت تین میں سے ہر شخص کی گردن پر واجب ہوگی۔ پس ان دونوں قیمتوں میں وارثان آزاد اور وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کرلیں گے پھر دونوں کے مولے اسکو مستاجر سے واپس لینگے پھر مستاجر کے واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اُسکے واسطے مکاتب کی گردن پر ان دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کیواسطے بھی ان دونوں میں سے ہر ایک کی گردن پر اُسکی چوتھائی قیمت جسکو ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہے واجب ہوئی ہے پس بعض بعض کا بدلا ہو جاوے گا اور آپس میں جسکا جو کچھ زیادہ نکلے وہ لے لیگا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد لے لینگے بدین اعتبار کہ مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی ہے لیکن اگر اسقدر قیمت بہ نسبت چوتھائی دیت کے زائد ہو تو بقدر چوتھائی دیت کے لیکر باقی کو مولاے مکاتب کو واپس دینگے مگر یہ حکم ایسے شخص کے قول پر درست ہوگا جو کہتا ہے کہ جنایت میں مملوک کی قیمت جہانتک پہونچے معتبر ہوتی ہے اور دونوں میں سے ہر غلام کی قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت میں واجب ہے لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمہ ہے اسواسطے اُسکا اعتبار

۱؎ ہر ایک کی توضیح اپنے اپنے مقام پر دیکھنا چاہیے ۱۲

کرنا مفید نہیں ہے پس اگر دونوں غلام کام کے واسطے ماذون ہوں تو مستاجر پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک کی چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت ان میں سے ہر ایک پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دیدی اور ہر ایک نے اسکو لے لیا تو ہم کہتے ہیں کہ مولاے مدبر سے پوری قیمت لیجائیگی جبکہ یہ قیمت جو اسکو چاہیے اسکے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت باقیوں میں اسطرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر اسکی چوتھائی قیمت کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے اور اگر مکاتب نے بقدر اداے کتابت کے چھوڑا ہو تو اُس کے ترکہ سے تمام قیمت لے لیجائیگی بشرطیکہ یہ قیمت جس قدر اُسپر واجب ہے اُس سے کم ہو پھر اس میں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کیے جائینگے پھر مولاے غلام سب سے جو کچھ اُسنے لیا ہے لے لیا جائیگا اور اُسمیں وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت مدبر کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت کا مکاتب کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے

بارھواں باب۔ بہائم[۱] کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ چوپایہ کی جنایت تین حال سے خالی نہیں یا تو مالک چوپایہ کی ملک میں ہوگی یا غیر مالک کے ملک میں ہوگی یا مسلمانوں کی راہ میں ہوگی پس اگر اسکی جنایت اُسکے مالک کی ملک میں واقع ہوئی اور مالک اُسکے ساتھ تھا تو اسکا مالک ضامن نہوگا خواہ چوپایہ جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤں سے روندڈالا ہو یا ہاتھ پاؤں سے مار دیا ہو یا دُم ماردی ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اسکا مالک اُسکے ساتھ ہو پس اگر اُس کا قائد[۲] یا سائق ہو تو بھی ان سب صورتوں میں ضامن نہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ روان ہو پس اگر ہاتھ یا پاؤں سے روندڈالا تو ضامن ہوگا اور اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ لازم ہوگا اور وہ میراث[۴] سے محروم ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤں یا دم سے ماردیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ کی ملک میں ہو پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کے دوسرے کی ملک میں داخل ہوگیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو تو اُس کے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکے مالک کے داخل کرنے پر داخل ہوا ہو تو مالک سب صورتوں میں ضامن ہوگا خواہ چوپایہ کھڑا ہو یا روان ہو خواہ اسکا مالک اُسکے ساتھ اسکا سائق یا قائد یا سوار ہو خواہ اُسکے ساتھ نہو یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اُسکے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُسکی[۳] ملک میں ہو یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر اسکی جنایت مسلمانوں کے راستہ میں ہو پس اگر چوپایہ راستہ میں کھڑا ہو اور اُسکے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب صورتوں میں جو کچھ اُس کے فعل

[۱] بہائم جمع بہیمہ یعنے چوپایہ جیسے بھینس وغیرہ ۱۲ [۲] قائد آگے سے کھینچنے والا و سائق پیچھے سے ہانکنے والا ۱۲ منہ
[۳] جیساکہ اس سے اوپر کی صورت میں مذکور ہوا ۱۲ منہ [۴] اگر مقتول کا وارث ہو ۱۲

سے تلف ہوا اُسکا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ روان ہوا اور اُسکا مالک اُسکے ساتھ نہو پس اگر اُسکے مالک کے روان کردینے سے روان ہوگیا ہو تو جب تک اُسی رُخ روان رہے داہنے بائین نہ گھوم جاوے تب تک اُسکا مالک جس نے اُسکو روان کیا ہے ضامن رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر داہنے یا بائین مُڑ گیا پس اگر اُسکا راستہ سوائے اسکے دوسرا نہو تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکے چلنے کا دوسرا راستہ بھی ہو تو روان کرنے والا ضامن نہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہوا تو ہانکنے والا ضمان سے بری ہوگیا اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُسکو لوٹایا پس اگر وہ پھرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پھرا پھر ٹھہر کر روانہ ہوا تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر پھرا مگر نہ ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہوا تو پھیرنے والا ضامن ہوگا اگر اُس نے کچھ تلف کیا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے روان کیے ہوئے چلا جاتا ہے مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا ہے تو سب صورتون مین اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر چوپایہ نے روندا یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے صدمہ پہونچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ پاؤن مارے تو اُسکا سوار ضامن ہوگا اسیطرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر لات ماری یا دُم ماری تو اُسکے نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر قائد ہو تو اُسکا بھی وہی حکم ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق یعنے پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات مارنے کی صورت مین کیا ہے سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہ مذہب شیخ ابوالحسن قدوری و مشائخ عراق مین سے ایک جماعت کا ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسطرف ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے والا اُسکے لات مارنے سے ضامن نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور روند ڈالنے کی صورت مین سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق و قائد پر واجب نہوگا اسیطرح روند ڈالنے کی صورت مین سوار کے حق مین میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق و قائد کے حق مین ایسا نہین ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص سوار ہو اور ایک سائق ہو تو بعض نے فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روند ڈالے سائق اُسکا ضامن نہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونون پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایہ مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص ایک چوپایہ سواری پر سوار ہوا اور اُسکے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ مذکور نے ایک آدمی کو روند ڈالا تو اُس کی دیت ان لوگون پر چار چوتھائی ہوکر واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ نے چلتے ہوئے راہ مین لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسل کر یا اور کسی طرح تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو اسی ضرورت کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج مین ہے اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنیکے واسطے کھڑا ہوگیا یا اُسکا لعاب بہا اور اُسکے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف ہوا تو بھی ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُسکی لید یا پیشاب سے تلف ہوا تو ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤن سے کنکریان یا خرمے کی گٹھلیان

ف اسکی توضیح گذر چکی ۱۲ ف یعنے ہر ایک پر ایک چوتھائی ۱۲

ٹاپ کرا ڑائین یا غبار یا سنگریزے اڑائے اور کسی کی آنکھ پھوڑی یا اسکے کپڑے خراب کیے تو ضامن ہوگا اور اگر بڑا پتھر ہو تو ضامن ہوگا اور سوار و ردیف[۱] و سائق و قائد اس حکم میں یکسان ہین یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص اپنے جانور سواری پر سوار ہوکر راہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسنے ایک پتھر سے جسکو ایک شخص نے راہ مین رکھا ہے یا ایک کان سے جسکو کسی نے راہ مین بنایا ہے ٹھوکر کھائی یا پانی سے جسکو کسی نے راہ مین ڈالا ہے پھسل کر کسی آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جس نے ان چیزون کو راہ مین پیدا کیا ہے اور مشائخ رحنے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ سوار اس چیز کو جو راہ مین پیدا کیگئی ہے نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصداً اُس نے جانور کو اُسی جگہ چلایا تو ضمان اُسی پر پڑیگی یہ مبسوط مین ہے۔ قدوری مین ہے کہ اگر کسی شخص نے مسلمانون کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور گھوڑے نے کسی آدمی کو لات ماری تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانوران سواری کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کردی ہو تو وہان کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانورون سے پیش آئے اُسکی ضمان نہوگی یہ تبیین مین ہے لیکن جبکہ جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے سے ہانکا یا اُس مقام مین سوار چلا گیا تو نقصان کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپاؤن کے بازار مین اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُس نے لات ماری تو جس کے مالک پر ضمان واجب نہوگی اور جو کشتی کنارے پر بندھی ہو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر سلطان کے دروازے پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُسکے دروازہ پر سواری کے جانور کھڑے کیے جاتے ہین تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہونچے اُسکا ضامن ہوگا یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر جنگل مین اپنا چوپایہ کھڑا کردیا تو ضامن نہوگا الا اُس صورت مین کہ پگڈنڈی پر کھڑا کردیا ہو یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا چوپایہ کسی زمین مین جو اُسکے اور غیر کے درمیان مشترک ہے کھڑا کیا پھر اُسنے اپنے پاؤن یا ہاتھ سے کوئی صدمہ پہونچایا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نصف کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور ہمارے بعض مشائخ رحنے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہان چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہین اور اگر کسی ایسی جگہ کھڑا کیا جہان چوپایہ نہین کھڑے کیے جاتے ہین تو قیاساً و استحساناً فعل چارپایہ سے جو کچھ تلف ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے اپنا چوپایہ مسلمانون کی راہ مین کھڑا کیا اور اُسکو نہ باندھا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اسکو راستہ مین باندھکر کھڑا کیا اور وہ کھونٹے مین بندھا ہوا گھوما اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانیکے بعد اپنی جگہ سے ہٹکر اُسنے تلف کی تو اُسکے مالک پر ضمان نہوگی اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی جنایت کا ضامن ہوگا اگرچہ جہان کھڑا کیا تھا وہان سے جنبش کر جاوے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گھوڑے نے سرکشی کرکے اڑنا شروع کیا اور مالک نے اُسکو مارا یا لگام کھینچی پس

[۱] سوار کے پیچھے ایک ہی جانور پر دوسرا جو سوار ہو اُسکو ردیف کہتے ہین ۱۲ [۲] مترجم کہتا ہے کہ جب یہ قید معتبر ہوئی تو اس مسئلے سے یہ مفاد ہوگا کہ قولہ اگر کسی نے ایسے مقام پر جانور کھڑا کیا جس جگہ چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہین تو ضامن نہوگا اگرچہ وہ مقام چوپایہ کھڑا کرنے والے اور غیر کے درمیان مشترک ہے ۱۲

اُس نے لات یا دُم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہوگا اسی طرح اگر مالک اُسکی پیٹھ پر سے گر پڑا اور گھوڑا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور اُس نے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک گدہا کرایہ کیا اور راہ میں چند لوگ بیٹھے تھے وہاں کھڑا کر کے اُن لوگون کو سلام کیا پھر اسکے مالک نے اسکو انگلی سے ٹھیلا یا مارا یا ہانکا اور اُسنے کسی کو لات ماری تو دونون ضامن ہونگے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم کرنیوالے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُسپر ایک آدمی سوار ہو پس اُسکو کسی شخص نے انگلی سے ٹھیلا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو انگلی چونکنے والے پر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ اُسنے مالک کی اجازت سے یہ فعل کیا ہو اور اگر اُسکی بلا اجازت ایسا کیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دُم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہونچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے ہو تو ٹھیلنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی سوائے دم سے مارنے یا لات مارنے کے کہ یہ دونون ہدر ہیں یہ خلاصہ و محیط و فتاوے قاضی خان میں ہے۔ لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک میں کھڑا ہوا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُسکو انگلی سے ٹھیلے پس چوپایہ نے اسکے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا کذا فی الخلاصہ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ چوپایہ نے بفور انگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری ہو اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اسپر ضمان واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوئے لیے جاتا ہے اور کسی شخص نے اسکے بدن پر انگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو انگلی چونکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اسکو انگلی سے چبھو دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد[1] ہے اور ان دونون میں سے کسی کے بغیر اجازت ایک شخص نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا اور اُسنے کسی کو لات ماردی تو چبھونے والے پر خاصۃً ضمان واجب ہوگی اور اگر انگلی سے ٹھیلنا ان دونون میں سے کسی کی اجازت سے ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر انگلی سے چونکنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص کا چوپایہ روان ہوا اور وہ اُسپر سوار ہے پھر اُسنے کسی غلام کو حکم دیا کہ اسکو چونکے اور چوپایہ نے چونکنے سے کسی شخص کو لات ماری تو ان دونون میں سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر چونکنے کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی ضمان ان دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار برادری پر اور نصف غلام کی گردن پر کہ جسکے عوض وہ غلام دیا جائیگا یا اُسکا مولی اُسکا فدیہ دیگا پھر بدلے غلام اس سوار سے غلام کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ اُسکی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جسکو چونکنے کا حکم دیا ہے غلام محجور ہووے اور اگر یہ غلام ماذون ہو تو اُسکا مولی جو کچھ اُسکو تاوان دینا پڑا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر

[1] جانور کو آگے سے کھینچنے والے کو قائد کہتے ہیں ۱۲

سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چونکنے کے حکم دینے کے اسکا بھی جواب ہی اور اگر سوار غلام ہوا اور اُس نے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونوں ماذون ہوں تو ضمان ان دونوں کی گردن پر آدھی آدھی ہوگی کہ جس کے عوض یہ دونوں غلام دیدیے جاوینگے یا انکے مولی ان کا فدیہ دین گے اور غلام ماموّر کا مولے غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی اور اگر غلام مامور مجوّر ہوا اور حکم دہندہ ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب مالک مامور نے وہ غلام دیدیا یا اُسکا فدیہ نصف دیت دیدی تو غلام حکم دہندہ سے اپنے غلام کی قیمت واپس لیگا اور اگر دونوں مجوّر ہوں تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولے نے اسکو دیا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی پھر جب وہ آزاد ہو جاوے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہی اور اگر حکم دہندہ مجوّر اور مامور ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولے نے اپنا نصف غلام دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہی۔ نہ فی الحال اور نہ بعد اُسکے آزاد ہو جانے کے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر چوپایہ سواری راہ میں ایسی چیز کے پاس گذرا جو راہ میں کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی ٹھیس اُسکے بدن میں لگی یعنی یہ چیز چبھی پس اس نے لات ماری اور کوئی آدمی مرگیا تو جس نے اس چیز کو کھڑا کیا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ حاوی میں ہی منتقی میں ہی کہ ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ میں کھڑا ہی پس اُسنے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس جانور کو چونک دے اُسنے چونکا پس اُس نے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرادیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چونکنے والے اور حکم کرنے والے دونوں پر واجب ہوگی اور جس نے حکم کیا تھا اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا ہو پھر مامور نے چونکا اور فی الفور اُس نے لات ماری تو ضمان چونکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہوگی اور اگر روانہ نہوا مگر چونکنے والے اور ایک اجنبی کو لات مار کر دونوں کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چونکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور چونکنے والے کی نصف دیت سوار پر ہوگی۔ اور اگر سوار نے اُسکو راہ میں کھڑا کیا لیکن گھوڑے نے حرکت کی اور ٹھہر گیا پس اُسنے یا غیر نے اُسکو چونکایا تاکہ چلے اور اُسنے کسی شخص کو لات ماردی تو دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب نہوگی۔ ایک شخص نے راہ میں اپنا گھوڑا کھڑا کردیا تھا اُسپر دوسرا شخص سوار ہو گیا پس اُسنے لات مار کر کسی کو تلف کیا تو اُسکی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ راہ میں کھڑا کر کے باندھ دیا اور خود غائب ہو گیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے چونک دے پس اُسکے چونکنے سے اُسنے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو تو اُسکی دیت چونکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو راہ میں کھڑا کیا ہو پھر ایک شخص کو اُسکے چونکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُسکی دیت چونکنے والے اور حکم دہندہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جسکو کسی نے راہ میں رکھا ہی بدک گیا تو پتھر رکھنے والا

ف ۱ مجوّر جسکو اجازت تصرفات بیع وغیرہ کی نہو ۱۲

بمنزلہ چونکنے والے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے - ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت میں گیا اور اسکی کھیتی خراب کر دی پس اگر چھوڑنے والے نے اسکو چھوڑا اور اسکو کھیتی کیطرف ہانکا ہو مثلاً اسکے پیچھے ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور داہنی یا بائیں نہیں مڑا اور فوراً چلا گیا اور وہاں کوئی کھیت پاکر اسکو خراب کیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر داہنی بائیں سمت گیا پھر کھیتی کو پاکر خراب کیا پس اگر یہی ایک ہی راہ نہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اسکو چھوڑا اور وہ ایک ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت میں گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رح سے منقول ہے کہ ایک شخص نے گانوں میں سے اپنی گائے اپنی زمین کی طرف چھوڑی اور اس نے دوسرے کے کھیت میں گھس کر اسکا کھیت کھایا پس اگر سوائے اس راہ کے اسکا دوسرا راستہ ہو تو ضامن نہوگا اور اگر راستہ یہی ایک ہو تو ضامن ہوگا - اور اگر چوپایہ سواری اپنے مکان سے نکلا اور اس نے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ میں چھوڑا اور اس نے وہاں سے کھیت اجاڑا تو ضمان واجب نہوگی اسی طرح کتے اور بلیوں کا حکم ہے کہ اگر انھوں نے لوگوں کے مالوں میں سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے بہائم میں سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اسکا ہانکنے والا ہے اور فی الفور اسنے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر پرند کو چھوڑا اور اسکو ہانکا اور فی الفور اسنے کسی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اسنے جاکر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جاکر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ ضامن نہوگا اور اگر وہ سائق نہو یعنی اسکے پیچھے نہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور امام ابویوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابویوسف رح کا قول اختیار کیا ہے اور فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کتا چھوڑا اور فی الفور اسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا - اور ناطفی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو ایک شخص پر للکارا اور اسنے اسکو کاٹا یا اسکے کپڑے پھاڑے تو امام ابوحنیفہ رح کے قول میں ضامن نہوگا اور امام ابویوسف رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتوی کے واسطے امام ابویوسف رح کا قول مختار ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔

اور اگر کسی شخص کا کتا کٹہا ہو کہ جو اس طرف گذرتا ہے اسکو کاٹ کھاتا ہے تو اہل شہر کو اسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر اس نے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اسکے مالک کو اس سے اطلاع دیگئی اور مطالبہ کیا گیا تھا تو وہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار کا حکم ہے یہ تبیین میں ہے۔ اور اگر شکار پر اپنا کتا چھوڑا اور اسنے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہونچایا اور مالک اسکے پیچھے اسکا سائق نہ تھا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار میں داخل کیا اور دار میں اسکا اونٹ ہے (یعنی اس مسئلہ میں ۱۲) پس مست اونٹ اسکے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اسکو مار ڈالا تو مشائخ نے

اس میں اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُسکو مالک مکان کی اجازت سے دار میں داخل کیا ہی تو ضمان نہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہی تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ محیط میں ہی۔ اور راہ میں جو قطار کا قائد ہو یعنی آگے سے ہاتھ پکڑے ہوے لیے جاتا ہو وہ اول قطار و اخیر قطار سب کا ضامن ہی اگرچہ قطار بہت بڑی ہو کہ قائد سے اُسکے آخر تک کا ضبط ممکن نہو۔ اور اگر اُسکے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دو سائق ہوں تو دونوں پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تیسرا درمیان قطار میں ہو تو سب تین تہائی کے ضامن ہوں گے۔ اور اس قول سے یہ مراد ہی کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا چلتا تھا پس بعض کا ہانکنا مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدین وجہ کہ اتصال ہی اسوجہ سے ضمان دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُس نے درمیان قطار میں ہو کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی تو جسقدر اونٹ اُسکے پیچھے ہیں اُنسے جو صدمہ پہونچیگا اُسکا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اُسکے آگے کے اونٹوں سے صدمہ پہونچے گا وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر کبھی درمیان میں ہو جاتا ہو اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونوں پر نصفا نصف رہے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر وہ شخص جو درمیان قطار میں ہی۔ اونٹ کی نکیل پکڑے ہوے اپنے پیچھے کے اونٹوں کو کھینچے لیے جاتا ہو اور سامنے کے اونٹوں کو نہ ہانکتا ہو پس جو نقصان اسکے پیچھے کے اونٹوں سے ہو اُسکی ضمان قائد اول پر نہوگی اور جو اُسکے آگے والے اونٹوں سے ہو اُسکی ضمان اسپر نہوگی بلکہ قائد اول پر ہوگی اسوجہ سے یہ اگلے اونٹوں کا سائق نہیں ہی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر درمیان قطار میں ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہوا اور ان اونٹوں میں سے کسیکا سائق نہو یعنی پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹوں سے جو نقصان پہونچے اُسکا یہ ضامن نہوگا لیکن جس پر یہ سوار ہی اُس سے یا اُسکے پیچھے والے اونٹوں سے جو نقصان پہونچے اُسکی ضمان میں یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعض متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب پچھلے اونٹوں کی مہار اسکے ہاتھ میں ہو کہ یہ انکا قائد ہو۔ اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہوا ایسا کوئی فعل نکرتا ہو جس سے پچھلے اونٹوں کا قائد ہو تو اُسپر پچھلے والوں کی ضمان کچھ بھی نہوگی اور وہ پچھلے اونٹوں کے حق میں ایسا ہی جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہی یہ مبسوط سے نہایہ میں منقول ہی۔ منتقی میں فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور قطار کے پیچھے سائق ہو اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہوگی اسیطرح اگر سوار کے پچھلے اونٹوں میں کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سوار کے اگلے اونٹوں میں سے کسی نے ایسا کیا تو اُسکی ضمان قائد و سائق پر نصفا نصف ہوگی اور سوار پر کچھ نہوگی یہ محیط میں ہی۔ اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہو اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار میں باندھ دیا اور قائد کو معلوم نہوا پھر اس باندھے ہوے اونٹ نے یہ جنایت کی کہ ایک

لہ مترجم کہتا ہی کہ ظاہر کلام امام محمد رحمہ محتمل لیے تکلف کا نہیں باوجودیکہ اسمیں سیاق ظاہر ہی اور اسلیے یہی ہی کہ بغیر کسی تکلف کے وہ کلام ایک وجہ پر رکھا جائے ۱۲ منہ

آدمی کو مار ڈالا تو اسکی دیت قائد[1] کی مددگار برادری پر ہوگی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لیگی اور اگر قائد کو اسکا باندھنا معلوم ہو تو اسکی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے۔ اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت میں ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار میں باندھ دیا پھر قائد نے قطار کو لیچلا پھر اس اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہوگی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر کوئی چوپایہ چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اسکے مالک پر ضمان نہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی میں ہے پس چوپایہ کے مالک نے اسکو نکالا اور نکالنے کی حالت میں اُسنے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہوگا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہوگا اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو نصر نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک نے اپنی کھیتی میں رات کے وقت دو بیل گھسے ہوے دیکھے اور گمان کیا کہ یہ میرے گانوں والوں کے ہیں پس اگر دونوں کسی دوسرے گانوں والوں کے ہوں اور اُسنے چاہا کہ دونوں کو مربط میں داخل کرے پھر ایک بیل مربط میں داخل ہو گیا اور دوسرا فرار ہو گیا اور اُس نے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور بیل کا مالک آیا اور اُسنے اس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے مالک کو ندے تو ضامن ہوگا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑ لے تا کہ اُس کے مالک کو واپس کر دے لیکن اُسکو گواہ کر لینے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن میں واقع ہو تو فرمایا کہ اگر بیل دوسرے گانوں والوں کا ہو تو اُسکا حکم لقطہ[2] کا حکم ہوگا کہ اگر اُسنے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نہ کیے کہ میں اسواسطے اسکو پکڑ کر مربط میں باندھتا ہوں کہ اُسکے مالک کو واپس کر دوں تو ضامن ہوگا اور اگر اُس نے گواہ نہ پائے تو یہ امر اُسکے واسطے عذر ہوگا اور اگر بیل اسکے گانوں کا ہو اور اُسنے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کیا تو ضامن نہوگا اگرچہ ضائع ہو جاوے اور اگر اپنی کھیتی سے باہر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی میں کوئی چوپایہ پاکر اُسکو کھیتی سے باہر نکالدیا پھر بھیڑیے نے اُسکو کھا لیا تو مشائخ نے اسمیں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکالکر پھر اُسکو نہ ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر نکالنے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا اور امام ابوبکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سغدی اسی پر فتوی دیتے تھے اور فقیہ ابو نصر الدبوسی فرماتے تھے کہ اگر اُسکو کھیتی سے نکالنے کے بعد ایسی جگہ تک جہاں سے اپنی کھیتی میں دوبارہ آجانے سے مامون ہو جاوے ہانک دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتوے اسی پر ہے جسکو امام فضلی نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُسکو اسواسطے ہانکا کہ اُسکے مالک کو واپس کر دے اور وہ راہ میں مر گیا یا اُسکا پانوں ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا

[1] وہ شخص جو جانور کو آگے کی طرف سے کھینچتا ہو ۱۲ [2] جسکو ہمارے عرف میں پڑا پایا بولتے ہیں ۱۲

یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ چرواہے نے اگر اپنی چراگاہ میں اجنبی گائے دیکھی اور اُسکو اتنی دور تک ہانک دیا کہ اُسکی چراگاہ سے نکلجاوے تو اُسپر ضمان نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک کاشتکار نے خاص یا مشترک چرواہے سے بکریاں مانگیں بدین معنی کہ میری زمین میں رات کو رکھا کرے (اگرچہ وہ تلف ہو جاویں ۱۲) جیسے کہ عادت جاری ہے پس چرواہے نے کو رنے منظور کیا اور رات کو بکریاں اُسکی زمین میں رکھیں اور سو گیا پس بکریاں اُسکے پڑوسی کی کھیتی میں چلی گئیں تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انگور میں دوسرے کا چوپایہ پایا اور اُس نے کچھ خراب کر دیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُسکو قید کر لیا اور وہ مرگیا تو مالک باغ یا کھیتی اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں بدون اُسکی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کر دیا پھر مالک دار نے اُسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کوٹھری میں بدون اُسکی اجازت کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُسکو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت میں کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا ہانکتا تھا اور کہتا تھا کوست کوست ۱؎ اور اُسکے آگے ایک شخص تھا جسنے اُسکا کلام نہیں سنا پس اُسکے کپڑے میں صدمہ پہونچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق ۲؎ ضامن ہوگا اسی طرح اگر اُس نے اُسکا آواز دینا سُنا مگر جسکو اسقدر فرصت نہ ملی کہ کنارے ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم میں خواہ بہرا ہو یا نہو کچھ فرق نہیں ہے اور اگر اسکو کنارے ہو جانے کی فرصت ملی ہو مگر سننے کے بعد وہ کنارے نہوا تو سائق ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ فتاوی فضلی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے چوپایہ کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت نہ کھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری و گائے و اونٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھولدیا اور چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا اور سواری کا جانور نکل گیا اور گم ہوگیا تو کھولنے والا ضامن نہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور منتقی میں لکھا ہے کہ جسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اُسکی آنکھ کے نقصان میں اُسکی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ برذون ۳؎ اور اونٹ و گدھے و خچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز گائے جوار وجد و جزار کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے۔ اور نیز فصیل ۴؎ وجحش ۵؎ کی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہے۔ اور بکری و باربرداری کے جانوروں و چڑیا و کتے و بلی کی ایک آنکھ کے واسطے اسقدر واجب ہوگا جسقدر اُسکی قیمت میں کمی آجاوے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جمیع بہائم میں جو نقصان

۱؎ یعنے مانند ہٹو بچو وغیرہ کے جو معروف ہو ۱۲ ۲؎ ہانکنے والا ۱۲ ۳؎ ایک قسم کا گھوڑا ہے ۱۲ ۴؎ گائے بھینس و اونٹ کے بچہ کو کہتے ہیں ۱۲ ۵؎ گدھے کے بچہ کو کہتے ہیں ۱۲

واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

تیرھواں باب۔ مملوکوں کی جنایت کے بیان میں اور اسمیں چند فصلیں ہیں فصل اول رقیق[1] کی جنایت کے بیان میں اور جس سے مولےٰ فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جاتا ہے

امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہے تو اسکے مولے کو اختیار ہوگا چاہے اس جنایت کے عوض میں غلام کو دیدے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دیدے اور بہرحال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائیگا اسکی میعاد مقرر نہوگی اور جب تک وہ شخص جسپر جرم واقع ہوا ہے اچھا نہو جاوے تب تک ڈگری نہ کیجائیگی اور سوائے قتل نفس کے اس سے کم جرم میں غلام کا عمداً جرم و خطاءً دونوں یکساں ہیں کہ دونوں سے مال واجب ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولے نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مر گیا تو جسپر جنایت واقع ہوئی تھی اسکا حق باطل ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر وہ نہیں مرا لیکن اسکے مولے نے اسکو قتل کر ڈالا تو مولے ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اسکو مولے نے قتل نہیں کیا بلکہ اسکو کسی اجنبی نے قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا تو حق جنایت اول باطل ہو جائیگا۔ اور مولے کو اس سے قصاص لینے کا اختیار ہے اور اگر خطا سے قتل کیا ہو تو مولے اس سے قیمت لیکر وہی قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا اور انکو اختیار نہ رہیگا حتےٰ کہ اگر اس قیمت کو صرف کر ڈالے تو اس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اسکا مولے بری نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام نے خطا سے جرم کیا اور مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اسکے پاس اسقدر نہیں ہے جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہیگا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اسنے اختیار کیا ہے اسکو توڑ دیں اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر اعادہ کرا دیں مگر ہاں انکو یہ اختیار ہے کہ مولی سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کریں یہاں تک کہ مولی اس غلام کو فروخت کرکے انکا قرضہ یعنی دیت اسکے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہجاتا ہے وہ اسپر قرضہ رہیگی۔ اور اگر مولے نے غلام کو خود فروخت نہ کیا تو قاضی اسکی طرف سے فروخت نہ کریگا بلکہ اسکو قید کریگا یہانتک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اسکے فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور بنا بر قول امام ابویوسف رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے اگر مولی نے فدیہ ادا کر دیا تو اسکا اختیار کرنا پورا ہو جائیگا اور اپنے حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان جنایت کو اختیار ہوگا چاہیں مولی کا اختیار توڑ دیں تاکہ انکا حق غلام کی گردن پر عود کرے یا مولی نے جو اختیار کیا ہے اسکو نہ توڑیں بلکہ قاضی سے درخواست کریں کہ بدون رضامندی مولی کے غلام کو اسکی طرف سے فروخت کر دے اور اسکے ثمن سے ہمارا حق ادا کر دے پھر جو باقی رہجائیگا وہ مولی پر قرضہ رہیگا یہ محیط میں ہے اور غلام نے اگر ایک مرتبہ مولی کے فدیہ دیدینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولی کو اسکے دینے یا اسکا فدیہ دینے میں اختیار دیا جائیگا جیسا کہ جنایت اول میں تھا اسیطرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کریگا تب ہی مولی کو اختیار دیا جائیگا کہ

[1] اس باندی و غلام کو کہتے ہیں جس میں محض رقیت ہو بخلاف مکاتب و مدبر و ام ولد کے ۱۲

چاہے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولی نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت کی یا دونوں جنایتیں ایک ہی ساتھ کیں یا چند جنایتیں ایکبارگی کیں تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو سب جنایتوں کے بدلے دیدے یا ہر جنایت کا ارش اسکا فدیہ دے پھر اگر اُس نے غلام کو سب اہل جنایت کو دیدیا تو وہ لوگ اُسکو اپنے مقدار حصوں کے موافق باہم تقسیم کر لینگے اور ہر ایک کا حق اُسی قدر ہوگا جتنا اُسکی جنایت کا ارش ہے یہ تبیین میں ہے۔ پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہو اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو دونوں اُسکی قیمت کو تین تہائی تقسیم کر لینگے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اسی طرح اگر تین آدمیوں کو تین زخم شجاج یعنے تین زخم سر و چہرہ سے زخمی کیا اور تینوں مختلف ہیں تو یہ سب باہم اُسکی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کر لیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اُس نے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسمیں چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ ولی جنایت[1] ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اُس نے قتل کیا اور اُسکا ایک بیٹا ہے یا غلام نے ایک شخص کا خطا سے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت میں اگر مولے نے نصف غلام کا فدیہ دینا اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہے دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہوں مثلاً غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا ہے پس مولی نے ایک غلام کو دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے حق میں اُسکو خیار رہے گا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہے سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اُسکے دو ولی ہوں پس مولی نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامہ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور کتاب الدور کی دو روایتوں میں سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر غلام نے چند جنایتیں کیں پھر اُسکو کسی غاصب نے غصب کر لیا پھر اُس نے غاصب کے پاس چند جنایتیں کیں پھر اُس کے پاس مر گیا تو اُسکی قیمت اولیاء جنایت کے درمیان مثل اُسکے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولی کو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر باندی نے خطا سے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے اہل جنایت کو باندی مذکورہ مع اُسکی نصف قیمت کے دیدے اور چاہے اُسکو مع اُسکے بچہ کے دیدے اور چاہے [یعنے باندی کا ہاتھ ۱۲] دونوں کو رکھ لے اور ارش جنایت دیدے خواہ ارش جنایت اُسکی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط میں ہے ایک باندی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی ماں کو قتل کر دیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے بچہ کو دیدے اور چاہے اُسکا فدیہ دے اور فدیہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونوں میں سے کم مقدار ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی ایک باندی نے اس غلام کو خطا سے قتل کیا تو مولی سے کہا جائیگا کہ باندی کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونوں ایک ہی شخص کے ہیں پھر غلام نے باندی کو خطا سے قتل کیا تو مولی

[1] وہ اشخاص جن کو ولایت حاصل ہوتی ہے مثلاً باپ بھائی بیٹا وغیرہ ۱۲

کو اختیار ہوگا چاہے غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو اُسمین وارثان آزاد بقدر دیت آزاد کے اور اولیاء جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پس غلام دونون مین اسی حساب سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون اولیاء جنایت کو اسطرح فدیہ دیگا کہ آزاد کے وارثون کو آزاد کی دیت اور وارثان باندی کو اُسکی قیمت دیگا۔ اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی ماں کو قتل کیا پھر مولی نے اُس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول کے وارث اُسمین بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اُسمین شریک ہونگے اور اگر مولی نے لڑکی کا فدیہ دینا چاہا تو اُسکے مقتول کی دیت اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون کو ماں کی قیمت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر لڑکی نے ماں کی آنکھ پھوڑ دی اور اُسکو قتل نہین کیا تو اُسمین چار صورتین ہین یا تو مولی نے دونون کا دینا اختیار کیا یا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا یا ماں کا فدیہ اور لڑکی کا دینا اختیار کیا یا لڑکی کا فدیہ اور ماں کا دینا اختیار کیا پس اگر دونون کا دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونون کے وارثون کو دیگا پھر مقتول دختر کے وارث اُسمین بقدر دیت کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے اور اگر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دیگا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی ماں پر کی ہے وہ ساقط ہو جائیگی۔ اور اگر ماں کا دینا اور لڑکی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے قتیل کے وارثون کو مع اُسکی نصف قیمت کے دیگا اور لڑکی کے قتیل[1] کے وارثون کو پوری دیت دیگا۔ اور اگر لڑکی کا دینا اور اُسکی ماں کا فدیہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اُس کے مقتول کے وارثون کو دیدے اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون کو فدیہ دیت دیدے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر لڑکی نے اپنی ماں کی جب آنکھ پھوڑی ہے اُسکے بعد ماں نے بھی لڑکی کی آنکھ پھوڑی ہو اور مولے نے دونون کا دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دیدے گا تو اُسمین اُسکے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت ماں کے شریک کیے جاوینگے اور یہ مقدار جو ماں کو لڑکی مین سے اُسکی آنکھ کا ارش ملی ہے ماں کے ساتھ ملائی جائیگی اور ماں مع اسقدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دیجائیگی مگر اُسمین سے جسقدر اُسکو لڑکی مین آنکھ کا ارش ملا ہے وہ فقط اُسکے مقتول کے وارثون کا ہوگا پھر خالی باندی مذکور مین اُس کے مقتول کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت لڑکی کے شریک کیے جاوینگے پس اس حساب سے انمین تقسیم ہوگی اور اگر مولے نے دونون کو رکھکر دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ہر دو فریق وارثون کو پوری پوری دیت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے غلام نے قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولے اُسکے دینے یا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا پس اگر اُسنے مقتول کی قیمت فدیہ دینی اختیار کی تو قیمت وارثان جنایت اولے کے درمیان بقدر اُن کے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولے کو خیار ہوگا کہ چاہے یہ

---

[1] وہ شخص جو قتل کیا گیا ۱۲

قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولے نے اُسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولی کو دیا تو مولائے مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لیے ہوئے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دیدیا گیا پھر جدید مولے نے اُسکو آزاد کیا یا فروخت کیا تو آزاد مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے جنایت کی اور مولے نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو مع ارش کے دیدے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی کی جنایت کرنے سے پہلے اُسپر کسی نے جنایت کی ہو تو مولے اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دے گا اور اگر باندی کے جنایت کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولے نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اُسکو روا ہے کہ اس ارش کی مدد سے اُسکا فدیہ دے اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار نکیا یہانتک کہ اُسنے ارش کو تلف کرڈالا یا جسنے اُسپر جنایت کی تھی اُسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ اُسکو اختیار ہوگا کہ باندی کو دیدے لیکن اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے تلف کیا ہے اُسکے مثل باندی کے ساتھ ملاکر دیدے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہو اور وہ غلام دیدیا گیا تو مولی پر واجب ہوگا کہ چاہے دونوں کو دیدے یا دونوں کو رکھ لے اور فدیہ میں پوری دیت دیدے اور اگر مولے نے دیے ہوئے غلام کو آزاد کردیا تو یہ فعل اُسکی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہے پس باندی رکھ لے اور واجب ہے کہ دیت دیدے اسی طرح اگر اُسنے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اُسکو باندی کے جنایت کرنے سے آگاہی نہ تھی پھر اُسنے باندی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ (دینا ہوگا[۱]) غلام کی قیمت ملاکر دیدے۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑدی اور باندی نے اُسکی آنکھ پھوڑدی پس غلام دیا گیا اور باندی لیلگئی تو یہ غلام بجائے باندی کے ہو جائیگا چاہے مولے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیت دیدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اُسکے بعد ہوئی ہے پس اگر باہم دونوں[۲] نے اتفاق کیا کہ باندی کے جنایت کرنے سے پہلے اس پر جنایت ہوئی ہے تو جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہے اُسی کے موافق حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں نے اتفاق کرکے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہے وہ اُسکی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد ہوئی ہے تو درصورتیکہ مولی اُسکا دینا اختیار کرے ارش کیا لیا جائیگا تو مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الوکالۃ کے بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ ارش مذکور اُسکے مولے اور صاحب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پس جسپر جنایت ہوئی ہے اُسنے کہا کہ مجھپر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہے اور جب تونے باندی کا دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملیگا اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہے اور درصورتیکہ میں نے باندی دینا اختیار کیا ہے یہ ارش مجھے ملیگا تو مذکور ہے کہ قسم سے مولے کا قول قبول ہوگا اور ارش اُسی کو ملیگا الا اُس صورت میں کہ جسپر جنایت واقع ہو وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام نے خطا سے

---

[۱] یعنی باندی کا مولے اور وارثان جنایت باندی ۱۲

کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا پھر مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو اُسکی آنکھ کا ارش جو اُسنے وصول کیا ہے وہ وارثان اول کو دیگا پھر غلام مذکور دونون فریق وارثون مین مشترک ہوگا جسمین وارثان اول بقدر دیت کے سواے مقدار ارش کے شریک کیے جاوینگے اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کیے جاوین گے حتی کہ اگر اسکی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانسو درم ہو تو غلام دونون مین انتالیس حصون پر تقسیم ہوگا۔ اسیطرح اگر وہ شخص جسنے غلام کی آنکھ پھوڑی تھی غلام ہو اور اس جرم مین دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع[1] کے حقدار ہونگے پھر غلام مجرم مین دوسرے مقتول کے وارثون کے ساتھ بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے لیکن انکی مقدار دیت مین سے اسقدر حصہ جسقدر غلام مدفوع کی قیمت ہے کم کر دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولی نے اُسکا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو ندیگا یہ حاوی مین ہے۔ فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اُسمین آسمانی آفت سے عیب پیدا ہو گیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُسکو مولی نے کسی کام کے واسطے بھیجا یا کچھ خدمت لی اور وہ مر گیا یا نقصان آگیا تو جو کچھ اس وجہ سے اُسکو لاحق ہوا اُسکا مولی ضامن نہوگا اور اگر اُسکے جنایت کرنیکے بعد مولی نے اُسکو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولی اُسکی قیمت کا اہل جنایت کیواسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک غلام کو تجارت کی اجازت دیگئی پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہو گیا پھر اُسنے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر مولی آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور قرضہ وجنایت دونون سے آگاہ نہو تو اُسپر دو قیمتین واجب ہونگی ایک قیمت اولیاء جنایت کیواسطے اور ایک قیمت قرضخواہون کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جبھی دیگا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر ارش کم ہو تو ارش دیکر چھوٹ جائیگا بخلاف اسکے اگر مولی نے اُسکو آزاد نہ کیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دیدے گا پھر اُنکو اختیار دیا جائیگا چاہین قرضخواہون کو غلام دیدین یا قرضہ ادا کر دین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دیگا پھر یہ قیمت مولی قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہے۔ غلام ماذون نے اگر جنایت کی تو مولی کو اُس کے دینے اور اُس کے فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا پس اگر اسکو جنایت مین دیدیا تو وہ قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن[2] بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ اصحاب جنایت کو ملے گا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر قرضہ سے اُسکا ثمن کم پڑا تو قرضخواہون کو مولے یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہانتک کہ غلام خود آزاد کیا جاوے تب اُسکے دامنگیر ہو کر باقی قرضہ وصول کرینگے اور مشائخ رح نے فرمایا ہے کہ اگر مولے نے غلام مذکور بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دیدیا تو

[1] غلام مدفوع یعنی جو جرم کے معاوضہ مین دیا گیا ۱۲ [2] قیمت مال مبیعہ کو کہتے ہین ۱۲

قرضخواہون کے واسطے قیاساً اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے قرضخواہون کو غلام دیدیا کہ باہم بانٹ لیں پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہو جائیگا اور اُسپر ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر قیمت غلام لازم ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اسکو قرضہ کیواسطے بوجہ گواہ قائم ہونیکے فروخت کر دیا اور اُسکو جنایت کا حال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن میں قرضہ دیکے کچھ نہیں بچتا ہے تو ولی جنایت کا حق ساقط ہو گیا یہ حاوی میں ہے۔ غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے برابر ہے تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اسکا فدیہ دیدے اور یہ اختیار نہوگا کہ مجرم غلام کو دیدے اور اگر اُسنے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ جنایت میں اُس غلام کو دیدے اور اگر اُس نے آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایسے غلام کو جس نے جنایت کی ہے مولے نے فروخت کیا یا آزاد کیا یا مدبر یا مکاتب کر دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اُس نے جنایت کی ہے تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہو تو مختار فدیہ نہوگا اور اُسکی قیمت و مقدار ارش دونوں میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور ہبہ کرنے[عـه] اور باندی کا ام الولد بنانے میں بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولی نے کہا کہ میں نے اسکو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یا مدبر کر دیا تھا یا میری ام ولد تھی تو اولیاء جنایت کے حق میں اس کی تصدیق نہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسنے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کیا تو اُسپر قیمت[۱۲] واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُسکو بیع کیواسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنیوالا نہو جائیگا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہو جائے گا تاوقتیکہ سپرد نکرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہو جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسکو قطعی[عـه] بیع کرکے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو بائع فدیہ دینے کا اختیار کرنیوالا ہو گیا اسیطرح اگر فروخت کیا اور بیع میں مشتری کا خیار ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر خیار بائع کیواسطے ہو اور اُسنے بیع توڑ دی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ ہے یا نہیں ہے تو فدیہ کا اختیار کرنیوالا نہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر اُسکو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُسکو جنایت کے حال سے آگاہی نہیں ہے اور ہنوز جنایت کے مقدمہ میں اُسکے ساتھ خصومت نہیں کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُسکو واپس دیا گیا تو اس سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اُسپر ارش لازم نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ املاء میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر غلام نے اُسکے قبضہ میں جنایت کی اور وہ مبیع ہے پس اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا نہیں ہے یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر

عـه یعنے جس بیع کا اقالہ و فسخ نہو سکے بلکہ وہ لازمی ہو ۱۲ عـه یعنے اس سے وطی کی کہ اسکے پیٹ ہے اور بچہ جنی ۱۲

عـه یعنے اگر مجرمہ باندی کو ام ولد بنایا تو اسنے فدیہ اختیار کیا اگر اُسکی جنایت سے آگاہ ہو گا ۱۲

غلام نے دو جنایتیں کیں پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولی نے اسکو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اسکے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہو چکا ہے اُس کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہو جائیگا اور جسکا حال نہیں معلوم ہوا ہے اُسکے واسطے غلام کی قیمت میں سے بقدر اُسکے حصہ کے مولی کے ذمہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مولی اپنے تصرف سے اُسکا حق تلف کرنے والا ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولی نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو گا الا اُس صورت میں کہ اُسکے حمل رہگیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مولے نے اسکا نکاح کر دیا تو یہ اختیار فدیہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر مولی نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُسی شخص کو جسپر اُسنے جنایت کی ہے ہبہ کر دیا تو پھر مولی پر کچھ واجب نرہیگا اور اگر اُسکے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکو مکاتب کر دیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہے پھر وہ عاجز ہو گیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت میں خصومت کی گئی ہے اور قاضی نے دیت کا حکم دیدیا ہے پھر وہ عاجز ہو گیا تو حکم قضا دور نہوگا یعنی دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے فدیہ دیدے یا غلام کو دیدے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو غلاموں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولی نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو پوری دیت کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنیوالا ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولی نے اسکو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہیں ہے پھر اُسکو خرید لیا پھر فروخت کیا درحالیکہ اُسکی جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُسپر قیمت واجب ہوگی اور یہ نہوگا کہ دوسری بیع کے موافق اُسپر دیت واجب ہو۔ اور اگر بیع اول کے بعد اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا ہو پھر اُس نے جنایت سے آگاہ ہو کر اُسکو فروخت کیا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر اُسکو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہو گیا پھر مولے نے اُسکو باوجود جنایت آگاہ ہونیکے فروخت کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر اُسکو جنایت سے بے علمی کی حالت میں ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُسکو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام نے جنایت کی اور ولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ میرے پاس عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کیے تو اس مقدمہ میں تاخیر کیجائیگی یہانتک کہ عمرو حاضر ہو اور اگر زید نے گواہ قائم نہ کیے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لیگا اور اگر اُسنے دیدیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لیکر اُسکا ارش دیدے پس اگر اُسنے زید کے دینے کو برقرار رکھا تو گویا اُسنے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آکر اپنا غلام ہے

انکار کیا تو زید نے اسکی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے تو یہ بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم میں ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہوگی کہ یہ غلام فلاں مقرلہ کا ہے یا مجہول ہوگی پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کی ملک اس غلام میں معروف ہے پس اگر مقرلہ نے ملک اور جنایت میں دونوں میں اسکے قول کی تصدیق کی تو مقرلہ سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر دونوں باتوں میں سے اسنے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر ملک میں اسکی تصدیق کی اور جنایت میں تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقرلہ نے جسکی ملک اس غلام میں معروف ہے۔ دونوں باتوں میں اسکے قول کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ میں وہی مقرلہ ہوگا اور اگر دونوں باتوں میں مقر کی تکذیب کی تو مقر خود ہی خصم ہوگا اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جنایت ہدر ہوگی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یہ معلوم نہو کہ وہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے جنایت کا پھر غیر کی ملک ہونیکا اقرار کیا یا غیر کی ملک ہونیکا پھر جنایت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ زید کا ہے یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعوی نہیں کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہیں سنا گیا کہ میں قابض یعنی زید کی ملک ہوں لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور یہ امر گواہوں سے یا زید کے اقرار سے ثابت ہوگیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اسکے قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہوں سے ثابت ہوگئی ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لیگا اور جنایت باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی نے کہا کہ میں نے جنایت سے پہلے اسکو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص نے اسکے قول کی تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر فلاں شخص نے اسکی تکذیب کی تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مولی نے اس شخص کو جس پر غلام نے جنایت کی ہے حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کردے اسنے آزاد کردیا تو مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوگیا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر مولے نے ولی جنایت کی اجازت سے غلام مجرم کو آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہے اور اسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولی نے غلام مجرم کو قتل کیا خواہ عمداً یا خطائً حالانکہ اسکو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہیں معلوم ہے تو اسپر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال سے دینی واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اس غلام مجرم کو مارا کہ جس سے چوٹ کا اثر اسمیں آیا اور اسمیں نقصان پیدا ہوگیا

ل وہ شخص جس کے واسطے اقرار کرنے والے نے اقرار کیا ہے ۱۲

حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر ارش جنایت اور اُسکی قیمت سے جو مقدار کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اُسکے ناقص لینے پر راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے اور مولی پر ضمان نہوگی اور اگر مولی نے اُسکی آنکھ میں مارا جس سے اُسکی آنکھ سپید ہوگئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے پھر مقدمہ جنایت کی نالش سے پہلے اُسکی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اُسکو غلام دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ سپید ہونیکی حالت میں نالش ہوگئی اور قاضی نے مولی پر دیت کا حکم دیدیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر ایک باندی نے عمداً ایک شخص کو قتل کر ڈالا اور اُسکے دو ولی ہیں پھر مولی نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ باندی مذکور کے بچہ پر صلح کی تو دوسرے کے حق میں دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا پس اُسکو نصف دیت دیگا اور کتاب الدرر میں لکھا ہے کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے تہائی باندی پر صلح کی تو باقی میں اُسکو خیار[۱] ہوگا چاہے باندی دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جامع دوار میں ہے کہ اُسکو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ املا میں لکھا ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُسنے کوئی جنایت کی پھر دونوں مولاؤں میں سے ایک نے دوسرے پر گواہی دی کہ اُسنے اسکو آزاد کردیا ہے تو اُسکی گواہی دوسرے پر جائز نہوگی اور جب اُسنے ایسی گواہی دی تو وہ مانع ہوا پس اُسپر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور نیز املا میں ہے کہ ایک غلام خریدا یا میراث پایا پھر اُسنے جنایت کی اور مولی نے اُسکی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جسنے میرے ہاتھ بیچا تھا اُس نے بیع سے پہلے اسکو آزاد کردیا ہے یا یہ زعم کیا کہ اُسکے باپ[۳] نے اُسکو آزاد کردیا ہے تو وہ اس اقرار سے مانع و فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہے پھر مولی نے مجروح کے اچھے ہونے سے پہلے اُس غلام کو جنایت سے آگاہ ہوکر آزاد کردیا پھر وہ جراحت پھوٹ گئی حتے کہ مجروح مرگیا تو مختار فدیہ ہوا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولی نے بحکم قاضی اُسکا ارش دیدیا پھر زخم پھوٹ گیا حتی کہ مجروح ہوگیا[۲] تو استحساناً مولے کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول اور یہی قول امام محمدرہ کا ہے پھر امام ابو یوسف رہ نے استحسان سے رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمدرہ نے استحسان ہی کو لیا ہے لیکن امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اُنھوں نے درصورتیکہ بغیر حکم قاضی ارش دیا اور درصورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہے دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر اُسنے بحکم قاضی ارش دیا پھر مجروح مرگیا تو اُسکو از سر نو خیار ہوگا بخلاف اسکے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہے تو اُسکی طرف سے بخوشی دیت کا اختیار کرنا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیر مارے یا شجہ سے زخمی کرے تو تو آزاد ہے پس غلام نے ان میں سے کوئی فعل کیا تو مولے اُسکے فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہے مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار ڈالے تو تو آزاد ہے تو مولی پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہوگی یہ کافی میں ہے۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولی کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہے پھر مولے مرگیا اور یہ بیٹا اُسکا وارث ہوا تو اُسکے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور

بیٹے یا اقرار علی الاصطلاح القوم ۱۲

[۱] یعنی اختیار ہوگا دونوں باتوں میں سے ایک کے قبول کرنے کا ۱۲ [۲] خستہ زخم رسیدہ ۱۲ [۳] مشتری کے باپ نے ۱۲

اس بیٹے وارث پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے مولی نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے آیا یا پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہوا اور صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے حاضر ہو تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اُسکی قیمت بقدر یہ حاملہ ہونیکے لے اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت میں لے لے پس وہ حاملہ اُسکی ہوگی اور بچہ آزاد ہوگا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولی کو اختیار ہوگا چاہے باندی کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور ولی جنایت کو بچہ کے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ نوادر ابی سلیمان میں ہے کہ امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کردیا پھر اُسنے کوئی جنایت کی اور مولی نے باندی کو جنایت میں دیدیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُسپر اولیاء جنایت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اُس کے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونوں شخصوں میں سے ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے تو امام ابو یوسف رحنے فرمایا کہ اُسپر دیت واجب ہوگی اور اگر واقف نہو تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اسی جنایت کرنیوالے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو معین کیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ کافی میں ہے اور اگر مولی کے مبہم آزاد کرنے کے بعد دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولے نے بیان میں ایک کو معین کیا تو اُسپر اسکی قیمت و مقدار دیت دونوں میں سے جو کم ہو وہ لازم ہوگی اور دوسرا اُسکی ملک ہے سوائے اُسکی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ و دیت دیدے اور ایسی صورت میں بیان سے یعنے کسکو آزاد کیا ہے معین کرنے سے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اس سے کم فقط ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم مختلف نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنی صحت میں اپنے دو غلاموں سے جنمیں سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعین سے پہلے مولے مرگیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کرے گا اور ولی جنایت کے واسطے مال مولی میں سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسکی قیمت ارش سے کم ہو اور اُسکا اعتبار مولے کے پورے مال سے ہوگا اور مولے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائے گا۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کرے گا اور ۱۱

ف یعنی مشقت کرکے اس قدر مال حاصل کرے کہ اُسکی نصف قیمت برابر ہوجائے پس اُسکو ادا کرکے آزاد ہوگا ۱۲ منہ ف یعنی مجلس قاضی میں نالش کے واسطے ۱۲ منہ ف کیونکہ حق اُسکا حاملہ ہونیکی حالت میں سوا ہے ۱۲ منہ ف یعنی حاملہ باندی کی کیا قیمت ہے جو تجویز ہو وہ لے لے ۱۲

ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولی میں سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہوگی اور مولے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا - اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولے نے اپنی صحت میں جنایت سے آگاہ ہو کر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مولی مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت[۱] کرے گا اور جنایت کنندہ کے بارہ میں مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا پس بقدر اُسکی قیمت کے مولی کے تمام مال سے لیجائیگی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جسقدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہے ہر ایک سعایت کریگا اور مولے دونوں کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا لیکن مولی کے مال میں دیت واحدہ واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولی کے پورے مال سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک "ایک دیت" تہائی مال سے اعتبار کیجائیگی پھر جسقدر پورے مال سے اور جسقدر تہائی مال سے واجب ہوا یہ سب دونوں جنایتوں کے وارثوں کو نصفا نصف ملیگا اسواسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔ زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہیں پس مولی کی صحت میں سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولی نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر غلام نے صحت مولی میں قبل مولے کے بیان و تعیین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا پھر مولے پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آویگی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولے کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنے قیمت سے زائد پوری دیت تک جسقدر رہے وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولے پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُسکے پورے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر مولے نہیں مرا بلکہ مولے نے بیان کیا کہ سالم مراد ہے یعنی سالم کو میں نے آزاد کیا ہے تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر غانم کا عتق بیان کیا تو پھر غانم کی قیمت لازم آویگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولے نے اپنے مرض میں اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُسکی جنایت کو جانتا تھا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُسکو آزاد کر دیا تو پھر دیت واجب ہوگی جسمیں سے بقدر قیمت غلام کے مولے کے تمام مال سے دیجائیگی اور قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم نہو تو اُسکی قیمت میت کے مال سے دلائی جائیگی یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام زفر رح کا ہے ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح نے عیون میں ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولے نے اُسکے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولے کے مرنے کے بعد اُس نے جنایت کی پھر وصی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے ایسی جنایت کی جسکا ارش ایک درہم ہے پھر میت کی موت کے بعد وارثوں نے کہا

---

[۱] سعایت اور سعی کے ایک ہی معنی ہیں یعنے مشقت کر کے مال حاصل کرنا ۱۲

کہ ہم اُسکا فدیہ ندینگے تو انکو یہ اختیار ہی اور جب اُنھون نے فدیہ ندیا تو جنایت مین وہ غلام دیا جائیگا اور وصیت باطل ہو جائیگی الا اُس صورت مین باطل نہوگی کہ جب غلام خود اِس ارش کو ایسے مال سے جو اُسنے کمایا نہین ہی ادا کردے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کردے اور اُسنے ادا کیا تو صحیح ہی اور یہ درم اُس غلام کی گردن پر قرضہ ہو جائیگا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جاسکتا ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کردے پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر وکیل نے باوجود جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کردیا تو مولی اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ جنایت سے آگاہ نہو یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کردے پھر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کرڈالا پھر وکیل نے اُسکو مکاتب کردیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولاے غلام کو آگاہ کردیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کیا اور کہا کہ مین نے اُسکی خبر کی تصدیق نہین کی تھی تو مولے اسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اسی طرح اگر ولی جنایت کے ایلچی نے مولی کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مولی کو کسی اجنبی نے اسکی خبر دی ہو پس اگر مولے نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کرکے پھر اُسکو آزاد کردیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہانتک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے والا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فاسق ہو تو امام اعظم رح کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا ولیکن اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُسنے غلام کو گویا تلف کردیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو دو فاسقون نے خبر دی تو دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اسمین بھی یہی حکم ہی اور دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر مولے کو خود اُسکے غلام نے اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا اور کہا کہ مین نے اُسکے قول کی تصدیق نہین کی تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا جبتک اُسکو مرد آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبین رح کے نزدیک دیت کا ضامن ہوگا اگرچہ مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ابن سماعہ نے رقیات مین ذکر کیا کہ مین نے امام محمد بن الحسن رح کو لکھا کہ ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین کہ اُنمین سے ایک غائب ہی پھر حاضر نے نالش کی تو کیونکر حاکم کو چاہیے کہ مولاے غلام کو اختیار دے تو امام محمد رح نے جواب مین لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم ہوگا اور مولے جو کچھ اختیار کرے وہ اُسپر پورے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پھر مولے نے بحکم قاضی غلام مجرم دونون مین سے ایک کو دیدیا پھر غلام مذکور نے اُسکے پاس دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونون حاضر ہوے تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دیدے یا نصف دیت فدیہ دے پس اگر

ف یعنی اُسکی آزادی کو مال معین کی ادائی پر معلق کردے کہ اسقدر مال ادا کردے تو تو آزاد ہی ۱۲ ف یعنی جسکو غلام دیا گیا تھا ۱۲

اُسنے نصف غلام دیدیا تو نصف دیت سے بری ہو گیا اور نصف ثانی مولی کو واپس دیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دس ہزار درہم دے کہ پانچ ہزار درہم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ ہزار درہم ولی اول کو جسنے کچھ نہیں لیا ہی دیدے پس اگر اُسنے غلام دیدیا تو ہر ایک دونوں میں سے اسمیں شریک کیا جاویگا اور یہ ولی جسکے قبضہ میں دوسری جنایت واقع ہوئی ہی اُس کی چوتھائی قیمت مولی کو دیگا اور مولی اسکو اوسط کو دیدیگا اور جب تک مولی اس چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پاویگا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولی نے دونوں میں سے ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دیدیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے مولی سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے بدین وجہ کہ اُسنے بدون حکم قاضی کے اُسکے شریک کو دیا ہی اور چاہے اپنے شریک سے ضمان لے پس اگر اُسنے مولی سے ضمان لی تو مولی اسکو اول مدفوع الیہ سے واپس لے گا۔ اور اگر غلام نے دو شخصوں کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دیدیا پھر غلام نے اُسکے پاس ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ نصف غلام دوسرے کو دیدے اور باقی نصف مولی کو واپس دیگا پھر مولی اسکو اوسط و آخر کو دیدیگا کہ اوسط اسمیں بحساب دس ہزار درہم کے اور آخر بحساب پانچہزار درہم کے شریک کیے جاوینگے پس یہ نصف ان دونون میں تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی اوسط کا اور ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر موے غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دیگا اور یہ وہ ہی جو اس نصف میں سے ولی جنایت اخیرہ کو دیا گیا ہی اور اسکو اول جسکے پاس غلام تھا واپس لیگا اور اوسط کو اختیار ہی چاہے وہ چھٹا حصہ تاوان لے جو اُسکے قبضہ میں تھا ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین اور میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ اسکو اس امر کا اختیار اس صورت میں نہیں ہی اور نہ صورت اول میں ہی۔ اور اگر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہی لیکن مولی اس صورت میں اوسط کیواسطے کچھ ضامن نہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لیکر اوسط کو دیدیگا اور بنابر قول مشائخ عراقین کے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لیگا اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی پھر مولی نے اسکو اس شخص کو جسکی آنکھ پھوڑی ہی دیدیا اور غلام نے اُسکے پاس دوسرے کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حقدار اسکا تہائی دوسرے آخر کو دیدیگا اور دو تہائی موے کو واپس دیگا پھر موے اسکو دونون مقتولون کے وارثون کو دیدیگا کہ اسمین اول کا ولی بحساب دس ہزار درہم کے اور آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائیگا پس اسقدر غلام دونون میں پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین سے تین حصے اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملین گے پھر اول کیواسطے موے اُس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ جزو دو تہائی جزو میں چھ جزو و دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اسکا حاصل یہ ہی کہ اُسکی دو تہائی قیمت میں سے دو پانچوین حصے کا ضامن ہوگا یہ اُسکا بدل ہی جو اخیر مقتول کے وارث کو اس دو تہائی میں سے دیا گیا ہی اور پھر اسکو مولی اُس شخص سے جس کی آنکھ پھوڑی گئی ہی واپس لیگا یہ شرح مبسوط میں ہی۔ اور اگر غلام پر قتل خطا کے گواہ قائم ہوے اور موے نے اُسپر

ف مدفوع الیہ وہ شخص جس کو غلام وغیرہ دیا گیا تھا ۱۲ منہ ف یعنے نصف پوے غلام کا ۱۲ منہ ف یعنے مدفوع الیہ اول ۱۲

دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو مولی اُسکو دونوں کو نصفا نصف دیگا پھر اول کیواسطے اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دیدے گا پھر اول کیواسطے اُسکی دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کیواسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر زید کا غلام ہو اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کیا ہے پھر خطا سے اس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل کیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہے تو مسئلہ میں تین صورتیں ہیں یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام اصلی آزاد ہے یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے یا اقرار کیا کہ مولی نے اسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہوگی نہ غلام پر اور نہ مولی پر اسی طرح اگر اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اقرار کیا کہ مولی نے اسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کر دیا ہے تو اُسکا وہی حکم ہے جو اصلی آزاد ہونیکے اقرار کا ہے۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا ہے تو غلام کے برائت کا اقرار کیا اور مولی پر فدیہ کا دعوی کیا اگر یہ اقرار کیا کہ مولے نے جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا ہے یا مولے پر ضمان قیمت کا دعوی کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے مگر مولی نے جو کچھ اسپر ضمان قیمت یا فدیہ کا دعوے کرتا ہے اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ لانے واجب ہیں۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غلام دینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر مولی نے اُسکو غلام دیدیا پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے یا یہ آزاد ہے تو مولی و غلام کسی پر اُسکی کوئی راہ نہیں ہے لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور غلام کی ولا کسی کی نہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کیا ہے تو اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور اُس کی ولاء موقوف رہیگی یہ محیط میں ہے اور غلام جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے خواہ ماذون ہو یا محجور ہو اور بعد عتق[ع۱] کے اپنے اس اقرار پر ماخوذ نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد اقرار کیا کہ میں نے اپنی رقیت کی حالت میں عمداً یا خطاءً جنایت کی تھی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن عمداً قتل کرنے کے اقرار میں قصاص ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر مولے نے اُسکو بسبب جنایت کے دیدیا پھر وہ زخم پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مر گیا اور وہ غلام موجود ہے تو وہ مجروح میت کے وارثوں کا ہوگا اور اگر مولے نے اُسکو ہاتھ کی پوری دیت پانچہزار درم فدیہ دیکر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا اور وہ مر گیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دیگا اگرچہ سو درم ہوں اور فدیہ کے پانچہزار درم واپس لیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُس نے ایک شخص سے کہا کہ میں نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت میں میں غلام تھا قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ تو نے اُسکو اپنے آزاد ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد آزادی کے اپنے مولی سے کہا کہ میں نے رقیت کی حالت میں تیرا مال لے لیا ہے یا تیرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مولی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے

ع۱ یعنے بعد آزاد ہونیکے ۱۲ ع۲ یعنے ثبوت دعوی کے واسطے نہ تھا ۱۲

بعد آزادی کے ایسا کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے باندی کو
آزاد ہونے کیا پھر اس سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے درحالیکہ تو میری باندی تھی اور باندی نے کہا کہ تونے میرے
آزاد ہونیکی حالت مین میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس سے لے لی ہو اُسکے
بارے مین بھی ایسے اختلاف کی صورت مین یہی حکم ہے سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ اسمین استحساناً مولے کا قول
قبول ہوگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کچھ ضامن
نہوگا الا ایسی چیز کا جو بالعین ہو کہ اُسمین یہ حکم دیا جائیگا کہ باندی کو واپس کردے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک غلام خریدا اور
اُسپر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ مین نے تیرے خریدنے سے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مشتری نے کہا کہ تونے
میرے خریدنے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ عمداً
کاٹ ڈالا اور اس جرم مین خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اسکو دیدیا گیا پھر اُسنے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم کیوجہ
سے مرگیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ مین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے آزاد نہ کیا ہو تو مولی کو واپس دیگا پھر وارثان مقتول
سے کہا جائیگا کہ چاہو اسکو قتل کر دو یا اسکو عفو کر دو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُسکے دو
وارث ہین پس دونون مین سے ایک نے اسکو عفو کر دیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہین کیا ہے اسکو
نصف غلام دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام نے
دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو دو ولی ہین پھر ہر ایک کے دو دو وارثون مین سے ایک نے
معاف کیا تو باقی دونون کو مولے نصف غلام دیگا یا دس ہزار درم فدیہ دیگا اور اگر غلام نے ایک کو عمداً اور دوسرے
کو خطا سے قتل کیا ہو اور عمداً مقتول کے دونون وارثون مین سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولے اُسکا فدیہ دینا چاہے
تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیگا جسمین سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخطا کو اور پانچہزار درم دوسرے وارث
مقتول بعمد کو دیگا۔ اور اگر اُسنے غلام دیا تو تین تہائی دونون کو دیگا یعنے دو تہائی وارثان مقتول بخطا کو اور ایک
تہائی وارث مقتول عمد کو جسنے (یعنے جس نے معاف نہین کیا ہے) معاف نہین کیا ہے یہ امام اعظم رح کے نزدیک بطریق عول کے ہے کہ دونون وارث خطا اُسمین پوری
دیت کے حساب سے اور وارث عمد اُسمین نصف دیت کے حساب سے شریک ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک بطریق
منازعت کے چار حصے ہونگے جسمین سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک وارث عمد کو ملے گا
یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر دونون مقتولون مین سے ایک کے ولی نے اسکو
معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا دیت سے اُسکا فدیہ دیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے اُسکا ہاتھ
کاٹ ڈالا ہو تو درصورتیکہ مولے نے اسکو دونون کو دیدیا ہو وے ہاتھ کاٹنے والا اُسمین نو ہزار پانچسو درم کے حساب سے
شریک کیا جائیگا کیونکہ اُسنے ہاتھ کاٹ کر پانچسو درم بھر پائے ہین اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے اُسمین شریک
کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اُسنے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ جرم عمداً ہوگا
یا خطا سے ہوگا پس اگر عمداً ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے یہ غلام اُسکو جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہے دیدے یا اُسکا

فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچہزار درم دیگا اور غلام مذکور اس جنایت سے پاک ہوجائے گا پھر ولی مقتول اُسکو قصاص میں قتل کریگا اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو وارثان قتیل اُسکو قصاص میں قتل کرینگے پھر جسکی آنکھ پھوڑی ہے وہ مولے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قتل بخطا ہو تو مولے کو دونوں کے حق میں اختیار دیا جائے گا کہ چاہے اُسکو دونوں کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیدے جنمیں سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچہزار درم اُسکے جسکی آنکھ پھوڑی ہے اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونوں میں تین تہائی ہوگا جس میں سے دو تہائی وارث مقتول کی اور ایک تہائی آنکھ پھوٹی ہوئی کی ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اپنے مولے کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اسکے مولے کے کوئی نہیں ہے تو نصف قاتل مقتول مملوک کے مولے کو دیا جائیگا یا مولاے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور باقی آدھا اپنے مولے کا ہوگا۔ اور اگر اُسنے اپنے مولے کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا یا مولاے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور اگر اُسنے اپنے مولی کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہے تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائیگا اور اگر اُسنے دونوں کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی ہو تو قاتل دونوں میں نصفا نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اُسنے دونوں کے قریب یعنے مورث کو عمداً قتل کیا پھر دونوں میں سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پورا خون معاف ہو جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اُسکا آدھا حصہ دوسرے کو دیگا یا چوتھائی دیت فدیہ دے گا اور بعضے نسخوں میں امام محمد رحمہ اللہ کا قول امام اعظم رح کے ساتھ مذکور ہے اور اشہر یہ ہے کہ امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابی یوسف کے ہے۔ اور اگر ایک غلام نے اپنے مولے کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو بیٹے ہیں پھر ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پورا خون باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلے مسئلہ کے موافق یہاں بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک غلام نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا پھر سر دو وارثان مقتول میں سے ایک نے اُسکو معاف کر دیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جسنے معاف نہیں کیا اُسکے لیے سعایت کریگا اور مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو کسی نے غصب کر لیا اور وہ غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مر گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر مولے نے غاصب کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہے پھر وہ غلام مرتہن کے پاس اسی زخم سے مر گیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر رہن کرنے کے بعد مولے نے اُسپر جنایت کی ہو تو مرتہن واپس کرنے والا ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ اس زخم سے مر جائے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط

نہوگا - اسی طرح اگر اجنبی نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت کی تو رہن سے پہلے جنایت کرنے اور رہن کے بعد جنایت کرنے میں ان دونوں صورتوں میں ابطال رہن کے حق میں فرق ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا ہے - اور نیز جامع کبیر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضحہ[1] شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام بیمار پڑا پھر اُسکو غاصب نے غصب کر لیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مر گیا تو مولاے غلام کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ سے غلام تندرست کی قیمت تین سال میں وصول کرے یعنے اسکی مددگار برادری ضامن ہوگی پھر اسکی مددگار برادری غاصب سے اُس غلام کی قیمت جو روز غصب کے تھی وصول کر لیگی - اور اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُسکے مال سے لے اور جنایت کنندہ سے موضحہ زخم کا ارش[2] اور جو نقصان اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہے تاوان لے اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال میں سے دلایا جائیگا اور اگر غاصب نے ادائے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنے والے یا اُسکی مددگار برادری سے ضمان لے تو اُسکو اختیار نہوگا - اور اگر اُسکو غاصب نے غصب نہ کیا بلکہ مولے نے اُسکو بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک خیار حاصل ہے فروخت کر دیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو اُسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا ہم نے غاصب کی صورت میں بیان کیا ہے - اور اگر مولے نے اس غلام کو بطور بیع فاسد کے اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مر گیا تو مولے جنایت کرنے والے سے موضحہ کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہے تاوان لے گا اور یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال میں فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُس کے قبضہ کرنے کے روز کی قیمت فی الحال اُسکے مال میں واجب ہوگی اور اگر مولے نے اُسکو فروخت نہ کیا و لیکن اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے اور وہ قیمت غلام کے برابر ہے رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مر گیا تو وہ بعوض قرضہ میت قرار دیا جائیگا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور راہن ارش جنایت کو جنایت کرنے والے سے لیگا اور جس قدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن اُسمیں آیا ہے وہ بھی لیگا اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہوگی اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہے اور وہ مرتہن کے پاس مر گیا تو حکم وہی ہے جو ہم نے قرضہ کے برابر قیمت ہونیکی صورت میں بیان کیا ہے کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور مولاے غلام اُس جنایت کرنیوالے سے موضحہ کا نصف ارش اور نصف اس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہے لیگا اور یہ سب جنایت کرنیوالے کے مال سے ہوگا اور نیز مولاے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز[3] کی نصف قیمت اور نصف ارش موضحہ اور نصف نقصان جنایت لیگا اور یہ مال اسکی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے

[1] یعنے وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [2] وہ مال جو بعوض کسی زخم پہونچانیکے مجرم پر لازم ہوتا ہے ۱۲ [3] جو مرنے کے روز اُسکی قیمت ہے اُسکی نصف قیمت ۱۲ منہ

اقرار کیا کہ بین نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہی اور اُسکی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنے تکذیب کی
پھر ایک شخص نے اُسکو غصب کیا اور اقرار کیا کہ بین نے اُسکے موے سے غصب کر لیا ہی اور وہ غاصب کے پاس
مر گیا تو موے کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُسکی قیمت اسکے مال سے تین سال بین وصول کرلے
اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے جو قیمت ہو فی الحال اُس کے مال
سے لے لیگا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے لے لے
اور جنایت کرنے والے سے اُسکے ہاتھ کا ارش یعنے اُسکی نصف قیمت اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کرنیوالا نصف
غلام کا ضامن نہوگا۔ اور یہ چاہیے ہی کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اسکو کتاب
بین ذکر نہین فرمایا ہی پس یا تو ذکر نہین فرمایا یا مسئلہ کی صورت اسطور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب
واقع ہوا ہی۔ اور اگر عمداً قطع کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہین کہ مولی کو اختیار ہی چاہے قاتل سے قصاص لے
پھر غاصب سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی نہ موے کو نہ وارثان جنایت کنندہ کو اور چاہے ابتدا سے اس
غلام کے ہاتھ کٹے ہوے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولی قصاص نہین لے سکتا ہی
لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ محیط بین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور
اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُسکو واپس دیدیا پھر اُسنے دوسری جنایت کی تو مولی اُسکو دونون فریق
جنایت کو دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیکر اول کو دیدیگا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لیگا یہ وہ اُسی کو دیجائیگی
یہ ہدایہ بین ہی۔ اگر ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مر گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت
واجب ہوگی پھر مولی یہ قیمت ولی جنایت کو دیدیگا پھر دوبارہ غاصب سے اُسکی قیمت واپس لے گا۔ اور اگر غلام نہ مرا ہو
لیکن اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولی کو کانا واپس کر دیا پھر اُسنے موے کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا
پھر سب جمع ہوے پھر موے نے اُسکو دونون جنایتون بین دیدیا تو وہ غاصب سے اُسکی نصف قیمت لے گا
بدین اعتبار کہ اُسکی ایک آنکھ جاتی رہی ہی پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دیگا اور جب اُسکو یہ نصف قیمت ملی
تو وہ غلام مدفوع بین دیت بین سے اسقدر کم کرکے باقی کے حساب سے شریک کیا جائے گا اسواسطے کہ جس قدر
اُسنے قیمت لی ہی وہ اُسی کی رہیگی پس اُسکے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائے گا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا
جائیگا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائیگا پھر موے نصف قیمت جو
اُس سے لے لیگئی ہی۔ غاصب سے واپس لیگا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کانے بین سے حصہ رسد ملا ہی
وہ بھی مولی غاصب سے لے لیگا اور جو کچھ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہی وہ واپس نہین لے سکتا ہی پھر وارثان اول
مولی سے جو اُسنے لیا ہی غلام کی پوری قیمت تک جسقدر رہا ہی لے لینگے اور چاہیے کہ یہ حکم حاصل امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کا قول ہو پھر مولی غاصب سے اُسکے مثل جو اُس سے لیا گیا ہی واپس لیگا یہ مبسوط بین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے

سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُسکے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی و وارثان مقتول مجتمع ہوئے تو وہ غلام اُسکے مولی کو واپس دیا جائیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غاصب سے غلام کی قیمت و ارش دونوں میں سے کم مقدار واپس لیگا اور اگر غاصب کے پاس اُسمیں زیادت منفصلہ پیدا ہو گئی اور مولی نے دینا اختیار کیا تو مع زیادتی دیدیگا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہو یا اُسکے بعد پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادت کی قیمت واپس نہیں لے سکتا ہے اگرچہ وہ زیادت کسی ایسے سبب سے ہو جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہے اور استحقاق اُن سے لیگئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کانا ہو گیا اور اُس کے پاس اُسنے کوئی جنایت کی ہے پس اگر بعد جنایت کے کانا ہوا ہو اور مولی نے دینا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کانا دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لیگا اور جب اُسنے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت مولی سے اُسکی نصف قیمت واپس لیگا پھر مولی یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لیگا تاکہ اُسکے پاس غلام کی پوری قیمت پہونچ جاوے اور اگر جنایت سے پہلے کانا ہو گیا اور مولے نے دینا اختیار کیا تو کانا غلام دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی صحیح سالم کی قیمت لے لیگا اور یہ سب قیمت مولی کو مسلم ملیگی اور ولی جنایت اسمیں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسنے خطا سے اپنے مولی کو یا اپنے مولے کے غلام کو قتل کیا حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہے یا اپنے مولی کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام مغصوب کی قیمت اُسکے مولے کو دیدیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے۔ اور اگر غلام مغصوب نے غاصب پر یا اُسکے مال پر جنایت کی تو امام اعظم کے نزدیک ہدر ہے اور صاحبین کے نزدیک معتبر ہے کہ مالک غلام سے کہا جائیگا کہ تو یہ غلام غاصب کو اگر وہ زندہ ہے یا اُسکے وارثوں کو دیدے یا اُسکی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا ہو یا اُسکے مال کی قیمت دے اگر مال تلف کیا ہو یہ حاوی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے غصب کر لی اور ہر ایک نے اسمیں سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکور کو قتل کیا پھر غاصب نے وہ غلام مولی کو واپس کر دیا اور مولی نے اُسکا فدیہ دیدینا اختیار کیا تو اسمیں وارثان مقتول غلام بقدر دیت کے اور وارثان مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پھر مولے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر مقتول غلام کے وارث اُسکی قیمت میں اسقدر لے لینگے کہ جو کچھ اُن کے پاس اُسکے ساتھ ملا کر غلام کی پوری قیمت ہو جاوے اور جس قدر اُنھوں نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولے سے غلام کی قیمت میں سے لیا ہے اسقدر مولی غاصب سے پھر واپس لیگا اور نیز وارثان مقتول باندی بھی باندی کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُسکی قیمت کے پورا کر لینگے اور اسقدر کو بھی مولی غاصب سے واپس لیگا اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دیدے گا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی

ف ۱ یعنی غلام کیساتھ اُسکی قیمت بھی دیدیگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ فقط مغصوب ہی کی قیمت دیدیگا ۱۲ ف ۲ یعنے رائگان و مفت ہے اُسکا عوض نہ دلایا جائے گا ۱۲

قیمت دیدیگا پھر غاصب سے غلام و باندی کی قیمت واپس لیگا اور جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہی اسکی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اسصورت مین ہی کہ غاصب تنگدست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولی اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو مسئلہ کی تخریج دوسرے طور پر ہی جیسا کہ اسکے بعد ذکر فرمایا ہی اور یہ مسئلہ ابوحفص رح کے نسخہ مین ہی اور ابوسلیمان کے نسخہ مین مسئلہ طویلہ مذکور ہی اور یہ حکم مین تفصیل ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جسمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہی غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دیگا پھر مولے یہ قیمت مقتول باندی کے وارث کو دیدے گا پھر غاصب سے دوبارہ یہ قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُسکے وارث کو دیدیگا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اُس نے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُسکے مقتول کے وارث اور غاصب کو دیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے وارث مقتول غلام کے اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُسکا مولے لیگا جسمین سے گیارہ حصون مین سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دیدیگا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لیگا۔ اور اگر غاصب تنگدست ہو اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہو سکے اور مولے نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین غلام مین بقدر قیمت باندی کے شرکت نہین کرونگا بلکہ انتظار کرونگا پھر جب باندی کی قیمت وصول ہوجائیگی تو اُسکو لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پھر بقیاس قول امام ابوحنیفہ رح کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو دیدیگا اور بعد دیدینے کے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر باندی کی قیمت اسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لیگا پس اُسکے قبضہ مین دو قیمتین آوینگی اور بقیاس قول امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے غلام مین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھے گا یہانتک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولی اُسکو لیکر اُسکے مقتول کے وارث کو دیدیگا پھر اِس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ جزو غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت سے اسکا فدیہ دے پس اگر یہ جزو دیدیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لیگا پھر اِس قیمت مین سے گیارہ جزون مین سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو بعوض اِس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہین دیا گیا ہی دیدیگا اور پھر اِس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر اسکا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت سے اسکا فدیہ دیوے لیکن غلام کی قیمت اس صورت مین بھی غاصب سے لے لیگا لیکن چونکہ دونون قیمتین برابر ہین اسواسطے ایک دوسرے کا قصاص ہو جائیگی اور وارث مقتول غلام کو بجاے اس جزو کے اُسکی قیمت کا گیارہواں حصہ دیدیگا پھر اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین بقدر قیمت باندی کے غلام مین شریک ہو جاؤنگا تو غلام مذکور دونون کو دیا جائیگا جسمین سے وارث مقتول غلام بقدر دیت اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہی پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولے کو غلام اور باندی سے قیمت ادا کرے گا پھر غلام کی

یعنی قیمت باندی و قیمت غلام کی برابر

یعنی مالدار ہوا

قیمت مین سے گیارہوان حصہ وارث مقتول غلام کو بجاے اُس حصہ غلام کے جو اُسکو نہین ملا ہو دیدیگا اور پھر غاصب سے اسقدر حصہ واپس لے گا اور مقتول باندی کے وارث کو سواے اُسکے جو کچھ اُسکو اسمین سے مل چکا ہو باندی کی قیمت مین سے کچھ نہ ملیگا۔ اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ مین بیان فرمایا ہو کہ باندی کی قیمت مین سے اُسکے مقتول کے وارث کو اسقدر دیدیا جائیگا کہ جو کچھ اُسکو ملا ہو اُسمین ملاکر باندی کی پوری قیمت ہو جاوے پس اس حکم مین دو روایتین ہین۔ اور اگر مولی نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دیگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لیگا اور باندی کی دو قیمتین لیگا جسمین سے ایک قیمت بجاے اُس قیمت کے ہوگی جو اُسنے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہو اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہوگی جو مولی کو بجاے باندی کے مسلم ملیگی اور یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہو اور بقیاس قول صاحبین رح کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونون قیمتین باندی کی ادا کر دین تو ایسا ہو گیا کہ گویا باندی اُسکی ہوگئی بسبب اسکے کہ اُسپر ضمان متقرر ہوئی ہو پس مولی سے کہا جائیگا کہ غلام کے گیارہ جزو ن مین سے ایک جزو غاصب کو ملا ہو یا اُسکا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہو اور جو کچھ اُسنے کیا بہر حال غاصب سے کچھ واپس نہ لیگا۔ بدینوجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہو اُسمین مقاصہ واقع ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُسکو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پھر غاصب نے اُسکے مولے کو واپس کر دیا پھر اُس کے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولی پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دیدے یا دیت اُسکا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور اگر عفو سے پہلے دونون فریق وارثون کو دیدیا پھر ولی اول نے اُسکو عفو کیا تو مولے غاصب سے نصف قیمت واپس لے گا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عفو کر دیا پس یہ قیمت مولے کو مسلم رہے گی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہین لے سکتا ہو یہ حاوی مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُسکے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولے اُسکو وصول کرلے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے گا پھر غاصب دوبارہ اُسکی قیمت مولاے غلام کو دیدیگا تا کہ بجاے غلام کے اُسکے پاس مسلم[1] رہے پھر مولا سے کہا جائیگا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے۔ اور اگر اس مسئلہ مین غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہو اور مولی نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی دیت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہو پس وارثان مقتول اسمین سے جسقدر بمقابلہ دیت کے پڑے وہ لینگے اور جسقدر باندی کی قیمت کے پرتے مین پڑے وہ مولے لے لیگا پھر غاصب مولاے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دیدیگا اور نیز مولے اس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام مین سے لیا ہو غلام کی قیمت مین سے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر غلام مین مولی اپنی باندی کی قیمت کسقدر ...

[1] یعنے سپرد شدہ بجاے غلام ملک مولی ہمیشہ رہے ۱۲

شریک نہ کیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدیگا اور اسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر ایک باندی غصب کی اُسنے غاصب کے پاس خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولی کو واپس کردے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے کہ وہ تیری ہوگی پھر اُس سے کہا جائیگا کہ یہ بچہ غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دے یہ مبسوط میں ہے۔ غلام مرہون نے اگر راہن پر جنایت کی یا راہن کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو آیا اُسکی جنایت معتبر ہوگی سو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن میں مذکور ہے اور یہ حکم مذکور ہے کہ جنایت ہدر ہوگی اور اسمیں کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے لیکن مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا جو حکم کتاب الرہن میں مذکور ہے امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہے حاصل آنکہ مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر اُسنے مرتہن پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے

فصل دوم ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان میں۔ اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت و ارش جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد میں اُسکی تہائی قیمت ہے اور مدبر کی صورت میں دو تہائی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ دو آدمیوں کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونوں مولی میں سے ہر ایک پر اُسکی قیمت کا اسقدر حصہ واجب ہوگا جتنی اسمیں سے ہر ایک کی ملک ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور اُس نے جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونوں پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مدبر کرنے والا ضمان دیکر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور مدبر کی جنایت اُسکے مولی کے مال میں فی الحال واجب ہوگی اُسکی مددگار برادری پر نہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولی پر دس ہزار درم سے دس کم کے سوائے زیادہ واجب نہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکسان حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ایک زمانہ کے بعد ولی جنایت اور مولی نے باہم اُسکی قیمت میں اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جس دن اُسنے جنایت کی ہے اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور مولی نے کہا کہ پانچسو درم تھی تو قسم سے مولی کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مدبر بعد جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مر گیا تو مولے کے ذمہ سے قیمت ساقط نہوگی اسی طرح اگر وہ اندھا ہو جاوے تو بھی مولے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر اُسکے مرنے کے بعد دونوں نے اُسکی قیمت میں اختلاف کیا تو مولی کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے دعوی کیا ہے اُسکو گواہوں سے

ف ام ولد وہ باندی جسکو مولی نے اپنے تصرف میں رکھا اور وہ اس سے بچہ جنی اور مدبر وہ مملوک جسکو اُسکے مولی نے یوں کہا کہ تو میرے مرنے ہی یا اتنی مدت کے بعد آزاد ہے ۱۲ ف یعنی ہر ایک کی قیمت ۱۲ ف اسواسطے کہ عتق اُسکے نزدیک تنجزی نہیں ہوتا ہے ۱۲

ثابت کرے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُسنے ایک مرتبہ جنایت کی پھر اُسکے بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کیساتھ شریک ہو جائیگا خواہ دوسری جنایت قبل اُسکے کہ اول کیواسطے قیمت کی ڈگری ہووے پائی گئی ہو یا اسکے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر نے چند جنایتیں کیں تو اُسکی قیمت سب جنایات کے وارثون کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی مدت ہو یا مدت دراز ہو اگر مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولی پر دونون جنایت والون کیواسطے اُسکی قیمت واحدہ واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی یعنے دو تہائی مقتول کے وارث کو اور ایک تہائی آنکھ والے کو ملیگی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُس نے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اس میں سے کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیون کو قتل کیا ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً تو مولی پر واجب ہوگا کہ اُسکی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دیدے پس اگر مقتول عمد کے دو وارثون میں سے ایک نے اُسکو عفو کیا تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے ہر دو فریق میں چار حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظمؒ کے تین حصہ ہوکر تقسیم ہوگی یہ حاوی میں ہے۔ اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُسکی قیمت جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کیے جانیکے روز کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور روز قتل کے اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسرے جنایت کا وارث مولے سے پانچسو درم لیگا یعنی جسقدر پہلی قیمت کی نسبت زیادتی ہوگئی ہے پھر باقی یعنے ہزار درم دونون جنایتون کے وارثون میں انتالیس حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس ہر پانچسو درم کا ایک حصہ قرار دیا جائیگا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہیے ہیں پس اسی حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کر لیں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا درحالیکہ مدبر کی قیمت ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑ دی پس اُسنے پانچسو درم تاوان دیے پھر مدبر مذکور نے دوسرے شخص کو قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولی کا ہوگا وارثان جنایت کا اُس میں کچھ نہ ہوگا اور مولے پر اُسکی قیمت کے ہزار درم جو مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہونگے اُس میں سے پانچ سو درم خاصکر مقتول اول کے وارث کو ملیں گے اور باقی پانچسو درم میں دونون شریک ہونگے جس میں دوسرا پانچسو درم کم پوری دیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہو اور وہ جنایت میں دیا گیا تو وہ بھی مولی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا یا پھر اُسکی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہگئی پھر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولی پر دو ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی پس دوسرے مقتول کا وارث اُس میں سے ہزار درم لیگا اور باقی ہزار درم میں سے پانچسو درم میں حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہے پس پانچسو درم دونون میں انیس حصون پر

ف اسکی توضیح بارہا مکرر سہ کرر گذر چکی ۱۲

تقسیم ہونگے جس مین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملین گے اور باقی پانچسو درم مین سب تینون کا حق جمع ہوا پس وہ سب مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہون گے پس تیسرا اُس مین بحساب دس ہزار اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سوائے اُسقدر کے جسکو دو مرتبہ لے چکا ہی اور اول بقدر دس ہزار کے سوائے اسقدر کے جسکو ایک مرتبہ لے چکا ہی شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہی - اگر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو دیدی اور اسمین کچھ عیب نہین پیدا ہوا ہی پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر یہ قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہی تو دوسرے کو مولی سے لینے کی کوئی راہ نہو گی لیکن اول کا دامنگیر ہو کر اُس سے نصف قیمت لے لیگا اور اگر اول کو قیمت بغیر حکم قاضی دی ہی تو بھی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہی حکم ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولے سے لے اور اگر اُسنے مولے سے نصف قیمت لے لی تو مولی اسکو اول سے واپس کر لیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اسی طرح اگر مولے کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اسمین کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی دیدی پھر اسمین دوسرا آدمی گر گیا پس آیا دوسرے کے وارث کو مولے کے دامنگیر ہونے کا اختیار ہی یا نہین ہی سو اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی خلاف ہی جو مذکور ہوا - اور اس بات پر اجماع ہی کہ اگر کنوان کھودنے والا غلام محض[1] ہو اور مولے نے وہ غلام وارث مقتول کو دیدیا پھر اسمین دوسرا گر گیا اور مر گیا تو دوسرا مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہی خواہ مولے نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر حکم قاضی دیا ہو اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر مولی نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت نہ دی یہانتک کہ دوسرا آدمی کنوین مین گر کر مر گیا پھر مولے نے اُسکی قیمت بغیر حکم قاضی کے اول کو دیدی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولی کا دامنگیر ہو کر اُس سے مدبر کی نصف قیمت لے پھر مولے اسکو وارث اول سے واپس لے گا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مدبر نے راہ مین پتھر رکھدیا یا پانی بہا دیا یا جانور سطح ہا لکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنوان کھودنے کے ہی یہ محیط سرخسی مین ہی مدبر نے اگر خطا سے جنایت کی اور اُسکی قیمت بلا حکم قاضی دی گئی پھر وہ مکاتب کر دیا گیا پھر اُس نے جنایت کی اور قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر نہ دیگئی پس اُس نے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سو درم چھوڑ کر مر گیا تو سو درم دوسرے مقتول کے وارث کو ملین گے اور تیسرے کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مولے کا دامنگیر ہو یہ کافی مین ہی اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت اسوقت ہزار درم ہی پس بحکم قاضی مولے نے قیمت اُسکو[2] دیدی پھر اُسکی قیمت پانچسو درم رہگئی پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کیے ہین اُنمین سے پانچسو درم خاص اول کے ہونگے اور پانچسو درم باقی مین دونون شریک ہونگے پس اول پانچسو درم کم دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا ولی پورے دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس یہ دراہم دونون مین انتالیس حصون پر ہر پانچسو درم کا ایک حصہ قرار دیکر تقسیم ہونگے پس انیس ۱۹ حصہ اول کو اور بیس ۲۰ حصے دوم کو ملین گے یہ مبسوط مین ہی اصل مین فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو اُسکی جنایت ہدر ہو گی اور اسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے

[1] غلام محض یعنے مدبر و مکاتب و ماذون البعض نہو ۱۲ [2] یعنے ولی جنایت کو ۱۲

واسطے سعایت کرے بسبب ردوصیت کے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت
کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور جب سعایت و قصاص دونون واجب ہوئے تو وارثون کو اختیار ہوگا
چاہین اُسکی قیمت کے واسطے اُس سے سعایت کراکر پھر اُسکو قتل کرین یا فی الحال اُسکو قتل کردین اور اپنا حق سعایت باطل
کردین۔ اور اگر مولے کے دو بیٹے ہون کہ اُنکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہو پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو مدبر پر واجب ہوگا
کہ اپنی پوری قیمت اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت مین بوجہ ردوصیت کے سعایت کریگا
کہ وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگی اور نصف قیمت خاص اُس وارث کیواسطے جسنے عفو نہین کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام
تاجر نے جسپر قرضہ ہے اپنے مولی کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اپنی قیمت کے واسطے جو قرضخواہون کو ملے گی سعی کرنی واجب ہے پھر
اگر اس قیمت کے بعد بھی قرضہ رہجاوے تو بحالہ باقی رہے گا۔ اسیطرح اگر غلام ماذون نے جسپر قرضہ ہے اپنے مولے کو
مجروح کیا کہ وہ چارپائی پر پڑ گیا (یعنے اسکو بیماری کی حالت درپیش ہوگئی) اور برابر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا حالانکہ اُس نے بیماری مین اس غلام کو آزاد کردیا
ہے اور اس غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسنے ایسی حالت مین آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا
پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین مولے کے ترکہ سے اُسکی قیمت وصول کرین اور باقی قرضہ
کو غلام سے لین یا پورا قرضہ غلام سے وصول کرین۔ اور غلام پر وارثان مولی کیواسطے سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر اُسکو مولے نے اپنے مرض مین آزاد کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر اُس نے اپنے مولے
کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دو قیمتون کے واسطے سعایت کرے گا اور صاحبین رح کے نزدیک ایک
قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور مولے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر مولی کا مال ہو اور
یہ غلام اُسکی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا اور اُس کے
دو ولی ہین ایک مدبر کا بیٹا ہے تو مدبر پر دو قیمتون کیواسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب ردوصیت کے
اور دوسری بسبب جنایت کے یہ مبسوط مین ہے۔ مدبرہ باندی نے جو حاملہ ہے اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا پھر مولی کی موت
کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نکرے گا اور اگر اُسنے مولی کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولی اُس زخم سے مرگیا تو مدبرہ اپنی
قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور بچہ مولی کے تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مدبر دو آدمیون مین
مشترک ہو اور اس نے ایک مولی کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولی سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائے گا
پس زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولاے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت
مین سے مولاے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملیگا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اسوجہ سے کہ مولاے
مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہے اُسمین اُسکا کچھ حق نہین ہے کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولی پر ہدر ہوتی ہے پس نصف قیمت
وارث اجنبی کو مسلم رہیگی پھر دوسرے نصف مین وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہوگا پس پانچ ہزار کے حساب
سے یہ اور پانچ ہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت مین شریک ہونگے پس دونون مین نصفا نصف ہوگی پھر مدبر
پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جسمین سے نصف وارثان مولاے مقتول کو اور نصف

مولائے زندہ کو ملیگی۔ اور اگر اس نے مولے کو عمداً قتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو مولائے مقتول کے مال سے اور مولائے زندہ سے اسکی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائیگی پھر مدبر اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا کہ وہ دونوں مولاؤں میں نصفا نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص میں قتل کیا جائیگا اور اگر مقتول عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کیا تو جسنے عفو نہیں کیا ہے اُسکے واسطے نصف قیمت کی سعایت کریگا اور قصاص ساقط ہوگا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہیں پس دونوں میں سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولے میں سے ایک کو خطا سے قتل کیا تو زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہوکر ایک حصہ وارث مولای مقتول کو اور ایک حصہ میں سے آدھا وارث مولائے مقتول کو اور آدھا وارثان عمد کے اُس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا ہے ملیگا اور مال قتیل سے چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عمد کو دلائی جائیگی جس نے عفو نہیں کیا ہے پھر مدبر اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت کریگا جو مولائے زندہ اور وارثان مولائے مقتول کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور اگر مدبر نے اپنے دونوں مولاؤں کو خطا سے قتل کیا تو وہ وصیت کیوجہ سے اپنی پوری قیمت کیواسطے دونوں کے وارثوں کے لیے سعایت کریگا اور ہر دو فریق وارث میں سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُس نے ایک مدبر چھوڑا اور سوائے اسکے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد قرضدار ہے پس جرمانہ اُس کی مددگار برادری پر ہوگا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جس میں سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر اپنے مرض[1] میں کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی صورت میں مدبر اور ایسے غلام دونوں کا حکم یکساں ہے لیکن مولے پر جنایت کرنے میں دونوں کے حکم میں فرق ہے تو مدبر خطا سے اپنے مولی پر جنایت کرنے سے سعایت نہ کریگا اور دوسرا امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب ہے کہ جس نے اپنے مولی پر جنایت کی ہے اور مکاتب اپنے مولی پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہے پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا اور مال چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برآمد نہوا تو اُسکے مال میں سے اُسکی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلائے جانے کا حکم ہوگا اور اگر اُس نے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنے قرضہ و جنایت و حق وارثان سب کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اُسنے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کیواسطے سعایت نہ کی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ چھوڑا تو اُسکے بچہ پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان کو اختیار ہے چاہیں بعوض جنایت کے دیدیں پس عتق[2] باطل ہوجائیگا اور چاہے بطور احسان کے اُسکا فدیہ دیدیں پھر اُسکو آزاد کردیں خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہیں پس اگر تہائی مال سے نہ نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کیواسطے وارثوں کے لیے

---

[1] مرض سے وہ مرض معتبر ہوگا جس سے اُسکو صحت نہ ہوئی بلکہ اُسی مرض میں مبتلا رہا یہانتک کہ موت آگئی ۱۲ [2] یعنی غلام مذکور کو آزاد کرے ۱۲ [3] یعنے بعد آزادی کے غلام مذکور سے واپس نہیں لے سکتے ہیں ۱۲

سعایت کریگا اور اگر اسکو جنایت میں دینے یا اسکا فدیہ دینے سے پہلے وارثون نے اسکو میت کی طرف سے آزاد کر دیا
تو اسکو امام محمد رحنے ذکر نہیں کیا ہی اور فقیہ ابو جعفر رہ نے فرمایا کہ جب انھون نے جنایت کا حال معلوم کیا تو وے فدیہ اختیار
کرنے والے ہوگئے اور اگر نہ جانتے تھے تو ارش جنایت اور اسکی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی
ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہی پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جسنے اسکی گردن کو گھیر لیا
اور اسکا مولی مرگیا اور سوائے ان دونون کے کچھ مال نہ چھوڑا تو دونون صاحب جنایت اور وارثون کے واسطے دو تہائی
قیمت یعنی دو سو درم کی سعایت کرینگے اور ایک تہائی یعنی سو درم انھین کو مسلم رہین گے یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مدبر نے کسیکو
خطا سے قتل کیا اور مال تلف کر دیا تو مولے پر وارثان مقتول کے واسطے اسکی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب ہوگا
کہ جو مال اُسنے تلف کیا ہی وہ سعایت کرکے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اُسنے لیا ہی شریک ہوگا اور
اگر ان مین سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولے مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو مدبر اپنی قیمت کے
واسطے سعایت کرے گا اور اصحاب جنایت اس قیمت کے مستحق نہونگے بلکہ قرضخواہ ہون کو جنکا مال تلف کیا ہی اس مال
کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کرے گا۔ اور اگر
قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جسقدر زائد ہی وہ وارثان جنایت کو ملیگا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا
اُسپر کچھ حق نہوگا اسی طرح اگر مولی پر قاضی نے وارثان جنایت کیواسطے اسکی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کیواسطے
سعایت کرنیکا حکم کیا ہو اور ہنوز مولے زندہ ہی تو بھی حکم یہی ہی اور ام ولد اصحاب جنایت کیواسطے کچھ سعایت نہ کریگی یہ
مبسوط مین ہی۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیون کا مال تلف کیا اور ایک[۱] کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا گیا تو دوسرا حقدار بھی اس مین
شریک ہو جائیگا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہوگیا اور اگر اسکو مال ہبہ کیا گیا تو بہ نسبت مولی کے اسکے قرضخواہ اسکے
حقدار ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کر دیا پھر اسکو مولی نے آزاد کر دیا تو صاحب
قرض کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے اسکو آزاد نکیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور اسکی قیمت تاوان
ادا کر دی حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی مین جنایت کی تھی پھر مولے مرگیا اور اسکا مال سوائے اس قیمت کے
نہین ہی۔ تو قرضخواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے مین ترجیح ہی یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اور اگر
مدبر کو کسی نے غصب کر لیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت اور ارش دونون مین سے
کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اسکو[۲] غاصب سے واپس لیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اسکے
پاس مدبر نے ایک شخص کو عمداً قتل کرنیکا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولے کے پاس ہوا ہی تو مولی کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب کے
پاس ہونا دونون طرح کا اقرار یکسان ہی اور جب مولی کے پاس واپس دیے جائینگے بعد وہ قصاص مین قتل کیا جاوے
تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر دو ولی عمد مین سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اُسنے

۱ یعنے جس قدر مال اُس نے از راہ تاوان دیا ہے اسقدر غاصب سے واپس لے گا ۱۲ ۲ یعنے اسکا ارش
نہین معلوم ہی ۱۲ ۳ یعنے تہائی میت ۱۲ ۴ اور زیادہ ہو تو اُسکے اوپر زیادہ کے واسطے بھی حکم ہوگا ۱۲ ۵ یعنے اُنکو مباح ہوگی ۱۲

غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مولی کو واپس دینے کے بعد وہ ردت پر قتل کیا گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہو گی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب پر نصف قیمت واجب ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اُسنے مولی کو واپس دیا پھر دوبارہ غصب کیا پھر اُسنے غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولی پر اُسکی قیمت واجب ہو گی جو دونوں اصحاب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہو گی پھر غاصب سے اُسکی قیمت لیکر نصف قیمت اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے واپس لے گا اور وہ مولی کو مسلم رہے گی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رحمہ اللہ تعالی۔ اگر ایک شخص نے ایک مدبر غصب کیا اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولے کو واپس دیا پھر اُسنے مولے کے پاس دوسری جنایت کی تو مولے پر اُسکی قیمت دونوں فریق جنایت کے واسطے نصفا نصف واجب ہو گی پھر مولی اُسکی قیمت دونوں کو ادا کرنے کے بعد نصف قیمت غاصب سے لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر اُسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لیگا اور وہ مولی کو مسلم رہیگی اور اگر اُسنے پہلے مولے کے پاس جنایت کی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولے اُسکی قیمت ہر دو فریق وارثان جنایت کے درمیان نصفا نصف دیدیگا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لیکر ولی اول کو دیگا پھر بالاتفاق اُسکو غاصب سے واپس نہ لیگا یہ کافی میں ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو ایک شخص نے غصب کر لیا اور غاصب کے پاس اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا پھر اُسنے مولے کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص میں قتل کیا جائے گا اور مولے پر واجب ہو گا کہ جو جنایت خطا سے اُسنے مولے کے پاس کی تھی اُس کے عوض اُسکی قیمت مقتول کے وارث کو دے پھر غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا اور اگر دو وارثان عمد میں سے ایک نے خون معاف کیا تو ایک وارث عمد و وارث خطا کے درمیان اُسکی قیمت چار حصے ہو کر تقسیم ہو گی یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہو گی پھر جسقدر وارث عمد نے اُس سے لیا ہے اُسکو غاصب سے لیکر وارث خطا کو دیدے گا۔ اور اگر اُسنے پہلے غاصب کے پاس عمداً قتل کیا پھر غاصب نے مولی کو واپس دیا اور مولے کے پاس اُس نے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد ازانکہ ہر دو وارث عمد میں سے ایک وارث اُسکو خون معاف کر چکا ہے تو مولے پر ہر دو فریق کے مستحق وارثوں کے درمیان اُسکی قیمت اُسی حساب سے واجب ہو گی جیسے ہمنے بیان کی ہے پھر غاصب سے اُسقدر قیمت جو وارث عمد نے جسنے معاف نہیں کیا ہے وصول کی ہے مولے لیکر اُسی وارث کو جس نے معاف نہیں کیا ہے آدھی قیمت غلام پوری کر دیگا پھر جس قدر میں نصف قیمت پوری کر دی ہے اُسکے مثل غاصب سے دوبارہ واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا اور مولے نے اُسکی قیمت تاوان دیدی اور اُسکو غاصب سے لے لیا پھر اُسکو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اُس کے پاس بھی اُس نے کسی کو قتل کیا تو اُسکا وارث بھی اُسی قیمت میں جسکو پہلے نے وصول کیا ہے شریک ہو جائیگا پھر مولی دوسرے غاصب سے نصف قیمت لیکر ولی مقتول اول کو دیدے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو خطا سے

قتل کیا اور یہ مال تباہ کر دیا پھر اسکو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اسکی قیمت اس شخص کو جسکا مال تباہ کیا ہے دیدے اور مولے پر واجب ہوگا کہ بسبب جنایت کے اسکی قیمت وارث جنایت کو دیدے پھر اس سب کو غاصب سے واپس لیگا۔ اور اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اُس نے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر اُسنے مولی کو واپس کیا اور وہ مر گیا تو جسکا مال تلف کیا ہے اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکے حق کا محل فوت ہو گیا ہے اور محل حق کمائی ہوتی ہے یا رقبہ کی مالیت اور مولی کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولی اُسکو وصول کرلے تو قرضخواہوں کو دیدیگا پھر اُسکے مثل مولی دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور اگر وہ مولے کے پاس خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرضخواہوں کیواسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکو مولی وصول کرکے قرضخواہوں کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مدبر نے مولے کے پاس مال تلف کر دیا پھر اسکو غاصب نے غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے راہ میں کنواں کھودا پھر اُسنے مولے کو واپس کر دیا پھر اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت مولی کو تاوان دیدی اور اس قیمت کو قرضخواہوں نے لیا پھر کنوئیں میں ایک چوپایہ گر کر مر گیا تو اُسکا مالک صاحب قرض کے ساتھ جسنے قیمت وصول کی ہے قیمت میں حصہ رسد شریک ہو جائے گا پھر مولی اسکو غاصب سے واپس لیکر اسکو صاحب قرضہ کو دیدیگا پھر اگر دوسرا آدمی کنوئیں میں گر کر مر گیا تو مولی پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اُسکے مملوک کو یا ایسے شخص کو جسکا غاصب وارث ہو سکتا ہے قتل کیا تو خون ہدر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مدبر کے دو مولاؤں میں سے ایک نے اُسکو غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو واپس کر دیا پھر اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو وارث ہیں اُن میں سے ایک نے خون معاف کیا تو دونوں پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی جسمیں سے تین چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اُس وارث عمد کو جسنے خون معاف نہیں کیا ہے ملیگی پھر جس مولی نے غصب نہیں کیا ہے وہ غصب کرنیوالے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لیگا یعنی جسقدر اُسنے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا ہے لیگا پھر اسمیں سے وارث خطا کو آٹھواں حصہ غلام کی قیمت کا دیدیگا اور پھر مولاے غاصب سے اسکو واپس لیگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام میں مثل مدبر غلام مسلمان کے ہے اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اُسکے مولے پر ہوگی لیکن مولے کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائیگا حتی کہ اُسکا حکم مثل حکم مکاتب کے ہوگا اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر حربی مذکور نے اُسکو دار الاسلام میں مدبر کیا پھر وہ دار الحرب میں واپس گیا اور وہاں مسلمانوں نے ملک فتح کرکے اُسکو قید کیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور وہ فئے مسلمانان ہوگا اور مدبر نے جو جنایت اُسکے قید ہو جانے کے بعد کی ہے اُسکا وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ام ولد نے عمداً اپنے مولے کو قتل کیا پس اگر مولے کا اُس سے کوئی بچہ نہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی بسبب اسکے

ف مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک غاصب کی جگہ ولی کا لفظ صحیح ہے ۱۲ منہ ف۹۲ رائگان و مفت ہے یعنے قصاص و دیت کچھ واجب نہوگا ۱۲ ف سیعنے غلام یا مدبر ۱۲

کہ وہ آزاد ہو گئی ہے اور اگر مولے کی اُس سے اولاد ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کیواسطے سعایت کریگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مولے کو اسکے ام ولد نے عمداً قتل کیا اور وہ مولی سے حاملہ ہے اور اسکا کوئی بچہ نہیں ہے تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پس اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جنی تو تمام وارثون کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جنی تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اُسکے پیٹ میں صدمہ پہونچایا کہ وہ بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنیوالے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ میں سے میراث ملیگی اور وہ اپنے مولے کے قصاص میں قتل کیجائیگی پھر غرہ میں سے جو اُسکی میراث تھی وہ اُسکے مولے کے بیٹون کو میراث ملیگی اور وہ لوگ اسکی میراث سے محروم نہونگے اسواسطے کہ اُنھون نے اسکو حق پر قتل کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولے کو اور ایک اجنبی کو عمداً قتل کیا اور مولے سے اُسکے کوئی اولاد نہیں ہے پھر مولے کے دو وارثون میں سے ایک نے اور اجنبی کے دو وارثون میں سے ایک نے اُس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُسکی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کیواسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولے پر واجب نہوگی اور اگر دونون معاف کرنے والون نے آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی پھر امام اعظم رہ کے نزدیک یہ تین چوتھائی قیمت بطریق عول و مضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک بسبیل منازعت کے تقسیم ہوگی اور واضح ہو کہ بسبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تخریج اس طرح پر ہے کہ ہر دو ولی مولے میں سے ایک ولی کیواسطے جو نصف قیمت واجب ہے تسمین سے چوتھائی قیمت ہر دو ولی اجنبی میں سے ایک ولی کے تعلق کے حق سے فارغ ہے پس وہ ولی مولی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور چوتھائی قیمت جو نصف واجب سے زائد ہے وہ مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دیدیجائیگی اور باقی رہی ایک چوتھائی قیمت اسمین دونون منازعت یکسان ہین پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی پس ہر دو مستحق مین سے ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین آٹھوان حصہ ہوے۔ اور بطریق عول و مضاربت کے اسکی تخریج اسطرح ہے کہ نصف قیمت جو اول کے واسطے واجب ہوئی اسمین دو حق مجتمع ہوے ایک حق مولے اُسکے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُسکے نصف کے حساب سے پس اسمین ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائیگا پس اُسکے تین حصے ہو کر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ دوسرے کو ملے گا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہے اور یہ چھٹا حصہ اور چھٹے کا نصف ہے پس اُسکو پہلے حصہ کیطرف ملانے سے اُسکے واسطے دو تہائی قیمت[1] اور بارھوان حصہ قیمت ہو گیا۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولی کو قتل کیا اور مولی کا اُس سے کوئی بچہ ہے اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُسکے دو دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو ام ولد مذکورہ اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگی

ف[1] قال المترجم قیمت سے مراد وہ مقدار ہے جو واجب ہے یعنے تین چوتھائی میں سے دو تہائی اور بارھوان حصہ کل قیمت کا مراد ہے پس بیان میں ایک نوع اختلاف ہے کما لا یخفی اور مفصل یہ ہے کہ فرض کرو کہ (۱۲) کل قیمت ہے تو اسمین سے تین چوتھائی یعنی (۹) کل واجب ہے پس نصف قیمت (۶) میں دونون وارثان مستحق کی منازعت ہے اور بنا بر بیان کتاب کے اول کو دو تہائی اور دوم کو ایک دیا جائیگا کہ اول کے (۴) اور دوم کے (۲) ہوے مگر بنا بر بیان کتاب کے وہ چوتھائی قیمت کا بھی مستحق ہے یعنے (۳) کا پس اسقدر اُسکے حصہ میں ملا لیا گیا تو (۴) اور (۳) ملا کر (۷) ہوے پس یہ دو تہائی قیمت اور نصف سدس ہے یعنی واجب قیمت (۹) کی دو تہائی (۶) ہے اور باقی رہا ایک سو کل قیمت کا چھٹا حصہ (۲) ہے اُسکا نصف ایک ہے یعنی کل قیمت کا بارھوان حصہ ہے ہذا ما سنح للمترجم واللہ اعلم ۱۲ منہ ف تا حتی نہیں قتل کیا ہے ۱۲ ف یعنی کل قیمت کی چوتھائی یعنی نصف کی آدھی ۱۲ ف اور مجموعہ مین چوتھائی ہوے اور یہی واجب تھی ۱۲

جسمین سے دو تہائی وارثان مولی کو ملیگی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جس نے عفو نہین کیا ہے ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولی کو ملیگی اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنیسے پہلے وارثان مولی نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو وارثان اجنبی کو اسمین شرکت کرنے کا اختیار ہے اور ام ولد مذکورہ کے ذمہ کچھ نہوگا اسواسطے کہ جو کچھ اسپر واجب تھا اُسنے ادا کر دیا اور اسی طرح اگر بغیر حکم قاضی لے لی ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظم رح کے نزدیک اُنکو اختیار ہوگا اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے کے بعد اُنھون نے لے لی ہو تو صحیح یہ ہے کہ وارث اجنبی کو اختیار رہوگا چاہے وارثان مولے نے بحکم قاضی لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کر لی ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رحہما نے بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونون صورتون مین فرق کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر مدبر و مکاتب و ام ولد و غلام سب نے متفق ہو کر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہے پس مولاے غلام سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا چوتھائی دیت اسکا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونون مین سے کم مقدار کیواسطے سعی کریگا اور مولاے مدبر و ام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے -

فصل سوم - مکاتب کی جنایت و جنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین - مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہے تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُسکے مولے پر نہوگا یہ بالاجماع ہے ہمارے علما مین سے کسی مین خلاف نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اسپر واجب ہے کہ اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت مین سے جو کم مقدار ہو ادا کرے یہ شرح مبسوط مین ہے - اگر مکاتب نے جسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہے کسی شخص کو قتل کیا تو دس درم کم دس ہزار درم کیواسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کے روز جنایت کی قیمت مین اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ حاوی مین ہے اسیطرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوڑی گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوڑی جانیکے بعد مین نے جنایت کی ہے اور دوسرا کہتا ہو کہ اُسکے قبل تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے - مکاتب کے نفس جنایت کرنیسے امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی واجب ہوتا ہے کہ وہ دیدیا جاوے اور اس وجوب کی تحویل مال کی جانب تین باتون مین سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہے یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہو گئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفاے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اسکے دیے جانے سے یاس ہو جاوے پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور پھر عاجز ہو کر پھر رقیق ہو گیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز کیا گیا تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے - اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی مال پر صلح کرنے کے وہ عاجز ہوا تو امام اعظم رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور خود دیا نہ جائے گا

ؔ یاس بمعنی نا امیدی ۱۲ ؔ یعنی جسقدر مال اُسکے ذمہ بدل کتابت قرار پایا تھا اُسکے ادا کرنیسے عاجز ہو کر مملوک ہو گیا ۱۲ ؔ چاہیں مولی کے وارثون کے ساتھ شریک ہو جاوین یا ام ولد سے وصول کر لیں پھر ام ولد اُنکا حصہ جو اُسنے ادا کر دیا ہے وارثان مولے سے واپس کریگی ۱۲

یہ محیط میں ہے اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائیگا اور اسکی گردن کے سے ساقط ہو جائیگا اور قبل ایسے حکم کے اُسکی گردن پر ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے چند جنایتیں کین پھر اُسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اسکی قیمت وارش جنایت سے کم مقدار اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی۔ اور اگر اُسپر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُسنے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسنے کیا ہے وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُسکے اس مال میں شریک نہون گے اور اگر اسپر جنایت کی ڈگری نہوئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا پھر مولے نے اسکو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنیوالا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُسنے اُسکے رقبہ کو تلف کیا اسواسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کچھ ڈگری نہ کی گئی یہانتک کہ وہ عاجز ہو گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور مولی نے اسکو جنایت میں دیدیا تو قرضخواہ اسکو قرضہ میں فروخت کرا سکتا ہے اور اگر مولے نے اُسکا فدیہ دیدیا تو قرضہ میں فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اسپر اسکی قیمت وارش جنایت میں سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اسپر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اسی قدر واجب ہوگا جسقدر پہلے کیواسطے واجب ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہوا اُسکا یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاضی نے اسپر جنایت اول کے واسطے حکم نہ دیا ہو یہانتک کہ اُسنے دوسری جنایت کی تو اسپر واجب ہوگا کہ دونون کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونون میں مشترک ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ہر جنایت میں مکاتب کے روز جنایت کی قیمت کیطرف لحاظ کیا جائیگا اور بعد جنایت کے اگر اسکی قیمت زیادہ ہو جاوے تو اُسکا لحاظ و اعتبار نہوگا اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور راہ میں ایک کنوان کھودا اور راہ میں کوئی پرنالہ جائز پیدا کر دیا پھر کنوین میں ایک آدمی گر کر مر گیا پھر قاضی نے اسپر کنوین میں گرنے والے اور مقتول کیواسطے اسکی قیمت کی ڈگری کی اور دونون کیواسطے اُسنے سعایت کی پھر جو اُسنے راہ میں پیدا کر دیا ہے اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ بھی پہلے والون کے ساتھ اس قیمت میں شریک ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کنوین میں دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسنے دوسرا کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو قاضی اسپر دوسری قیمت کی ڈگری کریگا اور اگر پہلے کنوین میں کوئی گھوڑا گر کر مر گیا تو اسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی وہ اُسکے ذمہ قرضہ رہیگی کہ اُسکے واسطے وہ سعایت کریگا چاہے جسقدر ہو اور صاحب جنایات اُسکے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُسپر کچھ حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ مکاتب پر حکم کریگا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایکہزار درم جو قیمت میں بڑھ گئے ہیں خاصۃً مقتول ثانی کے وارث

عہ یعنے مشقت کرکے اس قدر مال جو اسپر واجب تھا حاصل کر دیا ۱۲ عہ یعنے مکاتب اسمین دیا جائیگا ۱۲

عہ یعنے دونون کے وارثون کے واسطے ۱۲

کے ہونگے اور ایک ہزار درم جنایت اولی کے وقت کی قیمت مین اول و ثانی دونون کے ولی بقدر اپنے اپنے حق کے شریک ہونگے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہوگا اسواسطے کہ ایک ہزار درم اُسکو مل چکے ہین اور ولی اول کا حق پورا دس ہزار درم کا ہوگا پس ہزار درم کے انیس حصے کیے جاوینگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملین گے پس سعایت سے جو کچھ حاصل ہوگا نصف خاصتہ دوسرے کا ہوگا اور باقی ایک نصف مین انیس حصے ہوکر اول و دوم بقدر اپنے اپنے حق کے لے لینگے یہ محیط مین ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہوگیا پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسپر دو ہزار درم کی ڈگری ہوگی جنمین سے ایک ہزار درم خاصتہ اول کے ہونگے اور باقی ہزار درم دونون مین لینے اپنے حق کے موافق مشترک ہونگے اور اول کا حق بحساب نو ہزار درم کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہوگا پس ہزار درم دونون مین انیس حصے ہوکر تقسیم ہون گے جسمین سے دس حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسپر ایک جنایت کے مقدمہ مین حکم دیا گیا پھر اُسنے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جسکے نام ڈگری ہوئی ہے اُسکے واسطے نصف قیمت جسکی ڈگری ہوئی ہے ہوگی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری ہوگی وہ خاصتہ اسکی ہوگی پھر جسکے نام کچھ ڈگری نہین ہوئی ہے اُسکے نام نصف قیمت کی ڈگری اس طرح ہوگی کہ وہ اُسکے اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہو کہ جسمین سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملے گی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے دو آدمیون کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا غائب ہے پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہوکر رقیق کر دیا گیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو مذکور ہے کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دیدے گا پھر یہ نصف بعوض اُس نصف قیمت کے جسکی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائیگا اور دوسرا آدھا قتیل ثالث اور ثانی کے وارثون کے درمیان بقدر اُن دونون کے حقوق کے تقسیم ہوگا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار کے ہے اور تیسرے کا بحساب پانچہزار کے ہے۔ پس دوسرا نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے کے وارث کو اور ایک تہائی تیسرے کے وارث کو ملیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دیگا اور غلام مذکور دوم و سوم کے حق سے پاک ہو جائیگا اور اول کیواسطے غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہیگی پس مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکا قرضہ ادا کردے یا غلام تیری طرف سے فروخت کیا جائیگا پھر جب مولے نے قرضہ ادا نہ کیا حتے کہ بیع کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ پورا غلام اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا نہ آدھا بخلاف اسکے اگر دوسرے کیواسطے نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولی نے باقی دونون کو فدیہ دیدیا کہ اس صورت مین اگر مولی نے قرضہ غلام ادا نہ کیا حتے کہ قرضہ کے عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو نصف غلام فروخت کیا جائیگا پورا نہین فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین

پس اگر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کر دی اور دوسرے کیواسطے کچھ حکم نہ کیا پھر اُسنے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے آکر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہے تو اُسکے واسطے تین چوتھائی قیمت کی ڈگری کریگا پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور درمیانی شخص آیا تو مولی اُسکو چوتھائی غلام دیدیگا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مر گیا پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو کر مرا ہے اور سو درم چھوڑے ہیں حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہو گی اور سو درم جو اُسنے چھوڑے ہیں وہ مولی کو ملینگے اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مرا ہے تو جسقدر اُسنے چھوڑا ہے اُسمیں سے جنایت کا حق ادا کیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد یا اس سے پہلے وہ اسقدر مال چھوڑ مرا جس سے[1] کتابت ادا ہو جاوے تو جنایت باطل ہو گی بلکہ پہلے اس مال سے جنایت پھر کتابت ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملیگا۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے اور قرضہ نہو اور اگر سوائے جنایت کے اُسپر اور قرضہ ہو اور اُسنے اسقدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرض و جنایت و کتابت ادا ہو سکتی ہے پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے بعد مرا ہے تو ولی جنایت قرضخواہوں کی راہ پر انکا شریک ہوگا اور قرضے جنایت پر مقدم نہونگے پس پہلے سب قرضے مع جنایت ادا کیے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہوگا اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم نہ کیا ہو یہانتک کہ وہ مر گیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہونگے اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب مکاتب نے اسقدر چھوڑا ہو کہ جس سے قرضے و جنایت و کتابت سب ادا ہو سکتے ہیں اور اگر کتابت ادا نہو سکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہو سکتی ہے پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم دیدیا ہو تو جنایت باطل نہوگی اور اُسکی کمائی سے قرضے و جنایت سب ادا کیے جاوینگے اور اگر قاضی نے اُسپر قبل موت کے جنایت کا حکم نہ دیا ہو تو باطل ہو جائیگی اور اُسکی کمائی سے قرضہ ادا کیے جاوینگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُسنے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت میں اُسکی باندی سے پیدا ہوئی ہے اور اُسپر قرضہ ہے اور جنایت ہے خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دیدیا ہے یا نہیں دیا ہے تو اُسکا فرزند قرضہ و جنایت و کتابت سب کے واسطے سعایت کریگا اور انمیں سے کسی کو اولاً ادا کرنے کی بابت اُسپر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے بعد اُسکا فرزند عاجز ہو گیا اور رقیق کر دیا گیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن قرضخواہوں و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اگر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو گیا تو جنایت باطل ہو جائیگی پھر قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر مکاتب کی موت کے وقت اُسکی ام ولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ نہو اور اُسپر جنایت کا حکم ہو گیا ہے یا نہیں ہوا ہے تو ماں و بچہ دونوں پر مکاتب کی قیمت و ارش جنایت مع بدل کتابت میں سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر دونوں پر اسکا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو حتے کہ انمیں سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنیوالے پر وارث مقتول کیواسطے اُسکی قیمت کا حکم ہوگا سوائے اُس مال کے جو دونوں پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہے پھر اسکے بعد اگر دونوں عاجز ہو گئے تو ہر ایک اپنی جنایت کیواسطے خاصۃً فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن میں سے اُسکی جنایت کے ولی کو دیکر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اسکے

[1] یعنی اسقدر مال ادا کرنے سے جو اُسپر واجب الادا تھا ۱۲

بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجز ہو گئی اور ہنوز اُسپر جنایت کا حکم نہین کیا گیا ہی تو وہ اکیلی دیدی جائیگی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کیجائیگی پس اگر اُسکے ثمن مین جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکاتبہ مر گئی اور اُسنے سو درم اور ایک بیٹا جسکو وہ حالت کتابت مین جنی ہی چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہی اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا ہی خواہ جنایت کا حکم اُسپر ہو چکا ہی یا نہین ہوا ہی تو اُسکے بیٹے پر حکم دیا جائیگا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سو درم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہونگے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور پھر اسکا مع اُسکے جو اُسپر اُسکی ماں کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہی حکم کیا گیا تو پھر واجب ہوگا کہ اِس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز[1] ہو گیا تو خاصۃً اپنے قرضہ و جنایت کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُسکے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُسکی ماں کے قرضہ و جنایت مین حصہ رسد دیا جائے گا اور اگر اُسپر اُسکے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہو گیا تو اُس کا مولے اِس جنایت کے عوض اُسکو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیدے گا اور اگر اُسکو دیدیا تو فقط اُس کے قرضخواہ پیچھا کر کے اُسکو فروخت کرادین گے اور اُسکی ماں کے قرضخواہ و اہل جنایت اُسکا پیچھا نہین کر سکتے ہین پھر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی ماں کے قرضخواہ و اہل جنایت کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہو گی اور اگر مولے نے اُس کے فدیہ دیدیا تو وہ جنایت سے پاک ہو گیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی ماں کے قرضہ و جنایت مین دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک مکاتب نے تین آدمیون کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُسکو اپنا حصہ ہبہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولی کو دیا جائیگا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولے دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو معاف کر دیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لیے سعایت کرے گا یہ مبسوط مین ہی۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہی پھر ایک نے اُسکو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کر دیا پھر اُسنے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور شریک اُسکے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُس نے کتابت ادا نکی ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کر دیا پھر اُسنے جنایت کی پھر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مکاتب پر اُسکی نصف قیمت و نصف ارش مین سے کم مقدار کا حکم دیا جائیگا اور جس شریک نے اُسکو مکاتب نہین کیا ہی وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُس نے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہی نصف لے لیگا پھر مکاتب کرنے والا اسقدر مکاتب سے واپس لیگا پھر جس نے مکاتب نہین کیا ہی اُسکو اختیار ہی آزاد کر دے اور چاہے غلام سے سعایت کرا دے اور چاہے شریک[2] سے ضمان لے اور ان صورتون مین سے جو اُسنے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے

---

[1] یعنی ادائے بدل کتابت سے ۱۲ [2] بشرطیکہ وہ خوشحال ہو ۱۲

کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اسصورت مین شریک مکاتب کنندہ پر ضمان نہین ہوسکتی ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہے۔ اور اگر مکاتب سے قبل اُسکے آزاد ہوجانیکے جنایت کی خصومت کی گئی اور اُسپر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جسقدر مال کی اُسپر ڈگری ہوئی ہے اُسکے واسطے اُسکا نصف فروخت کیا جائیگا اور وہ نصف اُسکا حصہ ہے جسنے مکاتب کیا ہے اور جسنے مکاتب نہین کیا ہے اُس سے کہا جائیگا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت مین دیدے یا نصف ارش اُسکا فدیہ دے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر ہر دو شریک مین سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خریدا پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہوگیا تو مکاتب خرید کرنے والے کو اور جسنے مکاتب نہین کیا ہے دونون کو اختیار دیا جائیگا چاہین اُسکو دیدین اور چاہین اُسکے فدیہ مین دیت دین اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہو یا اُسکی باندی سے اُسکے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور پر واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہین کیا ہے اُسپر جبتک آزاد نہ کرے یا سعایت کراکے وصول نہ کرلے تب تک کچھ واجب نہوگا ہان بعد اُسکے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے کم مقدار کی ضمان دے۔ اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کر کے آزاد ہوگیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اسکے واسطے جسنے مکاتب نہین کیا ہے سعایت کریگا اور مکاتب کرنے والے پر اسکی ضمان نہوگی بخلاف مان کے کہ مکاتب کرنے والا اُسکی نصف قیمت کا جس نے مکاتب نہین کیا ہے اسکے واسطے ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے مان پر یا مان نے اُسپر جنایت کی یعنی قتل کیا تو ہر ایک پر دونون مین سے مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دو شخصون کے درمیان ایک باندی مشترک ہو اُسمین سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر اُسمین ایسی کوئی بات پیدا ہوگئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہے یا کسی عیب سے اُسمین نقصان ہوکر پھر زیادتی ہوگئی پھر وہ آزاد ہوگئی پھر شریک نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہے اُسکی اس روز کی نصف قیمت تاوان لے گا اور شریک نے کور کو جسنے مکاتب نہین کیا ہے یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کراوے اور اگر ایک نے اُس باندی مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر بچہ نے اپنی مان پر یا مان نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہے پھر دونون مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوگئے اور دونون مولی خوشحال[۱] ہین تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہے اُسکو اختیار ہوگا کہ جس نے مان کو مکاتب کیا ہے اُس سے مان کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کراوے اور چاہے اُسکو آزاد کر دے اور جسنے مان کو مکاتب کیا ہے اُسکو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے کا کچھ استحقاق

[۱] یعنے مفلس و مسکین نہین ہین بلکہ دونون مالدار و تونگر ہون ۱۲

نہیں ہی یہ مبسوط میں ہی۔ زید و عمرو میں ایک غلام مشترک ہو اُسنے دونوں میں سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی مثلاً زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے اُسمیں سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مرگیا تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کریگا اور عمرو جسنے مکاتب نہیں کیا ہی وہ غلام کی نصف قیمت وارثان مقتول یعنے زید کو تاوان دیگا لیکن اگر غلام مذکور بمال کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا ہو تو عمرو پر یہ نصف قیمت اُسوقت تک دینی واجب نہوگی جبتک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے غلام کی سعایت سے حاصل نکرے یہ محیط سرخسی میں ہی۔ اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو اور اُسنے دونوں میں سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ ہی پھر غلام نے اُسپر جنایت کی پھر جسنے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہی اُسنے یہ حصہ خرید لیا پھر جنایت کی ہی اُسنے اپنا آدھا حصہ مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کرکے آزاد ہو گیا پھر مکاتب کرنیوالا مولی اُنکی سب جنایتوں سے مرگیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہوگی اور جسنے مکاتب نہیں کیا ہی اُسپر اپنے شریک کی دیت کا چھٹا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے حصہ قیمت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت میں سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی۔ یہ مبسوط میں ہی۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک ہی اُسنے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونیکے باوجود اُسکو مکاتب کر دیا پھر غلام نے اُسپر دوبارہ جنایت کی پھر زید نے اُسکو مکاتب کیا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتوں سے مرگیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلام کے دو حصے ہیں اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقۃً تین جنایتوں سے اور حکماً دو جنایتوں سے تلف کیا پس عمرو کے حصے نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہدر[1] ہی اور دو جنایتوں سے بعد کتابت کے تلف کیا اور دونوں کا جرمانہ ایک ہی یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہے اور رہا زید کا نصف حصہ کہ اُسنے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتوں سے تلف کیا اور اُنکا حکم یہ ہی کہ اُنکا جرمانہ مولی پر واجب ہی پس زید کے ذمہ غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں کم مقدار واجب ہوگی اور بعد کتابت کے جو اُسنے ایک جنایت کی ہی وہ مثل اول کے مکاتب کی گردن پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر جنایت کی پھر زید یا عمرو میں سے کسی نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی پھر اُسنے اجنبی پر جنایت کی پھر دوسرے شریک نے اُسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہی پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور وہ ان سب جنایتوں سے مرگیا پس شریک اول کے نصف حصہ میں نصف اجنبی کو تین جنایتوں سے تلف کیا اور یہ تین جنایتیں حکماً دو جنایتیں ہیں پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول بسبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت کا اختیار (جان بوجھکر ۱۲) کرنے والا ہو گیا اور باقی جنایت کی جزا مکاتب کی گردن پر ہی یعنے چوتھائی دیت اور نصف قیمت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتیں کیں کہ جنکا حکم ایک ہی یعنی ایک

[1] یعنے اُسکا معاوضہ کچھ نہیں ہی نہ قصاص اور نہ دیت ۱۲

جنایات کے حکم مین ہین پس حکم یہ ہی کہ اُنکا جرمانہ مولے پر واجب ہے کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہی کہ اُسکے جرمانہ مین اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا - اور اگر ہر دو مولی کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف ہوئے ہون تو دونون اُسکی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کے ضامن ہونگے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہی - ایک شخص نے اپنی نصف باندی کو مکاتب کیا پھر اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچہ نے کوئی جنایت کی تو وہ اپنی نصف جنایت کیواسطے سعایت کریگا اور نصف جنایت باقی مولی کے ذمہ ہوگی اسواسطے کہ اسکا دینا بدینوجہ متعذر ہی کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہوگیا ہی پس اُسپر نصف قیمت واجب ہوگی پھر اگر مولی نے ماں کو بعد بچہ کی جنایت کرنے کے آزاد کردیا تو آدھا بچہ آزاد ہو جائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولی کیلیے سعایت کریگا اور نصف جنایت اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولی نے بچہ کو آزاد کردیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہی لیکن اس صورت مین بچہ پر سعایت لازم ہوگی اور اگر دونون مین سے کوئی آزاد نکیا گیا اور نہ دونون نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہر ایک پر اجنبی جنایت کیوجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونون سے کم مقدار واجب ہوگی باعتبار اسکہ کتابت نصف مین ہی اور نصف اسکا مولی پر ہوگا بدینوجہ کہ نصف حصہ اُسکی ملک ہے اور اُسنے کتابت سابقہ سے اُسکو تلف کردیا ہی اور نیز اُسکا نصف مولی کیواسطے جنایت کرنیوالے پر ہوگا اسواسطے کہ جسپر اُسنے جنایت کی ہی تحقیق سے آدھا مولی کی ملک ہے وہ مکاتب نہین ہی پس بعض بعض کا قصاص ہو جائیگا اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اسکے کہ اُسپر اس جنایت کی بابت حکم دیا جاوے وہ مرگئی اور کوئی چیز نہ چھوڑی تو اُسکا بچہ بمنزلہ اُسکے ہوگا اور نصف جنایت اور مکاتبت کیواسطے سعایت کریگا اور مولی پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اُسپر جنایت کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو پھر اگر اسکے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہوگیا حالانکہ اُسپر ماں کی جنایت کی ڈگری ہوچکی ہی تو جسقدر ماں کی جنایت کی بابت اُسپر ڈگری ہوچکی ہی وہ اُسکے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جنایت کے بدلے مین اُسکو دیدے پس مولی کو اختیار ہوگا چاہے اُسکی جنایت مین اُسی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر فدیہ دیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکی ماں کے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ مین اُسکا نصف فروخت نکیا جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہی - اور اگر مکاتب نے کسی جنایت کے عمداً یا خطائً اُس سے صادر ہونیکا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطا سے جنایت صادر ہوئی اور اُسپر اُس جنایت کی ڈگری ہوگئی پھر وہ عاجز ہوگیا تو یہ جنایت امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہوگی اسی بنا پر کہ اگر مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہی اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہوگا خواہ اُسپر اس جنایت کا مال قرضہ ہوگیا ہو یا نہوا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائیگا جب کہ ڈگری ہونیسے اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا ہو اور اگر وہ آزاد کردیا جاوے تو ماخوذ ہوگا خواہ اُسپر اس مال جنایت کی ڈگری ہوگئی ہو یا نہوئی ہو یہ محیط مین ہی - اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کرکے آزاد ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ ہوجائیگا یہ حاوی مین ہی - اور اگر مکاتب نے کسی کو عمداً قتل کیا

ع یعنے جنایت مین دیدینا ۱۲ ع یعنے محل نہین رکھا ہی - ع ادائے کتابت سے ۱۲

پھر اپنے نفس سے کسیقدر مال پر صلح کرلی تو یہ جائز ہے اور مال پھر لازم ہوگا جبتک کہ عاجز نہو جاوے اور اگر ادائے مال سے پہلے عاجز ہو گیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ مال اُسکے ذمہ سے باطل ہو جائیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک لازم رہیگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مکاتبہ نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اسکے ذمہ لازم ہوگا خواہ بچہ آزاد ہو جاوے یا عاجز[۵۱] ہو جاوے اور اگر وہ بچہ مر گیا اور ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ مرا تو اُسکے مال میں قیمت اور ارش دونوں میں سے کم مقدار کی ڈگری کیجائیگی اور اگر بچہ نے اپنی ماں پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہوگا پھر اگر ماں مر گئی تو اُسکے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور کتابت لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد عاجز ہو گیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے مقر لہ کو ادا کر دیا پھر عاجز ہو گیا تو مقر لہ سے وہ مال واپس نہ لیا جائیگا اور اگر ماں نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطا سے قتل ہوا اور اُسکی قیمت لیگئی تو قیمت میں سے وہ مقدار کہ جسکا ماں نے اقرار کیا ہے لیجائیگی اسیطرح اگر ماں نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ میں مال ہے اور اُسپر قرضہ نہیں ہے تو ماں کا اقرار اُسکے بیٹے کے مال میں سے جائز نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکاتب کے بیٹے نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسمیں اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ خطا سے مولی کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولی پر جنایت کرنا بمنزلہ جنایت اجنبی کے ہے اور عمداً قتل کرنے میں اگر مولی نے کیا ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے عمداً مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مولی نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولی کے مملوک یا مال پر جنایت[۵۳] کی تو دونوں میں سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے۔ اور جو شخص مکاتب کی کتابت پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم میں بمنزلہ مکاتب کے ہے کہ اسیطرح اُسپر سعایت لازم آویگی اسیطرح اُسکی ام ولد جو اُس سے جنی[۵۲] ہے اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہے لیکن اگر مکاتب نے اُسکا فدیہ دینا چاہا حالانکہ فدیہ بہ نسبت اُسکی قیمت کے حد سے زائد ہے یا مکاتب نے اُسکو دینا چاہا حالانکہ اُسکی قیمت بہ نسبت ارش جنایت کے حد سے زائد ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مکاتب مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور اُسنے ایک غلام ماذون التجارۃ چھوڑا اور اُسپر بھی دوسرا قرضہ ہے تو یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اسکے ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائیگا اور اگر اس غلام پر قرضہ نہو مگر اُس نے کوئی جنایت کی ہو جسکا جرمانہ واجب ہو اور مکاتب کا سوائے اسکے کچھ مال نہو تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے مولے اور اُسکے تمام قرضخواہ اُسکو خوشی سے وارث جنایت کو دیدیں پھر اُنمیں قرضخواہوں کا کچھ استحقاق نرہیگا جبکہ اُنکی رضامندی سے اُسکو دیدیا ہے اور اگر یہ لوگ چاہیں اُسکا فدیہ دیدیں یعنی وارث مقتول کو دیت دیدیں تو پھر وہ غلام اُنکے قرضہ میں فروخت

۵۱ یعنے حالت مکاتبت سے بوجہ عاجزی کے پھر غلامی میں آجاوے ۱۲ ۵۲ یعنے اولاد ہوئی ہے ۱۲ ۵۳ خواہ قتل کیا کہ دیت ہے یا اس سے کم جرم کہ ارش ہے ۱۲ منہ

کیا جائیگا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولی کو اختیار دیا جائیگا چاہے اس غلام کو دیدے پھر جو قرضہ اسپر ہے وہ اسکے پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرضخواہ اسکو فروخت کراکر اپنا قرضہ لے لیگا اور قرضخواہان مکاتب کو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اسکا فدیہ دیدے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ میں دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے ایک غلام نے ایک آزاد کو شجہ[1] موضحہ سے زخمی کیا پھر اسکے مولی نے اسکو مدبر کر دیا پھر غلام مذکور نے دوسرے موضحہ زخم سے زخمی کیا پھر مولی نے اسکو مکاتب کر دیا پھر اسکو شجہ سے زخمی کیا پھر وہ اداکر کے آزاد ہو گیا پھر اسنے اس زخمی کو اور شجہ سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجہ سے اسکو زخمی کیا پس وہ زخمی مرگیا اور مولی ان سب جنایتوں سے واقف تھا تو اجنبی کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتوں سے تلف کیا ہے اور ان جنایتوں کے احکام مختلف ہیں اور جنایات میں اختلاف احکام کا ہے پس اول جنایت کا حکم یہ ہے کہ مولی اسکو دیدے یا فدیہ دے اور دوم کا حکم یہ ہے کہ مولی پر قیمت واجب ہے اور سوم کا حکم یہ ہے کہ مکاتب پر قیمت واجب ہے اور چہارم کا حکم یہ ہے کہ مددگار برادری پر[2] قیمت واجب ہے پس اس نصف کے چار حصے ہوئے پس کل کے آٹھ حصے ہوئے جنمیں سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا پس غلام کے چار حصوں میں سے اول کی بابت بسبب اسکے کہ مولی نے جنایت سے واقف ہو کر اسکو مدبر کیا ہے مولی دیت کا اختیار کرنیوالا ہو گیا پس دیت کا آٹھواں حصہ مولی پر لازم آیا اور حصہ دوم میں چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہو گیا ہے اسواسطے مولی کے حق میں یہ ثابت نہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنیوالا ہو گیا ہے پس مولی پر قیمت غلام کا آٹھواں حصہ واجب ہوا لیکن اگر دیت کا آٹھواں حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب سے صادر ہوئی ہے اسواسطے اسی پر اسکی قیمت اور آٹھواں حصہ دیت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم اس وقت واقع ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہو گیا ہے پس دیت اسکی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور مدبر نکیا گیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جنایتوں سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصے ہوئے پس کل کے چھ حصے ہوئے جنمیں سے تین حصہ اجنبی کے فعل سے تلف ہوئے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوئے پس اول حصے کی بابت مولی پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اسکی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی میں ہے

چودھواں باب۔ ممالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان میں۔

اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اسپر اسکی قیمت واجب ہوگی پس اگر اسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دینا واجب ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو اور اسکی قیمت بہ نسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچسو درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ

[1] یعنے وہ زخم سر جس سے ہڈی کھل گئی ۱۲ [2] یعنی مکاتب کی مددگار برادری پر ۱۲

دس درم کم پانچہزار درم واجب ہونگے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر بیس ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مر گیا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو جاوے یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام ماذون نے کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دیگا پھر اگر وہ ماذون قرضدار ہو تو مولی یہ قیمت اُس کے قرضخواہوں کو دیدیگا یہ کافی میں ہے۔ نوادر بن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام پر بدون مولی کی اجازت کے ایک گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسیطرح دو گونیں لادیں پھر وہ غلام اس سب بار گران سے مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک گون والے پر تہائی قیمت اور دو گون والے پر دو تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور مملوک پر سوائے خطا کے سوائے قتل نفس کے جو جنایت کی ہے اُسکی ضامن مددگار برادری نہیں ہوتی ہے اگرچہ جنایت کرنے والا مرد آزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک پہونچ جاوے تو مددگار برادری تین سال میں دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اطراف غلام پر جو جنایت ہو اُسکی نسبت امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو میں دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے جس عضو میں نصف دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار میں سے دس درم یا پانچ درم کم کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک غلام صحیح سالم کی قیمت اندازہ کیجاوے اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہ واجب ہوگا اور یہی امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہو جاوے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال مقصود ہوتا ہے جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظم رح کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہے اور دوسرے قول کے موافق یہ ہوگا بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور غلام کے ہاتھ کیواسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچدرم کم پانچہزار سے زائد نہ کیجاویگی کذا فی الہدایۃ قال المترجم اور ایک مقام پر ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اسواسطے کفایہ میں فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح حکم کے موافق اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو اور یہی نہایہ و کافی میں ہے۔ اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق میں کوئی ارش مقرر نہیں ہے اُس میں غلام میں نقصان قیمت واجب ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر مملوک کی پلکیں کسی آدمی نے نوچ ڈالیں تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکوں و بھوؤں اور کانوں کیواسطے بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور یہی میرا قول ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ داڑھی کے حق میں امام ابو حنیفہ رح کا کوئی قول مجھے یاد نہیں ہے لیکن سر کے بالوں کا یاد ہے کہ اُسکو مولی کو اختیار ہے چاہے غلام کو دیدے اور مجرم سے اُسکی قیمت لے اور چاہے نہ دے اور مجرم سے نقصان قیمت لے اور اصل میں لکھا ہے کہ غلام کے بالوں و داڑھی کے حق میں حکومت عدل واجب ہے اور شاید یہ امام اعظم رح کا دوسرا قول ہے جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہے اور حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ غلام کے کان و

۱ جسکو اسکے آقا نے تجارت وغیرہ تصرفات کی اجازت دی ہو ۱۲ ۲ یعنے شخص عادل جسقدر تجویز کرے اُسیقدر واجب ہوگا ۱۲ ۳ ہاتھ پاؤں وغیرہ ۱۲ ۴ بنابر دو روایت کے ۱۲

ناک و داڑھی کی بابت اگر وہ نہ جمے تو نقصان قیمت ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ نے کہا ہے بنا بر ذکر شیخ ابو الحسن قدوری رحمہ کے اور مختلفات میں امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ سے ان صورتوں میں نقصان قیمت کا حکم مذکور ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ کا ہے اور مجرد میں لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے غلام کے گھونگھر والے بال مونڈ ڈالے اور بجائے اُنکے سپید بال جمے تو بھی نقصان لازم ہوگا اور اس صورت میں نقصان پہچاننے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ غلام گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے اور غلام بے گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے بلکہ یہ طریقہ ہے کہ غلام کی مع سیاہ بالوں کے اندازہ کیجاوے اور غلام کو مع سپید بالوں کے اندازہ کیا جاوے پس جو فرق ہو اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو مولی کو اختیار ہے چاہے مجرم کو دیکر اُسکی قیمت لے اور چاہے رکھ لے اور اُسکو کچھ نقصان نہ ملیگا یہ امام اعظم رحمہ کا قول ہے اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے اور چاہے غلام دیکر پوری قیمت لے یہ ہدایہ میں ہے امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مرگیا مگر اُس آنکھ کے سبب سے نہیں مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب ہوگا اور اگر نہیں مرا بلکہ اُسکو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آویگا اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور عمرو نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر ہر دو آنکھ پھوٹے ہوئے کی قیمت آدھی واجب ہوگی اور امام ابو یوسف نے روایت کی یہ بنا بر قول امام اعظم رحمہ کے استحسان[1] ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوی اہل سمرقند میں ہے کہ دو آدمیوں نے ساتھ ہی ایک غلام کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں کاٹا تو دونوں میں سے ہر ایک پر اُسکی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت میں ہے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے گا پس ایسا غلام جس قیمت میں خریدا جاوے اُسکا نصف واجب ہوگا اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ میں حجت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کیطرف تیر مارا اور ہنوز تیر نہ پہونچا تھا کہ اُسکو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جسکی طرف تیر لگایا گیا ہے اور ہنوز نہیں پہونچا ہے کیا قیمت ہے پس جو قیمت اندازہ کیجاوے وہی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ کٹا ہوا ہے پس زید نے اُسطرف کا پاؤں جسطرف کا ہاتھ کٹا ہوا ہے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت میں زید کے فعل سے جو نقصان آیا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور علیٰ ہذا اگر بائع نے غلام مبیع[2] کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہو اور اُسنے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان کا اعتبار کیا جائیگا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتی کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط ہوگا اسیطرح اگر بجائے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑنا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا اور ایک آدمی نے اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت میں جو نقصان آگیا ہے وہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے منتقی میں امام ابو حنیفہ رحمہ سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُسکا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ ان دونوں زخموں سے مرگیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جسقدر باقی رہی یعنی پوری قیمت میں سے

[1] گویا اول میں قول امام رحمہ استحسان ہے ۱۲ [2] فروخت شدہ و بیچا ۱۲

جو کچھ باقی رہگیا وہ دونون پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے ایک غلام کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت ہزار درم ہے پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا ہنوا تھا کہ اسکی قیمت ہزار درم ہوگئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو نے دوسری جانب کا اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمرو پانسو پچاس درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا دو ہزار درم کا ہوگیا تو زید پر چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایکہزار پانچ سو درم واجب ہون گے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ نوادر بن رشید مین ہے کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہوا پھر زید و عمرو نے اختلاف کیا زید نے کہا کہ جس روز مین نے اسکا ہاتھ کاٹا ہے اُسدن اُسکی قیمت ہزار درم تھی پس مجھپر پانچسو درم واجب ہین اور عمرو نے کہا کہ دو ہزار درم تھی اور جسدن جھگڑا ہوا ہے اُسدن غلام کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر ہاتھ درست ہوتا تو دو ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا نہ دیا ہو حتے کہ اُسکا ہاتھ پھوٹ نکلا اور وہ زخم مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہے اور تلف نفس مین دونون مین سے کسی کے قول کی تصدیق نہوگی پس جس روز جان تلف ہوئی ہے اُسکی اُسدن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا پس مددگار برادری پر ایکہزار پانچسو درم واجب ہونگے جنمین سے پانچسو درم ہاتھ کا ارش ہے یہ محیط مین ہے۔ اور غلام کے زخم موضحہ مین اُسکی قیمت کے دسوین حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے زخم موضحہ کے ارش سے یہ مال زائد ہوتا ہو تو زیادہ نہ دیا جائیگا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کر دیا جائیگا یہ مضمرات مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اس کے غلام کو شجہ سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُسکو فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا یا عمرو نے اُسکو ایک شخص کو ہبہ کر دیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُسکی پوری قیمت زید سے لیگا۔ نوادر بشر رح مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر باندی کا ہاتھ خطا سے کاٹا گیا اور مولے نے اُسکو فروخت کر دیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہے یا مشتری کو خیار ہے پھر بسبب خیار کے بیع توڑ دیگئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کرونگا یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے اپنے دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے پھر دونون زخم شجہ[۱] سے زخمی کیے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلان غلام کا عتق میری مراد ہے تو دونون کا ارش مولے کو ملیگا اور شجہ کے حق مین دونون مملوک اعتبار کیے جاوینگے۔ اور اگر ایک ہی وقت مین ایک ساتھ دونون کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزاد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی پس یہ سب مولے اور آزاد شدہ کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر دونون کی قیمت مختلف ہو تو قاتل پر ہر ایک کی نصف قیمت اور آزاد کی پوری دیت ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی اور اگر اُس نے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر پہلے کی قیمت اس کے مولے کے واسطے اور دوسرے[۲] کی دیت اُسکے وارثون کے

---

[۱] جو زخم سر مین پہونچا اُسکو بولتے ہین ۱۲ [۲] کیونکہ دوسرا آزادی کے لیے معین ہوگیا تھا ۱۲

واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک کو ایک ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونوں مملوکوں کی قیمت واجب ہوگی اور یہ سب موے اور غلام کے وارثوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی پس مولیٰ ہر ایک کی قیمت کا آدھا لے لیگا اور آدھا وارثوں کے واسطے چھوڑ دیگا اور اگر دونوں کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُسکی قیمت اُسکے مولیٰ کیواسطے واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُسکی دیت اُسکے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونوں میں سے پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر اُسکے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت میں سے مولیٰ کو نصف ملیگا یہ تبیین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پانوں کاٹ ڈالا اور دونوں نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا پھر وہ غلام اچھا ہوگیا تو دونوں پر اُسکی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور دونوں اُس غلام کو لے لینگے اور وہ دونوں میں اسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا اسی طرح جو جراحت دو آدمیوں سے ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی اس عضو کو مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے کہ یہ سب زخم اُسکی سب قیمت کو گھیر لیں تو موے اُس غلام مجروح کو دونوں خطا کاروں کو دیدیگا اور دونوں میں سے ہر ایک بقدر اپنی خطا کے اُسکے ارش[1] کا ضامن ہوگا اور غلام اسی حساب سے اُن میں مشترک ہوگا اور اگر غلام ان دونوں جراحتوں سے مر گیا اور جراحت خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ غلام تندرست کی قیمت میں واجب ہوگا اور جس قدر قیمت ارش جراحت کا حساب کرکے باقی رہجاوے وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوجاوے کہ ایک جراحت دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اول زخمی کرنے والے پر غلام تندرست کی قیمت میں سے بقدر ارش جراحت کے واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت میں سے بقدر اُسکے ارش جراحت کے واجب ہوگی اور جو کچھ قیمت باقی رہیگی وہ دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر دونوں زخموں سے اچھا ہوگیا اور جراحت دوم ایسی ہے کہ غلام کی تمام قیمت کو گھیرے ہوے ہے یعنی اُسکا ارش اسقدر ہے کہ غلام کی تمام قیمت ہے اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط نہیں ہے تو شخص اول پر اُسکی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کی قیمت واجب ہے اور مولیٰ یہ غلام اُسکو دیدیگا اور اگر جراحت اول اُسکی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اسواسطے غلام مذکور اُسکو نہیں دیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل محض مملوک پر جنایت کرنے کے ہے حتی کہ اگر اسکو کسی آزاد نے قتل کیا تو اُسکی مددگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا لیکن دونوں میں ایک بات میں فرق ہے وہ یہ ہے کہ آزاد نے اگر مدبر کے دونوں ہاتھ یا دونوں پانوں کاٹ ڈالے یا آنکھیں پھوڑ دیں تو بقدر نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر قن یعنی محض مملوک کے ساتھ ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور وہ اچھا ہوگیا پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی یہانتک کہ دو ہزار درم ہوگئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُسکا زخم جو اچھا ہوگیا تھا پھوٹ گیا اور مدبر مذکور ان دونوں زخموں سے مر گیا حالانکہ مدبر دو آدمیوں میں مشترک ہے پھر دونوں میں سے ایک نے ہاتھ کی

[1] وہ جرمانہ جو بعوض کسی زخم یا قطع عضو کے لازم ہو ۱۲ [2] زخم و گھاؤ کو کہتے ہیں ۱۲

جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُسکو بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہو معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہو اُسکے واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر سات سو پچاس درم اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہوا ور اگر عمداً ہو تو زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہونگے اور جس نے آنکھ کا زخم عفو کیا ہو اُسکے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم اُسکے مال سے واجب ہونگے اگر زخم عمداً ہوا ور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کر دیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو دوبارہ دوسرے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسنے تیسرے زخم سے اُسکو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر زخمی کرنیوالے نے اُسکو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخموں سے مرگیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُسکے تندرست کی قیمت کے بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک اس اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کیواسطے زخمی بشجہ واحدہ مدبر کی قیمت کے بیسویں حصہ کا ضامن ہوگا اور اُسکے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کیے جانیکے ضامن ہوگا اور تیسرے شجہ کیواسطے مدبر مکاتب زخمی بشجتین کی قیمت کے بیسویں[20] حصے اور وقت آزادی تک کے نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتداے موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجہ کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجہ ہو اُسکے ارش اور نقصان کا ضامن نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اصل میں یہ ہے کہ جنایت کے بعد اگر مدبر کیا جاوے تو مدبر کرنا زخم جنایت کے سرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہو اُسکو مدر نہیں کرتا ہے بلکہ اس سرایت سے جو نقصان پیدا ہو اُسکا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہے اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سرایت کو باطل کرتی ہے حتے کہ جنایت کرنے والے پر سرایت زخم کی ضمان واجب نہیں ہوتی ہے۔ یہ محیط سرخسی میں ہے

پندرھوان باب۔ قسامۃ کے بیان میں۔ یہ قسمیں ہیں کہ اُن اہل محلہ سے لیجاتی ہیں جنمیں مقتول پایا جاوے کذا فی الکافی اور اسکا سبب قتیل پایا جانا محلہ میں یا جو محلہ کے معنی میں ہے جیسے دار وہ موضع متصل شہر جہاں سے آواز سنائی دیوے یہ نہایہ میں ہے۔ اگر ایک قوم کے محلہ میں ایک قتیل پایا گیا اور ولی قتیل نے اہل محلہ پر دعوی کیا کہ انھیں سب نے اُسکو خطا سے یا عمداً قتل کیا ہے اور اہل محلہ نے انکار کیا تو اُنہیں سے پچاس آدمیوں سے قسم لیگا ہر واحد قسم کھائیگا کہ واللہ میں نے اُسکو قتل نہیں کیا ہے اور نہ میں اُسکے قاتل کو جانتا ہوں اور اس طرح قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ ہمنے قتل نہیں کیا ہے پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہوں تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ انمیں سے پچاس آدمی جنکو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کا اختیار اُسی کا ہوگا اور اگر کم ہوں تو اختیار ہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لیوے کہ قسمیں پچاس ہوجاویں پس اگر ان لوگوں نے قسم کھائی تو دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انکار کیا تو قید کیے جاوینگے یہانتک کہ وہ قسم کھاویں اور مدعی سے یہ قسم نہ لیجائیگی کہ بسبب مورث کو انھیں اہل محلہ نے قتل کیا ہے خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُسکے مورث اور اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا شاہد نہو کہ اُسکے وارث و اہل محلہ کے

---

[20] یعنے ایسا مدبر جس کے ایک زخم شجہ ہو ۱۲ [21] شجتین تثنیہ شجہ کا ہے اور شجہ یعنے زخم سر پس شجتین سے یعنے دو زخم جو سر میں ہوے ہیں ۱۲

درمیان عداوت ظاہرہ ہو بہرحال دیت اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال میں واجب ہوگی اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ غیر معین پر دعوی کیا کہ بعض لوگون نے انہین سے قتل کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر اُس نے اہل محلہ میں سے بعض معین پر دعوی کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے۔ اور اگر اُسنے غیر اہل محلہ میں سے ایک شخص پر قتل کرنے کا دعوی کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی پھر مدعی سے کہا جائیگا کہ تیرے پاس تیرے دعوی کے گواہ ہیں پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو گواہ قائم کرے گا اور گواہون سے اُسکا دعوی ثابت ہوجائیگا اور اگر گواہ نہون تو مدعا علیہ سے ایک قسم لیجائیگی اور پچاس قسمین نہ لیجائینگی۔ اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جنمین مقتول پایا گیا ہے وہان محلہ سے یا شہر سے یا قرابت دارون سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کرے اور قرابت دارون میں سے پرہیزگارون کو چن لینا استحسان ہے پس اگر محلہ مین پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جاوین۔ اور وارث مقتول نے چاہا کہ جسقدر پائے گئے ہیں اُنھین سے مکرر قسم لیوے یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہوجاوین آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا قرابت دارون میں سے فاسق لوگ بلا کر پچاس آدمی پورے کریگا سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب میں ذکر نہین فرمایا ہے اور غیر روایۃ الاصول میں مروی ہے کہ ولی مقتول کو یہ اختیار نہین ہے لیکن باقی اہل محلہ میں سے چھانٹ کر پچاس پورے کرے یہ محیط میں ہے۔ اور اُسکو اختیار ہے چاہے اُنہین سے جوانون فاسقون کو اختیار کرے اور چاہے بڈھون اور پرہیزگارون کو چھانٹ لے کذا فی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہے امام کو نہین ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور قسامت میں لڑکا اور مجنون داخل نہین ہوتا ہے اور اندھا و محدود القذف[سلہ] داخل ہو سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور قسامہ میں عورتین اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہین ہوتے ہیں اور معتق البعض امام اعظم رح کے نزدیک مثل مکاتب کے ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور مقتول وہ ہے جسمین قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہے جسمین قتل کا اثر نہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کوئی میت پایا گیا کہ جسمین قتل کا کوئی اثر نہین ہے تو قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اور اثر یہ ہے کہ جراحت ہو یا چوٹ کا نشان ہو یا گلا گھونٹے جانے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر منھ سے خون بہا ہووے پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتیل ہوگا اور اگر سر کی طرف سے آیا ہو تو قتیل نہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اُسکے دبر یا ذکر سے خون بہا ہووے تو وہ مقتول نہین ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر کسی محلہ مین مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن مع سر کے پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول میں آدھا چرا ہوا یا نصف سے کم مع سر کے یا اُسکا ہاتھ یا سر پایا گیا تو اسمین اہل محلہ پر کچھ نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر محلہ مین جنین یا ساقط شدہ بچہ جسمین ضرب کا کچھ اثر نہین ہے پایا گیا تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر ہو حالانکہ اُسکی خلقت[سلہ] پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی مقدار کی قیمت کے واسطے سعایت کرتا ہے کسی محلہ مین مقتول پایا گیا تو اُنپر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال مین مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بہائم یا سواری کے چوپاؤن میں سے کوئی مقتول پایا گیا تو اسمین کچھ نہیں ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر ایک خیمہ دیہہ پر رہنے والے

سلہ وہ شخص جسنے کسی پاکدامن کو تہمت زنا کی لگائی اور اسکو ثابت نہ کرسکا جسکی وجہ سے خود اسی پر حد ماری گئی ۱۲ سلہ جہان سے پایا گیا ہو ۱۲ سلہ یعنی تمام اعضا

مالکوں[1] کے ساتھ امام اعظم رہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک قسامت میں داخل نہونگے یہ تبیین میں ہے۔ اور یہ قسامت اُن لوگوں پر واجب ہوگی جنکو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہے اگر اُنمیں سے کوئی باقی رہا ہو اور جنھوں نے اُن سے خریدی ہے اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رہ و امام محمد رہ کا قول ہے اور اگر اُنمیں سے کوئی باقی نرہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کر دی تو یہ قسامت اُسکے خریدنے والے مالکوں پر واجب ہوگی اور جو لوگ ان کرایہ وغیرہ پر رہتے ہیں اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم و امام محمد رہ کا قول ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں جو اُجاڑ و خراب ہو گیا ہے ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ میں کوئی نہیں ہے اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آبادی ہے جسمیں بہت لوگ ہیں تو آباد محلہ کے لوگوں پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوئے باہم ملاقی ہوئے پھر جب وہ لوگ جدا ہو گئے تو ایک مقتول وہاں پایا گیا تو اُسکی قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگوں پر جو تلوار باندھے تھے یا انمیں سے کسی خاص آدمی پر اُسکے قتل کا دعوی کیا پس اگر اُسکے پاس گواہ ہوں تو گواہوں سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور جبتک گواہ قائم نکرے تب تک ان لوگوں پر بھی کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر کسی شخص کے دار میں ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور قسامت اُسپر اور اُسکی قوم پر واجب ہوگی اور اگر یہ لوگ حاضر ہوں اور اگر دوسرے لوگ ہوں بلکہ غائب ہوں تو قسامت اُسی شخص پر جو مالک دار ہے واجب ہوگی کیونکہ اُسی سے قسمیں لی جاوینگی یہ امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مشتریوں میں سے کسی کے دار میں مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ میں ایسے لوگ ہوں جنکو اول فتح میں وہ زمین عطا ہوئی ہے اور انھیں سے کسی کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت اُسی مالک دار پر ہوگی اور دیت اسی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جنکو اول فتح میں یہ ملک ملی ہے اس قسامت سے بری ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے محلہ میں سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا پھر محلہ کے دو آدمیوں نے مدعا علیہ پر دعوی مدعی کی گواہی دی تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر ایک محلہ میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ میں سے کسی شخص پر دعوی کیا اور اس محلہ کے لوگوں کے سوائے دوسرے دو گواہوں نے دعوی مدعی کی گواہی دی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہو جاوینگے اور اگر اس محلہ کے دو آدمیوں نے جنمیں مقتول پایا گیا ہے دعوی مدعی کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ اُنکی گواہی قبول نہوگی[2] لیکن اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہو جاوینگے اور امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونیکا حکم ہونیکے واسطے دونوں کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے اُنمیں سے جنسے قسم لینا ہے دو گواہ اختیار کیے تو دونوں سے فقط یہ قسم لیگا کہ ہم نے اُسکو قتل نہیں کیا ہے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ دونوں اس طرح قسم کھاوینگے کہ ہمنے اُسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہمنے اُسکا کوئی قاتل سوائے فلاں شخص کے جانا ہے یہ کافی میں ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ اگر کسی محلہ میں ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم میں سے[3] ایک شخص نے اُسکو قتل کیا ہے اور ولی مقتول نے انمیں سے کسی خاص شخص پر دعوی نہیں کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک قسم کی کیفیت

[1] یعنے مالکان مکانات دار افی محلہ ۱۲ [2] اسواسطے کہ یہ لوگ اپنے اوپر سے قسامت و دیت دفع کرنا چاہتے ہیں ۱۲ [3] یعنی مدعا علیہ نے قتل کیا ہے ۱۲

یون ہوگی کہ اس طرح قسم لیجائیگی کہ واللہ ہمنے نہین قتل کیا اور نہ ہمکو کوئی قاتل سواے فلان شخص کے ہمنے جانا ہے - اور یہی احوط ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے سواے ہمارے اسکو قتل کیا ہے اور اس امر پر سواے اپنے محلہ کے غیر لوگون کو گواہ کرکے پیش کیا تو انکی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت و دیت سے بری ہونگے خواہ ولی مقتول نے یہ دعوی کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے - نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ مین ایک مقتول پایا گیا اور اولیاے مقتول نے ان لوگون پر دعوی کیا اور اہل محلہ نے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے جو انکے محلہ کا نہین ہے اسکو قتل کیا ہے یا یہ شخص مجروح اس محلہ مین آیا اور گر کر مر گیا تو فرمایا کہ اہل محلہ دیت سے بری ہو جاینگے اور اگر اولیاے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعوی کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ فلان شخص عسہ نے اسکو قتل کیا ہے - تو فرمایا کہ مین اس گواہی کو قبول نکرونگا یہ محیط مین ہے - اگر ایک شخص ایک قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے اپنے لوگون مین اُٹھا لایا گیا پھر اس زخم سے مر گیا پس اگر چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو قسامت و دیت اس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش عسہ نہ ہوا ہو تو اسمین قسامت و دیت کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قسامت و دیت نہین ہے اور علی ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اسکو اُسکے گھر کیطرف اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر وہ ایک دو روز کے بعد مر گیا پس اگر وہ چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو اسکا جرم اُسپر ہوگا جو اسکو پیٹھ پر لادے ہوے تھا جیسا کہ اگر اسکی پیٹھ پر مر جاتا کی صورت مین حکم ہے اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہوگا اور اس مین بھی امام ابو یوسف رح کا خلاف ہے یہ کافی مین ہے - اگر کسی محلہ یا قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے مجروح اُٹھایا گیا اور اسی زخم سے دوسرے محلہ مین آکر مر گیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والون پر ہوگی جسمین مجروح کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - جامع مین فرمایا کہ محلہ یا مسجد تین قبیلون نے اول فتح مین پایا ہے ایک قبیلہ بکر بن وائل اور وے بیس آدمی ہین دوم بنو قیس اور وے تیس آدمی ہین اور سوم بنو تمیم اور وے پچاس آدمی ہین پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت تینون قبیلون پر تین تہائی واجب ہوگی یعنے ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ مین صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل مین سے نہو بلکہ غیرون مین سے ہو لیکن ان دونون قبیلون مین سے ایک کا حلیف عسہ ہو تو دیت ان دونون قبیلون پر نصفا نصف ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہوگا اور نیز جامع مین فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح مین تین قبیلون نے عطیہ پایا اور اس مین انھون نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جو ان تین قبیلون کے سواے غیر قبیلہ کا ہے ان تین قبیلون مین سے ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لیے یہانتک کہ اس قبیلہ بائعہ مین سے کوئی نرہا پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین تہائی ہوگی جس مین سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونون قبیلون پر ہوگی اور اگر قبیلہ بائعہ کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ مین سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصفا نصف ہوگی اور اگر ان تینون قبیلون نے

عسہ وہ قوم یا وہ شخص جو کسی شخص خاص یا قوم خاص کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد پر باہم عہد و پیمان ہو ۱۲ عسہ یعنے ایک دوسرے شخص کو بتلایا ۱۲ عسہ نہین معلوم کسنے مجروح کیا ہے ۱۲

کے سوائے غیر قبیلہ مین سے ایک شخص نے دو قبیلون کے تمام گھر خرید لیے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو دیت مین سے نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر کسی مشتری نے جو ان تینون قبیلون مین سے نہین ہے تینون قبیلون کے مکانات سب خرید لیے پھر اُسنے ایک قبیلہ کے سب مکانات اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کیے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جبتک ان مکانون مین سے کچھ بھی باقی رہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر اُنھین لوگون کے ہاتھ فروخت کیے جنکے سابق مین یہ گھر تھے یا اُنکے ساتھ بیع و اقالہ کر لیا یا بغیر حکم قاضی کے بسبب عیب کے اُنکو واپس کر دیے پھر محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسنے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیے ہون تو مشتری کی مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگون کو گھر واپس کیے ہین اُنکی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر بازار یا جماعت کی مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی ہو اور اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت اُنھین پر واجب ہوگی اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہے یا ایسی مسجد جماعت جو بازار مین عام مسلمانون کی ہو اور اگر مسجد محلہ مین پایا جاوے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شارع اعظم یعنی بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُسمین قسامت کسی پر نہین ہے اور اُسکی بیت المال پر ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر مسجد الحرام مین بدون اسکے کہ لوگون کا مسجد مین اژدحام ہو یا عرفہ مین یا غیر عرفہ مین کوئی مقتول پایا گیا تو بغیر قسامت کے اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زمین یا دار وقف مین جو چند معلوم لوگون پر وقف ہو کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت انھین معلوم لوگون پر واجب ہوگی اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو ایسا ہے جیسے مسجد مین مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مسجد[1] کے وقف مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گانْون مین ایک مقتول پایا گیا اور در اصل وہ گانْون اقوام متفرقہ کی ملک ہے اُسمین مسلمان و کافر دونون مذہب کے مالک ہین تو گانْون والون پر قسامت ہوگی مسلمان و کافر سب برابر ہین پھر اُنپر دیت واجب ہوگی سو جس قدر مسلمانون کے حصہ مین پڑے وہ اُن کی مددگار برادری پر ہوگی اور جس قدر ذمیون کے حصہ مین پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُنپر ورنہ ذمیون کے ذاتی مالون سے وصول کیجائیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مسلمانون کے محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اُنکے یہان کوئی ذمی اُترا ہوا تھا تو ذمی مذکور سے قسم نہ لیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر دو گانْون یا دو کوچون کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگون پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جہان مقتول پایا گیا ہے وہان دونون گانْون یا دونون کوچون کی آواز پہونچتی ہو اور اگر نہ پہونچتی ہو تو کسی گانْون والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے منتقی مین ہے کہ اگر دو گانْون کے بیچ مین مقتول پایا گیا کہ دونون کی زمین اور دونون کا راستہ ایک قوم کی ملک ہے کہ اپنی زمین زراعت فروخت

---

[1] ظاہرا مسجد سے عام مسجد مراد ہے واللہ اعلم ۱۲

کرتے ہین تو دیت عدد رؤس پر تقسیم[۱] ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہی اور نیز منتقی مین ہی کہ اگر ایک گانؤن کی زمین مین ایک مقتول پایا گیا حالانکہ وہ دوسرے گانؤن کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہی پس اگر وہ زمین جس مین قتیل پایا گیا ہی مملوک ہو تو مالک ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک نہو تو جو گانؤن مقتول سے بہت قریب ہو وہی ماخوذ ہوگا۔ اور نیز منتقی مین ہی کہ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقتول دو گانؤن کے بیچ مین پایا گیا پس آیا اسکا مواخذہ اُس گانؤن والون سے ہوگا جسکی آبادی مکانات سے زیادہ قریب ہی یا زمین سے قریب والون سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی جنکی ملک نہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گانؤن کیطرف منسوب ہو تو جسکی آبادی سے قریب تر ہی اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دو گانؤن کے بیچ مین کوئی مقتول پایا گیا اور وہ دونون گانؤن کے ٹھیک بیچ مین ہی کہ دونون طرف فاصلہ برابر ہو اور ایک گانؤن مین ہزار آدمی ہین اور دوسرے مین اس سے کم ہین تو بالاتفاق اُسکی دیت دونون گانؤن پر نصفا نصف ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے ٹھیک بیچ مین کہ سب سے اسکا فاصلہ برابر ہی پایا گیا اور ایک دار تمیمی کا اور دو دار ہمدانیون کے ہین تو دیت دونون پر نصفا نصف ہوگی پس قبیلہ کا اعتبار نکیا بلکہ قبیلہ کا اعتبار رکھا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خرید اور ہنوز قبضہ نہین ہوا ہی کہ اسمین مقتول پایا گیا اور بیع مین کسی کے واسطے خیار نہین ہی تو بائع کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر بیع مین خیار ہو تو قابض کی مددگار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اگر بیع مین خیار نہو تو مشتری کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر خیار ہو تو انجام کار وہ دار جسکا ہو جائیگا اُسی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ مین دار ہو اور اسمین ایک مقتول پایا گیا تو مددگار برادری ہر وقت تک دیت کی ضامن نہوگی کہ جبتک گواہ یہ گواہی دین کہ یہ دار اسکی ملک ہی اور جب گواہون سے یہ بات ثابت ہو جاوے تو ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص کے دار مین مقتول پایا گیا اور اس دار مین اُسکے خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہین تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگون پر کچھ نہوگا یہ اسبیجابی سے تاتارخانیہ مین منقول ہی۔ اور اگر ملک مشترک مین مقتول پایا گیا تو مالکون پر قسامت و اُنکی مددگار برادری پر بحساب رؤس مالکون کے دیت واجب ہوگی یعنی جو تعداد مالکون کی ہی دیت کے اسیقدر برابر حصے ہونگے بتعداد حصہ واجب نہوگی چنانچہ اگر ایک شخص کا حصہ تہائی دائمہ ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مددگار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسی طرح اگر چند اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اُسمین کوئی مقتول پایا جائے تو اُسمین بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی جامع مین فرمایا کہ ایک دار گیارہ آدمیون مین مشترک ہی جنمین سے دس آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہین اور ایک آدمی بنو قیس مین سے ہی پس اسمین ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت کے گیارہ حصے ہونگے اُسمین سے دس حصے بنی بکر بن وائل کی مددگار برادری پر ہونگے اور ایک حصہ بنو قیس کی مددگار برادری پر ہوگا اسیطرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس کے ہون اور دار اُن سب مین تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہو کر اُنکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام محمد رح کا قول ہی جسکو امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہی اور امام ابو یوسف سے اُسکے برخلاف روایت کیا ہی چنانچہ فرمایا کہ ایک دار ایک تمیمی اور دو

---

[۱] یعنی جتنے لوگ مالک ہین اُنکی تعداد پر برابر ست ۱۲ [۵۲] قتیل بروزن فعیل بمعنے مفعول یعنے مقتول جسکے معنی مارا ہوا ۱۲

ہمدانیوں میں مشترک ہے اسمیں ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تیمی پر اور نصف دیت دونوں ہمدانیوں پر واجب ہوگی۔ اور فرمایا کہ یہ حکم بعدد قبائل ہے بقدر قبائل ہوں دیت کے اسیقدر حصے مساوی کیے جاوینگے بمنزلہ دو گانوں کے بیچ میں جہاں سے دونوں گانوں کا فاصلہ برابر ہو ایک مقتول پایا گیا تو ہر گانوں والوں پر نصف دیت واجب ہوگی اور گانوں والوں کی تعداد کا لحاظ نکیا جائیگا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تیمی اور چار ہمدانیوں میں مشترک ہو اور اسمیں کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ دیت دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہونگے یہ محیط میں ہے منتقی میں ہے کہ امام محمد نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک دار میں دو آدمی تھے کہ انکے سوائے تیسرا نہ تھا پھر ان میں سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دوسرا اسکی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ میں اسکو دیت کا ضامن نکرونگا اسواسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک دار تین لشکر میں مشترک ہے اسمیں ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تہائی تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب گروہ پر ہوگی پس ہر ایک گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوئے اور رہے پچاس کی کسر میں دو آدمی سو ولی مقتول کو اختیار ہے چاہے کسی مددگار برادری میں سے چھانٹ لے اور یہ اسکو اختیار نہیں ہے کہ سب پچاس کسی ایک لشکر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط میں ہے ایک شخص اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکی مددگار برادری پر اسکی دیت اسکے وارثوں کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور بنا بر قول امام اعظم کے قسامت واجب ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ ایسی صورت میں قسامت نہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب اپنے دار میں مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہدر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مکاتب اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو اسکی قیمت اسکے مولے پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی ان میں سے اسکی کتابت کا مال ادا کیا جائیگا اور اسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہے گا وہ اسکے وارثوں کو اسکی میراث ملیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مکاتب کے دار میں کوئی مقتول پایا گیا تو اسپر واجب ہوگا کہ اسکی دیت اور اپنی قیمت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرکے تین سال میں ادا کرے اور اسکی مددگار برادری نہ اٹھاویگی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے قسامت واجب ہوگی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ان کے دوسرے قول پر قسامت واجب نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر مکاتب کے دار میں اسکا مولی مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولی کی دیت دونوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر غلام اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو اسمیں کچھ واجب نہوگا اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب غلام پر قرضہ نہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولے اسکی قیمت اور مقدار قرضہ میں سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اسیطرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولے کے دار میں مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولی بطریق مذکور ضامن[۱] ہوگا

[۱] یعنے ارش جنایت اور قیمت میں سے کم مقدار کا ۱۲

یہ ظہیریہ مین ہی - اگر غلام ماذون التجارۃ کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہی کہ اگر اُسپر قرضہ نہو تو قسامت اُسکے مولی پر اور دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً و استحساناً ہی اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہی اور استحساناً امام اعظم رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور اگر غلام ماذون کے دار مین اُس کا مولی مقتول پایا گیا تو قسامت[1] و دیت مولی کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہی - اور اگر دار راہن یا مرتہن مین غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت مالک دار پر واجب ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ خزانۃ المفتین مین ہی - اگر کوئی شخص ایسے قرابت دار کے گھر مین مقتول پایا گیا جسکی گواہی مقتول کے حق مین مقبول نہین ہو سکتی ہی یا عورت اپنے شوہر کے دار مین مقتول پائی گئی تو اسمین قسامت و دیت لازم ہی اور میراث سے محروم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر شہر مین ایک عورت کے مکان مین کوئی شخص مقتول پایا گیا حالانکہ اِس گھر مین اُسکے قرابت دارون مین سے کوئی نہین ہی تو عورت مذکورہ سے بکرر پچاس قسمین لیجائینگی پھر جو قبیلہ اُسکی قرابت مین سے سب سے قریب ہو اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور یہی قول امام محمد رح کا اور اول قول امام ابو یوسف رح کا ہی یہ شرح مبسوط مین ہی - اور اگر اُسکے عشیرہ مین سے یعنی خویش و بیگانون مین سے وہان حاضر ہون تو قسامت مین اُسکے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ کفایہ مین ہی - اور اگر عورت کے گانؤن مین کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس عورت پر قسامت واجب ہوگی بکرر اُس سے قسمین لیجاوینگی اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا جو نسب مین سب سے زیادہ اُسکا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اِس مسئلہ مین دیت اُٹھانے مین مددگار برادری کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی مین ہی - اور اگر نابالغ کے دار مین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ اُسپر قسامت واجب نہوگی بلکہ قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دار مین بھی بالاجماع یہی حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر یتیمون کے دار یا قریہ مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر انمین کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامت واجب ہوگی اور دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بالغ نہو تو قسامت و دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر ذمی کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے بکرر پچاس قسمین لیجاوینگی پھر جب اُس نے قسم کھالی پس اگر اُسکی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات مین مددگاری کرتے ہون دیت اُنکی مددگار برادری پر ہوگی ورنہ اُسکے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر ایک شخص اپنے بیٹی و بیٹا کے دار مین جو دونون مین نصفا نصف مشترک ہی مقتول پایا گیا پھر ایک نے دوسرے پر اُسکے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگار برادری ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا - اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر پر باپ کے قتل کا دعوی کیا تو پسر کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - مجموع النوازل مین ہی کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر مین مقتول پایا گیا حالانکہ اُس نے

[1] دربارۂ خون قسم لینا ۱۲

اپنے مجروح ہونے کی حالت میں موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہی تو اُس نے پسر کی مددگار برادری کو دیت سے بری کر دیا لیکن اس سے جو اُسکے پسر پر لازم آیا ہی وہ باطل نہوگا اگر اہل عطا میں سے ہی تو پانچ درم یا اس سے کم اور نیز مجموع النوازل میں ہی کہ اگر مہمان اپنے دار کے گھر میں مقتول پایا گیا تو اُسکا موخذہ مالک مکان سے ہوگا۔ یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وہ علیحدہ کوٹھری میں اُترا ہوا ہو تو دیت وقسامت کچھ نہوگی اور اگر مختلط ہو تو مالک مکان پر دیت وقسامت واجب ہوگی یہ محیط میں ہی۔ اگر اپنے وارث کے مکان میں مقتول پایا گیا اور اُسکے سوا اُسکا کوئی وارث نہیں ہی تو اس وارث کیواسطے مددگار برادری دیت نہ بھرے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اگر ایک شخص ایک نہر میں جسمیں پانی بہتا ہی مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم جیسے فرات وغیرہ ہو پس اگر پانی اُس مقتول کو بہائے لاتا ہو اور اس دریا کا نکاس دار الحرب سے ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا خواہ وہ بیچ دھار میں بہتا ہو یا کنارہ سے بہتا ہو اور اگر دریا کا نکاس دار الاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر مقتول نہ بہتا ہو بلکہ کسی کنارے لگا ہوا ہو تو اُسکی دیت وہان سے جو گانون سب سے زیادہ نزدیک ہو اُن پر واجب ہوگی اور یہ حکم سوقت ہی کہ جو گانون سب سے زیادہ قریب ہو وہان کی آواز یہان تک پہونچتی ہو اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو نہر پر کچھ واجب نہوگا بلکہ فقط بیت المال پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر نہر صغیر اقوام معروف کی ہو تو اصحاب نہر پر قسامت اور اُنکی مددگار برادریون پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور نہر صغیر وکبیر میں یہ فرق ہی کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہی وہ صغیر ہی جس سے استحقاق شفعہ ثابت نہو وہ کبیر ہی جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ میں معلوم ہو چکا ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر کشتی میں کوئی مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ و ملاح لوگ جو اُسمین ہین سب پر قسامت واجب ہوگی۔ اور یہ لفظ ارباب کشتی کو بھی شامل ہی کہ جو ارباب اُسمین موجود ہین سب پر قسامت واجب ہوگی اور سکان پر اور جو اُسکو کھینچتے ہین اُن پر واجب ہوگی اور اُسمین مالک وغیر مالک سب یکسان ہین اور اگر دونون کا بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ میں ہی۔ اگر ایک سواری کے چوپایہ پر ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہی تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہوگی اہل محلہ پر نہوگی اور اگر سائق و قائد و راکب سب اس جانور کے ساتھ ہون تو سبھون پر دیت واجب ہوگی اور یہ قید نہین ہی کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہون بخلاف دار کے کہ دار میں یہ شرط ہی۔ اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہو صرف اُسپر مقتول پایا گیا تو جس محلہ میں چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہی اُس محلہ والون پر دیت وقسامت واجب ہوگی یہ تبیین میں ہی۔ اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوئے دو گانون کے بیچ میں ہو کر گذرا تو جو گانون وہان سے بہت قریب ہو اُسپر دیت وقسامت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہی کہ جب اس سب سے قریب والے گانون والون کو آواز یہان کی پہونچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ یہان کی آواز وہان والون کو سنائی دیتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہی۔ اگر بیابان میں کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی ملک ہو تو مالک پر قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی کی ملک نہو پس اگر کسی آبادی تک وہان کی آواز

[1] کیونکہ احتمال ہی کہ حربیون نے اُسکو مارکر دریا میں ڈال دیا ہو ۱۲

سنائی دیتی ہو تو انھیں پر قسامت واجب ہوگی اور اگر وہاں کی آواز کہیں نہ سنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانوں کو جلانے کی لکڑیاں یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر اُس سے مسلمانوں کی منفعت بھی منقطع ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اسیطرح جس میدان جنگل میں جسکے قریب آبادی نہو مقتول پایا جاوے اسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر چھوٹے یا بڑے پل پر کوئی مقتول پایا گیا تو بیت المال پر اسکی دیت ہوگی اور نیز منتقی میں ہے کہ اگر شہر ابو جعفر کے خندق میں کوئی مقتول پایا گیا تو یہ بمنزلہ بڑے راستہ کے ہے کہ جو محلہ وہاں سے سب سے زیادہ قریب ہوگا اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لشکرگاہ میں کوئی مقتول پایا گیا حالانکہ یہ لوگ ایک جنگل بیابان میں اُترے ہیں جو مباح ہے کسی کی ملک نہیں ہے پس اگر چھوٹی چھولداری یا بڑے خیمہ میں پایا گیا تو قسامت و دیت اُسی پر واجب ہوگی جو اسمیں رہتا ہے اور اگر اُس سے باہر پایا گیا اور یہ لوگ ہر ہر قبیلہ جدا جدا اُترے ہیں تو اُس قبیلہ پر واجب ہوگی جسمیں وہ مقتول پایا گیا ہے اور اگر دو قبیلوں کے بیچ میں پایا گیا تو جو مقتول سے نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور اگر فاصلہ برابر ہو تو دونوں قبیلوں پر واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک جگہ سب مجتمع مختلط اُترے ہوں پس اگر کسی شخص کے خیمہ یا بڑے خیمہ میں پایا گیا تو خیمہ والے پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور اگر خیموں سے باہر پایا گیا تو تمام اہل لشکر پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ میں ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اہل لشکر اپنے کافر دشمنوں سے ملاقی ہوئے ہوں پھر جب جدا ہوئے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اگرچہ یہ معلوم نہو کہ اُسکو کس نے قتل کیا ہے اسیطرح اگر دونوں گروہ مسلمان ہوں لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل میں سے ایک شخص اُن کے جدا ہونیکے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اُسکو کس نے قتل کیا ہے تو اُسکے واسطے دیت و قسامت واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قید خانہ میں مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے دیت و قسامت قید خانہ والوں پر واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر خالی گھر میں قفل لگا ہوا ہو پھر اسمیں کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ سب کا قول ہے کذا فی المحیط

سولھواں باب۔ معاقل کے بیان میں۔ معاقل جمع معاقلہ بمعنی دیت ہے کذا فی الہدایہ عاقلہ اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو دیت ادا کرتے ہیں اور دیت کو عقل و معقل اسوجہ سے کہتے ہیں کہ وہ خونریزی سے روکتی ہے یہ کافی میں ہے۔ ہر شخص کے عاقلہ ہمارے نزدیک اسکے اہل دیوان ہوتے ہیں کذا فی المحیط اور اہل دیوان اہل رایات ہیں یعنے وہ لشکری لوگ جنکے نام دیوان میں لکھے ہیں یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر قاتل اہل دیوان میں سے ہو پس اگر غازی ہو اور اسکا دیوان ہو کہ وہاں سے لڑائی کیواسطے روزینہ پاتا ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہوں گے جو غازیوں میں سے اُسکے دیوان میں درج ہیں اور اگر وہ مکاتب ہو اور اسکا دیوان ہو کہ اسمیں سے روزینہ پاتا ہے تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہوں گے جو دیوان کتابت سے روزینہ پاتے ہیں بشرطیکہ باہم ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہوں۔ اور اگر اسکا دیوان نہو تو اُسکے مددگار لوگ اسکے عاقلہ ہوں گے

۹۲

پس اگر اُسکی مدد از جانب محلات و دریبات ہو تو دیت اُسپر ڈالی جائیگی اور اگر قاتل گانون کا رہنے والا ہو اور اُسکی مدد اہل دیہ سے ہو تو دیت اُنھین پر ڈالیجائیگی یہ محیط مین ہے - اور حاصل یہ ہے کہ اس معاملہ مین اعتبار باہمی مددگاری کا اور بعض کا بعض کے کام آنے کا ہے پس اگر اہل محلہ و اہل بازار و اہل دیہ و خویشان دیگانگان باہم ایسے ہون کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے تو سب اُسکی مددگاری و کفایت کار مین شریک ہوجاتے ہون تو یہ لوگ عاقلہ ہونگے ورنہ اگر اُسکے مددگار اہل دیوان اور خویشان دیگانگان اور اہل محلہ و اہل بازار ہون تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہون تو خویشان دیگانگان اولے ہین پھر اسکے بعد اہل محلہ و اہل بازار مددگار قرار دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر بعض مددگار بعض نہون تو اُسکے عاقلہ وہ خویش دیگانہ ہونگے جو اُسکے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہین کذا فی المحیط اور دیت ان لوگون پر تین سال مین پھیلائی جائیگی کہ ہر واحد سے ہر سال مین سوائے ایکدرم کے یا ایکدرم و تہائی درم کے نہ لیا جائیگا اور پوری دیت مین سے تین سال مین ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ نہ کیا جائیگا - اور اگر پورے قبیلہ مین پھیلانے سے یہ پڑتا نہ پڑتا ہو یعنی اسقدر گنجائش نہو تو اس قبیلہ کے ساتھ اسکے کسی قبائل مین سے جو سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا پھر بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہے وہ ملایا جائیگا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب ملائے جاوینگے کہ پہلے بھائی پھر اُنکی اولاد پھر چچا پھر اُنکی اولاد ملائے چلے جاوینگے اور رہے آبا و ابنا یعنی باپ و دادا و پردادا وغیرہ و بیٹا و پوتا و پرپوتا وغیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کیے جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین داخل کیے جاوینگے یہ کافی مین ہے - اور خاوند اپنی جورو کا عاقلہ نہین ہوتا ہے اسیطرح جورو بھی خاوند کی عاقلہ نہین ہوتی ہے اور بیٹا اپنی مان کا عاقلہ نہین ہوتا ہے - الا اُسی صورت مین ہوتا ہے کہ جب اُسکی مان کا شوہر یعنی اسکا باپ اُسکی مان کے باپ کیطرف سے نسبی رشتہ دارون مین سے ہو یہ محیط مین ہے - پھر قاتل بھی ایک عاقلہ مین سے ہوتا ہے کہ جو ہر ایک پر عاقلہ مین سے لازم آتا ہے وہی اُسپر بھی لازم آویگا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ مبسوط مین ہے - اور عورتون و ذریات مین سے جسکے نام عطیہ دیوان مین لکھا ہو اُسپر عقل لازم نہین ہے اور علی ہذا اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونون پر دیت مین سے کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے - اور مجنون و غلامون و باندیون سے کچھ نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر عاقلہ قلیل ہون یہانتک کہ ہر ایک کے حصہ مین تین سال مین چار درم سے زیادہ آتے ہون تو دوسرے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ ملائے جاوینگے اور اس شہر کے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ بہ نسبت ابعد کے اولے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے - اور قاتل کے دیوان سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہو جو اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جسمین قاتل کا نام درج ہے پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہو تو اس شہر کے ابعد دیوان کو دیوان قاتل و اقرب کے ساتھ ملادین گے اور دیوان ابعد وہ ہے جسکا قائد اس قائد کے ہاتھ میں نہو جسمین قاتل کا نام درج ہے بلکہ اسکا قائد والی ملک کے ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعد دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہو تو اُسکے خویش جو باپ کی طرف سے ہین ملائے جاوین گے اور اگر

ف مثلاً اول بیٹا پھر پوتا پھر پرپوتا وغیرہ کتنے ہی نیچے درجہ کا ہو پھر اگر انمین سے کوئی نہو تو باپ اور پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا اسی طرح پردادا اگرچہ کتنے ہی اوپر درجہ مین ہو بعد دیگر عصبات بترتیب قرابت ۱۲ ف یعنی تین سال مین تین درم دیدے یا چار درہم ہو جاوین ۱۲ ف یعنی تین یا چار درم تین

اس شہر کے دیوانوں میں سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہوں اور ایک دیوان ابعد از دیوان قاتل ہو لیکن وے لوگ اسکے خویش ہیں اور باپ کیجانب سے خویش ہیں تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ ملائے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ اجنبی ہوں یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو دیوان از راہ قرب کے برابر ہوں اور ایک دیوان قاتل کے باپ کی جانب سے خویش ہیں اور دوسرے ماں کی جانب سے خویش ہیں تو اسکے ساتھ اسکے خویشوں کا دیوان ملایا جائیگا اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب میں برابر ہوں تو نسب کی راہ سے ترجیح[1] معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور شیخ ابو جعفر سے منقول ہے کہ اگر قاتل ایسا شخص ہو جسکا نام دیوان میں درج ہے اور اسکے اقربا کے بھی دیوان ہوں تو اسکی مددگاری دیت ادا کرنے میں اس کے ان خویشوں پر ہوگی جو اسکے دیوان میں ہیں پس اگر یہ کافی نہوں تو اسکے سب اقربا دون پر ہوگی خواہ اسکے دیوان میں سے ہوں یا غیر دیوان میں سے ہوں۔ اور اگر قاتل کا نام دیوان میں درج نہو لیکن اسکے اقربا کا نام دیوان میں درج ہو تو اسکی دیت ادا کرنے کی مددگاری اسکے ان اقربا دیوانیان پر ہوگی جنکا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہے پس اگر کافی نہوں تو اسکے سب اقربا پر ہوگی اور اگر قاتل کا نام دیوان میں درج نہو لیکن اسکے بعضے اقارب کا نام دیوان شہر میں درج ہو اور بعض کا نام درج نہو اور وہ لوگ دیہات میں رہتے ہوں تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاتل بھی دیہہ میں رہتا ہو تو اسکی مددگاری ان اقارب پر ہوگی جو دیہات میں رہتے ہیں اور اگر یہ لوگ کافی نہوں تو اسکی مددگاری میں اسکے خویشان دیہاتی بھی و شہری جنکا نام دیوان میں درج ہے شامل کیے جاوینگے پھر اگر کچھ مال ادا کرنے سے رہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور اگر قاتل شہر میں رہتا ہو تو اسکی مددگاری میں وہ لوگ لیے جاوینگے جو شہر میں ہیں کہ انکا نام دیوان میں درج ہے پھر اگر کفایت نہ کرے تو باقی خاص اسکے مال سے دیا جائیگا اور اسکے ان قرابتداروں پر جو دیہات میں رہتے ہیں کہ انکا نام دیوان میں درج نہیں ہے کچھ دیت کا حصہ واجب نہوگا۔ اور اگر اسکا اور اسکے قرابتداروں کا دیوان نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہو تو اسکی مددگاری اہل حرفہ پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہو وہ خاص اسکے مال سے دلائی جائیگی اور اگر اہل محلہ سے مددگاری لیتا ہو تو اسکے جرم کی دیت کی مددگاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دیگا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہے تو اسکی مددگاری اہل شہر پر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور جن لوگوں کا نام دیوان میں درج نہیں ہے جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو انکی باہمی مددگاری باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ ان کے رہنے کے ٹھکانے دور دراز اور دیہات مختلف ہوں یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دیہاتی آدمی شہر میں اترا اور اسکا گھر شہر میں نہیں ہے تو اہل مصر جنکو دیوان سے عطیہ ملتا ہے وہ اسکی مددگاری میں دیت ادا نکرینگے جیسے کہ شہری لوگوں میں سے اگر کوئی شخص دیہات میں گیا ہو تو دیہاتی لوگ اسکی مددگاری ادائے دیت میں نکرینگے یہ کافی میں ہے۔ اور جس شخص کے قرابتدار نہوں اور نہ اسکا نام دیوان میں درج ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اسکی دیت اسکے مال سے دیجائیگی اور اسی کو عصام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتوی ہے۔ اسکو صدر الشہید حسام الدین نے ذکر کیا ہے یہ سراجیہ

[1] یعنی وہ لوگ مقدم ہونگے ۱۲

میں ہے۔ اور کتاب الولاء میں ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کی طرف سے دیت نہیں ادا کرتا ہے جس کے خویش موجود ہوں
یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتی کہ فرمایا اگر حربی مستامن نے
ایک مسلمان غلام خریدا پھر اسکو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر وہاں مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو کر دار الاسلام
میں لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مر گیا تو اسکی میراث بیت المال میں رکھی جائیگی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنے والا رقیق ہو گیا
اور اگر اس غلام آزاد شدہ نے جنایت کی تو ادائے دیت میں اسکی مددگاری اسکی جانب سے بیت المال پر ہوگی کذا فی
المحیط۔ اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ میں ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ اس زمانہ میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ سوائے
عرب کے باقی ملک عجم کے واسطے عاقلہ نہیں ہے اور یہی قول فقیہ ابوبکر بلخی اور ابو جعفر ہندوانی کا ہے اسواسطے کہ عجم نے اپنے
انساب کی حفاظت نہیں رکھی ہے اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہیں اور نہ انکے واسطے دیوان ہے اور دیت
بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق میں بخلاف قیاس ثابت ہوا ہے کہ انھوں نے اپنے نسبوں کو ضائع نہیں کیا ہے اور باہم
ایک دوسرے کے مددگار رہتے ہیں پس عجم لوگ انکے ساتھ نہیں ملائے جاوینگے۔ اور بعضوں نے فرمایا کہ عجم کے
واسطے بھی عاقلہ ہو جو وقت باہمی مددگاری ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہوتے ہیں جیسے صرف کے
موزہ دوز اور تحشیم سے اور بخارا کے دریبہ و کلاباد کے محلے پس اگر انہیں سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت
واجب ہوئی تو اسکے اہل محلہ و دیہاتی عزیز انکے عاقلہ ہونگے اور یہی حال طالب علموں کا ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوانی
نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابو جعفر کا قول اختیار کرتے تھے اسواسطے کہ باہمی
مددگاری برادرانہ کا اعتبار ہے اور موزہ دوزوں و طالب علموں وغیرہ کا مجمع ہو جانا کچھ اسواسطے نہیں ہے کہ ایک پیشہ والے
ہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ برداشت کریں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے
لوگوں کی دیت ادا کرنے میں مددگاری نکرینگے جبکہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر انمیں باہمی مددگاری
باعتبار نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کے بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہیں کذا فی الہدایہ اور اگر کسی کے
دو بھائی ایک ماں و باپ سے ہوں اور ایک کا دیوان کوفہ میں اور دوسرے کا بصرہ میں ہو تو ایک بھائی
دوسرے کا عاقلہ نہوگا بلکہ اسکے عاقلہ اسکے دیوان کے لوگ ہونگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اسکے اہل
سواد و دیہاتی ہونگے اور جسکا گھر بصرہ میں ہو اور اسکا نام کوفہ کے دیوان میں ہو تو اہل کوفہ اسکے عاقلہ ہونگے
یہ کافی میں ہے اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اسکا مرافعہ برسوں قاضی کے سامنے نہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش
ہوا تو قاضی قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دیت ادا کرنیکا حکم دیگا جس روز قاضی نے فیصلہ کیا ہے اسکے تین سال
میں ادا کیجاوے پس اگر اسکے عاقلہ اہل دیوان ہوں تو انکے عطیات میں سے دیت دینے کا حکم جاری کریگا اور ایک تہائی
انکے اول عطاء میں قرار دیگا کہ جو اول عطاء بعد اس حکم کے ہوا ہو خواہ یہ ایک تہائی دیت وہ لوگ پاوینگے اگرچہ
انکا قضیہ فیصل ہونے میں اور انکے عطیات ملنے میں فقط ایک مہینہ یا اس سے بھی کم ہو۔ اور دوسری تہائی آئندہ سے حکم دیگا

۱ ؎ یعنی کافر دار الحرب کا رہنے والا جو دار الاسلام میں امان لیکر داخل ہوا ۱۲ ؎ مددگاری یعنی اس طریقے مددگاری برادری ۱۲

کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیت ہو جانے کے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جاوے اور اسی طرح تیسری تہائی کے واسطے بھی یوں ہی حکم کریگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان کو انکا عطیہ تین سال کا یکبارگی ایک بار کی عطا کیا گیا تو پوری دیت اس سب عطیہ میں سے فی الحال وصول کر لیجائیگی۔ اور اگر عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہو تو انمیں سے کچھ دیت نہ لیجائیگی بلکہ بعد حکم دیت کے جو عطایا واجب ہوں جب وہ وصول ہوں تو انمیں سے دیت لیجائیگی اور اگر بعد قتل شش ماہی میں عطیہ نکلتا ہو تو انمیں چھٹا حصہ دیت کا جب ہوگا اور اگر ہر چہار ماہ کے بعد نکلتا ہو تو انمیں نواں حصہ دیت کا واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہوں جنکو روزینہ ماہواری ملتا ہے تو انکے روزینہ میں سے دیت ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اس میں سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر حکم دیت ہونے کے بعد مہینوں کا روزینہ وصول ہوا تو اس میں سے بقدر حصہ کے دیت لیجائیگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر ان کو ماہواری روزینہ ماہ بماہ وصول ہوتا ہو تو ہر مہینہ کے روزینہ میں سے چھتیسواں حصہ لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لیجائیگی اور اگر اسکی مددگار برادری کیواسطے ماہواری روزینہ اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو انکے عطیات میں سے دیت دینا لازم کیا جائیگا روزینہ میں سے دینا لازم نہ کیا جائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور رزق و عطا میں فرق یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو لوگوں کیواسطے بقدر حاجت و کفایت کے انکو روزانہ مہینہ میں کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہے اور عطیہ وہ ہے کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہے بلحاظ تنگی و تکلیف در باب قرضہ کے نہ بلحاظ حاجت و کفایت کے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ میں سے ہو اور وہاں اسکا عطیہ تھا پھر دیت کی ڈگری ہونے نہ پائی تھی کہ اسکا دیوان بصرہ میں بدل گیا تو اہل بصرہ میں سے اسکے عاقلہ پر دیت ادا کرنی مددگاری واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اسکے عاقلہ کوفہ پر تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا اور اس سے تہائی دیت لیگئی ہو یا نہ لی گئی ہو پھر اسکا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان میں داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ پر رہیگی اور اہل بصرہ کی طرف تحویل نہ کیجائیگی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اسکا حصہ دیت لے لیا جائیگا یہ محیط میں ہے اور اگر اسکا مسکن کوفہ میں ہو اور اسکا کچھ عطیہ نہو اور اسنے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا تھا کہ اسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو اسکے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر اسکے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اسنے کوفہ چھوڑ کر بصرہ میں وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہوگی۔ اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا اور حکم دیت سے پہلے وہ شہر میں رہنے لگا اور اسکا نام دیوان میں درج ہو گیا تو اہل دیوان اسکے عاقلہ ہو کر دیت میں مددگار ہونگے اور اگر اسکے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہو جانیکے بعد وہ شہر میں آکر دیوان میں درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہوگی یہ کافی میں ہے اگر بدوی نے کسی شہری کو خطا سے قتل کر ڈالا تو اسکے خویش و برادری میں سے وہیں سوا اونٹ جو اسپر واجب ہوئے ہیں جمع کیے جاوینگے اور اسکے شناسا لوگ اسکو جمع کرینگے پھر ولی مقتول کو حکم دیا جائیگا کہ انہیں کے مقامات سکونت میں جاکر انسے یہ مقدار دیت وصول کر لے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اسکی بابت حکم نہیں ہوا تھا کہ

امام المسلمین نے اسکو اور اسکی قوم کو بادیہ سے منتقل کر کے شہر میں بسایا اور انکا عطیہ دینار مقرر کیے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے پاس پیش ہوا تو قاضی انپر دیت میں دینار دینے کا حکم دیگا اونٹوں کا حکم نہ دیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر انپر سو اونٹ کا حکم ہوگیا پھر امام المسلمین نے اسکو اور اسکی قوم کو منتقل کر کے انکا عطیہ دینار مقرر کیے تو انسے اونٹوں یا انکی قیمت کا مواخذہ کیا جائے گا اور اگر سوائے عطیہ کے اسکا کچھ مال ہو تو اونٹوں کی قیمت انکے عطیات سے لیجائیگی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط میں ہے۔ اور اگر کوفہ کے اہل عطا میں سے ایک شخص نے جنایت کی اور اسکی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہوگیا پھر اسکی قوم میں ایک قوم دیہاتی یا شہری جنکا عطیہ مقرر نہیں ہے ملگئی تو اسکی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری میں داخل کیے جاوینگے اور جسقدر ادا کیا ہے اور جسقدر باقی ہے سب میں شامل کیے جاوینگے اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت انھوں نے ادا کی ہو تو اسمیں یہ لوگ جو شامل ہوں شامل نہ کیے جاوینگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے قتل بخطا کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ[ف] نہ کیا گیا الا بعد چند سال کے تو قاضی اسکے مال سے روز حکم سے تین سال میں دیت ادا کرنے کا حکم دیگا اور اگر قاتل و وارث مقتول دونوں نے باتفاق بیان کیا کہ فلاں شہر کے قاضی نے گواہوں کی گواہی پر اسکے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا تھا اور مددگار برادری نے ان دونوں کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اسکے مال میں سے انکا کچھ نہوگا الا اس صورت میں کہ اسکا عطیہ انکے ساتھ ہو تو اسپر بقدر اسکے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور معاقل میں ذکر فرمایا کہ ایسے قتل کے گواہ جسمیں مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت میں مقبول نہونگے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اسنے فلاں شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث مقتول نے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ نے اسکو قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائے گا اور مدعا علیہ کا اقرار قتل ایسی گواہی کے قبول کیے جانے سے مانع نہیں ہے اسواسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار مدعا علیہ ثابت نہ تھی اور اسکے نظائر بہت ہیں یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا کہ میں کوئی گواہ نہیں جانتا ہوں پس میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کر دیجئے پس قاضی نے مال مقر سے دیت دینے کا حکم دیدیا پھر وارث مقتول نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کرا دے تو اسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ ابھی حاکم دیت کا مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہوجاویں پس قاضی نے حکم میں تاخیر کی پھر وارث مذکور نے گواہ پائے تو قاضی انکی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اسکے مولی کی مددگار برادری ہے اور مولی الموالات[ف۵] کی مددگار برادری اسکا مولی اور مولی کا قبیلہ ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک عورت آزاد ہو اور وہ بنی تمیم کی موالات ہو اور اسکا خاوند اہل ہمدان میں سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اسکے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کے عاقلہ اسکی ماں کے عاقلہ ہیں اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اسکی دیت کا حکم نہیں دیا ہے کہ اسکا باپ بھی آزاد

ف مدعی کا قاضی کے روبرو دعوی پیش کرنا وغیرہ ۱۲ ف۵ مولی الموالات وہ شخص اجنبی جسکو کسی اجنبی نے کہا کہ تو میرا مولی ہے پس اگر میں مروں تو تو میرا وارث ہے اور اگر مجھ سے کوئی ایسا جرم ہوجاوے جس سے مال لازم آوے تو تو اسکو میری طرف سے ادا کرے اور وہ شخص اسکو قبول کرے ۱۲

کیا گیا تو قاضی اُسکی ولاء اُسکے باپ کے موالی کی طرف منتقل کر دیگا پھر جو جنایت اُسنے کی ہو اُسکی دیت کا حکم اُسکی ماں کی مددگار
برادری پر جاری کریگا اُسکی ماں کی مددگار برادری سے اسکو منتقل نہ کریگا۔ اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُس نے
کنواں کھودا اور باپ کے آزاد ہو چکنے کے بعد اُس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو دیت کا حکم ہونے کے وقت اُسکی مددگار اُسکی ماں
کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہو تو اُسکا باپ ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطاء سے قتل کیا پھر دیت ادا کرنے سے پہلے اُسکے موالات کو چھوڑ کر دوسرے
شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُسکا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک حربی مسلمان ہو گیا اور اُسنے دار الاسلام
میں ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُس نے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہے اُسکی مددگار برادری اُسکے
دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس سے موالات کی ہے اُسکے موالات کو چھوڑ دے
اور اگر ان لوگوں نے اُسکی طرف سے مددگاری نہ کی کہ دیت ادا کی ہو یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہیں کیا ہو کہ دار الحرب سے
اُسکا باپ قید کر کے دار الاسلام میں لایا گیا اور اُسکو ایک شخص نے خرید کر کے آزاد کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولاء اپنی جانب
کھینچ لیجائیگا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُسکی مددگار برادری باپ کے آزاد کرنے والوں کی مددگار برادری
سے کچھ واپس نہیں لے سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایسا ہو کہ باپ کے قید کیے جانے سے پہلے کنواں کھودا پھر اُسکے باپ کے آزاد
کیے جانے کے بعد اُسکے کنوئیں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی جس سے اُسنے
موالات کی تھی اُسکے باپ کی مددگار برادری پر نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ ایک ذمی مسلمان ہو گیا اور اُسنے کسی سے
موالات نہ کی یہاں تک کہ خطاء سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُسنے بنی تمیم میں سے ایک شخص سے
موالات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونوں جنایتوں کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُسکی موالات باطل ہوگی یہ ظہیریہ میں
ہے۔ اور اگر کنواں کھودا پھر کسی شخص سے موالات پیدا کی پھر کنوئیں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی
اور بیت المال اُسکی طرف سے دیت ادا کریگا بخلاف اسکے اگر اُسنے پتھر رکھا ہو یا چھجہ نکالا ہو اور پھر اس سے پہلے اُسنے ایک شخص سے
موالات کر لی پھر پتھر یا چھجہ ... اور اُسنے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُسکی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ
محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک مسلمان عورت جو موالی بنی تمیم کی ہے کوئی جنایت کی یا کنواں کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت
حکم نہیں ہوا تھا کہ عورت مذکورہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے مسلمان لشکر نے جہاد میں اُسکو قید کیا پھر اُسکو
ایک شخص نے خرید کر آزاد کر دیا پھر کنوئیں میں ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کسی
ایک بدوی نے راہ میں کنواں کھودا پھر امام نے بدویوں کو شہر میں بلا لیا اور شہر میں متفرق ہو کر صاحب عطیات ہو گئے
پھر اس کنوئیں میں ایک شخص گر کر مر گیا تو دیت اُسکی اس روز کی مددگار برادری پر ہوگی جس دن وہ گرا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔
اور اگر اُس نے کنواں کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُسکا عطیہ باطل کر دیا اور اُسکو اُسکے نسبی رشتہ داروں کی طرف
واپس کر دیا کہ اُنھوں نے زمانہ دراز تک اُسکے ساتھ مددگاری کی پھر کنوئیں میں گر کر ایک آدمی مر گیا تو جس روز مال

ف یعنی جو دیت اُسکے جرم کی ادا کریں ۱۲ منہ ف یعنی اسکو اپنا مولی الموالات بنایا ۱۲ ف کنواں کھودنے والا ۱۲ ف یعنے باپ کی مددگار برادری پر دیت

واجب ہوا ہی اُس روز کی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہی۔ ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری اُسکی ماں کی مددگار برادری ہوگی پس اگر ماں کی مددگار برادری نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی ہو پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعوی کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو ماں کی مددگار برادری نے جسقدر مال ادا کیا ہی وہ باپ کی مددگار برادری سے واپس لینگے اور تین سال میں جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اسکی ماں کی مددگار برادری کو واپس دیویں واپس لینگے اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مر گیا اور اُسکا بیٹا آزاد ہی اور ہنوز مکاتب کی کتابت ادا نہ کی گئی تھی کہ اُسکے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت مولاۃ بنی تمیم کے پیٹ سے ہی اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہی پس ماں کی قوم نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر اُسکے باپ کی کتابت ادا کی گئی تو ماں کی مددگار برادری اس مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لیگی اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی بشرطیکہ حکم دینا گواہوں سے ثابت ہوا ہو اور اگر حکم دینا اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال میں واپس لینگے یعنی جس روز سے قاضی اُسپر حکم دے کہ واپس دے یا اُسکی[ف] مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم دے یہ کافی میں ہی۔ اور اگر ابتدائے مقدمہ میں یہ سب مجتمع ہوئے ہوں تو قاضی وارثان مقتول کیواسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کیواسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دیدیگا پس جب وارث مقتول لڑکے کی مددگار برادری سے کچھ لیگا اُسیقدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی۔ اور اگر ملاعنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے ماں کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور اُنھوں نے تہائی دیت ادا کر دی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا پس سب حاضر ہوئے تو ماں کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو اُنھوں نے ادا کی ہی دینے کا حکم دیگا اور آیندہ سال میں پہلے ابتدا قبضہ سے گنی جائیگی کہ وارثان جنایت سے پہلے اُنکو تہائی دیت جو اُنھوں نے ادا کی ہی ادا کر دیجائیگی پھر ماں کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہو جائیگی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال میں بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جسقدر ماں کی مددگار برادری سے لیا ہی وہ واپس لیا جائیگا۔ پھر پہلے سال میں ماں کی مددگار برادری کو ادا کر دینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کریں اور مکاتب کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط میں ہی۔ اور مسلمان کسی کافر کیطرف سے یا کافر کسی مسلمان کیطرف سے دیت ادا کرنے میں مددگار نہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادائے دیت میں ہونگے اگر اُنھوں نے تعاقل اور ادائے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہی اگرچہ اُنکی ملتیں مختلف ہوں یہ محیط میں ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہی کہ باہم اُنمیں عداوت ظاہرہ نہو اور اگر عداوت ظاہرہ ہو جیسے یہود و نصاری تو چاہیے کہ بعض کا

[ف] واضح ہو کہ درصورت اُسکے اقرار کے بدون گواہوں کے مددگار برادری ضامن نہوگی پس مراد یہ ہی کہ درصورت ثبوت گواہوں کے بھی جس روز قاضی واپس کرنیکا حکم دے اُس روز سے تین سال میں واپس لینگے ۱۲ منہ

بعض عاقلہ نہوویں اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر وے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہوں تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر انمین تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہوگی یہ محیط مین ہی

فصل اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد مین جنایت واجب ہوئے تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہو اور خطا کیصورت مین خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونون حالتون مین عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد مین قتل نفس مین مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم مین جنایت کرنے والے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جاوے یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُسکو اداکریگی اور بیسوان حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ متحمل ہونگے یہ کافی مین ہی۔ اور جس قتل عمد مین شبہ واقع ہو جاوے اُسمین جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے مین مال واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضحہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال مین واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولے پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور مولی کی مددگار برادری پر اُسکے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ مین سے کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آوے اُسکے عاقلہ متحمل نہونگے الا اس صورت مین کہ اُسکے اقرار کی تصدیق کرین یہ ہدایہ مین ہی۔ اور حکومت عدل سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضحہ سے کم یا برابر ہو تو مددگار برادری اُسکی متحمل نہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہی اور متاخرین نے اُسمین اختلاف کیا ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مددگار برادری اُسکو اُٹھاویگی اور جوڑ بند کے ارش بلا خلاف نہ اُٹھاویگی یہ محیط مین ہی۔ اور جو دیت نفس قتل سے واجب ہوئی قتل خطا مین یا شبہ عمد مین یا عمد مین جسمین شبہ واقع ہو گیا[1] تو جس پر واجب ہوئی اُسپر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی کہ ہر سال مین ایک تہائی واجب ہوگی اسیطرح جس نے خطا سے قتل کرنیکا اقرار کیا اُسکے مال سے دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کر لی تو وہ مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الا اس صورت مین کہ میعاد شرط کر لی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مددگار برادری پر یا مال جنایت کنندہ مین سے واجب ہوا وہ جزو تین سال مین ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیون نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دیت کا دسوان حصہ تین سال مین واجب ہوگا اسیطرح اگر انھون نے عمداً قتل کیا لیکن ان دس مین سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہی تو بھی ہر واحد کے مال سے دسوان حصہ دیت تین سال مین واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر فعل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اور تہائی سے زائد

[1] وہ قتل ہی جو ایسے آلہ سے واقع ہو جو قتل کے واسطے موضوع نہین ہی ۱۲

دو تہائی تک جس قدر ہو وہ دوسرے سال میں ادا ہو[1] دو تہائی سے زائد جسقدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال میں واجب ہوگی کذا فی الہدایہ

سترھواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ نوادر ہشام میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور ایک دوسرے شخص نے آکر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کیے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی کا غلام تھا پھر مدعی نے اسکو آزاد کردیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارث ہوں تو قتل عمد کی صورت میں اُس کے وارثوں کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائیگا اور قتل خطا کی صورت میں دیت کا حکم ہوگا اور اگر اسکا کوئی وارث نہو تو مولی کو عمد و خطا دونوں صورتوں میں اسکی قیمت ملیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص عمداً مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ کر دیے کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح نہیں کیا ہے پھر مجروح اس زخم سے مرگیا پس آیا ایسا اشہاد[2] صحیح ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو فلاں شخص کا مجروح کرنا لوگوں اور قاضی کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پس اگر معلوم ہو تو اس طرح گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے اور اگر فلاں کا مجروح کرنا قاضی اور لوگوں کے نزدیک معلوم و معروف نہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا پھر اگر بعد اسکے وارث نے فلاں شخص کے مقابلہ میں اُس کے مجروح کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مجروح کیا گیا اور اُسنے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہے پھر مرگیا پھر اسکے وارث نے زید کے سوائے دوسرے شخص پر قتل کے گواہ قائم کیے کہ اسنے قتل کیا ہے تو ایسے گواہ قبول نہونگے ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح کیا ہے۔ پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اسکو خطا سے مجروح کیا ہے تو گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو سوار باہم ٹکرا گئے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مرگیا پس اگر خطا سے واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہے اور اگر دونوں غلام ہوں تو ہر ایک کے مولے کے واسطے دوسرے کے مولے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اسکو وارثان آزاد لے لینگے اور آزاد مقتول کی دیت جسقدر اس قیمت کی نسبت زائد باقی رہے وہ باطل ہو جائیگی۔ اور اگر یہ فعل عمداً واقع ہوا پس اگر دونوں آزاد ہوں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور اگر دونوں غلام ہوں تو جنایت ہدر[3] ہو جائیگی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مرگیا اسواسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف کا بدل چھوڑ گیا ہے یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہے پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف دیت میں سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لیگا اور باقی اسکا حق باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونوں پیدل ہوں اور ٹکرا کر صدمہ کھا کر مرگئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک سوار چلا جاتا ہے اُسکے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اسسے ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مرگیا تو جو سوار چلا جاتا ہے اُسپر کچھ ضمان واجب

[1] مثلاً تہائی دیت سے ایک ہزار درہم زائد ہیں تو تہائی دیت سال اول میں اور باقی سال دوم میں دینا ہے ۱۲ منہ [2] گواہ کر لینا یعنے اس قسم کی گواہی قائم کر لینا جیسا کہ مذکور ہوا ۱۲ منہ [3] یعنے اسکا عوض کچھ نہوگا بلکہ وہ رائیگاں یعنے ہدر قرار دیجائے گی ۱۲

نہوگی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اس صدمہ سے مرگیا تو جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکرایا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہی حکم
دو کشتیوں میں ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - ایک سوار کھڑا ہی اور دوسرا روان ہی اور دونوں ٹکرائے یا ایک شخص پیدل جاتا ہی
اور دوسرا کھڑا ہی اور دونوں ٹکرائے تو سوار روان پر و پیدل جاتے ہوئے پر کفارہ واجب ہوگا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہی اُسپر کفارہ نہوگا
اور باہم وارث ہونگے اگر استحقاق میراث ہووے یہ محیط سرخسی میں ہی - اور اگر دو کشتیاں ٹکرائیں پس اگر سوار یا ملاح کے فعل
سے ہو تو وہی ضامن ہوگا اور نفوس کا ضامن نہوگا اور مال کا ملاح ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی - اور اگر دو شخص ایک
رسی کو کھینچتے تھے پس رسی ٹوٹی اور دونوں گر کر مرگئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہی تو ہر ایک کا خون ہدر ہوگا اور اگر دونوں
منھ کے بل گر کر مرے ہیں تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا
منھ کے بل گرا ہی تو چت گرنے والے کا خون ہدر ہوگا اور منھ کے بل گرنے والے کی دیت چت گرنیوالے کی مددگار برادری
پر واجب ہوگی - اور اگر کسی اجنبی نے آکر رسی کو کاٹ دیا یہانتک کہ دونوں گر کر مرگئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر
دونوں میں سے ہر ایک کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہی - ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک آزاد کے پاس
تلوار ہی اور ایک غلام کے پاس عصا ہی دونوں ملاقی ہوئے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہانتک کہ دونوں مارے گئے
اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہی تو وارثان آزاد پر و مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام کے
ہاتھ میں تلوار و آزاد کے ہاتھ میں عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور وارثان
آزاد کیواسطے مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونوں کے ہاتھ میں لاٹھی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاٹھی مار کر
موضحہ زخم شجہ پہونچایا پھر دونوں مرگئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہی کہ کس نے پہلے چوٹ لگائی ہی تو آزاد کی مددگار
برادری غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُسکے مولی کو دیگی پھر مولی سے کہا جائیگا کہ اس قیمت میں سے ارش شجہ
وارثان آزاد کو دیدے اور یہ استحسان ہی یہ محیط میں ہی - زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اُسکا
ہاتھ اُکھڑ گیا پس اگر زید نے اُسکا ہاتھ مصافحہ کیواسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہوگا اور اگر زید نے
اُسکا ہاتھ دبایا اور اُسنے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا اور اُسکو یہ صدمہ پہونچا تو زید اُسکے ہاتھ کے ارش کا ضامن
ہوگا یہ ظہیریہ میں ہی - اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گر کر مرگیا تو دیکھا جاویگا
کہ اگر زید نے مصافحہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پاکر ہاتھ
کھینچا تو زید اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اس صورت میں زید کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو عمرو ضامن نہوگا
یہ سراج الوہاج میں ہی - اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہانتک کہ بکر نے اُسکو قتل کر ڈالا تو جو قاتل ہی وہ قصاص
میں قتل کیا جائیگا اور زید برابر قید رکھا جائیگا اور اُسکو عذاب دیا جائیگا یہ ظہیریہ میں ہی - اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا
یہانتک کہ بکر نے آکر اُسکے درم لے لیے تو ہمارے نزدیک درمون کا ضامن بکر ہوگا اور زید ضامن نہوگا یہ محیط میں ہی - ایک
شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھکر نہیں بیٹھا ہی پھر کپڑے والا اُٹھا اور کپڑا دبا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے
دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی - زید عمرو کے پاس گیا اور اُسنے زید کو ایک

مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُس پر بیٹھ گیا اور اُسکے پہلو مین ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور تیل بہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جسقدر مسند بھیگی اور خراب ہوئی ہے اُس کا ضامن ہوگا۔ اور اگر قارورہ[١] کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہوگی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لیکر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے مین بھی ضمان واجب نہوگی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہے۔ اجارات قدوری مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر مین بلایا پس وہ لوگ اُسکے فرش بچھے ہوے پر چلے یا اُسکی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہونگے اور اگر اُنھون نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہین جاتا ہے روندکر پھاڑ ڈالا یا توڑ ڈالا تو ضامن ہونگے اور اگر اُسکا کوئی برتن ہاتھون ہاتھ ایک دوسرے کو اُٹھا دیا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہونگے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہوا اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ متفرقات مین فقیہ ابو جعفر نے لکھا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے یہان مہمان گیا اور میزبان نے اُسکو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دب کر مرگیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک نابالغ ہو تو ضامن نہوگا[٢] اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن ہو تو اُسمین بھی مثل مالک مکان کے لڑکے کے حکم ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک سوتے ہوے آدمی کی فصد کھولدی پس خون بہانتک بہا کہ وہ مرگیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ عمداً یا خطاءً کس طرح قتل کیا ہے تو فرمایا کہ مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی دیت اقرار کرنیوالے کے مال مین سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوی مین خلف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مین نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہاتھ یا پاؤن سے مارا پس وہ مرگیا تو فرمایا کہ یہ شبہ عمد ہے اور حسن بن زیاد نے بھی یون ہی فرمایا ہے جبکہ اُسنے مارنے مین تکرار[٣] و سختی کی ہو اور وہ مرگیا تو یہی حکم ہے اور اگر اُسکو زجر کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مرجانے کا خوف نہین ہوتا ہے اور باوجود اس کے وہ مرگیا تو یہ خطا ہے اور فقیہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسد رح کا قول پسندیدہ ہے یہ محیط مین ہے۔ منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑلی پس اُسنے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار اُسکی انگلیان کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑون پر سے نہ کٹی ہون تو تلوار کھینچنے والے پر دیت واجب ہوگی اور اگر جوڑون پر سے کٹ گئی ہون تو اُسپر قصاص[٤] واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید نے عمرو کا غلام عمداً قتل کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا تو زید اُسکی قیمت سے بری نہوگا بلکہ زید پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر

[١] قارورہ شیشی کو کہتے ہین جس مین روغن وغیرہ رکھتے ہین ۱۲ [٢] مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ لڑکا مملوک اور مال صاحب دار کا نہین ہے تاکہ کہا جاوے جبکہ وہ اُسکی اجازت سے تلف ہوا ہے تو اسکا مال اُسکی اجازت سے تلف ہوا بلکہ وہ اپنے احکام مین مستقل ہے جیسا کہ شیشہ کی صورت مین ہے اور اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مملوک کیصورت مین ضمان نہین ہے ۱۲ منہ [٣] یعنی عمرو اس کلام سے قیمت سے بھی بری کرنے والا نہوگا اسواسطے کہ قصاص سے بریت ہے ۱۲ منہ [٤] یعنی انگلیون کا ارش ۱۲

زید نے اپنے دانت میں کسی قسم کے درد پیدا ہو جانے کی وجہ سے عمرو کو اُسکے اُکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر بتلا دیا کہ یہ دانت اُکھاڑے اور عمرو نے اسکے سوائے دوسرا دانت اُکھاڑا پھر دونوں نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے ساتھ پس جب یہ قسم کھا جاوے کہ مین نے اُکھاڑے ہوئے دانت کے اُکھاڑنے کا نہیں بلکہ دوسرے دانت کے اُکھاڑنے کا حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُسکی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمرو نے عمداً ایسا کیا ہے مگر قصاص اسوجہ سے ساقط ہوا کہ شبہ پیدا ہوگیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر دیت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنیوالے کی مددگار برادری ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیسا کہ ان چیزوں میں جنمیں مملوک کی صورت مین ہے یہ محیط مین ہے۔ دو آدمیون نے ایک شخص کا دانت خطا سے اُکھاڑ ڈالا تو دیت دونوں کے مال پر واجب ہوگی اسواسطے کہ جسقدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہے وہ ارش موضحہ سے کم ہے یہ قنیہ مین لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو زخم مذکور اگر سرایت کر کے مکاتب کو ہلاک کرے تو سرایت ہدر ہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب ہوگی نہ دیت اگرچہ وہ آزاد ہو کر مرا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اسطرح جلائی جیسے جلائی جاتی ہے تو ضامن نہوگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ فتاوائے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تنور مین اسقدر لکڑیان ڈالدین کہ تنور انکو برداشت نہین کر سکتا ہے پس اُسکا خود گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہو کر غیرون کے گھر جلا دیے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین مین آگ جلاوے اُسنے ایسا ہی کیا اور آگ اُسکے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کسی چیز کو جلا کر تلف کیا تو باپ ضامن ہوگا اسواسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہو گیا کہ گویا باپ نے خود ایسا کیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ منتقی مین فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہون نے عمرو پر یہ گواہی دی کہ عمرو نے اس مدعی کا فلان بیٹا قتل کیا ہے اور دوسرے گواہون نے بھی زید کیواسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کا فلان بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیا سوا اسکے جسکی بابت پہلے گواہون نے گواہی دی ہے قتل کیا ہے پس پہلے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہون کی ثابت نہوئی پس عمرو اس مدعی یعنی زید کو دیا گیا کہ اسکو قصاص مین قتل کرے پس زید نے کہا کہ مین تجھکو اپنے اُس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہون جسکے قتل کے گواہون کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور جسکے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے اُسکے عوض قتل نہین کرتا ہون پھر اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب ہوگا اور اگر کہا کہ تو نے میرے اس بیٹے کو نہین قتل کیا ہے جسکے مقدمہ کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہے بلکہ تو نے میرے دوسرے بیٹے کو قتل کیا ہے پھر اُسکو قصاص مین قتل کر ڈالا تو استحساناً اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور کنز الرؤس مین ہے کہ اگر کسی شخص نے گھر کے دروازہ سے جھانکا پس مالک مکان نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ اُسکا دفع کرنا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن ہو اور اگر بدون اسکے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور

ف جیر باشد د عوض البتہ زخم کہ جس سے ہڈی کھل گئی ہے ۱۲

جب

مالک مکان نے کچھ پھینک مارا اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے اور منتقی میں بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسف از امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مذکور ہے کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہیں اُنمیں سے ایک نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو فلان سنہ میں بقرعید کے روز مکہ میں قتل کیا ہے اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے باپ کو اُسی روز جو اول مدعی نے دعویٰ کیا ہے کوفہ میں قتل کیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چار آدمیوں نے ایک شخص کو گھونسے مارے اور اُنکے مارنے سے اُس شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہوا کہ آخر چوٹ مارنیوالا کون ہے تو اُسی پر دیت واجب ہوگی ورنہ اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ منتقی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر کو عمداً قتل کیا پس زید نے وہ باندی عمرو کو دیدی پس عمرو نے اس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پس زید نے کہا کہ میں نے تجھکو وہ باندی اسواسطے دی تھی کہ تو اُسکو قتل کرے (یعنے قصاص میں ۱۲) اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھ سے اُس باندی پر خون سے صلح کر لی تو عمرو اس باندی کو مع اُسکے عقر[1] کے واپس کر دیگا اور بچہ غلام ہوگا اور عمرو کو اُس باندی کیطرف کوئی راہ[2] نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک کپڑا بل دیکر اُس سے ایک شخص کے سر میں مارا اور موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر اُس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب نہوگا اور یہ اُس صورت کی مثال ہے کہ سبب میں قصاص ہے اور مسبب میں نہیں ہے اور اُسکے برعکس یعنے جسکے سبب میں قصاص نہیں ہے اور مسبب میں قصاص ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز سے شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اس سے وہ مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور جس میں سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب ہوتا ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز سے کسی کو موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو بھی قصاص واجب ہوگا اور اُسکے برعکس یعنے سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب نہیں ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم[3] پہونچایا تو قصاص نہیں ہے اور اگر وہ اس سے مر گیا تو بھی قصاص نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نابالغ عاقل نے دوسرے کی بکریوں پر کتا للکار دیا کہ وہ بکریاں متنفر ہو کر بھاگ گئیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کہاں گئیں تو وہ ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک درخت کو کھینچا پس وہ ان دونوں پر گر پڑا اور دونوں مر گئے تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرا تو دوسرے کی مددگار برادری پر اُسکی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی میں گھس گیا کہ اُسکو تباہ کرتا ہے پس اگر یہ شخص اُسکو نکالنے جاتا ہے تو اس سے بھی کھیتی خراب ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چوپایہ مذکور کے خراب کرنیکے کم خراب ہوتی ہے تو اُسپر واجب ہے کہ گھس کر اُسکو نکال دے اور جو کچھ نقصان ہو اُسکا ضامن نہوگا اور اگر غیر کا چوپایہ ہو تو اُسپر نکالنا واجب نہوگا لیکن اگر نکال دیا اور وہ چوپایہ تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیہوں کھاتا ہے پس اُسکو منع نکیا یہانتک کہ اُسنے کھا لیے تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت

[1] وہ مال جو بعوض وطی بشبہہ کے واجب الادا ہوتا ہے ۱۲ [2] یعنی نہ قتل کر سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے ۱۲ [3] یعنی موضحہ زخم پہونچایا جائیگا ۱۲

اُسکے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیجا پھر غلام نے لڑکون کو کھیلتے دیکھا پس اُنکے پاس چلا گیا اور ایک کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہان سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسواسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام مین لگانے کی وجہ سے غاصب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے انثیین مین صدمہ ضرب پہونچایا پس ایک خصیہ یا دونون پھول گئے تو اسمین حکومت عدل واجب ہے یہ قنیہ مین ہے جامع صغیر مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربط غصب کرکے اُسمین اپنے چوپایہ باندھے پس انکو مالک مربط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا اور عیون مین لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے یہ ناقص جانور اُسکو دیکر اُس سے تاوان لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور کچھ تاوان نہین لے سکتا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ فصول عمادیہ مین ہے

کتاب الوصایا

اور اسمین دس باب ہین

باب اول ۔ وصیت کی تفسیر و شرط جواز و حکم کے بیان مین اور جس کیواسطے وصیت جائز اور جسکے واسطے ناجائز ہے اور جو امر وصیت سے رجوع کرنا نہین ہوتا ہے اُسکے بیان مین **قال المترجم** الایصاء وصیت کرنا و وصیت معروف ہے موصی بہ جس چیز کی وصیت کی ہے۔ موصی وصیت کرنیوالا اور جسکے حق مین وصیت کی ہے اُسکو موصی لہ کہتے ہین اور وصی وہ ہوتا ہے جو میت کے قائم مقام اُسکا خلیفہ ہو۔ قال فی الکتاب شرع مین ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد کیطرف مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہے یعنے بطور ۱ احسان کے مرنیکے بعد مالک کر دینا اور جس چیز کا مالک کرتا ہے خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التبیین۔ اور رکن اسکا یہ قول ہے کہ اوصیت بکذا لفلان و اوصیت الی فلان یعنی یون کہنا کہ مین نے اس چیز کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی یا فلان شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور وصیت مستحب ایسی صورت مین ہے کہ جب اسپر اللہ تعالی کا کوئی حق واجب نہو اور اگر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوۃ و روزے رمضان کے ۲ اور حج و نماز فریضہ جنکو اُس نے ترک کیا ہے تو ایسی حالت مین وصیت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور وصیت مین موصی لہ کا صریحًا یا دلالۃً قبول کرنا شرط ہے اور دلالۃ قبول کرنیکی یہ صورت ہے کہ موصی لہ صریح قبول کرے یا رد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہے پس اُسکے وارث اس وصیت سے میراث پاوینگے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور واضح ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہے پس اگر موصی کی زندگی مین اُسنے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہے اسکا کچھ اعتبار نہین ہے خواہ کہ موصی کے مرنے

۱ پس دینے کی وصیت کرے ۱۲ ۲ کفارہ دینے کی وصیت کرے ۱۲

کے بعد اُسکو قبول کر لینے کا اختیار ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ بفعل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا یا وارثون کے واسطے کوئی چیز خرید نا یا ادائے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنیکے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور شرط وصیت یہ ہے کہ موصی تملیک یعنی مالک کر دینے کی اہلیت رکھتا ہوا اور موصی لہ تملک یعنی مالک ہوجانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصی کے موصیٰ بہ ایسا مال ہو جو قابل تملیک ہے۔ اور حکم وصیت یہ ہے کہ موصی لہ موصی بہ کا مثل ہبہ کے بملک جدید مالک ہوجاتا ہے یہ کفایہ میں ہے۔ اور یہ مستحب ہے کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت کرے تو تہائی سے کم کی وصیت کرے خواہ اُسکے وارث غنی ہون یا فقیر ہون یہ ہدایہ میں ہے۔ اور جسکے پاس مال قلیل ہو تو افضل ہے کہ وہ بالکل وصیت نکرے بشرطیکہ اُسکے وارث موجود ہون اور جسکے پاس مال کثیر ہو تو افضل یہ ہے کہ درصورتیکہ وصیت میں کوئی معصیت نہو ویے تاہم تہائی مال سے تجاوز نکرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور موصی لہ قبول کرنے سے مالک ہوجاتا ہے پس اگر موصی کے مرنے کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو موصی بہ میں اُسکی ملک ثابت ہوجائیگی خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکے رد کر دینے سے وصیت رد ہوجائیگی یہ کافی میں ہے پھر واضح ہو کہ اجنبی کیواسطے وصیت بدون اجازت وارثون کے صحیح ہوجاتی ہے کذا فی التبیین لیکن تہائی سے جسقدر زائد کی وصیت کی ہے وہ جائز نہ ہوگی الا اُس صورت میں کہ وارث اُسکی موت کے بعد اجازت دیدین اور وہ بالغ ہون اور اُسکی زندگی مین وارثون کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہین ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کر دی اور اُسکا کوئی وارث نہین ہے تو وصیت نافذ ہوجائیگی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور ہمارے نزدیک وارث کے واسطے وصیت نہین جائز ہے الا درصورتیکہ وارث اجازت دیدین۔ اور اگر اُسنے وارث و اجنبی دونون کیواسطے ایک چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ مین صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ مین دوسرے وارثون کی اجازت پر موقوف رہیگی پس اگر اُنھون نے اجازت دیدی تو جائز ہوجائیگی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہوجائیگی اور موصی کی زندگی مین وارثون کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہین ہے حتی کہ بعد موت موصی کے اُنکو اپنی اجازت سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہونیکا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ وقت وصیت کے حتی کہ اگر اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے واسطے جو وصیت کی ہے وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی درحالیکہ موصی کا فقط ایک لڑکا موجود ہے پھر موصی کی موت سے پہلے وہ لڑکا مر گیا تو بھائی کے حق مین جو وصیت ہے وہ باطل ہوجائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور ہر گاہ وارث کی اجازت سے وصیت جائز ہوئی ہے تو جسکے حق مین اجازت پائی گئی ہے وہ موصی بہ کا ہمارے نزدیک موصی کیطرف سے مالک ہوجائیگا حتی کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہوجائیگی اور موصی بہ مین شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہین ہے اور پھر وارث کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ اجازت سے رجوع کرے یہ کافی میں ہے اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہے پس اگر مرض

ف مترجم کہتا ہے کہ بیشمار بتغلیب کثرت کہا ہے ۱۲ منہ ف مترجم کہتا ہے کہ وصیت مستحب ہے اگر ایسی شے کے ساتھ وصیت نہ کی جو محفوظ رہے تو وہ مجھکو محبوب تر ہے و لیکن وصیت یعنے کسی کو وصی ٹھہرانا بہر حال میں مستحب ہے ۱۲ منہ ف مترجم کہتا ہے کہ یہ قید رفع توہم کیواسطے زیادہ کی ہے جو ظاہر عبارت سے پیدا ہوتا ہے یعنی وصیت تہائی مال سے کم کے ساتھ مستحب ہے حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ جو ہمنے بیان کیا ہے وہی معنی مراد ہین ۱۲ منہ ف اقول لو اوصی ازید من الثلث یلغی لعدم النفاذ فلیتامل ۱۲ ف اگرچہ تہائی سے زائد نہوگی الا باجازت

سے اچھا ہو گیا تو اجازت صحیح ہو جائیگی اور اگر اس مرض سے مرگیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتداے وصیت کے ہوگا
یعنی کہ اگر موصی لہ اسکا وارث ہو تو اجازت جائز نہو گی الا اُس صورت میں کہ مریض کے وارث اجازت دیدیں اور اگر موصی لہ
وارث نہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز ہو جائیگی مگر مریض کے چوتھائی مال سے معتبر ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بعض نے
اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے جائز ہو گی اور اجازت نہ دینے والے
کے حصہ میں باطل ہو گی یہ کافی میں ہے۔ اور جس صورت میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے تو اجازت جبھی جائز ہو گی
جب اجازت دہندہ اس کی اہلیت رکھتا ہو جیسے اُسنے بالغ و عاقل تندرست ہونیکی حالت میں اجازت دی یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کیواسطے وصیت کی تو باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور قاتل کیواسطے خواہ عمداً
قتل کیا ہو یا خطا سے جبکہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہیں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے خواہ اسکے مجروح کرنے سے پہلے وصیت کی ہو
یا اُسکے بعد اور اگر وارثوں نے قاتل کے حق میں جو وصیت ہے اُسکی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک
جائز ہو جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اُسکے حق میں وصیت جائز ہو گی اگرچہ وارث اجازت
ندیں اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اُسکا سواے قاتل کے کوئی وارث نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے
نزدیک وصیت جائز ہے اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کیواسطے وصیت کی تو بدون وارثوں کی اجازت کے جائز نہو گی
یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر عورت نے کسی مرد کو دھاردار یا بغیر دھاردار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اُسکے حق میں کچھ
وصیت کی پھر اُسنے عورت سے نکاح کر لیا تو عورت مذکورہ کو نہ میراث ملیگی اور نہ وصیت بلکہ اُسکو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے
ملیگا اور جو کچھ اس سے زیادہ ہو جو معنی وصیت کے زیادہ بسبب قتل کرنیکے باطل ہو جائیگا۔ اگر ایک شخص کے قتل میں
دس آدمی شریک ہوئے اُنمیں سے ایک آدمی اُسکا غلام ہے اور اُسنے بعد جنایت کے بعض کیواسطے وصیت کی اور اپنے
غلام کو آزاد کر دیا تو وصیت باطل ہو گی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اُسکا دور کرنا ممکن نہیں ہے پس اُسکا رد کرنا اس طرح
ہو گا کہ غلام مذکور پر اُسکی قیمت کے واسطے سعایت واجب کر دیجائیگی اور قتل عمد میں قاتل کو عفو کرنا جائز ہے اور اگر قتل خطا ہو
اور اُسنے عفو کیا تو یہ فعل اُسکے عاقلہ کیواسطے اُسکی طرف سے وصیت ہو گی پس تہائی مال میں جائز ہو گی اور اگر اپنے غلام
کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی پھر اگر غلام نے اُسکو قتل کیا تو وصیت باطل ہو جائیگی لیکن غلام آزاد
ہو کر اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور علیٰ ہذا مدبر نے بھی اگر اپنے مولی کو عمداً یا خطاءً قتل کیا تو وصیت رد ہو جائیگی
وجہ سے اُسپر واجب ہو گا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور قتل عمد میں اُسپر قصاص واجب ہو گا۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے
وصیت کی پھر گواہ قائم ہوئے کہ یہ قاتل ہے اور بعض وارثوں نے اُنکی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنھوں نے گواہوں
کی تکذیب کی ہے اُنکے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری ہو جائیگا اور اُنکے حصہ میں اُسکی وصیت تہائی سے جائز ہو گی اور جنھوں نے
گواہوں کی تصدیق کی ہے اُنکا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہو گا اور تہائی سے اُنکے حصہ سے اُسکی وصیت باطل ہو جائیگی اور

۵۱ یعنی جسقدر مال کی مریض نے اجازت دیدی ہے دیکھا جائیگا کہ وہ مریض کا تہائی مال ہے تو جائز ہے اور اگر زائد ہے تو قدر زائد میں
جائز نہو گی ۱۲ منہ ۵۲ کیونکہ یہ وصیت گویا وارث ہی کے واسطے وصیت ہے ۱۲ ۵۳ یعنی وصیت بعد با جازت جائز ہے ۱۲ ۵۴ پھر وہ مرد اسی زخم سے مرگیا ۱۲

اگر زید نے عمرو و بکر دو آدمیون کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد و شعیب دو وارثون مین سے ہر ایک نے ایک ایک موصی لہما پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ہمارے مورث کو خطا سے قتل کیا ہے تو عمرو و بکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درم دیت کے اپنے مدعی کے واسطے واجب ہونگے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ مین جسنے اسپر قتل کے گواہ قائم کیے ہین کچھ نہو گا اور دوسرے کے حصہ مین سے حساب سے ہو گا۔ اگر زید نے عمرو و بکر دونون مین سے ہر ایک کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو و بکر نے جنمین سے ہر ایک کو واسطے تہائی مال کی وصیت ہے خالد پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کو قتل کیا ہے تو دونون کی گواہی باطل ہے اسیطرح اگر دونون نے کسی وارث یا اجنبی پر یہ گواہی دی کہ اس نے خطا سے قتل کیا ہے تو بھی باطل ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر اس نابالغ نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اسپر واجب ہو گا کہ اپنی دو قیمتون کیواسطے سعایت کرے جنمین سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کیجائے گی اور باقی کے واسطے سعایت کرے اور اگر بالغ ہو اور اسنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو وارثون کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کریگا اور اسکو وصیت مین کچھ نہ ملے گا اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک وصیت کیوجہ سے اسپر سعایت لازم آوےگی اور دیت اسکی مددگار برادری پر ہوگی یہ مبسوط مین ہے اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اسیطرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کیواسطے وصیت کی تو بھی سب استحساناً جائز ہے اور اپنے قاتل کے باپ کیواسطے وصیت جائز ہے اگرچہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا ہو وے اسی طرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہے اگرچہ فرزندی رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پڑپوتا وغیرہ اور نیز اسکے مکاتب و مدبر و غلامون کے واسطے بھی وصیت جائز ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے غلام کیواسطے یون وصیت کی کہ ہر مہینہ اسکو دس درم نفقہ دیا جاوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کے واسطے ہوگی کہ جہان وہ جائیگا اسکے ساتھ جائیگا خواہ فروخت کر دیا جاوے یا آزاد کر دیا جاوے اور اگر اسپر اسکے مولی نے صلح کر لی اور غلام نے اجازت دیدی تو جائز ہے اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اسنے اجازت دی تو اجازت باطل ہے اور اگر ایک شخص کے گھوڑے کیواسطے یہ وصیت کی کہ اسکو ماہواری دس درم نفقہ دیا جاوے تو یہ مالک اسپ کیواسطے وصیت ہوگی پس اگر وہ مر گیا یا مالک نے اسکو فروخت کر دیا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہے مسلمان نے اگر ذمی کیواسطے وصیت کی یا اسکے برعکس تو جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر ذمی نے کسی حربی غیر مستامن کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے واسطے جو دار الحرب مین ہے وصیت کی تو باطل ہے اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دار الحرب سے امان لیکر دار الاسلام مین وصیت کا مال لینے کیواسطے آیا تو اسکو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین یہ اسوقت ہے کہ موصی دار الاسلام مین ہو اور موصی لہ حربی دار الحرب مین ہو اور اگر موصی بھی دار الحرب مین ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا ہو اور اسکے واسطے وصیت کی تو اسکو تہائی مال کی وصیت بدون اجازت

سلہ موصی لہ ایک شخص اور موصی لہما دو شخص جن کے واسطے موصی نے وصیت کی سلہ لا یخفے انہ لو مات الغلام بطلب البقیۃ ایضا ۱۲ سلہ دادا پر دادا ۱۲

وارثون کے جائز ہوگی اور تہائی سے زائد مین اجازت وارثان کی ضرورت ہو اور اسیطرح اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا یا نفل صدقات مین سے اسکو صدقہ دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر مسلمان نے مرتد کیواسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی مین ہے۔ اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسپر اسقدر قرضہ ہے جو اُس کے تمام مال کو گھیرے ہوے ہے تو وصیت جائز نہوگی الا اسصورت مین کہ قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کردین کذافی الہدایہ۔ اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کیطرف سے صحیح ہوتی ہے جسکی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہے پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہین ہے اسیطرح اگر مجنون نے وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مرگیا تو صحیح نہین ہے کیونکہ حالت مباشرہ وصیت مین وہ اہلیت نہین رکھتا تھا یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور مکاتب کی وصیت صحیح نہین ہے اگرچہ ادائے کتابت کیواسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ مین ہے۔ مکاتب کی وصیت تین قسم کی ہوتی ہے ایک قسم بالاجماع باطل ہے وہ ایسی وصیت ہے کہ اپنے اعیان مال مین سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور ایک قسم بالاجماع جائز ہے وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کیطرف کرے جسکا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یون کہے کہ جب مین آزاد ہو جاؤن تو فلان شخص کیلیے میرے تہائی مال کی وصیت ہے پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کرکے یا اور طور پر آزاد ہوگیا پھر مرگیا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور ایک قسم مختلف فیہ ہے وہ یہ ہے کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہوگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے یہ تبیین مین ہے اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق ہو یعنی قریب بلوغ ہو تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہے اور نیز اگر مراہق ہو تو بھی ناجائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ خواہ لڑکا ماذون التجارۃ ہو یا مجحور ہو کذافی البدائع خواہ وہ بعد بالغ ہونیکے مرا ہو یا قبل بالغ ہونیکے مرگیا ہو کذافی الکافی۔ اور اسیطرح اگر اُسنے کہا کہ اگر مین بالغ ہو جاؤن تو میرا تہائی مال فلان شخص کیواسطے وصیت ہے تو نہین صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اہلیت نہین رکھتا ہے پس تنجیز و تعلیق کچھ ممکن نہین ہے اور غلام و مکاتب اگر وصیت کی اضافت اپنے آزاد ہو جانیکے بعد کیطرف کی تو صحیح ہو جائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور جسنے بطور ہزل کے یا بسبب اکراہ کے یا خطا سے وصیت کی اُسکی وصیت صحیح نہوگی یہ بدائع مین ہے۔ آزاد عاقل کی وصیت خواہ مرد ہو یا عورت ہو جائز ہے اور نابالغ مجحور کی وصیت جو بالغ ہو کر بے راہ رہا قیاساً نہین جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہے جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر وہ بالغ آزاد ہوا یا آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو از سرنو وصیت ہوکر صحیح ہو جائیگی اور حمل کیواسطے وصیت جائز ہے اور نیز حمل کی وصیت کسی کیواسطے کردینا کہ یہ باندی بچہ جنے تو فلان کیواسطے وصیت ہے تو جائز ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کے واسطے باندی کی سواے اُسکے حمل کی وصیت اور استثناء دونون صحیح ہین یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک عورت کے پیٹ مین جو ہے اُسکے واسطے وصیت کی پھر ایک مہینہ وصیت کے بعد اور موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُسکے واسطے کچھ وصیت نہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر وہ مرگیا تو تہائی سے وصیت جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثون کے درمیان میراث

سلہ یعنی یہی حکم ہے اور یہ سب ظاہر الروایۃ کے موافق ہے ۱۲ سلہ یعنے اسنے باوجود بالغ ہونے کے وصیت کی مگر چونکہ درستی معاملات مین وہ نالائق ہے اس واسطے وصیت جائز نہین ہے قال المترجم کان ہذا علیہ قوا لہاوا اللہ اعلم ۱۲ سلہ نزدیک خبیثہ زکوۃ ۱۲

تقسیم ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت زندہ کے واسطے ہوگا اور اگر دونوں زندہ جنی پھر ایک مر گیا تو مال وصیت دونوں کیواسطے نصفا نصف ہوگا اور جو مر گیا ہے اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کیواسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث میں ہے۔ اور اگر اس طرح وصیت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہو تو اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت ہے اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درم کی وصیت ہے پھر وہ عورت وقت وصیت سے ایک دن کم چھ مہینے میں ایک لڑکی جنی اور اس سے دو یا تین روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت تہائی میں سے دونوں کو ملیگا اور اس صورت میں اور دوسری صورت جو مذکور ہوتی ہے دونوں میں فرق ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہو تو اُسکے لیے دو ہزار درم کی وصیت ہے اور اگر لڑکی ہو تو اس کے لیے ہزار درم کی وصیت تھی پھر وہ عورت ایک ہی پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینہ سے کم میں جنی تو دونوں بچوں میں سے کسی کیواسطے وصیت میں سے کچھ نہ ملیگا۔ پھر مسئلہ اولیٰ میں اگر عورت مذکور چھ مہینے سے کم میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں جنی تو وارثان موصی کو اختیار ہوگا کہ دونوں لڑکوں اور دونوں لڑکیوں میں سے جس ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو چاہیں مال وصیت دیدیں یہ محیط میں ہے۔ اور موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہے پھر رجوع کبھی صریحاً ثابت ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتا ہے پس اول کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موصی کہے کہ میں نے رجوع کیا یا اُسکے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم اس طرح ہے کہ کوئی ایسا فعل کرے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہے پھر جو فعل ایسا ہے کہ اگر انسان اُسکو دوسرے کی ملک کیساتھ کرے تو مالک سے مالک کا حق منقطع ہو جاوے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع کرنا ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ میں زیادتی کا موجب ہوا اور بدوں اس زیادت کے تسلیم[1] ممکن نہیں ہے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع پر دلالت کریگا اور رجوع ثابت ہوگا اسیطرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہے اور جب یہ بات ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کیواسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کرکے سلایا یا روئی کی وصیت کی اور اُسکو کاتا یا سوت کی وصیت کی اور اُسکو بنا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسکا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہے۔ اور اگر ستو کی وصیت کی پھر اُسکو مسکہ میں ملا دیا یا احاطہ کی وصیت کی اور پھر اُسمیں عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُسکو بھرایا یا استر کی وصیت پھر قبا میں اُسکا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُسکا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ کافی میں ہے۔ وصیت چار صورتوں پر ہے ایک[1] صورت میں قول و فعل دونوں سے فسخ ہو سکتی ہے۔ اور[2] ایک صورت میں قول سے فسخ ہو سکتی ہے نہ فعل سے اور[3] ایک صورت میں فعل سے فسخ ہو سکتی ہے نہ قول سے۔ اور[4] ایک صورت میں دونوں سے فسخ نہیں ہو سکتی ہے پس اول کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُسکا فسخ یہ ہے کہ کہے میں نے وصیت فسخ کردی یا میں نے رجوع کر لیا۔ اور فعل سے اُسکا فسخ یوں ہے کہ اُسکو فروخت کر دے یا آزاد کر دے یا ایسے سبب سے اُسکو اپنی ملک سے نکال دے جو فسخ نہیں ہو سکتا ہے چنانچہ مطلقاً ہبہ کر دے اور دوم کی صورت یہ ہے کہ اپنے تہائی یا چوتھائی مال کی وصیت کی پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہے اور اگر اسکو اپنی ملک سے خارج کر دیا تو وصیت باطل نہو گی بلکہ دوسرے ثلث سے نافذ ہو جائے گی اور سوم کی صورت یہ ہے کہ غلام کو

[1] تسلیم سپرد کرنا جسے ہمارے عرف میں سونپنا بولتے ہیں ۱۲

مدبر کرے مگر تقیید پس اگر بقول رجوع کرے تو صحیح نہیں ہے اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اُسکو فروخت کر دے تو صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر چاندی کے پتر کی کسی کیواسطے وصیت کی پھر اُسکو ڈھال کر کنگن یا انگوٹھی یا اُسکے مانند کوئی چیز بنوائی تو وصیت سے رجوع ہے اور یہ حکم امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر ظاہر ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے واجب ہے کہ رجوع نہو دے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بالعین کی وصیت کی پھر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خرید لیا یا بائع کو ہبہ کیگئی پھر اُسکی وصیت سے رجوع کر لیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جس بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر ذبح کیا تو رجوع ہے اور جس کپڑے کی وصیت کر دی ہے اگر اُسکو دھلایا تو رجوع نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہیں ہے یہ جامع کبیر میں مذکور ہے۔ اور مبسوط میں لکھا ہے کہ رجوع ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر میں لکھا ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب موصی لہ کی غیبت میں اُس نے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتوں کے موافق رجوع نہیں ہے اور جو مبسوط میں ہے وہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب موصی لہ کے حضور میں اُسنے انکار کیا اور اُسکے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع میں مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے اور جو مبسوط میں لکھا ہے وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور یہی قول اصح ہے اور اگر کہا کہ جس چیز کی وصیت فلان شخص کے واسطے ہے وہ حرام یا ربوا ہے تو یہ قول رجوع نہوگا بخلاف اسکے اگر کہا کہ وہ باطل ہے تو رجوع ہو سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کے واسطے کچھ وصیت کی پس اُس سے کہا گیا تو اچھا ہو جائیگا وصیت میں تاخیر کرے[١] پس اُسنے کہا کہ میں نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر کہا گیا کہ وصیت کو ترک کرے پس اُسنے کہا کہ میں نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ جس غلام و مدبر کی میں نے وصیت کی تھی وہ فلان کے واسطے ہے تو یہ رجوع ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ میرے وارث کے واسطے ہے تو یہ رجوع ہے پہلی وصیت سے اور دوبارہ وارث کے واسطے وصیت ہے پس دیگر وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں اُسکی اجازت دیں یا رد کر دیں اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جسکے واسطے دوسری وصیت کی ہے مر گیا تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثوں کا ہوگا اسوجہ سے کہ دونوں وصیتیں باطل ہو گئی ہیں یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُسکو رہن کیا تو یہ رجوع ہے اور اگر اُسکو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وطی کر لی تو یہ رجوع نہیں ہے اور اگر لوہا ہو کہ اُسکے دینے کی وصیت کی پھر اُسکی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہے اور اگر اپنا غلام دینے کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو مکاتب یا مدبر کر دیا[٢] یا کسی وجہ سے اُسکو اپنی ملک سے نکالدیا تو یہ وصیت سے رجوع ہے حتی کہ اگر وہ غلام پھر اُسکی ملک میں عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نہ رہیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ جس غلام کی میں نے فلان شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور کبھی اُسکی وصیت فلان دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونوں میں نصفا نصف

[١] تو تاخیر کرے ہمارے عرف میں اسکے معنی یہ ہیں کہ فی الحال وصیت مت کر اور جب جسنے یہی کیا تو رجوع ہوگا پس اس حکم میں اشکال ہے لیکن اگر لفظ کو اسکے ظاہر پر محمول کیا جاوے تو البتہ تاخیر سے رجوع نہوگا فافہم ۱۲ [٢] اور اگر دلی سے ام ولد بنا لیا تو وصیت ٹوٹ گئی ۱۲ منہ [٣] الحاصل ایسی صورت جس سے نفس مال میں تغیر ہو یا اُسکی صفت بدل جاوے تو اُنمیں حکم رجوع دیا جائیگا ۱۲ [٤] یعنی علی الاطلاق مدبر کرے بلکہ کسی قید کیساتھ مدبر کرے ۱۲ [٥] سوائے موصی لہ کے دوسرے کو بیان کیا ۱۲

ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اور بھی اُسکی نصف کی وصیت فلان دوسرے کے واسطے کردی تو بھی وہ غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کردی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جسکی وصیت مین نے زید کیواسطے کی ہے اُسکی تہائی کی نصف وصیت عمرو کے واسطے کردی یا کہا کہ اُسکے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کردی تو یہ قول تہائی مین سے نصف سے جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہین ہے بلکہ تہائی غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی جسکی وصیت زید کے واسطے مین نے کردی تھی اور بھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کیواسطے کردی تو زید کو اس تہائی کا تہائی ملے گا۔ اور اگر زید کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ مین نے زید کے واسطے وصیت کی تھی اُس کی نصف کی وصیت عمرو کیواسطے کردی تو وہ غلام دونون مین مشترک ہوجائیگا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے ایک باندی کی وصیت کردی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہے اسیطرح اگر گیہون کی وصیت کی پھر اُنکو پسایا یا آٹے کی وصیت کی پھر اُسکی روٹیان پکوائین تو یہ رجوع ہے اور اگر ایک شخص سے کہا گیا کہ تونے اپنے فلان غلام کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی ہے پس اُسنے کہا کہ نہین بلکہ اُس شخص کے واسطے مین نے اپنی فلان باندی کی وصیت کی ہے تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہے۔ اور اگر اپنے دار کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر اُسپر گچ کرائی یا اُسکو منہدم کیا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر اس نے کہگل کرائی تو رجوع ہے بشرطیکہ دار کبیر ہو اور اگر زمین کی وصیت کی پھر اس مین رطبہ بویا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر درخت انگور جمائے یا اور درخت لگائے تو یہ رجوع ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اُسکے درخت خرما مین جو کفری لگے ہین اُنکی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہوگئین یا بسر کی وصیت کی اور وہ رطب ہوگئین اور ہنوز موصی نہین مرا ہے یا تازہ انگورون کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت سے پہلے زبیب ہوگئے یا سنبل کی وصیت کی اور وہ گیہون ہوگئے یعنی بالیون مین سے گیہون پختہ ہوکر نکال لیے گئے یا چاندی کی وصیت کی اور وہ انگوٹھی ہوگئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہوگیا یعنے انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی موت سے پہلے ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہوکر دوسری چیز ہوگئی ہے اور اگر موصی کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہوگئی تو وصیت نافذ ہوجائے گی۔ اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُسمین بعض رطب ہوگئے تو جسقدر رطب ہوگئے ہین اُنکی وصیت باطل ہوجائیگی اور جو بسر مین سے باقی رہیگی اعتبارا للبعض بالکل کہ بعض قائم مقام کل کے ہونگے اور اگر رطب کی وصیت کی پھر موصی کی موت سے پہلے وہ تمر یعنے چھوہارے ہوگئے یا بھیڑی کے بچہ کی وصیت کی اور وہ کبش ہوگیا تو استحسانا وصیت باطل نہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے وصیت کی یا اُسکے غلام یا اُسکے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کردی پھر اُس غیر شخص نے موصی کے مرنے سے پہلے یا اُسکے مرنے کے بعد اسکی اجازت دیدی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جبتک اُسنے مال وصیت موصی لہ کو نہین دیا ہے تب تک اس سے رجوع کرے اور جب اُسکو دیدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلہ مال غیر ہبہ کرنے کے ہے گویا اُسنے غیر کا مال ہبہ کردیا پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہے

ف وہ چیزیں ہیں جو زیادہ دنوں تک گٹ مین نہین رہتی ہین بلکہ تھوڑی مدت کے بعد ختم ہوجاتی ہین از قسم ساگ ترکاری وغیرہ ۱۲

دوسرا باب - اُن الفاظ کے بیان مین جو وصیت ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین اور جو وصیت جائز ہے اور جو نہین جائز ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہے تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا کہ تو میری حیات مین میرا وصی ہے تو وکیل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے سو درم اجرت اس شرط پر ہے کہ تو میرا وصی ہو تو شرط باطل ہے اور سو درم اُسکے واسطے وصیت جائز ہون گے اور بنابر قول مختار کے وہ شخص وصی ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ابن سماعہ نے امام محمد رہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلان شخص کیواسطے میرے مال مین ہزار درم ہین تو پہلے ہزار درم وصیت ہین اور دوسرے اقرار ہین - اور اصل مین ہے کہ اگر وصیت مین کہا کہ میرا تہائی دار واسطے فلان شخص کے ہے پس مین اسکی اجازت دیتا ہون تو وصیت ہے اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دار مین واسطے فلان شخص کے ہے تو یہ اقرار ہے یعنی فلان کا اسقدر اس دار مین استحقاق ہے اور علی ہذا اگر کہا کہ فلان شخص کیواسطے میرے مال سے ہزار درم ہین تو یہ استحساناً وصیت ہے اگر وصیت کے تذکرہ مین کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال مین تو یہ اقرار ہوگا - اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام واسطے فلان کے ہے اور میرا یہ دار واسطے فلان کے ہے اور یہ نہ کہا کہ وصیت ہے اور نہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ میری موت کے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہے پس اگر فلان مذکور نے اُسکی زندگی مین قبضہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ نکیا تھا یہانتک کہ وہ مرگیا تو باطل ہے - اور اگر وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا تو شیخ امام زاہد احمد طواویسی نے شرح وصایا الاصل مین ذکر کیا کہ قیاس یہ ہے کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہوگی یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض مین فارسی مین کہا کہ تیمار دار فرزندان مرا پس من [1] یعنی میرے مرنیکے پیچھے میرے فرزندون کی تیمارداری کر تو اُسکو اپنے ترکہ کا وصی قرار دیا اسیطرح اگر کہا کہ اُنکا تعہد کر [2] یا اُنکے کام کی خبر گیری کر یا جو اسکے معنی مین ہوتے جاتے ہین اور اگر مریض نے دوسرے سے کہا کہ دغم کار من وآن فرزندان من بعد از وفات من بخورم [3] یا کہا فرزندان مرا ضائع ممان [4] تو فرمایا کہ وصی ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے - اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلان شخص کو اجارہ پر مقرر کر تھے کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائیگا اگر اسکو قبول کر لے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - اور اگر کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تہائی دار فلان شخص کو ہبہ کیا جاوے تو یہ وصیت ہے اور موصی کی زندگی مین اُسکا قبضہ کرنا شرط نہوگا اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلان کے ہے یا میری چوتھائی یا میرا چھٹا حصہ واسطے فلان کے ہے پھر قبل اسکے کہ فلان قبضہ کرے وہ مرگیا تو قیاساً باطل ہے اور استحساناً یہ وصیت جائز ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام کیا ہو اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ محیط مین ہے - ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے قرضے ادا کر دے تو وہ وصی ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنے صحت مین کہا کہ اگر میرے اوپر کوئی حادثہ حادث ہو تو فلان کے

[1] مترجم کہتا ہے کہ اُسکا مرض ایسا قرینہ ہے جو اُسکی مراد لینے وصی کرنے پر دلالت کرتا ہے فافہم ۱۲ [2] میرے کام اور میرے فرزندون کی ملک بعد میری غمخواری کر ۱۲ [3] میرے فرزندون کو ضائع مت چھوڑ دے ۱۲ [4] یعنی اس طرح چھوڑ دے کہ تباہ ہو جاوے ۱۲

کے واسطے اسقدر ہے تو یہ وصیت ہے اور حادثہ[ف] ہمارے نزدیک موت ہے اسی طرح اگر کہا کہ میری تہائی سے فلان کے
واسطے ہزار درم ہین تو یہ وصیت ہے اگرچہ یہین موت کا ذکر نہین کیا ہے۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے ہزار درم
میرے مال سے ہین یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتھائی مال سے ہین تو یہ باطل ہے الا اُس
صورت مین کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی
کہ جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جاوے اور مین نے اُسکو نافذ نکیا ہو تو اُسکو نافذ کر دینا یا اپنی ذات پر
اپنے مرض مین ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہے اگر وارثون نے اُسکی تصدیق کی تو اُنکی تصدیق صحیح ہوگی
اور اگر اُسکی تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے
مال سے نکالو یا ہزار درم نکالو اور اس سے زیادہ نکہا اور مر گیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت مین کیا ہو تو جائز ہے
اور فقرا کو دیے جاوینگے اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کر دے اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نکہا
تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے لگا ہوا کہا تو اُسکا تہائی مال فقیرون پر صرف کیا جاویگا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہے کہ
اُنھون نے جواب مطلقاً چھوڑا اُسکی تفصیل نہین فرمائی اور کہا کہ اُسکا مال فقیرون مین صرف کیا جاویگا اور محمد بن مقاتل سے مروی
ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ لوگون کو ہزار درم دیے جاوین تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہے اور اگر کہا یہ تم لوگ ہزار درم صدقہ
کر دینا تو یہ جائز ہے اور فقیرون کو صدقہ کیے جاوینگے ایک مریض نے فارسی مین کہا (صد درم از من بخشش کنید) سو درم میری طرف
سے بخشش کر دینا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ فقیرون و تونگرون سب کے واسطے ہوگی اور
اگر کہا کہ (صد درم از من روان کنید) تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اسواسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہے اور قاضی
ابو الحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کنید) ہماری زبان کا محاورہ نہین ہے ہم اسکو نہین جانتے ہین یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اپنے اس سفر مین مر جاؤن تو فلان کے واسطے مجھپر ہزار درم قرض ہین تو یہ
تہائی مال سے وصیت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مین بعد موت کے فلان مقام پر لیجایا جاؤن اور
وہین دفن کیا جاؤن اور وہان ایک رباط میرے تہائی مال سے بنایا جاوے پھر مر گیا اور اُس مقام پر اُٹھا کر نہین لیجایا گیا
تو ابو القاسم رح نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہے اور اُٹھا لیجانے جانیکی وصیت باطل ہے اور اگر وصی اُسکو اُس مقام پر
اُٹھوا کر لیگیا تو جو کچھ اُسکے اُٹھوا کر لیجانے مین خرچ ہوا ہے وصی اُسکا خود ضامن ہوگا اگر اُس نے بدون اجازت وارثون
کے ایسا کیا اور اگر وارثون کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا اور میت کے نیچے قبر مین مضربہ کے مانند کوئی چیز نہین
بچھائی جاویگی اور شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اُسمین کچھ مضائقہ نہین ہے جیسے کفن مین زیادتی کرنیکے ہے اور بعض مشائخ نے
اس سے انکار فرمایا ہے یعنی ممنوع جانا ہے۔ اور اگر زینت کے واسطے اپنی قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہے اور اگر اپنی موت
کے بعد ماتم کے واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کے واسطے آوین تین روز اُنکو کھلایا جاوے تو فقیہ ابو جعفر رح نے

ف قال المترجم قولہ ان حدث بی لا حدث فلفلان کذا اس قول مین عربی استعمال کے موافق حدث سے موت مراد ہے اور ہماری زبان مین ایسی مراد مفہوم
ہونے مین تامل ہے ۱۲ منہ ف عورتین جو جمع ہوتی ہین اور ظاہر مراد بیان مطلق ہے خواہ مرد ہون یا عورتین ہون ۱۲ منہ ف نسخہ بیانات ۱۲

فرمایا کہ یہ تہائی مال سے جائز ہی اور جو لوگ یہان دیر تک قیام کرین یا دور سے آوین اُنکو کھانا حلال ہی اُسمین تو انگر و
فقیر سب برابر ہین اور جس شخص کا قیام دیر تک نہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو اُسکو حلال نہین ہی پس اگر کھانے مین سے بہت بچ جاوے
تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہوگا۔ اور شیخ امام ابوبکر بلخی سے مروی ہی کہا ایک شخص نے وصیت کی کہ میری
موت کے بعد تین روز تک لوگون کے واسطے کھانا پکوایا جاوے تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ ایسی وصیت باطل ہی اور شیخ
ابوالقاسم سے روایت ہی کہ اہل مصیبت کے یہان کھانا لیجانا اور انکے ساتھ کھانا کیسا ہی فرمایا کہ ابتدائی حال مین کھانا
لیجانا مکروہ نہین ہی اس واسطے کہ اہل میت اُسکی تجہیز وغیرہ مین مشغول ہوتے ہین (قال المترجم بلکہ سنت ہی) اور رہا
تیسرے روز کھانا لیجانا سو یہ نہین مستحب ہی اسواسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتین جمع ہوتی ہین پس اس روز کا اُنکا
کھلانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور واقعات ناطفی مین ہی کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی
کہ ہزار دینار کے کفن مین کفنایا جاوے یا دس ہزار کے کفن مین کفنایا جاوے تو یہ شخص درمیانی کفن سے کفنایا
جائیگا جس مین نہ اسراف[1] ہو اور نہ تقتیر و تضییق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی مین جیسے
کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت ولیمہ مین جاتا تھا اُنکو دیکھا جائیگا پس جو برابر درمیانی
کفن دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اُسکو اُس مہر سے جو عورت کا اُسپر
آتا ہی کفن دیوے تو فرمایا کہ کفن کے باب مین عورت کی امر و نہی سب باطل ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت
کی کہ اپنے دار مین دفن کیا جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہی الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دار مسلمانون کا مقبرہ بنایا جاوے
اور خلاصہ مین ہی کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے بیت مین دفن کیا جاوے تو صحیح نہین ہی اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن کیا
جائیگا۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھپر فلان شخص نماز پڑھے تو عیون مین لکھا ہی کہ یہ وصیت باطل ہی اور خلاصہ مین لکھا ہی کہ یہ
نہین صحیح ہی۔ (قال المترجم مراد یہ ہی کہ اسکی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہین ہی ورنہ جسکو پرہیزگار جانے اُس سے نماز پڑھانے کو
کہا جاوے تو اولے و انسب ہی) اور ابن سماعہ مین امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا
تہائی مال مسلمان مردون کے کفن مین یا مسلمان مردون کی قبر کھودنے مین یا مسلمانون کو پانی پلانے مین خرچ کیا
جاوے تو فرمایا کہ یہ باطل ہی اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیر مسلمانون کے کفن دینے مین یا اُنکی قبرین کھودنے
مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہی اور اگر وصیت کی کہ میرا دار مقبرہ کر دیا جاوے پھر اُسکا وارث مرا تو اُسکا دفن کرنا اس مقبرہ مین
جائز ہی۔ اور فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کاروان سرائے کر دیا جاوے کہ اُسمین لوگ اُترا کرین تو نہین
صحیح ہی اور اسی قول پر اعتماد ہی۔ بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کر دی کہ سقایہ کر دیا جاوے تو یہ صحیح ہی اور وارث[2] اُسمین سے
پانی نہین پی سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زندگی مین ٹاٹ خریدا تھا پھر وصیت[3] کی کہ مین اس ٹاٹ مین کفن
دیا جاؤن اور میرے پانون مین بیڑیان اور گردن مین طوق ڈالا جاوے تو یہ غیر مشروع چیز کے ساتھ وصیت ہی پس

[1] اسراف فضول خرچی و صرف بیجا تقتیر اقتصار تضییق تنگی ۱۲ [2] قولہ وارث کیونکہ حدیث مین
ہی کہ وصیت وارث کیواسطے نہین ہی ۱۲ [3] یعنے بعد موت موصی کے ۱۲

باطل ہوگی اور اُسکو کفن مثل دیا جائے گا یعنے جیسا وہ پہنتا تھا روز جمعہ و ایام خوشی[۵۱] مین پس اُسکا درمیانی پایا جائیگا جیسا ایسے لوگون کو دیا جاتا ہی اور جسطرح لوگ دفن کیے جاتے ہین ویسی طرح دفن کیا جائیگا۔ اگر یہ وصیت کی کہ اُسکی قبر پر کہگل کیجاوے یا اُسپر قبہ بنایا جاوے تو وصیت باطل ہی الا اُس صورت مین جائز ہوسکتی ہی کہ وہان درندون وغیرہ کے خوف سے کہگل کیجانیکی ضرورت ہو اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض مین پچاس درہم دیے اور کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہین اور باقی کے گیہون خرید کر صدقہ کر دینا تو فرمایا کہ اُسکے واسطے پانچ درم نہین جائز ہین اور جب قبر کی عمارت کا حکم دیا ہی تو اُسکو دیکھا جاوے اگر محافظت کے واسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جاویگی اور باقی درم فقیرون کو دیدیے جاوینگے اور اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہی یعنے عمارت کی وہان کوئی حاجت نہین ہی تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے تاکہ میری قبر پر قرآن پڑہے تو ایسی وصیت باطل ہی۔ بعض نے فرمایا کہ اگر قاری یعنے پڑہنے والا کوئی معین ہو تو چاہیے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اُجرت کے اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اگرچہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا ہی۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ دس قبرین کہود دی جاوین تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کر دیا کہ جسمین مردے دفن کیے جاتے ہین تو وصیت جائز ہی اور اگر کہود دینا بغرض ابناء السبیل[۵۲] فقیرون کے دفن کے ہی بدون اسکے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہی اور نوادر امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر وصیت کی کہ سو قبرین کہود دی جاوین تو مین سمجھتا ہون کہ اسکے محلہ[۵۳] مین رکھتا ہون اور کبیرہ صغیرہ پر ہونگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے قبور کے مسئلہ مین یہ اختیار کیا ہی کہ اگر اُس نے مقبرہ معین نہ کیا تو نہین جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ اُسکی کتابین دفن کر دی جاوین تو نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ اُن کتابون مین ایسی بات لکہی ہو جسکو کوئی نہین سمجہ سکتا ہی یا اسمین کوئی فساد کی بات ہو تو انکو دفن کر دینا چاہیے یہ محیط مین ہی اور اگر بیت المقدس کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تو جائز ہی اور بیت المقدس کی تعمیر اور اُسکے چراغ وغیرہ مین خرچ کیے جاوینگے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہی کہ وقف مسجد سے اُسکی قندیل و چراغ مین خرچ کرنا اور رمضان مین قندیلون کے واسطے نفط[۵۴] و روغن زیتون خریدنا جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو جائز ہی اور اُسکی کمائی وارث[۵۵] کی ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرایا جاوے تو ایک شخص کو خرچ دیکر جہاد دیا جائیگا جو اسکو اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے اور جبتک سرحد ملک کفار مین مقیم رہے تب تک خرچ کرے اور اُسمین سے اپنے اہل و عیال کے خرچ مین کچھ نہ لاوے پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ وارثون کو واپس کرے اور چاہیے کہ جہاد کرنیوالے کے گہر سے جہاد کے واسطے نکلے یعنی اسی مقام سے خرچہ معتبر ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنیکے ہی اور اگر وہ شخص جو اسکی

---

۵۱ یعنے عیدین کے روز یا لوگون کی ملاقات وغیرہ کے موقعہ پر پہنتا تھا ۱۲ ۵۲ وہ لوگ جو مسافر غریب دیسی ہون ۱۲ ۵۳ یعنے ان قبرون کا مقام اسکا محلہ ہوگا اور چہوٹی بڑی سو قبرین کہود دی جاوین گی ۱۲ ۵۴ مٹی کا تیل اور احتمال ہی کہ قندیلون کے ملمع کا مصالحہ مراد ہو مانند قیر وغیرہ کے ۱۲ ۵۵ یعنے موصی کے جو وارث ہون گے استحقاق اُسی کے پانے کا ہوگا ۱۲

طرف سے جہاد کرتا ہو تو اگرچہ وہ تو بھی جائز ہی اور غیر وصی کو اختیار ہی کہ اُسکی طرف سے خود جہاد کیے اور نیز موصی کے پسر کو بھی اختیار ہی۔ اور مسلمان کو جائز ہی کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کیے اسواسطے کہ نصرانی فقیرون کے واسطے وصیت کرنا گناہ نہین ہی بخلاف اُنکی بیعہ تعمیر کرانیکی وصیت کے کہ یہ معصیت ہی پس جو شخص اُنکی تعمیر مین مدد کریگا وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر وصیت کی کہ مسجد مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہی اور مسجد کی عمارت و چراغ مین خرچ کیا جائیگا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو نہین جائز ہی یہ امام ابویوسف رح کا قول ہی اور اگر کہے کہ ہمین چراغ جلایا جایا کیے تو یہ جائز ہی اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور کسی مشتری کو معین نکیا تو یہ جائز نہین ہی الا یہ کہ یہ کہے کہ اور اُسکا ثمن صدقہ کردو یا اُسکو اُدھار فروخت کردو یا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کردو۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کردو جو اُسکو ام ولد بنالے یا اُسکو مدبر کردے تو بھی جائز ہی۔ ایک شخص نے اپنی موت کیوقت ایک قوم سے جو اُسکے پاس حاضر تھی کہا کہ دیکھو کل وہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون اُسکو فقیرون کو دیدو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور یہ تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون تو بھی جائز ہی اور اسکا اختیار وارثون کو ہوگا جو چیز فقیر کو دیدین جائز ہوجائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُسکے قول اول کے کہ (کل وہ مجھے جائز ہی کہ مین اُسکی وصیت کرون) کہ اس صورت مین پوری تہائی پر وصیت ہوگی۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کیواسطے وصیت کردی اور غلام پر قرضہ ہی پھر موصی مرگیا پھر غلام کے قرضخواہ نے کہا کہ مین وصیت کی اجازت نہین دیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا ہان اُسکا قرضہ غلام کی گردن پر ہی ایک زمین مین کھیتی ہی پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور کھیتی اُس زمین مین اجر المثل پر چھوڑی جائیگی یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا مین میری طرف سے جہاد کیا جاوے تو وصیت صحیح ہی اور اُسکی طرف سے جہاد کیا جائیگا خواہ تونگر جہاد کرے یا فقیر پھر جب غازی واپس آوے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کرینگے کہ اُسپر موصی کی طرف سے جہاد ہوا کریگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار ہدیہ کی راہ مین ہین یعنی صدقہ مین تو ہمین تملیک ہے پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک کے دیے جاوین۔ اسیطرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال جہاد مین فی سبیل اللہ تعالے ہی تو اُسکا بھی فقیرون کو مالک کردینا چاہیے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ وارث لوگ ایسے مرد کو دین جو جہاد کرتا ہی۔ ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد مین کردیا تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی کسی فقیر کو دیا جاوے اور جب فقیر اُسکا مالک ہوجاوے تو جو چاہے کرے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گھوڑا اللہ تعالی کی راہ مین محبوس کردیا تو فرمایا کہ رباط مین باندھا جاوے کہ اُسپر لوگ جہاد کیا کرین پھر اگر اسکی اجازت نہے تو امام المسلمین اُسکو بقدر اُسکے چارہ کے کرایہ پر دیا کریگا اور اگر کوئی اُسکو کرایہ پر نہ لے تو امام اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن روک رکھے حتی کہ جب مجاہدین کو کسی سواری کی ضرورت ہو تو امام اُسکے ثمن سے سواری کا گھوڑا خرید کردے کہ اُسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی

سلہ رباط ملک اسلام کی سرحد پر جو کفرستان سے ملحق ہی مانند سراے کے مکان بناتے ہین جس مین جہاد کرنے والے لوگ اُترتے ہین اور گھوڑے باندھے جاتے ہین ۱۲ سلہ اسواسطے کہ لغو ہے ۱۲ سلہ مالک کردیا جاوے ۱۲

اگر اسنے مصاحف مجید کی وصیت کی کہ مسجد میں وقف کیے جاویں کہ لوگ اُنسے تلاوت کیا کریں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے یہ محیط میں ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جاوے یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافروں کیواسطے سرا بنائی جاوے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مسجد بنائی جاوے تو بلا خلاف جائز ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ تعالی کا ہی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وصیت باطل ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور نیک کاموں میں خرچ کیا جائیگا اور فتوی امام محمد رحمہ کے قول پر ہی اور وہ فقیروں پر خرچ کیا جائیگا اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالی کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہی پھر امام ابو یوسف رح سے کہا گیا کہ اور حج ہی تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالی جہاد ہی یعنے حج نہیں ہی جہاد ہی ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی حاجی منقطع[1] کو دیا گیا تو جائز ہی مگر میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہی کہ جہاد میں دیا جاوے اور فتوی امام ابو یوسف رح کے قول پر ہی اور اگر اعمال خیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاوی ابو اللیث میں مذکور ہی کہ جسمیں تملیک نہو وہ اعمال خیر میں سے ہی حتی کہ مسجد کی عمارت و اُسکے چراغ میں صرف کرنا جائز ہی مسجد کی زینت میں خرچ نکیا جائیگا اور قید خانہ بنانے میں خرچ کرنا جائز نہیں ہی اور قید خانہ قاضی و قید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہیں فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاوی خلاصہ میں ہی کہ اگر نیک کاموں میں اپنا تہائی مال صرف کرنیکی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے میں یا طالب علموں کی کفالت میں خرچ کیا جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہی اور اگر رباط[2] کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط میں کچھ لوگ مقیم ہیں پس اگر وصیت کیوقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت سے اُسنے رباط کے مقیم لوگ مراد لیے تو انھیں پر خرچ کیا جائیگا ورنہ رباط کی عمارت میں خرچ کیا جائیگا اور فتاوی فضلی میں ہی کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جاوے تو یہ باطل ہی اور فتاوی ابو اللیث میں ہی کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے سو درم کی واسطے فلان مسجد یا فلان پل کے وصیت کی تو امام محمد رح نے تصریح فرمایا کہ یہ جائز ہی پس اُسکی مرمت و اصلاح میں خرچ کیے جاوینگے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہی اور حسن بن زیاد نے کہا کہ اگر اُسنے مرمت یا اصلاح کو بیان نکیا تو وصیت باطل ہی اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت ہی اور اسی پر فتوی ہی عیون میں امام محمد رح سے مروی ہی کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے کعبہ معظمہ کے ہی تو جائز ہی اور مساکین مکہ معظمہ کو دیا جائیگا اور اگر کہا کہ واسطے ثغور[3] فلان کے ہی تو قیاس یہ ہی کہ یہ باطل ہو اور استحسانا جائز ہی یہ محیط میں ہی

تیسرا باب

تہائی مال یا اُسکے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے میں کہ بعد موت کے وارث لوگ اُسکی اجازت دیں یا ندیں یا بعض بعض اجازت دیں ان سب احکام کے بیان میں۔ اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثوں نے اُسکی اجازت دیدی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائیگا اور باقی تمام وارثوں میں موافق فرض خدا تعالی کے تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو تہائی مال سے دونوں کو سات حصے ہو کر اسطرح ملینگے کہ عمرو کو

[1] حاجی منقطع وہ شخص جو بارادہ حج گھر سے باز ادہ راحلہ چلا اور اثنا راہ میں ایسا واقعہ ہوا جسکے باعث سے اُسکے پاس خرچ نرہا ۱۲ [2] ظاہرا رباط سے مراد سرائے ہی ورنہ امام اعظم رح کے قول پر باطل ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ [3] ثغور وہ راہ جہاں سے کافروں کے دار الاسلام میں گھس آنے و حملہ کرنیکا احتمال ہو ۱۲ منہ

ف ۵ صح ۱۲ حاشیہ ۱۲ ف اسلام ۱۱۱ [illegible]

چار حصے اور زید کو تین حصے دیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اُن مین تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمین سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملیگا اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک سات حصے ہوکر اسوجہ سے تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہی کہ عمرو جسکے واسطے نصف کی وصیت ہی وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار کیا جائیگا اور زید جسکے واسطے چوتھائی کی وصیت ہی وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائیگا پس حصص مین ایسے عدد کی حاجت ہوئی جسکی تہائی و چوتھائی پوری نکلے اور وہ بارہ ہی جسکی تہائی چار ہی اور چوتھائی تین ہی پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی مال ہی اور دو تہائی مال چودہ ہی پس تمام مال اکیس ۲۱ ہی جسمین سے زید و عمرو کو سات حصے باینطور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے زید کو دیے جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہونگے اسواسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبین کے نزدیک پورے حصہ کا شریک کیا جائیگا اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائیگا اور یہ چوتھائی آدھا نصف کا ہی پس چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف کے دو سہم ہوے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوے پس تہائی مال کے تین حصے کیے جاوین جسمین سے دو حصہ عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جاوے اور اصل امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ ہی کہ جس شخص کیواسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نکیا جائیگا الا تین وصیتون مین وصیت بعتق و محاباۃ و دراہم مرسلہ اور وصیت بعتق کی تفسیر یہ ہی کہ اگر دو غلامون معین کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار درم اور دوسرے کی دو ہزار درم ہی اور سوا اِن دو غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین ہی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو دونون ساتھ ہی آزاد ہوجاوینگے اور اگر اجازت ندی تو دونون تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہین پس ہزار درم دونون مین بحساب اُنکی وصیت کے ہونگے کہ ہزار درم کی دو تہائی اُس غلام کیواسطے جسکی قیمت دو ہزار درم ہی اور باقی کے واسطے وہ سعایت کریگا اور ایک تہائی اُس غلام کیواسطے جسکی قیمت ہزار درم ہی اور وہ باقی کیواسطے سعایت کریگا اور یہی حکم محاباۃ مین ہی کہ اگر اُسکے دو غلام ہون ایک کی قیمت ایک ہزار ایکسو درم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درم ہون پس وصیت کی کہ ایک غلام زید کے ہاتھ سو درم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درم کو فروخت کیا جاوے تو اسصورت مین ایک مشتری کیواسطے ہزار درم کی محاباۃ اور دوسرے کیواسطے پانچسو درم کی محاباۃ حاصل ہوئی اور یہ سب وصیت ہی اسواسطے کہ حالت مرض مین واقع ہوئی ہی پس اگر یہ تہائی مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور اگر تہائی مال سے برآمد نہوئی اور نہ وارثون نے اجازت دی تو دونون کی محاباۃ بقدر تہائی کے جائز ہوگی اور یہ تہائی دونون مین بقدر ہر ایک کی محاباۃ کے تقسیم ہوگی یعنی ایک شخص بقدر ہزار درم کے اور دوسرا اسقدر پانچسو درم کے شریک کیا جائیگا اور اسیطرح دراہم مرسلہ مین ہی چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درم کی اور دوسرے کیلیے دو ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکا تہائی مال ہزار درم ہی پس یہ تہائی دونون مین تین تہائی ہوکر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونون مین سے اپنے پورے حصہ کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور موصی لہ اِن صورتون مین اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہی کہ وصیت اپنے مخرج پر صحیح ہی بسبب اسکے کہ جائز ہی کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جسکی تہائی اسقدر ہووے۔ اسیطرح اگر ایک کیواسطے نصف مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین ہی۔ اور ایک

۱۲

لہ وہ عدد جس سے بغیر کسر کے ہر کسی کا صحیح عدد برآمد ہو ۱۲

کے واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کیواسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اسکا ایک تہائی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا
یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلان وفلان کے واسطے ہے کہ ایک کیواسطے سو درم اور دوسرے کیواسطے پچاس درم ہین
اور اسکا تہائی مال تین سو درم نکلا تو ہر ایک کے واسطے کہ سقدر ہوگا جو بیان کر دیا ہے اور جو باقی رہا وہ دونون مین نصفا نصف
ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکا پورا مال زید کو دیا جائے اور عمرو کو تہائی مال دینے
کی وصیت کی پس اگر اسکے وارث نہون یا وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکا مال دونون مین بطریق
منازعت کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جسقدر زائد ہے یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جاویگا اور باقی ایک تہائی مین
دونوکی منازعت برابر ہے پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسف وامام محمد کے نزدیک بطریق عدل کے دونون مین
تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اسمین شریک کیا جائیگا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر جسکا ایک حصہ قرار دیا جائیگا
اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جسکے تین حصے قرار دیے جاوینگے پس پورا مال دونون مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا یہ
اسوقت ہے کہ وارث لوگ اجازت دیدین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس
تہائی مال دونون مین امام اعظم رح کے نزدیک نصفا نصف تقسیم ہوگا بدینوجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد
کی وصیت ہے وہ صرف بقدر تہائی کے شریک کیا جائیگا اور دوسرا تہائی کا موصی لہ ہے وہ پورے حق کے واسطے
شریک کیا جائیگا پس دونون مساوی ہوے پس مال نصفا نصف ہوا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے
حق کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اسوجہ سے تہائی کے چار حصے ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو ایک
تہائی دونون مین برابر تقسیم ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید وعمرو کیواسطے وصیت
کی زید کیواسطے پچاس درم کی اور عمرو کیواسطے سو درم کی اور اسکا مال تین سو درم ہے تو تہائی زید وعمرو کیواسطے
تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور یہ اجماع ہے کہ اگر وصیتون مین سے کوئی
وصیت ایک تہائی سے زائد نہو مثلاً ایک کیواسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کیواسطے چوتھائی مال کی وصیت کی اور
وارثون نے اس سب کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی مین ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا چاہے
جسقدر ہو اور ایک تہائی انہین اسی حساب سے بانٹ تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کیواسطے اسطرح وصیت کی
کہ حظا از مال من یا شقصا از مال من یا نصیب از مال من یا بعض از مال من دیا جاوے تو جبتک موصی زندہ ہے اسوقت تک
بیان مقدار اسکے بیان پر ہے اور جب وہ مر گیا تو وارثون کے بیان پر ہے یہ شرح طحاوی مین لکھا ہے۔ اور اگر کسی کیواسطے
بسہم از مال خود وصیت کی یا بجزو از مال خود وصیت کی تو وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر تمھارا جی چاہے اسکو دیدو
اور یہ جو ہمنے بیان کیا ہے اسکو مشائخ نے اختیار کیا ہے بنا برین کہ ہمارے عرف مین سہم مثل جزو کے ہے
اور اصل روایت اس کے برخلاف ہے چنانچہ مبسوط مین مذکور ہے کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے
ایک سہم کی وصیت کی تو اسکو وارثون مین سے جس کا حصہ سب سے کم ہو اسکے برابر دیا جائے گا لیکن

اگر یہ مقدار[1] ششم حصہ سے کم ہو تو اس صورت میں اُسکو چھٹا حصہ پورا دیا جائیگا لیکن موافق روایت اصل کے امام ابوحنیفہؒ نے چھٹے سہم کو جائز رکھا ہے اور چھٹے حصے سے زائد کو جائز نہیں رکھا ہے اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہے اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہیں رکھا ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثون مین سے سب سے کم جسکا حصہ ہے اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے بڑھجاتی ہو تو اُسکو فقط ایک تہائی دیا جائے گا یہ کافی مین ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی پھر مر گیا اور اُسکا کوئی[2] وارث نہین ہے تو اُسکو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بمنزلہ پسر کے ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسکے دو بیٹے ہین پس دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر وصیت مین استثنا کیا مثلاً وصیت کی کہ اُسکو میرے مال سے دیجاوے تہائی الا قلیل یا تہائی الا جزء یا تہائی الا یسیر یا اس طرح وصیت کی ہزار الف یا بعامۃ ہذہ الالف یا بجل ہذہ الالف یا بعظم ہذہ الالف[3] اور یہ مقدار اُسکی تہائی مال ہے تو اُسکو اُسمین سے نصف دیا جائے گا اور جسقدر نصف سے زائد ہے وہ وارثون کے اختیار ہو گی جسقدر اُسکو چاہین دیدین اسواسطے کہ اُسمین اُس سے زیادہ بات نہین ہے کہ مستثنے مجہول ہے اور اُسکی جہالت مستثنی منہ کے جہالت کی موجب ہے لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہے کذا فی المبسوط اور یہ جو فرمایا کہ نصف سے زائد مین وارثون کو اختیار ہے جو چاہین دیدین اس اختیار سے یہ مراد ہے کہ چاہین دین یا نہ دین یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جاوے تو یہان کئی صورتین نکلتی ہین اگر اُسنے اس طرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جاوے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے یا پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنی بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہے تو وصیت صحیح نہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی نہین ہے تو وصیت جائز ہوگی اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہے تو جائز ہے کیونکہ مثل کسی چیز کا اُسکا غیر ہوتا ہے عین نہین ہوتا ہے پس ترکہ مین سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائیگا پھر اُسکے مثل موصی لہ کو دیا جائیگا پس اگر وہ تہائی سے زائد ہو تو وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہے مثلاً اپنے پسر کے حصہ کے مثل وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہے تو موصی لہ کیواسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو فقط تہائی ملیگا اور اگر اُسکے دو بیٹے ہون تو مال ان سب مین تین تہائی ہوگا پھر بیٹون کے اجازت کی حاجت نہوگی اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُس کے ایک دختر ہے تو موصی لہ کیواسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت نہ دی تو فقط اُسکو تہائی مال

[1] مثلاً عصبہ کو سب سے کم ملا اور سہم کم سے کم چھٹا حصہ مفروض ہے اسواسطے سہم کے لفظ سے چھٹا حصہ رکھا جائے گا ۱۲ منہ

[2] مترجم کہتا ہے کہ یہ اُسکو نصف دینے کی علت ہے اور ممکن ہے کہ اس طور پر علت بیان کیجاوے کہ جب سہام مین سے کمتر نہین پایا جاتا کیونکہ اُسکا کوئی وارث نہین ہے پس نصف ہی اُسکا سہم ہے کہ اُس سے ادنی کوئی سہم نہین ہے پس اُسکو یہی دیا جائیگا اور اس مین نظر ہے کیونکہ اسوقت مین کمتر ہی یقینی ہے اور وہ سدس ہے اُس بنا پر جو اصول مین مقرر ہو چکا اور اسیوجہ سے اُسکو معلل کیا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ۱۲

[3] یعنی اس ہزار کے بڑے حصہ کے ساتھ ۱۲

ملیگا اور اگر دو بیٹیاں ہوں اور مسئلہ یہی ہے تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور اگر
وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا تو اسکا حکم وہی ہے جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت میں مذکور ہوا ہے کہ اُسکو
نصف مال دیا جائیگا بشرطیکہ وارث اجازت دیدیں اور اگر وصیت کی کہ اُسکو مثل نصیب الابن دیا جاوے اگر بیٹا ہوتا تو موصی لہ
کو تہائی مال دیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ماں و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے
واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے سترہ سہام کیے جاوینگے جس میں سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دس حصے
پسر کو اور دو حصے ماں کو دیے جاوینگے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض وصیت نہوتی تو ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ چھ سے ہوتا
جسمیں سے ایک سہم ماں کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسمیں نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت ہے تو ہمنے نصیب دختر یعنی
نصف نصیب پسر یعنے ڈھائی بڑھائے جاویں گے پس کل ساڑھے آٹھ ہوے اور چونکہ کسر آگئی ہے اسواسطے دوچند کر دیے گئے
جو سترہ ہوے پس سہام ہر ایک کے بھی دوچند ہوگئے پس پہلے اسمیں سے پانچ سہم موصی لہ کو دیے جاوینگے اسواسطے کہ اسکی
وصیت تہائی سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہوگئی اور باقی رہے بارہ سہام اُسمیں سے دو ماں کو دیے جاوینگے اور
باقی رہے دس سہام وہ پسر کا حصہ ہے اور جانچ کر لینے سے معلوم ہوا کہ ہمنے موصی لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسی قدر دیا ہے کہ وہ پسر کے حصہ
سے نصف ہے پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی۔ اور فرمایا کہ اگر اُسنے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی
اگر ہوتا وصیت کر دی اور وارثوں نے وصیت کی اجازت دیدی تو مسئلہ (۱۵) سے ہوگا جسمیں سے سات سہام موصی لہ کو اور ایک
سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیے جاوینگے اور صورت وہی ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے کہ اوّلاً ہمنے تخریج مسئلہ کی اسطرح
کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہیں ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جسمیں سے ایک سہم بی بی کو اور
سات سہم پسر کو ملتے اور چونکہ اُسنے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی ہے تو مسئلہ مفروضہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھا دیا گیا
یعنی سات ملائے گئے تو کل پندرہ ہوگئے اور اس مسئلہ میں وارثوں کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا اسواسطے کہ وصیت
ایک تہائی سے زائد ہوتی ہے اور ایسی صورت میں وارثوں کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے اسیطرح اگر اُسنے مثل نصیب دختر کے
وصیت کی تو بھی جواب اسیطرح ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہے اسواسطے کہ مثل شے خود اُسکا غیر ہوتا ہے پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی
اگر ہوتا وصیت کی ہے دونوں یکساں ہیں۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب
پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونوں وارثوں نے اُسکی وصیت کی اجازت دیدی تو موصی لہ کو دو تہائی مال ملیگا اور ایک
تہائی مال دختر و بھائی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا یہ اُس وقت ہے کہ دونوں وارثوں نے اجازت دیدی اور اگر اجازت ندی
تو موصی لہ کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی
اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو موصی لہ کو دو پانچویں حصہ مال ملیگا بشرطیکہ دونوں وارث اجازت دیدیں۔ اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا
اور اُسنے بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کیواسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور دونوں نے اجازت دیدی تو موصی لہ
کو پورا مال ملیگا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی تو موصی لہ کو نصف مال ملیگا بشرطیکہ

لہ جسکے حق میں وصیت واقع ہوئی ہے ۱۲

دونوں اجازت دیدیں اور باقی بنصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے اجازت دیدی تو بہن تہائی مال لیگا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا۔ اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص کے واسطے بقدر نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا خواہ دونوں وارث اجازت دیں یا ندیں اور اگر مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی وصیت کردی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا خواہ دونوں اجازت دیں یا ندیں۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُس نے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کیواسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کردی تو موصی لہ کو درصورتیکہ دونوں اجازت دیدیں گیارہ حصوں میں سے پانچ حصے ملینگے اور پسر کو پانچ حصے[۱] اور باپ کو ایک حصہ ملیگا اور اگر دونوں نے اجازت ندی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھ حصوں پر تقسیم ہوگا پس ایسے عدد کی ضرورت ہوگی جسکا تہائی نکلے اور اُسکی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کمسے کم ایسا عدد نو ہی پس مال کے نو حصے کرینگے جن میں سے تین یعنی ایک تہائی موصی لہ کو دیجائیگی اور باقی چھ میں سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملینگے اور اگر ایک نے اجازت دی دوسرے نے اجازت ندی تو کتاب میں مذکور ہے کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کیطرف لحاظ کیا جاوے پس اجازت کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہے جسمیں سے موصی لہ کے پانچ سہم ہیں اور عدم اجازت کیوقت مسئلہ نو سے ہے جسمیں سے موصی لہ کے تین سہم ہیں پس[۲] اول مخرج کو دوم میں ضرب دیا جاوے پس ننانوے ہوے پس عدم اجازت کیوقت میں موصی لہ کی تہائی یعنی تینتیس سہم ہوے اور باپ کیواسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنی گیارہ ہوے اور بیٹے کے واسطے باقی یعنی پچپن (۵۵) ہوے اور اجازت کیوقت موصی لہ کو گیارہ میں سے پانچ مضروب نو میں یعنی پینتالیس ہوے اور باپ کیواسطے ایک نو میں یعنی (نو) ہوے اور بیٹے کیواسطے بھی پینتالیس (۴۵) ہوے پس ہر دو حالت میں موصی لہ کے حق میں بارہ کا فرق ہے جسمیں سے (۲) سہم باپ کی طرف سے ہیں یعنی (۹) سے گیارہ تک اور (۱۰) بیٹے کے حصہ میں سے ہیں یعنی پینتالیس سے پچپن تک جب یہ معلوم ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں میں سے فقط ایک نے اجازت دی تو اسکی اجازت اُسی کے حق میں موثر ہوگی دوسرے کے حق میں موثر نہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُسکے حصہ میں سے دو حصہ موصی لہ کے تہائی میں ملائے جاوینگے پس تینتیس (۳۳) اور دو پینتیس (۳۵) ہو جاوینگے اور اگر اجازت دینے والا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ میں سے دس سہم موصی لہ کے حصہ میں ملائے جاوینگے پس موصی لہ کے تینتالیس (۴۳) ہو جاوینگے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے اور زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونوں میں سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت کردی پس دونوں بیٹوں نے دونوں وصیتوں کی اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال ملیگا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور حساب نو سے ہوگا پس اسمیں سے زید کو (۳) ملینگے اور باقی چھ (۶) ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصہ پر ہے پس ہر پسر کو دو (۲) اور نیز عمرو کو (۲) ملینگے کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دونوں پسر نے اجازت ندی تو ایک تہائی مال ہر دو موصی لہما یعنے زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر دونوں بیٹوں

[۱] خواہ دوم کو اول میں یا بر حال حال واحد ہو ۱۲ [۲] اور بطریق دیگر (۹۹) سے بدین حساب کہ ۱۲ تین ۱۵ ہیں تو ننانوے ہوئے جن میں سے ۵۴ ہونگے اسواسطے کہ (۹۹) گیارہ سے ۹ گونہ ہیں علیٰ ہذا القیاس [۳] یعنی ایک تہائی بہن کو اور دو تہائی بھائی کو ۱۲ [۴] یعنی دوسری دختر کی ۱۲

نے عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور زید کے وصیت کی اجازت ندی تو زید کو تہائی مال میں سے نصف ملیگا یعنے چھٹا حصہ جیسا کہ دونوں وصیتوں کی اجازت ہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور عمرو کے واسطے باقی کی تہائی ہوگی اسواسطے کہ اُسکے حق میں اجازت صحیح ہوگئی ہے پس ہمکو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی کہ اگر اُسمیں سے اُسکا چھٹا حصہ نکال ڈالا جاوے تو باقی پورے تین حصوں پر تقسیم ہوجاوے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہے پس اُسمیں سے زید کو چھٹا حصہ یعنی تین سہم دیدیے جاوینگے اور باقی پندرہ سہام تینوں میں یعنے ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی تقسیم ہونگے پس ہر ایک کے حصہ میں پانچ سہام آوینگے اور اگر ہر دو پسر میں سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور وصیت زید کی اجازت ندی اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیتوں کی اجازت ندی تو ہم کہتے ہیں کہ اگر دونوں بیٹے اجازت ندیتے تو عمرو کو اٹھارہ سہام میں سے تین سہام ملتے اور اگر دونوں اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام میں سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونوں میں تفاوت دو سہام کا ہے پس ہر ایک بیٹے کے حصہ میں سے ایک ایک سہام ہے پس جب دونوں میں سے ایک نے اجازت دی ہے تو خاص اُسی کے حصہ میں اجازت صحیح رہی پس عمرو کیواسطے چار سہام ہوگئے اور زید کے واسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے اجازت دی ہے اُسکے پانچ سہام رہے اور جسنے اجازت نہیں دی ہے اُسکے چھ سہام ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہوں اور اُس نے عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچوں میں سے وصیت کی اور باقی ایک تہائی میں سے ایک تہائی کی زید کیواسطے وصیت کردی تو اسصورت میں مسئلہ کے سہام اکیاون (۵۱) ہونگے اُسمیں سے عمرو کو آٹھ سہام اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ آٹھ (۸) سہام ملینگے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب اسطرح ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ بیٹوں کی تعداد لیجاوے یعنی پانچ (۵) سہم اور ایک سہم اور اس پر بڑھایا جاوے اسواسطے کہ میت نے مثل نصیب واحد کے وصیت کی ہے اور مثل شے کا غیر ہوتا ہے پس چھ (۶) ہوئے پھر اُسکو تین میں سے ضرب دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے باقی ایک تہائی میں سے تہائی کی وصیت کی ہے پس اٹھارہ (۱۸) ہوئے پھر اسمیں وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہے نکال ڈالا جاوے پس سترہ رہے پس یہ ایک ثلث ہے اور دو ثلث اس سے دو چند ہونگے پس کل مال اسکے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہے اور ہمنے سہم زائد کو اسواسطے طرح دیدیا کہ مقدار تہائی و دو تہائی کی ظاہر ہو جاوے اور دو تہائی میں وصیت نہیں ہے پس اسمیں حصہ زائد کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے اُسی واسطے ہمنے اسکو طرح دیدیا پھر جب معلوم ہوگیا کہ تہائی مال سترہ سہام ہے تو اسمیں سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہے پھر اسکو تین میں ضرب دے پھر اُسکو تین میں ضرب دے پس نو ہوے پھر اسمیں سے ایک طرح دیدے جیسے تونے ابتدا میں طرح دیا تھا پس آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہے پس جب اسکو سترہ میں سے طرح دیا تو نو (۹) باقی رہے پس اسمیں سے زید کیواسطے تہائی کی وصیت ہے پس تین اُسکے ہوے اور چھ باقی رہے پس انکو دو تہائی کے ساتھ ملادیا اور دو تہائی چونتیس ہے پس سب چالیس ہوے پس یہ پانچ پسر کے درمیان برابر تقسیم ہوکر ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سہام آوینگے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہے پس تخریج جانچ پر ٹھیک اُتری اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب واحد کے اُن پانچوں میں سے اور زید کے واسطے تہائی سے باقی کے چوتھائی کی وصیت کی

ف۱ موصی لہما کا اطلاق اُن دو شخصوں پر ہوتا ہے جس کے واسطے وصیت کی گئی جیسے موصی لہ واحد کیواسطے ہے ۱۲ ف۲ یعنی ایک تہائی میں سے بعد دینے وصیت عمرو کے جو باقی رہی اُسکی تہائی کی زید کیواسطے وصیت کردی ۱۲ منہ ف۳ سہام جمع سہم بمعنی حصہ ۱۲

تو اٹھتر (۷۹) سہام کیے جاوینگے جنمیں سے عمرو کے گیارہ (۱۱) سہام اور زید کیواسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے گیارہ گیارہ (۱۱) سہام ہونگے اور اسکا بیان بطریق کتاب کے یہ ہی کہ تو تعداد پسران کو لے کہ وہ پانچ ہین اور اسپر ایک سہم اور بڑھاوے جو نصیب مثل کی وصیت کا ہی پھر اسکو چار مین ضرب دیدے بوجہ اسکے کہ مابقی کی چوتھائی کی وصیت ہی پس چوبیس (۲۴) ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے تو تیئیس (۲۳) باقی رہے یہ تہائی ہی اور دو تہائی اسکا دو چند ہی پس کل مجموعہ اٹھتر ہوے یہ پورا مال ہی اور تہائی تئیس ہے اور نصیب یعنی حصہ ہر وحد پہچاننے کا طریقہ ہی کہ نصیب یعنی واحد کو لے اور اسکو چار مین ضرب دے پھر تین مین ضرب دے پس بارہ (۱۲) ہوے انمین سے ایک طرح دیدے پس گیارہ رہے یہی نصیب ہے پس جب تئیس مین سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ (۱۲) باقی رہے انمین سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہی وہ تین ہوے پس تین نکالنے کے بعد نو باقی رہے انکو دو تہائی مال مین جو چھیالیس (۴۶) ہی ملایا تو پچپن ہوے جو پانچ بیٹون مین مساوی مشترک ہے پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوے اور اگر اُسنے عمرو کیواسطے پانچ بیٹون مین سے ایک کے نصیب کے مثل کی وصیت کی اور زید کیواسطے تہائی کے مابقی کی پانچوین حصہ کی وصیت کردی تو ستاسی (۸۷) سہام کل مال کے ہون گے جنمین سے عمرو کو چودہ (۱۴) اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو چودہ چودہ (۱۴) دیے جاوینگے اور اسکی تخریج بطریق کتاب کے اس طرح ہی کہ تعداد پسران پر ایک زیادہ کرے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہی پس چھ ہوے اسکو پانچ مین ضرب دے کیونکہ مابقی کے پانچوین حصہ کی وصیت ہی پس تیس (۳۰) ہوے پھر زائد کردہ کو طرح دیدے پس انتیس باقی رہے یہ ایک تہائی ہی اور دو تہائی اسکا دو چند یعنی اٹھاون ہوے پس تمام مال ستاسی ہوا اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ تو نصیب مفروض لے اور وہ ایک ہے اور اسکو پانچ مین ضرب کر پھر تین مین ضرب دے پس پندرہ ہونگے انمین سے ایک طرح دیدے تو چودہ (۱۴) باقی رہین گے یہی نصیب ہی پس جب اسکو انتیس (۲۹) ایک تہائی سے خارج کیا (پندرہ) باقی رہے اور زید کیواسطے اس مابقی کے پنجم کی وصیت ہی پس پنجم تین ہی پھر باقی رہے بارہ (۱۲) اسکو دو تہائی مال یعنی اٹھاون مین جمع کیا تو ستر ہوے اور یہ پانچ بیٹون مین مشترک ہے ہر ایک کے چودہ چودہ (۱۴) سہام ہوے جسقدر عمرو کا حصہ ہی اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب[ف] کے از انجا سوائے تہائی مابقی از حصہ سوم کی وصیت کی تو مسئلہ مین کل مال کے ستاون حصہ ہونگے جنمین نصیب ہر ایک کا دس ہوگا اور استثناء تین ہوگا اور ہر بیٹے کو دس دس ملینگے اور اسکی تخریج بطریق بیان کتاب کے اس طرح ہی کہ بیٹون کی تعداد پانچ لیکر اسپر ایک یعنی جو عمرو کے واسطے ایک نصیب کی وصیت ہی وہ زیادہ کیا جاوے پھر یہ تین سے ضرب دیا جاوے پس اٹھارہ ہوے پھر اسمین ایک سہم زیادہ کیا جاوے جیسا اصل مین زیادہ کیا گیا ہی پس انیس ہوے پس یہ تہائی مال ہی اور دو تہائی اڑتیس (۳۸) ہے پس مجموعہ کل مال ستاون (۵۷) ہی اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہی کہ نصیب مفروض کو لیکر تین مین ضرب کیا جاوے اور نصیب مفروض واحد ہی پس تین ہوے پھر تین مین ضرب کیا جاوے تو نو ہوے پھر اسمین ایک زیادہ کیا جاوے جیسا اصل مین کیا گیا ہی تو دس ہوے پس یہی نصیب کامل ہی اور جب اسکو انیس (۱۹) سے دور کیا تو نو باقی رہے پھر نصیب

ف یعنی پانچ بیٹون مین سے ایک بیٹے کے حصہ کے برابر عمرو کیواسطے وصیت کی مگر اسمین سے تہائی سے مابقی کی تہائی کو استثنا کیا ۱۲ ف مابقی از حصہ سوم اقول حصہ سوم کے مابقی سے یہ مراد ہی کہ تہائی مین نصیب واحد نکال لینے کے بعد جو باقی رہے اُس باقی کی تہائی استثناء کرے ۱۲ منہ

کامل یعنے دس میں سے باقی نو کی تہائی مستثنیٰ ہو کر اس نو میں ملے تو بارہ ہوئے پھر یہ دو تہائی مال اڑتیس میں ملائے گئے
تو کل پچاس ہوئے جو پانچ بیٹوں پر تقسیم ہوئے اور ہر ایک کے حصہ میں دس دس مثل نصیب کامل کے پڑے اگر ایک شخص مرگیا
اور اُسنے دو دختر اور ماں اور جورو اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کیواسطے تہائی کے باقی
کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھیاسٹھ سہام ہونگے اور نصیب سولہ ہوگا اور ثلث مابقی دو ہوگا اور تخریج مسئلہ کی سطور
سے ہوگی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے تصحیح کیا جاوے تو ہم کہتے ہیں کہ اصل مسئلہ چھہ سے ہوگا جسمیں سے دو بیٹیوں کو دو تہائی
چار ملینگے اور ماں کو چھٹا حصہ ایک (۱) ملیگا اور باقی ایک رہا اسمیں سے جورو کو آٹھوان حصہ یعنی چوتھائی ملیگا اور ایک
چوتھائی باقی عصبہ کو ملیگا پس جورو کے حصہ میں کسر آجانے کی وجہ سے تقسیم چوبیس سے ہوگی لیکن چونکہ جورو کا نصیب معلوم
کرنے میں اسکی حاجت نہیں پڑیگی اسواسطے اصل مسئلہ چھہ سے رکھا جائیگا اور اسپر ایک لڑکی کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے
جاوینگے اسواسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس آٹھ ہوئے پھر اسکو تین میں ضرب دیا جاوے پس چوبیس ہوئے
پھر اسمیں سے قدر زائد کردہ یعنے دو کم کر دیے جاوین تو بائیس رہے اور یہی تہائی ہے پس دو تہائی چوالیس ہوئے پس کل مال کا
مجموعہ چھیاسٹھ ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہوگی کہ نصیب یعنی دو کو لیکر تین میں ضرب کیا جاوے پھر تین میں
ضرب کیا جاوے پس اٹھارہ ہوئے پھر اسمیں سے دو طرح دیے جاوین تو سولہ رہے یہی نصیب ہے اور جب انکو بائیس تہائی میں
سے دور کیا تو چھہ باقی رہے پس اسمیں سے زید کیواسطے تہائی دو ہوئے اور چار باقی رہے انکو دو تہائی مال چوالیس
میں ملایا اڑتالیس ہوئے جسمیں سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوئے کہ ہر ایک کیواسطے (۱۶) ہوئے جو مثل نصیب کے
ہیں اور ماں کو چھٹا حصہ (۸) ہوئے اور جورو کو آٹھوان حصہ چھہ ہوئے اور باقی (۲) سہم عصبہ کیواسطے ہوئے اور اگر عمرو کے
واسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوائے تہائی کے مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھہ سو چوبیس حصہ ہونگے اور نصیب
کی مقدار (۱۶۰) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۶) ہوگی پس امام محمد رح نے اس مسئلہ میں حساب کو بہت طول دیا بدین غرض کہ جورو کی
میراث پوری پوری نکل آوے حالانکہ ہمکو معرفت وصیت میں اسکی حاجت نہیں ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر ہو سکتی ہے۔
بنابر اُس قاعدہ کے جو ہمنے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جاوے پھر عمرو کیواسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے پس (۲) سہم
زیادہ کیے جاوین جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوئے پھر اسکو تین میں ضرب کیا جاوے پس (۲۴) ہوئے پھر اسپر (۲)
بڑھائے جاوین جیسا مسائل استثناء میں اصل ہے پس (۲۶) ہوئے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دو چند ہے
یعنے (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہوا اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہے کہ نصیب مفروض (۲) کو لیکر تین میں ضرب کیا جاوے
(۶) ہوئے پھر (۳) میں ضرب کیا جاوے (۱۸) ہوئے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین (۲۰) ہوئے یہی نصیب کامل ہے پس جب
اسکو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور بسبب استثناء کے باقی کی تہائی (۲) مستثنیٰ ہو کر اسمیں ملگئی تو (۸) ہوگئے انکو دو تہائی
(۵۲) میں ملایا جاوے تو (۶۰) ہوئے یہ وارثوں میں مشترک ہونگے جسمیں سے دونوں بیٹیوں کو دو تہائی یعنے چالیس ملے ہر ایک
کیواسطے بیس ہوئے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور ماں کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور جورو کیواسطے آٹھوان حصہ ہے لیکن

۱؎ تاکہ باقی تہائی کی نکل آوے ۱۲ ۵؎ یعنی کل جسقدر حصے تمام مال کے ہیے ہوں اسکی تہائی (۲۲) ہونی چاہیے ہے ۱۲

(۶۴) کا آٹھوان حصہ صحیح نہین نکل سکتا ہے اسیواسطے امام محمد رح نے اصل حساب (۶۴) کو (۸) مین ضرب دیا کہ (۵۱۲) ہو گئے اور اُس سے سب حصص پورے پورے نکالے گئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب جورو کے اور زید کیواسطے تہائی کی باقی مین سے تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۳۴) حصہ ہونگے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸) ہوگی اور اسکی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہے کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جاوے اسواسطے کہ اسنے حصہ جورو کے برابر کی وصیت کی ہے پس جورو کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے (۲۴) سے مسئلہ فرض کیا گیا پس دونون دختر کی دو تہائی (۱۶) ہوے اور ماں کا چھٹا حصہ (۴) ہوے اور جورو کا آٹھوان حصہ (۳) ہوے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہے پھر سہم جورو کے حصہ کی برابر (۳) زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ اُسکے حصہ کے برابر حصہ کی وصیت ہے پس (۲۷) ہوے اسکو تین مین ضرب کیا جاوے اسواسطے کہ باقی تہائی مین سے تہائی کی وصیت ہے تو (۸۱) ہوے پھر جسقدر زیادہ کیا ہے وہ طرح دیا جاوے پس تین نکال ڈالے تو (۷۸) باقی رہے پس یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دو چند (۱۵۶) ہے پس تمام مال (۲۳۴) ہوے اور نصیب معلوم کرنیکا طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۳) کو لیکر تین مین ضرب دیا جاوے (۹) ہوے پھر تین مین ضرب دیا جاوے (۲۷) ہوے پھر تین طرح دیے جاوین تو (۲۴) رہے پس یہی نصیب ہے اور جب اسکو تہائی مال (۷۸) سے دور کر دیا تو (۵۴) رہے پھر زید کے واسطے اسمین سے تہائی (۱۸) ملینگے پس (۳۶) باقی رہے وہ دو تہائی مال (۱۵۶) مین ملائے گئے تو (۱۹۲) ہوے جسمین سے عورت کا آٹھوان حصہ (۲۴) ہوے جو مثل نصیب عمرو کے ہے اور باقی کی تقسیم وارثون کے درمیان جسطرح ہمنے بیان کر دی ہے معلوم ہے اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون پس اُسنے ایک پسر کیواسطے وصیت کی کہ اسکے حصہ مین اسقدر بطور وصیت کے دیا جاوے کہ اسکا حصہ ملکر چوتھائی مال ہو جاوے اور تہائی مین سے باقی کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کر دی پھر وارثون نے ایک پسر کے حق مین جو وصیت ہے اُسکی اجازت دیدی تو تمام مال کے بارہ (۱۲) حصے ہونگے اور نصیب (۲) ہوگا اور چوتھائی پوری کرنی ایک سے ہوگی اور باقی تہائی مین سے تہائی ایک ہوگا اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اسطرح ہے کہ ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ (۵) سے ہوتا کہ ہر ایک بیٹے کو ایک ایک ملتا پس جب اُسنے یہ وصیت کی کہ فلان بیٹے کے حصہ کو پورا کرکے چوتھائی مال کر دیا جاوے تو یہ وصیت وارث کے حق مین ہے پس بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہوگی اور جب انھون نے اجازت دیدی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض مین سے جو بیٹا موصی لہ ہے اُسکا حصہ طرح دیا جاوے وہ ایک ہے تو چار رہے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے کیونکہ زید کیواسطے تہائی باقی مین سے تہائی کی وصیت ہے پس (۱۲) ہوے اسمین سے تہائی (۴) ہے اور چوتھائی (۳) ہے اور نصیب کے معلوم کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۱) لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پس (۳) ہوے اسمین سے ایک طرح دیا جاوے (۲) رہے یہی نصیب ہے پس جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اسمین سے ایک ملایا گیا تاکہ (۲) مین (۱) ملکر (۳) ہوے یہی چوتھائی ہے اور ایک طرح ہوا پس ہمنے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہے تہائی مال یعنے (۴) سے دور کیا تو (۳) رہے اُسکی تہائی (۱) ہے یہ زید کو دیجائیگی پس (۲) باقی رہے انکو دو تہائی مال (۸) مین ملایا (۱۰) ہوے جو پانچون بیٹون کے درمیان تقسیم ہونگے ہر ایک کیواسطے (۲) ہونگے جو نصیب کے برابر ہین پھر جب پسر موصی لہ کے ان (۲) سہم مین وہ سہم ملایا گیا جو اُسکو بوصیت حاصل ہوا ہے تو تین ہو گئے پس

بھی اُسکے حصہ مین بلکہ تمام مال کی چوتھائی ہوگئی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب
پسر دیگر کی وصیت یا الا مثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا
وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملے گا اور پسر کو دو تہائی ملے گا اسواسطے کہ ایک ہی بیٹا
ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائیگا اور پھر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائے گا پس دو سہم
ہوے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائے گا اسواسطے کہ ہمکو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضرور ہے اور جب اسکا
نصیب (۲) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہوا اسواسطے کہ اُسکے مثل ہے پس ظاہر ہوا کہ نصیب پسر دیگر
ایک سہم ہے اگر پسر دیگر ہوتا پس یہ سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہے طرح دیا جائیگا پس مال کے تین سہم ہے جسمین سے
موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثنا رکے موصی لہ کے نصیب (۱) مین سے ایک سہم نصیب پسر دیگر
مستثنی ہو گیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم مین سے (۲) سہم پسر کیواسطے رہے اور اگر اس مسئلہ مین بمثل نصیب
پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچوان حصہ ملیگا بشرطیکہ سب وارث اجازت دیدین
ورنہ اسکو تہائی مال ملیگا اور بیان اسکا یہ ہے کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پھر وصیت کیوجہ سے ایک سہم
زیادہ کیا گیا تو (۲) ہوے پھر نصیب پسر (۳) کر دیا جائیگا کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنیکی ضرورت ہے تو
موصی لہ کا نصیب بھی (۳) ہو جائیگا کیونکہ اسکے مثل ہے پھر نصیب پسر مین سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر
نصیب موصی لہ (۳) مین سے ایک سہم مستثنی ہو کر پسر کے نصیب مین آجائیگا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنی دو پانچوان حصہ
مال اور پسر کے پاس تین سہم رہجائینگے اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب یکے از پسران خود الا نصیب
یکی از پسران کی وصیت کی یا الا مثل نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچوان حصہ مال اور تینون بیٹون کو
تین سہم ملینگے اسواسطے کہ تین بیٹے ہین اور پھر (۳) بڑھائے جاوینگے اسواسطے کہ سب کے نصیب کے مثل کی وصیت کی
ہے تو (۶) ہوے جس مین سے ہر ایک پسر کیواسطے ایک سہم ہے اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہین پھر اسمین سے ایک پسر کا
نصیب طرح دیا گیا وہ ایک سہم ہے پس مال کے پانچ سہام رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹون کے (۲) ہین پھر موصی لہ
کے نصیب مین سے ایک سہم مستثنے ہو کر بیٹون کے نصیب مین آئا تو موصی لہ کے واسطے (۲) رہے اور بیٹون کیواسطے
(۳) سہام ہیے قال المترجم اور اسمین بھی اجازت وارثان کی ضرورت ہے اور اگر اُس نے دو پسر چھوڑے اور
عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی یا الا مثل نصیب پسر ثالث کے وصیت
کی تو موصی لہ کو سات سہام مین سے ایک سہم ملیگا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملینگے اسواسطے کہ ہر دو پسر کا
نصیب (۲) لیا جائیگا اور پھر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۳) سہم ہوے جسمین سے ایک سہم موصی لہ کا
اور دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جاوے تاکہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہوا اور چونکہ (۲) کی تقسیم
(۳) پر مستقیم نہیں ہے اسواسطے انکو تین مین ضرب دیا گیا تو (۶) ہوے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہے وہ بھی تین مین ضرب دیا گیا تو
سب (۹) ہوے پھر اسمین سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کے بعد سات باقی رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور

وارثون کے (۴) ہین پھر موصی لہ کے نصیب ہین سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنی ہو کہ ہر دو پسر کے نصیب ہین آیا تو نصیب پسران (۶) ہوا اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا اور اگر اُسنے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب پسر خود الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اور موصی لہ کو نصف مال ملیگا اور یہ مثل نصیب پسر واحد ہے بشرطیکہ وارث اسکی اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے نصف مال کی الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت باطل اور استثنار صحیح ہے۔ اور اگر عمرو کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہے تو وصیت و استثنار دونون صحیح ہین اور موصی لہ کو چوتھائی مال ملے گا اسواسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اسکے مثل وصیت ہونے سے ایک سہم زیادہ لیا جائیگا اور ہر سہم دوچند کیا جائے گا اسواسطے کہ ہمکو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہے پس کل مال (۴) سہم ہوا پس اس مین سے موصی لہ کو (۲) سہم دیدے اسواسطے کہ جب اُس نے موصی لہ کے حق مین نصف المال کا استثنار کیا تو ضرور ہے کہ اُس کا حصہ نصف مال سے زائد ہوگا پھر اسمین سے نصف مال مستثنے ہو کر پسر کے ساتھ ملیگا تو موصی لہ کیواسطے ایک سہم یعنی چوتھائی مال باقی رہا اور پسر کیواسطے (۳) سہام ہوگئے اور اگر اُسنے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصف یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو تہائی مال یعنی چھ سہام ہین سے دو سہام ملینگے اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب یکی از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کیواسطے تہائی سے وصیت اول نکال لینے کے بعد باقی کے تہائی کی وصیت کی تو پندرہ مین سے عمرو کو (۱) سہم اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملین گے اسواسطے کہ مخرج اول دو پسر کی تعداد پر (۲) لیکن پسر عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائیگا پس (۳) ہوے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) مین ضرب کیا جاوے تاکہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہے پھر نصیب ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۴) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنی ہو کر نصیب ہر دو پسر مین ملگیا تو (۶) ہوے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوے اور کل مال سات سہام ہوے پھر مفروض اول (۷) دوچند کیا گیا (۱۴) ہوے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دوچند ہو کر (۶) ہوگیا اور اگر یہ مسئلہ بحالہ ہے مگر استثنار یون ہو جاوے الا نصیب پسر چہارم تو عمرو کو (۲) سہام ہین سے (۴) اور زید کو (۱) اور ہر ایک پسر کو (۶) لینگے اسواسطے کہ مفروض اول تعداد پسران (۲) ہوگا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ کیا گیا پسر وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) مین ضرب کیا جاوے پس (۱) ہوے اور موصی لہ کا نصیب بھی (۴) ہوگیا پھر ہمنے نصیب پسر ہر دو پسر مین سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تاکہ نصیب سے استثنار ممکن ہو پس مال پر بنی

ف مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کیا جاوے تو نصف پر زیادتی درہم کیساتھ ہے کیونکہ جائز نہوگی علاوہ ازین کہ ہمکو تعین ربع مال دیا جاویگا اور اگر یہ مراد ہو کہ استثنار باعتبار حصص کے ہے تو بھی اتنی کہ حق مین اسکے بمثل کی بجانب جمع کیا جاویگا مثلاً کل مال کے سولہ حصے کرکے اسکو آٹھ مین سے نو حصہ دیدیے جاوین یا اسمین سے کم کردیا جاوے بایطورکہ مال کے تین حصہ کیے جاوین پانچواں یا اس سے زائد اور نہین سے اسکو ایک سہم کی زیادتی کیساتھ دیا جاوے پس مقام تامل ہے ۱۲ منہ ٥ اور صورت مین اجازت وارثان کی

سہام ہوا اور نصیب چار رہا اور مستثنیٰ (۲) ہے اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دوچند کیا گیا تو (۲۰) ہوئے پھر اسپر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوئے یہی کل مال ہے اور نصیب (۴) بعد دوچند کرنے کے (۸) ہوگیا اور اگر اُسنے کہا کہ الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو (۲۷) سہام میں سے (۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس لینگے اسواسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنجگونہ کیا جائیگا پس (۱۰) ہوئے اور نصیب موصی لہ کو ایک بھی پنجگونہ ہوکر پانچ ہوگیا اور نصیب ہر دو پسر میں سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تاکہ استرجاع از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) میں سے (۲) طرح ہوکر (۱۳) باقی رہے جسمیں نصیب (۵) ہے اور مستثنیٰ (۲) ہے پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دوچند کرکے ایک ملایا گیا تو (۲۶) میں ایک ملانے سے (۲۷) ہوگئے اور بعد دوچند کرنے کے نصیب بھی دوچند ہوکر (۱۰) ہوگیا اور وصیت اول (۶) ہوگئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثناء میں زیادتی ہوتی جاوے مثلاً کہے الا نصیب پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم یا نہم یا دہم وغیرہ سب نکل آوینگے اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی والا حصہ سوم از مابقی حصہ سوم یا حصہ چہارم از مابقی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثناء دوم باطل ہے اسواسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی میں سے کچھ باقی نرہیگا پس ثلث مابقی کا استثناء کیونکر صحیح ہوسکتا ہے اور اسی طرح اگر بجائے استثناء دوم کے مابقی از حصہ سوم میں سے تہائی کی وصیت ہو یا مابقی از حصہ سوم میں سے چوتھائی وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہوگی اسیوجہ سے جو ہمنے بیان کردی ہے۔ اور اگر دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کیواسطے حصہ سوم میں سے وصیت اول نکالنے کے بعد مابقی کی تہائی کی وصیت کی تو دونوں صحیح ہیں اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد کہا یا استثناء میں پسر چہارم کہا تو بھی دونوں صحیح ہونگے یہ متفرقات کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے فلان شخص کے ہے پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اُسکے واسطے میرا تہائی مال ہے اور وارثوں نے اجازت دیدی تو اُسکو فقط تہائی مال ملیگا اُسمیں چھٹا حصہ آجاویگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دراہم میں سے تہائی کی یا غنم میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اس مال کی دو تہائی تلف ہوگئی اور ایک تہائی باقی رہی اور یہ ایک تہائی باقی اُس کے مابقی مال کی تہائی ہے تو موصی لہ کو یہ تہائی پوری ملیگی۔ اور اگر اُس نے تین رقیق[ف۲] میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اُنمیں سے دو مرگئے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو باقی کی فقط تہائی ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکو پورا باقی غلام ملجائیگا اور اگر اپنے کپڑوں میں سے تہائی کی وصیت کی پھر اُنمیں سے دو تہائی تلف ہوگئی اور تہائی باقی رہی حالانکہ مابقی اُسکا تہائی مال ہے تو وہ اُن کپڑوں باقی میں سے فقط تہائی کا مستحق ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب کپڑے اجناس مختلفہ سے ہوں اور اگر سب کپڑے ایک جنس کے ہوں تو وہ بمنزلہ دراہم کے ہیں اور اسی طرح مکیل و موزون بھی بمنزلہ دراہم کے ہیں اور دو مختلف امام اعظم رح کے نزدیک مثل مختلف کپڑوں کے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم کی وصیت کی اور میت کا مال عین بھی

ف۱ یہ دوسرا استثناء ہے یعنی اس کلام میں موصی کے حصہ سے دو دفعہ استثناء ہے اور ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ استثناء بالعطف واحد ہے والا ل بھی واحد ہو ولیکن اسصورت میں تامل ہے ۱۲ ف۲ مخفی مملوک خواہ غلام یا باندی ۱۲ منہ

اور دین بھی ہے۔ پس اگر ہزار درم اسکے مال عین کی تہائی ہو تو موصی لہ کو ہزار درم دیے جاوینگے اور اگر مال عین کی تہائی نہ ہو تو اسکو بقدر تہائی مال عین کے دیے جاوینگے پھر قرضہ میں سے جو کچھ وصول ہوتا جاوے اُسمین سے تہائی لیتا جائے گا یہان تک کہ ہزار درم پورے ہو جاوین یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے زید و بکر کے وصیت کی حالانکہ بکر مر چکا ہے اور موصی یہ بات جانتا ہے یا نہین جانتا ہے یا واسطے زید و بکر کے اگر زندہ ہو لیکن وہ مر چکا تھا یا واسطے زید کے اور اُس شخص کے جو اس بیت مین ہے حالانکہ بیت مذکور مین کوئی نہ تھا یا واسطے زید کے اور جس شخص کے جو اُسکے عقب مین رہجاوے بیٹا و پوتا وغیرہ یا اُسکے واسطے اور واسطے فرزند بکر کے مگر بکر کا فرزند موصی کی موت سے پہلے مر گیا یا واسطے زید کے اور زید کی فقیر اولاد کے یا جو اسکی اولاد فقیر ہو جاوے پھر موصی کی موت کے وقت یہ شرط جاتی رہی یعنی اُسکی اولاد کوئی فقیر نہ رہی تو ان صورتون مین سب مال وصیت واسطے زید کے ہوگا اس واسطے کہ معدوم وصیت استحقاق کی صلاحیت نہین رکھتا ہے پس زید کا مزاحم ثابت نہوا اور ایسا ہوا کہ گویا یہ کہا کہ واسطے زید و دیوار کے اور اسی طرح عقب کا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عقب وہ ہے جو اُسکی موت کے بعد رہجاوے پس فی الحال وہ معدوم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان زید و بکر کے وصیت ہے حالانکہ بکر میت ہے یا درمیان زید و بکر کے اگر بکر مر گیا حالانکہ وہ زندہ موجود ہے یا درمیان زید و فقیر کے پھر موصی مر گیا درحالیکہ فقیر مذکور مر چکا تھا یا زندہ تھا مگر غنی تھا یا کہا کہ درمیان زید و بکر کے اگر بکر اس بیت مین ہو حالانکہ اُسمین نہ تھا یا درمیان زید و فرزند بکر کے پھر بکر کا فرزند پیدا ہوا یا موجود تھا مگر موصی کی وفات سے پہلے مر گیا پھر دوسرا پیدا ہوا یا کہا کہ درمیان زید و اولاد فلان کے اگر اولاد فلان فقیر ہو جاوین مگر وے فقیر نہوے یہان تک کہ موصی مر گیا یا کہا کہ درمیان زید و میرے وارث کے یا درمیان زید و دو پسر کے حالانکہ زید کا ایک ہی بیٹا ہے تو ان سب صورتون مین زید کو تہائی کا نصف ملیگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال درمیان بنی زید و بنی بکر کے وصیت ہے حالانکہ انمین سے ایک کی کوئی اولاد نہین ہے تو پوری تہائی دوسرے کی اولاد کو ملیگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر واسطے زید و واسطے عمرو کے تہائی مال کی وصیت کی یا کہا کہ درمیان زید و عمرو کے وصیت ہے پھر موصی مر گیا پھر ایک موصی لہ مر گیا تو تہائی کا نصف زندہ موصی لہ کو اور نصف دیگر موصی لہ مردہ کے وارثون کو ملیگا اسیطرح اگر موصی کے مرنے کے بعد قبول وصیت سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا پھر زندہ کی قبول کی تو موصی بہ کے دونون مالک ہو جاوینگے اور اگر موصی کے مرنے سے پہلے ایک موصی لہ مر گیا تو اُسکا حصہ موصی کیطرف واپس ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہو جاوے پھر موصی مر گیا اور اولاد عبداللہ سب تو انگر تھی تو پوری تہائی فلان شخص کو ملجائیگی۔ اور اگر عبداللہ کی بعض اولاد فقیر ہو گئی پھر موصی مر گیا تو تہائی مال درمیان فلان کے اور درمیان اُن لوگون کے جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوئے ہین بتعداد[۱] اور وس تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبداللہ جب سے پیدا ہوئے ہون برابر فقیر چلے آئے

---

[۱] اور اگر سب باقی رہتے تو سب مین سے تہائی تہائی ملتی علی قول الاعظم بشرطیکہ مجموعہ تہائی مال سے زائد نہوتا یا وارث اجازت دیتے

[۲] یعنے فلان کے ساتھ جو لوگ اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوئے ہین شمار کیے جاوین مثلاً چار فقیر ہوئے اور ایک فلان ہے یہ پانچ آدمیون پر وہ تہائی مال تقسیم ہوگا ۱۲

یہانتک کہ موصی مرگیا تو ظاہر لفظ جو کتاب مین ذکر کیا گیا ہے اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انکو تہائی مین سے کچھ نہ ملیگا بلکہ پوری تہائی فلان کی ہوگی اور اگر اولاد عبد اللہ جو روز وصیت سے موجود تھی مرگئی پھر اسکے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوے پھر موصی کی موت سے پہلے فقیر ہوگئے تو تہائی مال وصیت فلان اور انکے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا اسیطرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان و واسطے ولد عبد اللہ کے ہے پھر عبد اللہ کا ولد مرگیا اور دوسرا ولد اسکے پیدا ہوا اور ہنوز موصی نہین مرا ہے تو تہائی مال درمیان فلان و درمیان ولد عبد اللہ کے تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان اور واسطے ان اولاد عبد اللہ کے ہے اگر یہ لوگ فقیر ہو جاوین اگر وہ لوگ فقیر نہوے یہانتک کہ موصی مرگیا تو سبکی تعداد پر تقسیم ہوکر جو فلان حصہ کو پہونچے وہ اسکو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مرگئی اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اور شوہر کو تہائی مال ملیگا اور موصی لہ کو نصف ملیگا اور چھٹا حصہ باقی واسطے بیت المال کے ہوگا اسواسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کیواسطے میراث سے مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی اسمین نصف شوہر کو ملیگا جو کل مال کا تہائی ہوا اور باقی رہا تہائی مال سو اسکا کوئی وارث مستحق نہین ہے پس اسمین سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا حصہ ہے پس موصی لہ کو نصف پورا کر دینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جسمین نہ وصیت ہے اور نہ اسکا کوئی وارث ہے پس بیت المال مین داخل ہوگا اسیطرح اگر مرد مرگیا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی مگر جورو نے اجازت نہ دی پس عورت کو چھٹا حصہ ملیگا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملین گے سواسطے کہ تہائی مال تو وصیت مین بلانزاع ہو جائیگا اور باقی دو تہائی مین شرکت رہی پس اسمین سے عورت کا چوتھائی حصہ ہے اور باقی پھر موصی لہ کو ملیگا اسواسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کیواسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی لڑکا نہ تھا پھر موصی کی موت سے پہلے اسکے اولاد ہوئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملیگا اور اگر روز وصیت کے زید کی اولاد موجود ہو مگر موصی نے نہ انکا نام لیا کہ احمد و عمر و بکر وغیرہ اور نہ انکی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگوں کیواسطے تو وصیت انکی ان اولاد کے واسطے ہوگی جو موصی کی موت کے روز موجود ہون حتی کہ اگر یہ اولاد موجود مر جاوے اور دوسری اولاد پیدا ہوا اور وہ موصی کی وفات تک زندہ موجود رہے تو انکو تہائی مال ملیگا اور اگر موصی نے اسکی اولاد کا نام بنام بیان کر دیا ہو یا انکی طرف اشارہ کر دیا ہو تو وصیت خاصۃً انھین تک رہیگی حتی کہ اگر وہ مر جاوے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جبکہ انکا نام لیا یا انکی طرف اشارہ کر دیا تو موصی لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے عبد اللہ و زید و عمرو کے ہے عمرو کے واسطے اسمین سے سو درم ہین پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سو درم ہین تو یہ سب عمرو کو ملین گے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ سو درم ہون تو اسمین سے سو درم عمرو کو اور باقی پچاس زید و عبد اللہ کے درمیان نصفا نصف ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کیواسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اسکا کچھ مال نہ تھا تو موصی لہ کو اس مال سے تہائی ملیگی جسکا وقت موت کے مالک ہو خواہ اسکو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اس سے پہلے مگر شرط یہ ہے کہ موصی بہ مال عین یا نوع معین نہووے۔ اور اگر مال عین یا نوع معین کی اپنے مال سے مثل تہائی اپنی بکریون کے وصیت کی پھر وہ قبل اسکی موت کے تلف ہوئی تو وصیت باطل ہو جائیگی حتی کہ اگر اسکے بعد اسنے دوسری بکریان یا دوسرا مال مین کمایا تو موصی لہ کا حق اس سے متعلق نہوگا اور اگر وقت وصیت کے بکریان نہ تھین پھر اسکو حاصل کیا پھر مرگیا تو صحیح یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ میرا مال سے

ایک بکری کی وصیت ہی حالانکہ اُسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو موصی لہ کو ایک بکری کی قیمت دیجائیگی اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کیطرف اضافت نہ کی یعنی یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری کی وصیت ہی حالانکہ اُسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو بعض نے فرمایا کہ وصیت نہیں صحیح ہی اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہی۔ اور اگر کہا کہ میری بکریوں میں سے ایک بکری حالانکہ اُسکے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے علیٰ ہذا القیاس انواع مال سے ہر نوع میں مثل اونٹ و گائے وغیرہ کے یہی حکم ہی یہ تبیین میں ہی۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کر دے پھر ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کر کے تلف کر ڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اُسپر صدقہ قرار دیدے اور غاصب اسکا مقر ہی تو میں اسکو جائز قرار دونگا یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُسکے مال میں ہو اُس سے موصی لہ کا حق متعلق نہوگا بلکہ اُس بکری سے متعلق ہوگا جو روز موت کے اُسکے مال میں موجود ہو پھر جب کہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اس بکری کی طرف ہوا جو موت کے روز موصی کے مال میں موجود ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اگر موصی اُسکے بعد مر گیا اور اُس نے مال چھوڑا پس اگر مال میں بکری ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موصی لہ کو یہ بکری دیدیں یا بکری کی قیمت دیدیں پھر کتاب میں یہ مذکور نہیں ہی کہ بکری میں سے اعلیٰ یا ادنیٰ یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دینگے یا جس بکری کی قیمت چاہیں دیدیں تو حسن بن زیاد نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہی کہ وارثوں کو اختیار ہی چاہیں درمیانی بکری دیدیں یا درمیانی بکری کی قیمت دیدیں یہ محیط میں ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا بر ذون شقر واسطے فلان کے وصیت ہی تو یہ وصیت اُسی بر ذون پر رہیگی جسکا وہ فی الحال مالک ہو نہ اُسپر جسکا وہ آئندہ مالک ہووے اسی طرح اگر کہا کہ میرا اندھا غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلان کے وصیت ہی تو بھی جسکا اسوقت مالک ہی اُسی پر وصیت رہیگی نہ اُسپر جسکا آئندہ مالک ہو اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلان کے اور میرا بر ذون واسطے فلان کے ہی اور اُسکی نسبت کسی طرف نہ کی یعنی کوئی اُسکا وصف وغیرہ بیان نہ کیا تو وصیت میں جو بر ذون و غلام اسوقت موجود ہو وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جسکا مالک ہو جاوے وہ بھی داخل ہوگا۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گائے واسطے فلان کے وصیت ہی تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ وارثوں کو اُسکی قیمت دینے کا اختیار نہوگا اور اگر کہا کہ یہ گائے واسطے مساکین کے ہی تو وارثوں کو اُسکی قیمت صدقہ کر دینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیوں اور فقرا و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیوں کو پانچ حصوں میں سے تین حصے اور ایک حصہ فقیروں کو اور ایک حصہ مسکینوں کو دیا جائیگا۔ اور یہ امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہی یہ کافی میں ہی۔ اور اگر تہائی مال کی واسطے فلان و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف فلان کو اور نصف مساکین کو دیا جائیگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہے یہ ہدایہ میں ہی۔ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی مسکینوں کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہی کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دیدے یہ صاحبین رح کے نزدیک ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک دو مسکینوں سے کم کو نہیں دے سکتا ہی اور اگر ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی

سلہ مثلاً میری گایوں میں سے ایک گائے فلان کو دیجاوے یا اونٹوں میں سے ایک اونٹ حالانکہ اونٹ یا گائے اُسکے پاس نہیں ہی تو وصیت باطل ہی ۱۲ منہ سلہ مترجم کہتا ہی کہ اس حکم میں تامل ہی ۱۲ سلہ یعنی فلان کے واسطے ۱۲ سلہ اشارہ ہی کہ ایسی بکری کی قیمت بھی ضرور نہیں ہی بلکہ درمیانی کسی بکری کی

پھر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے شریک کر دیا یا اُس کے ساتھ تجھے داخل کر دیا تو تہائی مال دونون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سو درم کی اور دوسرے کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو ہر ایک کے حصے مین سے تہائی ملیگی۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے چار سَو درم کی اور دوسرے کے واسطے دو سَو درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو نصف مال ہر ایک کا ملیگا۔ اگر ایک شخص نے موت کے وقت وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر قرضہ ہے پس وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر وہ مرگیا تو تہائی مال تک اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یعنی اگر قرضخواہ نے تہائی سے زیادہ کا دعوی کیا اور وارثان نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پاسکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے وصیتین کی ہون تو صاحبان وصیت کیواسطے تہائی مال نکالدیا جائیگا اور دو تہائی مال وارثون کو ملیگا کذا فی الکافی پھر جب صاحبان وصیت کو تہائی مال جدا کرکے دیدیا گیا تو اصحاب وصیت سے کہا جائیگا کہ تم لوگ جسقدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ کے ہر دو حصے مین شائع؎ ہے پس صاحبان وصیت کی تہائی مین سے تہائی مال اقراری کی لیجائیگی اور وارثون سے اُنکے اقرار کی مقدار کی دو تہائی سے لیجائیگی اور ہر فریق کا اقرار اُنکے مقدار حق مین نافذ؎ ہوگا اور دونون مین سے ہر فریق سے اُنکے علم پر قسم لیجائیگی اگر مقر لہ نے اس سے زیادہ کا دعوی کیا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اجنبی و وارث دونون کیواسطے وصیت کی تو نصف وصیت اجنبی کو ملیگی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہوجائیگی اور اسیطرح اگر قاتل و اجنبی کے واسطے وصیت کی تو قاتل کا حق نصف وصیت باطل ہوگی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب کسی مال عین یا دین کا اجنبی و وارث دونون کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت مین اجنبی کیواسطے بھی اقرار صحیح نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور امام تمرتاشی نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل ہونیکا حکم جو ذکر فرمایا ہے ایسی صورت مین ہے کہ جب دونون نے دونون کیواسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق مین اقرار باطل ہے اور فرمایا کہ اجنبی کے حصہ مین اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر کسی کے حق مین چوپایہ سواری کا یا کپڑے کی وصیت کی تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہین دیدین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے اعلی؎ و اوسط و ادنی ہون پس اُسنے تین شخصون مین سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی پھر ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ کس کا کپڑا تلف ہوا ہے اور وارث لوگ انکار کرتے ہین تو وصیت باطل ہوجائیگی اور وارثون کے انکار کے یہ معنی ہین کہ وارث ہر ایک موصی لہ معین سے یہ کہتا ہے کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی ضائع ہوگیا ہے پس مستحق مجہول ہے اور اسکا مجہول ہونا صحت حکم قضا و تحصیل مقصود وصیت سے مانع ہے پس وصیت باطل ہوجائیگی الا یہ کہ وارث لوگ دونون باقی کپڑون کو تسلیم کرین پس اگر انھون نے تسلیم کیا تو مانع یعنی انکار زائل ہوگیا پس مستحق اعلی کو اعلا

؎ یعنی شامل ہے ۱۲ ؎ جاری ہونے والا ۱۲ ؎ قولہ اعلی مراد یہ کہ موجودہ مین سے جو اعلی ہو ۱۲ فی نفسہ ۱۲ م ؎ قرضخواہ ۱۲ ؎ وصیت نہین کی ۱۲

کپڑے کی دو تہائی ملیگی اور مستحق اوسط کو اعلے مین ایک تہائی اور ادنے مین سے ایک تہائی اور مستحق ادنے کو ادنے
مین سے دو تہائی دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک
شریک نے اُسمین سے ایک بیت معین کی زید کیواسطے وصیت کر دی تو دار مذکور تقسیم کیا جائیگا پس اگر وہ بیت
معین موصی کے حصے مین پڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دیدیا جائیگا اور امام محمد رح
کے نزدیک اُسکا نصف دیا جائیگا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ مین آیا تو موصی لہ کو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے
نزدیک بیت مذکور کے گزون کی پیمائش کے برابر موصی کے حصہ مین سے ناپ دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف بیت
کے گزون کی پیمائش کے برابر ناپ دیا جائیگا۔ اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت
کر دی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال نے اجازت دیدی اور موصی لہ کو دراہم مذکورہ دیدیے تو جائز ہی اور مالک اول کو بعد
اجازت کے بھی دیدینے سے انکار کر جانے کا اختیار باقی ہی بخلاف اسکے اگر موصی نے اپنے مال مین سے تہائی سے زائد کی
وصیت کی یا قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پھر وارثون نے اجازت دیدی تو اس صورت مین وارثون کو بعد اجازت
دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہین ہی یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کیواسطے
تہائی مال کی وصیت کی ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ اسکے باپ نے عمرو کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی ہی تو گواہون
کی گواہی پر اعتبار کر کے عمرو کو دیا جائیگا اور جسکے واسطے وارث نے اقرار کیا ہی اُسکو کچھ نہ ملیگا فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا
کہ میرے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہی پھر اسکے بعد کہا کہ نہین بلکہ عمرو کے واسطے تہائی کی وصیت کی ہی یا کہا
کہ تہائی کی وصیت کی ہی واسطے زید کے نہین بلکہ واسطے عمرو کے تو مال مذکور دونون صورتون مین اول کو ملیگا دوسرے کو
کچھ نہ ملیگا فرمایا کہ اگر وارث نے با قرار متصل اقرار کیا کہ تہائی کی وصیت واسطے زید کے ہی اور ایک وصیت واسطے عمرو کے کی
ہی تو یہ تہائی مال دونون مین مشترک برابر کر دونگا فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی کی وصیت واسطے زید کے کی
ہی اور اُسنے زید کو دیدیا پھر کہا کہ نہین بلکہ واسطے عمرو کے کی ہی تو وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتی کہ اُسکے مثل عمرو کو دیگا اور
اول یعنے زید کے حق مین اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر اُسنے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا
اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم معین کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ تہائی مال ہی پھر اسکے بعد عمرو کیواسطے تہائی مال
کی وصیت ہونیکا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے نافذ کریگا
اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہوگا۔ اور فرمایا کہ اگر دو وارثون نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے تہائی کی وصیت کی
ہی پھر زید کو دونون نے اسقدر مال دیا پھر دونون نے گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت کی
تھی اور دونون نے کہا کہ ہمین سے غلطی واقع ہوئی ہی تو زید کے حق مین دونون کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی۔ اور دونون
اسقدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن ہونگے پس عمرو کو اسقدر مال دینگے اور اگر دونون نے زید کو کچھ دیا نہو تو
عمرو کے حق مین دونون کی گواہی کو جائز رکھونگا اور اول کے حق مین وصیت باطل کر دونگا یعنے حکم دونگا اول کے حق مین وصیت
باطل ہی۔ فرمایا کہ اگر وارث تین ہون اور مال تین ہزار درم ہون پھر ہر وارث نے ایکہزار درم لیے پھر انمین سے ایک نے

اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونوں نے اس سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا استحساناً اپنے مقبوضہ کی تہائی زید کو دیدیگا اسی طرح اگر دو وارث ہوں اور مال دو ہزار درم ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ میں استحساناً ایک تہائی زید کو دیگا اور اگر ترکہ ایک ہزار مال ہو اور ایکہزار دونوں وارثوں میں سے ایک پر قرضہ ہو پھر جسپر قرضہ نہیں ہے اُسنے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو زید اس ہزار درم عین میں سے تہائی لے لیگا اور باقی دو تہائی اقرار کرنے والے کی ہوگی فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (۲) بیٹے اور (۲۰) درم چھوڑے پس دونوں نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر دونوں میں سے ایک وارث غائب ہو گیا اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے حق میں تہائی کی وصیت ہے تو وہ حاضر کے مقبوضہ میں سے نصف لے لیگا اسواسطے کہ اُسنے گواہوں سے یہ بات ثابت کر دی کہ دونوں کا حق ترکہ میں برابر ہے پس اس مقام پر موافق حکم قیاس کے اختیار کیا ہے بخلاف مسئلہ اقرار کے واسطے[ف۱] کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونوں کے حق میں ثابت ہوتی ہے کہ جب غائب آ دیگا تو ان دونوں کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہے اس سے واپس لیویں پس وہ مع اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار نہ دیا جائیگا بخلاف مسئلہ اقرار کے کہ وہاں اقرار فقط اُسکی ذات پر حجت ہے دوسرے پر نہیں ہے کذا فی المبسوط بتوضیح من المترجم موصی بہ میں بعد موت موصی کے قبل اسکے کہ موصی لہ وصیت کو قبول کرے جو زیادتی پیدا ہو جاوے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اسکا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موصی لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اسکو امام محمد رہ نے ذکر نہیں کیا ہے اور قدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موصی بہ نہوگی کہ وہ موصی لہ کو تمام مال سے اعتبار کر کے ملیگی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ وہ بھی موصی بہ ہو جائیگی حتے کہ اعتبار کیا جائیگا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہے یا زائد ہوتا ہے پس تہائی مال تک معتبر رہے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کیواسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور دونوں تہائی مال ہوتے ہیں تو دونوں موصی لہ کو ملیں گے اور اگر دونوں تہائی مال میں نہ آتے ہوں تو پہلے اُسکی وصیت باندی میں نافذ ہوگی۔ پھر بچہ میں نافذ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں میں برابر نافذ ہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چھ سو درم ہیں اور ایک باندی تین سو درم کی ہے پس اُسنے ایک شخص کے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مر گیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین سو درم قیمت کا ہے تو امام رح کے نزدیک موصی لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملیگا اور صاحبینؒ کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملیگا۔ اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول کے اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالاتفاق موصی لہ کا ہوگا اور

ف۱ قولہ اعتبار یعنے یہ اعتبار نہوگا کہ میت کا حق اسکے تہائی مال میں رہا ہے پس اسی سے ہونا چاہیے بلکہ سب مال سے اعتبار ہوگا ۱۲ منہ ف۲ قولہ دو تہائی بچہ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ میں ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ یہ غلطی کاتب کی ہے اور صحیح دونوں مقام پر ثلث یعنے ایک تہائی بچہ ملے گا ۱۲ منہ ف درصورتیکہ دوسرے قرضدار نے انکار کیا ہو ۱۲ ف کہ اسمیں استحسان کو اختیار کیا ہے ۱۲ ف اسواسطے کہ گواہی ہے ۱۲ ف یعنے باندی دیدی جائیگی ۱۲ ف پس جملہ تہائی پوری کیجائیگی ۱۲ ف حتے کہ تہائی اسکی پوری ہو جائیگی ۱۲ ف یعنے وصیت قبول کرنے سے پہلے ۱۲

اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موصی بہ نہوگا۔ اور تہائی سے اُسکا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائیگا اور پورے مال سے موصی لہ کا ہوگا یعنے اعتبار کیا جائیگا کہ پورے مال کا تہائی ہی جیساکہ بعد تقسیم کے پیدا ہونیکا حکم ہی کہ وہ موصی لہ کا ہوگا اور موصی بہ ہوکر تہائی سے معتبر نہوگا اور ہمارے مشایخ نے فرمایا کہ موصی بہ ہو جائیگا حتی کہ اسکا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائیگا جیساکہ قبل قبول کے پیدا ہونے میں حکم ہی۔ اور اگر موصی کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت میں داخل نہوگا اور میت کے ملک کے احکام میں باقی رہیگا اسواسطے کہ قصداً و صراحتہً وہ وصیت میں داخل نہیں ہوا اور اگر موصی بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتوں میں مثل بچہ کے تفصیل وار اُسکا بھی حکم ہی یہ کافی میں ہی۔ ایک شخص کی باندی تین سو درم قیمت کی ہی اور سوا اُسکے اُسکا کچھ مال نہیں ہی پس مالک نے زید کے واسطے اسکی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر اُسکے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اُسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سو درم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اُس نے بیع کی اجازت ندی تو مشتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائے گا اور تہائی باندی اور نواں حصہ بچہ زید کو ملیگا اور دو نویں حصہ بچہ کے وارثوں کو واپس ملیں گے۔ اور اگر باندی کے بدن میں زیادتی ہو گئی یا اُسکی قیمت بڑھکر چھ سو درم ہو گئی تو دو تہائی باندی مشتری کو مسلم دیجائیگی اور ایک تہائی وارثوں کو ملیگی اور اگر باندی میں نقصان آگیا جس سے اُسکی قیمت سو درم رہگئی تو موصی لہ انھیں سے تہائی لے لیگا اور وارثوں سے اسکی قیمت میں سے (۴۴) درم اور چار نویں حصے درم کے یعنے پوری تہائی کر کے لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہی

چوتھا باب۔ بیٹے کا اپنے مرض میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور لینے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کرنیکے بیان میں اور قرضہ کی تقدیم اُسکے ترکہ میں کیجائیگی اُسکے بیان میں۔ اگر ایک شخص ایک بیٹا اور تین ہزار درم چھوڑ کر مرا اور اُس نے زید کے واسطے ان درموں میں سے دو ہزار درم کی وصیت کر دی ہی پھر بیٹے نے اپنے مرض میں اس وصیت کی اجازت دی پھر مر گیا اور اُسکا اسکے سوا کچھ مال نہیں ہی تو موصی لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت ملیں گے اور دو ہزار درم کی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی جو بیٹے کا مال ہی اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی ہی تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظم رح کے نزدیک زید و عمرو دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہوکر اس طرح تقسیم ہوگی کہ زید کو تین پانچویں حصے اور عمرو کو دو پانچویں حصے ملینگے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض میں خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہی تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اسکے آزاد کرنے کی وصیت کو ترجیح ہوگی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا اسواسطے کہ وارث کا اجازت دینا بمنزلہ وصیت کے ہی اور مرض میں آزاد کرنا بھی وصیت ہی اور دو وصیتیں ہر گاہ مجتمع ہوں اور دونوں میں سے ایک عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہوگی اور قرضہ بہ نسبت وصیت کے مقدم

ف قولہ زیادتی جس سے اسکی قیمت بڑھی ۱۲ ف قولہ یا اسکی قیمت ظاہرا حرف واو ہی ولیکن نسخہ میں یہی ہی ۱۲ ف یعنے ضمن استحقاق موصی بہ میں وہ دیا جائیگا ۱۲ ف یعنے وارثوں کے اجازت کی ضرورت نہیں ہی ۱۲ ف یعنی دو ہزار درم جو بیٹے کا مال ہی اسکی تہائی بھی بلا اجازت ملے گی ۱۲

ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وارث نے اپنی صحت میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق[۱] اور اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب سے مقدم ہوگی اسی طرح اگر اُسنے باپ کی وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا اقرار دونوں اپنی صحت میں کیا تو پہلے وصیت ادا کیجائے گی پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرضخواہوں کو ملیگا پس اگر اُنکا قرضہ پورا ادا ہوگیا تو وارث کچھ ضامن نہوگا اور اگر پورا ادا نہوا تو جسقدر اُس نے اجازت میں ضائع کیا ہے اُسکے مثل ضامن ہوگا۔ اور اگر زید کے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعوی کیا اور موصی لہ نے یہ دعوی کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق میں ہے اسکی اجازت دیدی ہے پس وارث نے دونوں کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرضخواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موصی لہ کیواسطے کچھ بچا تو وارث اُسکے واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ اُسنے حالت مرض میں دونوں کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت میں۔ اور فرمایا کہ اگر وارث نے اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دیدی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اسکے بعد اگر کچھ باقی رہا پس اگر وارث میت کے وارثوں نے اس اجازت کو تمام منظور کیا تو موصی لہ کو اس باقی میں سے فقط ایک تہائی ملے گی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مرض میں اُسنے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اور اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے اُسکے باپ کا قرضہ دیا جائیگا پھر اُسپر قرضہ پھر وصیت جسکی اجازت دی ہے وہ نافذ کی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اور بجز غلام کے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے اُسنے اپنے مرض الموت میں اسکو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑ کر مر گیا اور اس وارث کا بھی ایک غلام ہے جسکی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہے اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر عمرو نے اپنے مورث کی وصیت کی اجازت دیدی اور اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کردیا تو اسکے وارث کی بلا اجازت اول غلام میں سے تہائی آزاد ہو جائیگا بدون اسکے کہ اُسپر سعایت لازم آوے اور یہ ظاہر ہے کہ پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام دوم دونوں غلاموں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جسمیں سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملینگے ایک مریض کے دو ہزار درہم ہیں اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اُسکی موت کا وقت آیا اور اُسنے موت کے وقت درموں میں سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کردی اور عمرو کے واسطے باقی ہزار درم کی وصیت کردی پھر مر گیا پھر اُسکے بیٹے نے دونوں وصیتوں کی آگے پیچھے اجازت دیدی مگر اجازت حالت مرض میں دی اور سوائے اس میراث کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو دو ہزار درم کی تہائی دونوں زید و عمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہوگی ایک شخص کے پاس ہزار درم ملک میں اُسنے ان درموں کی زید کیواسطے وصیت کی پھر مر گیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی ہزار درم ملک میں پس عمرو نے اپنے ذاتی درموں کی اور جسکا وارث ہوا ہے سب کی خالد کے واسطے وصیت کردی پھر عمرو مر گیا اور اُس نے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے اپنے مرض الموت میں اپنے باپ دادا دونوں کی وصیتوں کی اجازت دیدی پھر مر گیا اور سوائے مال میراث کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم میں سے تہائی بلا اجازت ملیگی پھر اول ہزار کی باقی دو تہائی دوسرے ہزار میں ملائی جائیگی پھر اسمیں سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملیگی پھر

۱؎ یعنی آزاد کرنا غلام و باندی کو ۱۲ منہ

مال کی تہائی لیکر موصیٰ لہ اول اور موصیٰ لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُسکا اجازت کے بعد باقی رہگیا ہے تقسیم کی جائیگی یہ محیط میں ہے

فصل۔ حالۃ الوصیۃ کے اعتبار کے بیان میں۔ اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کیواسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُس کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر مر گیا[۵] تو ہمارے نزدیک اُسکا اقرار جائز ہوگا اور وصیت و ہبہ باطل ہونگے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کافر یا رقیق کیواسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اُسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے بیٹا آزاد[۷] کر دیا گیا یا مسلمان ہوگیا تو یہ سب باطل ہوگیا۔ اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہیں سکتا ہے پس سر سے اشارہ کیا اور اُسکی حالت سے معلوم ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرا اشارہ سمجھا جائیگا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ اُسوقت ہے کہ جب وہ بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مر جاوے کیونکہ ایسی ہی صورت میں یہ ظاہر ہو جائیگا کہ اُسکے کلام کرنے سے یاس ہو چکی تھی پس مثل گونگے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور جو شخص پانوں سے لنجا یا ہاتھ سے لنجا یعنی اُسکا ہاتھ خشک ہوگیا ہو یا جاتا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنی فالج نے مارا ہو یا اُسکو سل کی بیماری ہو پس اگر ایسے مریض کو زمانہ دراز گذرا اور حالت ایسی ہو کہ اُسکے موت کا خوف نہ رہا[۱] تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہے حتٰی کہ اگر اُسنے پورا مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہے پھر اگر اسکے بعد وہ چارپائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہو جانے کے ہے۔ اور اگر ابتداء حال میں جب اُسکو مرض پیدا ہوا ہے انھیں ایام میں مر گیا حالانکہ چارپائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہے جسکی ہلاکت کا خوف ہے اسی وجہ سے اُسکی دوا کیجاتی ہے پس وہ مریض مرض الموت کا مریض ہے کہ اُسکے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے ہوگا[۲] یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہوگیا تو یہ قاضی کی رائے پر ہے اگر اُسنے اجازت دیدی تو جائز ہوگی ورنہ باطل ہو جائیگی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنیکی ضرورت پیش آئی تو فتوے اس بات پر ہے کہ تصرفات کے حق میں جنون مطبق کی میعاد[۳] ایک سال ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر ایک شخص قید خانہ میں قصاص یا رجم کیواسطے قید ہو تو اُسکا حکم مثل مریض کے نہیں ہے اور جب قتل کیواسطے نکالا گیا تو اس حالت میں اُسکا حکم مثل مریض کے ہے۔ اور اگر صف قتال میں ہو تو مثل صحیح کے ہے اور جب[۴] لڑائی کیواسطے نکلا تو اس حالت میں مثل مریض کے ہے۔ اور اگر کشتی میں ہو تو حکم اُسکا مثل صحیح کے ہے اور جب موجیں شورش کریں اس حالت میں اُسکا حکم مثل مریض کے ہے۔ اور اگر دوبارہ قید خانہ میں لوٹایا گیا یا قتل نہ کیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹ کر صف میں آگیا یا موجیں ٹھہر گئیں تو اُسکا حکم ایسے مریض کے مانند ہے جو مرض سے اچھا ہوگیا کہ اُسکے تمام تصرفات اُسکے پورے مال سے نافذ ہونگے یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور مجذوم اور جو تپ چوتھیا بخار اور باری بیچ دیکر بخار والا اگر چارپائی سے لگ گیا تو اُسکا حکم مرض الموت کے مریض کے مانند ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی یا کسی مرض ایسا

---

[۱] یعنی اس مرض سے ایسا خوف نہ رہا جیسا مرض الموت کے مریض سے غالباً علی الانتقال خوف ہوتا ہے کہ وہ چارپائی سے لگ جاتا ہے ۱۲ [۲] یعنے اگر کل مال ہبہ کیا تو تہائی ملسکتی ہے بلا اجازت اور باقی دو تہائی واپس لیجائیگی ۱۲ منہ [۳] اور بعض شراح متون نے تصریح فرمائی ہے کہ مراد سال سے سال شمسی مراد ہے ۱۲ [۴] اس زمانہ میں جبتک لڑائی شروع نہو تب تک صف قتال میں مثل مریض کے ہونا چاہیے ۱۲ منہ
[۵] یعنے مرض مذکورہ سے مر گیا ۱۲ [۶] محض ۱۲ [۷] یعنے آزاد ہوگیا قبل موت موصی کے ۱۲

پیدا ہوا ایسا کہ اُسکو گویائی کی طاقت نہ رہی پھر اُسنے وصیت میں کسی شی کیطرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھ دی حالانکہ اس حالت پر اُسکا زمانہ دراز ہو گیا اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک سال گذر گیا تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر عورت کے درد زہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت میں کرے اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اچھی ہو گئی تو اُسکا یہ فعل اُسکے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

پانچواں باب۔ مرض الموت میں عتق و محاباۃ وہبہ کے بیان میں۔

اگر اپنا غلام آزاد کرنیکی وصیت کی تو آزاد نہ ہوگا الا اُس صورت میں کہ وارث لوگ اُسکو آزاد کر دیں اور اُسکو اختیار رہیگا کہ اُس وصیت سے قول یا بفعل رجوع کرے جیسا کہ اور وصایا میں حکم ہے اسواسطے کہ یہ حکم بالاتفاق ہے تو جبتک آزاد کیا نجاوے تب تک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں آزاد کیا یا بیع محابات کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہے اور اسکا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت[1] کے ساتھ شریک کیا جائیگا۔ اسی طرح مثل کفالت و ضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم میں ہے۔ اور اگر مشتری کے ہاتھ محاباۃ سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال میں قدر محاباۃ و عتق دونوں کی گنجایش نہیں ہے یعنے تہائی اسکے کم ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک محابات اولےٰ ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محاباۃ کی تو بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں مسئلوں میں عتق اولےٰ ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر محابات کی پھر آزاد کیا پھر محابات کی تو تہائی مال دونوں محاباتوں میں بسبب دونوں کے برابر ہونے کے نصفا نصف تقسیم کر دیا جائیگا پھر جو کچھ محابات اخیرہ کے حصہ میں آیا ہے وہ دونوں محاباتوں اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محابات اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ میں آیا ہے وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں عتق اولیٰ ہے کذا فی الہدایہ اور محابات کی صورت یہ ہے کہ مریض نے سو درم کی چیز پچاس درم میں فروخت کر دی یا پچاس درم کی چیز سو درم میں خریدی تو جسقدر بصورت خریدی میں زائد دیا ہے یا بیع میں کم لیا ہے وہ محابات ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جاوے یا کہا کہ تم لوگ[2] اسکو آزاد کر دو یا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہے اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونوں تہائی مال میں حصہ[3] دار ہونگے اور یہ ایسا عتق نہیں ہے جو تہائی مال سے اولاً شروع کیا جاوے پھر اگر یہ بھی تدبیر وغیرہ کا ہو بلکہ اولاً جب شروع کیا جائے گا کہ جب اُسنے یوں کہا کہ وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہے بطور ہبہ کہا یا اُسکو اپنے مرض میں قطعاً آزاد کر دیا یا کہا کہ اگر اس مرض میں مجھے موت آوے تو یہ آزاد ہے تو ایسے کے حق میں یہ حکم ہے کہ وصیت سے پہلے اُسکے ساتھ ابتدا کیجائیگی اسیطرح جو عتق بعد موت کے بلا قید وقت واقع ہوگی ابتدا وصیت سے پہلے ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ

[1] قال یعنی مثلاً محابات فروخت کیا کہ ہزار درم کا مال پانسو درم میں دیدیا تو جسقدر نفع ہے یعنے پانسو درم اُسمیں سے تہائی مال سے وصیت معتبر ہوگی اور باقی مشتری ادا کریگا یعنے پانسو درم تو مشتری دیچکا ہے اور پانسو درم باقی میں فرض کرو دو سو درم میت بائع کا تہائی مال ہے تو وہ مشتری کو بطور وصیت دیئے جاوینگے لیکن اگر اور بھی وصیتیں ہوں تو حصہ رسد مشتری اسی دو سو درم میں شریک کیا جائیگا ۱۲ [2] یعنے تہائی مال جسقدر غلام کے حصہ میں آ

جیسے وہ اُس سے معاف ہو کر باقی قیمت کے لیے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گا ۱۲ منہ [3] آزاد کرنا ۱۲

وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہے پھر مدت گذر گئی تو امام محمد رح سے ابن سماعہ کی روایت کے موافق یہ حکم ہے کہ بدون اعتاق وارثان یا وصی کے وہ آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض میں آزاد کر دیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جنی تو اسکا بچہ وصیت میں داخل نہوگا اور اگر اپنے ایک غلام کو مدبر کیا اور دوسرے سے کہا کہ مجھے اس مرض میں موت آجاوے تو تو آزاد ہے پھر اس مرض میں مر گیا تو دونوں تہائی میں حصہ دار ہونگے اسواسطے کہ بعد موت کے استحقاق میں مساوی ہیں یعنی کہ دونوں کے حق میں اس نے مرض الموت میں کہا ہے پس دونوں موصی لہ ہوے پس تہائی مال میں حصہ دار ہونگے اور اگر اپنے غلام کیواسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز معلوم کی وصیت کی تو جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ اگر اسکے واسطے کسی قدر اسکے رقبہ کی وصیت (یعنی مثلاً تیرا جو تہائی تیرے واسطے وصیت ہے) تو اسیقدر آزاد ہو جائیگا اور باقی کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہے کہ اپنی زندگی میں اسکو اسکے رقبہ میں سے کچھ ہبہ کر دیا اور اگر اسکے واسطے پورے رقبہ کی وصیت کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسیطرح اگر اسکو اسکا رقبہ ہبہ کیا یا صدقہ کر دیا اور یہ اپنے مرض میں کیا تو بھی باقی سے آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت جائز ہے اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہو جائیگا پھر دیکھا جائیگا اگر اسکا مال درہم یا دینار ہوں تو غلام کی دو تہائی قیمت اگر اسی قدر ہو جسقدر اسکے باقی مال سے وجب ہوا ہے تو قصاص ہو جائیگا یعنی بدلا برابر ہو کر پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور اگر مال میں اسکا حق زائد ہو تو بقدر زائد اسکو دیا جائیگا اور اگر غلام کی دو تہائی قیمت میں زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثوں کو دیگا اور اگر ترکہ عروض ہو تو بدلا برابر نہیں ہو سکتا ہے جبتک وارثوں و غلام میں باہمی رضامندی نہو جاوے اسواسطے کہ جنس مختلف ہے اور بعد رضامندی باہمی کے قصاص ہو جائیگا پس اگر رضامندی نہوئی تو اسپر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت سعایت کر کے ادا کرے اور غلام کے واسطے اسکے باقی مال سے تہائی ملیگی اور وارثوں کو اختیار ہوگا کہ باقی مالوں میں سے تہائی فروخت نہ کریں یہانتک کہ انکو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پورا غلام مدبر ہو جائیگا اور جب مریض مر جاوے تو پورا غلام آزاد ہو جائیگا اور عتق باقی تمام وصیتوں سے مقدم رہیگا پس اگر تہائی مال اسکی مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثوں پر واجب ہوگا کہ زیادتی اس غلام کو دیدیں اور اگر اسکی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے واسطے اسپر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا تو یہ وصیت اول سے رجوع ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے مرض میں اپنے ایک غلام سے اور ایک مدبر سے جن دونوں کی قیمت برابر ہے یوں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو تہائی مال و دونوں میں تین حصے ہونگے جنمیں سے ایک حصہ غلام کیواسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میرے غلام سے اسقدر درہم لیے جاویں پھر آزاد کر دیا جاوے تو جسقدر مریض نے اسکے ذمہ سے

سلہ سعایت مبسوط کے خلاف ہے ۱۲ سلہ اور آزادی بطور وصیت ہے ۱۲ سلہ بمنزلہ بیع مکاتبت کے ہے ۱۲

گھٹائے ہین وہ اُسکو تہائی مال سے بطور وصیت ملینگے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہے مریض
کا تہائی مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہون تو زیادتی کے واسطے سعایت کریگا یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت مین قدیم سے ہے اُسکو آزاد کردو یعنی وصیت کی تو مملوک ایک
سال سے اُسکے پاس ہو وہ آزاد کیا جائیگا اور یہی مختار ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے پیسے کا
غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پھر مر گیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہے پس بقدر قیمت غلام کے دیگر خرید کے آزاد کیا جائیگا اور اگر موصی کی موت سے پہلے وارث نے وہ
غلام کسی شخص اجنبی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بالاجماع خرید کر کے آزاد کر دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُسکو موصی کی موت
کے بعد کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ
غلام مذکور کی قیمت دیگر خرید کر کے آزاد کیا جائیگا۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام آزاد ہے بعد مرنے کے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہ آزاد
کرنے کی وصیت ہے پس بعد موت ہونے کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ فلان شخص کا غلام خریدا جاوے تو فرمایا کہ
جسقدر اُسکی قیمت ہے اُسکے عوض خریدا جائیگا اُس سے زیادہ داموں کو نہین خریدا جائیگا پس اگر فلان شخص نے جسکا غلام ہے اپنا غلام
فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن وارثون کو واپس دیگا اور اگر اُسنے کہا کہ فلان کا غلام خرید کر کے اُسکو آزاد کر دینا اور
اُسکے مولی نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن روک رکھیگا یہانتک کہ غلام مذکور خریدنے سے مایوسی ہو جاوے کہ
وہ غلام مر جاوے یا آزاد کر دیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کیواسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام
عمرو کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن تبلا دیا مگر ثمن ملینا جسقدر رکھی کہ بنسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہے اور سوائے
اس غلام کے کچھ مال نہین ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اُسکی دو تہائی قیمت کے عوض لے یا ترک کر دے
اسواسطے کہ محابات کی وصیت بمنزلہ باقی وصیتون کے ہوتی ہے اور اس مقام پر دونون وصیتین برابر ہین کہ ہر ایک وصیت تہائی
مال کو حاوی ہے پس تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور زید کو بھی چھٹا حصہ جسقدر
ملیگا پس باقی غلام مین سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت مین فروخت کیے جاوینگے اور زید کے واسطے
اُسکا چھٹا حصہ ہے وہ زید کو دیا جائیگا اور اگر عمرو نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی غلام کی ملیگی یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے
پھر اُس غلام کی وصیت کر دی تو اسمین تین صورتین ہین یا تو عین غلام کی وصیت کی یا مال کی یا تہائی کی پس اگر
وصیت اول کے بعد یا اُس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی یا اجازت دی مگر زید
نے اجازت نہ دی تو دوسرے موصی لہ کو چھٹا حصہ غلام کا ملیگا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض ہزار درم
کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائیگا اور یہ وارثون کو ملیگا اور بعض نے فرمایا یہ صاحبین کا قول ہے اور امام اعظم کے

ف۱ یعنے خاص اس مقدار کے واسطے ورنہ جو درم اس سے لینا لازم کیے ہین ان کے واسطے ماخوذ ہوگا
منہ ف۲ اسکی توضیح اکثر مقام پر گذر چکی ۱۲

نزدیک وصیت موصی لہ کو غلام کا بارھوان حصہ ملیگا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اسکی باقی قیمت کے عوض فروخت کیے جاوینگے اور وہ قیمت وارثون کو ملیگی - اور اگر وارثون نے اجازت دیدی اور زید بھی راضی ہوگیا تو پھر موصی لہ اسمین اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس وہ غلام دونون موصی لہما میں نصفا نصف ہوگا کہ نصف غلام دوسرے موصی لہ کو ملیگا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور اسکا ثمن وارثون میں تقسیم ہوگا اور وجہ دوم یہ ہی کہ اسنے وصیت کی کہ غلام اسکا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کیواسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مثل مسئلہ اول کے ہی مگر فرق یہ ہی کہ عمرو اس صورت میں وارثون سے ہزار درم ثمن میں سے اسکا چھٹا حصہ لیگا اور مسئلہ اول میں اسکو ثمن میں سے کچھ نہیں مل سکتا ہی کیونکہ اس مسئلہ میں موصی نے اسکے واسطے مال کی وصیت کی ہی اور ثمن بھی مال ہی جیسے رقبہ تو ثمن سے اسکی وصیت کا نفاذ ممکن ہی اور مسئلہ اول میں عین کی وصیت کی ہی وہ رقبہ ہی اور ثمن سواے عین کے دوسری چیز ہی پس ثمن سے اسکی وصیت کی تکمیل نہیں ہوسکتی ہی اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنیکی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت میں امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابوحنیفہ رح کے ہی کہ عمرو اس غلام کے بارہ حصون میں سے ایک حصہ لیگا اور باقی گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیے جاوینگے لیکن اس صورت میں عمرو وارثون سے ثمن میں سے لیکر اپنی تہائی پوری کریگا اسوجہ سے کہ اسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہی اور ثمن مال ہی - اور امام ابویوسف کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور ثمن میں سے تہائی عمرو کو دیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہی اور اگر وصیت کی کہ ان ہزار درمون سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم ضائع ہوگیا تو باقی سے امام اعظم رح کے نزدیک غلام خریدکے آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ باقی سے غلام خریدکے آزاد کیا جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے مگر وارثون نے اجازت ندی تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہوجائیگی اور صاحبین نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کرکے آزاد کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک غلام ہزار درم کے عوض خرید کرکے آزاد کیا جاوے مگر ہزار درم اسکے تہائی مال سے زائد ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہی اور صاحبین نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کرکے آزاد کیا جائیگا - اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ان سو درم سے حج کیا جاوے پھر ان میں سے ایکدرم تلف ہو تو جہان سے باقی درمون سے پہونچ سکے وہان سے حج کرایا جائیگا اور اگر کچھ ثابت ہو تو انسے حج کیا جائیگا پھر اگر انمین سے کچھ باقی رہا تو حاجی وارثون کو واپس کردیگا اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر اس سے کہا گیا کہ تیرا تہائی اس کام کیواسطے کافی نہوگا پس اسنے کہا کہ اس مال سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیون کی مددگاری کیجائیگی اور اگر اپنے غلام آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جسکے جرم میں دیدیا گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر وارثون نے اسکا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثون سے ہوگا اور غلام میں وصیت نافذ کرینگے اگر اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور ایک غلام و مال و وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اسکو اپنی

صحت میں آزاد کیا ہے اور وارث نے کہا کہ اپنے مرض میں آزاد کیا ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی کو کچھ نہ ملیگا الا اُس صورت میں کہ تہائی میں سے کچھ بچ جاوے یا اس امر کے گواہ قائم ہوں کہ میت نے اس کو صحت میں آزاد کیا تھا اور اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس زید نے وارث پر دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور غلام نے دعوی کیا کہ تیرے باپ نے مجھے اپنی صحت میں آزاد کیا ہے پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونوں سچے ہو تو غلام مذکور اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور یہ قیمت قرضخواہ کو دیدیجائیگی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ کچھ بھی سعایت نکریگا اور علی ہذا الخلاف اگر ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہیں اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ ہزار درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہیں میری ودیعت ۱ ہیں اور وارث نے کہا کہ تم دونوں سچے ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ہزار درم متروکہ دونوں میں نصفا نصف ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک ودیعت اولی ہے یعنی فقط عمرو لے لیگا یہ کافی میں ہے اگر بیٹے اور سو درم قیمت کا غلام چھوڑا حالانکہ اسکو اپنے مرض میں آزاد کر چکا ہے اور وارثوں نے اسکی اجازت دیدی تو وہ سعایت نکریگا یہ ہدایہ میں ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں اپنا بیٹا ہزار درم کو خریدا اور یہی اسکی قیمت ہے اور سوائے اسکے اُسکے پاس ہزار درم تھے تو اُسکا بیٹا خریدکردہ آزاد ہوگا اور اسپر سعایت واجب نہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا مگر اسکی میراث سے قصاص ہوجائیگا۔ اور اگر پانسو درم قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم میں خریدا اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کردیا اور سوائے ان دونوں کے اسکا کچھ مال نہیں ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات مقدم ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محابات کو پہلے کیا ہے اور ثلث مال اسمیں مستغرق ہوگیا پس دونوں غلاموں میں سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث نہوگا اسواسطے کہ اسپر سعایت واجب ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عتق ۲ مقدم ہے لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اسواسطے اُسکے لیے وصیت نہوگی لیکن دوسرا غلام مفت آزاد ہو جائیگا اور بیٹا اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور بائع سے مطالبہ کیا جائیگا کہ جسقدر اُسکے ثمن میں قیمت سے زائد ہے اسکو واپس کردے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثوں میں میراث ہوگا اور اگر ہزار درم قیمت کا بیٹا ہزار درم میں خریدا اور ہزار درم کا دوسرا غلام آزاد کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال میں دونوں حصہ دار ہو جاوینگے اور حصہ سے زائد جسقدر قیمت اُسپر رہے اُسکے واسطے بیٹا سعایت کریگا اور اُسکو میراث نہ ملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اسکے واسطے وصیت نہوگی پس اسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث کے حصہ سے جو اسپر سعایت قیمت واجب ہے اُسکا بدلا ہو جائیگا فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اُس باندی کے ساتھ دخول کیا اور باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اُسکا مہر مثل سو درم ہے پس اگر اُسکی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہوسکتا ہے تو میں اُسکے واسطے میراث قرار دونگا اور مہر دلاؤنگا اور نکاح جائز قرار دونگا۔ اور اگر اُسکی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہو تو اُسکو اُسکا

۱ جسکو ہمارے عرف میں امانت اور دھروہر کہتے ہیں ۱۲ ۲ عتق آزادی و آزاد کرنا کسی غلام یا باندی کو ۱۲ ۳ یعنی بقدر قرضہ ۱۲ ۴ اور قرضہ کا مال وارث اپنے پاس سے دیدے ۱۲ ۵ یعنی جسقدر اُسکی میراث ملتی اُسکا بدلا ہوکر اُتر جائیگا ۱۲

مہر المثل دیا جاویگا اور بعد مہر نکالنے کے جو باقی ہے اُسکی تہائی دیجاویگی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کرے گی اور اُسکو میراث
نہ ملیگی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے ہر حال میں اسواسطے کہ جسپر
سعایت واجب ہے وہ صاحبین رح کے نزدیک ایسی حرہ ہوتی ہے جسپر قرضہ ہے پس اُسکو اُسکا مہر المثل ملیگا اور میراث ملے گی
اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے۔ اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی آزاد کردی پھر اس سے
سو درم قرض لیے پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نکیا یہانتک کہ مر گیا اور سوائے اسکے دو ہزار درم چھوڑے
تو صاحبین رح کے نزدیک یہ دونوں صورتیں یکسان ہیں اور نکاح جائز ہے اور وہ وارث ہوگی اور اُسکو مہر المثل ملے گا
بسبب اُسکے کہ موت سے نکاح کی انتہا ہوگئی اور اُسکا قرضہ جو میت نے لیا ہے وہ ملیگا اسواسطے کہ اُس کا سبب معائنہ ہے
اور اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اُسکے واسطے وصیت نہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
نکاح باطل ہے اور وہ مال متروکہ میں سے اپنا قرضہ وصول کریگی پھر تہائی باقی مال کی بطریق وصیت کے اُسکو ملیگی اور چونکہ
اُسکی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہے اسواسطے نکاح باطل ہوا۔ اور اگر اُس باندی کو آزاد کر دیا اور سوائے اُسکے اُسکا
کچھ مال نہیں ہے پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے دو سو (۲۰۰) درم قرض لیے اور اُنکو اپنی ذات پر خرچ کر ڈالا اور یہ اپنے مرض میں
کیا ہے پھر مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہے اور باندی مذکور کو میراث نہ ملے گی اور اگر اُسکے ساتھ دخول کیا ہو
تو اُسکو مہر بھی نہ ملیگا اور قرضہ کے بعد باقی کی تہائی کیواسطے اُسپر سعایت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکو اپنے مرض میں آزاد کیا پھر
اس سے نکاح کیا اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اسقدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اُسکا مہر اُسکی تہائی سے برآمد ہوتا ہے
تو نکاح جائز ہے اور اُسکو مہر و میراث ملیگی اور اُسپر سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر ایک قبہ کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور
تہائی مال سے اُسکو اسقدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُسکے واسطے عتق و مال دونوں جائز ہوں گے
اور معینہ نہو تو عتق جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہوگی الا اُس صورت میں کہ میت نے یہ کہا ہو کہ میں نے یہ وصی کی رائے
پر چھوڑ دیا اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دیدے تو جائز ہے مثل اِس قول کے کہ میرا مال جہان تیرا جی چاہے صرف کر۔
اور اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر گیہون یا درموں سے ایک غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور
اُسکا ایک غلام ہے تو یہ جائز نہیں ہے کہ اُسکا وہ غلام جو اُسکے پاس ہے آزاد کیا جاوے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کی کہ اس قدر
درموں وغیرہ سے اسقدر گیہون خریدے جاویں اور مسکینوں کو تقسیم کر دیے جاویں حالانکہ اُسکے پاس گیہون موجود ہیں تو جائز ہے کہ
ان گیہون سے جو اُسکے پاس موجود ہوں مسکینوں پر تقسیم کیے جاویں۔ اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وصی
سے کہا جاویگا کہ میت کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کرے اور اگر اُسنے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُسکو
خرید کرکے آزاد کیا تو جائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو غلام موت کے وقت اُسکی ملک میں ہو اُسکا آزاد کرنا جائز نہیں ہے اور اُسکے
اس قول میں کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول میں کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کرکے اُسکو آزاد کرو کچھ فرق نہیں
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جاوے اور غلام نے اُسکے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے
آزاد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر تین غلام مساوی القیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر ایک غلام نے دعویٰ کیا کہ مریض نے

اپنے مرض میں مجھے آزاد کر دیا ہے پھر پسر وارث سے قسم لیگئی اور اُسنے قسم کھانیسے انکار کیا تو بلا سعایت اُسکے عتق کا حکم دیا جائیگا
اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعوی کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائیگا اور اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا
اور اسیطرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر اول نے سوائے قاضی کے کسی کے سامنے جو دونوں نے قرار دیا تھا مقدمہ
پیش کر کے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام درحالیکہ مسئلہ بحالہ ہے بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اسیطرح اگر تیسرے نے دعوی
عتق ایک حکم کے پاس کیا جسکو دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے تو اُسمیں بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اول نے ایک حکم کے پاس جسکو
دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکول مدعا علیہ کے اُسکی آزادی کا حکم دیا پھر دوسرا غلام
وارث کو قاضی کے پاس لیگیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلا سعایت آزاد ہو جائیگا پھر اگر تیسرا غلام بھی وارث
کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جسکو دونوں نے برضامندی مقرر کیا ہے اپنا ایسا ہی دعوی پیش کیا اور وارث نے قسم سے
انکار کیا تو وہ بھی بلا سعایت آزاد ہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کیطرف سے ہو تو تیسرا غلام
اپنی پوری قیمت رقبہ کیواسطے سعایت کریگا اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ حکم سوقت ہے کہ جب ثانی غلام کے
مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک غلام کے آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور دوسرے غلام
کی فلاں شخص کے ہاتھ اسقدر ثمن پر فروخت کرنیکی وصیت کی حالانکہ بنسبت قیمت کے ثمن میں سے اسقدر کم کیا ہے کہ اُسکا
تہائی مال ہوتا ہے تو یہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر دو غلام چھوڑے اور دو وارث
چھوڑے اور دونوں غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہیں اور وصیت کی ہے کہ ان دونوں میں سے ایک غلام زید کو دیا جاوے
تو دونوں وارثوں پر جبر کیا جائیگا کہ دونوں غلاموں میں سے کسی ایک پر وصیت ہونیکے واسطے اتفاق کریں اور اگر موصی لہ نے
دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا پھر وارثوں نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائیگا اور اگر موصی لہ نے کسی معین کو آزاد کیا
پھر وارثوں نے بھی اُسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد ہوگا۔ اور اگر میت نے ان دونوں میں سے ایک آزاد کیے جانیکی وصیت
کی پھر دونوں وارثوں نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونوں پر جبر کیا جائیگا کہ ایک ہی غلام
پر اتفاق کریں اور اگر دونوں میں سے ایک نے دونوں غلاموں میں سے ایک کو میت کیطرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو
تو دوسرا میت کیطرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کیطرف سے ہوگا پس اگر خوشحال ہو تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔
اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ میں نے یہ غلام میت کیطرف سے آزاد کیا تو دونوں پر جبر کیا جائیگا کہ دونوں
ایک ہی غلام پر اتفاق کریں پس جب دونوں نے ایک پر اتفاق کیا تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کیطرف سے ہوا پس اپنے
شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو۔ اور اگر دونوں نے آزاد نکیا بلکہ دونوں نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اسکو
میت کیطرف سے آزاد کر دیں پھر دونوں نے رجوع کر کے دوسرے کو اسواسطے معین کیا تو دونوں کو رجوع کا اختیار نہوگا اور
اول ہی میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا پس اگر دونوں میں سے ایک وارث نے اول غلام جسکو دونوں نے معین کیا ہے آزاد کر دیا

۱؎ مترجم کہتا ہے کہ اسمیں جو بعد یعنی مقصود سے دوری ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے ۱۲ ۲؎ یا شریک اپنا حصہ آزاد کر دے یا غلام
نصف قیمت کیواسطے سعایت کریگا ۱۲ منہ ۳؎ یعنی علی قسم کہ جانتا ہے کہ اُسنے آزاد کیا ہے ۱۲ ۴؎ یعنی غلام اول مشتری ۱۲

تو میت کیطرف سے اُسکا آزاد کرنا صحیح ہے اسی طرح دونوں کے باتفاق معین کرنے کے بعد اُسکو وصی نے آزاد کر دیا تو بھی صحیح ہے اور اگر اپنے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وارث[1] کی جانب سے قرابت ہونے کیوجہ سے وصی آزاد نہوگا۔ اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد ہوگا اور دونوں میں سے جسنے اُسکو آزاد کیا میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر وصی نے اُسکے عتق کی تعلیق شرط یا اضافت کیساتھ یا وقت آیندہ کیساتھ کی تو آزاد نہوگا۔ اور وارث کیطرف سے ایسی تعلیق میں آزاد ہو جائیگا جبکہ شرط پائی جاوے اور یہ میت کیطرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہے کیونکہ اس وصیت میں کوئی معنی قربت نہیں ہے تاکہ موصی کے حق کیواسطے اُسکی تنفیذ واجب ہو یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ برضامندی دختر کر دیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کیواسطے کر دی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے پھر مر گیا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر غلام مذکور موصی لہ کا قریب رشتہ دار ہو تو جبتک موصی لہ وصیت کو قبول نکرے یا وصیت سے پہلے مر نجاوے تب تک اُسکے پاس سے آزاد نہوجائیگا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موصی لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُنکے پاس سے آزاد ہو جائیگا اسواسطے کہ اُنکی ملک میں داخل ہوا ہے۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ دختر مذکورہ اُسکے کسی قدر رقبہ کی مالک ہوئی ہے اور اگر غلام مذکور کے عتق کی وصیت کی اور میت کا اسکے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو نکاح فاسد نہوگا اور جب وارثوں نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُنکے حصہ کیواسطے اپنی قیمت میں سے سعایت کریگا اور اگر آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو وصیت باطل ہو گئی کیونکہ محل عتق فوت ہو گیا ہے اور اگر دختر نے اپنا مہر لیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کر دے اور غلام اُسکے مہر کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا اور مہر دینے کے بعد ثمن غلام میں سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا۔ اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کر دیا تو حال جیسا تھا ویسا ہی ہو جائیگا۔ اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہو گیا تو وصیت غلام باطل ہو جائیگی اور نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ بیع جدید ہوگی بحق ثالث[2] اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جسمیں وہ دیدیا گیا یا وارثوں نے اُسکا فدیہ دیدیا تو بھی نکاح فاسد نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وصیت کی کہ ایک آدمی فروخت کیا جاوے تو وصیت صحیح ہوگی پھر جس طرح وصیت کی ہے اُسی کے موافق فروخت کیا جائے گا اور اُسکے ثمن میں سے مقدار تہائی کے کم کیجائیگی اگر ایسا کوئی شخص خریدار نپایا جاوے جو وارثوں کو اس سے زیادہ دے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان نکیا تو اُسکی قیمت کے عوض زید کے

[1] یعنے اگر وہ غلام تہائی مال میت سے برآمد ہو تو خاصۃً میت کی ملک ہوگا پس اگر وہ وارث کا ذی رحم محرم ہو یا موصی کا ذی رحم محرم ہو تو اُسکی جانب سے خواہ مخواہ آزاد نہو جائیگا جیساکہ ذی رحم ملک سے آزاد ہوتا ہے بقولہ علیہ السلام من ملک ذا رحم محرم یعتق علیہ بدینوجہ کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملکہ اخرجہ الطحاوی وغیرہ ہاں اگر میت کی طرف سے وارث یا وصی جس نے آزاد کیا تو آزاد ہو جائے گا اور خروج از قیمت کی قید اسواسطے ہے کہ اگر وارث نے تسلیم نکیا تو اُسکا مالک ہوا پس آزاد ہو جائیگا اور اگر وصی ضامن ہو تو اُسکی ضمانت سے آزاد ہو جائیگا ۱۲ منہ

[2] یعنی بغیر حکم قاضی واپس کرنا اقالہ ہے بائع و مشتری کے حق میں بیع جدید ثالث کے حق میں ۱۲

ہاتھ فروخت کیا جائے گا قیمت میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا چاہے زید اُسکو خریدے یا نہ خریدے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مساوی قیمت کے تین غلام اور ایک وارث چھوڑ کر مر گیا پھر وارث نے ایک غلام سے کہا کہ تجھے میت نے آزاد نہیں کیا پھر کہا کہ نہیں بلکہ آزاد کیا ہے پھر دوسرے و تیسرے سے یوں ہی کہا تو سب کے سب آزاد ہو جائیں گے اور کسی پر سعایت واجب نہوگی اسیطرح اگر اُسنے میت کیطرف سے آزاد کرنے کا اقرار کیا پھر انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ اقرار کے بعد انکار واقع ہونے سے اقرار باطل نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر انسے کہا کہ سب تم کو آزاد نہیں کیا ہے پھر کہا کہ نہیں بلکہ تم کو آزاد کیا ہے پھر کہا کہ سب کو تو استحساناً اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعایت کرینگے اسیطرح اگر کہا کہ تم کو میت نے آزاد کیا ہے پھر کہا کہ تم میں سے کسی کو آزاد نہیں کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کہا کہ تم کو آزاد کیا ہے پھر کہا کہ اسکو نہیں آزاد کیا ہے تو یہ دو تہائی[1] قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور دونوں باقیوں میں سے ہر ایک نصف قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور اگر اسکے بعد دوسرے سے کہا کہ تجھے آزاد نہیں کیا ہے تو تیسرا بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اور اول و دوم کی سعایت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کہا کہ تم کو آزاد کیا ہے۔ پھر کہا کہ اسکو (اول ۱۲) آزاد نہیں کیا ہے اور نہ اسکو (دوم ۱۲) اور نہ اسکو (سوم ۱۲) تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کی سعایت کریگا۔ اور اگر کہا کہ اے فلانے تجھے میت نے آزاد نہیں کیا ہے اور سکوت کیا پھر دونوں باقیوں سے بھی اسیطرح کہا کہ تم کو آزاد کیا ہے تو سب آزاد ہو جائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اگرچہ ایک بعد دوسرے کے سب کے عتق سے انکار کیا ہے اور اگر ایک کیواسطے کہا کہ تجھکو آزاد کیا ہے پھر سکوت کیا پھر دوم و سوم سے بھی اسی طرح کہا تو سب اول کل اور نصف دوم اور حصہ سوم از سوم آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے اور زید کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو اسکا تہائی مال بقدر تہائی و بقدر ادائی قیمت غلام پر تقسیم کیا جائیگا پس بقدر تہائی کے پڑتے میں آوے وہ زید کو ملیگا اور جسقدر ادائی قیمت غلام کے پڑتے میں آوے اُس سے غلام خرید کر آزاد کیا جاویگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی تین سو درم کے آزاد کیا جاوے حالانکہ اُسکا تہائی مال سو درم سے کم ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُسکی طرف سے کچھ آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اُسکے تہائی مال سے خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر اپنی طرف سے تہائی مال سے ایک آدمی آزاد کرنے کی وصیت کی اور وصی نے اسکی تعمیل کی پھر اسقدر قرضہ لاحق ہوا جو باقی دو تہائی کو گھیرے ہوئے ہے تو عتق مذکور موصی کیطرف سے ہوگا اسی طرح اگر ایسا وصی ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قاضی یا امین قاضی نے ایسا کیا پھر قرضہ ظاہر ہوا تو عتق باطل ہوگا اور قاضی یا اُسکا امین اپنی ذات کیواسطے خریدنیوالا ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کا غلام خرید کر کے میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے تو وہ غلام تہائی مال سے خریدا جائیگا اور اگر تہائی مال کے عوض زید نے اپنا غلام فروخت کرنے سے انکار کیا تو تہائی مال روک رکھا جائیگا یہاں تک کہ زید اسکے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو وصیت کے نفاذ کا محل فوت ہو گیا پس مدہ نفاذ نہیں رہی پس یہ تہائی مال وارث کو واپس دیا جائیگا۔ یہ اُسوقت ہے کہ جسکے عوض خریدا جاوے اُسکو تہائی

ف۱؎ یعنی بذریعہ مشقت کے جو کچھ حاصل ہوگا وہ بعوض دو تہائی کے ادا کرے گا ۱۲ ف۲؎ اول دو تہائی کے واسطے و دوم نصف کے لیے جیسا مذکور ہوا ہے ۱۲ ف۳؎ یعنی ظاہر ہوا ہے ۱۲

بیان کر دیا ہو اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سو درموں میں سے ایک مملوک خرید کر کے تہائی سے میری طرف سے آزاد کر دے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کر کے میت کیطرف سے آزاد کر دیا پھر ایک مدعی نے ان سو درموں پر یا انمیں سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اسقدر قرضہ ثابت ہوا جسکی تہائی سے سو درم زائد ہوتے ہیں تو وصی ان سو درم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نہ تھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن اسکا تہائی ہوتا ہو تو وصی ضمان سے بری ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام نسمہ میرے واسطے فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے[1] پس وصی نے اسکو فروخت کر کے اُسکے ثمن سے دوسرا خرید کر کے آزاد کر دیا پھر مشتری نے غلام اول میں کوئی عیب پا کر وصی کو واپس دیا تو وصی اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا پھر اگر اُسکو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کیواسطے جائز ہوگا اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خرید کر کے آزاد کیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اس صورت میں سب کے حق میں بیع فسخ ہوگی پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک میں عود کریگا اور اگر رد باہمی رضامندی سے ہو تو ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ باہمی رضامندی سے جو واپسی ہو وہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق میں بیع جدید ہوتی ہے پس ایسا ہوگا کہ گویا وصی نے اسکو اپنی خرید پر اپنے واسطے خریدا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام مذکور بسبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا پھر وصی وارثوں کے حصہ میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک آدمی خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا مال تین سو درم ہے پس وصی نے سو درم میں ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا اور باقی دو سو درم وارثوں کو دیدیے پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا اور رقیق کر دیا گیا اور وصی نے بائع سے سو درم لے لیے تاکہ اُنسے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سو درم تلف ہو گئے تو وصی وارثوں سے جو کچھ اُنھوں نے لیا ہے اُسکا تہائی لے لیگا تاکہ اُس سے دوسرا غلام خریدے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور پہلے اس سے جو مقاسمہ ہو گیا ہے وہ جبتک وصی کا مقصود حاصل نہو وے تب تک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک وصی نے وارثوں کے ساتھ جو حصہ بانٹ کر لیا ہے وہ جائز رہیگا اور جو کچھ وارثوں کو پہونچا ہے اُنمیں سے وصی پھر کچھ نہیں لے سکتا ہے اور وصیت باطل ہو گئی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے واسطے فلان مملوک خرید کر کے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو خریدا پھر وہ مر گیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اُسنے کوئی ایسی جنایت کی جسکے جرم میں دیدیا گیا تو بھی وصیت باطل ہو گئی اور اگر وارثوں نے اُسکا فدیہ دیدیا تو فدیہ دینے میں متطوع ہونگے اور وہ میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے بر آمد نہیں ہوتی ہے تو اُسکا حال بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر باندی نسمہ[2] قبل آزاد کیے جانیکے بچہ جنی تو بچہ وارثوں کا مملوک ہوگا اور باندی ہر دو حال میں وارثوں کی قرابت دار نسبی ہو تو بوجہ سے آزاد نہو جائیگی بلکہ میت کیطرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہو گی اور اگر بعض وارثوں نے اسکو اپنی طرف سے آزاد کیا تو اُسکی طرف سے

[1] یعنی اس صورت میں آدمی کے آزاد کرنیکی وصیت ہو اور جبتک وہ بچہ جنیگی تو خواہ مخواہ باندی ہو گی ۱۲ منہ [2] یہ اُس صورت میں ہے کہ باندی میت کے تہائی

جانی سے بہا برآمد ہو ۱۲

آزاد نہوگی بلکہ میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگی اسیطرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہے اگر تو دار میں داخل ہوا یا کہا تو آزاد ہے بعد میری موت کے تو وہ مدبر نہوگی بلکہ اگر دار میں داخل ہو یا وارث مذکور مرجاوے تو وہ میت کیطرف سے آزاد ہو جائیگی اور اگر وارث نے اس سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہے اگر تو قبول کرے پس اسنے قبول کیا تو مفت آزاد ہو جائیگی یعنی میت کیطرف سے۱۲ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک بندہ آزاد کیا جاوے کسی حق واجب کیوجہ سے جیسے ظہار و کفارہ وغیرہ تو مثل تطوعات کے اسکے تہائی مال سے آزاد کیا جائیگا اور حج و زکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اپنی طرف سے ایک آدمی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اسکے لیے خریدا گیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کیے جانیکی وصیت کی اور وہ اسکا تہائی مال ہے پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو اسکا ارش وارثوں کو ملیگا اور اگر وارثوں نے اسکا نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مسکینوں کو صدقہ کر دے پس وصی نے اسکو فروخت کرکے اسکا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی ثمن مشتری کا ضامن ہوگا اور کسی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن ہوگا اور اسکو مال میت سے واپس لیگا اور یہی صاحبین رح کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے

فصل اگر چند وصیتیں مجتمع ہو جاویں تو تہائی مال میں یا تو کل وصیتوں کی گنجایش ہوگی یا سب کی گنجایش نہوگی پس اگر سب کی گنجایش ہو تو سب وصیتیں تہائی مال سے نافذ کیجائینگی خواہ یہ وصیتیں اللہ تعالی کیواسطے ہوں مثلاً وصیت نماز جیسے حج فرض و زکوٰۃ و روزہ و نماز و کفارہ نذر و صدقہ فطر و قربانی و حج تطوع و روزہ نفل و بناے مسجد و اعتاق مملوک اور ذبح بدنہ وغیرہ یا بندوں کے واسطے ہوں جیسے زید و بکر و خالد وغیرہ کیواسطے۔ اور اسیطرح اگر تہائی مال میں اس قدر گنجایش نہو لیکن وارثوں نے اجازت دیدی کہ تمام مال سے نافذ کیجاویں۔ اور اگر تہائی میں گنجایش نہو اور وارثوں نے اجازت بھی نہ دی پس یا تو سب وصیتیں اللہ تعالی کے واسطے ہونگی یعنی وصایاے تقرب ہوں یا بعض اللہ تعالے کے واسطے ہوں بعض بندوں کے واسطے ہونگی۔ یا سب وصیتیں بندوں کیواسطے ہونگی پس اگر سب وصیتیں اللہ تعالی کیواسطے ہوں پس یا تو سب وصیتیں فرائض ہونگی یا سب واجبات ہونگی یا سب نوافل ہونگی یا وصیتوں میں فرائض و واجبات و نوافل میں سے سب قسم کی جمع ہونگی پس اگر سب فرائض برابر ہوں تو پہلے وہ وصیت نافذ کیجائیگی جسکو موصی نے مقدم کیا ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر حج و زکوٰۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگرچہ موصی نے لفظاً اسکو موخر کیا ہو اور کفارۂ قتل و کفارۂ قسم میں جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم کیا جائیگا اور کفارۂ فطر اور کفارۂ قتل خطا میں پہلے کفارۂ قتل ادا کیا جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ حج و زکوٰۃ دونوں کفارات پر مقدم کی جائینگی اور کفارات سب کے سب صدقہ فطر پر مقدم ہیں اور صدقہ فطر قربانی پر مقدم ہے اگرچہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہے لیکن صدقہ فطر کے واجب ہونے پر اتفاق ہے اور قربانی کا واجب ہونا محل اجتہاد ہے پس جس پر اتفاق ہے اسکی تقدیم بسبب اسکے اقوی ہونے کے اولے ہے اسیطرح صدقہ فطر ایسے روزہ کے کفارہ سے جو رمضان میں نہیں رکھا ہے مقدم ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ صدقہ فطر نسبت

عہ یعنی ایسے حق کیوجہ سے جو اسپر واجب ہے ۱۲ عہ روزہ توڑ ڈالا تھا ۱۲

نذر کے مقدم کیا جائیگا اور نذر بہ نسبت قربانی کے مقدم ہے اور قربانی بہ نسبت نوافل کے مقدم ہے۔ اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے اُسوقت ہے کہ جب وصیتوں میں کوئی اعتاق منجز نہو اور اعتاق مرض الموت نہو اور اعتاق معلق بموت یعنے مدبر نہ کیا ہو اور اگر ہوگا تو پہلے وہی مقدم کیا جائیگا کیونکہ اعتاق منجز و اعتاق معلق بموت قابل فسخ نہیں ہوتا ہے پس بسبب اقوی ہونیکے مقدم کیا جائیگا۔ ایک شخص نے حج و قربت کے کاموں اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتیں کین اور تہائی مال میں ان تمام وصیتوں کے تنفیذ کی گنجایش نہیں ہے تو تہائی مال تمام وصیتوں میں تنفیذ کیا جائیگا پس جسقدر اقوام معین کے حصہ میں آیا اسمیں سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ رسد لیگا اور جسقدر کارہاے ثواب کے پڑتے میں پڑا اور اسمیں سے سواے حج کے کوئی قربت واجبہ نہیں ہے تو پہلے حج کی تقدیم کیجائیگی پس اگر سب مال حج میں تصرف ہوگیا تو باقی کارہاے ثواب کی وصیتیں باطل ہوجائینگی اور اگر حج میں سے کچھ باقی رہا تو نوافل میں سے جسکو میت نے مقدم کیا ہے اُسی سے ابتدا کیجائیگی پھر اُسکے بعد جسکو میت نے مقدم بیان کیا ہو علی ہذا القیاس۔ اور اگر میت نے نوافل میں سے کسی کی تقدیم نکی ہو تو انھی سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور آزاد کیے جانیکی وصیت میں اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُسکا حکم مثل حکم کفارات کے ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں اور اگر واجب نہو تو اسکا حکم مثل نفل وصیتوں کے ہے جیسے فقیروں پر صدقہ کر دینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ۔ اور اگر وصیتوں میں سے بعض اللہ تعالی کے ہوں اور بعض بندوں کیواسطے ہوں پس اگر اُسنے اقوام معین کیواسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتوں کے تہائی مال میں حصہ دار کیے جاوینگے پھر جسقدر بندوں کے حصہ میں پڑا وہ اُنمیں یکسان رہیگا بعض کو بعض پر تقدیم نہوگی اور جو اللہ تعالی وصیتوں کے پڑتے میں پڑا ہے وہ جمع کرکے پہلے اس سے فرائض ادا کیجاوینگی پھر واجبات اور پھر نوافل اور اگر اللہ تعالی وصیتوں کے ساتھ بندوں میں سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہے تو قربت کی وصیتوں کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال حج و زکوٰۃ و کفارات و زید کے واسطے ہے تو تہائی مال چار حصوں پر تقسیم ہوگا جسمیں سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور ایک حصہ حج کیواسطے اور ایک حصہ زکوٰۃ کیواسطے ہے اور ایک حصہ کفارات کیواسطے ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جاوے تو ایک سال اُسکی طرف سے حج کر دیا جائیگا اسیطرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیروں کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر سب وصیتیں بندوں کیواسطے ہوں تو سب سے قوی مقدم ہوگی پھر اُسکے نیچے جو سب سے قوی ہو علی ہذا القیاس اور یہ نہوگا کہ جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم ہو جیسے کہا گیا ہے کہ اگر وصایا میں عتق منجز ہو تو باقی وصیتوں پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتیں قوت میں برابر ہوں تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لینگے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کیواسطے تہائی مال میں بقدر حقوق شریک ہو جاوینگے اور یہ نہوگا کہ جسکی میت نے تقدیم کی ہے وہ مقدم کیا جاوے۔ اور اگر سب وصیتیں نوافل ہوں اور اُن میں سے کوئی معین نہو مثلاً یوں وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جاوے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے یعنی

۱؎ غلام و باندی کو آزاد کرنا ۱۲ ۲؎ وہ آزادی جو فی الحال واقع ہوتی ہے ۱۲ ۳؎ فی الحال نافذ ہو جاوے ۱۲

لفظ طور پر اور اُسکو معین نکیا اور اسیطرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیرون کو صدقہ دیا جاوے اور اُنکو معین نکیا تو ایسی صورت مین جس سے میت نے شروع کیا ہی اُسی سے شروع کیا جائیگا ظاہر الروایۃ مین امام محمد رح نے اُسکو صریح بیان فرمایا ہی۔ اسیطرح از راہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کر دینا ایسی وصیت کی صحت منہ تعالی ہی اور اسواسطے بندے کے لئے نہین صحیح ہی محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ سو درم فقیرون کو دیئے جاوین اور سو درم اقرباؤن کو دیئے جاوین اور میری قضا نمازون کیواسطے فقیرون کو کھانا دیا جاوے پھر مر گیا اور شمار ایک مہینہ کی نمازین قضا ہین اور اُسکا تہائی مال ان سب وصیتون کے واسطے کافی نہین ہی تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال مین تین حصے کیے جاوین سو درم فقیرون کا حصہ اور سو درم اقربا کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہون کے حساب سے جسقدر گیہون ہون اُنکی قیمت کا ایک حصہ قرار دیکر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جاوے پس جسقدر اقرباء کے حصہ مین پڑے وہ اُنکو دیدیا جائے گا اور جسقدر فقیرون و طعام کے حصہ مین آوے اُسمین طعام پہلے دیا جاویگا اور جب طعام پورا ہوجاوے تو باقی فقیرون کو دیا جائے گا یعنے نقصان فقیرون کے حصہ مین رکھا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُسکی طرف سے اُسکے شہر سے ایک شخص کو سوار کرکے حج کرا دینگے پس اگر نفقہ وصیت یہان سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہان پورا پڑے وہان سے حج کرا دینگے اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ مین مر گیا اور وصیت کر گیا کہ میری طرف سے حج کرا دیا جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے شہر سے حج کرایا جائے گا اور یہی قول زفر رح کا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جہانتک پہونچگیا ہی استحسانًا وہان سے حج کرایا جائیگا اسی طرح اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا راہ مین مر گیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی یہ کافی مین ہی

چھٹا باب۔ اقارب و اہل بیت و پڑوسیون و بنی فلان اور یتیمون و موالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے حق مین وصیت کرنے کے بیان مین امام ابو حنیفہ رح نے ایسی وصیت کے استحقاق مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہی ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہون دوم یہ کہ الاقرب فالاقرب کا اعتبار کرتے ہین چنانچہ اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد محجوب[۱] ہوگا جیسا کہ میراث مین ہوتا ہی سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہو حتے کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہین ہی اور چہارم یہ کہ ایسا ہو کہ جو موصی کا وارث ہوسکے اور اسمین عورتین و مرد سب یکسان ہین کذافی المحیط للسرخسی اور نیز اسمین مسلمان و کافر و ذکر و مونث و آزاد و غلام و صغیر و کبیر سب برابر ہین اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکا ہر رشتہ دار برادری جو ماں باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہی اس وصیت مین داخل ہوگا اور انتہا اسکی اُسکے دادا یا نانا تک ہوگی جو اسلام مین اُسکا جد اعلی ہی اور حق وصیت مین اقرب و ابعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہونگے پھر آیا جد اعلے کا مسلمان ہونا بھی شرط ہی تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہی اور بعض نے فرمایا نہین شرط ہی لیکن یہ شرط ہی کہ اُسنے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتی کہ علوی نے اگر اپنے اہل قرابت کیواسطے وصیت کی تو جسنے اسلام کی شرط لگائی ہی وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کیطرف صرف کریگا اور اولاد ابو طالب کیطرف صرف نکریگا اور جسنے اسلام

[۱] محجوب حرمان کی صورت مین بحجبت حرمان ورنہ بحجبت نقصان ۱۲ [۲] مثلاً اسکا پر نانا و پر دادا اسلام مین تھے تو اسوقت سے جسقدر اولاد در اولاد اولاد ہوتی ہین سب داخل ہونگی ۱۲ منہ [۳] اگر وہ غلام معین کر دیا تو بندے کیواسطے بھی ہوگی ۱۲

کی شرط نہیں لگائی ہو وہ اولاد ابوطالب کی طرف بھی صرف کریگا اُسمین اولاد عقیل و جعفر داخل ہونگے۔ اور اولاد عبدالمطلب بالاجماع داخل نہونگے اسواسطے کہ عبدالمطلب نے زمانہ اسلام نہیں پایا ہو اور نیز وارث بھی بالاجماع داخل نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر قریب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور جب ایسی وصیت مین والد و ولد داخل نہوے پس آیا دادا و دادی و نانا و پوتا و نواسی وغیرہ داخل ہونگے تو زیادات مین مذکور ہی کہ داخل ہونگے اور اسمین کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ یہ داخل نہونگے اور ایسا ہی امام ابویوسف رح سے مروی ہو اور یہی صحیح ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو ماموں چھوڑے اور یہ لوگ اُسکے وارث نہیں ہین مثلاً اُسکے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہی تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملیگا دونون ماموں محروم رہینگے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو ماموں کے درمیان چار حصہ ہوکر تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور دو ماموں ہون تو چچا کو تہائی کا نصف ملیگا اور باقی نصف ہر دو ماموں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک یہ تہائی ان سب مین تین حصہ ہوکر برابر تقسیم ہوگی اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور سوا اُسکے اُسکا کوئی ذی رحم محرم نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی کا نصف اُسکے چچا کو ملیگا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نصف باقی اُسکے ذی رحم غیر محرم کیطرف صرف کیا جائیگا یہ بدائع مین ہی اور اگر اُسنے ایک چچا و پھوپھی و ایک ماموں و خالہ چھوڑی تو مال وصیت چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اسوجہ سے کہ دونون کی قرابت یکسان ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر اُسنے اپنے ایک ذی قرابت یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتے کہ اگر اُسنے چچا و ماموں چھوڑا تو چچا امام اعظم رح کے نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت بقدر ہون کہ شمار سے باہر ہون تو مشائخ نے اسکے جواز مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہی اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو جو شخص اُسکے باپ کیطرف سے اُسکی طرف منسوب ہو داخل ہوگا اور اعلے باپ وہ قرار دیا جائیگا جو زمانہ اسلام مین ہو پس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کیطرف سے اُسکی جانب منسوب ہون سب داخل ہون گے حتی کہ اگر موصی علوی ہو تو اُسکی ایسی وصیت مین کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کیطرف سے منسوب ہو داخل ہون گے خواہ وہ مذکر ہون یا مؤنث ہون بشرطیکہ اُنکی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جسکی نسبت ماں کی جانب سے ہو انمین سے کوئی داخل نہوگا اسی طرح اگر اُسنے اپنے نسب یا اپنے حسب کیواسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُسکے اہل قرابت کیواسطے جو اسلام کے زمانہ مین انتہائی پدر کیطرف سے اُسکی جانب منسوب ہون ہوگی حتی کہ اگر اُسکے آبا و اجداد اُسکے دین کے برخلاف غیر دین پر ہون تو وہ بھی داخل ہونگے اسواسطے کہ نسب وہ ہی کہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو نہ ماں کیطرف سے اور یہی حال حسب کا ہی چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کیطرف منسوب ہوگی نہ ماں کی طرف و حسب اُسکے باپ کے اہل بیت مین نہ ماں کے پس ثابت ہوا کہ حسب و نسب باپ کے ساتھ مختص ہین ماں کا دخل نہیں ہی اسیطرح اگر جنس فلاں کیواسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسیطرح حتی فلاں کے بھی باپ کی

اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسیطرح آل فلان کیواسطے وصیت کرنی بھی بمنزلہ اہل بیت فلان کے ہے اور ایسی صورت مین اہل
قرابت مادری مین سے کوئی داخل نہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کے واسطے وصیت کی
تو اسکا ولد داخل نہوگا اسواسطے کہ اسکا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہے نہ ماں کیطرف الا اُس صورت مین داخل ہوسکتا ہے
کہ جب اسکا شوہر اُسکے اہل قرابت مین سے ہو یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل
یا اہل فلان کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصۃً اُسکی زوجہ کیواسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہوگی یہ قیاس ہے لیکن
ہمنے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ اس وصیت مین وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے گھر مین رہتا ہے جسکا نفقہ اُسپر ہے اور اسکے ساتھ
پرورش پاتا ہے لیکن اس وصیت مین اُسکے مملوک داخل نہونگے اور اگر دو شہرون یا دو بستیون مین اُسکے اہل ہون تو بسبب
عموم لفظ کے سب داخل ہوجاوینگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے متفرق تین بھائیون[۵۱] کیواسطے وصیت کی اور اسکا
ایک بیٹا موجود ہے تو بھائیون کیواسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہوکر تقسیم ہوگی اسواسطے کہ بیٹے کی وجہ سے
کے ہوتے ہوے وارث نہونگے اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کیطرف کے بھائی کیواسطے وصیت جائز ہوگی
اور ماں و باپ دونون کی طرف سے جو بھائی ہے اُسکے حق مین جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث ہوگا
اور اگر اُسکا بیٹا یا بیٹی نہو تو پوری وصیت باپ کی طرف کے بھائی کیواسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ وارث نہوگا اور
حقیقی و اخیافی بھائی کے حق مین باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ یہ دونون اُسکے وارث ہونگے اور اگر ایک عورت مرگئی اور
اُسنے ایک شوہر چھوڑا اور ایک اجنبی کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اسکا نصف مال ہوگا اور تہائی
مال شوہر کو ملیگا اور چھٹا حصہ بیت المال مین داخل ہوگا اسواسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلامنازعت لے لیگا پھر دو تہائی
مال جو باقی رہا اُسمین سے آدھا شوہر لے لیگا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسمین سے اجنبی کی تمام وصیت پوری کردی
جائیگی پس چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق وارث رہگیا وہ بیت المال مین داخل ہوگا اور اگر عورت
نے مال و شوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اُسکا نصف مال لے لیگا اسواسطے کہ قاتل کے
حق مین جو وصیت ہوئی ہے اُس سے میراث مقدم ہے پھر باقی نصف مال کو قاتل موصی لہ سے لے گا اور بیت المال مین کچھ داخل
نکیا جائیگا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کیواسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہین کی ہے تو شوہر اُسکا
سب مال لے لیگا یعنے نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لیگا اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو چھوڑی
کہ اُسکے سواے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور ایک اجنبی کیواسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی اور نیز جورو کے واسطے اپنے
تمام مال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلامنازعت[۵۲] لے لیگا اور جورو کو باقی کی چوتھائی میراث ملیگی یعنے چھٹا حصہ کل مال کا
پھر نصف مال باقی مین دونون برابر شریک ہونگے اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے پورے مال کی اپنے شوہر کیواسطے
وصیت کی اور سواے شوہر کے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور ایک اجنبی کیواسطے بھی اپنے پورے مال کی وصیت

---

۵۱ یعنے ایک سگا بھائی دوسرا باپ کی طرف سے علاتی اور تیسرا فقط ماں کی طرف سے اخیافی ۱۲
۵۲ یعنے اُسمین کسی دوسرے کو جھگڑا کرنے کا موقع نہ ہوگا ۱۲

کی یا دونوں ہیں سے ہر ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت لے لیگا باقی دو تہائی میں سے نصف مال یعنے ایک تہائی شوہر کو ملیگا اسواسطے کہ اجنبی کیواسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث سے مقدم ہوتی ہے پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائیگا جسمیں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دیے جائینگے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل قرابت کے و غیر اہل قرابت کے وصیت کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائیگا اسمیں سے وارثوں کو کچھ واپس نہ دیا جائیگا گویا اُسنے یون کہا کہ واسطے اپنے اہل قرابت کے و بنی آدم کے وصیت کی۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اپنے برادران کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو برادر میں وہ لوگ ہونگے جو اُسکے برادران معروف ہیں اور اُسکی طرف منسوب ہیں۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے حشم کے وصیت کی تو حشم وہ لوگ ہیں جنکی وہ شخص پرورش کرتا ہے اُسکے عیال میں ہیں اور اُنکو نفقہ دیتا ہے پس موصٰی لہم میں اُسکا ولد و والد و زوجہ اُسکی ام ولد باندیان و مدبر و رقیق داخل نہونگے اور باقی اہل قرابت داخل ہون گے۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنی قوم و عترت کیواسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے الا اُس صورت میں کہ یون کہے فقراء قوم یا فقراء عترت اور اس صورت میں بھی اُنکے مملوک داخل نہونگے۔ اور اگر اپنے قدیمی لوگون کے واسطے وصیت کی تو وہ لوگ ہونگے جو تین سال سے اُسکے ساتھ ہیں کذا فی محیط السرخسی قال المترجم خزانۃ المفتین میں ایک سال پر فتوے ہے اور فرمایا کہ اگر بنی فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہہ دو صورتیں ہیں یا تو فلان جسکا نام لیا ہے وہ ایک قبیلہ کا پدر اعلے ہوگا جیسے بنی تمیم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہے یا یہ فلان شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنے جماعت کثیر کا باپ نہوگا اور واضح رہے کہ اس باب میں جو سب سے اول ہوتا ہے وہ شعب ہے بفتح شین معجمہ پھر قبیلہ ہے پھر عمارہ ہے پھر بطن ہے پھر فخذ ہے پھر فصیلہ ہے چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہے اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پر دادا فخذ ہے اور عباس فصیل ہیں ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور ان سب کا بیان اس طرح ہے کہ اگر اُسنے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہے تو اس وصیت میں اولاد مضر داخل نہون گے اور اولاد کنانہ فصیلہ تک داخل ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ شمار میں ہون اور اگر بنی قریش کیواسطے جو پدر عمارہ ہے وصیت کی تو وصیت میں اولاد کنانہ و مضر داخل نہونگی اور اولاد قریش و قصی و اولاد قصی ہاشم و اولاد ہاشم و عباس و اولاد عباس سب داخل ہو جائینگی اور اگر اولاد قصی کے واسطے جو قریش میں سے ایک بطن ہے وصیت کی تو اولاد مضر و کنانہ و قریش سب داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہیں وہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی ہاشم کیواسطے جو فخذ ہے وصیت کی تو جو ان سے اوپر ہیں وہ داخل نہونگی اور جو ان سے نیچے ہیں مع اولاد فصیلہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی فصیلہ کیواسطے وصیت کی تو وصیت میں اولاد عباس و اولاد ابو طالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہون گی اور جو اُنسے اوپر ہیں وہ داخل نہونگی اور جب یہ سب معلوم ہو چکا تو ہم اُس مسئلہ کیطرف جو ہمنے اوپر ذکر کرکے چھوڑا ہے توجہ کرتے ہیں یعنے جب کہ ایک شخص نے بنی فلان کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلان ایک قبیلہ کا پدر ہے اور اُسکی اولاد مذکر و مونث سب ہیں تو بالاجماع اُسکا تہائی مال مذکر و مونث سب اولاد میں برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار میں داخل ہون اور

بشرط فقط اجتماع کے واسطے

اگر اولاد سب مؤنث ہون تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تہائی مال ان سب عورتون کے واسطے ہووے اور اگر سب مذکر ہون تو سب تہائی مال کے مستحق ہونگے اور اگر فلان شخص پدر خاص ہو اور اسکے اولاد ہو اور سب اولاد مذکر ہون تو مال وصیت ان سبھون کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو انکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اسکی اولاد مین مذکر و مؤنث دونون ہون تو اسمین اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال وصیت فقط اسکی اولاد مذکر کو ملیگا مؤنث کو نہ ملیگا اور اگر فلان مذکور کی اولاد صلبی نہون بلکہ اسکی اولاد کی اولاد ہون پس اگر اسکی دختر کی اولاد ہون تو وے اس وصیت مین داخل نہون گے۔ اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اسنے بنی فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور فلان مذکور کی فقط لڑکیان ہین تو وصیت مین داخل ہو جائینگی اور اگر فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہون تو بالاجماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہونگے اور مال وصیت ان سبکو برابر تقسیم کر دیا جائیگا مذکر کو مؤنث پر کچھ تفضیل نہوگی اور فرمایا کہ اگر فلان مذکور کی کوئی جورو حاملہ ہو تو جو کچھ اسکے پیٹ مین حمل ہے وہ بھی وصیت مین داخل ہو جائیگا اور اس وصیت مین اولاد کی اولاد شامل نہوگی اور یہ اسوقت ہے کہ فلان مذکور پدر خاص ہو اور اگر پدر فخذ ہو تو اسکے پشت کی اولاد ہوتے ہوئے بھی اسکی اولاد کی اولاد شامل ہو جائیگی اور اگر فلان مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر اولاد فلان کیواسطے وصیت کی حالانکہ فلان کا فقط ایک ولد ہے تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کی اولاد صلبی موجود نہین ہے تو اسکے پسرون کی اولاد اس وصیت مین شامل ہوگی اور دخترون کی اولاد کے شامل ہونے مین دو روایتین مختلف ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کیواسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب مین بطور میراث تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دو حصہ اور مؤنث کو ایک حصہ کے حساب سے دیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کیواسطے وصیت کی تو اس وصیت مین لڑکون کی اولاد داخل ہوگی اور لڑکیون کی اولاد شامل ہونے مین دو روایتین ہین اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیون کی مذکر اولاد کے شامل ہونے مین ہے اور لڑکیون کی مؤنث اولاد کے باب مین ایک روایت واحدہ ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان شامل نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر بنات فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہین تو وصیت خاصۃً لڑکیون کیواسطے ہوگی اور اگر فلان کے لڑکے ہون اور لڑکون کی اولاد لڑکیان ہون تو وصیت خاصۃً لڑکون کی لڑکیون کیواسطے ہوگی۔ اور اگر فلان کی اولاد مین فقط لڑکیون کی لڑکیان ہون تو وہ وصیت مین شامل نہونگی اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف مین سے ایک روایت کے موافق ہے اور بعض مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک اس حکم مین ایک ہی روایت ہے یعنی اسپر اتفاق ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان داخل نہونگی اور اگر موصی نے وصیت کیا تھا کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اسنے لڑکیون کی لڑکیان مراد لی ہین مثلاً یون کہا کہ فلان شخص کے لڑکیان ہین اور انکی مائین مر گئی ہین پس مین نے انکی لڑکیون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی۔ تو باتفاق الروایا

---

۵ کیونکہ اصل وارث ذوی الفروض و عصبہ ہوتے ہین پس یہی صورت اقوی ہوگی ۱۲

لڑکیون کی لڑکیان شامل ہو جاوینگی اس مین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے۔ اگر آبائے فلان و فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُنکے آباء و امہات[۵] موجود ہین تو سب وصیت مین شامل ہونگے اور اگر اُنکے آباء و امہات نہون بلکہ فقط اجداد و جدات ہون تو وے وصیت مین داخل نہونگے اور اگر اکابر ولد فلان کیواسطے وصیت کی اور فلان شخص کے دو پسر ہین ایک دس برس کا اور دوسرا بارہ برس کا ہے تو یہ منجملہ اکابر کے ہوگا۔ اور اگر بنی فلان کیواسطے وصیت کی اور فلان پدر فخذ ہے یا بطن ہے یا قبیلہ ہے تو اسمین دو صورتین ہین یا بنی فلان شمار مین داخل ہونگے یا بیشمار ہونگے پس اگر شمار مین داخل ہون تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون اور اگر بے شمار ہون پس اگر سب فقیر ہون تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونون ہون اور انمین سے فقط غنی ہین وہ بیشمار ہون یہانتک کہ گنتی مین نہ آتے ہون تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے وصیت کی اور وہ پانچ ہین۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہین تو تہائی ان سب کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلان کے حالانکہ فقط فلان کا ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مین سے نصف ملیگا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمرو و دو پسر فلان کے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا فقط ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مال پورا ملے گا اور اگر کہا کہ مین نے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے اور وہ تین ہین وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہین تو وصیت انمین سے تین کیواسطے ہوگی اور انمین سے تین کے چھانٹ لینے کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر انکے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو چوتہائی اُسکو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے واسطے بنی فلان کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہین اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص کے فقط تین لڑکے ہین تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موصی کو خبر پہنچی کہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے یا اُس نے خود کہا کہ وہ یہ ہے پھر اُسکا تہائی مال اس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ زید کو اُسکے پورے مال سے تہائی ملیگی اور جو تعداد بیان کیگئی ہے وہ باطل ہے اور اُسکا غلطی کرنا مقدار وصیت مین نقصان نہ پیدا کریگا کہ اُس نے حساب مین غلطی کی ہے اور یہ وصیت سے رجوع نہوگا اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر کہا کہ مین نے اپنی تمام بکریون کی وصیت کی اور وہ سو بکریان ہین پھر ظاہر ہوا کہ بکریان زیادہ ہین اور سب اُسکے مال سے بر آمد ہوتی ہین تو پوری بکریون مین وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اپنی بکریون کی وصیت کی اور وہ یہ ہین حالانکہ اُسکے پاس ان بکریون کے سوائے اور بھی بکریان ہین تو قیاساً یہ بھی شامل داخل ہے لیکن مین اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہون اور یہ حکم دیتا ہون کہ موصی لہ کو تفصیل بیان کردہ بکریون مین سے بقدر تہائی مال کے ملینگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اپنے رقیقون کی وصیت کی اور وہ تین ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہین تو پانچون تہائی مال سے وصیت قرار دیے جاوینگے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے شیعہ و محبین آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے جو فلان شہر مین مقیم ہین وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بیشمار ہون تو قیاساً یہ وصیت باطل ہے

۵ آباء جمع اب بمعنے باپ اور امہات جمع ام بمعنے ماں اور اجداد جمع جد بمعنے دادا و نانا و جدات جمع جدہ بمعنے دادی و نانی ۱۲

ولیکن استحساناً جائز ہے اور اُنمین سے جسقدر فقیر ہین اُنھین کیواسطے ہوگی یہ یتیمون پر قیاس ہے اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہین جو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہین اور وہی اس نام سے موسوم ہین نہ غیر اور یہی دہم موصی مین واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے پڑوسیون پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار مین داخل ہون تو مال وصیت اُن مین سے فقیرون و توانگرون سب پر تقسیم کیا جائے گا اسی طرح اگر اہل مسجد فلان کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال مجاوران کعبہ کیواسطے نکالا جاوے تو امام ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے پس اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو اُنمین سے محتاجون پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر شمار مین ہون تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابو یوسفؒ سے اسیطرح مروی ہے کہ اگر وہ لوگ بدون حساب کے بھر کے شمار نہ کیے جاوین تو بے شمار ہین اور بشر رح نے فرمایا کہ اسکے واسطے وقت نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر شمار کرنے والا انکے شمار سے فارغ نہونے پاوے کہ اُنمین کوئی بچہ پیدا ہو جاوے یا کوئی مردہ مر جاوے تو وہ بے شمار کہلاوینگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہون تو بیشمار ہین اور بعض نے فرمایا کہ یہ قاضی کی راے پر ہے اور اسی پر فتوی ہے اور آسان وہ قول ہے جو امام محمد رح نے فرمایا ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یتیمان بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور یتیمان بنی فلان شمار مین داخل ہین تو وصیت صحیح ہوگی اور مال وصیت سب کو دیا جائیگا جیسے کہ اگر یتیمان این کوچہ یا یتیمان این دار کے واسطے وصیت کریگا صورتیان ہے اور اسمین غنی و فقیر سب برابر ہین اور اگر یتیمان بنی فلان بے شمار ہون تو بھی وصیت جائز ہے مگر انمین سے محتاجون کو مال وصیت دیا جائے گا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے ارامل[ف] بنی فلان کے وصیت کی اور ارامل بنی فلان شمار مین ہین یا بیشمار ہین تو وصیت جائز ہے اور جب بہر حال وصیت جائز ہے پس اگر وہ شمار مین ہون تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائیگا اور اگر بیشمار ہون تو جہانتک دسترس ہو اور معلوم ہو جاوین اُنکو تقسیم کیا جائیگا اور ادنی مقدار امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک ایک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دو ہین اور اگر واسطے اپنے پڑوسیون یا فلان کے پڑوسیونکے وصیت کی حالانکہ پڑوسی داخل شمار نہین ہین تو وصیت باطل ہے۔ اسیطرح اگر واسطے فلان مسجد والون یا فلان قید خانہ والون کے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اپنی بیٹیون کے شوہرون کیواسطے وصیت کی تو یہ شامل ہے کہ جب بیٹی اسکی وقت موت کے زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت مین ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہین ہے اور یتیمون کیواسطے وصیت کرنے مین غنی و فقیر سب شامل ہین بشرطیکہ داخل شمار ہون ورنہ خاصۃً فقیر یتیمون کو تقسیم کیا جائیگا اور نیز اندھون و لنجون و اقعدون اور مسافرون کے واسطے جو راہ مین محتاج ہو گیا ہے اور قیدیون و غازیون و ارامل کیواسطے وصیت مین بھی اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو غنی و فقیر سب کو شامل ہے اور اگر بیشمار ہون تو فقیرون کو تقسیم ہوگا قال ارامل جمع الارملہ وہ عورت ہے کہ بالغ ہو جانے کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُسکا شوہر نہین ہے۔ شاب وفتی پندرہ برس سے تیس یا چالیس برس تک ہے الا اس صورت پر ہوگا کہ اس سے پہلے ادھیڑ بوڑھا یا غالب ہو جاوے اور کہل تیس ۳۰ سے یا چالیس ۴۰ سے (۶۰) برس تک الا اس

ف ارامل جمع ارملہ معنی زن شوہر مردہ جسکو ہمارے عرف مین بیوہ و رانڈ بولتے ہین ۱۲

صورت میں پہلے ہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھا پا غالب ہو جاوے اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہے غلام یعنے لڑکا پندرہ برس سے کم ہوتا ہے الا یہ کہ وہ اس سے پہلے محتلم ہو جاوے تو بالغ ہو جائیگا اور عصبہ ہوتا ہے جو اپنے باپ کی موت کے بعد باقی رہے اور نیز ورثہ بھی عقب ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم و امام زفر رح کے نزدیک بنا بر قیاس کے وہ لوگ ہیں جو موصی کے دار سے ملاصق ہوں اور استحسان کے موافق ہے اور یہی قول صاحبین رح کا ہے کہ وصیت تمام اُن لوگوں کو شامل ہوگی جو موصی کے محلہ میں رہتے ہیں اور مسجد محلہ اُنکا محل اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہیں مگر غلاموں و باندیوں و مدبروں و ام ولدوں کو شامل نہیں ہے اور مکاتب اس وصیت میں داخل ہے ایسا ہی محیط و زیادات میں بلا ذکر اختلاف مذکور ہے یہ کافی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے ایک پڑوسی کیواسطے سو درم کی وصیت کی پھر اپنے پڑوسیوں کیواسطے تمام مال کی وصیت کی تو دیکھا جائیگا کہ جسقدر اس خاص پڑوسی کے حصہ میں پڑوسیوں کی وصیت میں آتا ہے پس اگر سو درم سے کم ہو تو اُسکو سو درم دیے جاوینگے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یعنی کمتر اکثر کے ضمن میں داخل کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بنی فلان کے اندھوں کیواسطے وصیت کی یا لنجوں بنی فلان کیواسطے وصیت کی پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت ذکر در اُنمیں سے غنی و فقیر و مذکر و مؤنث سبکو شامل ہوگی اور اگر داخل شمار نہوں تو شمار وصیت خاصۃً اُنمیں سے فقیروں و محتاجوں کیواسطے ہوگی۔ اور اگر شابان بنی فلان یا ایامی بنی فلان یا ثیبات بنی فلان یا ابکار بنی فلان کیواسطے وصیت کی ایس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وصیت جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر اپنے آزاد کیے ہوؤں کیواسطے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اس صورت میں جائز ہوگی کہ جب اپنی حیات میں اُنکو بیان کر دے اور آزاد کیے ہوؤں کی وصیت میں جنکو اپنی صحت میں اور جنکو مرض میں آزاد کیا ہے سب داخل ہونگے اور اُسکے مدبر و امہات اولاد داخل نہونگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر میں تجھے نہ ماروں تو تو آزاد ہے پھر اُسکے مارنے سے پہلے خود مر گیا تو وہ بھی وصیت میں داخل ہوگا اور اگر موصی ایک شخص عربی ہو اور اسنے اپنے موالی کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور اسمیں سفل یعنی اپنی اولاد کے داخل ہوگا اور موالی موالات اور معتق المعتق اسمیں داخل نہونگے اور اگر اُسکے موالی اور اولاد موالی نہوں تو تہائی مال مذکور اُسکے موالی الموالی کو ملیگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر اُسکے موالی میں سے جنکو اُسنے آزاد کیا ہے یا انکی اولاد میں سے دو یا زیادہ رہے ہوں اور اُسکے آزاد کیے ہوؤں کے آزاد کیے ہوئے ہوں تو مال وصیت اول کے دونوں یا زیادہ کو ملیگا اور اگر موالی کیواسطے بلفظ جمع وصیت کی ہو حالانکہ اُسکے موالی یا اُسکی اولاد موالی میں سے کوئی نہ رہا ہو سوائے ایک کے تو اُسکو تہائی کا نصف ملیگا اور نصف دیگر وارثوں کو واپس کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر واسطے بنی فلان کے مولاؤں کی وصیت کی اور فلان بدر مختذ ہے اور موالی مذکور داخل شمار ہیں تو اسمیں آزاد کیا ہوا اور آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا اور جسکا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہے سب داخل ہونگے اور مدبر و ام ولد داخل نہونگے یہ کافی میں ہے۔

۵ مولی الموالات وہ شخص معروف النسب جسکو کسی مجہول النسب نے اپنا مولی بنایا ہو بایں طور کہ کہا اگر میں مروں تو میری میراث تو لے اور اگر مجھ سے کوئی ایسی جنایت ہو جاوے جس سے دیت لازم آوے تو تجھکو میری طرف سے تو ادا کرے اور وہ شخص قبول کرے ۱۲ ۵ یعنے آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ۱۲

فتاوی فضلی میں ہے کہ اگر اپنے موالی کیواسطے وصیت کی اور اس موصی کی ایک باندی تھی جسکو اسنے آزاد کر دیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی تھی تو بچہ بھی وصیت میں داخل ہو گا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہو اور اگر بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا خلاف وصیت میں شامل نہو گا اور اگر بچہ کا باپ سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ بچہ مولایان مادر کا آزاد کردہ شدہ قرار دیا جائے گا اور اسمیں امام ابو یوسف رح نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ اُسکا کوئی مولی آزاد کیا ہوا نہیں ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوئے کی اولاد ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوئے کے آزاد کیے ہوئے ہیں بلکہ اسکے باپ یا بیٹے کے موالی عتق ہیں تو انکو وصیت میں سے کچھ نہ ملیگا اور اگر موصی کا کوئی مولی نہو سوائے ایسے موالی کے جو اسکے یا اسکے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہوں تو تہائی مال وصیت انھیں کو ملیگا اور اگر اُنکے ساتھ موصی کے آزاد کیے ہوئے یا اُنکی اولاد ہوں تو قیاساً یہ دونوں فریق یکساں ہونے چاہیے ہیں مگر استحساناً انھیں کو ملیگا موالی الموالات کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد کے واسطے وصیت کی اور اُسکے بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں اور بعض امہات اولاد ایسے ہیں جو اُسکی موت پر آزاد ہوئے ہیں تو وصیت خاصۃً انھیں امہات اولاد کیواسطے ہوگی جو اُسکے مرنے پر آزاد ہوئے ہیں اور اگر امہات اولاد وہی ہوں جو اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئے ہیں تو مال وصیت اُنکو ملیگا۔ اور اگر اُسنے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالیات کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اُسکی امہات اولاد ایسی ہیں کہ اُسکی زندگی میں آزاد ہو گئی ہیں اور انکے سوائے دوسری آزاد کی ہوئی باندیاں ہیں تو ہر فریق علیحدہ علیحدہ معتبر ہونگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار کیواسطے وصیت کی تو اُسکی جورو کا جو شخص ذی رحم محرم ہو اسکے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے باپ کی زوجہ یا اُسکے ذی رحم محرم کی زوجہ کا ذی رحم محرم ہو اسواسطے کہ یہ سب اصہار ہیں۔ اور وصیت میں وہی داخل ہوگا جو موصی کی موت کے روز اُسکا صہر ہو مثلاً اُسکی فوت کیوقت اُسکی جورو منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو اسواسطے کہ حالت موت کا اعتبار ہے حتی کہ اگر موصی مرا اور جورو اسکے نکاح میں ہے یا طلاق رجعی کی عدت میں ہے تو صہر مستحق وصیت ہوگا اور اگر طلاق بائن یا تین طلاقوں کی عدت میں ہو تو صہر مستحق وصیت نہوگا۔ اور اگر اپنے اختان کیواسطے وصیت کی تو جو عورت موصی کی ذی رحم محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہے چنانچہ بیٹیوں و بہنوں و خالاؤں و پھپھیوں کے شوہروں کو شامل ہے اور نیز انکے ازواج میں سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہے ایسا ہی امام محمد رح نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ ہر ایک ختن کہلاتا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر عرف اہل کوفہ کے ہے اور باقی شہروں میں یہ عرف ہے کہ ختن اُسکو کہتے ہیں جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج میں سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہیں کیا جاتا ہے اور حکم کا اعتبار عرف پر ہے۔ یہ محیط

ف یعنے قرابت مصاہرت رکھتا ہے جسکو ہمارے عرف میں سسرالی رشتہ بولتے ہیں ۱۲ ف آزاد کردہ شدگان ۱۲ ف باندیاں آزاد کردہ شدہ ۱۲ ف جمع صہر یعنے خسر مراد وہ ہے کہ جو کتاب میں مذکور ہے ۱۲ ف جمع ختن یعنے داماد ۱۲

ہین ہے۔ اور موصی کی عورتون کی طرف سے ختن نہوگا مراد یہ ہے کہ اگر موصی کی جورو کے دوسرے شوہر سے کوئی لڑکی ہو تو اسکا شوہر موصی کا ختن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی فقراء بنی فلان کیواسطے وصیت کی حالانکہ وہ لوگ داخل شمار نہین ہین تو انکو موالی[عہ] اور موالی الموالی[عہ] اور موالی الموالات[عہ] و حلفاء و عدید[عہ] سب شامل ہوجاوینگے پس جہانتک ممکن ہوگا اور قابو پاوے گا اُن سب پر برابر تقسیم کردیگا حلیف وہ ہے جس نے کسی قوم سے موالات کی اور کہا کہ مین مسلمان ہوتا ہون اور اسپر قسم کھائی اور وے لوگ اُسکے واسطے موالات پر قسم کھاوین۔ عدید وہ ہے جو بلا قسم اُن مین شمار ہوجاوے اور اگر سب مال انمین سے ایک ہی کو دیدیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دو یا زیادہ کو دیگا۔ اور اگر فلان مذکور پدر خاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ نہو تو تہائی مال مذکور اسکے پشت کے لڑکون کو ملیگا اور موالی داخل نہوگا اور نیز حلیف بھی وصیت مین داخل نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نصیر بن یحییٰ رح فرماتے تھے کہ یہ وصیت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد کیواسطے ہوئی ان دونون کے سوائے دوسرے کیواسطے نہوگی اور رہے عمری سو داخل وصیت ہونگے یا نہین پس فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہو اور ان دونون سے متصل ہو وہ اس وصیت مین داخل ہوگا اور جو ان دونون کی طرف منسوب نہو اور نہ متصل ہو وہ اس وصیت مین داخل نہوگا۔ اور اگر علویہ (اولاد علی کرم اللہ وجہہ ۱۲) کیواسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ وہ بیشمار ہین اور اس امر مین ایسی کوئی دلالت نہین ہے جو فقط فقر و حاجت پر واقع ہو یعنی فقراء علویہ محتاجین کیواسطے وصیت ہو حتی کہ جائز ہو جاوے اور اگر فقراء علویہ کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے علی ہذا القیاس اگر فقہاء کیواسطے وصیت کی تو جائز نہین ہے اور فقیر فقہاء کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اسیطرح اگر طالب علمون کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے اور اگر محتاج طالب علمون کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالبعلمان شہر فلان کیواسطے یا طالبعلمان علم فلان کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اور اگر وصی نے فقیر طالبعلمون یا علویون مین سے ایک کو دیدیا تو جائز ہے یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جبتک دو یا زیادہ کو نہ دے جائز نہین ہے اور اگر دو یا زیادہ کو دے تو جائز ہے۔ اور اگر فقیر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر رح سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے کہ فقہ مین انتہا درجہ تک پہونچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہین ہے اور اُسکو وصیت مین سے حصہ نہ ملیگا۔ اور اگر شہر فلان کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اسمین اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہونگے اور جو شخص فلسفہ کی باتین بیان کرتا ہو وہ داخل نہوگا اور آیا متکلمین داخل ہونگے یا نہین سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابون مین نہین ہے اور شیخ ابو القاسم سے مروی ہے کہ کتب کلام کتب علم نہین ہین یعنی عرف مین انکو کتب علم نہین بولتے ہین اور فہم کیطرف متبادر نہین ہے پس مطلق کتابون کی[صہ] تحت مین داخل نہونگی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت مین متکلمین داخل نہونگے اور اگر اپنے تہائی مال کیواسطے طالبان

عہ آزاد کردہ ۱۲ عہ آزاد کردہ کا آزاد کردہ ۱۲ عہ ایمان لا کر موالات کی ہے ۱۲ عہ بلا سوگند جو کسی مین شمار ہو ۱۲

صہ یعنے کتابون کا حکم مذکور ہے اور اسی سے نکاح کا حکم ہے ۱۲ منہ

علم حدیث کے فلان شہر مین ایسے مدرسہ مین جو مدرسہ حدیث مشہور ہے علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہین اُن مین سے محتاجون کے لیے وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والون کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ مین جاتے ہین جو اُن کی طرف منسوب ہے کچھ مفید نہین ہے جبکہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے نہون تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والون کو شامل نہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہے اور احادیث کی سماعت کرتا ہے اور اسی کی طلب مین سرگرم ہے خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہو لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سُنتا ہو اور نہ اسکی طلب مین ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اُسکو فقط شافعی مذہب ہونیکی وجہ سے شامل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ امام محمدرح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے واسطے فلان و واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلان کو ملیگا اور بنی تمیم کے واسطے کچھ نہوگا جبکہ وہ لوگ بے شمار ہون اسواسطے کہ یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے موتیٰ کے حالانکہ موتیٰ کے واسطے وصیت باطل ہے اور اگر کہا کہ میرا تہائی واسطے فلان کے و واسطے ایک مرد کے مسلمانون مین سے وصیت ہے تو تہائی سے فقط نصف اُس فلان کو ملیگا اور باقی وارثون کو واپس دیا جائیگا اسیطرح اگر کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے دس مسلمانون کے تو بھی گیارہ جزون مین سے ایک جزو فلان شخص کو دیا جائیگا اور مسلمانون کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ؛

ساتوان باب سکنیٰ و خدمت و ثمر و کرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی

سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ خدمت رقیق و سکنیٰ دار و کرایہ غلامان و مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہے۔ اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنیکی وصیت کی اور سوائے اس کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو اس مین دو صورتین ہین یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ مین نے سال (فلانہ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نہ کی کہ فلان سال پھر ایک صورت مین دو صورتین ہین کہ یہ غلام یا تو موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہوگا یا نہوتا ہوگا پس اگر زید کیواسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین مین وصیت کی پس اگر موصی کی موت سے پہلے یہ سال معین گذر گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر موصی کے مرنے کے وقت مین اس سال مین سے کسی قدر گذر گیا تھا مثلاً چھ مہینہ گذرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موصی اس سال سے پہلے مر گیا پھر اُسکے مرنیکے بعد یہ سال آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کرے لیکن اگر سال مین سے چھ مہینے باقی رہے ہون تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لیگا کیونکہ یہی اُسکی پوری وصیت ہے اور اگر موصی اس سال معین سے پہلے مر گیا ہو تو موصی لہ اُس پورا سال بھر خدمت لیگا اور اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو اور نہ وارثون نے

سلہ یہ دفع دخل اسواسطے ہے کہ عرف مین شافعی لوگ اصحاب حدیث مشہور ہین ۱۲ منہ سلہ وصیت کرنے والا شخص ۱۲ سلہ سو تیرہ مہینے مر گیا ۱۲

اجازت دی تو غلام مذکور اس تمام سال معین تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا یہانتک کہ جب سال معین گذر جاوے تو غلام مذکور وارثون کے سپرد کیا جائیگا۔ یہ اسوقت ہے کہ سال معین ہوا اور اگر سال غیر معین ہو پس اگر غلام مذکور اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا کہ وہ ایکسال کامل اُس سے خدمت لیکر وارثون کو واپس دیگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی اور غلام موصیٰ بہ تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتا ہے تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز تک وارثون کی خدمت کریگا پھر جب تین سال پورے ہو جاوین تو وصیت خدمت پوری ہو جائیگی اور واجب یہ ہے کہ جس سال موصی مرا ہے اُسی سال سے اسطرح وصیت کا حساب شروع ہووے اور جو حکم ایکسال تک غلام کی خدمت کی وصیت مین معلوم ہوا ہے اسیطرح ایک سال کے کرایہ یا سکونت دار کی وصیت مین بھی حکم ہے کہ سال معین ہوگا یا نہوگا آخر تک یہی تفصیل ہے جو خدمت مین بیان ہوئی ہے یہ محیط مین ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ[1] کی وصیت کی اور غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو اُسکا رقبہ عمرو کا ہوگا اور زید کیواسطے اُسکی خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر وصیت خدمت مطلق ہو یعنی وقت کی مقدار سال یا دو سال وغیرہ کچھ بیان نکی ہو تو خدمت موصی لہ کیواسطے موصی لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہوگا پھر اگر غلام کے رقبہ کی کسی شخص کیواسطے وصیت ہو تو بعد موت موصی لہ بخدمت کے وہ غلام موصی لہ برقبہ کو دیا جائیگا اور اگر نہو تو وارثون کیطرف واپس ہوگا اور اگر زید کیواسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ مین خود دار مین رہون یا خود غلام سے خدمت لیا کرون پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا نہین سو اس مسئلہ کو اصل مین ذکر نہین فرمایا ہے اور مشائخ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہے ابوبکر اعمش نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین لکھا ہے۔ اور اگر زید کیواسطے ایکسال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت کی اور سواے اس دار کے موصی کا کچھ مال نہین ہے تو زید اسمین سے تہائی دار مین رہیگا اور وارث لوگ دو تہائی مین رہینگے اور وارثون کو یہ اختیار نہوگا کہ دو تہائی دار جو اُنکے قبضہ مین ہے اُسکو فروخت کر دین اور جس شخص کیواسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی وصیت ہو اُسکو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہوگا کہ ان دونون کو کرایہ پر چلاوے اور اُسکو یہ بھی اختیار نہوگا کہ غلام کو کوفہ مین سے باہر لیجاوے لیکن اگر موصی لہ کے اہل و عیال کوفہ کے سواے بغداد وغیرہ دوسرے شہر مین ہون تو خدمت کیواسطے غلام مذکور کو باہر لیجائیگا بشرطیکہ غلام مذکور موصی کا تہائی مال ہو یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر موصی لہ و وارثون نے دار کو بطور محایات تہائی کے تقسیم کر لیا تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ حق انھین کا ہے لیکن طریقہ اول اولیٰ ہے اسواسطے کہ اسمین انصاف زیادہ ہے یہ کافی مین ہے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلان شخص کو عاریت دیا جاوے تو یہ باطل ہے اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ میرا ظرف سے ایام حج مین ایک مہینہ تک فی سبیل اللہ پانی پلایا جاوے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میری فلان کے چوپاؤن کیواسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہے اور اگر کہا کہ یہ فلان شخص کے چوپاؤن کو کھلایا جاوے تو وصیت جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے منتقیٰ مین بروایت معلی رح از امام ابو یوسف رح مروی ہے کہ اگر ایک شخص کیواسطے اپنے دار کے سکونت کی وصیت کی اور اُسکا کچھ وقت مقرر نہین کیا تو جبتک موصی لہ زندہ رہے تب تک اُسیواسطے ہوگا اور

[1] یعنے اُسکی ذات کی ملکیت کی وصیت کی ۱۲ [2] یعنے مثلاً دو ماہ موصی لہ چار ماہ وارث رہین ۱۲

امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ اگر زید کیواسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام
مذکور اُسکا تہائی مال ہو تو موصی لہ کو اپنی زندگی تک اُسکا کرایہ ملیگا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہو جاوے اسی طرح
حاصلات باغ وسکونت دار وخدمت غلام کی وصیت مین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہی اور یہی امام ابو یوسف رح
و امام محمد رح کا قول ہی۔ اور نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر زید کے غلام کے واسطے اپنے
غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہی اور غلام موصی لہ اُس سے خدمت لیگا اور اُسکا
مولی نہین لے سکتا ہی اور غلام موصی لہ اُس دار مین رہیگا اُسکا مولی نہین رہسکتا ہو پھر اگر غلام موصی لہ مرگیا
تو وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو یہی وصیت اُسکے ساتھ جائیگی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام
ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہانتک کہ زید مستغنی ہو جاوے پس اگر زید
صغیر ہو تو غلام مذکور اُسکی خدمت کریگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہانتک خدمت کریگا کہ وہ ایک خادم کا
ثمن پا جاوے جو اُسکی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہی یہ محیط مین ہی۔ اور جس شخص کیواسطے سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت ہے اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دار و غلام کو کرایہ پر چلاوے یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر زید کیواسطے اپنے باغ کے
غلہ کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اسوقت موجود ہی وہ ملیگا اور جو آیندہ ہمیشہ پیدا ہو وہ لیگا یہ کافی مین ہی اور اگر زید کیواسطے اپنے
باغ کے پھلون کی وصیت کی تو اس مین دو صورتین ہین یا تو کہا کہ ہمیشہ کیواسطے یا یہ نہ کہا پس اگر یہ لفظ نہ کہا ہو تو اسمین پھر
دو صورتین ہین کہ اگر موصی کی موت کے وقت اسمین پھل موجود ہون تو موصی لہ کو یہ پھل اُسکے تہائی مال سے ملینگے اور آیندہ موصی لہ
کی موت تک جو پھل پیدا ہون وہ موصی لہ کو نہ ملینگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو یہ اسوقت ہی کہ موصی کی موت کے وقت
اُسمین پھل موجود ہون اور اگر نہون تو قیاس یہ ہی کہ وصیت باطل ہو جاوے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہون اُنکی طرف وصیت
منصرف نہو لیکن استحساناً یہ حکم ہی کہ وصیت باطل نہوگی بلکہ بعد موت موصی کے جو پھل باغ مین موصی لہ کی موت تک پیدا ہون
سب موصی لہ کے ہونگے بشرطیکہ باغ اُسکا تہائی مال ہو۔ اور یہ اسوقت ہی کہ موصی نے ہمیشہ کیواسطے صریح بیان نہ کیا ہو اور اگر یون
کہا کہ مین نے زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلون کی وصیت کی تو باغ مین جو پھل بعد موت موصی کے موجود ہون
اور جو اسکے بعد پیدا ہون سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور منتقی مین ہی کہ اگر ایک شخص کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات کی
وصیت کی پھر باغ مذکور مین درخت خرما کی جڑ پھوٹی اور ایک درخت ہو گیا اور اسمین پھل آئے تو اسکی پیداوار بھی وصیت
مین داخل ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کیواسطے وصیت کر دی حالانکہ موصی
کا اسکے سوائے کچھ مال نہین ہی تو جائز ہی اور اگر موصی لہ نے وارثون کے ساتھ بٹائی کر لی پھر جو درخت موصی لہ کے حصہ مین
پڑے اُن مین پھل آئے اور جو وارثون کے حصہ مین پڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے یا درخت وارثون کے حصہ مین پڑے
ہین اُن مین پھل آئے اور جو موصی لہ کے حصہ مین پڑے ہین اُنمین پھل نہ آئے تو موصی لہ پیداوار مین وارثون کا شریک ہو جائیگا
اور وارث لوگ بھی اسکے شریک ہو سکتے ہین اور فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہی کہ اپنا دو تہائی حق فروخت کر دین پس

؎ جبتک کے واسطے وصیت ہو ۱۲ ؎ بشرطیکہ اُسکا باغ تہائی مال ہو ۱۲

مشتری موصی لہ کا شریک ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر وارثوں نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موصی لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہیگا اور وارثوں کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ سے بٹائی کرلیں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اٹھے پس اسکو کچھ نہ ملے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ بٹائی کرلیں پس موصی لہ کے واسطے تہائی الگ کر دیا جائیگا پس اگر اسمیں سے کرایہ آیا تو موصی لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور وارثان کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اسکے بعد فروخت کر دیں (یعنی بالاتفاق ۱۲) اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے اپنے زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اس میں درخت و درختان خرما کچھ نہیں ہیں اور اسکے سوا اسکا کچھ مال نہیں ہے تو وہ زمین کرایہ پر دیجائیگی پس موصی لہ کو تہائی کرایہ دیدیا جائیگا اور اگر اس میں درختان خرما و اشجار ہوں تو موصی لہ کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دیجائیگی اور وہ زمین آدھی یا تہائی کی بٹائی پر نہ دیجائیگی اگرچہ کاشتکار و عامل کیطرف سے بیج ہو جنکی صورت میں یہ بھی اجارہ ہوتا ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری [illegible] فلان سال تک اتنے روپیوں کیواسطے ہر سال ایک شخص کو گیہوں کے عوض اجرت پر دیجاوے اور بیچ میں اسکا کل مال ہے تو اسکی اجرت کو دیکھا جائیگا اگر اسکی اجر مثل[1] اسیقدر ہے جسقدر اسنے پوتہ مقرر کیا ہے تو اس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر پوتہ مقررہ اجر مثل سے کم ہو پس کمی کو دیکھا جائیگا اگر مقدار کمی جو محابات ہے اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر مقدار محابات اسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تو اس زمین کو کرایہ پر لینا چاہتا ہے تو دو تہائی اجر المثل پورا کر دے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہوا تو زمین اسکو کرایہ پر دیدیجائیگی اور اگر اسنے پورا نکیا تو نہ دیجائیگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے زید[2] کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنی بکریوں کے بال کی یا بکریوں کے بچوں کی یا بکریوں کے دودھ کی وصیت کی پھر مرگیا تو جس دن موصی مرا ہے اس دن جسقدر صوف ان بکریوں پر ہو یا جسقدر دودھ انکے تھنوں میں ہو یا جو بچہ انکے پیٹوں میں ہوں سب موصی لہ کے ہونگے خواہ موصی نے ہمیشہ کیواسطے کہا ہو یا نہ کہا ہو یہ بدائع میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کیواسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان میت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہے اور وصیت باطل ہو جائیگی اسیطرح اگر وارثوں نے فروخت نکیا یا کہ اس بات پر باہم رضامند ہوے کہ موصی لہ کو نقد روپیہ دیدیں بدیں شرط کہ وہ حاصلات وصیت سے دستبردار ہو جاوے اور اس سے بالکل لا دعوی ہو جاوے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح سکونت دار و خدمت غلام کی وصیت سے بھی صلح کر لینا جائز ہے اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہیں ہے۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کی کمائی کی مسکینوں کو دینے کیواسطے وصیت کی تو اسکے تہائی مال سے جائز ہے اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے جانوران سواری کی سواری کی مسکینوں کیواسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہیں ہے لیکن اس صورت میں جائز ہوگی جب موصی لہ کو معلوم ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ انگور تین سال تک مسکینوں کیواسطے چھوڑ دیا جاوے پھر مرگیا اور اس وقت سے تین سال تک اسکے باغ نے کچھ پیدا وار نہیں ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جائیگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو جبتک تین سال تک اسکا غلہ صدقہ نکیا جاوے تب تک موقوف رکھا جائیگا

[1] یعنی جو ایسے شخص کی مزدوری کی مثل ہو اسکے مثل ۱۲ [2] یعنی فلان شخص معین کو ۱۲

اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ یہ قول ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہے۔ اور اگر اپنے باغ انگور کے حاصلات کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو حاصلات میں قوایم و اوراق و ابندھن و پھل سب داخل ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے تن کے کپڑوں کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور موصی لہ کو اسکے جبہ و قمیص و چادریں کندھے کی و پائجامہ و اکثیب ملیں گی اور ٹوپیاں و موزے اور جوارب نہ ملیں گی اسواسطے کہ یہ جامہائے بدن نہیں ہیں یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے کو صدقہ کر دینا تو وارثوں کو اختیار ہے چاہیں اسکو فروخت کر کے اسکا ثمن صدقہ کریں یا اسکی قیمت صدقہ کر دیں اور کپڑا رہنے دیں۔ زید نے اپنے وصی سے کہا کہ دوہ یتیم (یا جامہ کن) یعنی دس یتیم کو کپڑے بنوا دینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اس قدر دیدیا کہ جس سے وہ ایک جامہ بنوا سکتا ہے پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دیدی تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختوں کے پھل کی جو پختہ ہو گئے ہیں یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہے مگر کاٹی نہیں گئی ہے وصیت کی تو اسکا اخراج موصی لہ پر ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ اگر اپنے درختوں کے پھلوں کی جو درخت پر لگے ہیں اور پختہ ہیں یا کھیتی کی جو پکی کھڑی ہے وصیت کی تو اسکا اخراج موصی لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لیے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے واسطے اسکی وصیت کر دی تو اخراج موصی پر ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اس جراب ہروی کی وصیت کی تو موصی لہ کو جراب مع اسکے جو اسمیں ہے ملیگی اور اسی طرح زنبیل خرما میں بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر گون کے گیہوں کی کسی کے واسطے وصیت کی تو موصی لہ کو گون نہ ملیگی۔ اور اگر زید کے واسطے تھیلہ زعفران کی وصیت کی تو وصیت میں زعفران داخل ہوگی نہ تھیلہ اور شہد و گھی و روغن زیتون کی وصیت میں مشک جسمیں بھرے ہیں وہ داخل نہوں گے اور یہ چیزیں داخل ہونگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی کیواسطے تلوار کی وصیت کی تو اسکو تلوار مع نیام و پرتلے کے ملیگی۔ اور اگر کسی کیواسطے زین کی وصیت کی تو موصی لہ کو زین مع توابع کے ملیگی یعنی نمدہ و زیرآہ و دوجی و رکابیں و دوال یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اگر زید کیواسطے مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہے تو امام ابو یوسف کے قول کے موافق اسکو فقط مصحف ملیگا نہ غلاف اور یہی امام اعظم رح کا قول ہے ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے۔ اور اگر اسکے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ مع اسکی لکڑیوں کے ملیگا اور اگر اسکے واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جسکو فارسی میں خرگاہ کہتے ہیں تو اسکو قبہ مع نمدوں کے ملیگا اور اگر حجلہ کی وصیت کی تو اسکو اسکا کپڑا ملیگا اور لکڑیاں نہ ملینگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ایک مٹکہ سرکہ کی وصیت کی تو مٹکہ مع سرکے ملیگا اور اگر دار چہارپایان کی وصیت کی تو دار کی وصیت ہوگی نہ دواب کی اسیطرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہے نہ کشتی کی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ اسکو دو سر ڈنڈی و ڈوریوں کی وصیت ہے اور اسمیں باٹ اور علاق داخل نہوں گے اور یہ اسوقت ہے کہ ترازو غیر معین ہو اور اگر معین ہو تو یہ بھی داخل ہو جاوینگے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اسکے واسطے ہے تو فرمایا کہ اسکو وصیت کے دونوں جوڑے اور

ف۱ قال المترجم یہ انکا عرف ہے اور ہماری زبان میں خلاف ہونا چاہیے واللہ اعلم ۱۲ ف۲ جراب ہروی ہرات کے کپڑوں کی تھیلی ۱۲ منہ ف۳ نکتہ وغیرہ جو لوازمات میں سے ہیں ۱۲ ف۴ جسکو ہمارے طرف میں تسمہ کہتے ہیں ۱۲ ف۵ چادر اوڑھنے کی ۱۲ ف۶ ظروف جنمیں چیزیں رکھتے ہیں ۱۲

ٹوپی اور قمیص وازار و پائجامہ ملے گا اور اس وصیت میں اُسکی تلوار اور پیٹی داخل ہوگی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اسکے واسطے ہے تو یہ بھی داخل ہوگی اور نوادر بشر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریوں میں سے پھر وارثوں نے موصی لہ کو ایسی بکری دی جو موصی کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُسکی بکری کا بچہ اُسکے ساتھ دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنی ان بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثوں نے اُسکو ایسی بکری دی جو بعد موت موصی کے بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا یعنے بچہ بھی دیا جائیگا اور اگر وارث نے اُس بچہ کو قبل اسکے کہ اُسکی ماں کو موصی لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی مع اُسکی جڑ کے وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میرے ان درختان خرما میں سے تو اسکا حکم بھی مثل بکری کے ہے جسکی وصیت کی تھی پس وارثوں کو اختیار ہوگا کہ جو درخت خرما چاہیں بدون اُسکے ان پھلوں کے جو بعد وفات موصی کے اُس درخت پر آئے ہیں دیدیں اور اگر وارثوں نے ان پھلوں کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہ ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کیجاوے پھر مر گیا پس قبل اسکے کہ وہ آزاد کیجاوے بچہ جنی اور وہ باندی مع بچہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو باندی آزاد کیجائیگی اور بچہ آزاد نہ کیا جائیگا اسیطرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی مکاتب کیجاوے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے یا بالکل آزاد کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ میں وصیت نافذ نہ کیجائیگی اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی مسکینوں کو صدقہ کر دیجاوے یا فلان شخص کو صدقہ میں دیجاوے یا فلان شخص کو ہبہ کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو مثل باندی کے بچہ میں بھی وصیت نافذ کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیجاوے پھر وہ بعد موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکور فروخت کیجائیگی اور اُسکا بچہ فروخت نہ کیا جائیگا اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینوں کو یا فلان شخص کو صدقہ دیا جاوے پھر اُسکی موت کے بعد باندی مذکورہ بچہ جنی تو بچہ میں بھی وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم میں فروخت کیجاوے پھر ایک غلام نے اُسکو قتل کیا اور اس جرم کے عوض قاتل دیدیا گیا یا باندی مذکور کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس کے جرم میں دیدیا گیا یا کسی وطی کرنے والے نے اُس سے شبہہ سے وطی کی جسکے کہ اسکا عقر تاوان دیا تو غلام مدفوع یا ارش یا عقر فروخت نہ کیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر وہ باندی قتل ہوئی ہے تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصی لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف ثمن کے عوض فروخت کیجائیگی۔ اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن میں سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائیگا اور اگر اُس سے وطی کی گئی حالانکہ وہ ثیبہ تھی کہ وطی سے اُسمیں کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اسیطرح اگر اُسکی آنکھ یا ہاتھ کسی سماوی آفت سے جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی ہزار درم کے عوض فلان شخص کے ۱۷

۵ یعنے یہ ورثہ اُسکے ہو سکے کہ ان بکریوں میں سے ایک بکری ۱۲

ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کر دیا جاوے پھر فلان شخص نے خریدنے سے انکار کیا تو دونون وصیتین باطل ہو جاوینگی اسیطرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُسکی قیمت تاوان دی تو بھی دونون وصیتین باطل ہو جاوینگی اسیطرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کیجاوے اور اُسکا بدل کتابت صدقہ کیا جاوے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن صدقہ کیا جاوے پس باندی نے کتابت کی وصیت یا بیع کی وصیت قبول کرنے کو رد کیا تو دونون وصیتین باطل ہو جاوینگی اور اگر وصیت کی کہ میری باندی نسمۃً فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون پر صدقہ کر دیا جاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسمہ فروخت کیجاویگی اُسکے ساتھ اُسکا بچہ فروخت نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید کیواسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کیواسطے دو برس تک اُسکی خدمت کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو وارثون کیواسطے چھ روز تک خدمت کریگا اور تین روز تک دونون موصی لہ کیواسطے کہ ایک روز زید کیواسطے اور دو روز عمرو کیواسطے خدمت کریگا یہان تک کہ نو برس گذر جاوینگے اور اگر موصی نے سال معین کر دیا ہو کہ زید کے واسطے فلان سنہ سال اور عمرو کے فلان فلان سال تو پہلے سال مین چار روز وارثون کیواسطے اور دو روز دونون موصی لہ کے واسطے خدمت کریگا اور دوسرے سال مین وارثون کیواسطے دو روز اور عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کریگا اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اس باندی کی اور عمرو کیواسطے اُسکے حمل کی وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اُسکی عمارت کی عمرو کیواسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی زید کیواسطے اور اُس کے نگینہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کیواسطے اور جو اُسمین خرمے ہین اُن کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام متصل دونون کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام منفصل بیان کیا تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونون چیزون مین سے جو اصل ہے اُسکی وصیت جسکے نام ہے وہ خاصۃً اس اصل کو لے لیگا اور جو چیز تابع ہے اُسمین دونون شریک ہونگے یہ کافی مین ہے اور اگر اس غلام کی زید کے واسطے اور اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے یا اس دار کی فلان کیواسطے اور اُسکی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اس شجر کی فلان کے واسطے اور اُس کے ثمر کی عمرو کیواسطے یا اس بکری کی زید کے واسطے اور اُسکے صوف کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اسمین کچھ اختلاف نہین ہے خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام مفصول وصیت کی ہو اور اگر ان مسائل مین پہلے تابع کی وصیت کی پھر اصل کی وصیت کی بایں طور کہ خدمت غلام کی زید کیواسطے پھر غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلون کی زید کیواسطے پھر درخت کی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جس کی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُسکو جس کے واسطے اصل کی وصیت کی ہے اور تابع مین دونون مساوی شریک ہونگے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کی خدمت کی

ف ذات شخص پر اطلاق اُسکا ہوتا ہے ۱۲

غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کیواسطے پھر اُسکے نگینہ کی عمرو کیواسطے پھر عمرو کیواسطے بعد نگینہ کی وصیت
کے انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کیواسطے پھر اُسکے بچہ کی عمرو کیواسطے پھر عمرو کیواسطے بعد بچہ کی وصیت کے باندی
کی وصیت کی تو وصل فی التابع دونوں مین نصفا نصف ہونگے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی
نصف خدمت واسطے زید کے اور نصف خدمت واسطے عمرو کے ہوگی اسیطرح باندی مع بچہ اور انگوٹھی مع نگینہ مین بھی یہی حکم
ہے اور اگر ان مسائل مین عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصہ ہوکر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا
جائیگا اور عمرو کو اُسکی نصف خدمت ملیگی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح نے اس سے رجوع کیا ہے اور فرمایا کہ
اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کیواسطے اُسکی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے غلام کی وصیت کی
تو غلام دونوں مین نصفا نصف ہوگا اور اُسکی پوری خدمت فقط عمرو کیواسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کیواسطے باندی کی
جو اُسکا تہائی مال ہے وصیت کی اور عمرو کیواسطے جو اُسکے پیٹ مین ہے اُسکی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے باندی کی بھی وصیت کی تو
باندی دونوں مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُسمین زید شریک نہوگا اور اگر اپنے دار کی زید کیواسطے اور
اُسمین سے ایک بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونوں مین حصہ رسد تقسیم ہوگا اسیطرح اگر ہزار درم معین
کی زید کیواسطے اور اُسمین سے سو درم کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو نو سو (۹۰۰) درم زید کے ہونگے اور سو درم مین دونوں نصفا نصف[ل]
کے شریک ہونگے اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم مین ہے سوا امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت
تقسیم ہونگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بطریق مضاربت تقسیم ہونگے اور اگر دار کے بیت معین کی زید کیواسطے اور عمارت دار کی
عمرو کیواسطے وصیت کی تو عمارت دونوں مین حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایسے غلام نے جسکی خدمت کی زید کیواسطے
اور اُسکے رقبہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی گئی ہے کوئی جنایت کی تو اُسکا فدیہ زید کیطرف ہوگا پس اگر فدیہ دیدیا تو موافق وصیت
کے اُس سے خدمت لیگا اسلیے کہ زید نے اُسکو جنایت سے پاک کر لیا اور اگر زید مرگیا تو وصیت ٹوٹ جائیگی پھر عمرو سے کہا جائیگا
کہ وارثان زید کو یہ فدیہ دیدے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اس سے انکار کیا تو غلام اسکیواسطے وجب کیا جائیگا
اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتدا سے فدیہ دینے سے انکار کیا تو اُس سے کچھ نہ کہا جائیگا اور عمرو سے
کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور دونوں باتون مین سے جو بات اُسنے اختیار کرکے پوری کی تو زید کیواسطے جو وصیت
ہے وہ باطل ہو جائیگی اور اگر غلام نے جنایت نکی بلکہ اُسکو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی
جسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا جس سے زید اپنی خدمت لیگا اور اگر قاتل نے عمدا قتل کیا تو قصاص ہوگا الا اسصورت
مین کہ زید و عمرو دونوں قصاص لینے پر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قصاص لینا متعذر ہوجائیگا پس مال قاتل سے
قیمت واجب ہوگی جسکے عوض غلام دیگر خرید کیا جائیگا جو بجاے مقتول کے زید کی خدمت کریگا۔ اور اگر کسی نے اُسکی آنکھین پھوڑ دین

ل قال المترجم یعنے نو سو درم مین کچھ نزاع نہین ہے وہ زید کو دیے جاوینگے اور سو درم مین زید و عمرو کا منازعہ ہوا اور منازعت یہ ہے پس یہاں تقسیم کے
اور مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک اپنے پورے حق کے واسطے محل نزاع مین شریک کیا جائے گا چنانچہ سو درم مین زید اپنے باقی حق
کے واسطے یعنے ہزار درم مین سے نو سو کم کرکے باقی سو درم کیواسطے اور عمرو اپنے پورے حق سو درم کیواسطے شریک کیا جائیگا اور چونکہ دونون کا حق برابر ہے
اسواسطے باقی سو درم دونون مین برابر تقسیم ہونگے اسکا مآل واحد ہے اور کیفیت تقسیم مین اختلاف ہے ۱۲

یا دونون ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ غلام اُس مجرم کو دیا جائیگا اور اُس سے غلام تندرست کی قیمت لیجائیگی اور اسکے عوض دوسرا غلام بجائے اُسکے خرید اجائیگا اور اگر اُسکی آنکھ پھوڑی یا ہاتھ کاٹ گیا یا موضحہ زخم پہونچایا گیا اور قاطع مجرم نے اسکا ارش ادا کیا پس اگر اس جنایت سے خدمت مین نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کریگا یا غلام فروخت کر کے اُسکا ثمن اس ارش مین ملا کر دوسرا غلام خریدا جائیگا تا کہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اُسوقت ہوگا جب دونون اسپر اتفاق کرین اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو فروخت نہ کیا جائیگا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش متوقف رکھا جائیگا یہانتک کہ دونون باہم صلح و اتفاق کرین پس اگر دونون نے اسامر پر صلح کی کہ ارش کو نصفا نصف بانٹ لین تو بین اجازت دیگا کہ دونون مین تقسیم کیا جاوے اور اگر جنایت سے خدمت مین کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُسکا ارش عمرو کا ہوگا اور جو غلام کو ہبہ کیا جائے یا صدقہ دیا جائے یا وہ خود کمائے وہ سب عمرو کا ہوگا اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنے وہ عمرو کی ہوگی۔ اور غلام کا کھانا و کپڑا زید کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کیواسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کیواسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو جبتک وہ بالغ ہو کر لائق خدمت ہو تب تک اُسکا نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سے وہ خدمت کے لائق ہو جاوے تب سے اُسکا نفقہ زید پر ہوگا۔ اور اگر عمرو کیواسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کی اور اُسکا سواری و منفعت حاصل کرنے کی زید کیواسطے وصیت کی تو یہ بھی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کا کل مال تین غلام ہین پس اُس نے ایک غلام کی زید کیواسطے وصیت کی اور قیمت اُسکی تین سو درم ہین اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کیواسطے وصیت کی اور اُسکی قیمت پانچسو درم ہین اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درم ہین تو ہر ایک کیواسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُسکی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائیگا اور عمرو کیواسطے تین روز اُسکا غلام خدمت کریگا اور ایک روز وارثون کی خدمت کریگا اسوجہ سے کہ وصیتین تہائی سے تجاوز کر گئین کیونکہ تہائی فقط چھ سو درم ہین اور وصیت کے آٹھ سو درم ہوتے ہین پس تہائی مال وصیتون کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر خدمت کا موصی لہ مر گیا تو جسکے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہے وہ غلام پورا لے لیگا اسیطرح اگر وہ غلام مر گیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلامون کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کیواسطے سب غلامون کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے اُنمین سے ایک غلام کی خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کی قیمت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور عمرو بحساب دوسرے کی قیمت کے شریک کیا جائیگا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائیگی یہ امام اعظم کا قول ہے بنا برین کہ وصیت بمال عین جب تہائی سے زائد ہو جاوے تو بصورت وارثون کی اجازت نہ دینے کے از راہ شرکت و از راہ استحقاق دونون راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہون تو زید کو سب غلام جنکے رقبہ کی اُسکے لیے وصیت کی ہے ملینگے اور عمرو کو اُسکی وصیت ملیگی کیونکہ محل وصیت مین گنجایش ہے اور ایک غلام مین زید کیواسطے وصیت رقبہ اور عمرو کیواسطے وصیت خدمت مجتمع ہو جائیگی پھر جب عمرو مر جاوے تو وہ زید کیطرف رجوع کریگا اور اگر موصی کا کچھ مال سوائے ان غلامون کے

ف۱ مترجم کہتا ہے کہ اصل نسخہ مین یون ہی ہے اور میرے نزدیک صحیح ایک روز ہے ۱۲ منہ ف۲ مراد یہ ہے کہ دونون مین سے ہر ایک کی قیمت چار سو درم ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو قیمت ہو مساوی ہو ۱۲ منہ ف۳ مترجم کے نزدیک ایک روز صحیح ہے ۱۲ ف۴ یعنے اسیکا رقبہ ہے اسی کی خدمت بھی کریگا ۱۲

ہنو پھر اُسنے ہر ایک غلام کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کی اور ایک معین غلام کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو تہائی دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگی پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصوں میں سے تین حصے ملینگے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کریگا اور دو روز وارثوں کی خدمت کریگا پس زید کیواسطے باقی دو غلاموں سے دو پانچویں حصے یعنی ہر غلام میں سے پانچواں حصہ رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور غلاموں میں سے ایک غلام معین کی عمرو کی واسطے وصیت کی اور سوائے ان غلاموں کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو تہائی دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کیواسطے اپنے غلام کے خدمت کی اور عمرو کیواسطے اُسکی کمائی کی وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کریگا اور اُسکا کھانا زید پر ہوگا اور ایک مہینہ عمرو کیواسطے کمائی کریگا اور اُسکا کھانا عمرو پر ہوگا اور اُسکا کپڑا دونوں پر نصفا نصف ہوگا اور اگر اُس غلام نے کوئی جنایت کی تو دونوں سے کہا جائیگا کہ دونوں اُسکا فدیہ دو پس اگر دونوں نے اُسکا فدیہ دیا تو بدستور سابق حالت باقی رہیگی اور اگر دونوں نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثوں نے اُسکا فدیہ دیا تو دونوں کی وصیت باطل ہو جائیگی یہ مبسوط میں ہے۔

اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی کمائی میں سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہیں ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلام دونوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اُسکا کرایہ رکھ چھوڑا جائیگا جس میں سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائیگا اور رقبہ کے چار سہام وارثوں کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مر گیا اور کرایہ میں سے کچھ باقی ہے تو وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اسیطرح جسقدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہے وہ بھی عمرو کو دیدیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے چار حصے ہونگے[2] جس میں سے زید پورے کے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا شریک کیا جائیگا اور اگر زید کیواسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور عمرو کیواسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت کی تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں کہ یا یہ چیزیں سب اُسکے تہائی مال سے برآمد ہونگی یا نہونگی پس اگر تہائی سے برآمد ہوں تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی وہ اُسکو لے لیگا اور اگر تہائی مال سے برآمد ہوں لیکن وارثوں نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائیگا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی سے زائد ہو تو تہائی کے مقدار سے زائد کے حساب سے شریک نہ کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے[3]۔ اور جب زید مر جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہو جائیگی اور تہائی مال باقیوں میں تقسیم ہوگا اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اُسکے سکونت کی عمرو کیواسطے اور اُسکے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت کی حالانکہ وہ اُسکا تہائی مال ہے پھر موصی کی موت کے بعد اُسکو کسی نے منہدم کر دیا تو جو کچھ منہدم کیا ہے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اُسمیں جیسی عمارت تھی ویسے ہی بنائی جائیگی پھر وہ کرایہ پر دیا جائیگا پس زید اُسکا کرایہ لیگا اور عمرو اُسمیں سکونت رکھیگا اسیطرح اگر باغ کے حاصلات کی زید کیواسطے اور رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اُسمیں سے درخت خرما یا کوئی درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ[1] کے مثل درخت خرید کر لگائے جاوینگے اور اگر

---

[1] قطع کردہ شدہ یعنی کاٹے ہوئے ۱۲ [2] پس سب چار حصے ہوئے اول کو ایک دوم کو تین ۱۲ منہ [3] اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پورے حق کے حساب سے شریک کیا جائیگا اگرچہ تہائی سے زائد ہو ۱۲ منہ

زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہیں اور موصی کا مال اسکے سوائے دو ہزار درم ہی تو عمرو کو کرایہ مکان میں سے نصف کرایہ ملیگا اور زید کو باقی مال و دار میں سے چھٹا حصہ ملیگا یعنی سے دار میں سے پانچوان حصہ اور مال میں سے چار پانچویں حصہ ملینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین کے قول پر دار مذکور بطریق عول[1] ومضاربت تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائیگا اور اگر عمرو مرگیا تو زید کو تہائی دار و مال ملیگی اور اگر دار مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال میں سے تہائی لیگا اور اگر دار مذکور استحقاق میں نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہوگیا تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اپنا حصہ بنالے اور زید اپنا حصہ بنا دیگا اور وارث لوگ اپنا حصہ بنا دینگے اور ان میں سے جسنے بنانے سے انکار کیا اسپر جبر نہ کیا جائیگا اور جس دوسرے نے اپنا حصہ بنانا چاہا اسکو ممانعت نکی جائیگی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے اسمیں رہے یہ بدائع میں ہی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اسکا تہائی مال ہی تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اسکی حاصلات زید کے واسطے ہوگی اور رہا سینچنا اور خراج ادا کرنا اور اسکی درستی کی چیزیں اور اسکے درستی کی چیزون کی مرمت زید پر ہوگی اور اگر کسی کے واسطے اپنی بکریون کے صوف کی یا انکے دودھ کی یا مسکہ کی یا بچون کی ہمیشہ کیواسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہی الا اسقدر کے حق میں جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز ان بکریون کی پیٹھ پر بال ہیں یا تھنون میں دودھ ہی یا تھنون کے دودھ میں مسکہ ہی یا جو بچہ پیٹ میں ہیں۔ اور پھر اسکے بعد جو کچھ ان چیزون میں سے نئی پیدا ہون تو اسمیں حق وصیت کچھ نہوگا اور اگر اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کردی اور انکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہیں ہوے ہیں اور پھل نہیں آئے ہیں تو انکے سینچنے و پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا پھر جب ان میں پھل آویں تو اسکا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال ان میں پھل لگے پھر بیچ[2] خالی دیا اور کچھ پھل نہیں آئے تو اسکا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ بنظیر غلام خدمت کی ہی کہ جب غلام کے خدمت کی وصیت ہی تو اس غلام کا نفقہ رات و دن سب کا موصی لہ پر ہوتا ہی اگرچہ غلام مذکور رات میں اسکی خدمت نہیں کرتا ہی بلکہ سوتا رہتا ہی اور اگر زید نے جسکے واسطے حاصلات کی وصیت ہی ان ایام کا خرچہ نہ اٹھایا اور عمرو نے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہی اسنے خرچہ اٹھایا پھر ان میں پھل آئے تو عمرو اس حاصلات سے اپنا خرچہ سب وصول کریگا یہ مبسوط میں ہی اور اگر زید کے واسطے اپنی روئی کی اور عمرو کے واسطے بنولون کی وصیت کی یا بکری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اسکے کھال کی عمرو کے وصیت کی یا زید کے واسطے گیہون کی جوالیون کے اندر ہیں وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسکے بھوسہ کی وصیت کی تو دونون کے واسطے وصیت جائز ہی اور زید وعمرو دونو پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روند واوین اور بکری کو مسلوخ[3] کراوین۔ اور اگر گدے کی وصیت زید کے واسطے اور اس کے اندر کی روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلوانا عمرو پر لازم ہی۔ اور اگر ان تلون کے تیل کی زید کے واسطے اور انکے کھلی کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلوانے[4] کا خرچہ پڑیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی

[1] یعنے جس صورت میں مخرج تنگ ہو اور سہام اکثر تو مخرج بڑھانے کو عول بولتے ہیں ۱۲ [2] یعنے اکثر انبہ وغیرہ کے درختوں میں ہوتا ہی بیچ کی فصل خالی جاتی ہی ۱۲ [3] کھال کھینچکر صاف کرنا ۱۲ [4] یعنے اپنا تیل جدا کر لیوے ۱۲

اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے اُسکے پانوون کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ بکری
تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملیگی اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اُسکے بکر کے واسطے اُسکے ہاتھ کی اور خالد کے واسطے
اُسکے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کیجائیگی اور عمرو کو پانون اور بکر کو ہاتھ اور خالد کو کھال دیدی جائیگی
اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ اس ڈھینڈھی مین سے مسکہ زید کیواسطے اور اُسکا
مٹھا عمرو کے واسطے ہے تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کیواسطے اور اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے
وصیت کی تو وصیت دونون کے حق مین جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے مین ضرر ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر نگینہ کی بہ نسبت حلقہ کی
قیمت زائد ہے تو زید سے کہا جائیگا کہ اسکو نگینہ کی قیمت دیدے اور نگینہ تیرا ہو جائیگا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا
جائیگا کہ زید کو اُسکے حلقہ کی قیمت دیدے اور یہ مسئلہ مثل اسکے ہے کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا تو اسمین بھی
ایسا ہی حکم ہے اور اگر ایک شخص کی زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگے ہین پس اسنے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختان انگور
و پودون وغیرہ درختون کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹوائے اور زمین مین گڈھے ہوگئے اور
زید نے اس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی ویسی برابر کردے تو عمرو پر اُسکا برابر کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے
واسطے اور اسکی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام کو کوئی مرض عاجز کنندہ لاحق
ہوا یا بسبب بچپن وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہے تو اُسکا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اُسمین موجود ہین زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اُسکے
حاصلات کی وصیت کردی پھر مرگیا اور سوا اس باغ کے اُسکا کچھ مال نہین ہے اور باغ مین سو درم کا غلہ یعنی پیداوار موجود
ہے اور باغ تین سو درم کا ہے تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملیگی اور آئندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہونگے اُسکی
تہائی ملا کریگی۔ اور اگر زید کیواسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا
تو زید کیواسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائیگا اسمین سے بیس درم زید کو جبتک زندہ رہے خرچہ دیئے جاوینگے
جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور لیا اوقات بعض سال مین کرایہ نہین حاصل ہوتا ہے اسواسطے تہائی کرایہ اُسکے حق کا
روک رکھا جائیگا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو بھی پوری تہائی روک رکھی
جائیگی تاکہ موافق وصیت موصی کے اسمین سے پانچ درم ماہواری اُسکو نفقہ دیا جاوے اور تہائی روک رکھنے کے حق
مین خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم ماہواری کی سب برابر ہین یہ مبسوط مین ہے ہشام
نے فرمایا کہ مین نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصون کیواسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری
اس اس قدر خرچہ دیا جاوے اور تہائی مال دونون کے واسطے روک رکھا گیا پھر دونون موصی لہ مین سے ایک کے ساتھ
وارثون نے صلح کرلی اس طرح کہ اُسکو کچھ مال بدین شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لادعوی ہو جاوے تو فرمایا کہ تہائی
مال دونون کے وارثون کیواسطے رکا رہیگا اور جسنے صلح کرلی ہے اُسکا حصہ وارثون کو واپس دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر

ط ۱ جیسی تھی اسی طرح ہموار ۱۲ ط ۲ یعنے جاہے جسقدر وصیت کرے ۱۲ ط ۳ یعنے وصیت سے بری ہو جاوے ۱۲

وصیت کی کہ میرا دار زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کو ہزار درم سال بھر کے واسطے قرضہ دیے جاوین اور وارثون نے عین مال سواے دار کے تلف کر دیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اُسکی قیمت ہے فروخت کیا گیا تو یہ دراہم عمرو کو قرضہ دیے جاوینگے پھر سال کے بعد وارثون کے ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمدؒ نے جامع مین فرمایا اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری دیے جاوین اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت دیدی تو مال کے چھ حصے کیے جاوینگے جنمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جاوینگے اور اُسمین سے موافق وصیت کے پانچدرم ماہواری زید کو دیے جاوینگے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کیے جاوینگے پھر کتاب مین فرمایا کہ اور جسقدر زید کے حصے مین پڑا ہے وہ اُسکے سپرد نکیا جائیگا۔ اور کتاب مین قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہین ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ حکم قلیل مین ہے اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہو یعنے معلوم ہو کہ غالباً اس سے زیادہ زندہ رہیگا تو اُس سے زیادہ مال نروکا جائیگا بلکہ وارثون کو دیدیا جائیگا ولیکن جو کتاب مین مذکور ہے وہی اصح ہے اور اگر تمام مال جو زید کیواسطے روکا گیا ہے اُسکے خرچ ہو جانے سے پہلے زید مرگیا تو عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کردیجائیگی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہوگی جو زید کی موت کے روز ہے اسواسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصی کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت کیوجہ سے اُسکے حق مین نقصان ہوگیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُسکو پورے مال کی تہائی پوری کردیجائیگی لیکن اگر دو تہائی مال سے زائد خرچ ہوچکا ہو تو ایسی حالت مین اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور تہائی پوری نکیجائیگی اسواسطے کہ مال مین سے اسقدر باقی نہین رہا ہے جس سے تہائی پوری کیجاوے پھر جب عمرو کا حق پورا کردیا گیا تو جسقدر باقی ہے وہ وارثان موصی کو دیا جائیگا اور وارثان زید کو ندیا جائیگا یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے وصیتون کی اجازت دیدی ہو اور اگر اجازت ندی تو امام اعظمؒ کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا پھر بنابر قول امام اعظمؒ کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائیگا اور نصف باقی روک رکھا جائیگا تاکہ زید کو ماہواری نفقہ دیا جاوے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مرگیا تو جسقدر باقی رہا ہے وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اور اگر زید و عمرو دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ جبتک زندہ رہین اُنکو ماہواری دس درم دیے جاوین اور بکر کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثون کی اجازت دینے کی صورت مین امام اعظمؒ کے نزدیک تمام مال کے چھ حصے کیے جاوینگے اور عدم اجازت کی صورت مین دو حصے کیے جاوینگے اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کیے جاوینگے پھر اگر زید و عمرو مین سے ایک مرگیا تو بکر کو مال موقوف مین سے کچھ ندیا جائیگا بلکہ جو کچھ دونون کیواسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی سب کا سب رکا رہیگا اور دونون مین سے جو زندہ باقی ہے اُسکو نفقہ دیا جایا کریگا اور اگر موصی نے آخر وصیت مین یہ لفظ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو پانچدرم نفقہ دیے جاوین تو اُسکے مطلق ایجاب سے جو امر واجب ہوگیا تھا یہ اُسکا بیان ہوجائیگا الیواس سے حکم مختلف نہوگا اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے

له ہمارے عرف مین جسکو روک ٹوک کہتے ہین ۱۲

جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری دیے جانے کی وصیت کی اور بکر کیواسطے جبتک زندہ رہے پانچدرم ماہواری نفقہ دیے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک نو حصے کیے جاوینگے جنمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی آٹھ سہام مین سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کے سات حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور باقی چھ حصص مین سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جاوینگے۔ یہ سب اسوقت ہی کہ وارثون نے اجازت دیدی۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو بھی صاحبین رح کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تہائی سے زائد کا استحقاق و اسکی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہو گیا پس گویا وے سب ایک تہائی کے مستحق ہین پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب مین برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت مین اگر زید و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مر گئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائیگا اور اگر زید و بکر مین سے ایک مر گیا اور ہنوز اس مال مین سے جو دونون پر وقف ہی باقی ہی تو اسمین سے نصف مال عمرو کو دیدیا جائے گا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین سے ایک چوتھائی عمرو کو ملے گی اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچدرم ماہواری زید کو جبتک زندہ رہے نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک دونون زندہ رہین نفقہ دیا جاوے خواہ یہ لفظ بھی کہا کہ ہر ایک کو پانچدرم ماہواری یا یہ نکہا پھر وارثون نے اجازت دیدی تو تمام مال زید و عمرو و بکر کے درمیان برابر نصفا نصف تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کیواسطے موقوف رکھا جائیگا اور نصف مال عمرو و بکر کے درمیان رکھا جائیگا اسواسطے کہ زید کے حق مین خود پورے مال کی تنہا وصیت ہی اور عمرو و بکر دونون کیواسطے پورے مال کی تنہا وصیت ہی پس گویا موصی نے زید کیواسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو و بکر دونون کیواسطے پورے مال کی وصیت کی ہی پس بالاتفاق اسمین تمام مال نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مر گیا تو اسکے حصہ کے مال مین سے جسقدر باقی رہا ہو وہ عمرو و بکر پر وقف کر دیا جائیگا اور دونون کو دس[1] درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر عمرو و بکر دونون مین سے ایک مر گیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کا باقی حصہ اُس کے شریک پر وقف کیا جائے گا اور شریک کو پانچدرم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دو حصون پر برابر تقسیم ہوگا اسمین سے نصف زید کیواسطے ہوگا اور نصف عمرو و بکر کیواسطے ہوگا اسمین بھی امامون کا اتفاق ہی اسواسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہی اور عمرو و بکر دونون تمام مال کے موصی لہ ہین تو وارث کی اجازت ندینے کی صورت مین تہائی مال مین زید بقدر تہائی کے اور عمرو و بکر بھی بقدر تہائی کے شریک کیے جاوینگے یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے پس برابر کے شریک ہوے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو و بکر بھی پورے مال کے حساب شریک کیے جاوینگے پس صاحبین رح کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوے پس بالاتفاق تہائی مال کے برابر دو حصے کیے جاوینگے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور بکر کو جبتک

[1] یعنی مال کا ر دونون کا ایک ہی ورنہ اصل مین اختلاف ہی ۱۲

زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو باوجود اختلاف تخریجین[1] کے سب کے نزدیک تمام مال تین حصوں پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر تین حصے ہو کر وقف رکھا جائیگا یہ بھی بالاتفاق ہے اگرچہ امام اور صاحبین رح کی تخریج میں اختلاف ہے پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا تو باقی اُسکے ساتھی پر وقف کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جاوے جبتک زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائیگا اور دوسری تہائی عمرو و بکر پر وقف کیجائیگی پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت کا مال پورا لینے سے پہلے مر گیا تو باقی مال وارثوں موصی کو دیا جائیگا اور اگر عمرو و بکر میں سے کوئی مر گیا تو اُسکے حصہ کا باقی اُسکے شریک کے واسطے وقف کیا جائیگا پھر اگر اُسکے بعد دوسرا بھی مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو تہائی مال کے دو حصہ کیے جاوینگے جنمیں سے نصف تہائی زید کیواسطے اور نصف تہائی عمرو و بکر کے واسطے سب اماموں کے نزدیک باوجود اختلاف تخریجین[1] کے وقف کیجائیگی۔ نیز امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اُسمیں سے زید کو جبتک زندہ رہے چار درم ماہواری دیے جاویں اور میں نے عمرو و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اور اُسمیں سے دونوں کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو زید کو پوری تہائی دیدی جائیگی اُسکو جو چاہے کرے اور عمرو و بکر کو بھی دوسری تہائی دیدی جائیگی جو چاہیں کریں اور وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور قلیل و کثیر کچھ وقف نہ کیا جائیگا اور جو کوئی ان زید و عمرو و بکر میں سے مر گیا اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کا ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو ایک تہائی میں سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دیدی جائیگی اور اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید کیواسطے وصیت کی جمیں سے اُسکو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری اُسمیں سے نفقہ دیا جاوے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال دیدیا جائیگا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دیدی جائیگی جو دونوں میں نصفا نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے اپنے مال سے جو چاہیں کریں اُنکو اختیار ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت ندی تو ایک تہائی میں سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اُنمیں جو مر جاوے اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کیواسطے میراث ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو تہائی باغ میں دونوں کا نصفا نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ باغ کا غلہ فروخت کر کے اُسکا ثمن وصی کے پاس اگر وصی نہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائیگا اور ہر ایک کو اُسکے حصہ سے جسقدر ماہواری اُسکے واسطے بیان کی ہے دیجائیگی اور اگر دونوں مر گئے اور اُسمیں سے کچھ باقی رہا تو وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اسوجہ سے کہ دونوں کی وصیت بسبب موت کے باطل ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کو چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے

[1] قولہ تخریجین یعنے تخریج امام بطریق منازعت و تخریج صاحبین بطریق مضاربت علے ما مر فی الحاشیۃ ۱۲ منہ ۔ [5] یعنے مساوی تین حصوں میں ۱۲

تو چھٹا حصہ فقط زید کیواسطے اور چھٹا حصہ عمرو و بکر دونوں کیواسطے موقوف رکھا جائیگا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی اور عمرو کیواسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اُسکا مال کل یہی باغ ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال دونوں پر نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسکا مال زائد ہو کہ یہ باغ اُسکی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی حصہ اور عمرو کو ایک چوتھائی ملیگا اور تقسیم امام کے نزدیک اُنکے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق عول و مضاربت ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوائے اُسکا کچھ مال ہو تو تہائی حاصلات دونوں کو تین تہائی تقسیم کردیجائے گی اور اگر مال ہو کہ باغ اُسکا تہائی ہو سکتا ہو تو تمام حاصلات دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کیواسطے اپنے غلام کی کمائی کی وصیت کی اور اُسکی قیمت تین سو درم ہے اور موصی کا مال تین سو درم سوائے اُسکے اور بھی ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی دونوں میں گیارہ حصے ہوکر تقسیم ہوگی جسمیں سے زید کو حاصلات باغ سے چھ حصے اور عمرو کو کرایہ غلام سے پانچ حصے ملینگے اور اگر زید کیواسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کیواسطے اُس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور اُسکا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اُسکو فروخت کیا اور زید نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگی اور ثمن میں زید کا کچھ استحقاق نہوگا اور اگر زید کیواسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مرگیا تو موصی لہ کو اس غلہ میں سے کچھ نہ ملیگا لیکن موت موصی کے وقت باغ میں جو غلہ یعنی پھل وغیرہ موجود ہیں یا جو آئندہ پیدا ہوں سب ملینگے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اس ہزار درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اس ہزار درم میں سے سو درم کی وصیت کی تو یہ قول وصیت اول سے رجوع نہیں ہے بلکہ وہ سو درم زید کو ملینگے پھر سو درم میں سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملینگے اور کہا کہ اس ہزار درم کی زید کیواسطے اور اسمیں سے سو درم کی عمرو کیواسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نو سو درم زید کو ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی پھر کہا کہ میں نے عمرو و بکر کیواسطے اُسقدر کی وصیت کی جسقدر زید پسند کرے تو فرمایا کہ زید جسقدر پسند کرکے اختیار کرے اُسی قدر کیواسطے تہائی مال میں عمرو و بکر حصہ دار کیے جاوینگے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو تہائی میں سے نصف زید کا اور نصف دوسرے موصی لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی میں سے سوائے ایکدرم کے پسند کی تو تہائی میں سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید و عمرو کے واسطے ہزار درم کے لیے کہ اسمیں سے زید کو سو درم اور عمرو کو دو سو درم دیے جاویں وصیت کی تو فرمایا کہ میں ہزار درم میں سے جسقدر جسکے واسطے بیان کردیا ہے دیکر باقی

ف اقول صاحبین رح کے نزدیک اگر مال ہو یا باغ کے سوائے مال نہو ہر دو صورت میں ہر ایک موصی لہ اپنے پورے حق کے واسطے شریک کیا جائیگا اور چونکہ زید و عمرو کے حقوق میں ۲-۱ کی نسبت ہے اسواسطے اگر مال ہو تو تہائی کے تین حصہ ہونگے اور اگر نہو تو بھی یہی حکم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک صورت باغ کے سوائے مال نہونیکی تہائی میں دونوں برابر شریک ہونگے بوجہ ہوکہ زید کی تہائی سے زائد وصیت اور عمرو کی بھی تہائی سے زائد وصیت باطل ہوگئی باقی رہی تہائی کی وصیت ہر ایک کے واسطے پس دونوں اُسکے مستحق ہوئے اور درصورتیکہ باغ اُسکے تہائی مال سے ہوا تو امام کے نزدیک نصف حاصلات زید کو بلا منازعت دیجائیگی اور باقی رہی نصف حاصلات جسمیں عمرو اُسکے ساتھ مزاحم ہے اور مزاحمت دونوں کی یکساں ہے پس نصف دونوں میں برابر تقسیم ہوا تو نصف کا نصف یعنی چوتھائی کل کی عمرو کو ملی اور چوتھائی اور نصف اول مجموعہ میں سے چوتھائی زید کو ملی فافہم و قد بینا ذلک مرارا ثم لا یسندہ فیما بعد ۱۲ منہ ف قال المترجم یہ موافق اصل امام اعظم رح کے ہے اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے گیارہ حصوں میں سے ایک حصہ عمرو کو اور دس حصے

وارثوں کو واپس دیگا اور اگر ہزار درہم میں سے فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو جسقدر اُسکو دیکر باقی کا استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال زید و عمرو کیواسطے ہے کہ انمیں سے زید کیواسطے سو درہم ہیں پھر اُسکا تہائی مال ستّر درہم نکلا تو یہ سب بکر ہی کو جسکے واسطے سو درہم کی مقدار بیان کی ہے دیدیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال بکر و زید و عمرو کے واسطے کہ زید کیواسطے پچاس درہم اور عمرو کے واسطے سو درہم ہیں اور اُسکا کل مال تین سو درہم ہے تو تہائی سو درہم دونوں کیواسطے جنکے لیے مقدار بیان کی ہے تین تہائی تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی مال تین سو درہم ہو تو زید کو پچاس اور عمرو کو سو درہم اور باقی ڈیڑھ سو درہم بکر کو ملینگے جسکے واسطے کوئی مقدار بیان نہیں کی ہے اور اگر کہا کہ تہائی کی واسطے زید و عمرو کے ہے زید کیواسطے سو درہم اور عمرو کیواسطے پچاس اور تہائی مال تین سو درہم ہے تو ہر ایک کو جسقدر ملیگا جسقدر اُسکے واسطے بیان کر دیا ہے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر ہزار درہم کی زید و عمرو کیواسطے بایں طور وصیت کی کہ واسطے زید کے انمیں سے سو درہم ہیں تو موافق اُسکے کہنے کے سو درہم زید کو دیے جاوینگے اور باقی نو سو درہم عمرو کو ملینگے اور اگر انمیں سے تھوڑے درہم تلف ہو گئے تو باقی کے بھی دس حصے کیے جاوینگے اور اگر اُسنے بکر کیواسطے دوسرے ہزار درہم کی وصیت بھی کی ہو حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درہم ہے تو پانچسو درہم بکر کو ملینگے اور پانچسو درہم میں زید و عمرو کیواسطے دس حصے کیے جاوینگے جنمیں سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درہم زید و عمرو کے واسطے ہیں زید کیواسطے انمیں سے سو درہم ہیں اور باقی عمرو کیواسطے ہیں تو زید کو سو درہم ملینگے اور اگر سوائے سو درہم کے باقی سب تلف ہو گئے تو یہ سو درہم زید کو ملینگے اور عمرو کے واسطے وہی ہوگا جو بعد سو درہم کے باقی رہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے بکر کیواسطے ہزار درہم دوسرے کی وصیت کی حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درہم ہے تو درمیانی کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درہم باقی دونوں میں گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہونگے جنمیں سے دس حصے ہزار درہم کی وصیت والے کو ملینگے اور ایک حصہ سو درہم کی وصیت والے کو ملیگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کیواسطے وصیت کی انمیں سے سو درہم زید کے ہیں اور اُسکا تہائی مال ہزار درہم ہے مگر تقسیم کے روز تلف ہو کر پانچسو درہم رہگیا ہے تو انمیں سے زید کو پورے سو درہم ملینگے اور باقی عمرو کو ملینگے اور اگر باوجود اسکے بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال میں کچھ نقصان نہیں آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملیگا اور باقی نصف کے دس حصے ہو کر اُنمیں سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اپنے تہائی مال سے سو درہم کی اور عمرو کیواسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار درہم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درہم اُسکا تہائی مال درمیان زید و بکر کے گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جسمیں سے زید کو ایک اور بکر کو دس حصے ملینگے اگر ایک شخص کے پاس تھیلی میں ہزار درہم ہوں اور پھر ہزار درہم ایک خاص تھیلی میں ہوں پس اُس نے زید سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی میں سے باقی رہجاوے اُسکی وصیت کی تو اُسکو پورے ہزار درہم ملینگے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتوں سے مؤخر ہوگی حتی کہ اگر اُس نے عمرو کیواسطے دوسرے ہزار درہم کی وصیت کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ میں نے ان ہزار درہموں کی زید و عمرو کیواسطے وصیت کی زید کیواسطے سات سو درہم کی اور عمرو کے واسطے چھ سو درہم کی تو یہ ہزار درہم ان دونوں میں تیرہ حصہ ہو کر تقسیم ہونگے اور اگر کہا کہ میں نے ان ہزار درہموں کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی انمیں سے ہزار درہم زید کیواسطے ہیں تو پورے ہزار درہم فقط زید کو

ملجاوینگے اور اگر کہا کہ ہمین سے ہزار درم زید کیواسطے اور ہزار درم عمرو کیواسطے ہین تو ہزار درم معین دونون مین نصفا نصف[1]
تقسیم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید و عمرو کے واسطے ان ہزار درم کی وصیت کی اس مین سے زید کیواسطے
ہزار درم ہین اور عمرو کے واسطے ان ہزار درم مین سے جسکی مین نے زید کیواسطے وصیت کی ہے ہزار درم ہین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید
عمرو کیواسطے وصیت کی اس مین سے ہزار درم زید کے ہین اور ان ہزار درم مین سے عمرو کیواسطے ہزار درم ہین حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو
ہر دو صورت مین پورے ہزار درم عمرو کو ملینگے۔ اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتین علیحدہ علیحدہ کین
پھر صاحبان وصیت مین سے کوئی حاضر ہوا اور اُسنے گواہ قائم کرکے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُسکا حصہ بلکہ باقیون کا حصہ
روک رکھونگا پھر اگر باقی ضائع ہوگیا تو جسنے جو کچھ لیا ہے اُسکے لیے ہوے مین حصہ رسد شریک ہو جاوینگے اور جسکو اُسکا حصہ وصیت
دیا گیا ہے اُسکے دینے مین تقسیم بحق باقی لازم نہ آویگی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین
کہ وہ قیدیون کو خریدے یعنی کفار مقید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اسکے مرگیا تو یہ مقدمہ حاکم کے
سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کیواسطے مقرر کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے ہزار درم
نکالو اسمین سے فلان کو اسقدر دو اور فلان کو اسقدر دو حتی کہ اُسنے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب بتلا دیا پھر کہا کہ باقی
فقیرون کیواسطے ہے پھر مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہین تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت
کے بیس حصے کرکے اُسمین سے اُنکو نو حصے دیے جاوینگے اور گیارہ حصے باطل ہو جاوینگے اور قولہ باقی فقیرون کیواسطے
ہے اسمین گویا اُسنے نو ہزار درم فقیرون کیواسطے بیان کردیے اسواسطے کہ جب اُسنے ابتدا مین تمام مال بیان کیا تو باقی مثل
ہوا جو ہم کہتے ہین بخلاف اُسکے اگر اُسنے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلان کو اسقدر اور فلان کو اسقدر دو حتی کہ اُسنے کہا کہ باقی
فقیرون کو دو تو ایسی صورت مین فقیرون کو کچھ نہ ملیگا۔ اور صاحبان وصیت مین سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزو مین
نو جزو ملینگے اور دو جزو باطل ہو جاوینگے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دس گون گیہون
خریدے جاوین اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اُسنے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہے پھر اُسکا دار فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن مین
اسقدر گنجائش بھی نہوئی جس سے اسقدر گیہون و روٹیان خریدی جاوین اور میت کا اُسکے سواے اور مال بھی ہے تو شیخ ابو القاسم
نے فرمایا کہ اگر اُسکے تہائی مال مین اس وصیت اور دوسری وصیتون کے پورا کرنے کی گنجائش ہو تو تہائی مال سے سب
پوری کیجاوین اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گیہون اور ہزار روٹیان خرید و اور اُسکا
ثمن میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثون نے اُسکو دوسرے مال سے قرار دیا ہے یہ امر وارثون کے حق مین مضر
نہوگا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہے اسمین کوئی دلیل پائی جاوے جس سے اُسکا برقرار رکھنا ضرور ہو مثلاً معلوم ہو
کہ اُسکا تھوڑا مال پاک حلال ہے اور باقی پلید و حرام ہے تو وصیتین اسی مال حلال سے نافذ کیجاوینگی ایک شخص نے چند وصیتین کین
پھر اُسکے فرزندون کو خبر ہوئی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتین کی ہین اور اُنکو یہ معلوم نہین ہے کہ کیا وصیتین کی ہین پس اُنھون نے کہا
کہ جو کچھ ہمارے باپ نے وصیت کی ہے تمنے اُسکی اجازت دیدی تو منتقی مین مذکور ہے کہ اُنکی اجازت صحیح ہوگی اور اجازت جنبھی صحیح ہوگی

[1] جس طرح ہمارے عرف مین آدھون آدھ بولتے ہین ۱۲

کہ جب بعد واقف ہونے کے اجازت دین۔ ایک شخص نے زید کیواسطے مال کی وصیت کی اور فقیرون کے واسطے مال کی وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہے پس آیا اُسکو حصۂ فقرا مین سے دیا جائیگا تو علما نے اسمین اختلاف کیا ہے اور محمد بن مقاتل و خلف و رشد اور رح نے فرمایا کہ دیا جائیگا اور ابراہیم نخعی و حسن بن مطیع نے فرمایا کہ ندیا جائیگا اور اول اصح ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ نوادر مین ہے کہ اگر وصیتین کین اور فقیرون کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کیواسطے سو درم کی وصیت کی پھر اُسکا آزاد کیا ہوا اوسکی موت کے بعد مر گیا پس اگر اُسنے ہر وصیت کیواسطے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور باقی فقیرون کیواسطے کہا ہو تو اُسکے آزاد کردہ شدہ کے سو درم فقیرون پر صرف کر دیے جاوینگے اور اگر اُسنے ہر ایک وصیت کیواسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیرون کیواسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے سو درم وارثان موصی کو دیے جاوینگے اور علی ہذا اگر چند وصیتین کین پھر کہا کہ باقی فقیرون پر تقسیم کر دیا جاوے پھر بعض وصیتون سے رجوع کر لیا یا بعضے موصی لہم قبل موت موصی کے مر گئے تو باقی فقیرون کو تقسیم کی جائیگی اگر اُس سے رجوع نکیا ہو یہ محیط مین ہے

آٹھوان باب۔ ذمی[1] و حربی کی وصیت کے بیان مین۔

ذمی کی وصیت اگر از جنس معاملات ہو تو بالاجماع صحیح ہے۔ اور اگر از جنس معاملات نہو تو اسمین چار اقسام ہین اول آنکہ وہ فعل ہمارے اور اُنکے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہے خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے دوم آنکہ ہمارے اور اُنکے دونون کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کیواسطے ہو تو صحیح ہے اور یہ اعتبار کیا جائیگا کہ موصی نے اُن لوگون کو مالک کر دیا ہے پس اسمین کوئی وجہ قربت للہ تعالی کی شرط نہوگی اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے۔ سوم آنکہ ہمارے نزدیک قربت اور اُنکے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور اُنکے واسطے تملیک شمار کیجائیگی پس اسمین موصی کی طرف تقرب شرط نہوگا۔ اور اگر قوم غیر معین کیواسطے ہو تو صحیح ہے چہارم آنکہ ہمارے نزدیک معصیت اور اُنکے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قوم معین کیواسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہے

فرمایا کہ اگر ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنی مملوک لوگ خواہ معین[2] یا غیر معین خریدے جاوین اور میری طرف سے آزاد کیے جاوین یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیرون و مسکینون کو صدقہ مین دیا جاوے یا اُس سے بیت المقدس مین چراغ جلائے جاوین یا اُسمین عمارت بنائی جاوے یا تہائی مال سے ترک و دیلم پر جہاد کیا جاوے اور موصی نصرانی ہے تو وصیت صحیح ہے۔ اور اگر تہائی مال کی گانے والیون یا رونے والیون کیواسطے وصیت کی پس یہ عورتین معین کر دی ہون تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائیگا کہ اُسنے ان عورتون کو تہائی مذکور کا مالک کر دیا ہے اور اگر غیر معین ہون تو باطل ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کو حج کرایا جاوے یا اُس سے مسلمانون کی مسجد بنائی جاوے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اُن لوگون کے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور موصی کے وارث لوگ مختار ہونگے چاہین حج کرادین و مسجد بنادین اور چاہین ایسا نکرین اور اگر قوم غیر معین کیواسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے یا میرا دار بیعہ یا کنیسہ کر دیا جاوے تو صاحبینؒ کے نزدیک وصیت

[1] وہ کافر جو دار الاسلام مین بشرط جزیہ امان لیکر قیام و بود و باش رکھتا ہے ۱۲ [2] یعنی خواہ معین رقبات کے بیان کیے یا غیر معین بیان کیے

مذکور باطل ہے الا جبکہ یہ وصیت قوم معین کیواسطے ہو تو یہ اُنکے حق میں تملیک قرار دیجائیگی اور امام اعظمؒ کے نزدیک
ہر حال میں وصیت صحیح ہے اور یہ حکم اختلافی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اور ہمارے مشائخؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ
کے قول پر یہ حکم گانون میں ہے اور اگر شہر میں الیسی وصیت کی تو اُسکی وصیت نافذ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ حربی مستامن
نے اگر مسلمان و ذمی کے واسطے وصیت کی تو سب صحیح ہے لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا وارث دار الاسلام میں آیا ہو
اور حربی مستامن نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کی حق میں اُسکے وارث کی اجازت کیضرورت ہوگی اور اگر
اُسکا کوئی وارث ہی نہو تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق میں اسیطرح اگر وارث ہو لیکن دار الحرب میں
ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر حربی نے دار الحرب میں وصیت کی پھر دار الحرب کے لوگ مسلمان ہوگئے یا سب ذمی ہوگئے
پھر دونوں نے اس وصیت کی بابت قاضی کے پاس نالش کی پس اگر وہ وصیت بعینہ قائم ہو تو قاضی اُسکو نافذ کریگا اور اگر مسلمان ہونے سے
پہلے وہ تلف ہوگئی تو قاضی اُسکو باطل کردیگا یہ بدائع میں ہے۔ حربی مستامن نے اگر ذمی کیواسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو
باقی اُسکے وارثان اہل الحرب کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دار الاسلام میں مستامن نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر
کیا تو صحیح ہوگا بدون اسکے کہ اُسکے تہائی مال سے اعتبار کیا جاوے اور اگر ذمی نے تہائی سے زائد کی یا بعض وارثوں کے واسطے وصیت
کی تو مثل مسلمان کے صحیح نہیں ہے اور اگر اپنے برخلاف ملت کیواسطے وصیت کی تو مثل ارث کے صحیح ہے اور اگر حربی غیر مستامن کیواسطے
وصیت کی تو نہیں صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ذمی نے حربی مستامن کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر
کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہوکر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہوگیا پھر اُس نے ان وصیتوں میں سے کوئی وصیت کی تو امام اعظمؒ
کے قول پر اُسکی وصیتوں میں سے جو الیسی وصیتیں ہیں کہ مسلمان کیطرف سے صحیح ہوتی ہیں وہ موقوف رہینگی اور جو مسلمان کیطرف
سے صحیح نہیں ہوتی ہیں وہ باطل ہونگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تصرفات مرتد کے الحال نافذ ہوتے ہیں پس جس قوم کیطرف
مرتد ہوگیا ہے جو وصیتیں اُس قوم کی طرف سے صحیح ہوسکتی ہیں ویسی وصیتیں اسکی صحیح ہونگی حتیٰ کہ اگر اُسنے ایسی وصیت کی جو اُس قوم
کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے نزدیک معصیت ہے اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کیواسطے واقع ہوئی تو صاحبینؒ کے
نزدیک صحیح ہوگی اور یہی مرتدہ عورت سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہوکر گئی ہے تو اُس قوم سے صحیح ہوسکتی ہیں وہ اس عورت
مرتدہ کی وصیتیں بھی صحیح ہونگی اور کتاب میں فرمایا کہ سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ الیسی وصیت کی کہ اُن کے نزدیک کار ثواب
ہے اور ہمارے نزدیک معصیت ہے مثلاً کنیسہ یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی یا اسکے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین
کے واسطے واقع ہوئی تو میں اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے کوئی حکم یاد نہیں رکھتا ہوں اور مشائخؒ نے اسمیں اختلاف کیا ہے
بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ اور مبتدع اگر اُسکی تکفیر کا حکم نہو تو حق وصیت میں بمنزلہ مسلمان
کے ہے اسواسطے کہ بظاہر وہ اسلام کا دعوی کرتا ہے اور اگر اُسکی تکفیر کا حکم ہو اور وہ بمنزلہ مرتد کے ہو لیکن اُسکے تصرفات میں امام اعظمؒ
و صاحبینؒ کے درمیان وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کے حق میں معروف ہے یہ کافی میں ہے۔ اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی صحت میں کنیسہ یا بیعہ

؎ یا مسلمان کے بیٹے ۱۲ ؎ اسواسطے کہ کفر ملت واحدہ ہے ۱۲ ؎ اور یہ مسئلہ مفصل پہلے گذر چکا ہے ۱۲ ؎ یہانتک
کہ اُسکا انجام کار معلوم ہو ۱۲ ؎ جیسے رافضی و خارجی وغیرہ ۱۲

بیعہ بنایا پھر مرگیا تو وہ میراث ہوگا یہ ہدایہ مسائل شتی میں ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں کوئی وصیت نکرونگا پھر اُس نے مرض الموت میں چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خریدا جو آزاد ہوگیا تو وہ شخص حانث نہوگا[۱] اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ مرض الموت کا مریض ہے یا وارث کیواسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اُسکے نافذ کرنیکا حکم کیا تو امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونوں باطل ہیں اور اگر باقی وارثوں نے اس طرح اجازت دی کہ میت نے جس چیز کا حکم کیا ہے ہمنے اُسکی اجازت دی تو یہ وصیت کیطرف راجع ہوگی اسواسطے کہ وصیت ہی کا حکم دیا ہے ہبہ کیطرف راجع نہوگی اور اگر وارثوں نے اسطرح اجازت دی کہ ہمنے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونوں کے حق میں اجازت صحیح ہوگی۔ ایک مریض نے کچھ وصیتیں کیں پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا اور برسوں زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتیں باقی رہینگی بشرطیکہ اُسنے ان وصیتوں کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ اگر میں اس مرض سے مر جاؤں تو یا اگر میں اس مرض سے اچھا نہوں تو میں نے یہ وصیت کی یا فارسی میں کہا مرا زین بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازین بیماری بمیرم) اور اگر اُسنے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہو جانیکی صورت میں یہ وصیتیں باطل ہو جائینگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مر جاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں اور غلام کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے اور میری طرف سے حج کیا جاوے پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن لوگوں کو پہلی بیماری میں وصیت پر گواہ کیا تھا انھیں سے یا دوسرے گواہوں سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں اپنی پہلی وصیت پر ہوں تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہے کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہو[۲] جبھی یہ وصیتیں باطل ہوچکی ہیں ولیکن میں اس مسئلہ میں استحسان کو لیتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ یہ سب جائز ہے اور سب وصیتوں کا حصہ تہائی مال میں سے لگایا جائیگا اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت میں ہے کہ مریض نے کہا کہ میں نے عبداللہ کیواسطے سو درم کی وصیت کی اور مساکین کیواسطے سو درم کی وصیت کی پھر کہا کہ میں اگر اس مرض سے مر جاؤں تو میرے غلام آزاد ہیں پھر اچھا ہوگیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ وصیتیں کیں اور اُسکا وصیت نامہ لکھدیا پھر اسکے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتیں کیں اور وصیت نامہ لکھدیا لیکن اگر وصیت نامہ ثانی میں یہ تحریر نکیا کہ میں نے وصیت اول سے رجوع کیا ہے تو دونوں وصیتوں کی تعمیل کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اُسکو وسوسہ نے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہوگیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اسکے بعد مرگیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے۔ ایک مریض بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہیں ہے لیکن اُسکی عقل موجود ہے پس اُس نے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُسکی وصیت جائز ہے اور ہمارے اصحاب نے اس وصیت کو جائز نہیں رکھا ہے اور ناطفی نے فرمایا کہ کیسانیات میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہوگیا پس اُسنے اشارہ سے وصیت کی یا لکھدیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ دراز گذر گیا تو اُسکا حکم مثل گونگے کے ہے۔ اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ یہ ہزار درم زید

[۱] یعنی باپ کے مالک ہوتے ہی آزاد ہوگیا بدینوجہ کہ جو ذی رحم محرم کا مالک ہوتا ہے وہ اُسکی طرف سے آزاد ہو جاتا ہے ۱۲ منہ [۲] یعنی خلاف عقل کے اوہام فاسدہ اُسکے دماغ پر غالب ہوگئے ۱۲ [۳] قال المترجم زمانہ دراز سے ایکسال مراد ہے کذا صحح بعضہم ۱۲ منہ [۵] یعنے وصیت جائز ہے ۱۲

کے واسطے ہیں اگر میں مر جاؤں تو تو اُسکو دیدینا پھر مر گیا تو مامور زید کو موافق حکم میت کے دیدیگا۔ اور اگر یہ نہ کہا کہ یہ واسطے فلان کے ہیں بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دیدینا پھر مر گیا تو مامور یہ درم زید کو نہ دیگا۔ شیخ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیے اور کہا کہ انکو زید کو دیدینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مر گیا حالانکہ میت پر قرضے ہیں تو فرمایا کہ اگر اُسنے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دیدینا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو مامور ان دراہم کو قرضخواہان میت کو دیدے گا اور شیخ نصیر رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دیدینا اور یہ نکہا کہ یہ اُسکے واسطے ہیں اور یہ بھی نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے وصیت ہیں تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ نہ اقرار ہے اور نہ وصیت ہے۔ ایک شخص نے وصیتیں کیں اور اُسکے پیچھے لوگوں نے اُسکی وصیتوں کو زیوف وردی درموں سے نافذ کیا تو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہوا اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے ایسے درموں پر راضی ہو گئے تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کیواسطے کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے۔ ایک شخص نے وصایاے نقد کی وصیت کی حالانکہ نقود مختلف رائج ہیں تو خرید و فروخت میں جو نقد سب سے زیادہ رائج ہو اُسی سے اُسکی وصیتیں نافذ کیجاوینگی ایک مریض نے ہزار درم شکستہ کی وصیت کی حالانکہ اُسکے دراہم ثابت ہیں تو اُسکے ثابت (شکستہ نہیں ہیں ۱۲) درموں سے کوئی چیز خرید کر پھر یہ چیز شکستہ درموں سے فروخت کرکے اُسکی وصیت نافذ کیجاویگی۔ ایک مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیت کیوں نہیں کرتا ہے اُسنے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال نکالا جاوے پس ہزار درم مسکینوں کو صدقہ دیے جاویں اور اس سے زیادہ کچھ نکہا یہانتک کہ مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال دو ہزار درم ہے تو شیخ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کیے جاوینگے اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جاوے اور کچھ زیادہ نکہا تو اُسکا پورا تہائی مال فقیروں کو صدقہ دیا جائیگا اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ایک مریض نے کہا کہ میں نے فلان کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہے تو حسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت میں دیجاویگی چاہے جسقدر ہو اسیطرح اگر کہا کہ میں نے اس دار میں سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا حصہ نصف ہے تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال جو نصف دار ہے دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسواں حصہ مال ہے تو موصی لہ کو فقط ہزار درم ملینگے خواہ دسواں حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے وصیت کی اور وہ ہزار درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسمیں دو ہزار درم ہیں تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی میں ہے سب ملیگا بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے زائد نہو اسی طرح اگر تھیلی میں بجاے درم کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملیگی اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ پورا وہ مال ہے جو اس تھیلی میں ہے تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اُس مال کی جو اس تھیلی میں ہے ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہے یا تھیلی میں تین ہزار درم ہیں تو زید کو فقط ہزار درم ملیں گے اور اگر تھیلی میں ہزار درم ہوں تو زید کو ملیں گے اور اگر تھیلی میں فقط پانسو درم ہوں تو اُسکو پانسو درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر تھیلی میں دینار یا جواہر وغیرہ ہوں تو زید کو کچھ نہ ملیگا۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا

کہ بنا بر قیاس امام اعظم رحمہ کے چاہیے کہ موصی لہ کو تہائی سے بقدر ہزار درم کے دیے جاوین یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور اگر کہا کہ مین نے تمام اُس چیز کی جو اس جبیت مین ہے وصیت کی وہ ایک کر گیہون ہین پھر معلوم ہوا کہ تھیلی کی کر گیہون ہین یا گیہون و جو ہین تو سب موصی لہ کو ملینگے بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے اس تھیلی مین سے ہزار درم کی وصیت کی اور اس دوسری تھیلی مین سے زید کیواسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تھیلیون میں سے اسکو ملینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کیے جاوین پھر وارثون نے اُسکی طرف سے گیہون صدقہ کیے یا اسکے برعکس واقع ہوا تو ابن مقاتل عہ نے فرمایا کہ یہ جائز ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے یون وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہون دیکر صدقہ کیے جاوین لیکن یہ لفظ سوال مین سے ساقط ہو گیا ہے پھر ابن مقاتل سے دریافت کیا گیا کہ اگر گیہون موجود نہون الا وارثون نے گیہون کی قیمت دیدی تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ بھی جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے درمون کی وصیت کی ہو مگر لوگون نے گیہون دیے تو نہین جائز ہے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ یہ جائز ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین اور اگر اُسنے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کرکے اُسکا ثمن مساکین کو صدقہ کیا جاوے تو وارثون کو روا ہے کہ نفس غلام صدقہ مین دیدین اور اگر وصی سے کہا کہ دس کپڑے خرید کر انکو صدقہ کرنا پھر وصی نے دس کپڑے خرید ے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑون کو فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کر دے اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر معین ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کر دی پھر وصی نے بچا لیے ان درمون کے مال میت سے صدقہ کر دیا تو جائز ہے اور اگر درا ہم وصیت قبل اسکے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُنکے وارثون کیواسطے تاوان دیگا اور نیز امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنیکی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیون کو صدقہ مین دیا جاوے تو کیا سواے محتاج حاجیون کے دوسرے فقیرون کو دینا روا ہے یا نہین ہے تو امام ابو نصر رح نے فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جاوے تو فرمایا کہ سواے فقراء مکہ کے غیرون کو بھی صدقہ دینا جائز ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جاوے پھر ایک شخص نے وصی سے مال غصب کرکے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی غاصب کو صدقہ دیا ہوا قرار دے حالانکہ غاصب تنگدست ہے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہے ایک شخص نے مال حرام پایا اور مرتے وقت وصیت کی کہ یہ مال اسکے مالک کیطرف سے صدقہ کر دیا جاوے تو فرمایا کہ اگر اُسکا مالک معلوم ہو تو یہ مال اُسکو واپس دیا جاوے اور اگر معلوم نہو تو صدقہ کیا جاوے اور اگر وارثون نے اس اقرار مین اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ تہائی سے بقدر ایک تہائی کے صدقہ کیا جاوے ایک عورت نے اپنی وصیت مین کہا کہ (خویشان مرا یادگار ہست از مال من) یعنے میرے مال مین میرے اقربا کیواسطے بھی یادگار ہے تو فرمایا کہ مال مین سے اُسکے رشتہ دار نسبی کو دیا جاوے جو اُسکا وارث نہین ہے اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے مین اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اس وصیت کا خطاب کیا ہے پس عورت مذکورہ کے مال سے جسقدر چاہے دیدے اور ادنی مقدار وہ کہلاویگی جسپر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ فتاوی

قاضی خان میں ہی اور اگر اپنے افضل غلامان یا خیر غلامان کی مساکین کیواسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ فروخت کر کے اسکا
ثمن مسکینوں میں خرچ کیا جاوے تو غلاموں میں جو از راہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنے غلاموں میں سے
بہتر یا افضل کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو دین کی راہ سے جو غلام سب سے افضل ہو اسکو دیا جائیگا یہ محیط میں ہی ایک
شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ اسکا وطن دوسرے شہر میں ہی اور فی الحال وہ ایک
غیر وطن میں موجود ہی تو فرمایا کہ اگر اسکے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس شہر کے فقیروں کو دیا جائے گا اور جو اسکے وطن میں ہو
وہ اسکے وطن کے مسکینوں کو دیا جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جاوے تو افضل یہی ہی کہ انھیں
فقیروں کو دیا جاوے اور اگر غیروں کو دیا گیا تو بھی جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہی اور امام محمدؒ
نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیروں کو دینا روا نہیں ہی اور اگر وصیت کی کہ دس روز میں یہ صدقہ کیا جاوے پس
وصی نے ایک ہی روز میں صدقہ کر دیا تو نوازل میں لکھا ہی کہ جائز ہی اور نیز نوازل میں لکھا ہی کہ اگر وصیت کی کہ یہ فقیر کو
ایک درم دیا جاوے پس وصی نے اسکو نصف درم دیا اور پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول نصف کو خرچ کر چکا ہی تو مجھے امید ہی
کہ وصی ضامن نہو گا یہ خلاصہ میں ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے دس مسکین کھلائے جاویں
پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو وصی ضامن نہو گا اور دوسرے دس مسکینوں کو
صبح و شام کھانا کھلاوے اور اگر کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا جاوے اور کفارہ کا نام
نہ لیا پس وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو دوسرے دس مسکینوں کو شام کا کھانا کھلاوے
اور بعض نے دوسری صورت میں فرمایا ہی کہ استحساناً وصی ضامن نہو گا اور سوائے اُن کے دوسرے دس مسکینوں کو
صبح و شام کھانا کھلاوے اور اسی پر فتوی ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد دس
من گیہوں فقیروں کو صدقہ دیے جاویں پس وصی نے موصی کی حیات میں دس من بانٹ دیے تو شیخ ابو نصر نے
فرمایا کہ جس قدر اُسنے موصی کی حیات میں بانٹے ہیں اُنکا ضامن ہو گا اور فرمایا کہ موصی کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے
تاکہ ضمان سے بری ہو جاوے اور اگر بعد وفات موصی کے اُسنے بغیر حکم حاکم تقسیم کیے تو ضمان سے بری نہو گا پس شیخ موصوف سے
دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے بعد وفات موصی کے بحکم وارثان تقسیم کیے تو فرمایا کہ اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثوں
کا حکم ناجائز ہی اور اگر نابالغ نہو تو اُنکا حکم جائز ہو گا اور جب اُس نے تقسیم کیے تو ضمان سے خارج ہو جائیگا اور شیخ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ
بالغوں کا حکم و اجازت بقدر اُنکے حصہ کے صحیح ہی اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہیں ہی یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ ایک شخص نے
اپنے مرض میں وصیت کی کہ میں نے رمضان میں روزہ رکھکر دن میں اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ فقیہوں سے دریافت
کرنا جو کچھ مجھپر واجب ہو اسکو ادا کرنا پس اگر مملوک کی قیمت اُسکی باقی وصیتوں کے ساتھ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو
تو اُسکی طرف سے ایک مملوک آزاد کیا جائیگا اور نیز اُسکی طرف سے نصف صاع گیہوں کھانے میں دیے جاوینگے اور اگر
مملوک کی قیمت اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو اور وارثوں نے زیادہ میں سے اجازت نہ دی تو اُسکی طرف سے ۶۹

(۱) حسن بن منصور قاضی خان ۱۲

ساٹھ مسکین کھلائے جاوینگے ہر ایک کے واسطے دو مد گیہون ہونگے اور دو مد ایک مسکین کے واسطے ہونگے بشرطیکہ یہ اُسکے تہائی مال سے بر آمد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر وصیت کی کہ گیہون و روٹی خرید کر مسکینون کو صدقہ دیجاے تو جو لوگ گیہون و روٹی لاد کر لاوینگے اِن حمالون کی اُجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ رحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر میت نے اسکی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھوا کر لائی جاوے تو موصی کو چاہیے کہ جو شخص بلا مزدوری اُٹھا لاوے اسکو مدد لیکر اُٹھوا لے اور بطور صدقہ کے اُسکو مسکین سے دیدے اور اگر میت نے مساجد تک اٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُسکی مزدوری مال میت سے ہوگی۔ ایک شخص کو وصیت کی یعنے وصی مقرر کیا کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دے پس اگر اُس نے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہین جائز ہے اگر اپنے بالغ بیٹے کو یا نابالغ کو جو قبضہ کو سمجھتا ہے دیدیا تو جائز ہے اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہین جائز ہے اور فتاوے مین لکھا ہے کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ میرے مال سے اسقدر مال فقیرون کو دیا جاوے تو شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہے تو اُسکا لینا حلال نہین ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُسکے مال مین مخلوط[1] ہے تو لینا جائز ہے اور اگر معلوم نہو تو جائز ہے یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ غیر کا مال ہے فقیہہ رحمہ نے فرمایا کہ اگر مخلوط ہو تو امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک وہ مال اپنے مالک کی ملک باقی ہے تو اُسکا لینا جائز نہوگا اور سوا ے مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہین ہے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک خلط کرنے سے غاصب اُسکا مالک ہوگیا پس اسکا لینا جائز ہے بشرطیکہ مال میت مین اسقدر ہو کہ جس سے اُسکے خصوم راضی ہو سکتے ہین۔ اور جامع مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی کہ اُسمین سے ہر سال آٹھ درم صدقہ کیے جاوین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درم صدقہ کرنے کی وصیت کی کہ تو اُسکی پوری تہائی کو سال اول مین صدقہ کر دیگا اور اُسکو کئی سالون پر متفرق نکرے گا۔ ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل کو عفو کیا جاوے حالانکہ قتل عمد ہے تو بقیاس اول امام اعظم رحمہ کے باطل ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین زید ہی کے واسطے چھٹے حصے کی وصیت کی اور ایک وصیت کے دو گواہ کر لیے یا نہین کیے تو بالاجماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملیگا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت مین سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت مین زیادہ مین کم داخل ہو جائیگی اور موصی لہ کو زیادہ دیجائیگی اور باقی کا حکم ساقط ہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیرون کیواسطے وصیت کی پس وصی نے توانگرون کو دیا حالانکہ وہ نہین جانتا تھا کہ یہ لوگ توانگر ہین تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ کافی نہوگا اور فقیرون کیواسطے بالاتفاق وصی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے زید کیواسطے تہائی مال دین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور عین سو درم ہے تو سو درم مال عین کی تہائی دونون نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ مین سے پچاس درم حاصل ہوے تو وہ مال عین مین ملائے جاوینگے اور اس سب کی تہائی دونون مین پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگی اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ مین سے کچھ حاصل نہ ہوا

[1] خلط ملط جس کو ہمارے عرف مین گڈ بڈ اور رلا ملا بولتے ہین ١٢

تو تہائی مال عین کو دونوں نصفا نصف تقسیم کر لیں گے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو یہ مال عین میں ملائے جاوینگے پس صاحبینؒ کے نزدیک اسکے تہائی یعنی پچاس درم دونوں میں تین حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہوں گے کہ انمیں سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملینگے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی پچاس درم دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس سو درم عین ہوں اور سو درم کسی اجنبی پر دین ہوں پس اُسنے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور فتاوی فضلی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہے یہ وصیت کی کہ وہ کار ہائے خیر میں صرف کیا جاوے تو وصیت قرضہ مذکور سے متعلق ہوگی پھر اگر اسکے بعد کسی قدر قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دیا تو اسیقدر سے وصیت بھی باطل ہو جائیگی گویا اُسنے وصیت سے اسقدر میں رجوع کر لیا اور ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ گیہوں میں بیج داخل ہیں اور فرمایا کہ وصیت نفقہ میں درم و دینار داخل ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے فتاوائے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو وصیت میں ٹوپی و موزہ و لحاف و اوپر کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہونگے اور سیر میں لکھا ہے کہ متاع کا لفظ عرف و عادت میں اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہے پس علی ہذا متاع کی وصیت میں جامہائے پوشیدنی و بچھونے و قمیص و فرش و پردہ سب داخل ہونگے اور آیا ظروف بھی داخل ہونگے یا نہیں سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور امام محمدؒ نے سیر میں اشارہ کیا ہے کہ داخل ہونگے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے مع سلاح کی وصیت کی تو امام ابو یوسفؒ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے ساز پر ہوگی یا موصی کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موصی کے ہتھیاروں پر ہوگی اور ابوالقاسمؒ نے اپنے فتاوے میں فرمایا کہ اونکے سلاح میں ڈھال، تلوار، نیزہ و کمان ہے۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سونے یا چاندی کی وصیت کی اور موصی کی ایک تلوار سونے یا چاندی سے محلے ہے تو حلیہ موصی لہ کا ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش[1] نہو تو تلوار سے الگ کر کے دیا جائیگا۔ اور اگر اسکے الگ کرنے میں ضرر فاحش ہو تو تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائیگا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موصی لہ کو حلیہ کی قیمت دوسری جنس[2] سے دیدیں پس تلوار مع حلیہ انکی ہو جاویگی۔ اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موصی لہ کو اختیار ہوگا چاہے تلوار کی قیمت دیکر لے پس تلوار بھی اسی کی ہو جاویگی اور چاہے چھوڑ دے اور اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا اور اگر ایک شخص کیواسطے قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ یا قبا ہے جسمیں قز بھرا ہوا ہے تو موصی لہ کو کچھ نہ ملیگا اور اگر ایک شخص کیواسطے جامہ قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہے جسکا استر قز ہے اور ابرہ دوسرا کپڑا ہے تو استر موصی لہ کا ہوگا اور یہ دوسرا وارثوں کا ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ ہے جسکا ابرہ حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو پورا جبہ وصیت میں داخل ہوگا اور اگر ابرہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر استر حریر ہو تو اسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جسپر زیور کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ سب وصیت میں داخل ہونگی خواہ زمرد و یاقوت سے جڑاؤ ہوں یا نہوں اور یہ سب موصی لہ کو ملیں گے۔ اور اگر کسی کیواسطے سونے کی وصیت

[1] یعنی ایسا ضرر جو کھلا ہوا ہو کہ اسکو عام طور پر لوگ سمجھ سکتے ہوں ۱۲ [2] یعنی اگر حلیہ چاندی ہے تو سونے سے قیمت دیں یا برعکس ۱۲ منہ

کی اور موصی کا ایک کپڑا دیباج[۱] کا ہے جسمین تار سونے کے ہین پس اگر تار سونے کا ہے مثل سوت کے تو انکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس مین سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موصی لہ کا ہوگا اور اسکے سواے وارثون کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائیگا اور ثمن اس سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر سونے کے حصہ مین پڑے وہ موصی لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو وصیت مین چاندی کی انگوٹھی داخل ہوجائیگی پس اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو عورتین پہنتی ہین مرد نہین پہنتے ہین تو وہ وصیت مین داخل ہونگی اور اگر ایسی انگوٹھیان ہون جن کو مرد پہنتے ہین عورتین نہین پہنتی ہین تو وہ داخل نہوگی اور اگر زیور کی وصیت مین موتی و زمرد و یاقوت داخل ہونگے یا نہین پس اگر یہ جواہرات سونے یا چاندی مین جڑاؤ ہون تو بالاتفاق داخل ہوجاوینگے اور اگر جڑاؤ نہون تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک داخل نہون گے اسواسطے کہ یہ زیور نہین ہین اور صاحبین کے نزدیک زیور ہین پس داخل ہونگے یہ محیط مین ہے

نوان باب۔ وصی اور اسکے اختیارات کے بیان مین۔ کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وصیت قبول کرے یعنی وصی ہونا قبول نکرے کیونکہ امام ابو یوسفؒ سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی ہے اور دوسری مرتبہ خیانت[۳] ہے اور تیسری مرتبہ چوری ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہین ایک یہ کہ جس بات کی اسکو وصیت کی گئی ہے اسکے انجام دینے پر قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہیگا اور قاضی اسکو معزول نہین کرسکتا ہے دوم یہ کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اسکے ساتھ اسکا مددگار مقرر کر دیگا۔ سوم فاسق یا کافر یا غلام ہے پس اسکا معزول کرنا و بجاے اسکے دوسرا مقرر کرنا واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو روبرو وصی مقرر کیا اسنے جواب دیا کہ مین وصیت نہین قبول کرتا ہون تو اسکا رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہوگا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ مجھے تجھ سے یہ امید نہ تھی کہ تو میری وصیت قبول نکریگا پس موصی الیہ[۲] نے کہا کہ مین نے قبول کر لی تو جائز ہے اور اگر موصی کی زندگی مین اسنے سکوت کیا موصی مر گیا تو اسکو اختیار رہیگا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہے پھر موصی کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہونچی پس اسنے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون پھر کہا کہ مین نے قبول کر لی تو یہ جائز ہے تاوقتیکہ اسکے قبول کرنیسے پہلے سلطان نے اسکو خارج نہ کیا ہو یہ سراج الوہاج مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اسنے موصی کی زندگی مین وصی ہونا قبول کر لیا تو یہ لازم ہو جائیگا حتی کہ اگر اسنے موصی کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر اسنے موصی کی زندگی مین اسکو رد کر دیا پس اگر اس طرح رد کیا کہ موصی کو معلوم ہوگیا تو رد کرنا صحیح ہے اور اگر اسطرح رد کیا کہ اسکو معلوم نہوا تو رد کرنا صحیح نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ زید کو ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونیسے نکلجاوے تو یہ جائز ہے اور زید کو اختیار ہوگا کہ جس وقت چاہے وصی ہونیسے الگ ہوجاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص کو وصیت کی اس نے کہا کہ مین قبول نہین کرتا ہون پھر موصی خاموش رہا یہانتک کہ مر گیا پھر موصی الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہین ہے۔ اور اگر وصی نے اسکے منہ پر نہ کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی مین اسکے پیٹھ پیچھے اسکی موت کے

۱؎ ایک قسم کا ریشمی کپڑا بیش قیمت ہوتا ہے ۱۲ ۲؎ وہ شخص جس کی جانب موصی نے وصیت پیش کی تھی ۱۲

۳؎ دوسری بار قبول کرے تو خائن ہے ۱۲

بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ جائز ہی اور وہ وصی ہو جائیگا خواہ یہ قاضی کے سامنے کہا یا قاضی کے سامنے نہوا اور اگر اُسکے اس کہنے کے وقت کہ مین قبول نہین کرتا ہون قاضی نے اُسکو خارج کر دیا ہو پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون اور اس پیغام کیواسطے ایک ایلچی بھیجدیا یا خط بھیجدیا جسنے کہ موصی کو اسکی خبر پہنچ گئی پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قول صحیح نہوگا اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہو گیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیا تو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اُسکا نکال دینا صحیح ہی - اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنی بغیر اسکی آگاہی کے وصایت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکا رد کرنا باطل ہی اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُسکے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور وصی ہونا اُسکو لازم ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی ایک شخص نے زید و عمرو دونون کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہی - اسی طرح اگر سکوت کرنے والا قبول کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُسکے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کرخی نے فرمایا کہ اگر وصی نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہین ہی الا حاکم کے نزدیک جاکر اُسکے حکم سے خارج ہو سکتا ہی اور مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ جب وصی نے التزام کر لیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہوکر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُسکے حال کو دیکھیگا اگر وہ امین و انجام وہی کار پر قادر ہو تو خارج نکریگا اور اگر حاکم کو اُسکا عجز[۱] و کفالت اشغال کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کریگا یہ سراج الوہاج مین ہی فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو اسمین تین صورتین ہین اول آنکہ سب وارث بالغ ہون دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونون ہون سوم آنکہ سب نابالغ ہون پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہی ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر و اصل مین ذکر کیا ہی اور باطل کہنے سے یہ مراد ہی کہ عنقریب وہ باطل کر دیجائیگی حتے کہ اگر باطل کیے جانے سے پہلے اُسنے ترکہ مین مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُسکا تصرف نافذ ہوگا اور اُسکا عہدہ وارثون کے ذمہ ہوگا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہی اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت جائز ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ باطل ہی اور باطل سے وہی مراد ہی جو ہمنے بیان کر دی ہی اور امام محمد رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہی بعض روایات مین وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ مذکور ہین اور بعض مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ مذکور ہین یہ محیط مین ہے - اور اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ ہون پس اگر مکاتب مذکور بمال کتابت ادا کرکے آزاد ہو گیا تو برابر وصی رہیگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو غلام کا مذکور ہوا ہے اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا

[۱] مجبور و لاچار ہونا ۱۲

جو سعایت[1] کرتا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ
کے نزدیک بھی جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جس کی طرف سے موصی کے
مال تباہ کرنے کا خوف ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ وصیت باطل ہے یعنے قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور حسن
نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکو خارج کر کے بجائے اُس کے
دوسرا وصی مقرر کر دے درحالیکہ فاسق ایسا شخص ہو جو وصی ہونے کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا
اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اُسکا ترکہ اس طرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہیں قبل اسکے کہ قاضی اُسکو
وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اُس نے کیا ہے سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اُسکو خارج نہ کیا یہاں تک کہ اُس نے فسق
سے توبہ کر لی اور صالح ہو گیا تو قاضی اُسکو بحال خود وصی چھوڑ دیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاضی کو معلوم
نہوا کہ میت کا کوئی وصی ہے پس اس نے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام میں مداخلت کی تو اُسکو اختیار
ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اُسکو وصیت سے خارج کرنا شمار نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا
معلوم نہ ہوا اس نے موصی کی غیبت میں دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط
سرخسی میں ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن[2] یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہے یعنی قاضی اُسکے وصی ہونے کو باطل کر دیگا
اسواسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو باطل کریگا تو یہ بدرجہ اولے باطل کرنیکے لائق ہے۔ اور اگر ذمی نے
حربی کو وصی مقرر کیا تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ میں ویسی ہی ہے جیسے مسلمان کی
ذمی کیطرف اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہے اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہے اور اگر حربی ایسا شخص ہو
جسکی طرف سے مال تلف کر ڈالنے کا خوف ہے تو قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دے گا اور بجائے اُسکے دوسرا شخص عادل مقرر
کرے گا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج نہ کرے گا اور اگر
حربی دار الاسلام میں امان لیکر آیا اور اُس نے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور وہ خارج نہ کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اپنے حال پر وصی رہیگا اسیطرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان
ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہو گیا اور اُسکا جنون مطبق ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکی جگہ دوسرا شخص
وصی مقرر کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نہ کیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا تو بحال خود وصی رہے گا اور اگر طفل یا معتوہ کو یا
ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہے وصی مقرر کیا تو جائز نہیں ہے خواہ مجنون مذکور کو اسکے بعد افاقہ ہو جاوے یا نہو۔ اور اگر مرتد نے
اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہو گیا تو ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اسکی بیع
جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایسے شخص کو
جو تہمت لگانے میں شرعی حد مارا گیا ہے وصی کیا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو خارج کر دیگا اور بجائے

[1] یعنی سعایت کرتا ہے تاکہ کمائی کر کے آزاد ہو جاوے یعنے جسپر سعایت لازم ہے درحالیکہ وہ آزاد ہے علی اختلاف نے ذلک فافہم ۱۲ منہ

[2] وہ کافر حربی جو دار الحرب سے دار الاسلام میں امان لیکر ایک مدت معینہ کے واسطے داخل ہو ۱۲

اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا ایسا ہی خصافؒ نے ذکر فرمایا ہے اور آیا طفل کے تصرفات قبل اسکے خارج کیے جانے کے مثل غلام و ذمی کے تصرفات کے نافذ ہونگے یا نہیں سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نافذ ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں نافذ ہونگے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر طفل و غلام و ذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے خارج نہ کیا ہو کہ طفل بالغ ہوگیا و غلام آزاد کیا گیا و ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی و غلام وصی باقی رہینگے اور پھر قاضی اُن کو وصی ہونے سے خارج نہ کریگا اور رہا طفل تو اُس کے حق میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصی نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول مثل قول ابو یوسف رح کے ہے اور نوادر ابراہیم میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مرجاوے تو تیرے بعد عمرو وصی ہوگا پس زید کو جنون مطبق ہوگیا تو قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا یہانتک کہ مجنون مذکور مرجاوے پھر عمرو وصی ہوجائیگا۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا مگر حکم میت جائز ہے لہذا جب وہ طفل بالغ ہوجائیگا تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کرے اور بدون اخراج قاضی کے وہ خارج نہو جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہاے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہے تو قاضی اُسکے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کردیگا اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جاکر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نہ کریگا جبتک کہ تحقیق کرکے اس حال کو معلوم نہ کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ بالکل عاجز ہے تو اُسکو موقوف کرکے دوسرا وصی مقرر کردیگا اور اگر وہ شخص کارہاے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہو اور امین ہو تو قاضی کو اُسکے موقوف کرنے کا اختیار نہیں ہے اسیطرح اگر وارثوں نے یا بعض وارثوں نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اُسکا موقوف کرنا نہ چاہیے یہانتک کہ قاضی کو اُسکی کوئی خیانت ثابت ہوجاوے پھر اگر اُسکی کوئی خیانت ثابت ہو تو اُسکو معزول کردے یہ کافی میں ہے قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہوا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی اُسکو موقوف نہ کریگا بلکہ اُسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کردیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ معزول کردیگا اور یہی ظاہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے فتاوی فضلی میں ہے کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کیواسطے وصی مقرر ہے کارہاے ترکہ میت یا امورات وقف کے انجام دینے سے عاجز ہوا پس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا اب میں اُسکی انجام دہی پر قادر ہوگیا ہوں پس آیا قاضی اُسکو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہونچا دیگا فرمایا کہ وہ اپنی حالت پر بدستور وصی ہے اُسکو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں میں سے ایک وصی تنہا تصرف نہیں کرسکتا ہے اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہوگا لیکن چند چیزوں میں تنہا ایک کا تصرف نافذ ہوگا از انجملہ تجہیز و تکفین میت و اداے قرضہ میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا جبکہ وصیت معین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور سامانہاے مخصوصہ ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ دوسرے سے

وصول کرنا یا میت کی ودیعت کسی سے وصول کرنا ہمین تنہا ایک وصی قبضہ نہین کرسکتا ہو اسواسطے کہ یہ از باب امانت ہو اور میت کے حقوق جو لوگون پاس یا اُنپر ہین اُنکی نالش تنہا ایک وصی کرسکتا ہو اور تنہا ایک وصی کو اختیار ہو کہ صغیر کیطرف سے اُسکا ہبہ قبول کرے یا کیلی وزنی چیز تقسیم کرے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دیدے اور نیز ایسی چیز کہ جس کے تباہ و تلف ہوجانے کا خوف ہو وہ ذخیرہ نہین رکھی جاتی ہو تنہا فروخت کرسکتا ہو جیسے ساگ پات وغیرہ۔ اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کردیا جائے اور کسی فقیر کو معین نہ کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا ایک وصی اسکو نہین کرسکتا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کرسکتا ہو اور اگر کسی فقیر کو معین کردیا ہو تو بالاتفاق تنہا اسکو ایک وصی نافذ کرسکتا ہو اور اگر مساکین کیواسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو معین نہ کیا تو بھی ایسا ہی خلاف ہو کہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا نہین دیسکتا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تنہا دیسکتا ہو اور اگر مسکین کو معین کردیا تو بالاتفاق تنہا دیسکتا ہو۔ یہ سب حکم اُس صورت مین ہو کہ ایک ہی کلام مین ایک ساتھ دونون کو وصی مقرر کیا ہو اور یہ اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہو اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک بہر حال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہین ہو اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونون مین سے پورا وصی ہو تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شے کا وصی مقرر کیا مثلاً اُسکو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگون پر آتا ہو وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھپر قرضہ ہو اُسکے ادا کرنے کا تو وصی ہو اور تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کے کامون کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ مین نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اُسکے سوائے اُسکو کچھ وصیت نہین کی اور فلان دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام انواع کیواسطے وہ وصی ہوجائے گا گویا اُسنے دونون کو وصی مقرر کردیا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک جسکو جس امر کی وصیت کی ہو اُسی کے کام کیواسطے وہ وصی ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمرو کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگادی کہ جس کام کے واسطے ایک وصی ہو اُسمین دوسرے کو کچھ اختیار نہین ہو۔ تو بالاتفاق اُسکی شرط کے موافق حکم ہوگا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ مین اختلاف مذکور جاری ہوگا اور فتوی امام ابو حنیفہ رح کے قول پر ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی[1] مقرر کیا پھر ایک مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے زندہ کو اُسکے مال مین تصرف کا اختیار نہوگا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائیگا پس اگر قاضی کی رائے مین آیا کہ اسکو تنہا وصی کرکے تمام اختیار دیدے تو ایسا کریگا اور اگر بجائے میت کے اسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہوا تو ایسا کریگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جس طرح اُسکی زندگی مین دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اُسی طرح اُسکے مرجانیکے

[1] یعنے بجائے اپنے پس از مرگ کارپرداز مقرر کیا ۱۲

بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہیگا اور یہاں تین مسئلہ ہیں ایک تو یہی ہے اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا پھر مرگیا پھر دونوں میں سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نہ کی یا موصی کی موت سے پہلے ایک وصی مرگیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہوگا سوم آنکہ دو شخصوں کو وصی مقرر کیا پھران میں سے ایک فاسق ہوگیا تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو تمام مختار کردے اور چاہے فاسق کے بجاے دوسرا عادل مقرر کرکے اُسکے ساتھ کردے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا ہے اُسکو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر میں مرگیا تو فرمایا کہ استحسانًا وہ لوگ اُسکی متاع و کپڑوں کو فروخت کردیں اور اُس کے رفیقوں کو فروخت نہ کریں اور ان رفیقوں کے نفقہ میں مال میت خرچ نہ کریں لیکن اگر رفیقوں کے پاس اُنکے مورث کا اناج ہو یا وہ مورث کے دراہم لیتا ہو تو رفیق خود ہی کھادے یہ نہو کہ یہ لوگ اُسکو دیدیں اسی طرح اگر دراہم ہوں تو رفیق خود ہی لے کر کھاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور لوگوں پر اُسکے قرضے ہیں اور اُسپر لوگوں کے بھی قرضہ ہیں اور اُسنے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اور فلان غائب کو وصی مقرر کیا ہے تو قاضی اسکی گواہی قبول کرے گا اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے ہیں اور اُسکا حق متصل بحق غائب ہے پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہوسکتا ہے پس دونوں وصی ہوجاوینگے پھر امام اعظم رح و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جبتک غائب حاضر نہو تب تک سواے اُن تصرفات کے جنکو تنہا ایک وصی کرسکتا ہے باقی تصرفات میں اسکو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا۔ پھر اگر اُسکے بعد غائب حاضر ہوا اور اُسنے حاضر کی تصدیق کی اور دعوی کیا کہ میت نے ہم دونوں کو وصی مقرر کیا تھا تو اُنکو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہوگی اور دونوں وصی ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ہے جبتک دوبارہ گواہ پیش نہ کرے تب تک وصی نہوگا۔ اور اگر غائب نے حاضر ہوکر اپنے وصی مقرر کیے جانیسے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہے کہ اول کو تنہا وصی کردے یا اُسکے ساتھ دوسرا مقرر کردے ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا تو دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہے کہ مال یتیم میں سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونوں دو یتیموں کے وصی ہوں تو بھی اختیار نہیں ہے کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خریدے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آکر میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا پس دونوں وصیوں نے بلا حجت اس کا قرضہ ادا کردیا پھر دونوں نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی انکی گواہی کو قبول نہ کریگا اور جو کچھ دونوں نے زید کو دیا ہے قرضخواہان میت کے لیے دونوں اُسکے ضامن ہونگے اور اگر پہلے دونوں نے زید کیواسطے اُسکے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونوں کو قرضہ ادا کرنے کے واسطے حکم دیا تو پھر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر دو وارثوں نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اسکے کہ دونوں وارث اُسکے ترکہ سے قرضہ ادا کریں دونوں کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دیکر پھر گواہی دی تو مقبول نہوگی میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہوں کے گواہی دینے کے ادا کیا ہے تو جائز ہے اور کوئی اس سے تاوان نہیں لیسکتا

ہے اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کیطرف سے اسکو دیدیا تو قرضخواہان میت کیواسطے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی بعض کا قرضہ دیدیا تو ضامن نہوگا اور دوسرا قرضخواہ اول کے مقبوضہ میں شریک کیا جائے گا۔ ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مرگیا اور اُسنے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کردی تو یہ جائز ہے اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اسواسطے کہ اگر تنہا ایک باجازت دوسرے کے اُسکی زندگی میں تصرف کرتا تو جائز تھا اسی طرح بعد موت کے بھی اُسی کی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نہیں جائز ہے مگر اول ہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ وصی کو اپنی موت کیوقت اختیار ہے کہ دوسرے کو بجائے خویش وصی مقرر کرے اگرچہ موصی نے اُسکو اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مرگیا اور اُسکے پاس ایک شخص کی ودیعتیں ہیں پھر میت کے گھر میں سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت وارثوں کے ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور یہ مال اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر میت پر قرضہ ہو اور دونوں وصی میں سے ایک نے اُسکے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثوں کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہاں سے تلف ہو جانے کا خوف ہو اور وارث نے اُسکو قبضہ میں کر لیا تو تلف ہو جانے سے استحساناً ضامن نہوگا۔ اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اسکی ودیعت ہو اور مستودع[ف۱] نے مال ودیعت اُسکے وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور مثل میت کے گھر سے اُسکا ترکہ لے لینے کے نہیں ہے اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ میں ہو تو ہر دو وصی اُسکو مستودع و غاصب سے نہیں لے سکتے ہیں لیکن اگر وارثوں میں سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت میں غاصب سے قاضی لیکر وارث کو دیدے گا اور ودیعت کی صورت میں مستودع کے پاس چھوڑ دیا جائے گا۔ دونوں وصی میں سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لیجانے کیواسطے دو مزدور کیے اور دوسرا حاضر ہے مگر خاموش ہے یا وارثوں میں سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونوں وصی خاموش ہے تو یہ جائز ہے اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور یہ بمنزلہ خرید کفن کے ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اُٹھانے سے پہلے فقیروں پر گیہوں تصدق کیے جاویں اور اسکو ایک وصی[ف۲] نے کیا تو فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ اگر گیہوں ترکہ میں موجود ہوں تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے ممانعت کا اختیار نہوگا اور اگر گیہوں ترکہ میں نہوں پھر ایک وصی نے گیہوں خرید کر صدقہ کیے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابوبکر نے فرمایا کہ میں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول اختیار کرتا ہوں اور ناطفی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ میں کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اسکو یتیم کو دیدیا تو جائز ہے اور اگر ترکہ میں نہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہیں خرید سکتا ہے اور اگر میت نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی میں کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری نے اُسمیں عیب پاکر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن اُسکو واپس دیدے اور ہر دونوں میں سے ایک کو یہ اختیار نہوگا کہ تنہا مبیع کو مشتری سے لیکر

ف۱ وہ شخص جس کے پاس مال امانت رکھا گیا ہو ۱۲ ف۲ کہ ایک بھی اسکو کر سکتا ہے دوسرے کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے ۱۲

قبضہ کرے اور جس وصی کے[1] قبضہ میں جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہی اُسکو تنہا یہ اختیار ہے کہ کسی پاس ودیعت رکھے اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہیں ہی اور بعد دونوں کے خرید نیکے تنہا ایک اُسکو آزاد کرسکتا ہی ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونوں میرا تہائی مال جہان چاہو اور جسپر چاہو خرچ کردینا پھر ایک وصی مرگیا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوجاویگی اور تہائی مذکور وارثون کو واپس ملیگی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہی پھر دونوں وصیون سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہی کہا پھر ایک وصی مرگیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کریگا اور اگر چاہے تو دونوں میں سے باقی کو حکم دیدے کہ تنہا تقسیم کردے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول میں باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار رہی - ایک دیوار دو نابالغون کے درمیان مشترک ہی اور دونوں کا کسپر معنیان وغیرہ بار لدا ہوا ہی جسکے گرجانیکا خوف ہی اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہی پھر دونوں وصیون میں سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابو بکر نے فرمایا کہ قاضی اپنے امین کو بھیجکر دریافت کریگا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے میں دونوں کا ضرر ہی تو انکار کنندہ ایسے پر جبر کیا جائیگا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرادے - ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کرکے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اسقدر درمون کو خرید کرو اور ہر دو وصی میں سے ایک کے پاس ایک غلام ہی جسکی قیمت اس مقدار سے جو موصی نے بیان کی ہی زائد ہی پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میت نے جو مقدار بیان کی ہی اُتنے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر موصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کردیا ہو تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نکرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کرکے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کردیا پھر دونوں اُس اجنبی سے میت کیواسطے خرید لیں تو یہ اصوب ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی - ایک شخص نے وصی مقرر کرکے کہا کہ میرا تہائی مال جہان تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کردینا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھے اسیطرح اگر موصی نے صریح بیان کردیا کہ اپنے واسطے خرچ کرے تو بھی جائز ہی اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عطا کرنا تو اپنے آپ کو نہیں عطا کرسکتا ہی اسواسطے کہ عطا کرنا متحقق نہیں ہوتا ہی بدون اُسکے کہ کوئی اُسکو لے پس[2] لینا و دینا ایک ہی آدمی سے متحقق نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی - ایک شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلان شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ بدون آگاہی فلان کے کام کرے اور اگر کہا کہ بدون آگاہی فلان کے کام نکرنا تو اُسکو بدون آگاہی فلان کے کام کرنا روا نہیں ہی اور اسی پر فتوی ہی - اور اگر ایک شخص کو وصی کرکے کہا کہ فلان شخص کی رائے پر کام کرنا تو اس صورت میں وصی وہی ہی جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون رائے فلان کے کام نکرنا تو مختار مذہب کے واسطے دونوں وصی ہوجاوینگے یہ خزانۃ المفتین میں ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ ہمین فلان کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہیگا جسکو وصی کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون حکم فلان کے کام نکرنا تو وہ دونوں وصی ہوجاوینگے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ اشبہ ہی یہ محیط

[1] قولہ وصی کے قبضہ میں مترجم کہتا ہی کہ اس مقام پر بدون ہی ذکر ہی اور حق یہ کہ اُن دونوں میں ایک کو دوسرے سے ایداع جائز ہی ۱۲ منہ

[2] لینے خود ہی لینے والا خود ہی دینے والا ہو یہ نہیں ہوتا ہی ۱۲ منہ

میں ہو ایک شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہو پھر اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مر گیا اور زید کو وصی مقرر کیا پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جسکا مین وصی ہون وصی مقرر کیا تو زید دونون ترکون کا وصی ہوجائے گا اور اگر اُسنے زید سے فقط یہ کہا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونون ترکونکا وصی ہوگا اور اگر اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھکو دونون ترکون کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم رح سے روایت ہو کہ دونون ترکونکا وصی ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مر گیا تو زید اُسکا وصی ہوگا پھر اگر زید مرا اور اُسنے دوسری وصیت نہ کی تو عمرو ان دونون یعنی زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہو۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کرکے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہوجاوینگے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہانتک کہ موصی مر گیا پھر بعض نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہوجاوینگے اور اُنکے تصرفات نافذ ہونگے اور اگر ایک نے قبول کیا تو وہ بھی وصی ہوجائیگا لیکن اُسکا تصرف نافذ نہوگا یہانتک کہ حاکم کیطرف رجوع کیا جائیگا پس حاکم کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ دوسرا شخص مقرر کرے یا اُسی کو بالکل اختیار دیدے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اُسکا مشرف قرار دیا تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونیکا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف بدون علم عمرو کے جائز نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر دو وصیون نے باہم اختلاف کیا کہ مال کسکے پاس رہیگا پس اگر مال قابل تقسیم ہو تو دونون تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہیگا اور اگر مال قابل تقسیم نہو تو مہایات[1] کرینگے اور اگر دونون اس امر پر راضی ہوے کہ ایک شخص کے پاس سب مال ودیعت رکھین یا دونون مین سے ایک کے پاس رکھین تو جائز ہے اور اگر دونون آدمی یتیمون کے وصی ہون اور ایک نے مقاسمہ کر لیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہو الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو [یعنی بالغ وارثون سے] اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہو اور اگر دو وصیون مین سے ایک نے صغیر کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہو الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا حاضر نے غائب کی اجازت سے فروخت کی ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہر حال مین جائز ہو اور یہی حکم بٹائی کر لینے کا ہو۔ اور اگر ایک عورت نے اپنے باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ وغیرہ کی چند وصیتین کین اور اُسنے زمین اور کپڑے اور زیور اور دو دودھ پیتے ہوے بچے چھوڑے پس شوہر نے کہا کہ مین اسکی وصیتین اپنے خالص مال سے نافذ کیے دیتا ہون اور کپڑے و زیور فروخت نہین کرونگا پس اگر شوہر نے دوسرے وصی یعنی باپ کی اجازت سے ان وصیتونکو نافذ کیا پس جو وصیتین صلہ ہون یا ایسی ہون کہ جنمین کسی چیز کے خریدنے کی صورت ہو اور شوہر نے اس شرط سے اُسکا نفاذ کیا کہ مین ترکہ سے واپس لونگا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہوجائیگا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لونگا یہ فعل وصیت کا نفاذ نہوگا اور وصیت ادا نہوگی اور جس وصیت صدقہ مین خرید کی ضرورت نہو تو ممکن ہے کہ اُسکی طرف سے وصیت جاری نہوگی

---

[1] جسکو ہمارے عرف مین باہم سمجھوتا بولتے ہین ۱۲

پس اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کرے تو نابالغون کو کچھ مال ہبہ کر دے پھر دونون وصی اس مال مین سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کر دینگے پھر باپ ان نابالغون کے واسطے اس مشتری سے بعد اُسکے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اسکو خرید کر لیگا پھر یہ مال بائع کو دیکر دونون وصی ثمن زمین وصول کر کے اُس سے وصیت کو نافذ کرینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے حالانکہ اُسکے قبضہ مین اسقدر مال ہے جس سے ادائے قرضہ ہو سکتا ہے تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کر سکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگرچہ تقسیم مین خفیف خسارہ ہو اور اگر تقسیم مین خسارہ بہت ہو تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کرا دے اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ جسکو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہے اُسکو اُسکے تقسیم کرانے کا بھی اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ کے ساتھ مشترک مال وصیت مین بٹوارہ کرا لے بشرطیکہ یہ مال عقار نہو پھر جسقدر حصہ نابالغون کے بٹے مین آئے وہ اپنے قبضہ مین رکھیگا اگرچہ وارثون مین کوئی بالغ و غائب ہو۔ اور اگر وصی نے وارثون کے واسطے بٹائی کرا لی اور ترکہ مین کسی شخص کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق مین جائز نہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے ساتھ شریک ہو جاوے اور اگر سب وارث نابالغ ہون اور وصی نے موصی لہ کے ساتھ بٹائی کر کے اُسکو تہائی دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتے کہ جو کچھ وصی کے قبضہ مین وارثون کا مال ہے اگر وہ تلف ہو گیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شی کا مختار وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کرا لیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے یہ اسوقت ہے کہ ہر شی کا وصی کیا ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شی معین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُسکی تقسیم جائز نہوگی۔ اور اگر وصی نے تہائی مال کے موصی لہ سے حصہ بانٹ کرا لیا اور وارث لوگ نابالغ ہین پس تہائی موصی لہ کو دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے لے لی تو صحیح ہے حتے کہ اگر وارثون کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو جاوے تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر وارث سب بالغ ہون یا بعض بالغ ہون اور بالغ حاضر ہون تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار مین ہو یا منقول مین ہو باطل ہے لیکن اگر نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا دو تہائی واپس لینگے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہو گیا ہو تو وارث بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے اور اگر وارث بالغ ہون مگر غائب ہون اور موصی لہ کے ساتھ وصی نے بٹائی کر لی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفر رح و امام ابو یوسف رح مین مذکور ہے کہ اس صورت مین اختلاف ہے کہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح و زفر کے تقسیم جائز نہین ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہے اور مال منقول مین موصی لہ کے ساتھ اُسکی تقسیم جائز ہے۔ اور اگر وصی نے موصی لہ کے واسطے وارثون سے تقسیم کی و وارث لوگ بالغ ہین اور حاضر ہین اور موصی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونون مین باطل ہے اور اختلافات

ف قولہ خسارہ بہت کہا گیا ہے کہ ایک درم خسارہ کثیر ہے ۱۲ منہ ف سامان و اسباب پر اسکا اطلاق ہوتا ہے ۱۲ ف اسواسطے کہ تقسیم مین بھی معنے بیع ہوتے ہین ۱۲

زفر و امام ابو یوسفؒ مین اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور ہو کہ امام زفر و امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہو پس اگر موصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوگیا اور وارثون کے حصے باقی رہے تو موصی لہ کو اختیار ہوگا کہ وارثون کے پاس جو باقی ہو اسمین سے تہائی لے اور اگر وصی کے پاس موصی لہ کا حصہ اور وارثون کے پاس وارثون کا حصہ بھی تلف ہوگیا تو جسقدر حصہ موصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہو اُسکا ضامن نہوگا اور جسقدر وارثون کے پاس موصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہو اُسکی بابت اُسکو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُسکا تاوان لے یا وارثون سے یہ محیط مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثون نے یہ درم قاضی کو دیدیے اُسنے حصہ بانٹ دیا حالانکہ موصی لہ غائب ہو تو قاضی کی تقسیم صحیح ہو حتے کہ اگر موصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہوگیا پھر موصی لہ حاضر ہوا تو اُسکو وارثون سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ کافی مین ہو۔ ایک وصی کے پاس دو یتیمون کے دو ہزار درم ہین پھر دونون بالغ ہوے پھر ایک کو وصی نے ہزار درم دیے اور دوسرا بھی حاضر ہو پھر جسکو دیے اُسنے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونون کے واسطے ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُسپر جائز ہوگی پس ایک کو اُسکا حصہ دینے سے ضامن نہوگا اور اگر وصول پانے والا منکر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچسو درم لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی اُسکو دوسرے سے واپس لیگا ایک وصی دو یتیمون کا ہو اُس نے دونون کے بالغ ہونے کے بعد دونون سے کہا کہ مین نے تم دونون کو ہزار درم دیے ہین پس ایک نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون نے انکار کیا تو دونون کا وصی پر کچھ نہوگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے تم مین سے ہر ایک کو پانچ پانچسو درم علیحدہ دیے ہین پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے دو سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون غائب ہون تو وصی کی تقسیم دونون کے حق مین جائز نہوگی۔ ایک شخص مرگیا اور اس نے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونون بالغ ہوے تو دونون نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے کہا کہ تمھارے باپ کا سب ترکہ ہزار درم تھا جس مین سے تم دونون مین سے ہر ایک پر مین نے پانچسو درم خرچ کیے ہین پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے دو سو پچاس درم واپس لے گا اور اس صورت مین امام زفرؒ کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ سے مروی ہے اور ابن ابی مالک نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ وصی مادر کو اختیار ہو کہ مادر کے نابالغ بچہ کیواسطے اُسکے مال منقولہ[1] کو جو اُسنے اپنی ماں کی میراث مین پایا ہو تقسیم کرائے بشرطیکہ باپ زندہ نہو اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونون مین سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قسمت نہوگا اور مال غیر منقولہ[1] کی تقسیم کا کسی حال مین اُسکو اختیار نہین ہو اور نابالغ مذکور نے سواے ماں کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہو اُسکی بٹائی کا ماں کے وصی کو اختیار نہین ہو خواہ میراث مال منقول ہو یا غیر منقول ہو یا مخلوط ہو اور جو حکم کہ ماں کے وصی کا ہو وہی بھائی و چچا کے وصی کا ہو اور اگر وصی نے وارثون مین میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اسمین پانچ صورتین ہین اول آنکہ

[1] وہ جائداد جس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہین کر سکتے جیسے مکان وغیرہ ۱۲

وارثون مین کوئی بالغ نہو بلکہ سب نابالغ ہون تو ایسی صورت مین اُنکی تقسیم بالکل جائز نہین ہو اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہو کہ اگر باپ نے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ اُنمین کوئی بالغ نہین ہو تو یہ جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ وصی کے واسطے اسصورت مین حیلہ یہ ہو کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہون تو وصی دونون مین سے ایک کا حصہ غیر مقسوم کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر مشتری سے حصہ بانٹ کرلے پھر جسکا حصہ فروخت کیا ہو اُسکا حصہ پھر مشتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ دوسرے سے جدا ہو جائیگا اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ دونون کا حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی مشتری سے دونون کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خرید لے دوم آنکہ سب وارث بالغ ہون جنمین سے بعضے حاضر اور بعضے غائب ہون پس جو وارث حاضر ہین اُنکے ساتھ وصی نے بٹائی کرکے اُنکا حصہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہو اور مراد یہ ہو کہ عروض کی تقسیم جائز ہو اور عقار مین وصی کی تقسیم بالغون پر جائز نہوگی سوم آنکہ وارث لوگ صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر سب غائب ہون تو وصی کا حصہ بانٹ کرنا جائز نہوگا (مال یتیم منقول ۱۲) چہارم آنکہ وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہین پس اُسنے بالغون کا حصہ جدا کرکے اُنکو دیدیا اور سب وارثان بالغ حاضر موجود ہین اور نابالغون کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کر لیا اور ہر ایک صغیر کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہو پنجم آنکہ وصی نے کبیرون و صغیرون مین سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم کر دیا تو پوری تقسیم فاسد ہو اور اگر اُسنے بالغون کو اُنکا حصہ دیدیا اور نابالغون کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو بالغون و نابالغون سب کے حق مین تقسیم صحیح ہوگی اور اگر بعض وارث بالغ ہون اور بعض نابالغ ہون اور بالغون مین سے ایک شخص نابالغون کا وصی ہو اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابو حفص الکبیرؒ سے منقول ہو کہ وصی بالغون کے درمیان تقسیم کر دیگا اور نابالغون کا حصہ الگ کرے گا اور اپنا حصہ نابالغون کے حصہ مین رکھیگا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا پھر اجنبی مشتری اور نابالغون کے درمیان حصہ بانٹ کرائیگا پھر مشتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لیگا پس اسطور سے سب مین تقسیم متحقق ہو جائیگی یہ محیط مین ہے

اگر وصی نے باپ کے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اسمین دو صورتین ہین اول آنکہ میت پر قرضہ نہو اور نہ اُس نے کچھ وصیت کی ہو دوم آنکہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو یا اُسپر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب مین فرمایا کہ وصی کو اختیار ہو کہ جب وارث لوگ نابالغ ہون تو ترکہ کی متاع و عروض و عقار مین سے ہر چیز فروخت کرے سوا سوائے عقار کے بیع اسوجہ سے جائز ہو کہ اُنمین حفاظت کی ضرورت ہو اور دور نہین ہو کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُسکے نزدیک زیادہ آسان ہو اور بیع عقار مین بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب مین مذکور ہو یہی سلف کا قول ہو کذا فی فتاوےٰ قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا جبھی جائز ہو کہ جب میت پر اسقدر قرضہ ہو (یعنی مستغرقہ ہو ۱۲) کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُسکے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہو سکے یا صغیر کو ایسی ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دو چند قیمت دیکر خریدتا ہو اور اسی پر فتوےٰ ہو کذا فی الکافی اور یا ترکہ مین وصیت مرسلہ ہو کہ اُسکے پورے کرنے کیواسطے ثمن عقار کیطرف حاجت ہو یا عقار کا فروخت کرنا یتیم کے حق مین بہتر ہو مثلاً اُسکا خراج و خرچہ اُسکے حاصلات سے زیادہ ہوتا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو

جو گرا پڑتا ہو یا خراب و برباد ہوا چاہتا ہو پس اگر یتیم کو اُسکے ادائے خراج کی ضرورت پیش آوے پس اگر ترکہ میں عقار کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی میں سے فروخت کیا جاوے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت رفع نہو سکے تو ایسی صورت میں عقار کو اُسکی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے اور اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں وصی کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے اسیطرح اگر وصی نے اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہیں ہے یہ سب اُسوقت ہے کہ سب وارث نابالغ ہوں اور اگر سب بالغ ہوں اور حاضر ہوں تو ترکہ میں سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے الا وارثان مذکور کی اجازت سے۔ اور اگر وارثان بالغ غائب ہوں تو وصی کا عقار[۱] فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور ماسوائے عقار کے فروخت کرنا جائز ہے اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ مال غائب (منقول) کی حفاظت کا وصی کو اختیار ہے اور عروض کا فروخت کر دینا حفاظت میں شمار ہے اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہیں لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر فروخت نہ کیا جائے تو تلف ہو جائیگا تو ایسی صورت میں عقار بھی بمنزلہ عروض کے ہو جائیگا۔ اور اگر سب وارث بالغ ہوں مگر بعضے غائب ہوں اور باقی حاضر ہوں تو غائب کے حصہ میں سوائے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہے اور یہ بالاتفاق ہے اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کیطرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصی کیطرف سے حاضر کے حصہ کی بیع بھی جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہیں ہے یہ سب اُسوقت ہے کہ ترکہ پر قرضہ نہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالاجماع تمام ترکہ فروخت کیا جائیگا اور اگر محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کیا جائیگا اور قرضہ سے زائد میں امام اعظم رح کے نزدیک وصی باقی کو بھی فروخت کر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں کذا فی الکافی اگر ترکہ میں وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو یہ اختیار ہے کہ ترکہ میں اسقدر فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہو جاوے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی مختار ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہوگا اور اگر وارثوں میں ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہوں اور ترکہ پر قرضہ نہیں ہے اور نہ وصیت ہے اور ترکہ مال منقول ہے تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی اختیار ہے پس اگر اُسنے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ بالغوں کے جائز نہوگی اور جس صورت امام اعظم رح کے نزدیک یہ قرار پائی ہے کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع کا اختیار حاصل ہوا تو اُسکو پورے ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اسیطرح اُسکے دادا کا وصی بھی بمنزلہ وصی پدر کے ہوتا ہے اور اُسکے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلہ اُسکے دادا کے وصی کے ہے اور قاضی[۲] کے وصی کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی قاضی کے ہے بشرطیکہ اُسکو عام اختیار ہو اور ماں کا وصی یا بھائی کا وصی سو ایسا نہیں ہے چنانچہ اگر ماں مرگئی اور اُسنے ایک بچہ نابالغ چھوڑا کسی شخص کو وصی کر دیا یا ایک مرد مرگیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کر دیا تو اس وصی کو اختیار ہے کہ اس میت کے ترکہ میں سے ماسوائے عقار کے فروخت کرے اور عقار کی بیع نہیں کر سکتا ہے اور اس وصی کو یہ اختیار

[۱] یعنی وہ جائداد جسکا نقل کرنا دوسری جگہ ممکن نہو تو وہ بذات خود محفوظ شمار ہوتی ہے ۱۲ [۲] یعنے قاضی کا مقرر کیا ہوا وصی ۱۲

نہین ہے کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سوائے کھانے و کپڑے کے اسواسطے کہ یہ چیزین خریدنا منجملہ حفاظت صغیر کے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ماں کے وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ مین پایا ہے اسمین سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ وہ قرضہ مین پھنسا ہو یا خالی از قرضہ ہو اور جو مال صغیر کو ماں کے ترکے مین ملا ہے اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو منقول کو فروخت کر سکتا ہے اور غیر منقول کو اسمین سے فروخت نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر ترکہ قرضہ مین یا وصیت مین پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق[له] ہو تو وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہے اور غیر منقول بھی ہمین آگیا اور اگر قرضہ محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کر سکتا ہے اور زر قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبین کے درمیان ہے جیسا ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہین اور جو حکم وصی مادر کے حق مین معلوم ہوا وہی وصی برادر و چچا مین ہے اور اگر سب وارث بالغ ہون پس اگر حاضر ہون اور ترکہ قرضہ کے پھنساؤ سے خالی ہے تو ماں کا وصی اُسکے ترکہ مین سے کچھ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت مین مذکور ہوا ہے وہی حکم ماں کے وصی کا ہے جس مین اتفاق ہے اسمین اتفاق ہے اور جسمین اختلاف ہے اسمین یہاں بھی خلاف ہے اور اگر وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر وارث غائب ہون پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو ماں کے ترکہ مین سے مال منقول مین سے نابالغون و بالغون سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار ہے اور مال غیر منقول سے نابالغ و بالغ کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہے جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہے اور اگر وارثان بالغ حاضر ہون اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغون کا ماں کے ترکہ مین سے مال منقول کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور مال منقول مین سے بالغون کا حصہ فروخت کرنے مین اختلاف[۵ه] ہے اور مال غیر منقول مین سے کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہے اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول و غیر منقول سب کے فروخت کا اختیار ہے۔ اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کر سکتا ہے اور مال غیر منقول مین سے بقدر قرضہ کے بالاجماع فروخت کر سکتا ہے اور زر قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین اختلاف مشائخ ہے یہ محیط مین ہے۔ اصل یہ ہے کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہے جسقدر موصی کی ولایت ہے اور ولایت حفاظت تصرف کی تابع ہے۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہے اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون نے معًا اُس کے نسب کا دعوے کیا تھے کہ اُسکا نسب دونون سے ثابت ہو گیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مر گئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے بچہ و بچہ کے مال کی ولایت اُسکے دونون باپ کو حاصل ہے باندی مذکورہ کے وصی کو حاصل نہو گی اسواسطے کہ ماں کا وصی مثل ماں کے ہے حالانکہ باندی مذکورہ کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُسکے وصی کا ہے اور اُسکے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہوگی اسواسطے کہ وہ ولایت تصرف کی تابع ہے حتے کہ اگر دونون باپ اُس بچے کے غائب ہو جاوین تو ماں کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہو گی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہوگا اسواسطے کہ منقول کی بیع حفاظت مین داخل ہے کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور کو اُسی مال مین ولایت حاصل ہو گی جو صغیر نے اپنی ماں کے ترکہ مین

له یعنی وہ جائداد جسکا نقل کرنا دوسری جگہ ممکن نہو تو وہ بذات خود محفوظ رہتی ہے ۱۲ ۵ه امام کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے ۱۲

پا یا ہو یا ماں کی موت سے پہلے صغیر کا ہو نہ ایسے مال میں جو اُسکے بعد صغیر مذکور کی ملک میں آیا ہو اور جسطرح اُسکو ولایت حفاظت حاصل ہوگی اُسی طرح جو تصرف از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار بھی حاصل ہوگا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جسمیں جلد خرابی آجانے والی ہو اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہو۔ اور اگر دونوں باپ میں سے ایک غائب ہوا اور دوسرا حاضر ہو تو بھی امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہے۔ اور اگر صغیر مذکور کی ماں مرجانیکے بعد اُسکے دونوں باپ میں سے بھی ایک مرگیا اور سوائے اس صغیر کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہو تو اُسکی سب میراث اس صغیر کو ملیگی اور دونوں ترکوں میں ولایت تصرف اُسکے دوسرے باپ کو حاصل ہوگی اور پدر مردہ کے وصی کو حاصل نہوگی اور نہ ماں کے وصی کو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہو اُسکے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر نہ کریگا تاکہ اُسکے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو ماں کے وصی کو جسقدر ماں کا ترکہ ہو اُسکی حفاظت کا اختیار ہوگا اور جو اس قبیل سے ہو اور باپ میت کے وصی کو اُسکے ترکہ میں تصرف کا اختیار حاصل ہوگا اور نیز جو امر از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار ہوگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا والد بھی مرگیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اسکے وصی کو ماں کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مرگیا تھا ترجیح ہوگی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مرگیا تھا باپ موجود ہو یعنی صغیر کا دادا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی جو باپ آخر میں مرا ہو اُسکے وصی کو تصرف مال میں ترجیح ہوگی اسی طرح اگر دوسرے باپ کا جو آخر میں مرا ہو باپ یعنی صغیر کا دادا موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُسکے باپ کے اُسکے وصی کو تصرف مال صغیر میں ترجیح ہوگی۔ اور اگر اس باپ کا وصی جو آخر میں مرا ہو مرگیا اور دوسرے شخص کو اُسنے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگوں کے جنکو ہمنے بیان کیا ہے اولی ہوگا یعنی یہی مختار ہوگا اور اگر اس باپ کا وصی جو آخر میں مرا ہو مرگیا اور کسی کو وصی مقرر نہ کیا یا جو باپ آخر میں مرا ہو اُسنے کسی کو وصی مقرر نہیں کیا۔ اور حالت یہ ہو کہ جو باپ پہلے مرا ہو وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنی صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہو پس یہ دادا بہ نسبت اُسکے وصی کے اولی ہوگا اور اگر دونوں باپ ایک دوسرے کے بعد مرگئے اور ہر ایک نے اپنا باپ چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی بھی مقرر کیا ہو پس اگر یہ ثابت نہو کہ کون پہلے مرا ہو اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنیوالا اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہوا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونوں ساتھ ہی مرے ہیں اور اگر دونوں ساتھ ہی مریں تو مال میں تصرف کرنے کی ولایت دونوں وصی کو حاصل ہوگی اور اگر پہلا مرنے والا اور پچھلا مرنے والا معلوم ہوگیا تو مال صغیر میں تصرف کا اختیار پچھلے مرنیوالے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مرگیا اور اُسنے کسی کو وصی نہ کیا یا وصی کیا اور اُسکا وصی مرگیا اور کسی کو وصی نہ کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو تصرف کی ولایت دونوں دادا کو حاصل ہے کسی ایک کو تنہا حاصل نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نہ کی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کرے گا اور اُس میں ہر طرح کا تصرف کریگا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُسکا باپ یعنی نابالغوں کا دادا یہ اختیار نہیں رکھتا ہے کہ ادائے قرضہ کے واسطے ترکہ فروخت کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شرا سمجھتا ہے تجارت کی اجازت دی اور پسر مذکور نے تصرف کیا اور پسر پر بہت قرضے ہوگئے پھر یہ پسر مرگیا اور باپ چھوڑا تو اُسکے قرضہ ادا کرنیکے واسطے باپ کو اُسکے ترکہ میں

ط یعنی اُسی کو غلبہ ہوگا اور وہی وصی مقدم کیا جائیگا ۱۲ ط وہ طفل جو قریب بلوغ ہو ۱۲ ط یعنی وصی فقط رہیگا ۱۲ [illegible] یعنی صغیر کا دادا ۱۲

تصرف کا اختیار نہیں ہی میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کیواسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہیں ہی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہی اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہی اور اگر ترکہ پر قرضہ نہو لیکن وارثوں میں کوئی نابالغ ہو اور قاضی نے پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوگی اور امام ابو حنیفہؒ نے وصی میت اور پدر میت میں فرق کیا ہی کہ وصی میت کو اختیار ہی کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کیواسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغوں کے دادا کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اپنے پسر کیواسطے نابالغوں پر ترکہ فروخت کرے اور یہ اختیار نہیں ہی کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصافؒ نے افادہ فرمایا ہی اور امام محمد رح نے دادا کو بجاے باپ کے قائم کیا ہی۔ کتاب میں فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولی ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو باپ اولی ہی علی ہذا القیاس دادا وغیرہ یہانتک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولی ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہم امام خصاف کے قول پر فتوے دیتے ہیں ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اسکا باپ مرد مسرف و مبذر مستحق حجر ہی تو بقول امام کے نزدیک ایسے شخص کا محجور کرنا روا ہی اُسکے نزدیک پدر مذکور کو مال صغیر میں ولایت تصرف حاصل نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی میں ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جسکے باپ کا وصی نہیں ہی تو وصی قاضی بمنزلہ وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اُسکو عام اجازت دیدی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہی اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہیگا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہیں ہی چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع خاص میں وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف میں وصی ہو جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اور اگر وصی نے ترکہ میت میں سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اسمیں یتیم کے حق میں ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائیگا یا ندیگا تو نہیں جائز ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہی۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو وصی کو چاہیے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنیکے وقت انکار یا نادہندگی کا خوف نہیں ہی اسی طرح اگر یتیم کا ایک دار رہا جسکو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہی اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہی مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تونگر ہی تو اول کو کرایہ پر دینا چاہیے اور علی ہذا جو شخص متولی وقف ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی نیز سب لوگوں کو جو مالہاے وقف کے امین قرار دیے جاویں ایسا ہی کرنا چاہیے یہ ذخیرہ میں ہی۔ ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جسکو جانتا ہی کہ یہ ادائے ثمن پر قادر نہوگا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر بیع برغبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس عرصہ میں ادا کر دیا تو خیر ورنہ بیع توڑ دیجائیگی یہ اسواسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کا تلف کرنا ہی لیکن اگر اُسنے بیع توڑنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہوگی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درصورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری ادائے ثمن پر قادر نہوگا تو چاہیے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہو اسواسطے کہ

۱ نافذ و جاری کرنا ۱۲ ۲ لائق ۳ ممانعت از تصرف ۱۲ ۴ یعنی دوسرا ایسا نہیں ہی ۱۲ ۵ مترجم کہتا ہی ایسا ہی ایک نسخہ میں ہی یعنی بیع توڑ دیجائیگی اور بنا بر اسکے ظاہر یہ تھا ہی کہ قاضی کو نقض بیع کا اختیار نہیں ہی اور ظاہر ہی کہ اگر اُسنے ادا کر دیا اور پھر قبضہ وصی کا ہو گیا تو صحیح ہی ورنہ قاضی بیع توڑ دیگا ۱۲ منہ

قاضی سب کے واسطے خصوصًا نابالغون کے واسطے درستی واصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہی اور پوری نظر اصلاح اسی مین ہی جو ہمنے بیان کی ہی۔ وصی نے مال یتیم مین سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جسقدر ثمن کو فروخت کی ہی اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت وامانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اہل بصارت وامانت مین سے دو آدمیون نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اسکو پوری قیمت پر فروخت کیا ہی اور اسکی قیمت اسقدر ہی تو جو شخص زیادہ دینا چاہتا ہی اُسکی طرف التفات نکریگا اور اگر بطریق بیع مزائد کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہو اور بازار مین اس سے کم کو فروخت ہوتی ہو تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ ٹوٹے گی بلکہ اہل بصارت وامانت کیطرف رجوع کریگا پس اگر اُنمین سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوے کہ یہ قیمت ہی تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لیجائیگی یہ امام محمدؒ کا قول ہی کہ دو آدمی اتفاق کرین اور امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسف رحمہم اللہ کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہی جیسا کہ تزکیہ وغیرہ مین ہی اور علی ہذا متولی وقف نے اگر وقف مین سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہی کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے آکر اس سے زیادہ کرایہ لینی چاہی تو اسمین بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک وصی نے میت کے ترکہ مین سے کوئی چیز واسطے تنفیذ[1] وصیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہوگیا یعنے کہا کہ مین نے نہین خریدی ہی اور وصی اُسکو قاضی کے پاس لایا اور قسم طلب کی اُسنے قسم کھائی حالانکہ وصی جانتا ہی کہ وہ جھوٹا ہی تو قاضی وصی سے کہے گا کہ اگر تو سچا ہی تو مین نے تم دونون کے درمیان سے بیع فسخ کردی تو ایسا فسخ جائز ہی اگرچہ بمخاطرہ ہی اور فسخ حاکم کی ضرورت اسواسطے ہی کہ اگر بعد انکار مشتری کے وصی اُسکے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کرلے تو یہ امر بمنزلہ اقالہ کے ہوگا تو مثل حقیقۃً اقالہ کرنے کے مبیع وصی کے ذمہ لازم ہوگی اور جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگی بلکہ مبیع ملک میت مین عود کرے گی یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور قسم عقارات ترکہ چھوڑا اور وصی کسی صنف کو وصیت کیواسطے فروخت کرتا ہی تو وارث کو اختیار ہی کہ راضی نہو لیکن اگر اُسنے ہر چیز کی تہائی جسمین سے تہائی فروخت ہوسکتی ہی فروخت کرنی چاہی تو ایسا اختیار نہوگا اور شیخ ابوبکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت کی کہ اُسکی زمین فروخت کرکے اسکا تہائی ثمن فقیرون کو صدقہ دیا جاوے پھر وہ مر گئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثون نے قدر وصیت سے زائد فروخت سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے دامون بکتی ہو جسسے وارثون واہل وصیت کو ضرر پہونچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنیکا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کریگا اور شیخ ابونصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت مین صاحبینؒ کے قول پر اور ضرر کی صورت مین امام اعظمؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنیکا اختیار ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور یہ جائز نہین ہی کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے یا میت کے مال سے اپنے واسطے تجارت کرے اور اگر کریگا اور نفع کمایا تو بیگا تو راس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑیگا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ وامام محمد رحمہ اللہ تعالی کا قول ہی۔ یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ وصی کو اختیار ہی کہ مال یتیم مضاربت پر دیدے یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دیدے یہ محیط مین ہی

(یتیم کے نفع کے واسطے ۱۲ — بالاتفاق ۱۲)

[1] وصیت پوری کر دینا اور یہ قید ہے اسلئے جواز بیع کا بالاتفاق ہی ۱۲ [2] اور یہ کہا گیا کہ امام ابویوسف رحمہ کے نزدیک اُسکو نفع لینا جائز ہوگا ۱۲

ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارۂ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہو جاوے تو نہین جائز ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مر گیا اور وصی غائب ہو گیا پس بعضے وارثون نے قصداً بعض ترکہ کو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکی وصیتین نافذ کر دین تو بیع فاسد ہے الا اُس صورت مین کہ قاضی نے اجازت دیدی ہو یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ تمام ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہو تو وارث کا تصرف اُسکے حصہ مین جائز ہوگا الا اُس صورت مین کہ مبیع دارین سے ایک بیت معین ہو وارث بالغ نے ترکہ میت مین سے کوئی چیز یا عقارین سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہے اور وصی نے اُسکی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اسقدر مال ہے جس سے فروخت کرنیکے بعد قرضہ و وصیت پوری کر سکتا ہے تو وارث کی بیع رد نہ کریگا ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑ کر مر گئی اور بھائی کو وصی کر دیا اور اُسنے وصیت قبول کی پھر قبل ازانکہ اُسکی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اُسکا حصہ اسباب و عقارین سے خرید لیا اور بائع کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہین ہے اور مشتری کو معلوم ہے پس اگر اُسنے وصایا کو قبل نالش کرنے کے نافذ کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اُسنے نافذ نکین یہانتک کہ اُنھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کر دیگا اور پہلے قرضہ میت و اُسکی وصیتین نافذ کر دیگا پھر میراث کا حکم دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک قرضدار نے چند وصیتین کین جو بعد ادائے قرضہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہین اور ایک دار چھوڑا اور وصی کو بدون ثمن دار کے اُسکی وصیتین و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہین ہے اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہین ہوتا ہے پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہونچتا ہو کہ ثمن سے خفیف باقی رہا جاتا ہو پس اگر اسکو معلوم ہو کہ درصورتیکہ فروخت کیا جاوے تو قرضہ میت پر زیادہ درانہ کرے ہیگا تو اُسکو فروخت کرنے کا اختیار ہے جیسا وہ گنجائش ہو اور اہل وصیت و وارث کے شریک ہونگے اور اگر وصی نے سوائے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو باتفاق روایات اُسکو اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسنے قرض دیدیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہین ہے اور باپ مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ امام اعظم رح سے روایات مختلف ہین اور صحیح یہ ہے کہ باپ بمنزلہ وصی کے ہے نہ بمنزلہ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ مین مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہین جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہین جائز ہے اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہے۔ وصی نے قرضہ اپنے یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر دوسرا بہ نسبت قرضدار کے تونگر ہو تو جائز ہے اور اگر برابر ہو تو نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرضخواہ کے ہاتھ بعوض اُسقدر ثمن کے جسقدر اُسپر قرضہ ہے فروخت کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور ثمن اُسکے قرضہ کا قصاص ہو جائیگا اور خود صغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے قرضہ کے عوض جسکو اُسنے صغیر کے واسطے لیا ہے رہن کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر وصی نے اُسکو مرتہن سے صغیر کی حاجت کیواسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرتہن بحالہ باقی رہیگا کہ وصی سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرتہن[1] سے مال مرہون غصب کر لیا اور صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہو گیا تو مرتہن کے حق کیواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے ضامن

[1] یعنی کسی نہ تاجر کو دیدے تاکہ اُس سے نفع حاصل کرکے خود دیدے اور اسکو بھی دیدے ١٢ [2] وہ شخص جسکے پاس مال رہن کیا گیا یعنی مہاجن ١٢

نہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونون کے حق کیواسطے ضامن ہوگا چنانچہ صورت اول مین اگر قرضۂ مرتہن ادا کیا یعنی ضمان دیکر تو اسکو مال یتیم سے واپس لیگا اور دوسری صورت مین واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر وصی نے غیر کا غلام غصب کر کے صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُسکی قیمت مالک کو تاوان دیدی پس آیا مال صغیر سے واپس لیگا سو اسکی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ واپس نہ لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کارہائے خیر مین سے کسی کام مین اُجرت پر دیا تو جائز ہے اسیطرح اگر صغیر کا غلام یا اور اسکا مال ایسے کام مین اُجرت پر دیا تو بھی جائز ہے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگیا کہ جو اجارہ وصی نے اُسکی ذات پر معقود کیا ہے اُسکو فسخ کر دے اور جو اُسکے مال پر معقود کیا ہے اُسکو فسخ نہین کر سکتا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کیواسطے ایک شخص مزدور کیا اسقدر اُجرت پر کہ لوگ اجر المثل سے زائد اسقدر اجرت دیکر ایسا نقصان اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین تو رکن الاسلام علی سغدی نے شرح السیر مین فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائیگا اور پوری اُجرت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجر المثل واجب ہوگا اور جسقدر زیادہ ٹھہرا کر دیا ہے وہ صغیر کو واپس دیا جائیگا وصی نے اگر صغیر کی حویلی اجر المثل سے کم کرایہ پر دیدی پس آیا مستاجر پر اجر المثل واجب ہوگا یا وہ مسکن کا غاصب قرار دیا جائیگا کہ اُسپر سکونت کیوجہ سے اجرت وجب نہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاوی مین ذکر فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر تو یہ لازم آتا ہے کہ غاصب قرار دیا جاوے اور اُسپر کرایہ واجب نہو اور مضاف نے اپنی کتاب مین ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہوگا اور اُسپر اجر المثل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاف کے قول پر فتوی دیتے ہین فرمایا کہ ہان اور مین نے دوسرے نسخہ مین دیکھا کہ پورا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کرایہ مین مقدار بیان کر دی گئی ہو تو مقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ نہ کیا جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ یہ فتوی دیتے ہین کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر کمی مین یتیم کے حق مین بہتری ہو تو ایسی صورت مین ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے تئین یتیم کو مزدوری پر دیدے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئین صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہے یہ قدوری مین ہے۔ اور ایسا ہی امام فضلی نے جواب دیا ہے کہ اگر وصی نے اپنے تئین یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُسکے کام مین لگایا تو نہین جائز ہے اور امام علی سغدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپ کو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہے مگر فتوی اسی قول پر ہے جو قدوری نے ذکر کیا ہے یہ کبری مین ہے۔ اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہونا چاہیے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ مال یتیم بعوض یا بلاعوض کسی کو ہبہ کرے اور یہی حکم باپ کا ہے اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُسکا عوض مال صغیر سے دیا تو نہین جائز ہے اور واہب کو حق رجوع باقی رہے گا اسیطرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہین جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ نوادر ہشام مین امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہے بدین شرط کہ وصی کو خیار باقی ہے پھر مدت خیار مین اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہین ہے یہ امام اعظم و امام ابو یوسف کا قول ہے اور نیز امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک وصی نے غلام صغیر بدین شرط کہ وہی کو تین روز تک خیار ہے فروخت کیا پھر صغیر

له [illegible]

تین روز کے اندر بالغ ہو گیا پھر تین روز گذر گئے تو بیع تمام ہو گئی اور اگر صغیر نے تین روز میں خود اجازت دیدی یا مرگیا تو جائز
نہو جائیگی یہانتک کہ صغیر مذکور خود اجازت دیدے اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم بشرط خیار سہ روز فروخت کیا پھر مدت خیار میں
یتیم مرگیا تو بیع جائز ہو گئی اور یہی حکم والد کا ہے اور اسکی وجہ بدین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کیواسطے واقع ہوا تھا اور
اگر وصی نے اپنے واسطے تین روز خیار کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار میں یتیم بالغ ہو گیا تو بیع تمام ہو گئی اور
خیار باطل ہو گیا اور اگر وصی نے صغیر کیواسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہو گیا پھر وصی اسکے کسی عیب پر واقف ہو کر راضی
ہو گیا قبل اسکے کہ یتیم اسکو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہوا تو وہ ان سب صورتوں میں مثل وکیل کے ہے اور
اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر تین روز میں یتیم بالغ ہو گیا
پھر وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو یتیم کو اختیار ہے چاہے راضی ہو جائے اور چاہے وصی کے ذمے لازم کرے اور اگر
اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہانتک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہو جانیکے یا اس سے پہلے مرگیا تو یتیم اپنے خیار پر رہیگا اور اگر وصی
نہ مرا اور مدت خیار کے اندر یا بعد گذرنے کے وصی کے پاس غلام مرگیا یا مدت خیار کے اندر وصی کی بیع پر راضی ہو جانے
سے پہلے یا بعد اسکے یتیم مرگیا تو خرید مذکور بہ ذمہ یتیم لازم ہو گی یہ محیط میں ہے۔ وصی نے مال یتیم سے کوئی چیز فروخت کی پھر وہ
بالغ ہو گیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا ہے بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہو اور کہا کہ تو اُس چیز سے جس سے تجھکو میرے وصی
نے میرے مال سے بری کر دیا ہے بری ہے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ تو اس مال سے جو تجھپر ہے بری ہے تو بری نہوگا اور فقیہ رح نے
فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہے ہم اسکو نہیں لیتے ہیں بلکہ طفل مذکور کے بالغ ہو کر بری کرنے کے بعد
مشتری بری ہو جائیگا یہ فتاوی کبریٰ میں ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت کیا تو
دو روایتوں میں امام ابو یوسف رح سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظم کے موافق اگر اسمین یتیم کے واسطے
منفعت ظاہرہ ہو تو جائز ہے اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو تو نہیں جائز ہے اور بقول امام محمد رحمہ اللہ کے و موافق
ظاہر الروایت کے امام ابو یوسف رح سے یہ حکم ہے کہ ہر حال میں نہیں جائز ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر میں
مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ آٹھ سو درم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو درم کا مال
خود ہزار درم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درم کا مال طفل کے ہاتھ پانچسو درم کو بیچے اور اُسکا پانچسو درم کا مال ہزار
درم کو خریدے۔ اور موافق قول امام اعظم رح کے ہرگاہ وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوا پس آیا اسمین [illegible]
فروخت کیا پر اکتفا کرے جیسا کہ باپ کے حق میں حکم ہے یا رکنین عقد کی ضرورت ہے پس یہ صورت اس مقام پر کہیں نہیں فرمائی
اور ناطفی نے اپنے واقعات میں ذکر کیا کہ وصی کو ہر دو رکن کی حاجت ہے بخلاف باپ کے اور اگر دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک کا
مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہیں جائز ہے اسیطرح اگر وصی نے دونوں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے
کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اسی طرح اگر دو یتیموں کے دو غلاموں کو اجازت دی اور
ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔ باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اُسکے غلام
کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ اجازت میں شمار ہے اور اگر

صغیر کے بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مرگیا تو اجازت باطل ہوجائیگی اور اگر صغیر کے بالغ ہوجانیکے بعد باپ یا وصی مرا تو اجازت باطل نہوگی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُسکے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مرگیا یا صغیر بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوجائیگا۔ قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونون کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اسیطرح اگر معتوہ کے غلام کو مجبور کیا تو صحیح ہے اور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ قاضی کیطرف سے اجازت نہوگی اگر قاضی کی رائے میں صغیر یا اسکے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہوا اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونون کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُسکو مجبور کردیا تو دونون کا مجبور کرنا صحیح نہوگا اسی طرح اگر یہ قاضی مرگیا تو وہ مجبور نہوگا الا اُس صورت میں کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے اور وہ مجبور کردے تو مجبور ہوجائیگا اسواسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اس سے خریدی تو بقول امام محمد رہ کے بالکل نہیں جائز ہے جیسا کہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظم رہ کے بنا بر روایت جامع و زیادات کے اور بعض روایت کتاب الماذون کے اگر اُسمین صغیر کے واسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہے اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہو تو نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے دوسرے کو دینا جائز ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کیطرف سے ہون تو نہین جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کیواسطے بہتر ہوگا بہ نسبت اُس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ میں پڑتی ہے تو مزارعت جائز نہوگی اور اگر حاصلات اُسکے حق میں بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک وصی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی طرف سے قربانی اُسکے مال سے کردے یا اُسکا صدقہ فطر ادا کردے اور وصی کو اختیار نہین ہے کہ قرضدار میت کو بری کردے یا اُسکے ذمہ سے کچھ ساقط کردے یا اُسکو مہلت دیدے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہے وہ وصی کے عقد سے واجب نہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کردینا سب جائز ہے لیکن وصی ضامن ہوگا اور اگر وصی نے کسی قرضدار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کرلی پس اگر میت کے گواہ ہین قرضہ کے ہون یا قرضدار مقر ہو یا قاضی کو اسکا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اور اگر حق کے گواہ وغیرہ نہون تو صلح وصی جائز ہے اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہون یا قاضی نے اُسکے حق کی ڈگری کردی ہو تو وصی کی صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہون اور نہ قاضی نے اُس کے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ اُسکے مال کا تلف کرنا ہے اور یہ نظیر اُس مسئلہ کی ہے کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم میں طمع کی اور وصی کو پکڑ کر دھمکایا تا کہ یتیم کا کچھ مال لیوے تو شیخ نصیر رہ نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہیے اور اگر وصی دیدیگا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رہ نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنیکا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کیے جانے یا بیڑیان ڈالی جانیکا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال سے لیگا اور اُسکے پاس اسقدر رہجائیگا جو اُسکو کافی ہے تو اُسکو یہ گنجایش نہوگی

کہ مال یتیم دیدے اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اسصورت مین ہے کہ وصی خود اُس کو مال دیوے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہوگا یہ فتوے اُسی قول پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے ایک وصی مال یتیم لیکر ایک ظالم کی طرف گذرا اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر اسکو کچھ ندونگا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لیگا اسلئے اسنے مال یتیم مین سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر مضارب مال مضاربت لیکر گذرا تو بھی یہی حکم ہے اور شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہین ہے بلکہ یہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہے اور فقیہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ امام ابو یوسف رح وصی لوگون کیواسطے مصانعت[1] کو اموال یتیمان مین جائز رکھتے تھے پس جو محمد بن سلمہ رح نے اختیار کیا ہے وہ موافق قول امام ابو یوسف رح کے ہے اور اسی پر فتوی دیا جائیگا ایک وصی نے قاضی کی کچہری مین مال یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہوگا اور شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بقدر اجر المثل اور غبن یسیر کے ضامن نہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق مین رشوت نہین ہے اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہے اُسکے بر آمد کرانے کے واسطے مال دینا رشوت ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اپنی جورو کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان اُسکے دار مین اُترا پس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اسکو کچھ تواضع[2] نہ کریگی تو دار و عقار سب چھین لیگا پس عورت مذکورہ نے عقار مین سے کچھ اُسکو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی مصانعت جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور مسائل میراث فتاوی نسفی مین ہے کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جبایت[3] طلب کی گئی اور حالت یہ ہے کہ اگر انکار کیا جاوے تو مؤنت زیادہ ہوئی جاتی ہے پس وصی نے ترکہ مین سے اُسکے دار کی جبایت ادا کی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مثل مصانعہ کے قرار دیا جائیگا اور فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مر گیا اور دو دختر و عصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ مین سے کچھ درم دیکر اُسکو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہے وہ مخصوص حصہ عصبہ مین سے ہوگا یا تمام مال مین سے ہوگا فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہو تو تمام ترکہ مین سے محسوب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ وصی نے مال یتیم مین سے اُسکی تعلیم قرآن شریف و ادب مین خرچ کیا پس اگر طفل اس لائق ہو تو جائز ہے اور وصی کو ثواب ملیگا اور اگر طفل اُسکی صلاحیت[4] نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہے کہ اسقدر تعلیم قرآن مین تکلیف اُٹھاوے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور وصی کو چاہیے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے اُسمین نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت و کثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُسکے مال و حال پر لحاظ کرکے اُسکے لائق اُسپر خرچ کرے ایک وصی کار یتیم کے واسطے سفر کو جاتا ہے اور مال یتیم سے سواری کرایہ لیتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو اُسمین سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحسانًا اُسکو اختیار ہے اور شیخ نصیر سے روایت ہے کہ وصی کو اختیار ہے کہ مال یتیم مین سے کھاوے اور اُسکی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُسکے کام کے واسطے جاوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُسکے مال سے کھانا اور اُسکی

[1] مصانعت رشوت دینا مدارا کرنا سختی میں ۱۲ [2] جس کو ہندی میں پرجوٹ وغیرہ بولتے ہیں ۱۲ [3] مشقت و ذریہ باری وغیرہ ۱۲ [4] یعنی اُسکی صلاحیت رکھتا ہو ۱۲

سواری پر سوار ہونا نہیں جائز ہے اور یہ قیاس ہے اور استحساناً اُسکو بقدر معروف کھاوے اگر محتاج ہو جسقدر اس کے مال میں سعی و کوشش کرتا ہے ایک وصی نے مال میت میں سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر و کبیر ہو تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور واقعات ناطفی میں ہے کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لیکر اپنے واسطے خرچ کیا پھر جسقدر لیا ہے اُسکے مثل رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا الا اس صورت میں کہ یتیم بالغ ہو جاوے اور وصی اُسکو دیدے یا یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہوں سے کہے کہ یتیم کا مجھپر اسقدر آتا ہے اور میں اُسکے واسطے یہ چیز خریدتا ہوں پس ثمن سے قصاص ہو جائیگا اور وصی بری ہو جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اسکا ثمن مسکینوں کو صدقہ دیدیا جاوے پس وصی نے غلام کو فروخت کرکے اسکا ثمن وصول کیا اور ثمن اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر مشتری کے پاس وہ غلام استحقاق[۱۵] میں لے لیا گیا تو وصی اس ثمن کا مشتری کیواسطے ضامن ہوگا پھر وصی تمام ترکہ میت سے مال تاوان واپس لیگا اسی طرح یہ مسئلہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اگر ترکہ سب تلف ہو گیا تو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے نہ وارثوں سے اور نہ مساکین سے جبکہ مساکین کو صدقہ دیدیا ہو۔ اور اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا پھر وارثوں میں سے کسی صغیر کے حصہ میں غلام آیا اور اُسکو وصی نے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا پھر غلام مذکور مشتری سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی مال صغیر سے واپس لیگا اسواسطے کہ وصی نے اُسی کے لیے فروخت کیا تھا اور صغیر بحساب[۱۶] اسقدر حصہ کے دوسرے وارثوں سے واپس لیگا اسواسطے کہ تقسیم باطل ہو گئی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسکے پاس اموال متفرقہ کی ودیعتیں تھیں اور اُسنے اموال کہ چھوڑے اور اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے پھر وصی نے میت کے گھر سے ودیعتوں کو لیکر قبضہ کیا کہ صاحبان ودائع کو دیدے یا مال میت پر قبضہ کیا تاکہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے پس مقبوضہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو اور وصی نے اُسکے گھر سے اُسکا مال لیکر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہو گیا تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر وصی نے ایسے شخص کو جسکے پاس میت کی ودیعت ہے حکم کیا کہ مال ودیعت ہبہ کردے یا صدقہ کردے یا قرضہ دیدے پس اگر مستودع نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حکم دیا کہ فلاں کو دیدے اُسنے دیدیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر اسکو حکم دیا کہ فلاں کو مضاربت پر دیدے یا خود مضاربت پر اس مال سے تجارت کرے تو اسپر ضمان نہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر وصی نے وارثان نابالغ کو ترکہ میں سے نفقہ دیا یہاں تک کہ تمام ترکہ خرچ ہو گیا اسمیں سے کچھ باقی نرہا پھر ایک نے اگر گواہوں سے میت پر اپنا قرضہ ثابت کیا اور قاضی نے اُسکے نام ڈگری کردی پس آیا قرضخواہ مذکور کو وصی سے ضمان لینے کا اختیار ہے تو اسکا ذکر کتاب میں نہیں ہے اور چاہیے کہ جواب میں تفصیل ہو یعنے اگر وصی نے وارثان مذکور کو بحکم قاضی نفقہ دیا ہے تو اُسپر ضمان نہیں ہو سکتی ہے اور اگر بے حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر میت پر کوئی قرضہ بقضاے قاضی ثابت ہوا اور وصی نے اُسکو ادا کردیا پھر اُسکے بعد میت پر دوسرا قرضہ لاحق ہوا بایں طور کہ اُسنے اپنی زندگی میں کنواں کھودا تھا پھر اب اُسمیں کوئی جانور گر پڑا کہ اسکا تاوان بذمہ میت بطور قرضہ ہو گیا یا زندگی میں اُسنے کوئی اسباب فروخت کرکے اسکا ثمن لیا تھا

[۱۵] یعنی کسی دوسرے نے اسپر اپنے استحقاق کا ثبوت پیش کیا اگر اسکو لے لیا اور [۱۶] قوله بحساب کیونکہ ظاہر ہوا کہ غلام مذکور ترکہ میت سے نہ تھا تو باقی ترکہ میں بمقابلہ غلام کے جسقدر حصہ [illegible]

پھر بعد وفات کے مشتری نے اسمین عیب پاکر وصی کو واپس دیا اور اسکا ثمن ترکۂ میت پر قرضہ ہوا پس آیا وصی دوسرے قرضخواہ کے واسطے کچھ ضامن ہوگا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول کو جو کچھ دیا ہی بحکم قاضی دیا ہوگا یا بغیر حکم قاضی پس اگر بحکم قاضی دیا ہو تو اسپر ضمان نہوگی اور نہ قاضی پر ضمان ہوگی لیکن دوسرا اسقدر پہلے کا دامنگیر ہوکر اسکے مقبوضہ مین سے حصہ رسد لے لے اگر مال مقبوضہ اسکے پاس قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو بقدر اسکے حصہ کے ضامن ہوگا اور وصی دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ اسنے دوسرے کا کسی قدر حق بدون اسکی اجازت کے اول کو دیدیا ہی بدینوجہ کہ وہ اس دینے مین قاضی کے حکم سے مجبور تھا اور اگر وصی نے بغیر حکم قاضی کے اول کو دیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے بقدر اپنے حصہ کے تاوان لے یا قابض کے مقبوضہ مین سے یا غیر مقبوضہ سے بطریق تاوان لے پھر اگر وصی کے زعم مین یہ بات ہو کہ دوسرا اپنے دعوی مین جھوٹا ہی اور گواہ جھوٹے ہین تو درصورتیکہ وصی سے اسنے ضمان لی تو وصی مال تاوان کو اول سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر وصی کے زعم مین ہو کہ دوسرے کا دعوے سچا ہی تو واپس لیگا یہ سب اسوقت ہی کہ قرضخواہ نے گواہی قاضی کے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے سامنے اقرار کیا ہو کہ زید کا مجھپر اسقدر قرضہ ہی یا وصی کے پیش نظر قرضہ ثابت ہوا ہو مثلاً وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے اپنی زندگی مین کسی کا مال تلف کردیا یا اسکے پاس سے لیا ہی پس آیا وصی اسکو ادا کرسکتا ہی درحالیکہ وارث لوگ منکر ہین تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین ہی اور ہمارے مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ ادا کرسکتا ہی اور بعض نے کہا کہ چاہیے کہ اسکو ادا کرنے کا اختیار نہو اسیطرح محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس مال ودیعت رکھا اور کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو میرے بیٹے کو دیدینا حالانکہ میت کا اسکے سوائے دوسرا وارث بھی ہی تو بقدر حصہ وارث دیگر کے ضامن ہوگا اور وہ شخص اتنی بات سے وصی نہین ہوسکتا ہی اور اگر اسنے کہا کہ میرے بعد فلان شخص کو جو وارث نہین ہی دیدینا تو اسکو دینے سے ضامن ہوگا ایک مریض کے پاس اہل قرابت جمع ہوے کہ اسکے مال سے کھاتے پیتے تھے تو شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باجازت مریض کھاتے ہین تو جو ان مین سے وارث ہی وہ ضامن ہوگا اور جو وارث نہین ہی اسکی خوراک مریض کی تہائی سے محسوب ہوگی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر مریض کو اپنی تیمارداری مین ان لوگون کی حاجت ہو پس اگر انھون نے اسکے اور اسکے عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون اسراف کے کھایا تو ان پر استحساناً ضمان نہوگی۔ ایک شخص مرگیا اور اسپر قرضہ ہی پس اسکے وصی نے قرضخواہون کیواسطے اسکے غلامون کو فروخت کیا اور انکا ثمن وصی کے پاس تلف ہوگیا یا مشتری کو غلام مذکور دینے سے پہلے بعض غلام وصی کے پاس مرگئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور پھر وصی قرضخواہون سے واپس لے گا اور اگر غلام مذکور استحقاق مین لے لیے گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی اسکو قرضخواہون سے واپس نہین لے سکتا ہی الا اس صورت مین لے سکتا ہی کہ قرضخواہون کے حکم سے اسکو فروخت کیا ہو اسیطرح اگر قرضخواہون نے اس سے یون کہا ہو کہ فلان میت کا غلام فروخت کرکے ہمارا قرضہ ادا کردے تو وصی اسنے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضخواہون نے کہا کہ فلان کا یہ غلام فروخت کردے تو اسکے ثمن واپس لیگا اسواسطے کہ انھون نے اسکو دھوکا دیا ہی لیکن اگر ثمن نسبت قرضہ کے زائد ہو تو بقدر قرضہ کے واپس لے سکتا ہی اس سے زائد نہین لے سکتا ہی اور اگر انھون نے کہا کہ یہ غلام فروخت کرکے

فلان کا ہے اور وصی نے کہا کہ میں اُسکو نہیں فروخت کرونگا پھر اُسکو فروخت کیا پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا اور ثمن ضائع ہو گیا تو وصی اُسکو قرضخواہ سے واپس لیگا اور اگر میت پر قرضہ نہو لیکن وصی نے وارثان بالغ کے واسطے غلام فروخت کیا تو وارثان بالغ ان سب صورتوں میں بمنزلہ قرضخواہوں کے ہیں اور اگر وارثان صغیر ہوں تو استحساناً اُن سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے رقیق میت کو قرضخواہوں کیواسطے فروخت کیا اور ثمن قاضی کے پاس ضائع ہو گیا پھر رقیق مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قرضخواہ سے واپس لیگا نہ قاضی سے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت موصی کے کوئی جنایت کی اور وصی نے جنایت سے واقف ہو کر اُسکو آزاد کر دیا تو فدیہ کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا اور اس فدیہ یا قیمت کو وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر یتیموں کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُنکے وصی کو اختیار ہوگا کہ اُنکے واسطے غلام کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُنکے مال سے ارش جنایت ادا کر دے لیکن اگر ارش جنایت و قیمت غلام میں بہت بڑا فرق ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ میں نے غلام رکھ لینا اختیار کیا اور اس بات پر گواہ کر لیے تو اُسکو یہ اختیار رہیگا کہ اس سے رجوع کر کے غلام کا دیدینا اختیار کرے پھر اگر یتیموں کا کچھ مال سوائے اس غلام کے نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ غلام فروخت کر کے اُسکے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنیکے غلام مر گیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کر چکا ہے تو ارش جنایت بذمہ یتیمان قرضہ لازم ہے یہانتک کہ اُسکو ادا کریں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خریدکر پھر قبضہ کر لیا اور ثمن نہ دیا یہانتک کہ مر گیا اور میت پر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہیں اور سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہیں ہے پھر وصی نے غلام مذکور میں کوئی عیب پا کر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہے اور قرضخواہ دوم اُسکو نہیں توڑ سکتا ہے پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لیکر دوسرے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہوگا اسواسطے کہ جب ایسی ہرگاہ حق قرضخواہ دوم میں بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اسپر ڈوب گیا وصول نہوا اور اس صورت میں ضامن نہیں ہوتا ہے پس صورت مذکورہ میں بھی ضامن نہوگا اور اس صورت میں اور صورت ذیل میں فرق ہے کہ جب وصی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر کے ثمن وصول کر کے بائع کو سب دیدیا تو اس صورت میں دوسرے قرضخواہ کیواسطے ضامن ہوگا اور فرق یہ ہے کہ جب وصی نے سوائے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونوں قرضخواہوں کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دیدیا تو اُسنے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا میں وصی نے کچھ وصول نہیں کیا ہے فقط عیب کیوجہ سے واپس کیا ہے اور یہ امر حق قرضخواہ دوم میں بیع جدید ہے اور وصی کو بیع کا اختیار ہے پس کوئی ایسی بات نہیں پائی گئی جو موجب ضمان ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اسکو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُسکے واسطے یہی حیلہ ہے کہ قرضخواہ میت کے ہاتھ اُسکے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہوگا تو وصی ضامن نہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ جب وصی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اس نے انکار کیا یہانتک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہو تو غلام کو بسبب عیب کے واپس نہ لیگا بلکہ فروخت کریگا

اُسکا ثمن دونوں کو تقسیم کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہوجائیگا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اُسکے بعد نقصان عیب کا ضامن نہوگا اور اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کا حال معلوم نہوا تو بائع کو واپس کر دیگا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوجائیگا پھر اسکے بعد اگر دوسرے قرضخواہ نے گواہ قائم کیئے تو قاضی کو اختیار رہے چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرضخواہ دوم کو نصف ثمن تاوان دلاوے اور چاہے واپسی کو توڑ کر غلام مذکور دونوں کے قرضہ میں فروخت کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک قوم نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور انکے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن وصی کو انکے قرضہ کا حال معلوم ہے تو شیخ نصیر رحمہ نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ کو قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرضخواہ ثمن سے منکر ہوجاوے پس بدلا ہوجاویگا اور اگر ترکہ درم و دینار ہوں تو قرضخواہ کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہوجاوے پس قصاص ہوجائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلان شخص کا میت پر قرضہ ہے اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہیں دیتے پس آیا وصی کو درحالیکہ وارث لوگ منکر ہوں ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہے سو اسکی کوئی روایت نہیں ہے اور مشائخ نے اسمیں بھی اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ادا کر سکتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ادا کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اُسکا قرضہ ادا کرے اور پھر ضمان لازم نہ آئے تو اسمیں مشائخ کے پانچ اقوال مختلف ہیں بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جاوے اور اُس سے کہے کہ آپ میراث کو وارثوں میں تقسیم کر دیں تاکہ اگر بثبوت گواہان میت پر کوئی قرضہ ظاہر ہو تو قرضخواہ مجھسے خصومت نہ کر سکے اور نہ مجھ سے تاوان لے سکے اور بعض نے فرمایا کہ قرضخواہ مقر لہ کو بقدر اُسکے قرضہ کے خفیہ دیدے تاکہ وارث لوگ واقف نہوں کہ اُس سے ضمان لیں اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ میں سے بقدر قرضہ کے ایک تھیلی میں بھر کر رکھے اور قرضخواہ کے پاس کوئی آدمی بھیجکر بلاوے پس قرضخواہ آکر خفیہ و ظاہر لے لے اور وصی اُس سے تغافل کر جاوے پس اگر وارثوں کو معلوم ہوجاوے تو وارثوں سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کرو یا بجائے میرے دوسرے کو خصومت کیواسطے مقرر کرو اور بعض نے فرمایا کہ جنس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ میں سے ایک تھیلی بھر کر قرضخواہ کو ودیعت دیدے پھر قرضخواہ مذکور ودیعت سے منکر ہوجاوے پس قصاص ہوجائیگا اور وصی ضامن نہوگا کیونکہ اُسکو ودیعت رکھنے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ جسوقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہے اُسوقت وصی کو چاہیے کہ میت سے کہے کہ دو گواہ بلا کر شاہد کر دے یا میرے سوائے دوسرے ایک آدمی کو بلا کر گواہ کر دے تاکہ اگر پیچھے قرضخواہ آوے تو دونوں گواہ یا وصی مع ایک گواہ کے گواہی دیویں پس وصی اُسکا قرضہ ادا کر دیگا اور ضامن نہوگا اور اگر وارثوں نے وصی پر دعوی کیا کہ تونے ترکہ میں سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہے جو میت پر واجب نہ تھا پس تو ضامن ہوا اور وصی نے ضمان سے انکار کیا اور وارثوں نے اُس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اُسکے حق کی رعایت کر کے یہ قسم نہ لے گا کہ واللہ میں نے ادا نہیں کیا ہے بلکہ یوں قسم لیگا کہ واللہ ان لوگوں کا جو میری جانب مجھپر ضمان واجب ہونیکا دعوی کرتے ہیں نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اُسپر علاوہ قرضخواہوں کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ میں نے اپنے ہزار درم میت سے اُسکی صحت میں وصول کیے ہیں اور قرضخواہان میت نے کہا کہ نہیں بلکہ تونے اُسکے مرض میں جسمیں وہ مرا ہے وصول کیے ہیں پس ہمکو تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ میں حق شرکت حاصل ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہوں تو ہمیں شریک ہو جاوینگے

اسواسطے کہ وصول کرنا امر حادث ہو پس اقرب اوقات کی طرف جو حالت مرض ہو راجع کیا جائیگا اور اگر مقبوضہ دراہم تلف ہوگئے ہوں تو قرضخواہان میت کیواسطے زید پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے اقرب اوقات کیطرف راجع کرنا نوع ظاہر ہو اور ظاہر واسطے دفعیہ کے صالح ہو موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو لیکن جس صورت میں کہ مقبوضہ قائم ہو زید اپنے واسطے ان سب کے مسلم ہونیکا دعوی کرتا ہو اور قرضخواہ لوگ اس سے منکر ہیں اور یہ سب متفق ہیں کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس ظاہر زید کیواسطے شاہد نہیں ہو اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرضخواہوں کو موجب ضمان کی حاجت ہو اور ظاہر انکے واسطے شاہد نہیں ہو ایک وصی پر میت کا قرضہ ہو اور میت نے چند وصیتیں کی ہیں پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اُسکے ذمہ ہو اُسکی ذمہ داری سے خارج ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ میت کی وصیتیں یا قرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کردے پس جس قرضہ کا جو وصی پر ہو قصاص ہو جائیگا لیکن یہ چاہیے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہوں تاکہ قصاص ہو جاوے یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس اگر یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہو یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع نہیں ہوتے ہیں تو قبضہ نہیں صحیح ہو اور قرضدار بری نہوگا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع ہوتے ہیں تو اُسکا قبضہ صحیح ہو اور قرضدار بری ہو جائیگا یہ محیط میں ہو۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہو کہ قاضی آیا اُسکے قبضہ سے مال نکال لیگا یا نہیں سو بعض نے فرمایا کہ نہیں نکالیگا اور اگر وصی نے کسی مال عین پر اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا تو قاضی اُسکو اُسکے قبضہ سے نکال لیگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اُس کے پاس اُسکے دعوے کے گواہ نہوں تو قاضی اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور فقیہ ابو اللیث رہ نے کہا کہ یوں کہے کہ یا تو میت کو اپنے اس دعوے سے بری کردے یا اپنے دعوی کے گواہ قائم کر تاکہ قرضہ وصول کرلے ورنہ میں نے تجھکو وصایت سے خارج کردیا پس اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہو کہ اگر وصی نے میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی اُسکو وصایت سے معزول کردیگا اور اگر گواہ ہوں تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا تاکہ مدعی اُسکے مقابلہ میں گواہ قائم کرے پھر اُسکے بعد قاضی کو اختیار ہو چاہے دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہوگیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنیکے بعد اول کو پھر وصی مقرر کردے اور خصاف نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کیطرف سے دوسرا وصی اُسی قدر کے واسطے مقرر کریگا جسقدر مدعی کا قرضہ ہو اور وصی مدعی کو پوری وصایت سے خارج نکریگا اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتوی ہو میت کا ایک شخص پر قرضہ ہو اور اُسکا وصی اور پسر وارث ہو پھر پسر بالغ ہوگیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اُسکا قبضہ جائز ہو اور اگر پسر نے وقت بالغ ہونے کے اُسکو قبضہ سے منع کردیا ہو تو قبضہ صحیح نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُسپر زید کے ہزار درم قرضہ ہیں اور میت کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہیں پس عمرو نے میت کا قرضہ اُسکے قرضخواہ زید کو ادا کرنا چاہا تو اصل میں مذکور ہو کہ اگر عمرو ادا کردے تو میت قرضہ سے بری ہو جائیگا اگرچہ بغیر حکم وصی و وارث کے ادا کیا ہو اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمد رہ نے یوں بیان فرمائی ہو کہ قاضی

۱؎ یعنے مدعی ہو کہ یہ مقبوضہ ہزار درم سب مجھے مسلم اور ہبہ کیے گئے واسطے ہیں ۱۲ منہ

کے سامنے عمرو میت کے قرضخواہ زید سے یون کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھے میت فلان کے تھے تجھکو اُن ہزار درم کے عوض
دیتا ہون جو تیرے میت مذکور پر قرض تھے پس یہ جائز ہوگا اور اگر اُسنے یون نہ کہا بلکہ میت کیطرف سے زید کو ہزار درم
ادا کر دیے تو متبرع ہوگا اور اُسپر میت کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر مستودع نے مال ودیعت مین سے مودع کا قرضہ ادا کر دیا تو مودع
کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ادا کرنے کی اجازت دیدے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض نے جو کچھ وصول
کیا ہے وہ اُسکو مسلم دیا جائیگا میت نے اپنی جورو کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور جورو کا اُسپر مہر باقی ہے پس اگر میت نے درم
یا دینار چھوڑے ہون تو چونکہ عورت مذکور نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہے اُسمین سے بقدر دین مہر کے لے لے اور اگر
درم و دینار نہ چھوڑے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہے اُسکو فروخت کرکے ثمن سے اپنا
قرضہ مہر وصول کرے۔ ایک قرضدار مر گیا اور قرضخواہ اُسکا وارث یا وصی ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بدون علم وارثون
کے بقدر اپنے حق کے لے لے۔ ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑ کر مر گیا اور کسی کو وصی نہین کیا پھر قاضی نے اُسکا وصی
مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعوی کیا اور اُسکی جورو نے مہر کا
دعوی کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قرضہ و ودیعت جبتک گواہون سے ثابت نہ کیے جاوین ادا نہ کیے جاوینگے
اور مہر اگر نکاح معروف ہے یعنی لوگون مین اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک عورت کا قول قبول
ہوگا کہ بقدر مہر مثل کے اُسکو دیدیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اُسکے ہو کہ عورت نے اپنے
آپ کو مرد مذکور کے قابو مین دیا ہے تو یہی حکم ہے اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو مین دے چکی ہو تو جسقدر مہر معجل
قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہے وہ بھی عورت کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُسنے بدون
وصول قدر معجل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو مین نہ دیا ہوگا مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین ایک گونہ نظر ہے اسواسطے
یعنی امام قاضی خان رحمہ اللہ ۱۲
کہ کل مہر بنکاح واجب ہوا ہے پس بحکم ظاہر اُسمین سے کسی مقدار کے ساقط ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ
ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے جو ثابت ہے حجت صالحہ نہین ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور ایک وارث و مال چھوڑا پھر ایک شخص
نے گواہ قائم کیے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور قاضی نے اُسکے نام حکم دیا اور وارث
نے ہزار درم ادا کر دیے پھر غائب ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرضخواہ اول
اُسکا خصم ہوگا اور اگر قرضخواہ اول غائب ہو گیا ہو تو وارث اُسکا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کیواسطے بھی وارث پر قاضی

ل۵ مترجم کہتا ہے کہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقیہ ابو اللیث کی مراد یہ ہے کہ سوائے مال کے کل نہین ہے بلکہ مراد ادا ... قدر معجل کی عادت کے بھی قائل ہین پس
اعتراض ہرگز نہین وارد ہوگا اور قائل کہتا ہے کہ ایک عورت نے اپنی ذات کیواسطے دعوی کیا کہ اُسکو مہر مثل دیا جاوے اور ظاہر حال اُسکے واسطے اُس مہر سے
قدر معجل کا شاہد نہین ہے جبکہ اُسنے اپنے نفس کو سپرد کر دیا تھا پھر یہ واقعہ پیش آیا اور فیصلہ کسی نے قبول نہین ہے چونکہ گواہ نہیں ثابت ہے جیسا کہ مہر مثل سے زیادتی کیصورت
مین ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ اُسکے واسطے ایسا مہر نہین ہے جو اُسکے مہر مثل سے زیادہ ہو پس الحاصل اُسکے واسطے مہر مسمی واجب ہوگا نہ مہر مثل پس جیسے اُسکو اُسکے قول پر
سوائے مہر مثل کے دیا گیا ہو اسی طرح اُسکو مہر مثل سے بقدر معجل بھی نہ دیا جائیگا اور ظاہر حال شاہد نہین ہے جیسا کہ مذکور ہوا ۱۲ منہ لہ یعنی یہ اعتراض ہے

نے حکم دیدیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہو وہ سب تلف ہو گیا ہو تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کا دامنگیر ہو کر جو کچھ اُس نے وصول کیا ہو آپس میں حصہ رسدے بیگا پھر دونوں اپنے باقی حق کیواسطے وارث کے دامنگیر ہونگے اور اگر اول قرضخواہ نہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُس نے مال وصیت وصول کر لیا پھر وارث غائب ہو گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اسقدر قرضہ ہے تو موصی لہ اسکا خصم نہوگا اسی طرح اگر اول قرضخواہ ہو اور دوسرا موصی لہ مدعی ہو تو قرضخواہ اسکا خصم نہوگا اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام ترکہ کو محیط ہے پس قرضخواہ نے ایک ساختہ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُسکا خصم نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور حق خصومت میں میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے۔ اگر ترکہ تمام قرضخواہوں کے قرضہ میں مستغرق ہو پھر ایک شخص نے آکر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوے کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہو کر وارثوں و قرضخواہوں سے قسم طلب کی تو قرضخواہوں پر بالکل قسم عائد نہوگی اسی طرح جب کہ پورا ترکہ قرضہ میں مستغرق[1] ہے تو وارثوں پر قسم عائد نہوگی اور اگر اُسکے پاس گواہ ہوں تو وصی فقط اُسکا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہو تو قاضی اُسکا وصی مقرر کریگا اور اگر قرضہ کی بہ نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لیجائیگی اور شیخ نے کتاب ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نہ ملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیث و فقیہ ابو جعفر کے مدعی کے گواہوں کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائیگا لیکن قبل اسکے کہ میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہیں لیجائیگی ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور اُسکا وصی بغیبت[2] منقطعہ غائب ہو گیا ہے تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کریگا تاکہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہوا اور اُس نے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کریگا ایسا ہی امام فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے اور قرار واقعات میں لکھا ہے کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ میں نے تجھکو اسقدر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ وصول نہیں کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھپر کچھ قرضہ ہے تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوئے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ میں نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کر لیا یا کسی دوسرے شہر یا سواد کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہے اور جو شخص قرضہ و ودیعت و مضاربت وصول کرنے کا وکیل ہو اُسکا بھی ان سب صورتوں میں یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے ایک وصی نے وصیت میت یعنی ادائے قرضہ وغیرہ[؟] اپنے مال سے نافذ کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ میں سے واپس لیگا ورنہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندوں کے واسطے ہو تو واپس لے گا اسواسطے کہ

---

[1] یعنے سارا مال متروکہ قرضہ میں ڈوبا ہوا ہے اور اُس سے کچھ فاضل نہیں ہے ۱۲ [2] یعنے اسطور پر غائب ہو گیا کہ اُس کے مرنے جینے کا حال معلوم کرنے کے ذرائع منقطع ہو گئے ۱۲

اسکا مطالبہ از جانب بندہ ہو اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال میں واپس لے سکتا ہو اور اسی پر فتویٰ ہو۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو بھی واپس لے سکتا ہو اسی طرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کر لیے تو بھی واپس لے سکتا ہو اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو مال میت وترکہ سے واپس لے گا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا خراج وارثش اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لے گا یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا حتی کہ اسکو واپس لینے کا اختیار حاصل ہو پھر قبل واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہو وہ مال دوسری میت سے سبھوں نے میراث پایا تو ادا کرنیوالے کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال جو اُس نے قرضہ میں دیا تھا واپس لے لیوے یہ ذخیرہ میں ہو۔ وارث کو اختیار ہو کہ بدون حکم وارثان میت کے اسکا قرضہ ادا کرے اور اُسکو کفن دے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ مال میت سے اُسکو واپس لے اور اگر وارث یا وصی نے میت کے واسطے کفن خریدا پھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر واقف ہوا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہیں لے سکتا ہو اور بعض روایات میں ہو کہ واپس لے سکتا ہو اور صحیح یہ ہو کہ اجنبی واپس نہیں لے سکتا ہو۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان میں اُترا پھر مرگیا اور کوئی وصی مقرر نہیں کیا اور دراہم چھوڑے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُس کو اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُس نے کسی[1] حاکم کو نہ پایا تو اوسط درجہ کا کفن دیدے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُسکا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُسکو فروخت نہیں کر سکتا ہو یہ فتاوی قاضی خان میں ہو۔ اگر اہل کوچہ میں سے کسی نے مال یتیم میں خرید فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی وصی نہیں ہو اور وہ شخص جانتا ہو کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جاوے تاکہ وہ وصی مقرر کر دے تب تک یہ مال بیکار برباد کر دیگا تو قاضی ولوالجی نے فتوے دیا کہ بضرورت اُسکا تصرف جائز ہو۔ اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہو اور اسی پر فتوی دیا جاوے یہ فتاوے کبرے میں ہو۔ بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گانون میں مرگیا اُسکا وارث آیا اور کہا کہ میرا باپ مرگیا اور اُسنے کئی قسم کا مال چھوڑا ہو اور کسی کو وصی نہیں کیا اور اُسپر قرضہ ہو اور وارث مذکور اسوجہ سے گواہ قائم نکر سکا کہ گواہ گانون کے لوگ تھے اور قاضی کو اُنکی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہو کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہو تو مال فروخت کر یہانتک کہ قرضہ ادا کر دے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہو اور شیخ ابو نصر سے مروی ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارثوں و قرضخواہوں نے کہا کہ فلان مرگیا اور کسی کو وصی نہیں کیا اور حاکم کو انمیں سے کچھ معلوم نہیں ہو پس آیا حاکم اُنسے کہہ سکتا ہو کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو میں نے اسکو وصی کیا تو فرمایا کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہو کہ وہ ایسا کر سکتا ہو اور وہ شخص وصی ہو جاویگا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہوں ایک

[1] یعنے کار خیر مثل حج وغیرہ ۱۲ [2] مثلاً گانون میں ہوا ۱۲

عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرد کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُسکی مقدار وصیت مین سے بعض وصیتین نافذ کین اور کچھ مال وارثون کے پاس باقی رہگیا پس آیا وصی اُس باقی کو وارثون کے پاس چھوڑ سکتا ہی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثون کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت مین دیدینگے تو چھوڑ سکتا ہی اور اگر اسکے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُسکو یہ قدرت ہو کہ وارثون کے قبضہ سے باقی تہائی نکالے تو نہین چھوڑ سکتا ہی ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لیگا تو نوادر مین مذکور ہی اگر ادائے ثمن کے وقت اُسنے اس بات کے گواہ نہ کیے ہون کہ مین اپنے مال سے اس طور سے ادا کرتا ہون کہ صغیر کے مال سے واپس لونگا تو واپس نہین لے سکتا ہی بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے مال سے ادا کیا تو اُسکو گواہ کر لینے کی ضرورت نہین ہی اور فرق یہ ہی کہ والدین کی اکثر عادت یہ ہوتی ہی کہ اپنی اولاد کیساتھ صلہ و نیکوئی کا قصد رکھتے ہین پس اُسکے حق مین گواہ کر لینے کی ضرورت ہی اسی طرح اگر باپ نے اپنے پسر کی جورو کا مہر اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کرے ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر مان وصیہ ہو تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہی کہ اگر اُس نے ادائے ثمن کے وقت گواہ نہ کر لیے ہون تو واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے اتنے برس تجھپر تیرے مال سے تیرے نفقہ مین خرچ کیا ہی تو اتنی مدت مین یتیم مذکور کے نفقہ مثل مین وصی کے قول کی تصدیق کیجائیگی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی پھر نفقہ مثل وہ ہی جسمین اسراف نہو و تنگی نہو یہ محیط مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوے کہ مرا ہی اور یتیم نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوے فقط پانچ برس ہوے ہین تو کتاب مین مذکور ہی کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اسمین خلاف کیا ہی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب مین امام محمدؒ کا قول مذکور ہی اور بقول امام ابو یوسفؒ کے وصی کا قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے مین نے انکو تیرے مال سے اس قدر درم نفقہ دیے پھر وہ سب مرگئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہی نفقہ مثل ہی اور یتیم اُسکے قول کی تکذیب کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ امام محمدؒ و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر غلامان مذکور زندہ موجود ہون تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر وصی نے دعوی کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُسکو ایک شخص پکڑ لایا پس مین نے اُسکو چالیس درم جعل[1] دیے ہین اور یتیم اُسکے بھاگنے سے انکار کرتا ہی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور امام محمدؒ و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لاوے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا مگر مین نے تیرے واسطے تیرے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے انکا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُن کا نفقہ دیا تو ان سب باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور جب قول اُسی کا قرار دیا جائیگا تو اُس سے قسم لیجائیگی یہ کتاب مین

[1] وہ مزدوری جو غلام مفرور کے تلاش کرنے والے کو دیجاتی ہے ۱۲

مذکور ہے لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہیں ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لینا مستحسن نہیں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر وصی نے دعوے کیا کہ والد صغیر نے اسقدر غلام چھوڑے تھے اور میں نے انکو اسقدر نفقہ دیا ہے پھر وہ سب مر گئے پس اگر ایسے میت کے اسقدر غلام ہوتے ہوں تو وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہو اور ایسے شخص کے اسقدر غلام نہوتے ہوں تو میں اُسکے قول کی تصدیق نہ کرونگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ میں نے یتیم کو مہینے میں سو درم دیے اُسنے ضائع کر دیے حالانکہ وہ فریضہ زکوٰۃ تھے پھر میں نے اُسکو سو درم اسی مہینہ میں دوبارہ دیے تو میں اُسکے قول کی تصدیق کرونگا تاوقتیکہ ایسی بات بیان نکرے جو کھلی مستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ میں نے اُسکو اسی مہینہ میں بہت مرتبہ دیے اور اُسنے ضائع کر دیے۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے وہ دعوے کرتا ہے کہ یہ میرا ہے اور وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے یہ غلام اُس سے تیرے مال سے ہزار درم کو تیرے لیے خریدا تھا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا تھا اور اسکو اتنے عرصہ تک اسقدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھپر غالب آیا اور مجھسے یہ غلام لے لیا اور یتیم و قابض دونوں اُسکی تکذیب کرتے ہیں تو وصی مذکور کی اُسکے حق میں ضمان سے بری ہونیکے واسطے تصدیق کیجائیگی مگر قابض کے حق میں غلام اُسکے قبضہ سے نکال لیے جانے کیواسطے تصدیق نہوگی اسوجہ سے کہ قابض کے حق میں وہ مدعی ہے یا گواہ ہے پس مدعی کے دعوی پر یا ایک گواہ پر حکم نہیں دیا جاتا ہے اور اپنے حق میں وہ منکر ضمان ہے پس قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے کہا کہ قاضی نے تیرے اس بھائی کے لیے کیواسطے تیرے مال سے اسقدر ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تھا پس میں دس برس سے اُسکو اسقدر ماہواری تیرے مال سے دیتا ہوں اور یتیم نے اُسکی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول قبول نہوگا اور وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مر گیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی ہے پس میں نے دس برس سے اسقدر سالانہ اسکا خراج سلطان کو ادا کیا ہے اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوئے فقط دو برس ہوئے ہیں تو یہیں ویسا ہی اختلاف ہے جو فصل میں مذکور ہوا ہے اسیطرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا لیکن زمین مذکور ایسی زمین ہے جسمیں پانی بھرا ہوا ہے جسکی وجہ سے زراعت ممکن نہیں ہے اختلاف کیا پس وارث نے کہا کہ یہ زمین برابر اسوقت سے ایسی ہی ہے اسکا خراج واجب نہیں ہوا ہے اور وصی نے کہا کہ اسمیں فی الحال پانی آ گیا ہے اور میں نے دس برس تک اسکا خراج ادا کیا ہے تو اسمیں بھی وہی اختلاف ہے جو فصل میں مذکور ہے۔ اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہے اس میں پانی نہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بالاجماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا۔ نوادر میں ہے کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغرسنی میں اس شخص کا اسقدر مال تلف کر دیا تھا پس میں نے تیری طرف سے اُسکو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سب سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور بالاجماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگا تھا پس میں نے ایک شخص کو اُجرت[ف۳]

ف۱ یعنی سلوک و نفع رسانی بوجہ قرابت و رشتہ داری ۱۲ منہ ف۲ قال المترجم یعنے امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک اصح قول ابی یوسف ہے کیونکہ وصی امین مقرر کیا گیا ہے لیکن ظاہر حال اگرچہ اسکے واسطے شاہد نہیں لیکن وہ وارث کے حق میں نافع نہیں بلکہ ضمان کا موجب ہے اور وہ پایا نہ گیا پس قول وصی کا اپنے حال پر باقی رہا مگر آنکہ وارث گواہ پیش کرے پس اسوقت ہمارے جانب یہی مستحسن ہے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک یہ قبول ہو ۱۲ منہ ف۳ غلام واپس لانے کی مزدوری دینے میں ۱۲ منہ

پر مقرر کیا جو اُسکو شام سے پکڑ لایا اور سو درم اُجرت پر مقرر کیا تھا پس مین نے اُسکو سو درم دیدیے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو
بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر وصی نے اس سب مین یہ کہا کہ مین نے اپنے مال سے ادا کیا تاکہ تجھ سے واپس لون اور یتیم
نے انکار کیا تو بالاجماع بدون گواہون کے وصی کے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے
پاس لایا اور کہا کہ یہ شخص صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہے پس اسکے واسطے مال واجب ہوا پس مین نے اسکو
مال صغیر سے جو میرے پاس ہے اسکا حق دیدیا پس آیا قاضی اُسکے قول کی تصدیق کریگا سو بعض نے فرمایا کہ اسمین بھی خلاف ہے
اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نہ کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر میت کا
زید پر مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہے تو اسکے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے
کیواسطے خصم نہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور امام محمد نے اقرار الاصل
مین فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کا سب مال جو فلان بن فلان پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کسقدر تھا
پھر کہا کہ مین نے اُس سے فقط سو درم وصول کیے ہین اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے تو نے سب وصول کر لیے
ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرضدار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے
واجب ہوا ہوگا اور دونون صورتون مین سے ہر ایک مین ضرور ہے کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ مین نے
سب وصول پایا ہے واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک مین دونون صورتون مین سے یا تو وصی نے
یہ اقرار کہ وہ سو درم ہین اپنے اس اقرار سے کہ مین نے سب وصول پایا ہے ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس درصورتیکہ
قرضدار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سو درم
ہین بعد ازان قرضدار نے اقرار کیا کہ اُسپر ہزار درم قرضہ ہے اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لیے ہین تو امام محمد رح نے
ذکر فرمایا کہ قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائے گا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہوگا اور اس باب مین کہ وصی نے
سو درم پر قبضہ کیا ہے قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کے قول کی وصی کے حق مین تصدیق نہ کی جائے گی حتے کہ
انکار وارثان کیوجہ سے وصی نو سو درم کا ضامن نہوگا پھر اگر میت کی طرف سے گواہ قائم ہون مثلاً میت کا وارث یا اُسکا
قرضخواہ گواہ قائم کرے کہ قرضدار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرضدار ہزار درم سے بری ہوگا حتے کہ وصی کو اُس سے
نو سو درم واپس لینے کا اختیار نہوگا مگر وصی وارثون کے واسطے نو سو درم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر پہلے قرضدار نے اقرار کیا کہ
قرضہ ہزار درم ہے پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم ویسا ہی جیسا کہ
گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت مین مذکور ہوا کہ قرضدار بسبب اقرار وصی کے بری ہوگا اور وصی
نو سو درم کا وارثون کیواسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصی نے اپنے اقرار تمام وصول سے جدا کر کے اقرار کیا کہ
وہ سو درم ہین اور اگر متصل اقرار کیا کہ مین نے تمام قرضہ میت جو فلان پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم
تھے اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم تھے تو ذکر فرمایا کہ اس اقرار مین وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتے کہ
وصی کو اختیار ہوگا کہ قرضدار مذکور سے نو سو درم کا مطالبہ کر کے وصول کرے یہ اُسوقت ہے کہ پہلے وصی نے تمام

وصول یابی کا اقرار کیا ہو اور اگر قرضدار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ مین نے جو کچھ اسپر تھا سب وصول لیا یا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم وہی ہے جو درصورتیکہ میت کے معاملہ سے قرضہ واجب ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہے کہ قرضدار تمام اُس مال سے جو اُسپر تھا بری ہوگا بسبب اقرار وصی کے اور وصی نو سو درم کا وارثون کے واسطے ضامن ہوگا یہ سب اُسصورت مین ہے کہ وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم تھے جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا مثلاً کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول کیا اور وہ سو درم تھے پھر قرضدار نے کہا کہ مجھ پر ہزار درم قرضہ تھا اور تو نے سب وصول کیا ہے تو قرضدار پورے قرضہ سے جو اُسپر تھا بری ہوگا حتے کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہوگا اور وارثون کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُس نے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہے۔ اور اگر قرضدار نے پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ مین نے سب جو اُسپر تھا وصول پایا اور وہ سو درم ہین تو قرضدار پورے ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثون کے واسطے نو سو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثون کے واسطے کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کیے کہ مین نے تمام ثمن وصول پایا ہے اور وہ سو درم ہین اور مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ ایکسو پچاس درم ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم ہین اپنے اقرار سے متصل بیان کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہین ہے اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سو درم سے باقرار وصی کہ اُس نے سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہے بری ہو جائے گا اور وصی کی مقبوضہ مقدار مین وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر مالک نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل[1] یا منفصل بیان کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو وصی کی صورت مین بیان ہوا ہے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے فلان مشتری سے سو درم وصول پائے اور یہ پورا ثمن ہے پس مشتری نے کہا کہ نہین بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہین تو وصی کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے پچاس درم اور لیوے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ فلان شخص یعنی مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول پایا اور وہ سو درم تھے اور وارثون یا قرضخواہ میت نے گواہ قائم کیے کہ وہ دو سو درم تھے حتے کہ یہ گواہی قبول کی گئی ہے تو قرضدار سے باقی سو درم بھی وصول کیے جاوینگے اور وصی سوا ان سو درم کے جنکو اُس نے وصول کیا ہے کچھ ضامن نہوگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب وصی نے جدا کرکے بیان کیا کہ وہ سو درم تھے پھر گواہ بطور مذکور قائم ہوے کہ قرضدار پر دو سو درم تھے تو ایسی صورت مین وصی دو سو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے جو کچھ میت کا فلان شخص کے پاس از قسم ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے تھا وصول پایا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے اُس سے سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت کے ہزار درم تھے تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول وصول پانے کا اقرار کیا پھر مطلوب نے ہزار درم ہونے کا اقرار کیا یا مطلوب نے اول کہ ہزار درم

[1] متصل ملا ہوا منفصل جدا و علیحدہ ۱۲

ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے جو کچھ اُس کے پاس تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر یہ قول اُسکا کہ وہ سو درم تھے یا منفصل باقرار سابق ہے یا اُس نے الگ بیان کیا ہے پس اگر وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا پھر اُسکے بعد کہا کہ میں نے سو درم وصول کیے ہیں اور مطلوب نے کہا کہ وہ ہزار درم تھے اور تو نے سب وصول پائے ہیں تو وصی جسقدر اقرار کرتا ہے اُس سے زیادہ کا ضامن نہوگا اور مطلوب تمام مطالبہ سے بری ہوگا جیسا کہ قرضدار کی صورت میں ہے اور اگر گواہ قائم ہوے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے تو وصی ان سب کا ضامن ہوگا یہ اُسوقت ہے کہ وصی نے جدا کر کے بیان کیا ہو پھر مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا کہ اُس نے سو درم وصول پائے ہیں اور مطلوب سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے بخلاف اسکے اگر قرضہ کی صورت میں یہ بات ہو تو وہ باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وصی نے اولاً استیفاء کا اقرار کیا ہو اور اگر اولاً مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس امانت کے ہزار درم میت کے ہیں پھر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ اُسکے پاس تھا وصول پایا اور بیان کیا کہ وہ سو درم تھے خواہ متصل بیان کیا یا منفصل کر کے بیان کیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو در صورت گواہ قائم ہونے کے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے بیان ہوا ہے لیکن وہ مطلوب سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور فرمایا کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں میت کا ہر قرضہ جو لوگوں پر تھا وصول پایا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُس نے وصی سے کہا کہ میں نے تجکو اسقدر ادا کر دیا ہے اور وصی نے کہا کہ میں نے تجھسے کچھ نہیں وصول پایا اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ میت کا تجھپر کچھ ہے تو وصی کا قول قبول ہوگا اور وصی کے ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی اسیطرح جو وکیل بقبضہ قرضہ و ودیعت و مضاربت ہو اُس کے اقرار کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میت کا جو کچھ قرضہ زید پر تھا میں نے وصول پایا پس قرضدار نے کہا کہ مجھ پر اُس کے ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ تجھپر اُسکے ہزار درم تھے لیکن تو نے اسمیں سے پانچسو درم اُسکی زندگی میں اُسکو دیدیے تھے اور باقی پانچسو درم اُسکی موت کے بعد مجھے دیدیے اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے سب تجھے دیے ہیں تو اسکا جواب وہی ہے جو مسئلہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثوں سے اُسکے دعوی پر قسم لیجائیگی اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ لوگوں پر فلان میت کا از جنس قرضہ تھا میں نے وصول پایا میں نے اُسکو فلان بن فلان سے بھر پایا پھر گواہ قائم ہوے کہ میت کے اس شخص پر ہزار درم تھے پس وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ یہ نہیں ہے تو یہ وصی کے لازم ہونگے اور تمام قرضداران میت وصی کے ایسے اقرار سے بری ہو جاوینگے بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ میت کا قرضہ لوگوں پر تھا وصول پایا اور یہ نہ کہا کہ اس شخص سے تو ایسے اقرار سے قرضداران میت کی بریت نہوگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کی متاع و میراث سب اُسکے مکان سے لیکر اُسپر قبضہ کر لیا پھر اسکے

ا؎ مترجم کہتا ہے کہ یہی صدر حسام کے واقعات میں مذکور ہے پھر ظاہر ہوا کہ جو کچھ صدر حسام رحمہ اللہ نے ذکر کیا وہ محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول سے ہے ۱۲ منہ

بعد کہا کہ وہ سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارث نے دعوے کیا کہ وہ اس سے زیادہ مال تھا اور گواہ قائم کیے کہ میت کی موت کے روز اُس کے مکان میں ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی کے ذمہ سوائے اُسقدر کے جس کا اُس نے اپنے قبضہ کرنے میں اقرار کیا ہے کچھ لازم نہوگا اگرچہ اُس نے بیان اقرار کہ وہ سو درم و پانچ کپڑے تھے الگ کرکے بیان کیا ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر وصی نے میت پر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے

دسواں باب۔ وصیت پر گواہی دینے کے بیان میں۔ اگر زید و عمرو دو وصیوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے ساتھ بکر کو بھی وصی کیا ہے اور بکر نے دعوے کیا ہے تو استحساناً جائز ہے نہ قیاساً یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر بکر مدعی نہو تو استحساناً و قیاساً دونوں کی گواہی مقبول نہوگی جبکہ وارث لوگ اسکے مدعی ہوں اور بکر منکر ہو اور اگر وارث لوگ زید و عمرو کے ساتھ تیسرے کے وصی ہونیکے مدعی نہوں تو ہر دو وصی کی گواہی قیاساً و استحساناً مقبول نہوگی اصل میں فرمایا کہ اگر مشہود علیہ مثلاً بکر نے دونوں گواہوں کی تکذیب کی تو میں دونوں وصیوں کے ساتھ سوائے بکر کے کسی تیسرے کو وصی کرکے داخل کر دونگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تیسرے آدمی کو مقرر کرکے داخل کرنے کا حکم جو مذکور ہے امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ امام محمدؒ نے یہاں کوئی خلاف ذکر نہیں فرمایا اور اگر دو لڑکوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی کیا ہے اور زید مدعی ہے تو قیاساً انکی گواہی قبول نہونی چاہیے مگر استحساناً مقبول ہوگی اور اگر اس مسئلہ میں زید منکر ہو اور باقی وارث بھی مدعی نہوں تو قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہوگی اور اگر باقی وارث دعوی کرتے ہوں اور زید منکر ہو تو استحساناً و قیاساً قبول نہوگی اگر دو قرضخواہان میت نے گواہی دی کہ میت نے زید کو اپنا وصی مقرر کیا اور زید نے قبول کر لیا ہے اور زید اسکا مدعی ہے تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہونی چاہیے اور استحساناً قبول ہوگی یہ اسوقت ہے کہ زید اسکا مدعی ہو اور اگر مدعی نہو اور ہر دو گواہان کے سوائے باقی قرضخواہان میت اسکے مدعی ہوں تو قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہوگی اسی طرح اگر میت کے دو قرضداروں نے گواہی دی کہ اُس نے زید کو وصی کیا ہے اور زید اُسکا مدعی ہے تو بھی مسئلہ میں قیاس و استحسان جاری ہے اور اگر زید اسکا مدعی نہو پس اگر وارث لوگ اسکے مدعی ہوں تو گواہی قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر وارث لوگ منکر ہوں اور اسکا دعوی نہ کرتے ہوں تو قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر پسران وصی نے گواہی دی کہ فلاں میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا ہے اور وصی اسکا مدعی ہے اور وارث لوگ مدعی نہیں ہیں تو قیاساً و استحساناً یہ گواہی قبول نہوگی اور قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کو جو وصی ہونا طلب کرتا ہے بدون گواہی کے اُسکی درخواست پر وصی مقرر کر دے اگرچہ وصی ہونے میں رغبت کرنیوالا اپنے بیٹوں کی گواہی سے مقرر نہوگا اور اگر وصی انکار کرتا ہو اور وارث لوگ دعوی کرتے ہوں تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وارث لوگ دعوی نہ کرتے

ع۵ بخلاف وکیل خصومت مطلق کے ۱۲

ہون تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور بھائی کی گواہی ایسے معاملہ مین مقبول ہو اور شریکین متفاوضین یا غیر متفاوضین
مین سے ایک کی گواہی دوسرے کے حق مین ایسے معاملہ مین جائز ہے۔ اور اگر زید و عمرو دونون مین سے ایک کے
دو بیٹون نے گواہی دی کہ فلان میت نے ہمارے باپ و فلان دوسرے کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا ہے پس اگر انکا باپ
مدعی ہو تو ایسی گواہی قبول نہوگی نہ باپ کے حق مین اور نہ دوسرے کے حق مین اور اگر باپ مدعی نہو اور وارثان میت مدعی ہون تو
گواہی مقبول ہوگی اور اگر باپ و دوسرا وارث کوئی مدعی نہو تو بسبب عدم دعوی کے ایسی گواہی مقبول نہوگی فرمایا
کہ اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا تھا پھر اس سے رجوع کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا
تو دونون کی گواہی جائز ہے۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا پھر زید کے
دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصیت سے معزول کر دیا ہے اور فلان شخص کو مقرر کیا ہے تو دونون
کی گواہی جائز ہوگی اور فرمایا کہ اگر دو بیٹون نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اسکو معزول کر کے
اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہے تو دونون کی گواہی جائز ہے۔ اور فرمایا کہ اگر فلان شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹون
نے جو میت کے قرضدار ہین یا قرضخواہ ہین ایسی گواہی دی اور فلان اسکا مدعی ہے تو مسئلہ مین موافق قیاس کے عدم
جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہے اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس زید کو اپنے تمام
ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہے تو مین اسکو وصی قرار دون گا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ مین نے زید کو وصی گردانا
تو یہ کہنا اور قولہ اوصیت الیہ یعنی اسکو وصیت کر دی۔ دونون یکسان ہین پس زید وصی ہو جائیگا۔ اور
اگر دو گواہون مین سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعرات کے روز وصی کیا ہے اور دوسرے نے گواہی
دی کہ میت نے اسکو جمعہ کے روز وصی کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر دو وصیون نے وارث کیواسطے
جو صغیر ہے مال میت یا غیر میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونون کی گواہی باطل ہے۔ اور اگر بالغ وارث کیواسطے
مال میت مین سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہین جائز ہے اور اگر میت کے سوائے دوسرے کے مال مین سے
کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے
فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونون نے گواہی دی تو دونون صورتون مین جائز ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر
موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اُسکے واسطے وصیت کی ہے وہ مجہول ہو پس گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اس
موصی لہ کیواسطے وصیت کا اقرار کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصیٰ بہ کے بیان کے واسطے وارثان موصی
کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر دو گواہون نے عمرو و زید کے واسطے میت پر ہزار درم قرضہ کی گواہی
دی پھر زید و عمرو نے اپنے دونون گواہون کے واسطے میت پر ہزار درم قرض کی گواہی دی تو دونون فریق گواہون
کی گواہی جائز ہے اور اگر ہر دو فریق گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت کی گواہی
دی تو نہین جائز ہے۔ اور اگر زید نے گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے واسطے اپنی باندی دینے کی وصیت

سلہ وہ چیز جسکی وصیت کنندہ نے وصیت کی ۱۲ سلہ خواہ مال میت سے یا غیر سے ۱۲ سلہ پس اسقدر جو چاہین اقرار کرین ۱۲

کی ہو پھر جن دونون کے واسطے اُسنے گواہی دی ہو اُنھون نے گواہی دی کہ میت نے اسکے بعد زید کے واسطے اس کی وصیت کر دی ہو تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہو۔ اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی [یعنی رجوع کر گئے ۱۲] کہ میت نے ان دونون کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو پھر بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو گواہی باطل ہو۔ اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکر و خالد کے واسطے اپنے غلام کی وصیت کی ہو اور بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو تو بھی باطل ہو اسواسطے کہ اس مقدمہ مین گواہی ثبوت شرکت ہی یہ خزانۃ المفتیین مین ہو اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہو پھر دوسرے گواہون نے گواہی دی کہ میت نے ان دونون کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہو تو دونون کی گواہی باطل ہو اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ میت نے اسکے واسطے دینار کی وصیت کی ہو اور دوسرون نے دراہم [ہر دو دینار ۱۲] کی گواہی دی یا دو گواہون نے غلام کے وصیت کی گواہی دی اور دوسرون نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُن کو پڑھکر نہین سنایا اور نہ اُن کے سامنے تحریر کیا اور اس وصیت نامہ مین اعتاق و اقرار بقرضہ و وصیتین ہین تو اشہاد صحیح نہین ہے کذا فی المحیط

تمت

مختصر فہرست کتب فقہ فارسی و اردو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست ہر قسم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلاقیمت روانہ ہوگی۔ المشتہر

منیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سنت)		اور متعدد فصلین ہین جن مین تمام ضروری مسائل بیان کئے ہین۔ اور آخری باب مین مناقب امام ابو حنیفہ رح کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ ا/
حجج الحج مسمے بہ **غایۃ الشعور**۔ اس مین احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔	عہ/	**عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ** اس مین دودھ پلانے کے مسئلے۔ رضیع اور مرضعہ کے بابتہ احکام بالتفصیل درج ہین	ا/
تبیان فی احکام شرب الدخان حقہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔	ا/	**مسالک المتقین**۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ/
نام حق منظوم۔ اس مین نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہین۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔	۶ پائی	**قدوری**۔ مترجمۂ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	۸/
مائۃ مسائل۔ اس مین سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہین	/۶	**شرح فارسی مختصر وقایہ** مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبدالرحمن جامی	عہ/
شرح وقایہ فارسی یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی مین ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ ملتقی الابحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبدالحق صاحب سرہندی	۸ر	**کنز الدقایق**۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔	۱۳/
فتاوائے برہنہ۔ اس مین ۳۶ - ابواب		**بالابدمنہ**۔ جملہ ضروری مسائل نماز روزہ	

نام کتاب	قیمت
حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی معہ وصیت نامہ	لا/
شرح مختصر وقایہ کورمیری ۔ یہ شرح داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب حل کیا ہے۔ از مولانا جلال الدین کورمیری	عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران نہایت ضروری رسالہ ہے ۔	ا/
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان اسلام ۔	۶ پائی
نادر المعراج ۔ شب معراج کا مختلف آیات و احادیث سے ثبوت اور اُس کی فضیلت آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور مشاہدۂ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر ولایتون مین یہ کتاب بہت مروّج ہے از مولانا شیخ الاسلام اکبرآبادی عہد شاہجہانی مین تصنیف ہوئی	سے/
مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی ۔	۲عہ/
ایضاً ۔ جلد اوّل	۱۰/
" جلد دوم	۸/
مزیل الغواشی ۔ شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب رامپوری	عہ/

نام کتاب	قیمت
ملتقی الابحر	۲عہ/
فقہ اُردو (مذہب اہل سنّت)	
غایۃ الاوطار ۔ ترجمہ اُردو درمختار کامل چار جلد ۔ یہ وہی نادر کتاب فتاوی ہے جسمین کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کردیا گیا ہے بیع شِریٰ ۔ حوالہ شہادت وکالت دعوے اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	۱۶عہ
کشف الحاجۃ ۔ ترجمہ مالابدمنہ از مولوی نورالدین بن محمد اشرف چاٹگامی	۰۴/
رسالہ خلاصۃ المسائل ۔ معاملات و عبادت کے ضروری مسئلے ۔	۶/
مرأۃ الصلوۃ اُردو ۔ وضو اور نماز کے مسائل مین نہایت جامع کتاب ہے از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی ابندوی یہ کتاب جدید الطبع ہے ۔	۶/
ہزار مسئلہ ۔ اس مین سات رسالے شامل ہین ۔ جن مین سے ہر ایک اہل اسلام کے لئے ضروری ہے از مولوی عبداللہ	۲/